فتاوی رضویہ

مع تخریج و ترجمہ عربی عبارات

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ

رضا فاؤنڈیشن
جامعہ نظامیہ رضویہ
اندرون لوہاری دروازہ لاہور ۸
پاکستان (۵۴۰۰۰)

marfat.com

من یرد اللہ بہ خیرا یفقہہ فی الدین (حدیث)

العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ

مع تخریج و ترجمہ عربی عبارات

جلد ششم

تحقیقاتِ نادرہ پر مشتمل چودھویں صدی کا عظیم الشان
فقہی انسائیکلوپیڈیا

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ العزیز
۱۲۷۲ھ ——— ۱۳۴۰ھ
۱۸۵۶ء ——— ۱۹۲۱ء

رضا فاؤنڈیشن ٭ جامعہ نظامیہ رضویہ
اندرون لوہاری دروازہ لاہور۔ پاکستان (۵۴۰۰۰)
فون نمبر ۷۶۵۷۳۱۴

marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتاب ———— فتاوٰی رضویہ جلد ششم

تصنیف ———— شیخ الاسلام امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ العزیز

ترجمہ عربی عبارات ———— حضرت علامہ مفتی محمد خاں قادری، لاہور

پیش لفظ ———— حضرت علامہ مفتی محمد خاں قادری، لاہور

تخریج و تصحیح ———— (۱) مولانا نذیر احمد سعیدی (۲) مولانا محمد عمر ہزاروی

باہتمام و سرپرستی ———— مولانا مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی ناظم اعلیٰ تنظیم المدارس اہلسنت پاکستان

ترتیب فہرست ———— حافظ محمد عبدالستار سعیدی ناظم تعلیمات جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

کتابت ———— محمد شریف گل، کڑیال کلاں (گوجرانوالہ)

پروف ریڈنگ ———— (۱) مولانا سردار احمد حسن سعیدی (۲) مولانا نذیر احمد سعیدی

پیسٹنگ ———— مولانا محمد یٰسین قادری شطاری

صفحات ————

اشاعت ———— ربیع الاول ۱۴۱۵ھ / اگست ۱۹۹۴ء

مطبع ———— یوسف عمر پرنٹرز بی/ 12- اندرون بھاٹی گیٹ لاہور

ناشر ———— رضا فاؤنڈیشن جامعہ نظامیہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور

قیمت ———— ۲۵۰ روپے

○

ملنے کے پتے

- مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور
- مکتبہ تنظیم المدارس جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور
- مکتبہ ضیائیہ، بوہڑ بازار، راولپنڈی
- ضیاء القرآن پبلیکیشنز، گنج بخش روڈ، لاہور

marfat.com

اجمالی فہرست

پیش لفظ ـــــــــ ۵
باب شروط الصلوٰۃ ـــــــــ ۲۹
باب صفۃ الصلوٰۃ ـــــــــ ۱۴۳
باب القراءۃ ـــــــــ ۲۳۹
باب الامامۃ ـــــــــ ۳۷۹

فہرست رسائل

○ ہدایۃ المتعال ـــــــــ ۶۱
○ نعم الزاد ـــــــــ ۲۸۳
○ الجام الصاد ـــــــــ ۳۰۳
○ النہی الاکید ـــــــــ ۶۴۷

○

marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

مارچ ۱۹۸۸ء میں رضا فاؤنڈیشن کے زیرِ اہتمام فتاوٰی رضویہ کی جدید اشاعت کے جس عظیم الشان منصوبے کا آغاز ہوا تھا اس میں تخریجِ حوالہ جات، عربی و فارسی عبارات کے ترجمہ اور پیرا بندی کا التزام کیا گیا تھا یہ کوئی آسان کام نہ تھا کیونکہ اس میں مندرجہ ذیل کٹھن اور دشوار مراحل سے گزرنا لازمی تھا:

(۱) ایک ایسی لائبریری کا قیام جس میں مصنف کی ذکر کردہ تمام کتب موجود ہوں۔

(۲) تخریجِ حوالہ جات کے لئے بعض نایاب مخطوطات کی تلاش۔

(۳) ایسے اہلِ علم حضرات کی کمیٹی کا قیام جو نہایت محنت سے کتب کی چھان بین کر کے تخریجِ حوالہ جات کا کام سرانجام دے سکیں۔

(۴) ان حضرات کی کفالت کا انتظام و انصرام۔

(۵) ترجمہ کے لئے ایسے اہلِ علم حضرات سے رابطہ جو نہ صرف عربی، فارسی اور اردو زبان میں کامل مہارت اور علومِ نقلیہ و عقلیہ میں وسیع نظر رکھتے ہوں بلکہ مصنّف کے مزاج شناس بھی ہوں۔

(۶) ایسے خوشنویس کی تلاش جو عربی، فارسی اور اردو صرف لکھنا ہی نہ جانتا ہو بلکہ اس فن کا استاذ ہو۔

(۷) ان ہزارہا صفحات کی کتابت کے بعد اس کی پروف ریڈنگ کے لئے محنتی اور مخلص افراد کی تلاش۔

رضا فاؤنڈیشن کے سربراہ اور ان کے معاونین لائقِ صد تبریک ہیں کہ اللہ تعالٰی کے فضل و کرم اور نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی عنایت و شفقت سے اُنھوں نے ان مراحل کو عظیم استقامت کے ساتھ عبور کیا اور انتہائی قلیل عرصے میں فتاوٰی رضویہ (جدید) کی چھ جلدیں پیش کرنے میں کامیاب ہوگئے جبکہ ساتویں جلد زیرِ کتابت ہے۔

marfat.com

فتاوی رضویہ جلد ششم

یہ جلد فتاوی رضویہ جلد سوم قدیم کے آغاز سے لے کر باب الامامۃ کے آخر تک ۷۵۴ سوالوں کے جوابات پر مشتمل ہے اور بے شمار ضمنی فوائد نافعہ کے علاوہ چار مستقل ابواب کو محیط ہے:

(۱) باب شروط الصلٰوۃ

(۲) باب صفۃ الصلٰوۃ

(۳) باب القرأۃ

(۴) باب الامامۃ

اس میں یہ چار انمول قیمتی رسائل ہیں:

(۱) هداية المتعال فی حد الاستقبال (۱۳۲۴ھ)

سمتِ قبلہ کے بیان میں

(۲) نعم الزاد لروم الضاد (۱۳۱۵ھ)

حرفِ ضاد کی تحقیق

(۳) الجام الصاد عن سنن الضاد (۱۳۱۷ھ)

حرف ضاد کے احکام اور اس کے ادا کرنے کا طریقہ

(۴) النهی الاکید عن الصلٰوۃ وراء عدی التقلید (۱۳۰۵ھ)

غیر مقلدین کے پیچھے نماز ناجائز ہونے کا بیان

ف: مندرجہ ذیل رسائل دستیاب نہ ہونے کی وجہ سے کتاب میں شامل نہ ہو سکے:

(۱) الطرۃ فی ستر العورۃ

(۲) ازہین کافل بحکم القعدۃ فی المکتوبۃ والنوافل

(۳) جمال الاجمال لتوقیف حکم الصلٰوۃ فی النعال

پروفیسر ڈاکٹر ظہور احمد اظہر صاحب چیئرمین شعبۂ عربی پنجاب یونیورسٹی کا معلوماتی مقالہ "فتاوی رضویہ کی علمی قدر و قیمت" جو ۲۷ اکتوبر ۱۹۹۳ء کو آواری ہوٹل لاہور میں فتاوی رضویہ کی ایک تعارفی تقریب کے موقع پر پڑھا گیا، مقالہ کی علمی اہمیت کے پیش نظر جلد ششم میں شامل کیا جا رہا ہے۔
الحمدللہ اس حصہ کی عربی و فارسی عبارات کا ترجمہ کرنے کی سعادت اس حقیر کو حاصل ہوئی ہے

marfat.com

جس پر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سجدۂ شکر بجالاتا ہوں کہ اس نے تکمیل کی توفیق بخشی۔ ان دنوں جلد ہفتم کا ترجمہ جاری ہے۔ قارئین سے التماس ہے کہ وہ اپنی قیمتی آراء سے نوازیں اور دُعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اپنے پیارے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وسیلہ جلیلہ سے رضا فاؤنڈیشن کو اس منصوبہ میں کامیاب فرمائے۔

یکم محرم الحرام ۱۴۱۴ھ

احقر الانام محمد خاں قادری عفی عنہ

جامعہ اسلامیہ لاہور

marfat.com

فتاویٰ رضویہ کی علمی قدر و قیمت

پروفیسر ڈاکٹر ظہور احمد اظہر چیئرمین شعبہ عربی پنجاب یونیورسٹی

اسلام میں فتویٰ نویسی ایک دینی فریضہ بھی ہے اور ایک مہتم بالشان فن بھی، لیکن یہ فریضہ جتنا نازک اور اہم ہے یہ فن اُسی قدر مشکل اور پیچیدہ ہے۔ کتاب اللہ میں اِفتاء کے منصب کی نسبت اللہ رب العزت سے بیان ہوئی ہے (قل اللہ یفتیکم)۔ یہ بات بھی اہلِ علم سے پوشیدہ نہیں کہ فتویٰ، اِفتاء اور مفتی کے الفاظ زبانِ نبوّت پر بھی جاری ہُوئے، اسی طرح عہدِ نبوی کے ساتھ ساتھ خلفائے راشدین کے عہدِ مبارک میں عطائے فتویٰ یا افتاء کا منصب بہت اہم اور اونچا منصب تھا۔ تاریخِ اسلام کے مختلف ادوار میں فتویٰ نویسی یا افتاء اور مفتی کا منصب ہمیشہ نہایت اہم اور بلند متصور ہوتا رہا ہے لیکن یہ سب باتیں ایک اہم موضوع اور دلچسپ مطالعہ سہی مگر ان سب باتوں کی تفصیل کا یہ موقع نہیں، تاہم اس بات کی طرف ایک مختصر اشارہ کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہوگا کہ گزشتہ بارہ تیرہ صدیوں کے دوران میں برِعظیم پاکستان وہندوستان کے علمائے کرام نے فتویٰ نویسی کے میدان میں جو عظیم خدمات انجام دی ہیں اور منصبِ اِفتاء نے ملّتِ اسلامیہ کو جو رہنمائی مہیا کی ہے وُہ جہاں قابلِ قدر ہے وہاں باعثِ فخر بھی ہے۔ برعظیم پاک وہندان اسلامی خطّوں میں شامل رہا ہے جہاں امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رحمہ اللہ تعالیٰ کی فقہ کا دور دورہ رہا، یہاں کے علمائے حنفیہ نے فقہ اسلامی کی عظیم الشان خدمت انجام دی ہے۔ سیرتِ نبوی کی طرح علومِ شریعت بھی اس خطے کے اہلِ علم کے نزدیک ایک مہتم بالشان اور نہایت مرغوب موضوع رہا ہے۔ یہاں کے علماء نے علومِ فقہیہ یعنی فقہ، اصولِ فقہ اور فتاویٰ نویسی کے علاوہ شرعی علوم کے دیگر بے شمار پہلوؤں کو اپنے مطالعہ توجہ کا مرکز بنائے رکھا۔ عربی، فارسی، اُردو اور دیگر علاقائی زبانوں میں شرعی علوم کا اتنا وسیع ذخیرہ تیار کیا ہے جو ملّت کا نہایت قیمتی سرمایہ ہے اور اس کا احاطہ کرنا کسی مورخ کے لئے آسان نہیں ہوگا۔ برعظیم پاک وہند کے اکابر احناف کے اس عظیم القدر علمی وفقہی سرمایۂ فخر میں امامِ اہلسنّت حضرت مولانا احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے فتاویٰ العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ جو فتاویٰ رضویہ کے نام سے مشہور و متداول ہیں بلاشبہ ایک منفرد اور قیمتی سرمایہ ہے۔

برعظیم جنوبی ایشیا یا پاک وہند کے علمائے اسلام نے فقہ اسلامی کے فتاویٰ کا جو عظیم القدر ذخیرہ

marfat.com

عربی زبان میں مرتب کیا ہے اس کی فہرست بہت طویل ہے اور اس میں تعدد و تنوع بھی ہے اور اس میں حُسن و خوبی کے عناصر بھی موجود ہیں۔ اسی طرح اسلامی ہند کی سرکاری زبان فارسی ہونے کے باعث اس زبان میں بھی لاتعداد چھوٹے بڑے فتاوٰی مرتب ہُوئے جن میں بہت سے ابھی تک زیورِ طباعت سے آراستہ بھی نہیں ہو سکے۔ یہی حال ان فتاوٰی کا بھی ہے جو اردو عربی یا اردو فارسی کا امتزاج پیش کرتے ہیں۔ یہ ہماری بہت بڑی بدقسمتی ہے اور افسوسناک کوتاہی کہ ہم اپنے بزرگوں کی میراث کو بھی نہیں سنبھال سکے۔ سب سے زیادہ افسوس اہلِ دولت و ثروت مسلمانوں پر ہے جو اپنی دولت کا حقیر سا حصّہ بھی کارِ ثواب سمجھ کر ہی وقف کرنے سے قاصر ہیں مگر اس سے کہیں زیادہ افسوس اُن اہلِ علم پر ہے جو ابتدائی قدم اٹھانے یا عملی تحریک کرنے سے بھی عاجز ہیں۔ علم کو سنبھالنے اور علمی میراث کو محفوظ کرنے کا اصل کام آخر مسلمان علماء کا ہے۔ یہ حضرات نہ صرف یہ کہ اس علمی ورثے کی نوک پلک درست کر کے مسلمان اہلِ دولت و ثروت کو سرمایہ خرچ کرنے کی تحریک بھی کر سکتے ہیں بلکہ وہ ان علمی کاوشوں پر اضافے اور ترقی کا کام بھی انجام دے سکتے ہیں۔ اس کی روشن مثال ہمارے دوست و کرم فرما حضرت مولانا مفتی عبدالقیوم ہزاروی کی ہے۔ آپ بعض احباب کے مشورے اور تعاون سے لاہور میں "رضا فاؤنڈیشن" جیسا عظیم ادارہ قائم کرنے کی سعادت حاصل کر چکے ہیں جو "فتاوٰی رضویہ" کی طباعت و اشاعت کا فریضہ انجام دے رہا ہے، میں صمیمِ قلب سے حضرت مولانا کو ہدیۂ تبریک پیش کرتے ہُوئے اُن کی کامیابی کے لئے دُعا گو ہُوں مجھے یقین ہے کہ وُہ اپنے اس نیک مقصد میں ضرور کامیاب ہوں گے اِن شاء اللہ!

"فتاوٰی رضویہ" کی مطبوعہ مجلدات پر ایک اجمالی نظر ڈالنے سے جو مجموعی تاثر ملتا ہے وُہ یہ ہے کہ فاضل بریلوی دیگر مفتیانِ برِ عظیم پاک و ہند میں ایک نہایت بلند اور منفرد مقام رکھتے ہیں اور ان کے یہ فتاوٰی اپنی عظیم تر افادیت کے ساتھ ساتھ ایک ایسی انفرادیت بھی رکھتے ہیں جو تنوع، ایجاد، جامعیت اور باریک بینی کے علاوہ وہ ایک مصنف کے کمالِ فن، وُسعتِ نظر، عُمقِ بصیرت، ظرافتِ طبع اور جزئیات میں کلیات، اور کلیات میں جزئیات کو ایک خاص رنگ میں پیش کرنے کی فقیہانہ مہارت سے قاری کی قوّتِ فیصلہ اور قلب و رُوح کو متاثر کرتی نظر آتی ہے۔ یہ وہ انفرادیت و امتیاز ہے جو برِ عظیم پاک و ہند کے مفتیانِ عظام کے حصّے میں بہت کم کم آیا ہے مگر فتاوٰی رضویہ کے مصنف کے ہاں کثرت و مقدارِ وافر کے ساتھ میسر ہے۔

حضرت مولانا احمد رضا خاں بریلوی رحمہ اللہ کے ہاں ایک انفرادیت یہ ہے کہ انھوں نے اپنے فتاوٰی کے مختلف ابوابِ فقہیہ میں سے بعض موضوعات منتخب فرمائے ہیں اور ان میں سے ہر موضوع پر ایک الگ اور مستقل رسالہ تصنیف کیا ہے، یہ رسائل جہاں بلند درجہ تحقیق و تدقیق کے آئینہ دار ہیں وہاں تمام متداول فقہی مصادر و مآخذ کا نچوڑ بھی پیش کرتے ہیں۔ مصنف کی یہ کوشش لائقِ تحسین ہے کہ وُہ ان مختلف و متنوع مصادر کی مختصر ترین عبارات بلکہ جملوں کو منتخب کرتے ہیں اور انھیں کمال مہارت سے یکجا کر کے یُوں جوڑ دیتے ہیں کہ وُہ ایک مسلسل عبارت بن جاتی ہے۔ یُوں

marfat.com

لگتا ہے جیسے یہ عبارات کے ٹکڑے یا جملے مختلف مصنفین نے اسی غرض سے تخلیق کئے تھے کہ وہ ان فقہی موضوعات پر مشتمل رسائل کی عبارات کی زینت بنیں۔ یہ کام جہاں دقتِ نظر اور کمال ادراک و انتخاب کا متقضی ہے وہاں قوتِ حافظہ اور زبان پر کامل عبور کا بھی تقاضا کرتا ہے۔ ان مختصر مگر جامع رسائل کا ایک انفرادی امتیاز یہ بھی ہے کہ فاضل بریلوی نے ان کے تسمیہ میں بڑے تفننِ طبع اور فقیہانہ بصیرت سے کام لیا ہے۔ کتابوں کے تسمیہ میں نزاکت و ظرافت کی یہ روش برعظیم کے علمائے اسلام کا طرۂ امتیاز رہا ہے اور مولانا احمد رضا بریلوی اس میدان میں امامت و مہارت کا شرف رکھتے ہیں۔

فتاویٰ رضویہ کی ایک انفرادیت یہ بھی ہے کہ ان کا فاضل مصنف کوئی عام عالمِ دین یا محض مفتی و فقیہ نہیں بلکہ ایک کثیر الجوانب عبقری یعنی ورسٹائل جینیئس (VERATILE GENIUS) ہے اس لئے نہ تو ان کی نظر محض فقہی پہلو پر محدود و مرکوز رہتی ہے اور نہ ان کی بات میں کسی پہلو کی تشنگی یا اسے نظر انداز کرنے کا احساس ہوتا ہے بلکہ ان کے اندازِ بیان سے منقولات اور معقولات کے ہر علم و فن کے تقاضوں کی تسکین ہوتی ہے، فاضل بریلوی رحمہ اللہ ارشادِ نبوی العلم علمان علم الادیان وعلم الابدان کی حقیقت سے نہ صرف آگاہ تھے بلکہ اس پر عمل پیرا بھی تھے، وہ علم ادیان یعنی شرعی علوم اور علم ابدان یعنی سائنسی علوم پر یکساں عبور کے قائل تھے، شریعت کے علوم قرآن و حدیث سے شروع ہوئے اور عربی زبان و ادب کی جزئیات سے ہوتے ہوئے فقہ و کلام اور جدل و مناظرہ تک پہنچتے ہیں، اسی طرح سائنسی علوم کا دائرہ بھی وسعت پذیر اور لامحدود ہے اس لئے شریعت ان مفید و نافع علوم سے اعراض نہیں سکھاتی بلکہ ان میں کمال پیدا کرنے کی دعوت و تلقین اس شریعت کا امتیاز رہے۔

وقت کی رفتارِ تغیر بڑی تیز ہے جو اس رفتارِ تغیر کا ساتھ نہ دے سکے اسے وقت کی تلوار کاٹ کر رکھ دیتی ہے، جو شریعت یا قانون وقت کی اس رفتارِ تغیر کا مقابلہ نہ کر سکے اس کا نابود ہونا یقینی ہے لیکن اسلامی شریعت تو زمان و مکان کی قید سے آزاد و ماورا ہے اس لئے یہ شریعت ہر زمان و ہر مکان کے لئے ہے، اسی حوالے سے اسلامی شریعت کے ماہر فقیہ کے لئے بھی ضروری ہے کہ وہ اپنی فکری صلاحیتوں سے وقت کی رفتارِ تغیر کا صرف ساتھ ہی نہیں بلکہ اس کا مقابلہ بھی کر سکے۔ یہ فکری صلاحیتیں دو چیزوں کی محتاج ہوتی ہیں ان میں سے ایک خداداد عبقریت اور دوسرے علم ادیان کے ساتھ علمِ ابدان یعنی سائنسی علوم کا ماہر ہونا ہے۔ امام احمد رضا بریلوی میں یہ دونوں صلاحیتیں بتمام و کمال موجود ہیں بلکہ ہر زمان و مکان کے فقیہ ہیں۔ جس طرح اسلامی شریعت زمان و مکان کی قید سے آزاد ہے اسی طرح اس کا ماہر فقیہ جو خداداد عبقریت اور سائنسی علوم خصوصاً طب و ریاضت اور فلسفہ و ہیئت کے بھی امام ہیں وہ بھی زمان و مکان کی قید سے آزاد ہیں۔ وہ جدید زندگی کے مسائل کو اسلامی فقہ کی روشنی میں اس طرح حل کرتے ہیں کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ "فتاویٰ رضویہ" اس دعویٰ پر شاہد عادل ہیں۔ تمام فصول اور ابواب میں وہ فقہی مسائل کو عصر حاضر کی زبان میں حل کرتے ہیں، ان کے تمام فتاویٰ عقلی و نقلی استدلال پر مبنی ہوتے ہیں اور یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ

marfat.com

شریعت نہ صرف یہ کہ عقل کے خلاف نہیں بلکہ عقل کے لئے نشوونما کا سامان بھی کرتی ہے ۔ اظہار و بیان کا وسیلہ زبان ہوتی ہے، فقہ اور مفتی کے لئے اظہار و بیان کی قدرت ایک لازمی اور ضروری صفت ہے ورنہ مسائل و مشاغل کی تفہیم آسان نہ ہو گی۔ حضرت مولانا احمد رضا خاں بریلوی رحمہ اللہ اس میدان کے مردِ میداں ہی نہیں شہسوار بھی ہیں ۔ عربی، فارسی اور اُردو پر انھیں جو کامل عبور تھا اس کا ایک ثبوت تو ان تین زبانوں میں ان کے شاعرانہ کمالات ہیں جو نعت و مدحِ رسول کے لئے وقف ہیں مگر "فتاویٰ رضویہ" میں بھی وُہ اظہار و بیان کے وسائل یعنی زبان کے ادبی اسلوب سے قاری کے ذہن کی چٹکیاں لیتے ہوئے نظر آتے ہیں ۔ الفاظ کو نئے معنی پہنانا اور مرکبات و کلام کو تضمین کے طور پر یوں استعمال کرنا کہ وُہ انگشتری میں نگینہ جڑ دینے کا منظر پیش کرتے ہُوئے نظر آئیں، یہ صرف قادر الکلام شاعر اور باکمال ادیب ہی کر سکتا ہے ۔

اختصار سے کام لیتے ہُوئے یہاں صرف "فتاویٰ رضویہ" کی جلد اول کے دو تمہیدی عنوانات یعنی "خطبۃ الکتاب" اور "صفۃ الکتاب" کے علاوہ مستقل فقہی موضوع پر لکھے جانے والے پہلے رسالے "اَجلَی الاِعلام ان الفتویٰ مطلقا علی قول الامام" کے خطبے کی طرف اشارہ کافی ہو گا۔ خطبۃ الکتاب میں فقہ حنفی کی اُمّہات الکتب کے اسماء اور فنی مصطلحات کو بطورِ تلمیح و براعتِ استہلال استعمال کر کے جو سماں باندھا ہے وُہ کچھ اُنہی کا کمال ہے، الفاظ پرانے ہیں مگر بطورِ تلمیح استعمال ہو کر نئے معانی کا لباس بن گئے ہیں الحمد للہ ھو الفقہ الاکبر والجامع الکبیر لزیادات، فیضہ المبسوط، الدرر الغرر، بہ الھدایۃ ومنہ البدایۃ والیہ النہایۃ (یعنی سب حمد اللہ کے لئے ہے، یہی سب سے بڑی سمجھ اور اضافوں کو یکجا کرنے والی بات ہے، اس کا فیض ہے جو پھیلا ہُوا ہے جیسے چمکتے ہُوئے موتی ہوں، اسی ذات سے ہدایت وابستہ ہے، وُہی اوّل اور وُہی آخر ہے) یہ تو وُہ نئے معنی ہیں جو اُن پُرانے الفاظ کے لباس ہیں یہاں وارد ہُوئے ہیں مگر اُن کے معانی فقہ حنفی کی امہات الکتب کے نام ہیں ۔ فقہ اکبر امام اعظم ابو حنیفہ کی تصنیف ہے، جامع کبیر، زیادات، فیض، مبسوط، دُرر، غُرر، ہدایہ اور بدایہ و نہایہ یہ سب کتبِ فقہ ہیں مگر زبانِ عربی پر عبور رکھنے والے نے ان پرانے الفاظ سے دوہرا کام لے کر اپنی مہارت و عبقریت کا ثبوت دے دیا ہے ۔

اسی تمہیدِ کتاب میں صفۃ الکتاب کے عنوان سے کتاب کا تعارف کراتے ہُوئے قرآنی الفاظ و تراکیب سے برکت و سعادت کا جو سماں باندھا گیا ہے وہ کسی فنا فی العربیہ اور ماہرِ کلامِ ربانی کا پتا دیتا ہے ۔ رسالہ اجلی الاعلام میں بھی رنگِ کمال نظر آتا ہے، یہاں پر مصنف عربی زبان کے اسالیبِ نگارش پر عبور رکھنے کے علاوہ جدّتِ تعبیر سے کام لینے میں بھی لاثانی نظر آتے ہیں، فقہ جیسے خشک مضمون میں اس جدّتِ تعبیر نے جو رنگ پیدا کیا ہے اس نے دلچسپی میں اضافہ کر دیا ہے ۔ فقہی نصوص کے صحیح ادراک، دقّتِ نظر و باریک بینی، بداہتِ قول و حاضر جوابی، منطقی و مؤثر طریقہ استدلال اور حُسنِ استنباط و استنتاج میں فاضل بریلوی کا کوئی جواب نہیں ۔ یہاں پر میں ایک خاص بات کا تذکرہ ضروری سمجھتا ہُوں جو میں نے محسوس کی ہے یُوں تو برِ عظیم پاک و ہند کے نامور عربی دانوں اور علومِ اسلامیہ کے ماہرین کے

marfat.com

علمی کارناموں سے اپنے اور بیگانے سبھی ناآشنا اور کم آگاہ ہیں مگر ان میں سے بعض اہلِ علم تو بے قدری اور احسان ناشناسی کی حد تک گمنام چلے آتے ہیں اور لوگ ان کے حقیقی مقام و مرتبے کے منکر دکھائی دیتے ہیں۔ برعظیم کی جن ہستیوں کو دانستہ یا نادانستہ طور پر فراموشی و بے قدری کا مستحق گردانا گیا ان میں سے ایک کا تعلق سرزمینِ پنجاب سے ہے اور دوسرے کا تعلق علم و ثقافت کے خطے یوپی سے ہے۔ پنجاب کی نادرۂ روزگار ہستی اور بیمثال عبقری تو مولانا عبدالعزیز پرہاروی (رحمہ اللہ) تھے جو مشہور عرب شاعر ابوالقاسم الشابی اور ایک انگریز شاعر کیٹس کی طرح جوانی میں ہی دنیا سے کوچ کر گئے مگر علمی کارناموں کے لحاظ سے ان کی مختصر عمر بھی طویل مدت ثابت ہوئی۔ مولانا پرہاروی رحمۃ اللہ علیہ جس شہرت اور عزت کے مستحق تھے وہ نہ تو انھیں زندگی میں مل سکی اور نہ موت کے بعد گمنامی کا پردہ چاک ہو سکا۔ پنجاب کے اس عظیم عبقری اور عالمِ دین کو کما حقہٗ متعارف کرانے کا شرف اللہ تعالیٰ نے مجھے بخشا ہے، ان کے متعلق خود بھی لکھا ہے اور دو مقالے پی ایچ ڈی کے بھی میری نگرانی میں ہو رہے ہیں۔

خطۂ علم و ثقافت یوپی سے اٹھنے والی ہستی فاضل بریلوی مولانا احمد رضا (رحمۃ اللہ علیہ) ہیں جن کے علمی کارناموں سے شدید اغماض برتا گیا بلکہ ان کے فضل و کمال سے انکار کیا گیا، یہی نہیں بلکہ بدنامی کی جسارتیں بھی ہوتی رہیں، بظاہر اس کے تین اسباب نظر آتے ہیں:

پہلا سبب تو خود ان کے نام لیواؤں کی کمزوری ہے جو ان کے علمی کارناموں کو عام کرنے کی سنجیدہ کوشش نہ کر سکے، اِلّا ما شاء اللہ!

دوسری وجہ یہ ہے کہ وہ عالمی ادارے یا تنظیمیں جو برعظیم میں اہلِ علم کو متعارف کرانے کے ذمہ دار تھے وہ حضرت فاضل بریلوی کی قدر شناسی اور اعترافِ فضل سے گریزاں رہے۔

میرے خیال میں اس کا تیسرا سبب حسد و رقابت کے جذبات ہو سکتے ہیں، معمولی آدمیوں کو ایسے حادثے کم پیش آتے ہیں مگر غیر معمولی ذہانت و قابلیت کے مالک انسانوں کے لئے مخالفت و عداوت اور حسد و رقابت بھی غیر معمولی نوعیت کی سامنے آتی ہے۔

امام احمد رضا رحمہ اللہ تعالیٰ کثیر الجوانب عبقریت کے مالک تھے غالباً اس وجہ سے ان کے علمی کارناموں کو پردۂ خفا میں رکھنے اور ان پر خاک ڈالنے کی کوشش بھی ہو سکتی ہے۔

بہرحال یہ بات باعثِ اطمینان ہونی چاہئے کہ اب برعظیم پاک و ہند میں ایسے افراد و ادارے وجود میں آ چکے ہیں جو حضرت فاضل بریلوی کے تعارف کے ضمن میں تلافیٔ مافات کے لئے کوشاں ہیں۔

---

marfat.com

فہرست مضامین

پیش لفظ 5

فتاویٰ رضویہ کی علمی قدر وقیمت 8

باب شروط الصلوٰۃ 29

ایسے باریک کپڑوں میں جن سے اعضا ظاہر ہوں نماز نہیں ہوتی۔ 29

مردوں کے نو۹ اعضائے عورت کا شمار اور مصنف علیہ الرحمۃ کی تحقیق۔ 29

چہارم عضو کھلنے کی مختلف صورتیں۔ 30

عورتوں کے تیس۳۰ اعضائے مستور کا شمار۔ 40

"میں نماز خدا تعالیٰ کے لئے پڑھتا ہوں" اس طرح نیت کرنے سے نیت ہوگی یا نہیں۔ 46

نیت دل سے ہونی چاہئے زبان سے ضروری نہیں، قلبی نیت کی حد کیا ہے؟ 47

تمام بلاد کے لئے جہتِ قبلہ کا ایک خاص تخمینہ ممکن نہیں۔ 55

نقطۂ مغرب سے ۴۵ درجے کے اندر انحراف مفسدِ صلوٰۃ نہیں۔ 57

رسالۃ ھدایۃ المتعال فی حد الاستقبال (سمتِ قبلہ کے بیان میں) 61

جہتِ قبلہ سے انحراف مفسدِ صلاۃ ہے۔ 62

آفاقی کا قبلہ جہت ہے۔ 64

ترکِ مستحب مستلزم کراہتِ تنزیہیہ بھی نہیں۔ 64

بُعدِ مسافت کے بعد ایک خاص حد کے اندر

انحراف بھی جہتِ قبلہ سے انحراف نہ ہوگا۔ ۶۵
غیر مکہ معظمہ میں اتنا انحراف کہ جہت سے باہر نہ ہو مضر نہیں۔ ۶۵
سمتِ قبلہ میں علمِ ہیأت و اصطرلاب وغیرہ آلات و قیاسات کا اعتبار نہیں۔ ۶۵
علی گڈھ کا خطِ قبلہ نقطۂ مغرب سے ۱۰½ درجے جانبِ جنوب جھکا ہوا ہے۔ ۷۱
صحابہ کرام نے بلادِ متقاربہ بلکہ ملک بھر کے لئے ایک ہی قبلہ قرار دیا۔ ۷۱
فرمانِ فاروقی میں عراق کا قبلہ ما بین المشرق والمغرب قرار پایا۔ ۷۱
بخارا، سمرقند، نسف، ترمذ، سرخس کا قبلہ رأس العقرب کا مسقط ہے۔ ۷۱
بیت المقدس، حلب، دمشق، رملہ، نابلس اور تمام ملک شام کا قبلہ قطب تارے کو پس پشت لینا ہے۔ ۷۱
کوفہ، بغداد، ہمدان، قزوین، طبرستان، جرجان میں نہر شاش تک قطب کو دہنے کان کے پیچھے، ملک عراق میں سیدھے شانے، ملک مصر میں بائیں، ملک یمن میں منہ کے سامنے بائیں کو ہٹا ہوا قبلہ ہے۔ خراسان، ہندوستان وغیرہ بلادِ شرقیہ کا قبلہ بین المغربین ہے۔ ۷۱
قبلہ کے بارے میں مشائخ کرام کے چھ اقوال۔ ۷۱
ہندوستان میں قطب تارا داہنے شانے پر کیوں لیا جاتا ہے۔ ۷۵
ہندوستان کا عرض شمالی ۸ درجے سے ۳۵ درجے اور طول مشرقی ۶۶ سے ۹۲ تک ہے۔ ۷۵
افادۂ اولیٰ: جہتِ قبلہ کی حد کیا ہے اس کے بارے میں مختلف اقوال اور مصنف کی تحقیق۔ ۷۶
افادۂ ثانیہ: علی گڑھ میں انقلابین کی سعۃ المغرب کتنی ہے۔ ۱۲۵
افادۂ ثالثہ: علی گڑھ کی عیدگاہ نقطۂ مغرب سے کس قدر منحرف ہے۔ ۱۲۵
افادۂ رابعہ: علی گڑھ کا قبلہ تقریبی۔ ۱۲۶
افادۂ خامسہ: علیگڑھ کا قبلہ تحقیقی۔ ۱۲۷

باب صفة الصلوٰة

باب صفة الصلوٰة ۱۴۳
عورتیں سینے پر ہاتھ باندھیں یہ ہی ان کے لئے انسب ہے۔ ۱۴۴
التحیات میں انگشتِ شہادت سے اشارہ کرنے کا ثبوت۔ ۱۴۹
حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیشہ رفع یدین نہیں فرمایا بلکہ فعل و ترک دونوں حدیثوں میں وارد ہیں اور ترک راجح۔ ۱۵۲
نماز میں قیام کی حالت میں دونوں پاؤں کے درمیان چار انگل کا فاصلہ رکھنا مسنون ہے۔ ۱۵۵
بیٹھ کر نماز پڑھنے میں رکوع میں پیشانی گھٹنوں کے مقابل رکھنی چاہئے اس سے زیادہ جھکانا عبث ہے۔ ۱۵۷

marfat.com

صرف تکبیر تحریمہ کی قدرت ہو تو اس پر فرض ہے کہ کھڑے ہو کر تکبیر کہے پھر بیٹھ جائے ورنہ نماز نہیں ہوگی، اس کے بارے میں مصنف کی تحقیق۔ ۱۵۸

ابتدائے سورت میں بسم اللہ شریف پڑھنا مستحب ہے اختلاف صرف اس کی مسنونیت میں ہے، ۱۶۲

یہاں سورت سے کیا مراد ہے۔ ۱۶۲

الصاقِ کعبین کی تحقیق۔ ۱۶۷

قومہ وجلسہ کے اذکار طویلہ نوافل پر محمول ہیں فرائض میں مسنون نہیں۔ ۱۷۰

ثنا پڑھنا سنت ہے اور امام کے قرأت بالجہر سے پہلے پڑھی جا سکتی ہے۔ ۱۸۲

اللھم اغفرلی کہنا امام، مقتدی اور منفرد سب کے لئے مستحب ہے اور طویل دعا سب کے لئے مکروہ۔ ۱۸۲

درود شریف پڑھنے کی فضیلت اور افضل درود کا بیان۔ ۱۸۳

مقتدی کو قرآن مجید پڑھنا جائز نہیں. آمین بالجہر مکروہ ہے۔ ۱۸۳

۲۰ رکعت تراویح سنتِ مؤکدہ ہے - ایک رکعت نمازِ وتر خواہ نفل باطل محض ہے۔ ۱۸۵

التحیات میں اشارہ بہ سبابہ مسنون ہے۔ ۱۸۷

سلام کے بعد امام کی اطاعت مقتدی سے ختم ہو جاتی ہے، تکبیراتِ انتقالیہ کہنے کا طریقہ۔ ۱۸۹

سلام کے بعد امام کو قبلہ رُو بیٹھے رہنا مکروہ ہے۔ ۱۹۰

التحیات میں اشارہ کرنے کا طریقہ۔ ۱۹۰

جمعہ کی نیت کرنے کا طریقہ۔ ۱۹۱

سورتوں کی ابتداء میں بسم اللہ شریف ملانا افضل ہے۔ ۱۹۱

بے نمازیوں کو سمجھانے کا طریقہ اور نہ مانیں تو ان سے قطع تعلق کر لیا جائے۔ ۱۹۱

نماز میں قرآن شریف پڑھنا فرض ہے تصور کافی نہیں۔ ۱۹۳

مسبوق التحیات کو ترتیل سے پڑھے تاکہ امام کے سلام کے وقت ختم ہو ورنہ شہادتین کی تکرار کرے۔ ۱۹۳

بیٹھ کر نماز پڑھنے میں سجدے کرنے میں پاؤں سے سرین کو جدا کرنا چاہیئے یا نہیں۔ ۱۹۳

رکوع میں قدموں پر نظر ہو۔ ۲۰۲

ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا اور ہاتھوں کو منہ پر پھیرنا مسنون ہے مگر ہاتھوں کو چومنا ثابت نہیں۔ ۲۰۲

ولا الضالین کے بعد آمین کہنا مسنون ہے سری نمازوں میں بھی اگر مسموع ہو، آمین سے سجدۂ سہو نہیں۔ ۲۰۲

ٹھہری ہوئی ریل میں نماز پڑھنے کا طریقہ۔ ۲۰۲

عمامہ باندھ کر نماز پڑھنے کی فضیلت میں احادیثِ کریمہ۔ ۲۰۳

سلام کے بعد قبلہ رُو بیٹھے رہنا امام کے لئے مکروہ ہے۔ ۲۰۴

marfat.com

صحتِ صلوٰۃ کے لئے فہمِ معنی ضروری نہیں۔ ۲۰۵
نماز کے بعد مصلے کا اُلٹ دینا کیسا ہے ۲۰۶
شروانی، کُرتے وغیرہ پر نماز پڑھے تو گریبان پر کھڑا ہو اور سجدہ دامن پر کرے۔ ۲۰۷
سلام کے بعد صرف امام کو انصراف کا حکم ہے مقتدیوں کو نہیں یہ کیوں؟ ۲۰۷
عمامہ کی فضیلت میں بیس احادیثِ کریمہ۔ ۲۰۸
استعمالی وغیر استعمالی جوتوں کا حکم۔ ۲۰۸
حضور کے نامِ اقدس پر درود شریف پڑھنا واجب ہے ۲۲۱
صلوٰۃ ترضی وغیرہ کو رمز میں لکھنا جائز نہیں۔ ۲۲۱
جو وظیفہ پڑھے اور نماز نہ پڑھے وہ فاسق ہے۔ ۲۲۳
نماز کے بعد دُعا مانگنے کا ثبوت۔ ۲۲۴
بلند آواز سے درود شریف پڑھنا جائز ہے اور اخفا افضل۔ ۲۳۳
نماز کے بعد دُعا میں تاخیر کیسی۔ ۲۳۳

باب القراءۃ ۲۳۹

قرآن مجید کو ترتیب سے پڑھنا واجب ہے۔ ۲۳۹
جمہور صحابہ و تابعین کے نزدیک قراءۃ خلف الامام ممنوع ہے احادیث سے اس کا ثبوت اور مخالفین کے دلائل کا رد۔ ۲۴۰
قراءۃ میں غلطی کرنے کا حکم۔ ۲۵۱
سری نمازوں میں جہر سے سجدۂ سہو واجب ہوتا ہے، مقدارِ جہر کا بیان۔ ۲۵۱
کسی حرف کے نکالنے پر جو قادر نہ ہو اس کے لیے حکم۔ ۲۵۳
ہر رکعت میں ایک سورۃ کی تکرار فرض میں مکروہ ہے ۲۶۶
ایک رکعت میں چند سورتیں یا ایک سورت یا ایک آیت چند بار پڑھنا یا ایک بڑی سورت کی چند آیتیں ایک رکعت میں اور چند آیتیں دوسری رکعت میں پڑھنا کیسا ہے۔ ۲۶۷
سورتوں کو معکوس پڑھنا ناجائز ہے۔ ۲۷۰
دوسری رکعت میں پہلی سے طویل قراءت مکروہ ہے۔ ۲۷۱
ضاد کو ظا یا دُواد پڑھنا غلط ہے، ضاد کے مخرج کا بیان۔ ۲۷۲
نماز میں کھانسنے اور کھنکارنے کا حکم ۲۷۴
حرف ضاد اور ظا مشتبہ الصوت ہیں۔ ۲۷۵
ترتیل کی تین حدیں ہیں۔ ۲۷۵
رسالہ نعم الزاد لروم الضاد (ناقص) ۲۸۳
(حرف ضاد کی تحقیق)
رسالہ الجام الصاد عن سنن الضاد ۳۰۲
(ضاد کے احکام اور اس کے ادا کرنے کا طریقہ)
تجوید سے انکار کفر ہے۔ ۳۲۲
غیر عربی میں قرآن شریف پڑھنے سے نماز نہیں ہوگی۔ ۳۲۳
حضر میں مقدار قراءت کا بیان ۳۲۴
نماز میں کسی نے قال رسول اللہ کہہ دیا نماز ہوگی یا نہیں۔ ۳۲۶
لفظ "اللہ" کے الف کو حذف یا پُر کرنے سے نماز ہوتی ہے یا نہیں۔ ۳۲۷

marfat.com

کسی نے چار رکعت والی نماز میں سورۂ یٰسٓ پھر دخان پھر تنزیل پھر سورۂ ملک پڑھی الخ	۳۲۸
قرآن مجید کی ایک آیت پڑھنا فرض ہے سورۂ فاتحہ کی ہو خواہ کسی اور سورت کی۔	۳۲۹
طوالِ مفصل، اوساطِ مفصل، قصارِ مفصل کن نمازوں میں پڑھی جائیں۔	۳۳۱
آمین آہستہ کہنا چاہیئے۔	۳۳۲
منہ میں بدبو ہونے کی حالت میں نماز مکروہ ہوگی۔	۳۳۲
ایک آیت پڑھنے کے بعد دوسری آیتوں کی طرف منتقل ہونا یا بیچ سے چھوڑ دینا اگر مجبوری سے ہو نماز ہو جائے گی۔	۳۳۳
سورۃ کے اخیر کو تکبیرِ رکوع سے ملانا کہاں کہاں مستحب ہے۔	۳۳۵
صبح کی نماز میں چالیس سے ساٹھ آیت تک پڑھنا چاہیئے اور وقت کم ہو تو بقدر گنجائش۔	۳۳۶
سورۂ العصر میں کلمۂ اِلّا پر وقف کرنے سے نماز ہو جاتی ہے۔	۳۳۶
ض کو ظ کے مشابہ پڑھنے کا حکم۔	۳۳۶
چند آدمیوں کا ایک جگہ بلند آواز سے قرآن مجید پڑھنا ممنوع ہے۔	۳۳۸
صحتِ صلوٰۃ کے لئے فنِ مخارج جاننا ضروری نہیں حروف صحیح ادا ہونے چاہئیں۔	۳۳۹
تبدیل حروف یعنی ایک حرف کو دوسرے حرف سے بدلنے سے نماز فاسد ہوتی ہے، تبدیل کی تین صورتیں۔	۳۳۹
لقمہ دینے کی ایک صورت۔	۳۴۲
قرآن پاک کو اتنی تجوید سے پڑھنا جس سے حروف کی تصحیح ہو فرضِ عین ہے۔	۳۴۳
چند آیتوں کی قراءت کے متعلق سوال وجواب۔	۳۴۴
آیت ما یجوز بہ الصلوٰۃ کی مقدار کیا ہے۔	۳۴۴
ہر آیت پر وقف جائز ہے اگرچہ آیت لا ہو۔	۳۴۶
قرآن پاک ترتیب سے پڑھنا فرض ہے اُلٹا پڑھنا حرام۔	۳۴۷
نماز میں ایک آیت پڑھنا فرض ہے۔	۳۴۷
لقمہ دینا جائز ہے۔	۳۴۸
قل ھو اللہ احد ۝ میں ما بعد سے وصل جائز ہے۔	۳۴۸
تراویح میں سورۂ رحمٰن پڑھنے کا طریقہ۔	۳۴۸
نماز میں کتنی آیتیں فرض ہیں اور کتنی واجب اور کتنی سنّت اور کتنی مستحب۔	۳۴۹
نماز میں بسم اللہ شریف کہاں کہاں پڑھنا چاہیئے۔	۳۴۹
نماز میں جس سورۃ کا ایک کلمہ منہ سے نکل آئے اسی کا پڑھنا فرض ہے۔	۳۵۰
فسادِ معنی اگرچہ ہزار آیت کے بعد ہو نماز جاتی رہے گی۔	۳۵۱
مقتدی کو قراءت ناجائز ہے۔	۳۵۱
اللہ اکبر کی راء کو دال پڑھنے سے نماز فاسد ہو گی۔	۳۵۲
خلافِ ترتیب سے متعلق چند سوال۔	۳۵۲

marfat.com

بلا وجہ لقمہ دینا جائز ہے یا نہیں۔ ۳۵۳

درمیان سورت سے کچھ چھوٹ جائے تو نماز ہوگی یا نہیں۔ ۳۵۵

بھولنے کی حالت میں ایک لفظ کو بار بار پڑھنے سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔ ۳۵۵

وقف و وصل میں اتباع بہتر ہے مگر اس کے ترک کرنے سے نماز میں خلل نہیں آتا۔ ۳۷۰

بیچ میں چھوٹی سورۃ چھوڑ کر پڑھنا مکروہ ہے۔ ۳۷۱

امام سے جہاں غلطی ہو مقتدی لقمہ دے سکتا ہے اگرچہ ہزار آیت کے بعد ہو۔ ۳۷۱

چند آیتوں کی قرأت کے متعلق سوال۔ ۳۷۳

باب الامامۃ ۳۷۹

ان بلاد میں آمین بالجہر و رفع یدین کرنے والے عموماً غیر مقلد ہیں۔ ۳۷۹

آدھا کلمہ پڑھنے والے کے پیچھے نماز ہوگی یا نہیں۔ ۳۷۹

پورا اللہُ اکبر بلند آواز سے کہنا مسنون ہے۔ ۳۸۰

چار رکعت والی نماز میں اخیر کی ایک رکعت کسی کو ملی تو وہ امام کے سلام کے بعد دوسری رکعت میں قعدہ کرے۔ ۳۸۰

مسائلِ نماز و طہارت سے جو زیادہ واقف ہو وہ مستحقِ امامت ہے اگرچہ نابینا ہو۔ ۳۸۱

امام کو در میں کھڑا ہونا مکروہ ہے، محراب اور در کا فرق۔ ۳۸۳

تجوید کو نہ جاننے والا امام نہیں ہو سکتا۔ ۳۸۴

امام قدیم کو حقِ امامت حاصل رہے گا اگرچہ مسجد میں کوئی عالم فاضل آجائے۔ ۳۸۶

عورتوں کو میلہ میں لے جانے والے کے پیچھے نماز ہوگی یا نہیں۔ ۳۸۷

مسبوق کی اقتدا صحیح نہیں۔ ۳۹۰

سود خور کے پیچھے نماز مکروہ ہے۔ ۳۹۰

امام کو در میں کھڑے ہونے کا حکم۔ ۳۹۲

ایک شخص مثلاً یہ کہے جو اپنی بی بی سے قرابت کرے الخ ۳۹۲

اور بیرا کے پیچھے نماز ہوگی یا نہیں۔ ۳۹۷

احناف کو ذریۃ الشیطان وغیرہ کہنے والے کی امامت کا حکم۔ ۳۹۸

حنفی مسئلہ مسح میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے طریقہ پر عمل کرے تو کیا حکم ہے۔ ۴۰۳

ناچ وغیرہ دیکھنے والے کی امامت کا حکم ۴۰۵

بے روزہ دار کی امامت مکروہ ہے۔ ۴۰۶

حنفی کی نماز شافعی کے پیچھے کب جائز ہے۔ ۴۰۷

اندھے کے پیچھے نماز مکروہ ہے۔ ۴۱۶

ناچ دیکھنے والے، دیوتاؤں پر بھینٹ چڑھانے والے، غیبت کہنے والے کی امامت کا حکم۔ ۴۱۸

تنخواہ دار امام کے پیچھے نماز جائز ہے۔ ۴۲۲

تجوید سے متعلق چند احکام ۴۲۲

امام کے ہر فعل و ترک کا اتباع مقتدی پر واجب نہیں۔ ۴۳۷

وہابیہ، روافض اور جو مسائلِ نماز سے واقف نہیں ان کے پیچھے نماز جائز نہیں۔ ۴۳۹

marfat.com

جس کا ہاتھ ٹوٹا ہو، جس کی عورت بے پردہ باہر نکلتی ہو۔ ہکلا، توتلا، افیونی، خائن، رشوت لینے والے یا جسے برص ہو ان کے پیچھے نماز پڑھنے کا حکم۔ ۴۵۲

سلام کے بعد دہنے بائیں پھرنے کا بیان۔ ۴۵۵

ولد الحرام، زانی، بہرے، کریہ الصوت، افیونی کی امامت کا حکم۔ ۴۶۰

اولیٰ امامت کس کی ہے، ولد الحرام اور جس امام سے لوگ ناراض ہوں ان کی امامت کا حکم، امام الحی سے افضل کون ہے۔ ۴۶۵

جو اپنے کو بالغ ہونا ظاہر کرے اس کے قول کو قبول کرنا واجب ہے۔ ۴۷۷

فاسق کو امامت سے معزول کرنا واجب ہے۔ ۴۷۹

فسق کی ایک صورت۔ ۴۸۱

جس کی عورت بے پردہ باہر نکلتی ہو یا سود کھاتا یا مردہ نہلانے کا پیشہ کرتا ہو ان کی امامت کیسی ہے ۴۸۳

مولوی محمد اسمٰعیل دہلوی کو حق پر جاننے والے کے پیچھے نماز مکروہ ہے۔ ۴۸۶

فوٹوگرافر، بواسیر والے کے پیچھے نماز پڑھنے کا حکم۔ ۴۸۷

تجوید نہ جاننے والے کے پیچھے تجوید جاننے والے کی نماز ہوگی یا نہیں۔ ۴۸۹

مقدمہ لڑانے والوں کے پیچھے نماز ہوگی یا نہیں۔ ۴۹۰

ایک مصلے پر میاں بی بی نماز پڑھیں اور شوہر امام ہو الخ ۴۹۲

سود خور یا جس کی عورت بے پردہ نکلتی ہو الخ ۴۹۴

کن کن لوگوں کے پیچھے نماز جائز ہے، اندھے کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں۔ ۴۹۵

امامت سے متعلق ایک سوال۔ ۴۹۵

ندویوں کی امامت کیسی ہے۔ ۴۹۸

غیر مقلدوں کی امامت ناجائز ہے۔ ۴۹۹

عرفی شریف وغیر شریف میں امام ہونے کا زیادہ حقدار کون ہے۔ ۵۰۱

میلاد میں شریک نہ ہونے والے یا قیام کو برا کہنے والے کی امامت کا حکم۔ ۵۰۲

مقررہ امام کی اجازت کے بغیر دوسرا امامت نہیں کرسکتا۔ ۵۰۳

امردوں سے ناجائز تعلق رکھنے والے کی امامت ناجائز ہے۔ ۵۰۳

صحتِ صلاۃ کے لئے تجوید کی مقدار، حنفی کی نماز شافعی کے پیچھے صحیح ہونے کی شرائط۔ ۵۰۴

سنتِ مؤکدہ چھوڑنے والے کی امامت مکروہ ہے ۵۰۹

دیوث کی امامت مکروہ ہے۔ ۵۱۰

کلوخ سے استنجا کرنے والے کی امامت کا حکم۔ ۵۱۰

حنفی اگر حنبلی ہوجائے تو اس کی امامت صحیح ہے یا نہیں۔ ۵۱۰

شرعی فتووں کی توہین کرنے والے کی امامت ناجائز ہے۔ ۵۱۱

فعلِ حرام میں سعی کرنے والا فاسق ہے۔ ۵۱۱

marfat.com

امامت میں وراثت نہیں چلتی، حقِ امامت کس کو حاصل ہے، عالم کے مقابلے میں جاہل کو امام بنانا ناجائز ہے۔ جمعہ، عیدین، کسوف وغیرہ میں امام کون ہو سکتا ہے "صلوا خلف کل بر و فاجر" سے کیا مراد ہے۔ ۵۱۳
اندھے کی امامت کا حکم۔ ۵۲۰
سود کے تمسکات لکھوانے والا فاسق ہے۔ ۵۲۱
آیت میں تقدیم و تاخیر سہواً ہونے پر حرج نہیں۔ ۵۲۲
بے نمازی اور روافض سے میل جول رکھنے والا فاسق ہے۔ ۵۲۳
زانی فاسق ہوتا ہے اور اس کی امامت مکروہ۔ ۵۲۳
بلاعذر جماعت چھوڑنے والا فاسق ہے۔ ۵۲۴
ذابح البقر کی امامت جائز ہے۔ ۵۲۵
حیات النبی کے منکر کی امامت مکروہ ہے۔ ۵۲۵
دیوث کی امامت مکروہ ہے۔ ۵۲۶
مسلمانوں سے بلاوجہ شرعی بغض و کینہ رکھنے والا فاسق ہے۔ ۵۲۶
جو رافضیوں میں رافضی اور سنیوں میں سنی بنے وہ منافق ہے اس پر دلائل۔ ۵۲۷
بالغین کا امام نابالغ نہیں ہو سکتا۔ ۵۳۵
سنی غیر فاسق کو امام بنانا چاہیے۔ ۵۳۵
جذامی کی امامت کا حکم۔ ۵۳۶
رافضیوں میں بیاہ شادی کرنے والے کی امامت کا حکم۔ ۵۳۶
بلاوجہ شرعی مسلمانوں کو گالی دینا سخت حرام ہے۔ ۵۳۸
اگر کہیں ولد الحرام امام کی وجہ سے جماعت میں کمی ہو تو اس کی امامت مکروہ ہے۔ ۵۳۹
علمِ غیب، فاتحہ وغیرہ کے منکر کی امامت کا حکم۔ ۵۴۱
غنی امام صدقۂ فطر لے یا قرآن مجید غلط پڑھے یا فاسق معلن ہو اس کی امامت مکروہ ہے، مقتدیوں کے گناہ کے سبب ترکِ جماعت جائز نہیں، امام ہونے کی شرائط۔ ۵۴۲
داڑھی ترشوانا، نماز قضا کرنا فسق ہے۔ ۵۴۴
خوبصورت امرد کی امامت خلافِ اولیٰ ہے۔ ۵۴۵
شرعی امام کے پیچھے براہِ نفسانیت نماز نہ پڑھنا گناہ ہے۔ ۵۴۵
سودی دستاویز لکھانے والا فاسق ہے۔ ۵۴۶
ملازمانِ گورنمنٹ مثلاً تھانیدار وغیرہ اور ملازمانِ چونگی کی امامت کا حکم۔ ۵۴۶
امام اور جماعت کے مابین فاصلہ کی مقدار۔ ۵۴۷
عاق اور جس سے چار جمعے چھوٹ گئے ہوں اس کی امامت کا حکم۔ ۵۴۷
ولد الزنا کے لڑکے کی امامت کا حکم۔ ۵۴۷
بلاضرورتِ شرعیہ سودی قرض لینے والا فاسق ہے۔ ۵۴۸
میلاد شریف یا ختمِ تراویح کی شیرینی تقسیم کرنے کو جو بدعت کہے اس کی امامت کیسی ہے۔ ۵۴۸
رشوت لینے والے، جھوٹے مقدمے کرنے والے فاسق ہیں۔ ۵۵۱
جو اپنے جرائم سے توبہ کر لے اس کی امامت

marfat.com

جائز ہے، اب اس پر اعتراض کرنا گناہ ہے۔ ۵۵۲
اتہام اور بدگمانی ناجائز ہے۔ ۵۵۳
لنگڑے کی امامت کیسی ہے۔ ۵۵۴
نماز اگر ایک جہت سے فاسد ہو تو وہ فاسد ہی ہو گی اگرچہ دوسری جہتوں سے صحیح ہو۔ ۵۵۵
فسق کی ایک صورت۔ ۵۵۷
حنفی شافعیوں کی جماعت میں شریک ہو یا نہیں۔ ۵۵۸
جس لڑکے سے اس کے والدین نے کہہ دیا ہو کہ میرے جنازہ پر نہ آنا۔ ۵۵۸
امام کسی سے دنیوی کدورت رکھتا ہو اس کے پیچھے نماز صحیح ہے۔ ۵۵۹
لوطی فاسق ہے۔ ۵۵۹
معذور کی امامت کا حکم۔ ۵۶۲
مسجد پر وقف شدہ جائے نمازوں پر نماز پڑھنے کا حکم۔ ۵۷۲
دیوبندیوں کے پیچھے نماز باطل ہے۔ ۵۷۳
صدقہ فطر، مال زکوٰۃ، قبرستان میں غلہ کوڑی وغیرہ لینا جس کا پیشہ ہو اس کی امامت کیسی ہے۔ ۵۷۴
عقائد دریافت کرنے پر جو نہ بتائے یا مقررہ وقت کا پابند نہ ہو یا جس کی امامت سے کچھ لوگ ناراض ہوں یا جس کا داہنا ہاتھ بیکار ہو ایسے کی امامت کیسی ہے۔ ۵۷۴
جس کے ہاتھ میں تشنج ہو وہ امام ہو سکتا ہے یا نہیں۔ ۵۷۵
ایک عالم شریف ہے سید نہیں ہے یا صرف عالم وہ جاہل یا کم نجیب الطرفین سید کی موجودگی میں امام ہو سکتا ہے یا نہیں۔ ۵۷۶
ایک امام کا مقلد دوسرے امام کے مقلد کے پیچھے نماز پڑھ سکتا ہے یا نہیں۔ ۵۷۷
حنفی کی خاطر شافعی امام رفع یدین وغیرہ چھوڑے یا نہیں۔ ۵۷۷
مردہ نہلانے والے کی امامت جائز ہے یا نہیں۔ ۵۷۸
وہابیہ کی امامت ناجائز ہے۔ ۵۷۹
جس کی آنکھ میں پھلی ہو وہ امام ہو سکتا ہے یا نہیں۔ ۵۸۱
خدائے تعالیٰ کو مجسم ماننے والے کی اقتدا حرام ہے۔ ۵۸۲
بلا وجہ شرعی امام کو معزول کرنا حرام ہے۔ ۵۸۲
دیوث کی امامت مکروہ ہے۔ ۵۸۳
عورت کا نان و نفقہ شوہر کے ذمہ ہے باپ پر نہیں۔ ۵۸۴
سود خور اور سود دینے والے دونوں کی امامت مکروہ ہے۔ ۵۸۵
میلاد شریف کو بدعت کہنے والے کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں۔ ۵۸۶
نصاریٰ کی تابعداری کرنے والے، مسلمانوں میں نفاق ڈالنے والے، چوری کرنے والے اور غیر مقلدین ان کی امامت کیسی ہے۔ ۵۸۷

marfat.com

رنڈی زادہ کی امامت کیسی ہے۔ ۵۸۸
کارندوں کی امامت کیسی ہے۔ ۵۸۸
دیوبندی مدرسوں میں پڑھنے والوں کی امامت
کا حکم۔ ۵۸۹
بدمذہبوں کی برات وغیرہ میں شریک ہونے کا حکم۔ ۵۹۰
چوڑی پہنانے یا طبابت کا پیشہ کرتا ہو اس کی
امامت کا حکم۔ ۵۹۱
حرمین طیبین کے علما کو بدعتی کہنے والے کے پیچھے نماز
جائز نہیں۔ ۵۹۳
جو سورتیں پختہ یاد ہوں امام انھیں کو پڑھے۔ شطرنج
کھیلنا فسق ہے۔ ۵۹۴
بے ضرورت سوال حرام ہے۔ جنازہ کی نماز پڑھانا
امام پر لازم نہیں۔ ۵۹۵
نماز پڑھنے کے لئے امام کے متعلق تحقیق کرنا
ضروری نہیں، وہابی کے پیچھے نماز باطل ہے۔ ۵۹۶
عاق کی تعریف اور حکم۔ ۵۹۶
مزامیر حرام ہیں ان کا سننا فسق۔ ۵۹۶
وہابیہ کی برائی بیان کرنا فرض ہے یونہی فاجر
وغیرہ کی۔ ۵۹۷
بلا وجہ شرعی مسلمانوں سے عداوت رکھنا
فسق ہے۔ ۵۹۸
جہاں کہیں فاسق کے علاوہ کوئی دوسرا نماز پڑھانے
والا نہ ہو تو اس کے پیچھے نماز پڑھ سکتے ہیں
یا نہیں۔ ۶۰۰
ماہی گیر کی امامت کا حکم۔ ۶۰۰

فاسق و فاجر کی تعریف اور حکم۔ ۶۰۱
یتیموں کو ستانا، غیبت کرنا، جھوٹی قسم کھانا
فسق ہیں۔ ۶۰۲
زانی اور شرابی کی امامت مکروہ ہے۔ ۶۰۲
داڑھی ترشوانے والا فاسق ہے۔ ۶۰۳
نمازِ فجر جس کی قضا ہوگئی ہو وہ ظہر وغیرہ کی
امامت کرسکتا ہے یا نہیں۔ بہرے کی امامت کیسی ہے ۶۰۳
گالی گلوچ کرنے والے کی امامت مکروہ ہے۔ ۶۰۳
قصاب کی امامت کا حکم۔ ۶۰۴
زانی توبہ کرلے تو اس کی امامت میں حرج ۶۰۴
نہیں اور اگر لوگ اس کی توبہ پر اعتبار
نہ کریں گے گنہگار ہوں گے۔ ۶۰۴
شریر بدزبان عورت ہو تو شوہر پر اسے طلاق
دینا واجب نہیں۔ ۶۰۴
دیوث کی امامت مکروہ ہے، جو پیر فعلِ حرام کا
مرتکب ہو اس سے بیعت کرنا میلاد پڑھوانا
ناجائز ہے۔ ۶۰۵
افیونی اور روزہ چھوڑنے والے فاسق ہیں۔ ۶۰۶
مزامیر حرام ہیں۔ ۶۰۸
عورت کے افعال قبیحہ سے شوہر راضی نہ ہو
اور باز رکھنے کی کوشش بھی کرتا ہو اور عورت
باز نہ آتی ہو تو شوہر پر نہ کوئی الزام نہ اس
کی امامت میں حرج۔ ۶۰۹
سینہ تک بال رکھنا مرد کو حرام ہے۔ ۶۱۰
امام کے ساتھ ایک مقتدی ہو اور دوسرا آئے

marfat.com

تو امام آگے بڑھے یا مقتدی پیچھے ہٹے۔ ٦١١

امرد کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں۔ ٦١١

فسق کی ایک صورت۔ ٦١٣

شبہ سے چوری ثابت نہیں ہوتی۔ ٦١٣

طلاق دے کر بی بی رکھ لے اور اس سے لڑکا پیدا ہوا اس لڑکے کی امامت جائز ہے یا نہیں۔ ٦١٣

امام معزول کرنے کی ایک صورت۔ ٦١٤

استاد کا قصور کرنے والے شاگرد کی امامت صحیح ہے یا نہیں۔ ٦١٤

بلا وجہ شرعی امام کو معزول کرنا جائز نہیں۔ ٦١٥

بہرے کی امامت جائز ہے۔ ٦١٦

سفر میں امام کے عقائد دریافت کرنے کی ضرورت ہے یا نہیں۔ ٦١٧

غیر مقلدین کے پیچھے نماز باطل ہے۔ جماعت میں غیر مقلد شریک ہو تو نماز ناقص ہوگی۔ ٦١٧

جو مدارس اہلسنت کے خلاف ہیں ان کے طلبہ کو امام بنانا جائز نہیں۔ ٦١٩

جو شرائطِ امامت کا جامع ہو اسے امام بنایا جائے اگرچہ وہ اپنے کو نااہل کہے۔ ٦١٩

کہنیاں کھلی رہیں تو نماز مکروہ ہوتی ہے۔ ٦١٩

وہابیہ کے پیچھے نماز جائز نہیں خواہ نفلی نماز ہو۔ ٦٢٠

نماز جنازہ میں عورت امام اور مرد مقتدی ہوں تو فرض ادا ہو جائے گا۔ ٦٢٠

نجومی، رمّال اور فالناموں کے بیچنے والے کے پیچھے نماز جائز نہیں۔ ٦٢٢

تفضیلیہ مبتدع و بدمذہب ہیں۔ ٦٢٢

دکاندار امام ہو سکتا ہے یا نہیں۔ ٦٢٣

جو تندرست ہوتے ہوئے بھیک مانگنے کا پیشہ کرے اس کی امامت مکروہ ہے۔ ٦٢٣

چودہ برس کا لڑکا اپنے کو بالغ ظاہر کرے اسے بالغ مانا جائے گا۔ ٦٢٥

بدمذہبوں کے ساتھ کھانا، میل جول رکھنا فسق ہے۔ ٦٢٥

کن کن لوگوں کی امامت جائز ہے اور کن کی ناجائز۔ ٦٢٥

امام کا وسطِ مسجد میں کھڑا ہونا سنت ہے۔ ٦٢٦

غلط مسئلہ بتانے والے قابلِ امامت نہیں۔ ٦٢٧

داڑھی مُنڈانے والوں کے پیچھے نماز مکروہ ہے۔ ٦٢٧

امامت پر تنخواہ لینی جائز ہے، قرآن خوانی کی اُجرت حرام ہے۔ ٦٢٧

تارکِ جماعت کی امامت مکروہ ہے۔ ٦٢٧

معذور کی امامت کا حکم ٦٢٨

امام کے لئے مصلّٰی ہو اور مقتدی کے لئے نہ ہو تو نماز میں حرج نہیں۔ ٦٢٩

غیر مقلدوں کے پیچھے نماز ایسی ہی ہے جیسے یہودی کے پیچھے۔ ٦٣٠

مقررہ امام کی اجازت کے بغیر دوسرا نماز نہیں پڑھا سکتا۔ ٦٣٠

مقتدی کے سر پر عمامہ ہو اور امام صرف ٹوپی پہنے ہو تو نماز میں حرج ہے یا نہیں۔ ٦٣١

marfat.com

وہابی کے پیچھے نماز ناجائز ہے اگرچہ استاد ہو بلکہ اسے استاد بنانا گناہ۔ ۶۳۳
زانی فاسق ہیں انھیں امام بنانا مکروہ۔ ۶۳۳
تعظیم و توہین کا مدار عرف ہے۔ ۶۳۴
جسے صرف جمعہ کا امام بنایا گیا ہو وہ صرف جمعہ پڑھانے کا پابند ہے دوسری نمازوں کا نہیں۔ ۶۳۵
نماز کوئی خانگی معاملہ نہیں جسے چاہا امام بنالیا۔ ۶۳۵
نابینا کی امامت جائز ہے۔ ۶۳۷
سُنّی وہابی علما کو یکساں جاننے والا کافر ہے۔ ۶۳۸
کثرتِ احتلام یا کسی دوسرے امراض کے سبب بجائے غسل کے تیمم کرے تو اس کی امامت جائز ہے یا نہیں۔ ۶۳۸
امامت کی اُجرت دلالۃً یا صراحۃً طے ہو گئی ہو تو اُجرت لینے اور امامت کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ ۶۳۹
نماز کے بعد مصافحہ کرنا جائز ہے۔ ۶۴۰
امامت کی تنخواہ لینی جائز ہے مگر بچنا بہتر۔ ۶۴۰
سلام کے بعد امام دعا میں تاخیر کرے تو مقتدی پر ضروری نہیں کہ بیٹھا رہے ضرورت ہو تو چلا جائے، سلام کے بعد امام کی ولایت ختم ہو جاتی ہے۔ ۶۴۱
فرض، واجب، سنّتِ مؤکدہ، مستحب، مباح کے احکام۔ ۶۴۱
سورت سوچنے میں اتنی دیر ہو جائے کہ تین بار سبحٰن اللہ کہہ لیا جائے تو سجدۂ سہو واجب ہے۔ ۶۴۲
صرف پائجامہ پہن کر نماز پڑھنے سے نماز مکروہ ہوتی ہے۔ ۶۴۲
رسالہ النہی الاکید عن الصلاۃ وراء عدی التقلید (غیر مقلدین کے پیچھے نماز ناجائز ہونے کے بیان میں) ۶۴۷

marfat.com

فہرست ضمنی مسائل

اماکن الصلوٰۃ

بے ضرورت محراب یا در میں کھڑا ہونا مکروہ ہے۔ ۱۳۱
بلند جگہ پر امام کھڑا ہو تو نماز باطل ہوگی یا مکروہ۔ ۱۳۱
قطع صف حرام ہے۔ ۱۳۱
فرض، واجب اور فجر کی سنتیں چلتی ریل میں نہیں ہو سکتیں اور اگر وقت نکل رہا ہو تو پڑھ لے پھر اعادہ کرے۔ ۱۳۶
مجبوری کے سبب جو نمازیں بیٹھ کر پڑھی گئی ہوں ان کا اعادہ نہیں۔ ۱۴۱

حدود

شبہ سے چوری ثابت نہیں ہوتی۔ ۶۱۳

وقف

مسجد پر وقف شدہ جائے نمازوں پر نماز پڑھنے کا حکم ۵۷۲

اجارہ

امامت پر تنخواہ لینی جائز ہے، قرآن خوانی کی اُجرت حرام ہے۔ ۶۲۷
امامت کی اُجرت دلالۃً یا صراحۃً طے ہوگئی تو اجرت لینے اور امامت کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ ۶۳۹
امامت کی تنخواہ لینی جائز ہے مگر بچنا بہتر۔ ۶۴۰

حظر و اباحت

صلوٰۃ ترضی وغیرہ کو رمز میں لکھنا جائز نہیں۔ ۲۲۱
جو وظیفہ پڑھے اور نماز نہ پڑھے وہ فاسق ہے۔ ۲۲۳
نماز کے بعد دُعا مانگنے کا ثبوت۔ ۲۲۴
بلند آواز سے درود شریف پڑھنا جائز ہے اور اخفا افضل۔ ۲۳۳
نماز کے بعد دُعا میں تاخیر کیسی؟ ۲۳۳
سورتوں کو معکوس پڑھنا ناجائز ہے۔ ۲۷۰
نماز میں کھانسنے اور کھنکارنے کا حکم۔ ۲۷۴
منہ میں بدبو ہونے کی حالت میں نماز مکروہ ہوگی۔ ۳۳۲

marfat.com

بلا وجہ شرعی مسلمانوں کو گالی دینا سخت حرام ہے ۵۲۸

اتہام اور بدگمانی ناجائز ہے ۔ ۵۵۳

مزامیر حرام ہیں ان کا سننا فسق ۔ ۵۹۶

دیوث کی امامت مکروہ ہے، جو پیر فعل حرام کا مرتکب ہو اس سے بیعت کرنا میلاد پڑھوانا ناجائز ہے ۔ ۶۰۵

افیونی اور روزہ چھوڑنے والے فاسق ہیں۔ ۶۰۶

مزامیر حرام ہیں۔ ۶۰۸

سینہ تک بال رکھنا مرد کو حرام ہے ۔ ۶۱۰

نماز کے بعد مصافحہ کرنا جائز ہے ۔ ۶۴۰

مداینات

بلاضرورت شرعیہ سودی قرض لینے والا فاسق ہے ۵۴۸

نفقات

عورت کا نان ونفقہ شوہر کے ذمہ ہے باپ پر نہیں ۵۸۴

فوائد فقہیہ

تمام بلاد کے لئے جہت قبلہ کا ایک خاص تخمینہ ممکن نہیں ۔ ۵۵

قومہ وجلسہ کے اذکار طویلہ نوافل پر محمول ہیں فرائض میں مسنون نہیں ۔ ۱۷۰

۲۰ رکعت تراویح سنت مؤکدہ ہے، ایک رکعت نماز وتر خواہ نفل باطل محض ہے ۔ ۱۸۵

صحت صلوٰۃ کے لئے فہم معنی ضروری نہیں ۔ ۲۰۵

فاسق وفاجر کی تعریف اور حکم ۔ ۶۰۱

فرض، واجب، سنت مؤکدہ، مستحب، مباح کے احکام ۔ ۶۲۱

رسم المفتی

ایک شخص مثلاً یہ کہے جو اپنی بی بی سے قربت کرے الخ ۳۹۲

غلط مسئلہ بتانے والے قابل امامت نہیں ۔ ۶۲۷

عقائد وکلام

حضور کے نام اقدس پر درود شریف پڑھنا واجب ہے ۔ ۲۲۱

تجوید سے انکار کفر ہے ۔ ۳۲۲

ان بلاد میں آمین بالجہر ورفع یدین کرنے والے عموماً غیر مقلد ہیں ۔ ۳۷۹

احناف کو ذریۃ الشیطان وغیرہ کہنے والے کی امامت کا حکم ۔ ۳۹۸

جو رافضیوں میں رافضی اور سنیوں میں سنی بنے وہ منافق ہے اس پر دلائل ۔ ۵۲۷

دیوبندیوں کے پیچھے نماز باطل ہے ۔ ۵۷۳

وہابیہ کی امامت ناجائز ہے ۔ ۵۷۹

خدا تعالیٰ کو مجسم ماننے والے کی اقتدا حرام ہے ۵۸۲

بد مذہبوں کے ساتھ کھانا، میل جول رکھنا فسق ہے ۔ ۶۲۵

سنی وہابی علما کو یکساں جاننے والا کافر ہے ۔ ۶۳۸

غیر مقلدین کے چند عقائد کا بیان ۔ ۶۵۶

marfat.com

خوارج بدترین مخلوق ہیں۔ ۶۵۶

اہلِ عرب ہرگز شیطانی پرستش میں مبتلا نہ ہونگے ۶۶۴

غیر مقلدین کے پیچھے نماز نہ ہونے کے دلائل۔ ۶۷۰

غیر مقلدین بدترین اہلِ بدعت سے ہیں۔ ۶۷۰

غیر مقلدین فاسق معلن ہیں۔ ۶۸۰

غیر مقلدین صریح متعصبین ہیں جن کا اصل مقصود تکفیرِ مسلمین ہے۔ ۷۰۳

جو شخص ایک مسلمان کو بھی کافر کہے وہ خود کافر ہے۔ ۷۰۹

جو شخص کسی کلمہ گو کو کافر کہے تو ان دونوں میں سے ایک پر یہ بلا ضرور پڑے گی۔ ۷۰۹

اہلسنت کو چاہئے کہ ان سے پرہیز رکھیں ان کے معاملات میں شریک نہ ہوں اپنے معاملات میں ان کو شریک نہ کریں۔ ۷۱۸

اشرار کے پاس بیٹھنے سے آدمی نقصان ہی اٹھاتا ہے۔ ۷۱۹

بدمذہبوں سے محبت زہرِ قاتل ہے۔ ۷۲۰

مسئلہ تقلید

جو پایۂ اجتہاد نہ رکھتا ہو نہ کشف و ولایت کے رتبۂ عظمیٰ تک پہنچا اس پر تقلیدِ امامِ معین واجب ہے ۷۰۴

فرقۂ ناجیہ اہلسنت ان چار مذاہب (حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی) میں منحصر ہوگیا۔ ۷۰۵

ترکِ تقلید شخصی گناہِ کبیرہ ہے۔ ۷۰۷

تقلید کو شرک و کفر کہنے سے غیر مقلدین کے نزدیک اکابر کا کافر و مشرک ہونا لازم آتا ہے۔ ۷۰۷

منکرینِ تقلید نے اُمتِ مرحومہ کے دس حصوں میں سے نو کو علی الاعلان کافر و مشرک ٹھہرایا۔ ۷۰۹

تجوید

ضاد کو ظا دیا دُواد پڑھنا غلط ہے، ضاد کے مخرج کا بیان۔ ۲۷۲

حرف ض اور ظ مشتبہ الصوت ہیں۔ ۲۷۵

ترتیل کی تین حدیں ہیں۔ ۲۷۵

صفات لازمہ وغیر لازمہ میں فرق۔ ۲۹۹

ض، ظ، ذ، ز حروف متباینہ متغایرہ ہیں دورانِ تلاوت قصداً ایک کی جگہ دوسرا پڑھنا گناہِ عظیم اور حرام قطعی ہے۔ ۳۰۵

قاری سے بے قصدِ تبدیل اگر ض مشابہ د بلکہ عین د ہو تو اس پر مطلقاً فسادِ نماز کا حکم غلط و فاسد ہے۔ ۳۰۶

ضالین کی جگہ دالین بہ دال مہملہ پڑھے تو نماز نہ جائے گی اور ذالین بہ ذال معجمہ پڑھے تو جاتی رہے گی۔ ۳۰۷

جو بالقصد مغضوب کی جگہ مغظوب و مغزوب پڑھے اس کی نماز فاسد ہوگی۔ ۳۰۸

مخرج ضاد کا بیان ۳۲۰

حروفِ مجہورہ و مہموسہ کا بیان ۳۲۰

ض کو ظ کے مشابہ پڑھنے کا حکم ۳۲۰

تبدیلِ حروف یعنی ایک حرف کو دوسرے حرف سے بدلنے سے نماز فاسد ہوتی ہے تبدیل کی تین صورتیں ۳۳۹

marfat.com

خوارج بد ترین مخلوق ہیں۔ ۶۵۶

اہلِ عرب ہرگز شیطانی پرستش میں مبتلا نہ ہونگے ۶۶۴

غیر مقلدین کے پیچھے نماز نہ ہونے کے دلائل۔ ۶۷۰

غیر مقلدین بد ترین اہلِ بدعت سے ہیں۔ ۶۷۰

غیر مقلدین فاسق معلن ہیں۔ ۶۸۰

غیر مقلدین صریح متعصبین ہیں جن کا اصل مقصود تکفیرِ مسلمین ہے۔ ۷۰۳

جو شخص ایک مسلمان کو بھی کافر کہے وہ خود کافر ہے۔ ۷۰۹

جو شخص کسی کلمہ گو کو کافر کہے تو ان دونوں میں سے ایک پر یہ بلا ضرور پڑے گی۔ ۷۰۹

اہلسنت کو چاہیئے کہ ان سے پرہیز رکھیں ان کے معاملات میں شریک نہ ہوں اپنے معاملات میں ان کو شریک نہ کریں۔ ۷۱۸

اشرار کے پاس بیٹھنے سے آدمی نقصان ہی اٹھاتا ہے۔ ۷۱۹

بدمذہبوں سے محبت زہرِ قاتل ہے۔ ۷۲۰

مسئلہ تقلید

جو پایۂ اجتہاد نہ رکھتا ہو نہ کشف وولایت کے رتبۂ علیا تک پہنچا اس پر تقلیدِ امامِ معین واجب ہے ۷۰۴

فرقہ ناجیہ اہلسنت ان چار مذاہب (حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی) میں منحصر ہو گیا۔ ۷۰۵

ترکِ تقلیدِ شخصی گناہِ کبیرہ ہے۔ ۷۰۷

تقلید کو شرک وکفر کہنے سے غیر مقلدین کے نزدیک اکابر کا کافر ومشرک ہونا لازم آتا ہے۔ ۷۰۷

منکرینِ تقلید نے اُمتِ مرحومہ کے دس حصوں میں سے نو کو علی الاعلان کافر ومشرک ٹھہرایا۔ ۷۰۹

تجوید

ضاد کو ظا دیا دُواد پڑھنا غلط ہے، ضاد کے مخرج کا بیان۔ ۲۷۲

حرف ض اور ظ مشتبہ الصوت ہیں۔ ۲۷۵

ترتیل کی تین حدیں ہیں۔ ۲۷۵

صفات لازمہ وغیر لازمہ میں فرق۔ ۲۹۹

ض، ظ، ذ، ز حروف متبائنہ متغایرہ ہیں دورانِ تلاوت قصداً ایک کی جگہ دوسرا پڑھنا گناہِ عظیم اور حرام قطعی ہے۔ ۳۰۵

قاری سے بے قصد تبدیل اگر ض مشابہ د بلکہ عین د ہو تو اس پر مطلقاً فسادِ نماز کا حکم غلط وفاسد ہے۔ ۳۰۶

ضالین کی جگہ دالین بہ دال مہملہ پڑھے تو نماز نہ جائے گی اور ذالین بہ ذال معجمہ پڑھے تو جاتی رہے گی۔ ۳۰۷

جو بالقصد مغضوب کی جگہ مغظوب ومغزوب پڑھے اس کی نماز فاسد ہوگی۔ ۳۰۸

مخرج ضاد کا بیان ۳۲۰

حروفِ مجہورہ ومہموسہ کا بیان ۳۲۰

ض کو ظ کے مشابہ پڑھنے کا حکم ۳۲۰

تبدیلِ حروف یعنی ایک حرف کو دوسرے حرف سے بدلنے سے نماز فاسد ہوتی ہے تبدیل کی تین صورتیں ۳۳۹

marfat.com

تجوید سے متعلق چند احکام ۴۲۲

ردِ بدمذہباں

غیر مقلدین کے پیچھے نماز باطل ہے جماعت میں غیر مقلد شریک ہو تو نماز ناقص ہوگی۔ ۶۱۷

جو مدارس اہلسنت کے خلاف ہیں ان کے طلبہ کو امام بنانا جائز نہیں۔ ۶۱۹

تفضیلیہ مبتدع و بدمذہب ہیں۔ ۶۲۲

فضائل

درود شریف پڑھنے کی فضیلت اور افضل درود کا بیان۔ ۱۸۳

عمامہ باندھ کر نماز پڑھنے کی فضیلت میں احادیث کریمہ ۲۰۳

عمامہ کی فضیلت میں ۲۰ احادیث کریمہ ۲۰۸

فوائد اصولیہ

ترکِ مستحب مستلزمِ کراہتِ تنزیہہ بھی نہیں۔ ۶۴

تعظیم و توہین کا مدار عرف ہے۔ ۶۳۴

ریاضی

سمتِ قبلہ میں علمِ ہیأت و اصطرلاب وغیرہ آلات و قیاسات کا اعتبار نہیں۔ ۶۵

ہندوستان کا عرض شمالی ۸ درجے سے ۳۵ درجے اور طول مشرقی ۶۶ سے ۹۲ تک ہے۔ ۷۵

متفرقات

الصاقِ کعبین کی تحقیق ۱۶۷

استعمالی و غیر استعمالی جوتوں کا حکم۔ ۲۰۸

marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب شروط الصّلوٰۃ

(نماز کی شرطوں کا بیان)

مسئلہ ۳۸۹ ازکلکتہ دھرم تلہ ۶ مرسلہ جناب مرزا غلام قادر بیگ ۵ رجب ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ تہبند اگر ایسے باریک کپڑے کا ہے کہ اس میں سے بدن کی سُرخی یا سیاہی نمایاں ہے تو اُس تہبند سے نماز ہو جائے گی یا نہیں؟

الجواب

فی الدرالمختار ساتر لایصف ماتحتہ[1] فی ردالمحتار بان لایری منہ لون البشرۃ[2]۔ درمختار میں ہے چھپانے والی چیز وہ ہے جو اپنے اندر کی چیز کو ظاہر نہ کرے۔ ردالمحتار میں ہے بایں طور کہ اس سے جسم کا رنگ دکھائی نہ دے۔ (ت)

یہاں سے معلوم ہوا کہ عورتوں کا وُہ دوپٹہ جس سے بالوں کی سیاہی چمکے مفسدِ نماز ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۳۹۰ مسئولہ مرزا باقی بیگ صاحب ۲۳ محرم ۱۳۰۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مرد کے بدن میں کے عضوِ عورت ہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

اللھم ھدایۃ الحق والصواب۔ یہ تو معلوم ہے کہ مرد کے لئے ناف سے زانو تک عورت ہے

---

[1] درمختار باب شروط الصلوٰۃ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۶۶

[2] ردالمحتار " " " مصطفی البابی مصر ۱/۳۰۲

marfat.com

ناف خارج گھٹنے داخل، مگر جدا جدا اعضا بیان کرنے میں یہ نفع ہے کہ اُن میں ہر عضو کی چوتھائی پر احکام جاری ہیں، مثلاً:

۱۔ اگر ایک عضو کی چہارم کھل گئی اگرچہ اس کے بلا قصد ہی کھلی ہو اور اس نے ایسی حالت میں رکوع یا سجود یا کوئی رکنِ کامل ادا کیا تو نماز بالاتفاق جاتی رہی۔

۲۔ اگر صورت مذکورہ میں پورا رکن تو ادا نہ کیا مگر اتنی دیر گزر گئی جس میں تین بار سُبحان اللہ کہہ لیتا تو بھی مذہبِ مختار پر جاتی رہی۔

۳۔ اگر نمازی نے بالقصد ایک عضو کی چہارم بلا ضرورت کھولی تو فوراً نماز جاتی رہی اگرچہ معاً چھپالے، یہاں ادائے رکن یا اُس قدر دیر کی کچھ شرط نہیں۔

۴۔ اگر تکبیر تحریمہ اُسی حالت میں کہی کہ ایک عضو کی چہارم کھلی ہے تو نماز سرے سے منعقد ہی نہ ہوگی اگرچہ تین تسبیحوں کی دیر تک مکشوف نہ رہے۔

۵۔ ان سب صورتوں میں اگر ایک عضو کی چہارم سے کم ظاہر ہے تو نماز صحیح ہو جائے گی اگرچہ نیت سے سلام تک انکشاف رہے اگرچہ بعض صورتوں میں گناہ و سُوئے ادب بیشک ہے۔

۶۔ اگر ایک عضو دو جگہ سے کھلا ہو مگر جمع کرنے سے اس عضو کی چوتھائی نہیں ہوتی تو نماز ہو جائے گی اور چوتھائی ہو جائے تو بتفاصیل مذکورہ نہ ہوگی۔

۷۔ متعدد عضووں مثلاً دو میں سے اگر کچھ کچھ حصّہ کھلا ہے تو سب جسم مکشوف ملانے سے ان دونوں میں جو چھوٹا عضو ہے اگر اس کی چوتھائی تک نہ پہنچے تو نماز صحیح ہے ورنہ بتفصیل سابق باطل مثلاً ران و زیر ناف سے کچھ کچھ کپڑا الگ ہے تو دونوں کی قدر منکشف اگر زیر ناف کی چہارم کو پہنچے نماز نہ ہوگی اگرچہ مجموعہ ران کی چوتھائی کو بھی نہ پہنچے کہ ان دونوں میں زیر ناف چھوٹا عضو ہے اور سرین اور زیر ناف میں انکشاف ہے تو مجموعہ سرین کے ربع تک پہنچنا چاہیے اگرچہ زیر ناف کی چوتھائی نہ ہو کہ ان میں سرین عضو اصغر ہے اسی طرح تین یا چار یا زیادہ اعضا میں انکشاف ہو تو بھی اُن میں سب سے چھوٹے عضو کی چہارم تک پہنچنا کافی ہے اگرچہ اکبر یا اوسط یا خفیف حصّہ ہو۔

هذا الصحيح الذى نص عليه محمد فى الزيادات فلا عليك من بحث التبيين وان تبعه الفتح والبحر واختاره البرهان الحلبى فى الصغير وتمام الكلام بتوفيق الملك العلام فى

یہ وُہ صحیح ہے جس پر امام محمد نے زیادات میں تصریح کی ہے، تجھے تبیین کی بحث کی طرف متوجہ ہونے کی ضرورت ہی نہیں اگرچہ فتح القدیر اور البحر الرائق نے اس کی اتباع کی، اور برہان حلبی نے اسے صغیر میں مختار قرار دیا، اللہ تعالٰی مالک و علام کی توفیق سے اس کی پوری

marfat.com

رسالتنا الطرة فی ستر العورة التی الفتها بعد ورود ھذا السؤال لازاحة مافی المسائل من وجوہ الاشکال والحمد للہ المهیمن المتعال۔

تفصیل ہمارے رسالے الطرۃ فی ستر العورۃ میں مذکور ہے جسے میں نے اس سوال کے جواب میں اس کے متعلقہ مسائل میں وارد ہونے والے اشکالات کو زائل کرنے کے لئے لکھا ہے اور تمام تعریف اللہ تعالٰی کے لئے جو محافظ و بلند ہے۔ (ت)

یہ سب مسائل درمختار و ردالمحتار وغیرہما اسفار سے مستفاد۔

وھذا نصھما ملتقطا ومختلطا ویمنع کشف ربع عضو قدر اداء رکن (بسنتہ منیة قال شارحھا وذلك قدر ثلث تسبیحات واعتبر محمد اداء الرکن حقیقة والاول المختار للاحتیاط شرح المنیة واقل من قدر رکن فلا یفسد اتفاقا لان الانکشاف الکثیر فی الزمان القلیل عفو کالانکشاف القلیل فی الزمان الکثیر، وھذا فی الانکشاف الحادث فی الصلاۃ اما المقارن لابتدائھا فیمنع انعقادھا مطلقا اتفاقا بعد ان یکون المکشوف ربع العضو) بلا صنعه (فلو به فسدت فی الحال عندھم قنیة قال ح ای وان کان اقل من اداء رکن الالحاجة کرفع نعله لخوف الضیاع مالم یؤدرکنا کما فی الخلاصة) او تجمع بالاجزاء

ان دونوں کتابوں کے چیدہ چیدہ مخلوط طور پر الفاظ یہ ہیں، ادارِ رکن کی مقدار چوتھائی عضو کا ننگا رہنا نماز سے مانع ہے (یعنی ادارِ رکن جو سنّت کے مطابق ہو، منیہ۔ اس کے شارح نے کہا ہے کہ یہ تین تسبیحات کی مقدار ہے۔ اور امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی نے حقیقۃً رکن کی ادائیگی کا اعتبار کیا ہے احتیاط کے پیشِ نظر پہلا قول مختار ہے شرح المنیہ اور جب ربع عضو کا ادارِ رکن کی ادائیگی سے کم کھلا رہے تو بالاتفاق نماز فاسد نہیں ہوگی، کیونکہ قلیل وقت میں انکشافِ کثیر معاف ہے جس طرح کثیر وقت میں انکشافِ قلیل معاف ہے، یہ اس انکشاف کا معاملہ ہے جو دورانِ نماز عارض ہو، اگر وُہ انکشاف ابتدارِ نماز سے عارض ہو اور کھلنے والی جگہ عضو کی چوتھائی ہو تو ایسا انکشاف بالاتفاق مطلقاً انعقادِ نماز سے مانع ہے یہ اس وقت ہے جبکہ یہ کشفِ عورت قصدِ مصلی کے بغیر ہو (پس اگر ایسا کشفِ عورت قصدِ مصلی کے باعث ہو تو فقہائے کے ہاں نماز فی الفور فاسد ہو جائے گی قنیہ، حلبی نے کہا یعنی اگرچہ وہ ادارِ رکن کی ادائیگی سے کم میں ہو، مگر یہ کہ وہ فعل مصلی کسی ضرورت کی بنا پر ہو جیسے مصلی کا اپنے

marfat.com

(وھی النصف والربع والثلث) ولو فی عضو واحد والا فبالقدر (ای المساحۃ) فان بلغ (المجموع بالمساحۃ) ربع ادناھا (ای ادنی الاعضاء المنکشفۃ بعضھا) منع (کما لو انکشف نصف ثمن الفخذ ونصف ثمن الاذن من المرأۃ فان مجموعھما بالمساحۃ اکثر من ربع الاذن التی ھی ادنی العضوین المنکشفین)[1]

جوتوں کو ضائع ہونے کے خوف سے اٹھا لینا جتنے وقت میں وُہ رکن نماز ادا نہ کرسکے۔ظاہر میں ایسے ہے) اور مکشوف اجزاء کو جمع کیا جائے گا (اور وہ اجزاء مثلاً نصف، چوتھائی اور تہائی ہیں) اگر ایک عضو میں کئی کشف ہوں ورنہ مقدار (یعنی پیمائش کے ساتھ اندازہ کیا جائے گا) پھر اگر (وہ پیمائش کے ساتھ مجموعہ) ادنٰی عضو کے ربع کو پہنچ جائے (یعنی وہ اعضاء جو جزوی طور پر مکشوف ہیں ان میں کے ادنٰی عضو کے ربع کو پہنچ جائے) تو ایسا کشف نماز سے مانع ہے، (مثلاً عورت کی ران کے آٹھویں حصے کا نصف اور کان کے آٹھویں حصے کا نصف اگر کھل جائے تو پیمائش کے اعتبار سے ان دونوں کا مجموعہ ان دونوں کھلنے والے اعضا میں سے چھوٹے عضو کان کے چوتھائی سے زیادہ بنتا ہے) (ت)

میں نے ان مسائل میں ہر جگہ اقوی وارجح واحوط قول کو اختیار کیا کہ عمل کے لئے بس ہے اما ذکر الخلاف وبسط التعلیل فداع الی تفصیل یفضی الی الطویل (ذکر اختلاف اور ان کے دلائل کی تفصیل کے لئے ایک طویل بحث درکار ہے۔ ت)

بالجملہ ان احکام سے معلوم ہوگیا کہ صرف اجمالاً اس قدر سمجھ لینا کہ یہاں سے یہاں تک ستر عورت ہے ہرگز کافی نہیں بلکہ اعضاء کو جدا جدا پہچاننا ضروری ہے اور وُہ علّامہ حلبی و علامہ طحطاوی و علامہ شامی محشیانِ درمختار رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم نے مرد میں آٹھ گنے:

(۱) ذکر کہ مع اپنے سب پرزوں یعنی حشفہ و قصبہ و قلفہ کے ایک عضو ہے یہاں تک کہ مثلاً صرف قصبہ کی

---

[1] درمختار باب شروط الصلوٰۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۶۶
ردالمحتار باب شروط الصلوٰۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۳۰۰

نوٹ: قوسین کے درمیان والی عبارت ردالمحتار کی ہے باہر والی درمختار کی۔ نذیر احمد سعیدی

marfat.com

چوتھائی یا فقط حشفہ کا نصف کھلنا مفسد نماز نہیں، اگر باوجود علم و قدرت ہو تو گناہ و بے ادبی ہے اور ذکر کے گرد سے کوئی پارہ جسم اُس میں شامل نہ کیا جائے گا، یہی صحیح ہے یہاں تک کہ صرف ذکر کی چوتھائی کھلنی مفسدِ نماز ہے، وسری ذلک وتمام التحقیق فی رسالتنا المذکورۃ (اس پر تفصیلی گفتگو اور تحقیقی راز ہمارے مذکورہ رسالے میں ہیں۔ ت)

(۲) انثیین یعنی بیضے کہ دونوں مل کر ایک عضو ہے یہی حق ہے یہاں تک کہ اُن میں ایک کی چہارم بلکہ تہائی کھلنی بھی مفسد نہیں،

وقد زلت ھھنا قدم العلامۃ البرجندی فی شرح النقایۃ کما نبھنا علیہ فی الطرۃ فلیتنبہ۔

اس مقام پر شرح نقایہ میں علامہ برجندی کے قدم پھسل گئے جیسا کہ ہم نے "الطرۃ فی ستر العورۃ" میں اس پر تنبیہ کی ہے اس کا مطالعہ کیجئے۔ (ت)

پھر یہاں بھی صحیح یہی ہے کہ ان کے ساتھ ان کے حول سے کچھ ضم نہ کیا جائے گا، یہ دونوں تنہا عضو مستقل ہیں۔

(۳) دُبر یعنی پاخانہ کی جگہ اُس سے بھی صرف اُس کا حلقہ مراد یہی صحیح ہے اور اسی پر اعتماد۔

(۴ و ۵) الیتین یعنی دونوں چُوتڑ، ہر چوتڑ مذہبِ صحیح میں جدا عورت ہے کہ ایک کی چوتھائی کھلنی باعثِ فساد ہے۔

(۶ و ۷) فخذین یعنی دونوں رانیں کہ ہر ران اپنی جڑ سے جسے عربی میں رکب و رفغ و مغین اور فارسی میں پیغولہ ران اور اردو میں چڈھا کہتے ہیں، گھٹنے کے نیچے تک ایک عضو ہے، ہر گھٹنا اپنی ران کا تابع اور اس کے ساتھ مل کر ایک عورت ہے، یہاں تک کہ اگر صرف گھٹنے پُورے کھُلے ہوں تو صحیح مذہب پر نماز صحیح ہے کہ دونوں مل کر ایک ران کے ربع کو نہیں پہنچتے، ہاں خلافِ ادب و کراہت ہونا جُدا بات ہے۔

(۸) کمر باندھنے کی جگہ ناف سے اور اُس کی سیدھ میں آگے پیچھے دہنے بائیں چاروں طرف پیٹ کمر کُولھوں کا جو ٹکڑا باقی رہا وُہ سب مل کر ایک عورت ہے۔ ردالمحتار میں ہے :

اعضاء عورۃ الرجل ثمانیۃ الاول الذکر وما حولہ الثانی الانثیان وما حولھما الثالث الدبر وما حولہ الرابع والخامس الالیتان السادس والسابع الفخذان مع الرکبتین الثامن ما بین السرۃ الی العانۃ مع ما یحاذی ذلک من الجنبین والظہر والبطن[1]۔

مرد کا ستر آٹھ اعضاء ہیں: (۱) عضو مخصوص اور اردگرد (۲) خصیتین اور ان کا اردگرد (۳) دُبر اور اردگرد (۴ و ۵) دونوں سرین کے حصّے (۶ و ۷) دونوں رانیں گھٹنوں سمیت (۸) ناف تا زیرِ ناف سمیت پشت پیٹ اور دونوں پہلوؤں کے اس حصّہ جو اس کے مقابل و محاذی ہے۔ (ت)

---

[1] ردالمحتار باب شروط الصلوٰۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۳۰۱

marfat.com

اقول وباللہ التوفیق (میں اللہ کی توفیق سے کہتا ہوں۔ ت) یہاں دو مقام تحقیق طلب ہیں :

مقام اوّل : آیا عورت ہشتم میں پیٹ کا وہی نرم حصّہ جو ناف کے نیچے واقع ہے جسے ہندی میں پیڑو کہتے ہیں تینوں طرف یعنی کروٹوں اور پیٹھ سے اپنے محاذی بدن کے ساتھ صرف اسی قدر داخل ہے اور ذکر کے متصل وہ سخت بدن جو بال اُگنے کا مقام ہے جسے عربی میں عانہ کہتے ہیں اس میں شامل نہیں یہاں تک کہ صرف مقدار اول کی چوتھائی کھلنی مفسدِ نماز نہ ہو اگرچہ عانہ کے ساتھ ملا کر دیکھیں تو چہارم سے کم رہے یا عانہ بمیت ناف سے نیچے جس قدر جسم رانوں اور ذکر اور چوتڑوں کے شروع تک باقی رہا سب مل کر ایک عورت ہے یہاں تک کہ افسادِ نماز کے لئے اس مجموع کی چوتھائی درکار ہو اور مقدار اوّل کا ربع کفایت نہ کرے؟ جتنی کتب فقہ اس وقت فقیر کے پیشِ نظر ہیں اُن میں کہیں اس تنقیح کی طرف توجہ خاص نہ پائی اور بنظرِ ظاہر کلماتِ علما مختلف سے نظر آتے ہیں مگر بعد غور و تعمق اظہر و اشبہ امر ثانی ہے یعنی یہ سب بدن مل کر ایک ہی عورت ہے، تو یوں سمجھئے کہ چار اطراف بدن میں اس سے ملے ہوئے جو عضو ہیں مثلاً ران و سُرین و ذکر، اُن کا آغاز تو معلوم ہی ہے اُن سے اُوپر اوپر ناف کے کنارہ زیریں اور سارے دور میں اس کنارے کی سیدھ تک جتنا جسم باقی رہا اُس سب کا مجموعہ عضو واحد ہے اور اسی طرف علامہ حلبی و علامہ طحطاوی و علامہ شامی رحمہم اللہ تعالٰی کا کلام مذکور ناظر کہ انھوں نے عانہ عضو جداگانہ نہ ٹھہرایا ورنہ تقدیر اول پر اس قدر ٹکڑا اس میں داخل نہ تھا اور اُس کا ران و ذکر میں داخل نہ ہونا خود ظاہر، تو واجب تھا کہ اس پارہ جسم یعنی عانہ کو نواں عضو شمار فرماتے۔ اس مقام کی تحقیق کامل بقدر قدرت فقیر غفر اللہ تعالٰی لہ نے اپنے رسالہ مذکورہ الطرۃ فی سترالعورۃ میں ذکر کی یہاں ان شاء اللہ تعالٰی اسی قدر کافی کہ عانہ اور عانہ سے اوپر ناف تک سارا جسم جسمِ واحد ہے کہ حقیقۃً وحساً وحکماً سب طرح متصل، تو اُسے دو عضو مستقل ٹھہرانے کی کوئی وجہ نہیں۔ ہدایہ میں ہے :

عندنا هما (یعنی اللحیین وهما العظمان الذان علیهما منابة الاسنان) من الوجه لاتصالهما به من غیر فاصلة۔[1]

ہمارے نزدیک یہ دونوں (یعنی دونوں جبڑے، یہ وہ دونوں ہڈیاں ہیں جن پر دانت قائم ہیں) چہرہ ہی کا حصّہ ہیں کیونکہ ان دونوں کا چہرے کے ساتھ اتصال بغیر فاصلہ کے ہے (ت)

---

[1] الہدایہ کتاب الدیات فصل فی الشجاج مطبوعہ مطبع یوسفی لکھنؤ ۵۸۸/۴

ف : قوسین سے باہر کی عبارت ہدایہ کی ہے۔ نذیر احمد سعیدی

marfat.com

یہ تو بحمداللہ دلیل فقہی ہے اور خاص جزئیہ کی تصریح وہ ہے کہ جواہر الاخلاطی میں فرمایا:

اذا انکشف ما بین سرتہ وعورتہ ان کان ربعا فسدت صلوتہ لان ما بینھما عضو کامل اریدمنہ حول جمیع البدن فاذا انکشف ربعہ کان فاحشا[1] اھ۔

اگر نمازی کی ناف اور شرمگاہ کا درمیان کُھل گیا (کشف ہوگیا) اگر وہ چوتھائی ہو تو نماز فاسد ہوجائے گی کیونکہ ان دونوں کا درمیانی حصہ عضو کامل ہے اس سے مراد تمام بدن کا اردگرد لیا ہے، پس جب اس کا چوتھائی کُھل جائے تو یہ کشف فحش ہوگا اھ (ت)

دیکھو ناف کے نیچے سے ذکر کے آغاز تک سارے بدن کو ایک عضو ٹھہرایا، یہ نص جلی ہے اور باقی عبارات علما محتمل، تو اسی پر اعتماد، اسی پر عمل، مالم یظھر الاقوی فی المحل والعلم بالحق عند الملک الاجل (جب تک اس بارے میں اس سے قوی دلیل ظاہر نہیں ہوگی، باقی قطعی علم اس ذات کے پاس ہے جو مالک و بزرگ تر ہے۔ ت)

مقام دوم: فقیر غفراللہ لہ نے اس مسئلہ کی تحقیق کے لئے جامع[1] صغیر امام محمد و قدوری[2] امام ابوالحسن و وافی[3] امام حافظ الدین نسفی و کنز[4] الدقائق و وقایۃ[5] الروایہ امام تاج الشریعۃ و نقایہ[6] امام صدرالشریعۃ و منیۃ[7] المصلی و اصلاح[8] ابن کمال باشا و ملتقی[9] الابحر علامہ ابراہیم حلبی و اشباہ[10] علامہ زین العابدین مصری و تنویر[11] الابصار علامہ عبداللہ محمد بن عبداللہ غزی و نور[12] الایضاح علامہ حسن شرنبلالی و ہدایہ[13] امام علی بن ابی بکر برہان الدین فرغانی و کافی[14] امام ابوالبرکات عبداللہ بن احمد سغدی و شرح[15] وقایہ امام عبیداللہ بن مسعود محبوبی و تبیین[16] الحقائق امام فخرالدین زیلعی و فتح[17] القدیر امام محقق علی الاطلاق محمد بن الہمام و حلیہ[18] امام محمد بن محمد ابن امیر الحاج حلبی و ایضاح[19] علامہ احمد بن سلیمٰن وزیر رومی و ذخیرۃ[20] العقبٰی علامہ یوسف بن جنید چلپی و غنیہ[21] علامہ برہان الدین حلبی و صغیری[22] شرح منیۃ المصلی و شرح[23] نقایہ علامہ عبدالعلی برجندی ہروی و جامع[24] الرموز علامہ شمس الدین محمد قہستانی و بحر[25] الرائق علامہ زین بن ابراہیم مصری و مراقی[26] الفلاح علامہ ابوالاخلاص ابن عمار مصری و درمختار[27] محقق محمد بن علی دمشقی و غمز[28] العیون علامہ سیدی احمد حموی و مجمع[29] الانہر علامہ شیخی زادہ قاضی رومی و حاشیہ[30] مراقی للعلامۃ السید احمد المصری و حاشیہ[31] درمختار للعلامۃ السید الطحطاوی و رد[32] المحتار علامہ محقق سیدی امین الدین محمد بن عابدین شامی و فتاوٰی[33] خانیہ امام اجل ابوالمحاسن فخرالدین اوزجندی و خلاصہ[34] امام طاہر بن احمد بن عبدالرشید بخاری و جواہر[35] الاخلاطی علامہ برہان الدین ابراہیم بن ابی بکر محمد حسینی و خزانۃ[36] المفتین و فتاوٰی[37] خیریہ و عقود[38] الدریہ و فتاوٰی[39] رحمانیہ و فتاوٰی ہندیہ وغیرہا کتب فقہ متون

---

[1] جواہر الاخلاطی فصل فی الفرائض الخارجیۃ عن الصلوٰۃ قلمی نسخہ ص ۲۰

marfat.com

وشروح وفتاوٰی جس قدر فقیر کے پاس ہیں سب کی مراجعت کی سوا دو حاشیہ طحطاوی وشامی کے اس تعداد ہشت میں حصر کا نشان کہیں نہ پایا، علمائے کرام رحمہم اللہ تعالٰی بدایت ونہایت عورت کی حدیں بتاگئے اور بعض بعض اعضاء کو جُدا جُدا بھی ذکر فرما گئے پھر کسی کتاب میں صرف دو تین عضو ذکر کئے،کسی میں چار پانچ کسی میں کوئی، مگر استیعاب نہ فرمایا، نہ پورا شمار بتایا۔ ہاں اس قدر ضرور ہے کہ متفرق کتابوں سے سب کو جمع کیجئے تو بیان میں یہی آٹھ آئے ہیں، غالباً اسی پر نظر فرما کر علامہ حلبی رحمہ اللہ تعالٰی نے آٹھ میں حصر فرمادیا اور سیدین فاضلین نے اُن کا اتباع کیا خود عبارت علامۂ شامی قدس سرہ السامی دلیل ہے کہ یہ تعداد علامۂ حلبی کی استخراج کی ہوئی ہے یعنی اُن سے پہلے علماء نے ذکر نہ فرمائی، حیث قال بعد تمام الکلام بتعداد اعضاء العورۃ فی الامۃ والحرۃ کذا حررہ ح[1]ھ (کیونکہ انھوں نے لونڈی اور آزاد عورت کے اعضاء ستر کی تعداد پر گفتگو کی تکمیل کے بعد کہا ہے اسی طرح اس تعداد کو علامہ حلبی نے تحریر کیا ہے اھ۔ت) مگر فقیر غفر اللہ تعالٰی لہ کو اس شمار میں کلام ہے کہ وُہ بدن جو دُبر واُنثیین کے درمیان ہے اس گنتی میں نہ آیا نہ اُسے عورت ہشتم کے توابع سے قرار دے سکتے ہیں کہ بیچ میں دو مستقل عورتیں یعنی ذکر واُنثیین فاصل ہیں، ہدایہ میں فرمایا:

لاوجہ الی ان یکون (یعنی الساعد) تبعاللاصابع لان بینہما عضوا کاملا[2]۔

اس کی کوئی وجہ (دلیل) نہیں کہ (بازو) انگلیوں کے تابع ہو کیونکہ ان دونوں کے درمیان ایک عضو کامل ہے۔(ت)

امام نسفی نے کافی شرح وافی میں فرمایا:

اماالساعد فلایتبعھا (یعنی الاصابع) لانہ غیر متصل بھا[3]۔

بازو ان (یعنی انگلیوں) کے تابع نہیں ہوسکتا کیونکہ وہ ان کے ساتھ متصل نہیں ہے(ت)

نہ یہ صحیح کہ اسے دو حصّے کرکے دُبر واُنثیین میں شامل مانیے کہ مذہب صحیح پر تنہا اُنثیین عضو کامل ہیں یونہی صرف حلقۂ دُبر عضوِ مستقل ہے کہ اُن کے گرد سے کوئی جسم ان کے ساتھ نہ ملایا جائے گا، ملتقی الابحر میں ہے:

کشف ربع عضو ھو عورۃ یمنع کالذکر بمفردہ والانثیین وحدھما وحلقۃ الدبر بمفردھا[4]۔

ایسا عضو جو سترگاہ میں داخل ہے اس کا چوتھائی کُھل جانا نماز سے مانع ہے مثلاً عضو مخصوص تنہا، تنہا خصیتین اور تنہا حلقۂ دُبر۔(ت)

---

[1] ردالمحتار باب شروط الصلوٰۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۳۰۱

[2] الہدایہ کتاب الدیات فصل فی دیۃ اصابع الید وغیرہا مطبوعہ یوسفی لکھنؤ ۴/۵۸۹

[3] کافی شرح وافی

[4] ملتقی الابحر باب شروط صحۃ الصلوٰۃ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت ۱/۶۶

marfat.com

خزانۃ المفتین میں ہے:

الذکر عضو بانفرادہ وکذا الانثیان وھذا ھو الصحیح[1]۔

ذکر تنہا عضو ہے اور اسی طرح خصیتین بھی، اور یہی صحیح ہے۔ (ت)

صغیری شرح منیہ میں ہے:

انکشاف ربع الذکر وحدہ او ربع الانثیین بمفردھما یمنع جوازھا[2]۔

تنہا ذکر (عضو مخصوص) کی چوتھائی یا تنہا خصیتین کی چوتھائی کا کھل جانا جوازِ نماز سے مانع ہے۔ (ت)

اسی میں ہے:

حلقۃ الدبر عضو بمفردھا وکلھا لاتزید علی قدر الدرھم[3]۔

حلقۂ دُبُر تنہا عضو ہے اور یہ تمام کا تمام قدر درہم سے زیادہ نہیں ہے۔ (ت)

غنیہ شرح کبیر منیہ میں ہے:

القبل والدبر اذا انکشف من احدھما ربعہ وان کان اقل من قدر الدرھم یمنع جواز الصلٰوۃ[4] اھ ملخصا۔

قبل اور دُبر میں سے کسی ایک کا جب چوتھائی حصّہ کُھل جائے اگرچہ وہ قدر درہم سے کم ہو جوازِ نماز سے مانع ہوگا اھ ملخصاً (ت)

کافی میں ہے:

کشف ربع ساقھا یمنع جواز الصلاۃ وکذا الدبر والذکر والانثیان حکمھا کحکم الساق والکرخی اعتبر فی الدبر قدر الدرھم والدبر لایکون اکثر من قدر الدرھم فھذا یقتضی جواز الصلٰوۃ وان کان کل الدبر مکشوفا وھو تناقض[5] اھ ملتقطا

عورت کی پنڈلی کا چوتھائی حصّہ کھل جانا جوازِ نماز سے مانع ہے اور اسی طرح دُبر و ذکر اور خصیتین ہیں ان میں سے ہر ایک کا حکم پنڈلی کی طرح ہے۔ امام کرخی نے دبر میں قدرِ درہم (کے انکشاف) کا اعتبار کیا ہے حالانکہ دبر قدر درہم سے زائد نہیں ہوتا تو اس قول کا تقاضا یہ ہے کہ اگرچہ تمام دبر ننگی ہو پھر بھی نماز ہوجائیگی اور یہ تناقض ہے اھ ملتقطا (ت)

---

[1] خزانۃ المفتین — فصل فی ستر العورۃ — قلمی نسخہ — ۱/۲۲

[2] و [3] صغیری شرح منیۃ المصلی — الشرط الثالث — مطبوعہ مجتبائی دہلی — ص ۱۱۹

[4] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی — ؍؍ — ؍؍ سہیل اکیڈمی لاہور — ص ۲۱۳

[5] کافی شرح وافی

marfat.com

حلیہ میں ہے:

غلطوہ بان ھذا التغلیظ یؤدی الی التخفیف او الاسقاط لان من الغلیظۃ مالیس باکثر من قدر الدرھم فیؤدی الی ان کشف جمیعہ لایمنع وقد اجیب عنہ بانہ قد قیل بان الغلیظۃ القبل والدبر مع حولھما فیجوز کونہ اعتبر ذلک فلایرد علیہ ما قالوا ویدفعہ ماتقدم من ان الصحیح ان کلا من الذکر والخصیتین عضو مستقل وکذلک الصحیح ان کلا من الالیتین والدبر عضو مستقل فلا یتم ذلک الاعتبار[1] اھ مختصرا۔

انھوں نے غلط کہا ہے کہ یہ تغلیظ تخفیف یا اسقاط کا سبب ہے کیونکہ بعض عورت غلیظہ ایسی ہیں جو قدر درہم سے زیادہ نہیں تو اس سے لازم آتا ہے کہ ایسے عضو کا تمام کا تمام ننگا ہونا نماز سے مانع نہ ہوگا، اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ ایک قول یہ ہے کہ قُبل، دُبر اور ان دونوں کا اردگرد (سب مل کر) غلیظہ ہے، پس اب امام کرخی کے قول قدر درہم کا اعتبار درست ہوگا اور فقہا نے جو اعتراض کیا ہے وُہ وارد نہ ہوگا۔ اس کا دفاع گزشتہ گفتگو سے ہوجاتا ہے کہ صحیح قول یہی ہے کہ ذکر (عضو مخصوص) اور خصیتین میں سے ہر ایک مستقل عضو ہے اور اسی طرح صحیح قول کے مطابق دبر اور سرین میں سے ہر ایک مستقل عضو ہے اب وہ (قدر درہم کا) اعتبار درست نہ ہوگا اھ مختصراً (ت)۔

اسی طرح تبیین وغیرہ میں تصریح فرمائی، فقیر غفراللہ لہ نے اپنے رسالہ مذکورہ میں اس بحث کی بحمد اللہ تنقیح بالغ بمالا مزید علیہ ذکر کی اور اُس میں ثابت کردیا کہ افاضل ثلثہ قدست اسرارہم کا ذکر و دُبر و اُنثیین کے ساتھ لفظ حول زائد کرنا بیکار بلکہ موہم واقع ہوا اور جب ثابت ہولیا کہ یہ جسم یعنی ما بین الدبر والانثیین اُن آٹھوں عورتوں سے کسی میں شامل اور کسی کا تابع نہیں ہوسکتا اور وُہ بھی قطعاً ستر عورت میں داخل تو واجب کہ اُسے عضو جدا گانہ شمار کیا جائے مرد میں عدد اعضائے عورت نو قرار دیا جائے اور کتب مذکورہ میں اُس کا عدمِ ذکر ذکرِ عدم نہیں کہ آخر اُن میں نہ استیعاب کی طرف ایما نہ کسی تعداد کا ذکر، وہ ستر عورت کی دونوں حدیں ذکر فرما چکے اور اتنے اعضا کے استقلال وانفراد پر بھی تصریحیں کر گئے تو جو باقی رہا لاجرم عضو مستقل قرار پائے گا،

فلیفھم ولیتامل لعل اللہ یحدث بعد ذلک امرا ھذا ما عندی والعلم بالحق

سمجھو اور غور کرو شاید اللہ تعالٰی اس کے بعد کسی آسان امر کو پیدا فرما دے، یہ میری تحقیق ہے اور

---

[1] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

marfat.com

عندربی۔ حق کا علم میرے رب کے پاس ہے (ت)

فقیر غفراللہ تعالٰی لہ نے سہولتِ حفظ کے لئے اس مطلب کو چار شعر میں نظم کیا اور ذکرِ اعضا میں ترتیب بھی وہی ملحوظ رہی۔ ان اشعار میں مرد کے لئے ستر عورت کی حدیں بھی بتائی گئیں وہ بھی اس تصریح سے کہ ناف خارج اور زانو داخل اور وہ مقدار بھی بتادی گئی جس قدر کا کھلنا مذہبِ مختار پر مفسد ہے پھر یہ تفرقہ بھی کہ بالقصد کھولنے میں فوراً نماز فاسد ہوگی اور بلا قصد میں مقدار ادائے رکن تک کھلنا چاہئے، اس میں یہ بھی بتا دیا گیا کہ مذہبِ مختار پر حقیقۃً ادائے رکن شرط نہیں، پھر اس مذہبِ صحیح کی طرف بھی ایماء ہے کہ ذکر و اُنثیین و دُبر و ہر سرین تنہا تنہا عضو کامل ہیں اور یہ مذہب صحیح بھی ظاہر کردیا گیا کہ ہر گھٹنا اپنی ران کا تابع ہے، اور جو عضو فقیر نے زائد کیا اُس میں یہ اشارہ بھی کردیا کہ اس جزئیہ کی تصریح نہ پائی اور عورت زیرِ ناف میں یہ بھی مصرح ہوگیا کہ سب جوانب بدن سے مراد ہے اور نیز یہ بھی کہ عانہ اس میں داخل ہے ولہٰذا اسے بھی لفظ ظاہراً کے نیچے رکھا۔ بحمداللہ مختصر بحر کی چار بیتوں میں اس قدر فوائد کثیرہ کے ساتھ لطف یہ ہے کہ بعنایت الٰہی کوئی حرف حشو و مصرع پرکن نہیں نہ کہیں ادائے مطلب میں ایجاز مخل واقع ہُوا والحمد للہ رب العٰلمین وہ اشعار آبدار یہ ہیں:

ستر عورت بمرد نہ عضو ست ... از تہِ ناف تا تہِ زانو
ہرچہ ربعش بقدر رکن کشود ... یاکشودے دمے نماز مجو
ذکر و اُنثیین و حلقۂ بس ... دو سرین ہر فخذ بزانوئے او
ظاہراً فصل اُنثیین و دُبر ... باقی زیرِ ناف از ہر سُو

گویا یہ سارا فتوٰی ان چار شعر کی شرح ہے واللہ سبحٰنہ و تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۹۱ مسئولہ مرزا باقی بیگ صاحب رامپوری ۲۸ ذیقعدہ ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عورت آزاد کے بدن میں کَے عضوِ عورت ہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

زنِ آزاد کا سارا بدن سر سے پاؤں تک سب عورت ہے مگر منہ کی ٹکلی اور دونوں ہتھیلیاں کہ یہ بالاجماع اور عبارتِ خلاصہ سے مستفاد کہ ناخنِ پا سے ٹخنوں کے نیچے جوڑ تک پشتِ قدم بھی بالاتفاق عورت نہیں، تلووں اور پشت کف دست میں اختلافِ تصحیح ہے اصل مذہب یہ کہ وُہ دونوں بھی عورت ہیں تو اس تقدیر پر صرف پانچ ٹکڑے مستثنٰی ہوئے: منہ کی ٹکلی، دونوں ہتھیلیاں، دونوں پشتِ پا۔ ان کے سوا سارا بدن عورت ہے اور وہ تیس عضووں پر مشتمل کہ اُن میں جس عضو کی چوتھائی کھلے گی نماز کا وہی حکم ہوگا جو ہم نے پہلے فتوے میں

marfat.com

اعضائے عورتِ مرد کی نسبت لکھا وُہ تیئس عضو یہ ہیں،

(۱) سر یعنی طول میں پیشانی کے اُوپر سے گردن کے شروع تک اور عرض میں ایک کان سے دوسرے کان تک جتنی جگہ پر عادۃً بال جمتے ہیں۔

(۲) بال یعنی سر سے نیچے جو لٹکے ہوئے بال ہیں وہ جدا عورت ہیں۔

(۳ و ۴) دونوں کان۔

(۵) گردن جس میں گلا بھی شامل ہے۔

(۶ و ۷) دونوں شانے یعنی جانب پُشت کے جوڑ سے شروع بازو کے جوڑ تک۔

(۸ و ۹) دونوں بازو یعنی اُس جوڑ سے کہنیوں سمیت شروع کلائی کے جوڑ تک۔

(۱۰ و ۱۱) دونوں کلائیاں یعنی کہنی کے اُس جوڑ سے گٹّوں کے نیچے تک۔

(۱۲ و ۱۳) دونوں ہاتھوں کی پشت۔

(۱۴) سینہ یعنی گلے کے جوڑ سے دونوں پستان کی زیریں تک۔

(۱۵ و ۱۶) دونوں پستانیں جبکہ اچھی طرح اُٹھ چکی ہوں یعنی اگر ہنوز بالکل نہ اٹھیں یا خفیف نوخاستہ ہیں کہ ٹوٹ کر سینہ سے جُدا عضو کی صورت نہ بنی ہو تو اس وقت تک سینہ ہی کے تابع رہیں گی الگ عورت نہ گنی جائیں گی اور جب اُبھار کی اُس حد پر آجائیں کہ سینہ سے جُدا عضو قرار پائیں تو اس وقت ایک عورت سینہ ہوگا اور دو عورتیں یہ، اور وُہ جگہ کہ دونوں پستان کے بیچ میں خالی ہے اب بھی سینہ میں شامل رہے گی۔

(۱۷) پیٹ یعنی سینہ کی حد مذکور سے ناف کے کنارۂ زیریں تک، ناف پیٹ ہی میں شامل ہے۔

(۱۸) پیٹھ یعنی پیٹ کے مقابل پیچھے کی جانب محاذات سینہ کے نیچے سے شروع کمر تک جتنی جگہ ہے۔

(۱۹) اُس کے اُوپر جو جگہ پیچھے کی جانب دونوں شانوں کے جوڑوں اور پیٹھ کے بیچ میں سینہ کے مقابل واقع ہے ظاہر اً جدا عورت ہے، ہاں بغل کے نیچے سے سینہ کی حد زیریں تک دونوں کروٹوں میں جو جگہ ہے اُس کا اگلا حصہ سینہ میں شامل ہے اور پچھلا اسی سترھویں عضو یا شانوں میں اور زیر سینہ سے شروع کمر تک جو دونوں پہلو ہیں اُن کا اگلا حصہ پیٹ اور پچھلا پیٹھ میں داخل ہے۔

(۲۰ و ۲۱) دونوں سرین یعنی اپنے بالائی جوڑ سے رانوں کے جوڑ تک۔

(۲۲) فرج

(۲۳) دُبر

marfat.com

(۲۴ و ۲۵) دونوں رانیں یعنی اپنے بالائی جوڑ سے زانوؤں کے نیچے تک دونوں زانو بھی رانوں میں شامل ہیں۔

(۲۶) زیرِ ناف کی نرم جگہ اور اُس کے متصل و مقابل جو کچھ باقی ہے یعنی ناف کے کنارۂ زیریں سے ایک سیدھا دائرہ کمر پر کھینچے اس دائرے کے اُوپر اوپر تو سینہ تک اگلا حصہ پیٹ اور پچھلا پیٹھ میں شامل تھا اور اس کے نیچے نیچے دونوں سُرین اور دونوں رانوں کے شروع جوڑ اور دُبر فرج کے بالائی کنارے تک جو کچھ حصہ باقی ہے سب ایک عضو ہے عانہ یعنی بال جمنے کی جگہ بھی اسی میں داخل ہے۔

(۲۷ و ۲۸) دونوں پنڈلیاں یعنی زیرِ زانو سے ٹخنوں تک۔

(۲۹ و ۳۰) دونوں تلوے۔ فی تنویر الابصار والدر المختار (تنویر الابصار اور دُرمختار میں ہے:)

عورۃ (للحرۃ) ولو خنثی (جمیع بدنھا) حتی شعرھا النازل فی الاصح (خلا الوجہ والکفین) فظھر الکف عورۃ علی المذھب (والقدمین) علی المعتمد[۱] اھ وفی الخلاصۃ المرأۃ اذا لم تستر ظھر قدمھا تجوز صلاتھا وبطن الکف والوجہ علی ھذا لان ھذہ الثلثۃ منھا لیست بعورۃ وبطن قدمھا ھل ھی عورۃ فیہ روایتان والتقدیر فیہ بربع بطن القدم فی روایۃ الاصل وفی روایۃ الکرخی لیس بعورۃ[۲] اھ ملخصا وبھذا التفصیل بین ظھر القدم وبطنھا جزم المحقق علی الاطلاق فی مقدمتہ زاد الفقیر وقال العلامۃ الغزی صاحب التنویر فی شرحھا اعانۃ الحقیر اقول فاستفید من کلام الخلاصۃ ان الخلاف انما ھو فی

آزاد عورت اگرچہ خنثیٰ ہو اس کا ستر تمام بدن ہے حتی کہ اسکے لٹکتے ہوئے بال بھی اصح مذہب پر، مگر چہرہ، دونوں ہتھیلیاں اور دونوں قدم معتمد قول کے مطابق ستر نہیں۔ ہتھیلی کی پشت صحیح مذہب کے مطابق ستر میں شامل ہے اھ خلاصہ میں ہے کہ اگر کسی عورت نے اپنی پشتِ قدم کو نہ ڈھانپا تو اس کی نماز جائز ہے اور ہتھیلی کے اندرونی حصے اور چہرے کا بھی یہی حکم ہے کیونکہ عورت کی یہ تینوں چیزیں ستر میں شامل نہیں، عورت کے پاؤں کا اندرونی حصہ ستر ہے یا نہیں؟ اس میں دو روایتیں ہیں، روایتِ اصل میں تلووں کی چوتھائی کھلنے کو مانع نماز قرار دیا اور امام کرخی کی روایت میں ہے یہ شاملِ ستر نہیں ہے اھ ملخصا، ظاہر قدم اور باطن قدم کے درمیان اسی تفصیل پر محقق علی الاطلاق امام ابن ہمام نے اپنے مقدمہ زاد الفقیر میں جزم کیا ہے، اس کی شرح اعانۃ الحقیر میں صاحب التنویر علامہ غزی نے کہا میں کہتا ہُوں خلاصہ کی گفتگو سے پتا چلتا ہے کہ عورت کے

---

[۱] درمختار شرح تنویر الابصار باب شروط الصلوٰۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۶۶

[۲] خلاصۃ الفتاوٰی الفصل السادس فی ستر العورۃ " نولکشور لکھنؤ ۱/۷۴

marfat.com

باطن القدم واما ظاهرہ فلیس بعورۃ بلاخلاف[1] الخ وفی الھندیۃ عن الخلاصۃ ثدی المرأۃ ان کانت صغیرۃ ناھدۃ فھو تبع لصدرھا وان کانت کبیرۃ فھو عضو علیحدۃ[2] اھ

پاؤں کے تلوے میں اختلاف ہے، رہا معاملہ ظاہر قدم کا تو وُہ بالاتفاق ستر میں شامل نہیں الخ اور فتاوی ہندیہ میں خلاصہ کے حوالے سے ہے کہ اگر لڑکی چھوٹی نوخاستہ پستانوں والی ہو تو اس کے پستان سینے کے تابع ہوں گے اور اگر بڑی ہو تو پستان الگ الگ مستقل عضو ہوں گے۔

اقول اما ما بین الثدیین فقد کان ھو وموضع الثدیین جمیعا من الصدر قبل انکسارھما اما ھما فقد انحازتا بالانکسار فبقی ما بینھما داخلا فی الصدر کما کان وھو ظاھر، اما تبعیۃ السرۃ للبطن فلانا نرٰھا تتبعہ فی شمول حکم الستر وعدمہ، فبطن الرجل لما لم یکن عورۃ لم تکن عورۃ، من الامۃ مع ظھرھا وبطنھا ما نصہ (الشامی) البطن ما لان من المقدم والظھر ما یقابلہ من المؤخر کذا فی الخزائن وقال الرحمتی الظھر ما قابل البطن من تحت الصدر الی السرۃ "جوھرۃ" ای فما حاذی الصدر لیس من الظھر

اقول (میں کہتا ہوں) وُہ جو دو پستانوں کے درمیان کی جگہ ہے تو اس بارے میں مسئلہ یہ ہے کہ پستانوں کے ڈھلکنے سے پہلے پستانوں کی جگہ اور پستان کے درمیان کی جگہ سینے ہی کا حصّہ تھے پھر پستان ڈھلکنے سے جُدا عضو بن گئے تو پستانوں کے درمیان کی جگہ جس طرح پہلے سینہ میں شامل تھی ویسے ہی سینے میں داخل رہے گی یہ بات تو ظاہر ہے، باقی ناف بطن کے تابع اس لئے ہے کہ وہ ستر اور عدمِ ستر کے حکم میں شامل ہونے میں پیٹ کے تابع ہے، تو بطنِ مرد جب ستر میں شامل نہیں تو مرد کی ناف بھی ستر میں شامل نہ ہوگی لیکن لونڈی کی پشت اور بطن دونوں ستر میں شامل ہیں جیسا کہ اس بارے میں شامی نے تصریح کی ہے بطن (پیٹ) وہ ہے جو آگے کی طرف نرم حصّہ ہے اور ظہر (پشت) اس کے مقابل پچھلا حصہ ہے کذا فی الخزائن۔ شیخ رحمتی نے کہا ظہر (پشت) سے مراد جسم کا وہ حصّہ ہے جو سینے سے نیچے ناف تک پیٹ کے مقابل ہے، جوہرۃ۔ یعنی جسم کا وہ

---

[1] رد المحتار بحوالہ اعانۃ الحقیر باب شروط الصلوٰۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۲۹۸

[2] فتاوی ہندیۃ الباب الثالث فی شروط الصلوٰۃ " نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۵۹

marfat.com

الذی ھو عورۃ[1] اھ و فی حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح اما الجنب فانہ تبع للبطن کذا فی القنیۃ والاوجہ ان مایلی البطن تبع لہ کما فی البحر یعنی ومایلی الظھر تبع لہ کما فی تحفۃ الاخیار[2] اھ و فی ط علی الدر المختار ان کانت امۃ فاعضاء عورتھا ثمانیۃ ایضا، الفخذان والالیتان والقبل والدبر وماحولھما والبطن و الظھر ومایلیھما من الجنبین و یزاد فی الحرۃ الساقان مع الکعبین و الثدیان المنکسران والاذنان والعضدان مع المرفقین والذراعان مع الرسغین والکتفان وبطنا قدمیھا فی روایۃ الاصل و الصدر والرأس والشعر والعنق وظھر الکفین فھی ثمانیۃ وعشرون عضوا[3] اھ قال ش کذا حررہ ح اھ[4]۔

حصّہ جو سینے کے مقابل ہو وہ اس پشت کا ایسا حصہ نہیں جو ستر میں شامل ہے اھ۔ حاشیہ طحطاوی علی مراقی الفلاح میں ہے جانب پہلو بطن کے تابع ہے قنیہ میں اسی طرح ہے، اور اوجہ (بہتر) یہ ہے کہ جو حصہ پہلو کا بطن کے ساتھ متصل ہے وہ بطن کے تابع ہے کما فی البحر۔ یعنی جو پشت کے ساتھ ملنے والا حصہ ہے وُہ پشت کے تابع ہے کما فی تحفۃ الاخیار اھ۔ طحطاوی علی الدر المختار میں ہے اگر خاتون لونڈی ہو تو اس کے بھی اعضاءِ ستر آٹھ ہیں دونوں رانیں، دونوں سُرین، قُبل، دُبر اور ان کا اردگرد، پیٹ، پشت اور اُن دونوں سے متصل پہلو۔ اور آزاد عورت میں ان اعضا کا اضافہ ہے دونوں پنڈلیاں ٹخنوں سمیت، ڈھلکے ہوئے دونوں پستان دونوں کان، دونوں بازو کہنیوں سمیت (مونڈھے تک)، دونوں کلائیاں یعنی کہنی کے جوڑ سے گٹوں کے نیچے تک، دونوں کاندھے، اور روایتِ اصل کے مطابق عورت کے دونوں قدموں کے تلوے، سینہ، سر، بال، گردن، دونوں ہاتھوں کی پشت یہ تمام اٹھائیس اعضاء ہیں اھ شامی نے کہا کہ امام حلبی نے اسی طرح تحریر کیا ہے اھ (ت)

اقول فانھم رحمھم اللہ تعالٰی ترکوا عضوان الاول ماتحت السرۃ الی العانۃ ومایحاذیہ من کل جانب فان

اقول (میں کہتا ہوں) ان اسلاف رحمہم اللہ تعالٰی نے دو اعضاء کا ذکر نہیں کیا پہلا جسم کا وہ حصہ جو ناف سے زیر ناف تک اور ہر جانب سے اس کے

---

[1] ردالمحتار — باب شروط الصلوٰۃ — مطبوعہ مصطفٰی البابی مصر ۱/۲۹۷

[2] حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح — فصل فی المتعلقات الشروع الخ — مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۱۲۱

[3] حاشیۃ الطحطاوی علی الدرالمختار — باب شروط الصلوٰۃ — مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت ۱/۱۹۱

[4] ردالمحتار — باب شروط الصلوٰۃ — مطبوعہ مصطفٰی البابی مصر ۱/۳۰۱

marfat.com

هذا غیر داخل فی البطن والظهر لانه عورۃ من الرجل دونهما ولا فی الفرجین والالیتین لکنه عورۃ بحیالہ فی الرجل فکیف فیها فهذا فاتهم فی الامۃ والحرۃ جمیعا والاٰخر ما یحاذی الصدر من خلف الی مبدأ الظهر فان الظهر کما علمت لایشمله ولا الکتفان ولا العنق کما لایخفی ولاشک انه عورۃ من الحرۃ فوجب ان یکون عضوا مستقلا منها فتمت لها ثلثون وباللہ التوفیق۔

مدِ مقابل ہے، اس لئے کہ یہ حصہ بطن اور پشت میں شامل نہیں اس لئے مرد کا یہ حصہ ستر میں شامل ہے، جبکہ بطن و پشت دونوں اس کے ستر میں شامل نہیں، اور یہ حصہ دونوں فرجوں (قبل و دبر) اور سرین کے دونوں حصوں میں بھی شامل نہیں لیکن ہر حال میں مرد کا ستر ہے تو عورت کا ستر کیوں نہ ہوگا، ایک عضو یہ ہے جس کا ذکر لونڈی اور آزاد عورت دونوں کے بارے میں اسلاف سے رہ گیا۔ دوسرا عضو جسم کا وہ حصہ ہے جو سینے کے مقابل پیچھے سے ابتدائے پشت تک ہے کیونکہ آپ کو معلوم ہے کہ یہ حصہ پشت میں شامل نہیں اور نہ ہی دونوں کاندھوں اور گردن میں شامل ہے، جیسا کہ مخفی نہیں، اس کے باوجود بلاشک آزاد عورت کے جسم کا یہ حصہ ستر میں شامل ہے لہٰذا اس کو بھی عورت کا مستقل عضو شمار کرنا ثابت ہوگیا تو اب ان اعضاء کی تعداد تیس ہوگئی وباللہ التوفیق۔ (ت)

تنبیہ اوّل: ملاحظہ حلیہ وغنیہ وبحر وردالمحتار وغیرہا سے ظاہر کہ قدمِ حرہ میں ہمارے علماء رضی اللہ تعالٰی عنہم کو اختلافِ شدید مع اختلاف تصحیح ہے، بعض کے نزدیک مطلقاً عورت ہے، امام اقطع نے شرح قدوری اور امام قاضی خاں نے اپنے فتاوٰی میں اسی کی تصحیح اور حلیہ میں بدلیل احادیث اسی کی ترجیح کی، امام اسبیجابی و امام مرغینانی نے اسی کو اختیار فرمایا۔ بعض کے نزدیک اصلاً عورت نہیں۔ امام برہان الدین نے ہدایہ اور امام قاضی خاں نے شرح جامع صغیر اور امام نسفی نے کافی میں اسی کی تصحیح فرمائی، اسی کو محیط میں اختیار کیا اور دُرمختار میں معتمد اور مراقی الفلاح میں اصح الروایتین کہا، کنز وغیرہ اکثر متون کتاب الصلوٰۃ میں اسی طرف ناظر ہیں، بعض کے نزدیک بیرونِ نماز عورت ہیں نماز میں نہیں، یعنی اجنبی کو اُن کا دیکھنا حرام مگر نماز میں کھل جانا مفسد نہیں، اختیار شرح مختار میں اسی کی تصحیح فرمائی۔ پھر کلامِ خلاصہ وغیرہا سے مستفاد کہ یہ اختلافات صرف تلووں میں ہیں پشتِ قدم بالاتفاق عورت نہیں، مگر کلام علامہ قاسم وحلیہ وغنیہ وغیرہا سے ظاہر کہ وہ بھی مختلف فیہ ہے اور شک نہیں کہ بعض احادیث اس کے عورت ہونے کی طرف ناظر کما یظهر بمراجعۃ الحلیۃ وغیرها (جیسا کہ حلیہ وغیرہ کے مطالعہ سے یہ ظاہر ہو جائے گا۔ ت) تو اگر زیادت احتیاط کی طرف نظر کی جائے تو نہ صرف تلووں بلکہ ٹخنوں کے نیچے سے ناخنِ پا تک سارے پاؤں کو عورت سمجھا جائے، یُوں بھی شمارِ اعضا

marfat.com

تین ہی رہے گا اور اگر آسانی پر عمل کریں تو سارے پاؤں عورت سے خارج ہو کر اعضا اٹھائیس ہی رہیں گے۔ آدمی ان معاملات میں مختار ہے جس قول پر چاہے عمل کرے۔

تنبیہِ دوم: پشتِ دست اگرچہ اصل مذہب میں عورت ہے مگر من حیث الدلیل یہی روایت قوی ہے کہ گٹوں سے نیچے ناخن تک دونوں ہاتھ اصلاً عورت نہیں۔

یظھر ذلک بمراجعۃ الحلیۃ والغنیۃ وغیرھما ونص فیہ ما عند ابی داود مرسلا من قولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان الجاریۃ اذا حاضت لم یصلح ان یری منہا الا وجھھا ویدیھا الی المفصل[1] قال فی الغنیۃ وکذلک الآیۃ لان المراد من الزینۃ بالنظر الی الید ھو الخاتم وھو غیر مختص بباطن الکف بل زینتہ فی الظاھر اظھر لانہ موضع الفص والنقش[2] قال ولان الضرورۃ فی ابدائہ اشد[3] قال فکان ھذا ھو الاصح وان کان غیر ظاھر الروایۃ[4] الخ وکذلک قال فی المراقی وحاشیتہا الطحطاوی (جمیع بدن الحرۃ عورۃ الا وجھھا وکفیھا باطنھما وظاھرھما فی الاصح وھو المختار) وان کان خلاف ظاھر الروایۃ[5] اھ قال الشامی

حلیہ، غنیہ اور دیگر کتب کے مطالعہ سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے اور اس سلسلہ میں حضور علیہ السلام کا وہ ارشاد بھی بطور نص ذکر کیا گیا ہے جو امام ابوداؤد کے نزدیک مرسلاً مروی ہے، جب لڑکی حائضہ ہو جائے تو اس کے چہرے اور کلائیوں تک ہاتھ کے علاوہ اس کے جسم کے کسی حصہ کو دیکھنا جائز نہیں۔ غنیہ میں کہا آیتِ قرآنی سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کیونکہ زینت ہاتھ کے اعتبار سے ہے اور وہ انگوٹھی میں ہے اور وہ باطنِ کف کے ساتھ ہی مختص نہیں بلکہ اس کی زینت ہتھیلی کے اوپر میں زیادہ ہوگی کیونکہ ظاہر ہی نگینہ و نقش کا محل ہے، اور یہ بھی کہا کہ اس کے اظہار میں شدید ضرورت ہے، پھر کہا یہ اگرچہ غیر ظاہر الروایۃ ہے مگر اصح یہی ہے الخ اسی طرح مراقی الفلاح اور اس کے حاشیہ طحطاوی میں ہے (اصح مذہب کے مطابق آزاد عورت کا تمام بدن ماسوائے چہرے اور ہتھیلیوں کے خواہ ان کا باطن ہو یا ظاہر عورت کا ستر ہے اور یہی مختار ہے) اگرچہ یہ ظاہر الروایۃ

---

[1] کتاب المراسیل ماجاء فی اللباس حدیث ۴۹۷ مطبوعہ مطبعۃ المکتبۃ العلمیۃ لاہور ص ۱۷۵

[2] و [3] و [4] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی الشرط الثالث سہیل اکیڈمی لاہور ص ۲۱۱

[5] طحطاوی علی مراقی الفلاح فصل فی متعلقات الشروط الخ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۱۳۱

marfat.com

وکذا ایدہ فی الحلیۃ وقال مشی علیہ فی المحیط وشرح الجامع لقاضی خان اھ[1] ۔

کے خلاف ہے اھ امام شامی نے فرمایا اس طرح حلیہ میں اس کی تائید کی ہے اور کہا ہے کہ محیط اور قاضی خان نے شرح الجامع میں اسی کی اتباع کی ہے اھ (ت)

تو روایت اقوی پر ہر دو پشتِ دست نکال کر اٹھائیس ہی عضوِ عورت رہے، اور اگر بنظرِ آسانی اُس قولِ مصحح پر عمل کرکے تلوے بھی خارج رہیں تو صرف چھبیس ہی ہیں اور اصل مذہب پر تیس واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۹۲ از کلکتہ نل موتی گلی ۱۸ مرسلہ جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب ۲۱ جمادی الاخری ۱۳۱۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں یہ کہنا کہ نماز خدائے تعالٰی کی پڑھتا ہوں جائز ہے یا نہیں؟ ایک صاحب اس کہنے کو منع کرتے ہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

بلاشبہ جائز ہے اُن صاحب کے منع کے اگر یہ معنی ہیں کہ نیت کرتے وقت زبان سے یہ الفاظ نہ کہے جائیں تو ایک قول ضعیف و نامعتمد ہے، عامہ کتب میں جواز تلفظ بہ نیت بلکہ اُس کے استحباب کی تصریح فرمائی۔ دُرمختار میں ہے:

التلفظ بها مستحب هو المختار وقيل سنة يعنی احبه السلف او سنة علمائنا[2]۔

نیت زبان کے ساتھ کرنا مستحب ہے مختار قول یہی ہے بعض نے سنّت کہا یعنی اسے اسلاف پسند کرتے تھے یا ہمارے علماء کا طریقہ ہے (ت)

اور اگر یہ مراد کہ نماز کو اللہ عزّوجل کی طرف اضافت کرنا منع ہے تو سخت جہل اشنع ہے، یہ صاحب بھی ہر نماز میں التحیات للہ والصلوات کہتے ہوں گے کہ سب مجرے اور سب نمازیں اللہ کی ہیں، پر ظاہر کہ یہاں اضافت بھی لامیہ ہے، بالجملہ اس منع کی کوئی وجہ اصلاً نہیں واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۹۳ از بدایوں قاضی محلہ مکان مولوی بقاء اللہ رئیس مرسلہ مولوی عبدالحمید صاحب ۴ رجب المرجب ۱۳۱۲ھ

بجناب معلی القاب مخدوم و معظم بندہ جناب مولٰینا صاحب دام فیوضہ، خادم بے ریا عبدالحمید بعد بجاآوری آداب گزارش کرتا ہے کہ ایک فتوٰی اپنا لکھا ہوا حسبِ ہدایت اپنے استاذ جناب مولانا حافظ بخش صاحب کے

---

[1] ردالمحتار باب شروط الصلوٰۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۲۹۸

[2] درمختار " " " مطبع مجتبائی دہلی ۱/۶۷

marfat.com

واسطے تصدیق جناب والا کے بھیجتا ہوں ملاحظہ فرماکر مُہر سے مزیّن فرما دیجئے، اور اگر کوئی غلطی ملاحظہ سے گزرے تو درست فرماکر ممنون فرمائیے، زیادہ ادب۔

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ فرائض اور واجبات کی نیت میں لفظ "آج" یا "اس" کا اضافہ کرنا چاہئے یا نہیں؟ مثلاً یُوں کہنا کہ نیت کرتا ہُوں فرض آج کے ظہر یا عصر یا اس ظہر یا عصر کی، اور اگر نہیں کرے گا تو نماز ادا ہو گی یا نہیں؟

خلاصۂ جواب: صورت مستفسرہ میں فقہاء کا اختلاف ہے چنانچہ قاضی خان نے بلا لفظ "آج" یا "اس" کے نیت کو جائز ہی نہیں رکھا ہے کمافی فتاواہ وھکذا فی العلمگیریۃ (جیساکہ ان کے فتاوٰی میں ہے اور اسی طرح فتاوٰی عالمگیری میں ہے۔ ت) اور درمختار میں ہے کہ تعیین ضروری نہیں، پس بموجب قولین اوّلین کے بلا لفظ "آج" یا "اس" کے مطلق نیت سے نماز ادا نہ ہو گی اور بموجب قول صاحب درمختار کے ادا ہو جائیگی لیکن چونکہ خروج عن الخلاف بالاجماع مستحب ہے اور اسی دُرمختار میں نسبت تعیین کی اولویت ظاہر فرمائی ہے اور بلفظ وھوالمختار ارشاد کیا ہے پس اولیٰ اور مختار یہ ہی ہے کہ تعیین وقت کی لفظ "آج" یا "اس" سے ضرور کرلے ورنہ تارک اولیت ہوگا اور جب شناخت وقت کی نہیں رکھتا اور یہ بالعموم ہے کہ اس عہد میں اکثر لوگ وقت کھوکر نماز پڑھتے ہیں تو عنداللہ مواخذہ دار رہے گا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب

نیّت قصدِ قلبی کا نام ہے تلفظ اصلاً ضرور نہیں نہایت کار مستحب ہے تو لفظ اس یا آج درکنار سرے سے کوئی حرفِ نیت زبان پر نہ لایا تو ہرگز کسی طرح کا حرج بھی نہیں قصدِ قلبی کی علمائے کرام نے یہ تحدید فرمائی کہ نیّت کرتے وقت پُوچھا جائے کون سی نماز پڑھنا چاہتا ہے تو فوراً بے تامل بتا دے کما ذکرہ الامام الزیلعی فی التبیین وغیرہ فی غیرہ (جیسا کہ امام زیلعی نے اسے تبیین الحقائق میں اور دیگر علما نے اپنی کتب میں ذکر کیا۔ ت) اور شک نہیں کہ جو شخص نماز وقتی میں یہ بتا دے گا کہ مثلاً نمازِ ظہر کا ارادہ ہے وُہ یہ بھی بتا دے گا کہ آج کی ظہر شاید یہ صورت کبھی واقع نہ ہو کہ نیت کرتے وقت دریافت کئے سے یہ تو بتا دے کہ ظہر پڑھتا ہُوں اور یہ سوچتا رہے کہ کب کی تو قصد قلب میں تعیین نوعی نماز کے ساتھ تعیین شخصی بھی ضرور ہوتی ہے اور اسی قدر کافی ہے۔ ہاں اگر کوئی شخص بالقصد ظہر غیر معین کے نیت کرے یعنی میں کسی خاص ظہر کا قصد نہیں کرتا بلکہ مطلق ظہر پڑھتا ہوں چاہے وُہ کسی دن کی ہو تو اب بلاشُبہ اُس کی نماز نہ ہو گی فان التعیین فی الفرض فرض بالوفاق وانما الخلف فی عدم اللحاظ لا لحاظ العدم (فرائض میں تعیینِ وقت بالاتفاق فرض ہے عدمِ لحاظ میں اختلاف ہے لحاظِ عدم میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ ت) اس طور پر تو یہ مسائل اصلاً محلِ خلاف نہیں۔ ولہذا المحقق اکمل الدین

marfat.com

بابرتی نے عنایہ شرح ہدایہ میں فرمایا:

اقول الشرط المتقدم هو ان یعلم بقلبه ای صلاة یصلی یحسم مادة هذه المقالات وغیرها فان العمدة علیه لحصول التمیز به وهو المقصود[1] اھ کما نقله فی ردالمحتار واقره ههنا و فی منحة الخالق و ایده العلامة اسمعیل مفتی دمشق کما فی المنحة۔

میں کہتا ہوں، شرطِ متقدم یہ ہے کہ نمازی دل سے یہ جانتا ہو کہ وُہ کون سی نماز ادا کر رہا ہے یہ شرط ان اعتراضات وغیرہ کی بنیاد کو ختم کر دیتی ہے کیونکہ حصولِ تمیز کے لئے نمازی پر قصد و نیت ضروری ہے اور یہی مقصود ہے اھ ردالمحتار نے یہاں اسے نقل کرکے مقرر رکھا ہے، اور منحۃ الخالق میں اسے نقل کیا ہے، نیز اس کی تائید مفتیِ دمشق شیخ اسمٰعیل نے کی، ملاحظہ ہو منحۃ الخالق۔ (ت)

البتہ تعددِ فوائت خصوصاً کثرت کی حالت میں یہ صورت ضرور ہوسکتی بلکہ بہت عوام سے واقع ہوتی ہے کہ ظہر کی نیت کرلی اور یہ تعیین کچھ نہیں کہ کس دن تاریخ کی ظہر یہاں باوصف اختلافِ تصحیح مذہب اصح و احوط یہی ہے کہ دن کی تخصیص نہ کی تو نماز ادا ہی نہ ہوگی مگر طول مدت یا کثرت عدد میں تعیین روز کہاں یاد رہتی ہے لہذا علمائے اُس کا سہل طریقہ یہ رکھا ہے کہ سب سے پہلی یا سب سے پچھلی ظہر یا عصر کی نیت کرتا رہے جب ایک پڑھ لے گا تو باقی میں جو سب سے پہلی یا پچھلی ہے وہ ادا ہوگی وعلی ھذا القیاس آخر تک۔

فی التنویر لابد من التعیین لفرض ولو قضاء قال فی الدر لکنه یعین ظهر یوم کذا علی المعتمد والاسهل نیة اول ظهر علیه و اٰخر ظهر وفی القهستانی عن المنیة لایشترط ذلك فی الاصح وسیجیئ اخر الکتاب[2] قال الشامی، نقل الشارح هناك عن الاشباه انه مشکل ومخالف لما ذکره اصحابنا کقاضی خان وغیره والاصح الاشتراط قلت وکذا

تنویر الابصار میں ہے کہ فرض نماز میں تعیین ضروری ہے خواہ وہ قضا ہی کیوں نہ ہوں درمختار میں کہا معتمد قول کے مطابق تعیین یہ ہے کہ فلاں دن کی ظہر ادا کر رہا ہوں اس مسئلہ میں آسان طریقہ یہ ہے کہ یوں نیت کرلے کہ پہلی ظہر جو اس پر لازم ہے وہ پڑھتا ہے یا یہ کہ آخر ظہر جو اس پر لازم ہے وہ پڑھتا ہے۔ قہستانی میں منیہ کے حوالے سے ہے اصح یہ ہے کہ یہ کہنا شرط نہیں، اور عنقریب کتاب کے آخر میں اس کا ذکر آئیگا

---

[1] العنایۃ مع فتح القدیر باب شروط الصلوٰۃ الخ مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۲۳۳
ردالمحتار " " " " مصطفی البابی مصر ۱/۳۰۸
[2] درمختار " " " " مطبع مجتبائی دہلی ۱/۶۷

marfat.com

صححه فی متن الملتقی هناك فقد اختلف التصحیح والاشتراط احوط وبه جزم فی الفتح[1] هنا کما لایخفی۔

امام شامی فرماتے ہیں کہ شارح نے یہاں اشباہ سے نقل کیا ہے کہ (تعیین شرط نہ ہونا) ناقابلِ فہم اور ہمارے علماء قاضی خان وغیرہ کی تصریحات کے خلاف ہے بلکہ شرط ہونا اصح ہے، میں کہتا ہوں متنِ ملتقی میں اس مقام پر اس کی تصحیح کی ہے تو اس کی تصحیح میں اختلاف واقع ہوا ہے مگر شرط ہونا احوط ہے اور اسی پر فتح القدیر میں یہاں جزم کیا ہے۔ (ت)

اور اگر فائتہ ایک ہی ہے تو نیتِ فائتہ کرنے ہی میں تعیینِ یوم خود ہی آگئی

فی ردالمحتار عن الحلیۃ، لو کان فی ذمته ظهر واحد فائت فانه یکفیه ان ینوی مافی ذمته من الظهر الفائت وان لم یعلم انه من ای یوم[2]۔

جیساکہ مخفی نہیں ردالمحتار میں حلیہ سے ہے کہ اگر کسی شخص کے ذمے ایک ظہر کی نماز قضا لازم ہے تو اس کے لئے اتنی نیت کرلینا کافی ہے کہ وہ اپنی فوت شدہ ظہر ادا کررہا ہے اگرچہ یہ نہ جانتا ہو کہ وہ کون سے دن کی فوت شدہ ہے (ت)

بالجملہ نماز وقتی میں صور واقعہ معلومۃ الوقوع موقع خلاف ونزاع نہیں خلافیہ علماء اُس صورت مفروضہ میں ہے کہ کوئی شخص نماز امروزہ میں تعیینِ نوعی توکرلے اور تعیینِ شخصی سے اصلاً ذاہل وغافل ہو کہ بحالت شعور قصد صحیح تعیین شخصی کا ملزوم اور عدم لحاظ مفقود ومعدوم اور بقصد خلاف، عدمِ لحاظ نہیں لحاظِ عدم ہے اور وہ بلاشبہہ نافیِ نماز ومنافی جواز، تو غفلت وبےخبری ایسی چاہئے کہ سوال پر یہ تو بتادے کہ مثلاً ظہر پڑھتا ہوں اور بےتامل وفکر نہ بتاسکے کہ آج کی ظہر ایسی حالت میں اس سوال کا محل نہیں کہ مجھے نیّت میں کیا بڑھانا چاہئے کہ وُہ تو حالِ ذہول وعدم شعور میں ہے بلکہ بحث یہ ہوگی کہ ایسی نیت سے نماز ہوگئی یا نہیں، اس میں تین صورتیں ہیں اگر وقت باقی ہے تو روایات مختلف تصحیحات مختلف کما بینه فی ردالمحتار وغیرہ من الاسفار (جیساکہ ردالمحتار اور دیگر معتمد کتب میں اس کا بیان ہے۔ ت) غرض توسیع مسلم اور احتیاط اسلم، یونہی اگر وقت جاتا رہا اور اُسے معلوم نہیں اس صورت میں اختلاف تصحیح ہے۔

فی البحر الرائق شمل مااذا نوی العصر بلا قید وفیه خلاف ففی الظهیریة لونوی الظهر لایجوز وقیل یجوز وهو الصحیح هذا

البحرالرائق میں ہے کہ یہ اس صورت کو بھی شامل ہے جب کوئی نمازِ عصر کی نیت بغیر کسی قید کے کرے تو اس میں اختلاف ہے، ظہیریہ میں ہے اگر کسی نے

---

[1] و [2] ردالمحتار باب شروط الصلوٰۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۳۰۸

marfat.com

اذاکان مودیا فان کان قاضیا فان صلی بعد خروج الوقت وھولایعلم لایجوز وذکر شمس الائمۃ ینوی صلاۃ علیہ فان کانت وقتیۃ فھی علیہ وان کانت قضاء فھی علیہ ایضاً[اھ] وھکذا صححہ فی فتح القدیر معزیا الی فتاوی العتابی لکن جزم فی الخلاصۃ بعدم الجواز وصححہ السراج الھندی فی شرح المغنی فاختلف التصحیح کما تری[۱] اھ ملخصا وفی ردالمحتار فی النھران ظاھر مافی الظھیریۃ انہ یجوز علی الارجح اھ[۲]

ظہر کی نیت کی تو جائز نہیں، بعض کے نزدیک جائز ہے اور یہی صحیح ہے۔ لیکن یہ اس وقت ہے جب وہ نماز ادا کر رہا ہو (یعنی قضا والا نہ ہو) اگر نمازِ قضا پڑھنے والا ہو تو اگر وقت کے نکلنے کے بعد اس حال میں پڑھی ہے کہ اسے خروجِ وقت کا علم نہیں ہوا تو نماز جائز نہ ہوگی۔ اور شمس الائمہ کہتے ہیں اتنی نیت کافی ہے کہ میں وہ نماز پڑھتا ہوں جو مجھ پر واجب ہے اب ادا ہو یا قضا وہ یقیناً اس پر لازم تھی اھ اسی طرح فتح القدیر میں فتاوٰی عتابی کے حوالے سے اسی کی تصحیح کی ہے، لیکن خلاصہ میں عدمِ جواز پر جزم کا اظہار کیا گیا ہے اور سراج ہندی نے شرح المغنی میں اسی کو صحیح کہا تو جیسا کہ آپ ملاحظہ کر رہے ہیں یہ تصحیح مسئلہ میں اختلاف ہے اھ تلخیصاً۔ ردالمحتار میں نہر کے حوالے سے ہے کہ ظہیریہ کی عبارت سے ظاہر یہی ہوتا ہے کہ ارجح قول پر جواز ہی ہے اھ۔ (ت)

اقول بل لعل ظاھر مافیھا انہ لایجوز علی الارجح حیث جزم بہ ولم یذبل ماذکر عن شمس الائمۃ بما یدل علی ترجیحہ وانت تعلم ان اماما من الائمۃ اذا قال لایجوز ذلک وقال فلان یجوز فان المتبادر منہ ان مختارنفسہ الاول بل الظاھر انہ الذی علیہ الاکثر خلافالمن ذکر۔

اقول (میں کہتا ہوں) بلکہ ہو سکتا ہے ظاہر مافی الظہیریۃ کے مطابق ارجح قول پر عدمِ جواز ہو کہ انہوں نے اس پر جزم کیا ہے اور شمس الائمہ سے اس کی جو ترجیح ذکر کی گئی ہے اس کو رد نہیں کیا کیونکہ آپ جانتے ہیں کہ جب کوئی امام کہتا ہے کہ یہ بات جائز نہیں اور فلاں اس کے جواز کا قائل ہے تو اس عبارت سے متبادر یہی ہوتا ہے کہ ان کا اپنا مختار قولِ اوّل ہے بلکہ ظاہر وہی ہے جو مختارِ اکثر کی رائے کے مطابق ہے بخلاف اس کے جو انہوں نے ذکر کیا ہے۔ (ت)

---

[۱] البحر الرائق شرح کنز الدقائق باب شروط الصلوٰۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۲۷۹
[۲] ردالمحتار " " مصطفی البابی مصر ۱/۳۰۸

marfat.com

بابُ القِبلَةِ

(قبلہ کا بیان)

مسئلہ ۳۹۴ از خیرآباد ضلع سیتاپور محلہ مہمان سرائے درگاہ حضرت مخدوم صاحب خورد قدس سرہٗ مرسلہ مولوی سید عظیم الدین صاحب خادم آستانہ مقدسہ ۲۵ محرم الحرام ۱۳۳۲ھ

چہ می فرمایند علمائے دین ومفتیان شرع متین اندریں مسئلہ، نقشہ نظری بالا درگاہ حضرت مخدوم سید نظام الدین صاحب الٰہ دیا خیرآبادی عرف حضرت چھوٹے مخدوم صاحب قدس سرہٗ کا ہے اس احاطہ میں ایک مسجد سہ دری تعمیر شدہ ۱۰۵۶ھ ہے جس کے اندر دو صف کی گنجائش تھی ان صفوف کا جہت قبلہ موافق رخ مسجد قریب ثلث شمالی بین المغربین تھا اور تخمیناً آخر صدی دوازدہم تک اسی رُخ نماز ادا ہوتی رہی بعد ازاں فرشِ مسجد و صحنِ مسجد کو بوجہ شکستہ ہوجانے کے مرمّت ہوئی چونکہ رُخ روضہ شریف کا جو تعمیر کردہ صناعان دہلی تعمیر شدہ ۹۹۴ھ ہے ایسا تھا جس کا جہت قبلہ وسط مغربین ہوتا تھا فرش جدید میں نشان صفوف میں موافق رخ روضہ قائم ہوکر اب تک نماز اُس رُخ ادا ہوئی اس کارروائی سے اندر مسجد کے بجائے دو صفوف کامل کے ایک صف کامل کی گنجائش رہی اور وقت ضرورت اگر اندر مسجد صف دویم قائم کی گئی تو کامل نہ ہوسکی ناقص رہی اب پھر فرش مذکورہ خراب ہوکر مرمت ہورہا ہے بصورت ضرورت نشانات صفوف جدید قائم کئے جائیں گے، چونکہ اکثر مساجد بلاد وامصار ہند قطب رُخ ہیں جن کا جہت قبلہ ثلث جنوبی مغرب میں ہے، نیز عبارت کتب فقہ سے اس کی تائید حسب ذیل معلوم ہوتی ہے۔

marfat.com

وح لا استظهار بما مر عن العناية۔[1] کو جانتا ہو، اس میں مخالفت کسی کو مناسب نہیں اور یہ بات نو صورتوں میں سے ہر صورت میں جاری ہوگی بلکہ یہ نو ہیں نہ آٹھ یہ تو صرف ایک ہی صورت ہے اس کے علاوہ کچھ نہیں، یہاں گفتگو اس صورت سے متعلق ہے جب کسی انسان نے نماز کی نیت دن اور وقت کے تعین سے غافل ہوکر کی ہو، تو اب عنایہ کی گفتگو سے تائید نہیں لائی جاسکتی۔ (ت)

غرض اس صورت مفروضہ کی تینوں شکلوں میں جواز کی طرف راہ ہے ولذا ارسل فی الدر ارسالا وقال انه الاصح (اسی لئے درمختار میں اس کو مرسلاً ذکر کیا ہے اور کہا یہی اصح ہے۔ ت) اور امر عبادات خصوصاً نماز میں حکم احتیاط معروف ومعلوم هکذا ینبغی تحقیق المقام والله ولی الفضل والانعام والله سبحٰنه وتعالٰی اعلم (تحقیق مقام کے لئے یہی مناسب تھا، اللہ تعالٰی فضل وانعام کا مالک اور وہی پاک اور بہتر جاننے والا ہے۔ ت)

---

[1] جد الممتار باب شروط الصلوٰۃ المجمع الاسلامی مبارک پور (ہند) ۲۱۸/۱

الجواب

علمائے کرام نے جو خاص تخمینے جہتِ قبلہ کے لئے ارشاد فرمائے وہ خاص اپنے بلاد کے لئے ہیں نہ کہ حکم عام، ولہذا وہ تخمینے بہت مختلف آئے ہیں جن کا بیان ہمارے رسالہ ھدایۃ المتعال فی حد الاستقبال میں ہے۔

علامہ برجندی نے شرح نقایہ میں اسی عبارت تجنیس الملتقط کی نسبت فرمایا انما یصح فی بعض البقاع[1] (یہ قاعدہ بعض جگہوں میں صحیح و درست ہے۔ ت) خیرآباد جس کا عرض شمالی ستائیس[27] درجے اکتیس[31] دقیقے اور گرینچ سے مشرقی اسّی درجے اڑتالیس[48] دقیقے ہے اس کا قبلہ تقریباً ٹھیک نقطہ مغرب الاعتدال ہے یعنی وسط مغربین صیف وشتا وسط حقیقی سے جنوب کی طرف ایک خفیف مقدار جھکا ہوا کہ پاؤ درجہ تک بھی نہیں پہنچتی نہ وہ محسوس ہونے کے قابل ہے۔

وذلك لان عرض مكة المكرمة شرفها الله تعالٰی کا حہ الہ وطولها مہ ی فما بين الطولين مہ لح ۔ لوظل عرض مكة ۹٫۶۵۹۳۵۴۲۳ ۔ لوجم ما بين الطولين ۹٫۶۸۸۰۱۸۰۲ = ۹٫۶۷۱۳۳۶۲۰ قوسه فی جدول الظل حہ لط نه لوجمها ۹٫۶۹۴۸۵۸۹۶ ، محفوظ اول ، ثم فضل عرض البلد علی هذه القوس ما قه لوجمها بالتدقيق ۷٫۶۵۰۸۳۹۵۸ ۔ محفوظ ثانی ، فلوظل ما بين الطولين ۹٫۶۹۳۳۵۴۴۶ + محفوظ اول ۔ محفوظ ثانيا = ۱۲٫۶۳۷۳۷۲۸۴ قوس هذا الظل فسط حمہ الو ۔ هو الانحراف الی نقطة المغرب من نقطة الجنوب لان عرض البلد الشمالی اکثر من القوس المذکورة فالانحراف من المغرب الاعتدال الی الجنوب مد قلح وهو المقصود۔

یہ اس لئے ہے کہ مکہ مکرمہ (اللہ تعالٰی اس کی بزرگی میں اضافہ فرمائے) کا عرض مثلاً کا حہ الہ ہو اور اس کا طول مہ ی ہو تو دونوں طولوں کے درمیان مہ لح ہوگا کہ اگر ظل عرض مکہ ۹٫۶۵۹۳۵۴۲۳ ۔ لوجم جو دونوں طولوں کے درمیان ہے ۹٫۶۸۸۰۱۸۰۲ = ۹٫۶۷۱۳۳۶۲۰ ہے جس کا قوس جدول میں حہ لط نہ ہو اس کا لوجم ۹٫۶۹۴۸۵۸۹۶ ہے یہ محفوظ اول ہے۔ پھر اس قوس پہ عرض بلد زائد ہوگا جو ما قہ ہے جس کا لوجم بالتدقیق ۷٫۶۵۰۸۳۹۵۸ ہے یہ محفوظ ثانی ہے، پس اگر ظل "جو دونوں طولوں کے درمیان ہے" ۹٫۶۹۳۳۵۴۴۶ + محفوظ اول ۔ محفوظ ثانی = ۱۲٫۶۳۷۳۷۲۸۴ ہے اس ظل کا قوس فسط حمہ لو ہے اور یہ نقطہ جنوب سے نقطہ مغرب کی طرف انحراف ہے کیونکہ بلد شمالی کا عرض قوسِ مذکورہ سے زائد ہے پس مغربِ اعتدال سے جنوب کی طرف انحراف مد قلح ہے اور یہی مقصود ہے۔ (ت)

---

[1] شرح النقایہ للبرجندی کتاب الصلوٰۃ مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۱/ ۸۹

فی تجنیس الملتقط القبلۃ فی دیارنا بین مغرب الشتاء و مغرب الصیف، فان صلی الی جھۃ خرجت من المغربین فسدت صلاتہ قال الامام ابومنصور ینظر الی اقصر ایام الشتاء والی اطول ایام الصیف فیتعرف مغربیھما ثم یترک الثلثین عن یمینہ وثلثا عن یسارہ ویصلی ما بین ذلک، قال الامام السید ناصر الدین الاول للجواز والثانی للاستحباب کما فی جامع المضمرات[1]۔

تجنیس ملتقط میں ہے کہ ہمارے علاقے کا قبلہ موسم سرما کے مغرب اور موسم گرما کے مغرب کے درمیان ہے اگر کسی نے ایسی جہت میں نماز ادا کی جو دونوں مغرب سے خارج ہو تو نماز فاسد ہوگی، امام ابومنصور نے فرمایا موسم سرما کے سب سے چھوٹے دنوں اور موسم گرما کے سب سے بڑے دنوں کو دیکھا (غور کیا) جائے تو اس طرح ان دونوں کے مغرب کی پہچان ہو جائے گی۔ پھر اپنے دائیں طرف سے دو تہائی اور بائیں طرف سے ایک تہائی چھوڑ کر اس کے درمیان نماز ادا کرے۔ امام السید ناصرالدین نے فرمایا پہلا قول جواز اور دُوسرا استحباب کے لئے ہے، اسی طرح جامع المضمرات میں ہے۔ (ت)

عبارتِ بالا کے متعلق تو یہ بات دریافت طلب ہے کہ صیغہ مضارع ینظر، فیتعرف، یترک، یصلی معروف یا مجہول اور فاعل یا مفعول مالم یسم فاعلہ کون ہے؟ اور لفظ عن یمینہ و عن یسارہ کی ضمائر کا مرجع مصلی ہے یا قبلہ؟ لہذا عبارت عربیہ پر اعراب قائم فرمائے جائیں اور فاعل وغیرہ و مرجع ضمائر کی تشریح اور ہدایتاً امور ذیل کی ہدایت مطلوب ہے۔ مسجد موجودہ مذکورہ مخصوصہ کا جہت قبلہ مسجد ہی کے رُخ رہنے دینا اور ہر دو صفوف کامل کی بدستور گنجائش قائم رکھنا افضل واولیٰ ہے یا نشانات قائم کرکے جہتِ قبلہ بدل دینا افضل ہے؟ تو قطب رخ جس میں صف واحد بھی کامل نہیں رہتی ہے افضل واولیٰ ہے یا روضہ کے مطابق جس سے ایک صف کامل قائم رہ سکتی ہے حدِ امکان اس مسجد خاص میں لحاظ تکمیل صفوف کی تصریح مستحب ہے یا تبدیلی جہت قبلہ کی مغربین شمس و مغربین قمر ایک ہی ہیں یا جُداگانہ؟ جواب استفتاء ہذا کی نہایت عجلت ہے کہ مرمت قریب الاختتام ہے اور یہ پوشیدہ نہیں کہ بحالت تری فرش کے نشانات جیسے پائدار قائم ہو سکیں گے بعد خشکی ممکن نہ ہوگا لہذا توجہ خاص کا محتاج ہے اور چونکہ یہ استفتاء خاص متعدد علوم و فنون سے تعلق رکھتا ہے بدیں وجہ باوجود آگہی عدیم الفرصتی بندگان ذات بابرکات سے رجوع کی گئی کہ حسب مراد دوسرے کی، دوسری جگہ حصول جواب کی پُوری امید نہ تھی لہذا اس تکلیف دہی خاص کی نسبت مترصد معافی ہو کر توجہ خاص سے مستفید ہونے کا بوالہوسی امیدوار ہوں، جزاکم اللہ فی الدارین خیرا۔

---

[1] تجنیس الملتقط

marfat.com

سوال اگر صحیح ہے تو یہ انحراف میں ثابت کرچکے ہیں کہ جب تک ۴۵ درجے انحراف نہ ہو نماز بلاشُبہ جائز ہے اور یہ کہ قبلۂ تحقیقی کو مُنہ کرنا نہ فرض نہ واجب صرف سنّتِ مستحبہ ہے لہذا مسجد میں نماز بلاشُبہ جائز ہے اور اس میں اصلاً نقصان نہیں، نہ یہ دیوار سیدھی کرنا فرض البتّہ بہتر و افضل ہے، ردالمحتار میں ہے:

لوانحرف عن العین انحرافا لاتزول منہ المقابلۃ بالکلیۃ جاز ویؤیدہ ماقال فی الظھیریۃ اذا تیامن او تیاسر تجوز[1]

اگر عین کعبہ سے اتنا منحرف ہُوا کہ اس سے بالکلیہ مقابلہ ختم نہ ہو تو نماز جائز ہے اس کی تائید ظہیریہ کی اس عبارت سے ہوتی ہے کہ جب وُہ تھوڑا دائیں یا بائیں ہوجائے تو نماز جائز ہوگی۔ (ت)

حلیہ میں ملتقط سے ہے:

ھذا استحباب والاول للجواز اھ یرید ان عدم الانحراف مھما قدر مستحب، والانحراف مع عدم الخروج عن الجھۃ بالکلیۃ جائز۔[2]

یہ استحباب کے لئے ہے اور پہلا جواز کے لئے ہے اھ اس سے مراد یہ ہے کہ کسی قدر بھی انحراف نہ ہو یہ مستحب ہے اور اس طرح کا انحراف کہ جہت کعبہ سے بالکل خروج نہ ہو یہ بھی جائز ہے۔ (ت)

پھر اگر اس افضل کو اختیار کرنا چاہیں تو دیوار سیدھی قطب سے مشرق کو ہٹی ہوئی بنائیں اور اس کا وہ طریقہ جس میں زاویہ ناپنے کی حاجت نہ پڑے یہ ہے کہ اس دیوارِ قبلہ کا جنوبی گوشہ جس پر حرف "ب" لکھا ہے قائم رکھیں اور صحیح قطب نما سے ایک خط ب سے سیدھا قطب کو اتنا بڑا کھینچیں جس کا طول اس دیوار کے برابر ہو ایک رسّی لیں اور اس کا ایک سرا حرف ب پر خوب جمائے رہیں کہ سرکے نہیں اور دوسرا سرا حرف ح سے ملا کر مشرق کی طرف اس طرح کھینچیں کہ رسّی میں جھول نہ پڑنے پائے، اس کی کشش سے کمان کی شکل میں زمین پر بن جائے اور پھر ایک سیدھی لکڑی سوا چھ قبضہ کی ناپ کر اس کا ایک سرا حرف ح پر رکھیں اور دوسرا اس کمان سے ملادیں جہاں ملے اس ملنے کی جگہ کا نام حرف ۶ رکھیں، ۶ سے ب تک سیدھا خط ملادیں، یہ ٹھیک دیوارِ قبلہ ہوگی

و ذٰلک لان فی مثلث ح ب ۶، ساقا ح ب، ۶ ب۔ کل ۱۰۶۔ وزاویۃ ب = ٥ لحہ فکل من زاویتی القاعدۃ مح حل فلو جیبھا

اور یہ اس لئے کہ مثلث ح ب ۶ میں ح ب، ۶ ب کی دو ساقیں ہیں کل ۱۰۶ ہوئے اور زاویہ ب = ٥ لحہ ہے تو قاعدہ کے دونوں زاویوں کا کل مح حل

---

[1] ردالمحتار باب شروط الصلوٰۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۳۱۵
[2] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

marfat.com

سوال میں وسط مغربین کو جہت قبلہ روضہ رخ لکھا اس سے معلوم ہوا کہ مزار مبارک کا منہ صحیح جانب قبلہ تحقیقی ہے تو لازم تھا کہ سرہانا تقریباً سیدھا جانب قطب ہو کہ وسط مغربین و وسط قطبین شئ واحد ہے مگر نقشہ میں قطب شمالی کا خط دیوار روضۂ مبارکہ سے جانب مغرب منحرف بنایا ہے اگر واقعی اتنا انحراف ہے تو وسط مغربین کا ہرگز جہت قبلہ روضہ رخ ہونا متصور نہیں پھر یہاں امر اہم اس کی معرفت ہے کہ دیوار محراب مسجد کو قبلۂ تحقیقی سے کتنا انحراف ہے اگر وہ انحراف ثمن دور یعنی ۴۵ درجے کے اندر ہے تو نماز محراب کی جانب بلا تکلف صحیح و درست ہے اس انحراف قلیل کا ترک صرف مستحب ہے خود سوال میں تجنیس ملتقط سے گزرا،

قال الامام السید ناصر الدین، الاول للجواز والثانی للاستحباب[1]۔

امام ناصر الدین نے کہا، پہلی صورت میں جواز اور دوسری میں استحباب ہے۔ (ت)

اسی طرح اُس سے اور نیز ملتقط سے حلیہ امام ابن امیر الحاج میں ہے، شرح زاد الفقیر للعلامۃ الغزی و شرح الخلاصۃ للقہستانی۔ پھر ردالمحتار میں وہی دو ثلث جانب راست اور ایک ثلث جانب چپ رکھنا بیان کرکے فرمایا؛

ولو لم یفعل ھکذا وصلی فیما بین المغربین یجوز[2]۔

اگر کسی نے اس طرح نہ کیا اور مغربین کے درمیان نماز پڑھی تو جائز ہوگی۔ (ت)

تو ایک امر مستحب کے لئے مسلمانوں کو تردد میں ڈالنا اور صفوف مسجد کو ناقص و ناتمام کر دینا ہرگز مناسب نہیں۔ شرع مطہر میں تکمیل نہایت امر مہتم بالشان ہے جس کا پتا اس حدیث سے چلتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں؛

من وصل صفا وصلہ اللہ ومن قطعہ قطعہ اللہ[3]۔

جس نے صف کو ملایا اللہ تعالٰی اسے ملائے گا اور جس نے صف کو قطع کیا اللہ تعالٰی اسے قطع فرمائے گا (ت)

یہاں اگر قطع صف موجود نہیں صف بروجہ قطع ہے کہ دیواریں حائل ہو کر تکمیل نہ کرنے دیں گی فکان کالصف بین السواری وقد نھی عنہ بنحو ذلک کما ذکرنا فی فتاونا (یہ اس صف کی طرح ہے جو ستونوں کے درمیان ہو حالانکہ اس سے اور اس طرح کی دوسری صورتوں سے منع کیا گیا ہے جیسا کہ اسے ہم نے اپنے فتاوٰی میں بیان کیا۔ ت) بیانِ

---

[1] تجنیس الملتقط

[2] ردالمحتار باب شروط الصلٰوۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۳۱۶

[3] سنن ابوداؤد باب تسویۃ الصفوف ،، آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۹۷

marfat.com

نقشہ بھیج کر اُن سے دریافت کیا تھا انھوں نے رد المحتار سے یہ نشان دے کر (ج ا ص ۴۴۶) کچھ عربی کی عبارت لکھ کر اُس کا خلاصہ اُردو میں کیا تھا کہ انحراف قلیل جانب کعبہ سے مصلی کو مضر نہیں ہے اور اس انحراف قلیل کی حد یہ ہے کہ چہرہ اور چہرے کے اطراف میں کوئی جزء کعبہ کے مقابل باقی رہے اس طرح کہ چہرہ یا اُس کے بعض اطراف سے کعبہ تک خطِ مستقیم کھینچا جاسکے اور یہ ضرور نہیں ہے کہ یہ خط مستقیم پیشانی سے ہی خارج ہو بلکہ عام ہے خواہ پیشانی سے خارج ہو یا اُس کے دونوں طرف میں سے کسی طرف سے خارج ہوا ہو اس صورت میں بہت بڑی وسعت ہے، جو نقشہ مسجد کا آپ نے بھیجا ہے اس مسجد میں مسجد کے رُخ پر نماز پڑھنا بے شبہ جائز ہے لہذا مسجد کے رُخ پر نماز پڑھا یئے، بعض صاحب اس جواب کو پذیرا نہیں کرتے اور وہ حضور ہی پر اس کا انحصار رکھتے ہیں لہذا گزارش یہ ہے کہ حضور اس کاغذ کو جس پر مسجد کا نقشہ ہے ہر دو جانب سے ملاحظہ فرما کر اگر ممکن ہو تو کاغذ مذکور کے ذیل ہی میں جو دریافت طلب گزارشیں کاغذ کی پیشانی پر عرض کی گئی ہیں اُن کا جواب ارقام فرما کر کمترین کو معزز فرمایا جائے۔ واجباً گزارش ہے اس مسجد کا رُخ نقشۂ مذکور سے بخوبی نمایاں ہے، یہ قصبہ حیات نگر ۲۸ درجے۔ ۳۰ دقیقے عرض شمالی پر واقع ہے اور مکہ معظمہ ۲۱ درجے۔ ۴۰ دقیقے عرض شمالی پر لہذا دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس مسجد میں جماعت سیدھی مسجد کے رُخ پر کی جائے یا مسجد کا خیال چھوڑ کر اور کعبہ شریف کا خیال کرکے ٹیڑھی اور اگر مسجد کے رُخ پر سیدھی جماعت کی جائے تو نماز ہوگی یا نہیں؟

الجواب

ا ب ح مثلث قائم الزاویہ ہے ب موضع قیام مصلی ح سمت نقطۂ مغرب کہ ا سمت قطب شمالی ہے نقطۂ ب سے مسجد کی دیوار قبلہ ا ح پر عمود ب ح قائم کیا تو مثلث ا ب ح کا مشابہ ہوا اُس کا زاویہ ب اُس کے زاویہ ا کے مساوی ہے کہ ہر ایک زاویہ ح سے مل کر ا قائمہ کے برابر ہے تو زاویہ ا زاویہ انحراف یعنی اس کے مساوی ہوا، یہ وہ مقدار ہے کہ مسجد نقطۂ مغرب سے جس قدر شمال کو جھکی ہوئی ہے یہ زاویہ پیمائش میں ۱۸ درجے ہے۔ اب یہ معلوم کرنا ہے کہ حیات پور میں قبلہ نقطۂ مغرب سے کتنا جدا ہے اس کے لئے صرف عرض بلد کافی نہیں ہوتا طول بھی درکار ہے۔ وہ سوال میں نہ لکھا نہ یہاں اطلس میں حیات پور کا نام نکلا مگر ضلع مراد آباد کی عام آبادیاں ۷۸، ۷۹، درجے کے اندر ہیں ۲۸ درجے عرض پر اگر طول ۷۸ درجے ہو تو عمود قبلہ سمت الراس سے جنوب کو تین درجے جھکے گا، دوسری میں دو درجے ستائیس ۲۷ درجے، بہرحال حیات پور میں قبلہ جنوب کو تقریباً ۲ درجے مائل ہے اور مسجد ۱۸ درجے شمال کو ہے تو مسجد قبلہ واقعیہ حیات پور سے اکیس درجے کم شمال کو جھکی ہوئی ہے اور ہم نے اپنے رسالہ ھدایۃ المتعال فی حد الاستقبال میں ثابت کیا ہے کہ جب تک پینتالیس ۴۵ درجے انحراف نہ ہو سمتِ قبلہ باقی رہتی ہے۔ عبارت رد المحتار وغیرہا عبارات کثیرہ مختلفہ اسی طرف راجح ہیں نہ وہ اطلاق کہ سوال میں کسی سے حکایت کیا تو یہ مسجد ضرور حدِ قبلہ کے اندر ہے بلکہ اس سے دو چند جھکی ہوتی تب بھی حد سے

marfat.com

۹۶۹۹۹۸۱۰۷ ولوجیب صح لح ۸۶۷۷۰۹۶۹۷
ولو ۱۰۶ = ۲۶۰۲۵۳۰۵۹ مجموع هذين
= ۹۹۹۸۱۰۷ — ۱۰۶۷۹۶۲۷۵۶ =
۶۷۹۶۴۶۴۹. عدده ۶۲۲۵۸ = هذه
قبضات خطح ۶ وذلك ما اردناه۔

ہوگا اس کا اگر جیب ۹۶۹۹۹۸۱۰۷ ہوا اور
اگر جیب صح لح کا ۸۶۷۷۰۹۶۹۷ ہے اور لو
۱۰۶ = ۲۶۰۲۵۳۰۵۹، ان دونوں کا مجموعہ
= ۹۹۹۸۱۰۷ — ۱۰۶۷۹۶۲۷۵۶ =
۶۷۹۶۴۶۴۹. جس کا عدد = ۶۲۲۵۸ ہے یہ
خطح ۶ کے قبضے ہیں اور یہی ہماری مراد ہے (ت)

اور اگر پہلے صحیح جانچ کرلی ہو تو دوبارہ قطب نما لگانے اور بیچ کا خط یعنی ح ب بنانے کی حاجت نہیں بلکہ دیوار کے ناپ کی رسّی لیں اور اس کا ایک سرا حرف ب کی جگہ پر خوب جماکر رسّی میں بے خم پڑے دوسرا سِرا دیوار کے حرف ا پر رکھ کر دوسرا سرا جہاں ملے کمان سے ملادیں، اس ملنے کی جگہ دیوار کے کنارہ ب تک سیدھا خط کھینچ دیں دیوار قبلہ اس خط پر اٹھائیں کہ صحیح ہوگی

لان زاوية اب ۶ = صلر كما تقدم فكل زاوية
القاعدة صمال جيبها ۹۶۹۹۹۳۷۵۷
وجيب صلر ۶۰۶۱۵۵۰۹ فاذا جمع فيه ۱۰۶ صار
۱۶۰۸۷۵۸۱۱ = ۹۶۹۹۹۳۰۵۷ — ۱۱۶۰۸۶۸۵۶۸
عدده ۱۲۶۲۳۴ وذلك ما اردناه۔

کیونکہ زاویہ اب ۶ = صلر کے ہے جیسا کہ گزرا تو قاعدہ کے زاویہ کا
کل صمال ہوگا جس کا جیب ۹۶۹۹۹۳۷۵۷ اور جیب
صلر کا ۶۰۶۱۵۵۰۹ ہے تو جب اس میں اگر ۱۰۶ کو جمع
کیا جائے تو یہ ۱۱۶۰۸۶۸۵۶۸ — ۹۶۹۹۹۳۰۵۷ =
۱۶۰۸۷۵۸۱۱ ہوگا جس کا عدد = ۱۲۶۲۳۴ ہے اور یہی ہماری مراد ہے۔ (ت)

مگر ان صورتوں میں ایک لحاظ لازم ہے جبکہ مسلمان اُسے مسجد کرچکے تو یہ گلی جو دیوار سیدھی کرنے میں چھوٹے گی اُسے ضائع چھوڑدینا جائز نہیں کہ وہ مسجد ہی کا ٹکڑا ہے اور اُس کی بے حرمتی حرام۔ تو یا تو سیدھی دیوار ہی اور چُن کر اس سے ملادیں کہ زمین چھوٹی نہ رہے یا ممکن ہو تو دیوار کا گوشۂ الف برقرار رکھیں اور گوشۂ ب سے سوا بارہ قبضہ زمین مغرب کو حرف س تک بڑھاکر ا اور س میں خط ملاکر دیوار جدید اٹھائیں کہ اگلی دیوار کی زمین شاملِ مسجد رہے واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۹۵ از حیات نگر ڈاکخانہ سرائے ترین ضلع مرادآباد مرسلہ سیّد حبیب شاہ صاحب ۸ جمادی الاخرٰی ۱۳۳۶ھ

ہادی مراحل تحقیق جناب مولٰینا صاحب دامت برکاتکم، السلام علیکم ورحمۃ اللہ جناب عالی اس قصبہ حیات نگر کی مسجد سمت مغرب سے متجاوز ہے اُس کا نقشہ علیحدہ ایک پرچہ کاغذ کی پشت پر اور اس کا تمام حال کاغذ کی پیشانی پر لکھ کر حضور کے ملاحظہ کے واسطے ارسال کرتا ہوں باعث اس کا یہ ہے کہ یہاں چند اشخاص ایسے ہیں کہ وہ کہتے ہیں کہ اس مسجد میں سیدھے مسجد کے رُخ نماز نہیں ہوتی کمترین نے ایک صاحب کے پاس مسجد کا

marfat.com

ہِدایۃ المتعال فی حد الاستقبال ۱۳۲۴

(استقبالِ قبلہ کی تعیین میں اللہ تعالٰی جل شانہ کی رہنمائی)

مسئلہ ۳۹۶ از علی گڑھ معرفت مولوی بشیر احمد صاحب مدرس اول مدرسہ اہلسنت ۲۴ ذی الحجہ ۱۳۲۴ھ

شہر علی گڑھ کی عید گاہ کہ صدہا سال سے بنی ہُوئی ہے اور حضرات علماء متقدمین بلاکراہت اس میں عیدین کی نمازیں پڑھتے پڑھاتے رہے، آج کل کی نئی روشنی والوں نے اپنے قیاسات اور نیز آلاتِ انگریزی سے یہ تحقیق کیا ہے کہ سمت قبلہ سے منحرف ہے اور قطب شمالی داہنے کونے کی پشت پر واقع ہے کہ جس سے نوّے فٹ کے قریب مغرب سے پھری ہوئی ہے لہذا اس کو توڑ کر سمت ٹھیک کرنا مسلمانانِ شہر پر بر تقدیر استطاعت کے لازم اور فرض ہے ورنہ نماز اس میں مکروہ تحریمی ہے، اور ۱۰ دسمبر ۱۹۰۶ء کو اس میں ایک فتوٰی چھپا جس کی عبارت جواب یہ ہے: "اگر وہاں کے مسلمانوں میں اس قدر مالی طاقت ہے کہ اس کو شہید کرکے ٹھیک سمتِ قبلہ پر بنا سکتے ہیں تو ان کے ذمے فرض ہے کہ وہ ایسا ہی کریں اور اگر ان میں اسے ٹھیک سمت قبلہ کی طرف بنانے کی طاقت نہیں تو ان کے ذمہ فرض ہے کہ وہ اس مسجد یا عید گاہ میں ٹھیک سمتِ قبلہ کی طرف خطوط کھینچ لیں اور اُن خطوط پر کھڑے ہوکر نماز پڑھا کریں، چنانچہ ہدایہ میں مذکور ہے:

ومن کان غائبا ففرضہ اصابتہ جھتھا ھو الصحیح لان التکلیف بحسب الوسع[1] انتھی

جو شخص کعبہ سے دور ہو اس پر نماز کے دوران جہتِ کعبہ کی طرف رُخ کرنا فرض ہے یہی صحیح ہے کیونکہ تکلیف حسبِ طاقت ہوتی ہے انتہی (ت)

---

[1] الہدایۃ باب شروط الصلوٰۃ مطبوعہ المکتبۃ العربیہ کراچی ۱/۸۰

marfat.com

نہ نکلتی، تو اگر مسجد ہی کے رُخ پر نماز پڑھی جائے ضرور صحیح ہو جائے گی مگر بعد اطلاع قبلہ سے اتنا انحراف مکروہ و خلافِ سنّت ہے، لہذا سمتِ مسجد کا خیال نہ کریں بلکہ سمتِ قبلہ کا' یعنی خط ب ۶ کی سیدھ سے بھی پونے تین درجے جنوب کی جانب اور جھکیں لیکن یہ انحراف ضعیف ہوگا اگر خط ب ۶ ہی کی سیدھ پر پڑھیں حرج نہیں ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

marfat.com

ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان ترکزلہ الحربۃ قدامہ یوم الفطر والنحر ثم یصلی۔[1]

نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے مواجہہ اقدس کے سامنے عید الفطر اور عید الاضحٰی کے موقع پر نیزہ نصب کیا جاتا پھر آپ نماز پڑھاتے۔ (ت)

اُنھیں کی دُوسری روایت میں ہے:

قال کان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یغدو الی المصلی، والعنزۃ بین یدیہ تحمل و تنصب بالمصلی بین یدیہ فیصلی الیہا۔[2]

حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عیدگاہ کی طرف تشریف لے جاتے تو آپ کے آگے نیزہ اٹھا کر لایا جاتا اور عیدگاہ میں آپ کے سامنے گاڑ دیا جاتا تھا پھر اس کی طرف رُخ کرکے نماز پڑھاتے تھے (ت)

سنن ابن ماجہ و صحیح ابن خزیمہ و مستخرج اسمٰعیلی میں زائد کیا:

وذلک ان المصلی کان فضاء لیس فیہ شیئ یستتر بہ۔[3]

یہ اس لئے کیا جاتا تھا کہ عیدگاہ فضاء میں تھی وہاں کوئی ایسی چیز نہ تھی جسے سُترا بنایا جاسکے۔ (ت)

افسوس کہ نئی روشنی کا یہ فرض زمانۂ رسالت و زمانۂ خلافت و زمانۂ رسالت سب میں متروک رہا۔

ثانیاً اس عیدگاہ کی عمارت موجودہ سے دین الٰہی کو کوئی ایسا ضرر شدید پہنچتا ہے جس کے سبب اس کا ڈھانا فرض ہوا یا نہیں اگر نہیں تو بحال استطاعت مالی اُس کا ہدم کیوں فرض ہُوا اور اگر ہاں تو بحال عدم استطاعت مالی کیوں فرض نہیں، استطاعت مالی بنانے کو چاہئے، ڈھانے میں کیا ایسا درکار ہے جس سے مسلمانانِ شہر عاجز ہوں۔

ثالثاً خطوط سمت قبلہ ڈال لینے سے کاربراری ممکن اور وُہ ضرر مندفع ہے یا نہیں، اگر نہیں تو بحال عدم استطاعت یہ لغو حرکت کیوں فرض ہوئی اور کس نے فرض کی، اور اگر ہاں تو بحال استطاعت یوں کاربراری کس نے حرام کی کہ بالتعیین ڈھا دینا ہی فرض ہوگیا، کیا یہاں متعدد ضرر مفترض الازالہ مختلف الحالہ ہیں کہ توزیع ممکن ہو۔

رابعاً یہ عیدگاہ سمت سے یکسر خارج ہے یا حدود جہت کے اندر ہے اگرچہ محاذات عین سے منحرف ہے برتقدیر اول اس میں نماز مکروہ تحریمی کیوں ہوتی باطل محض ہونی لازم تھی، برتقدیر ثانی اس کا ڈھانا کیوں فرض ہوا جبکہ وہ حدود مشروع کے اندر ہے۔

---

[1] صحیح بخاری باب الصلٰوۃ الی الحربۃ یوم العید مطبوعہ قدیمی کتب خانہ اصح المطابع کراچی ۱/ ۱۳۳

[2] صحیح بخاری باب حمل العنزۃ او الحربۃ الخ 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃

[3] سُنن ابن ماجہ باب ما جاء فی الحربۃ یوم العید مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ص ۹۳

marfat.com

کتبِ معتبرہ سے یہ ارشاد ہو کہ اب ہندوستان کا قبلہ مابین المغربین ہونا چاہئے یا کیا ؟ اور اس کا سمتِ قبلہ درست کرنا فرض ہے یا کیا ؟ بینوا توجروا

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الذی جعل لنا الکعبۃ قبلۃ واماناً والصلوٰۃ والسلام علی من الی افضل قبلۃ ولّانا، رسول الثقلین وامام القبلتین جعل اللہ تعالٰی بابہ الکریم فی الدارین قبلۃ امالنا وکعبۃ منانا وعلٰی اٰلہ وصحابتہ وسائر اھل قبلتہ الذین ولوا الیہ وجوھھم تصدیقا و ایمانا اٰمین اللھم ھدایۃ الحق والصواب۔

تمام تعریف اللہ تعالٰی کے لیے جس نے کعبہ کو ہمارا قبلہ اور پناہ گاہ بنایا اور صلوٰۃ وسلام ان پر کہ جس نے ہمیں اچھے قبلہ کی طرف پھیرا، جن وانس کے رسول اور دونوں قبلوں کے امام جن کے باعزت دروازے کو اللہ تعالٰی نے جنہیں دنیا وآخرت میں ہماری تمام امیدوں کا قبلہ اور آرزوؤں کا کعبہ بنایا، آپ کی آل، اصحاب اور ان اہلِ قبلہ پر جنہوں نے حالتِ ایمان و تصدیق میں اس کعبہ کی طرف رخ کیا آمین ! اے اللہ ! حق وصواب کی ہدایت فرما (ت)

فتوائے مذکورہ محض باطل اور حلیہ صدق وصحت سے عاطل اور منصب افتا پر نرا اجترا بلکہ شریعتِ مطہرہ پر کھلا افترا ہے۔

اولاً اگر بفرضِ باطل یہ عیدگاہ جہت قبلہ سے بالکل خارج ہوتی بلکہ مشرق ومغرب بدل گئے ہوتے جب بھی یہ جبروتی حکم کہ بحالت استطاعت اسے توڑ کر ٹھیک سمت قبلہ پر بنانا فرض ہے، دل سے نئی شریعت ایجاد کرنا تھا، اس حالت پر غایت یہ کہ اگر بے انہدام کوئی چارہ کار ممکن نہ تھا منہدم کرنا مطلوب ہوتا ٹھیک سمت پر بنانا کس نے فرض مانا، عیدگاہ میں کوئی عمارت ہونا ہی سرے سے خدا اور رسول جل جلالہ، وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرض کیا نہ واجب نہ سنّت، زمانۂ اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں مصلائے عید کفِ دست میدان تھا جس میں اصلاً کسی عمارت کا نام نہ تھا، جب حضور پُرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نمازِ عید کو تشریف لے جاتے مواجہ اقدس میں سُترہ کے لئے ایک نیزہ نصب کر دیا جاتا، زمانۂ خلفائے راشدین رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین میں بھی یونہی رہا۔ عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالٰی عنہ نے جب حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے نماز پڑھنے کے سب مواضع میں تبرک کے لئے مسجدیں بنائیں ظاہراً اُنھیں کے وقت میں مصلائے عید میں بھی عمارت بنی کما استظھرہ السید نور الدین السمھودی قدس سرہ فی تاریخ المدینۃ الکریمۃ (جیسا کہ سید نورالدین سمہودی قدس سرہ نے اپنی کتاب تاریخ المدینۃ المنورہ میں اس بات کی تصریح کی ہے۔ ت) صحیح بخاری شریف میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ہے :

marfat.com

منہ ہونا بس ہے جس میں کعبہ واقع ہے کہ تکلیف بقدرِ وسعت اور طاعت بحسبِ طاقت ہے اس سے خود ثابت ہُوا کہ غیر مکّۂ مکرمہ میں اتنا انحراف کہ جہت سے خارج نہ کرے مضر نہیں اور اس کی تصریح نہ صرف ہدایہ بلکہ عامۂ کتبِ مذہب میں ہے پھر مسافتِ بعیدہ میں ایک حد تک کثیر انحراف بھی جہت سے باہر نہ کرے گا اور درحق نماز قلیل ہی کہلائے گا اور جتنا بُعد بڑھتا جائے گا انحراف زیادہ گنجائش پائے گا۔ بحرالرائق و طحطاوی علی الدر وغیرہما میں ہے :

السامتة التقريبية هوان يكون منحرفا عن القبلة انحرافا لاتزول به المقابلة بالكلية ، والمقابلة اذا وقعت فى مسافة بعيدة لاتزول بماتزول به من الانحراف لوكانت فى مسافة قريبة۔[1]

مسامتتِ تقریبی یہ ہے کہ انحراف [illegible] جہتِ کعبہ سے مقابلہ بالکلیہ ختم نہ ہو اور مقابلہ جب مسافتِ بعیدہ کی صورت میں ہو تو اتنے انحراف سے ختم نہیں ہوتا جتنے سے مسامت قریبہ میں مقابلہ ہو تو ختم ہوجاتا ہے۔ (ت)

معراج الدرایہ و فتح القدیر و حلیہ شرح منیہ و بحر شرح کنز و فتاوٰی خیریہ وغیرہا میں ہے :

ويتفاوت ذلك بحسب تفاوت البعد وتبقى السامتة مع انتقال مناسب لذلك البعد۔[2]

انحراف بُعد کے اعتبار سے متفاوت ہوتا ہے اور اس بُعد کے مناسب انتقال کے ساتھ مسامتت (سمت) باقی رہتی ہے۔ (ت)

فتوٰی میں عبارتِ ہدایہ سے استناد کے لئے یہ ثبوت دینا کہ مکّہ معظمہ سے علی گڑھ کو یہ ہزاروں میل کا بُعد نقطۂ مغرب سے تیئس گز انحراف کی گنجائش نہیں رکھتا اتنا تفاوت جہت سے باہر لے جائے گا بے اس ثبوت کے ذکرِ عبارت محض تغلیط عوام ہے اور حقیقت امر دیکھئے تو عبارت مستدل کے لئے صرف نامفید ہی نہیں بلکہ صاف مضر ہے، ہم عنقریب بعونہٖ تعالٰی ثابت کریں گے کہ عیدگاہ مذکور ضرور حدودِ جہت کے اندر ہے۔

سابعاً ہمارے بعض علما تو یہاں تک فرماتے ہیں کہ اس باب میں ہیأت قیاسات و آلات کا اعتبار ہی نہیں، جامع الرموز نے اسی بحثِ سمتِ قبلہ میں لکھا :

منهم من بناه على بعض العلوم الحكمية الا ان العلامة البخارى قال فى بحث القياس من الكشف ان اصحابنا

فقہاء میں سے بعض نے اس مسئلہ کی بنیاد بعض علومِ حکمیہ پر رکھی ہے مگر علامہ بخاری نے کشف الاسرار میں قیاس کی بحث کے تحت لکھا ہے کہ ہمارے علماء نے

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار باب شروط الصلوٰۃ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ١/١٩٧

[2] البحر الرائق شرح کنز الدقائق " " " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ١/٢٠٤

marfat.com

خامساً علمائے کرام کا حکم تو یہ ہے کہ جہت سے بالکل خروج ہو تو نماز فاسد اور عدم جہت میں بلاکراہت جائز کہ آفاقی کا قبلہ ہی جہت ہے نہ کہ اصابت عین۔ بدائع امام ملک العلماء ابوبکر مسعود کاشانی پھر حلیہ امام ابن امیر الحاج حلبی میں ہے:

قبلته حالة البعد جهة الکعبة وهی المحاریب لا عین الکعبة[1]۔ کعبہ سے دوری کی صورت میں جہتِ کعبہ ہی قبلہ ہے اور وہ محراب مسجد ہے نہ کہ عین قبلہ۔ (ت)

جامع الرموز میں امام زندویسی سے ہے: الجهة قبلة کالعین[2] (جہتِ کعبہ عین قبلہ کی طرح ہے۔ ت) ہاں حتی الوسع اصابت عین سے قرب مستحب۔ اس بارے میں ملتقط وحلیہ وغیرہما کے نصوص بعونہٖ تعالٰی آگے آتے ہیں، اور خیریہ میں فرمایا: هو افضل بلا ریب ولا مین[3] (یہ بغیر کسی شک وشبہ کے افضل ہے۔ ت) درر مولا خسرو وردالمحتار میں ہے:

لو انحرف عن العین انحرافا لا تزول منه المقابلة بالکلیة جاز ویؤیده ما قال فی الظهیریة اذا تیامن او تیاسر تجوز[4]۔ اگر عین کعبہ سے بالکلیہ انحراف نہ ہو (یعنی معمولی انحراف ہوا) تو نماز جائز ہے۔ اس کی تائید ظہیریہ کے ان الفاظ سے ہوتی ہے، جب نمازی ذرا دائیں یا بائیں ہوگیا تو نماز جائز ہوگی۔ (ت)

اور ترک مستحب مستلزم کراہت تنزیہ بھی نہیں کراہت تحریم تو بڑی چیز، بحر الرائق باب العیدین میں ہے:

لا یلزم من ترك المستحب ثبوت الکراهة اذ لابد لها من دلیل خاص[5]۔ ترکِ مستحب سے کراہت لازم نہیں آتی کیونکہ اس کے ثبوت کے لئے مستقل دلیل کا ہونا ضروری ہے (ت)

تو اُس میں نماز مکروہ تحریمی ٹھہرانا نئی روشنی کی محض ظلماتی ساخت ہے۔

سادساً عبارت ہدایہ کہ فتوٰی مذکورہ نے نقل کی اُس کے مُدعا سے اصلاً مس نہیں رکھتی بلکہ حقیقۃً وہ اس کا رد ہے، عبارت کا مطلب یہ ہے کہ غیر مکی کو ہرگز ضرور نہیں کہ اس کی توجہ عین کعبہ معظمہ کی طرف ہو بلکہ اس جہت کی طرف

---

[1] بدائع الصنائع فصل فی شرائط الارکان مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۱۸

نوٹ: بدائع میں یہ عبارت معناً مذکور ہے الفاظ بعینہٖ موجود نہیں۔ نذیر احمد سعیدی

[2] جامع الرموز فصل شروط الصلوٰۃ مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۱/۱۳۰

[3] فتاوٰی خیریہ کتاب الصلوٰۃ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱/۹

[4] ردالمحتار باب شروط الصلوٰۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۳۱۵

[5] البحر الرائق باب العیدین ” ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۱۶۳

marfat.com

اقول وهو کلام نفیس واین تحری جزاف لایکاد یرجع الی اثارة علم من الظن الغالب الحاصل بتلك القواعد ولولا مکان اطوال البلاد وعروضها فی امر تعیین القبلة ومجال الظنون فی اکثرها لکان ما یحصل بها قطعیا لامساغ لریبة فیه بل لو حققت لالفیت جل المحاریب المنصوبة بعد الصحابة والتابعین رضی اللہ تعالیٰ عنهم انما بنیت بناءً علی تلك القواعد وعلیها اُسّست لها القواعد فکیف یحل اعتماد تلك المحاریب دون الذی بنیت علیه نعم عند التعارض ترجح القدیم خلافا للشافعیة لئلا یلزم تخطئة السلف الصالح وجماهیر المسلمین[1] کما ذکرہ الشامی وغیرہ ولان علم الجمیع اقوی من علم الاٰحاد وللسلف مزیة جلیة علی الخلف ولربما یخطی النظر فی استعمال القواعد والاٰلات کما هو مرئی مشاهد فهو اولی بالخطاء منهم ولذا قال فی الفتاوی الخیریة واما الاجتهاد فیها ای فی محاریب المسلمین بالنسبة الی الجهة فلا یجوز حیث سلمت من الطعن لانها لم تنصب الا بحضرة جمع من المسلمین اهل معرفة بسمت الکواکب والادلة فجری ذلك مجری الخبر فتقلد

اقول (میں کہتا ہوں) یہ نفیس گفتگو ہے علم کے کسی پہلو کو نہ چھونے والے بے اصل اندازے کو ان آلات سے حاصل شدہ ظنِ غالب سے کیا تعلق، اگر تعیینِ قبلہ کے معاملہ میں طول البلد اور عرض البلد اور ان کے اکثر معاملات میں ظن کا دخل نہ ہوتا تو ان آلات سے حاصل شدہ علم قطعی ہوتا جس میں شک کی گنجائش نہ ہوتی۔ بلکہ اگر تُو تحقیق کرے تو تجھے معلوم ہوگا کہ وہ بڑے بڑے محراب جو صحابہ و تابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے بعد بنائے گئے وہ انہی قواعد کی بنا پر بنائے گئے ہیں اور انہی ضوابط پر ان مساجد کے ستون بنائے گئے، تو یہ کیسے درست ہوگا کہ ان محرابوں پر تو اعتماد کیا جائے مگر ان قواعد پر نہ کیا جائے جن کی بنا پر وہ محراب معرضِ وجود میں آئے ہیں۔ ہاں یہ درست ہے کہ جہاں قاعدہ و محرابِ قدیم میں تعارض ہوگا وہاں محرابِ قدیم کو ترجیح ہوگی بخلاف شوافع کے تاکہ سلف صالحین اور جمہور مسلمانوں کو غلط ثابت قرار دینا لازم نہ آئے جیسا کہ امام شامی وغیرہ نے ذکر کیا ہے۔ اور یہ بات بھی ہے کہ جماعت کا علم احاد کے علم سے زیادہ قوی ہوتا ہے اور سلف کو خلف پر واضح فضیلت حاصل ہے نیز بعض دفعہ استعمالِ قواعد و آلات میں نظر سے خطا بھی ہو جاتی ہے جیسا کہ مشاہدہ و ملاحظہ میں آیا ہے لہذا واحد کا خاطی ہونا جماعت کے خاطی ہونے سے زیادہ قریب ہے، اسی لئے فتاوٰی خیریہ میں کہا کہ جہتِ قبلہ کی تعیین

---

[1] ردالمحتار مبحث فی استقبال القبلۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۲۸۷

لم یعتبروہ وبہ یشعر کلام قاضی خاں [1] اھ وایدہ فی النھر بان علیہ اطلاق المتون [2] اھ وردہ فی رد المحتار قائلا لم ار فی المتون ما یدل علی عدم اعتبارھا ولنا تعلم ما نھتدی بہ علی القبلۃ من النجوم وقال تعالی والنجوم لتھتدوا بھا الخ واستظھر ان الخلاف فی عدم اعتبارھا انما ھو عند وجود المحاریب القدیمۃ اذ لا یجوز التحری معھا کما قدمناہ لئلا یلزم تخطئۃ السلف الصالح وجماھیر المسلمین بخلاف ما اذا کان فی المفازۃ فینبغی وجوب اعتبار النجوم ونحوھا فی المفازۃ لتصریح علمائنا وغیرھم بکونھا علامۃ معتبرۃ فینبغی الاعتماد فی اوقات الصلاۃ وفی القبلۃ علی ما ذکرہ العلماء الثقات فی کتب المواقیت وعلی ما وضعوہ لھا من الاٰلات کالربع والاصطرلاب فانھا ان لم تفد الیقین تفید غلبۃ الظن للعالم بھا، وغلبۃ الظن کافیۃ فی ذلک [3] الخ۔

اس کا اعتبار نہیں کیا، قاضی خاں کی گفتگو بھی اسی طرف رہنمائی کرتی ہے اھ نہر میں اس کی تائیدیوں کی ہے کہ اسی پر متون کا اطلاق ہے اھ رد المحتار میں یہ کہتے ہوئے اس کا رد کیا کہ میں نے متون میں ایسی کوئی دلیل نہیں دیکھی جو ان کے عدمِ اعتبار پر دال ہو، حالانکہ ہم پر اس چیز کا تعلم ہے جس کے ساتھ ستاروں کے ذریعے ہم قبلہ پر رہنمائی حاصل کرتے ہیں اور اللہ تعالٰی کا یہ ارشاد بھی دلیل ہے "والنجوم لتھتدوا بھا الخ (اس نے ستارے اس لئے بنائے تاکہ تم ان سے رہنمائی حاصل کرو) اس سے ظاہر کیا کہ ان کے عدمِ اعتبار میں اختلاف اس صورت میں ہے جب وہاں قدیم محراب موجود ہوں کیونکہ ان کے ہوتے ہوئے تحری جائز نہیں جیسا کہ ہم پہلے ذکر کر آئے، تاکہ سلف صالحین اور جمہور مسلمانوں کو غلط ثابت قرار دینا لازم نہ آئے بخلاف اس صورت کے جب مصلی جنگل اور ویران جگہ میں ہو تو وہاں ستاروں وغیرہ کا اعتبار ضروری ہے کیونکہ ہمارے علماء وغیرہم نے ان چیزوں کے علامتِ معتبرہ ہونے پر تصریح کی ہے لہذا اوقاتِ نماز اور تعیینِ قبلہ کے متعلق ثقہ علماء کے کتبِ مواقیت میں بیان کردہ قواعد وضوابط پر اعتماد کرنا مناسب ہے، اور وہ آلات مثلاً ربع، اصطرلاب وغیرہ جو اوقات کی پہچان کے لئے انھوں نے بنائے ہیں ان پر بھی اعتماد کیا جائے۔ کیونکہ اگر ان آلات سے یقین کا درجہ حاصل نہ ہو تو کم از کم غلبۂ ظن تو اس شخص کو جو ان آلات سے متعلق معلومات رکھتا ہو حاصل ہو جائے گا۔ اور اس مسئلہ میں ظنِ غالب ہی کافی ہے الخ (ت)

---

[1] جامع الرموز فصل شروط الصلوٰۃ مطبوعہ گنبد قاموس ایران ۱/۱۳۰

[2] رد المحتار بحوالۃ النھر مبحث فی استقبال القبلۃ " مصطفی البابی مصر ۱/۳۱۷

[3] " " " " " " " " "

marfat.com

کہ فلاں محراب کسی جاہل ناواقف نے یونہی جزافاً قائم کردی ہے تو البتہ اُس پر اعتماد نہ ہوگا۔ علامہ خیرالدین رملی استاد صاحبِ دُرِّ مختار رحمہما اللہ تعالٰی فتاوٰی خیریہ میں فرماتے ہیں :

نحن علی علم بان الصحابة رضی اللہ تعالٰی عنهم اعلم من غيرهم فاذا علمنا انهم وضعوا محرابا لا يعارضهم من هو دونهم واذا علمنا ان محرابا وضع من غيرهم بغير علم لا نعتمده ، واذا لم نعرف شيئا وعلمنا كثرة المارين وتوالی المصلين علی مرور السنين عملنا بالظاهر وهو الصحة[1]

ہمیں یقین ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم دیگر تمام افرادِ اُمت سے زیادہ علم رکھتے تھے۔ جب ہمیں یہ معلوم ہوا کہ یہ محراب صحابہ نے قائم کئے ہیں تو ان کے مقابل کسی دوسرے کی بات کو تسلیم نہیں کیا جاسکتا (لہٰذا اس محراب پر اعتماد کیا جائے گا) اور جب ہمیں معلوم ہو جائے کہ صحابہ کے علاوہ کسی جاہل ناواقف نے یہ محراب بنائی ہے تو اس پر ہم اعتماد نہیں کریں گے ، اور اگر کسی محراب کے بارے میں ہمیں کچھ معلومات نہ ہوں صرف اتنا جانتے ہوں کہ یہاں کئی سالوں سے کثیر راہ گیر اور نمازی مسلسل نماز پڑھ رہے ہیں تو ہم اسی ظاہر صورت پر عمل کریں گے اور یہی درست ہے (ت)

اُسی میں ہے :

مذهب الحنفية يعمل بالمحاريب المذكورة ولا يلتفت للطعن المذكور[2]۔

احناف کا مسلک یہی ہے کہ ان محاریب مذکورہ پر عمل پیرا ہوں اور مخالف کے طعن و اعتراض مذکور کی طرف توجہ نہ کی جائے۔ (ت)

اُسی میں ہے :

نهاية الفلكی المذكور ان يطعن بالانحراف اليسير الذی لا يجاوز الحد المذكور وهو علی تقدير صدقه لا يمنع الجواز ولهذا قال الشارح

قول فلکی (ماہر فلکیات) مذکور کی نہایۃ یہ ہے کہ وہ اس تھوڑے انحراف کے ساتھ جو حدِ مذکور سے تجاوز نہ کرتا ہو طعن (اعتراض) کریگا حالانکہ اگر اس کا یہ قول سچا بھی ہو تاہم جوازِ نماز کے منافی نہیں اس لئے شارح

---

[1] فتاوٰی خیریہ | کتاب الصلوٰة | مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت | ۱/۹

[2] " " | " | " " " | ۱/۸

marfat.com

تلك المحاریب[1] اھ۔ کے معاملہ میں مسلمانوں کے قدیم محرابوں میں اجتہاد اور غور وفکر اس لئے جائز نہیں تاکہ طعن سے محفوظ رہا جاسکے کیونکہ یہ محراب مسلمانوں کی اُن جماعتوں نے قائم کئے ہیں جو کواکب کی سمت اور دلائل کی معرفت رکھتی تھیں، تو چونکہ خیر وبھلائی اسی میں ہے لہذا ان محرابوں کی تقلید کی جائے اھ (ت)

اقول وبه ظهران الحکم لایختص بالمفاوز فانهم انما صبوا فی الامصار بناءً علی تلك الادلة لاجرم ان قال العلامة البرجندی فی شرح النقایة ان امر القبلة انما یتحقق بقواعد الهندسة والحساب بان یعرف بعد مکة عن خط الاستواء وعن طرف المغرب ثم بعد البلد المفروض کذلك ثم یقاس بتلك القواعد لتحقق سمت القبلة ونحن قد حققنا بتلك القواعد سمت قبلة هراة[2] الی اٰخر ما سیاتی ونقله القال فی حاشیته مقرا علیه۔

اقول (میں کہتا ہوں) اس سے یہ بھی آشکارا ہوگیا کہ یہ حکم محض ویرانے اور جنگل کے ساتھ ہی مخصوص نہیں کیونکہ شہروں میں بھی مسلمانوں نے انہی قواعد وضوابط کی بنا پر محراب قائم کئے ہیں، چنانچہ علامہ برجندی نے شرح نقایہ میں کہا کہ قبلہ کا معاملہ قواعدِ ہندسہ وحساب کی بنا پر حل ہوتا ہے بایں طور کہ پہلے خطِ استواء سے اور مغرب کی جانب سے مکّہ کا بُعد پہچانا جائے پھر مفروض شہر کے بعد کو اسی طرح پہچانا جائے پھر ان قواعد کے مطابق قیاس کیا جائے تاکہ سمتِ قبلہ معلوم ہوسکے اور ہم ان قواعد کے ذریعے قبلہ ہرات کی سمت یونہی ثابت کرچکے ہیں آخر تک جس کا بیان آئیگا، اور اس کو علامہ قال نے اپنے حاشیہ میں ثابت رکھتے ہوئے نقل کیا ہے۔ (ت)

اور اتنا تو اکابر نے بھی فرمایا کہ جو مسجد مدتوں سے بنی ہو اور اہلِ علم وعامۂ مسلمین اس میں بلانکیر نمازیں پڑھتے رہے ہوں جیسا کہ عیدگاہ مذکور کی نسبت سوال میں مسطور ہے اگر کوئی فلسفی اپنے آلات وقیاسات کی رُو سے اُس میں شک ڈالا چاہے اُس کی طرف التفات نہ کیا جائے گا کہ صدہا سال سے علماء وسائر مسلمین کو غلطی پر مان لینا نہایت سخت بات ہے، بلکہ تصریح فرماتے ہیں کہ ایسی قدیم محرابیں خود ہی دلیل قبلہ ہیں جن کے بعد تحری کرنے اور اپنا قیاس لگانے کی شرعاً اجازت نہیں، ایسی تشکیک بعض مدعیانِ ہیئات نے بعض محرابات نصب کردہ صحابۂ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم میں بھی پیش کی حالانکہ بالیقین صحابۂ کرام کا علم زائد تھا اُس کے بعد فلسفی ادعا کا سننا بھی حلال نہیں، ہاں تحقیق معلوم ہو

---

[1] فتاوٰی خیریہ کتاب الصلٰوۃ مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت ۱/۷

[2] شرح النقایۃ للبرجندی باب شروط الصلٰوۃ ؍؍ منشی نولکشور لکھنؤ ۱/۸۹

marfat.com

ان کی ہیأت دانی اسی اعتراض ہی سے پیدا ہے کہ قطب شمالی شانۂ راست سے جانب پشت مائل ہونے کو دلیل انحراف بتایا اور دیوار توڑ کر ٹھیک محاذاتِ قطب میں بنانا چاہتے ہیں، علمِ ہیأت میں ادراکِ سمت قبلہ کے لئے دو طریقے ہیں، ایک تقریبی کہ عامۂ کتبِ متداولہ میں مذکور، دوسرا تحقیقی کہ زیجات میں مسطور۔ یہاں سے واضح کہ یہ حضرات اُن دونوں سے مجور، اگر وہ طریقہ تقریبی جانتے اُن پر معترض نہ ہوتے کہ اس کی رُو سے سمتِ قبلہ علی گڑھ نکالیں تو ضرور قطبِ شمالی شانۂ راست سے جانبِ پشت ہی پھرا رہے گا کہ اس طریقہ پر علی گڑھ کا خطِ قبلہ نقطۂ مغرب سے ساڑھے دس درجے جانبِ جنوب جھکا ہوا ہے۔ ظاہر ہے کہ نقطۂ مغرب کی طرف مُنہ کرتے تو قطب محاذاتِ شانہ پر رہتا اب کہ مغرب سے دس درجے جنوب کو پھرے، قطب ضرور جانبِ پشت میلان کرے گا، اور اگر طریقۂ تحقیقی سے آگاہ ہوتے ہرگز دیوار جدید محاذیٔ قطب بنانی نہ چاہتے کہ طریقِ تحقیقی میں بھی خط قبلہ علی گڑھ نقطۂ مغرب سے جنوب ہی کو مائل ہے اگرچہ نہ اُتنا کہ طریقِ تقریب میں تھا ہم دونوں طریق تقریب و تحقیق ان شاء اللہ آخر کلام میں ذکر کریں گے۔

ثامنا محاذاتِ قطب چاہنا بھی ان صاحبوں کے خیال میں علمائے اسلام رحمہم اللہ تعالیٰ کا صدقہ ہے جن کا منشا اگر ان کے خیال میں ہوتا مسجد کا ڈھانا فرض نہ کرتے، زمانۂ اقدس صحابۂ کرام بلکہ حضور پُر نور سید الانام علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام سے غیر مکی کیلئے جہتِ کعبہ قبلہ قرار پائی ہے اصابت عین کی ہرگز تکلیف نہیں ولہذا صحابہ و تابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے بلادِ متقاربہ بلکہ ملک بھر کے لئے ایک ہی قبلہ قرار دیا، ملک عراق کے واسطے باتباع ارشادِ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و فرمانِ فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابہ نے بین المشرق والمغرب قبلہ مقرر فرمایا، ائمہ کرام نے بخارا، سمرقند، نسف، ترمذ، بلخ، مرو، سرخس وغیرہا کا قبلہ مسقط راس العقرب بنایا، بیت المقدس، حلب، دمشق، رملہ، نابلس وغیرہا تمام ملک شام کا قبلہ ستارۂ قطب کو پس پشت لینا ٹھہرایا۔ کوفہ، بغداد، ہمدان، قزوین، طبرستان، جرجان وغیرہا میں نہر شاش تک قطب کو دہنے کان کے پیچھے ملک عراق میں سیدھے (دائیں) شانے، ملک مصر میں بائیں کندھے، ملک یمن میں منہ کے سامنے بائیں کو ہٹا ہُوا فرمایا۔ امام فقیہ ابوجعفر ہندوانی نے بغداد مقدس و بخارا شریف کا قبلہ ایک بتایا۔ علما نے خراسان و سمرقند وغیرہا بلادِ مشرقیہ کے لئے جن میں ہندوستان بھی داخل بین المغربین قبلہ ٹھہرایا۔ امام اجل فقیہ النفس قاضی خان رحمہ اللہ تعالیٰ نے مشائخ کرام رحمہم اللہ تعالیٰ سے دربارۂ قبلہ چھ قول نقل فرمائے: بناتُ النعش صغری کو جس کی نعش کا سب سے روشن ستارہ قطب ہے دہنے کان پر لے کر قدرے بائیں کو پھرنا، ستارۂ قطب کو سیدھے (دائیں) کان کے پیچھے لینا، مسقطِ راس العقرب کی طرف مُنہ کرنا، آفتاب جب بُرج جوزا میں ہو آخر وقت ظہر میں اُس کی سمت دیکھ کر ملحوظ رکھنا، مسقط دو نسر طائر و واقع کے درمیان بین المغربین کے فاصلے سے دو ثلث دہنے ایک بائیں کو رکھنا۔ اور فرمایا کہ یہ سب اقوال باہم قریب ہیں ان تمام احکام کا مبنٰی وہی ہے کہ اعتبارِ جہت میں بڑی وسعت ہے فلسفی بیچارا آلات کا پٹارا خیالات کا پشتارا کھول کر بیٹھے تو ہرگز

marfat.com

الزیلعی لایجوز التحری مع المحاریب[1]۔

امام زیلعی نے فرمایا محاریب کے ہوتے ہوئے اجتہاد اور غور وفکر کی ضرورت نہیں۔ (ت)

اُسی میں ہے:

الکلام فی تحقیق ذلك یعنی الانحراف الکثیر ولا یقع علی وجہ الیقین مع البعد باخبار المیقاتی کما لایخفی عند الفقہاء[2]۔

لیکن کلام انحراف کثیر کی تحقیق کے بارے میں ہے اور یہ بات بُعد کی صورت میں ماہرِ فلکیات کی رائے سے یقینی طور پر حاصل نہیں ہوسکتی جیسا کہ فقہاء پر مخفی نہیں (ت)

حلیہ میں ہے:

المحراب فی حق المصلی قد صار کعین الکعبۃ ولہذا لایجوز للشخص ان یجتہد فی المحاریب فایاك ان تنظر الی ما یقال ان قبلۃ اموی دمشق واکثر مساجدھا المبنیۃ علی سمت قبلتہ فیہا بعض انحراف اذلا شك ان قبلۃ الاموی من حین فتح الصحابۃ رضی اللہ تعالٰی عنہم ومن صلی منہم الیہا وکذا من بعدھم اعلم واوثق من فلکی لا ندری ھل اصاب ام اخطأ بل ذلك یرجح خطأہ وکل خیر من اتباع من سلف[3]۔

نمازی کے لئے محراب عین کعبہ کی طرح ہے اسی لئے کسی شخص کو روا نہیں کہ وہ محاریب میں اجتہاد یا غور وفکر کرے اس بات سے تو دُور رہ (جو کہا جاتا ہے) کہ جامع اموی دمشق اور اُسکی اکثر دیگر مساجد جو اسکی سمت پر بنائی گئی ہیں ان کی سمت قبلہ کچھ منحرف ہے کیونکہ جامع اموی کے قبلہ کا تعین اس وقت سے ہُوا ہے جب صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم نے اس علاقہ کو فتح کیا تھا صحابہ کرام خود بھی اسی رُخ نماز ادا کرتے رہے اور اُن سے بعد کے لوگ بھی اور وہ حضرات اس فلکی سے زیادہ عالم اور ثقہ تھے اس فلکی کے بارے میں ہمیں کیا معلوم کہ اس کی رائے درست ہے یا غلط بلکہ اس کا خاطی ہونا ہی راجح ہے اور تمام خیر اسلاف کی اتباع میں ہے۔ (ت)

پھر علماء کے یہ ارشادات اس کے بارے میں تھے جو فنِ ہیأت کا ماہر کامل عالم فاضل ثقہ عادل ہو یہ نئی روشنی والے نہ فقہ سے مس نہ ہیأت سے خبر اور دین و دیانت کا حال روشن تر، ان کی بات کیا قابلِ التفات،

---

[1] فتاوٰی خیریۃ کتاب الصلوٰۃ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱/۷

[2] ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۱/۹

[3] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

marfat.com

الایمن واختلف المشائخ رحمهم الله تعالٰی فیما سوی ذلك من الامصار، قال بعضهم اذا جعلت بنات نعش الصغری علی اذنك الیمنی یمینك وانحرفت قلیلا الی شمالك فتلك القبلة، وقال بعضهم اذا جعلت الجُدَیَّ خلف اذنك الیمنی فتلك القبلة وعن عبد الله المبارك وابی مطیع وابی معاذ وسلم بن سالم وعلی ابن یونس رحمهم الله تعالٰی انهم قالوا قبلتنا العقرب وعن بعضهم اذا کانت الشمس فی برج الجوزاء ففی اٰخر وقت الظهر اذا استقبلت الشمس بوجهك فتلك القبلة وعن الفقیه ابی جعفر رحمه الله تعالٰی انه قال اذا قمت مستقبل المغارب فالنسر الواقع بسقوطه یکون بحذاء منکبك الایمن والنسر الطائر سقوطه فی وجهك بحذاء عینك الیمنی فالقبلة ما بینهما، قال قبلة بخارا هی علی قبلتنا، وعن القاضی الامام صدر الاسلام قال القبلة ما بین النسرین، وعن الشیخ الامام ابی منصور الماتریدی رحمه الله تعالٰی انظر الی مغرب الشمس فی اطول ایام السنة ثم فی اقصر ایام السنة دع الثلثین عن یمینك والثلث عن یسارك فالقبلة عند ذلك وهذه الاقاویل بعضها قریب من بعض[1] اھ مختصرا۔

فرمایا: جدی (ستارہ) کو اپنے بائیں کاندھے پر کرو۔ ان کے علاوہ دیگر شہروں کے بارے میں مشائخ کرام رحمہم اللہ تعالٰی کا اختلاف ہے۔ بعض کا قول یہ ہے کہ جب بنات نعش صغری کو اپنے دائیں کان پر کرتے ہوئے تھوڑا سا اپنی بائیں طرف پھر جاؤ یہی تمہارا قبلہ ہے۔ اور بعض کا قول یہ ہے کہ جدی (ستارہ) کو جب اپنے بائیں کان کے پیچھے کرلے تو یہ تیرا قبلہ ہے۔ اور حضرت عبداللہ ابن مبارک، ابومطیع، ابومعاذ، سلم بن سالم اور علی بن یونس رحمہم اللہ تعالٰی فرماتے ہیں کہ ہمارا قبلہ عقرب (ستارہ) ہے۔ اور بعض کا کہنا یہ ہے کہ سورج برج جوزا میں ہو تو ظہر کے آخری وقت میں جب تو سورج کی طرف اپنے چہرے کو پھیر لے تو یہی تمہارا قبلہ ہے۔ اور فقیہ ابوجعفر رحمہ اللہ تعالٰی نے فرمایا: جب تم چہرہ مغارب کے سامنے کی طرف کرو تو نسر واقع تمہارے دائیں کاندھے کے برابر اور نسر طائر چہرے میں تمہاری دائیں آنکھ کے مقابل ہوگا جو ان کے درمیان ہو وہ قبلہ ہے، فرمایا اور بخارا کا قبلہ ہمارے ہی قبلہ پر ہے۔ اور امام قاضی صدر الاسلام کا قول ہے کہ قبلہ دونوں نسروں کے درمیان ہے۔ شیخ الاسلام ابومنصور ماتریدی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے فرمایا کہ تم سال کے بڑے دنوں میں سورج کے مغرب کی طرف دیکھو اسی طرح سال کے چھوٹے دنوں میں دیکھو پھر اپنی دائیں جانب سے دو تہائی اور بائیں جانب سے ایک تہائی چھوڑ دو تو یہ سمت قبلہ ہے۔ یہ تمام اقوال ایک دوسرے کے قریب قریب ہیں اھ مختصراً (ت)

---

[1] فتاوٰی قاضی خان کتاب الصلوٰۃ مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۱/۳۳

marfat.com

نہ اُن شہروں کا قبلہ ایک پاسکتا ہے نہ ملک بھر کی ایک سمت ٹھہراسکتا ہے مگر وُہ نہیں جانتا کہ یہ دین تدقیق آلات پر مبنی نہیں یہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دین سمح سہل ہے والحمد للہ رب العٰلمین قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انّا امّۃ اُمّیۃ لا نکتب ولا نحسب[1] (تمام خوبیاں اللہ کے لئے جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے، نبی کرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، ہم اُمّی اُمت ہیں نہ لکھتے ہیں نہ حساب رکھتے ہیں۔ ت)

فتاوٰی خانیہ میں ہے،

جهة الكعبة تعرف بالدليل والدليل فى الامصار والقرى المحاريب التى نصبتها الصحابة والتابعون رضى الله تعالىٰ عنهم فحين فتحوا العراق جعلوا قبلة اهلها بين المشرق والمغرب لذلك قال ابو حنيفة رضى الله تعالىٰ عنه ان كان بالعراق جعل المغرب عن يمينه والمشرق عن يساره وهكذا قال محمد رحمه الله تعالىٰ وانما قال ذلك لقول عمر رضى الله تعالىٰ عنه اذا جعلت المغرب عن يمينك والمشرق عن يسارك فما بينهما قبلة لاهل العراق وحين فتح خراسان جعلوا قبلة اهلها ما بين مغرب الصيف ومغرب الشتاء فعلينا اتباعهم وعن ابى يوسف رحمه الله تعالىٰ انه قال فى قبلة اهل الرى اجعل الجُدَىّ[ع] على منكبك

جہتِ کعبہ دلیل کے ذریعہ پہچانی جاسکتی ہے اور دلیل شہروں اور دیہاتوں میں وہ محراب ہیں جو صحابہ و تابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے قائم کئے، صحابہ نے جب عراق کا علاقہ فتح کیا تو انھوں نے وہاں کے لوگوں کیلئے مشرق و مغرب کے درمیان جہتِ کعبہ مقرر کی اس لئے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا عراقی مغرب کو اپنی دائیں طرف اور مشرق کو اپنی بائیں طرف کرلے۔ اسی طرح امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ انھوں نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس قول کی اتباع میں کہا ہے جس میں ہے کہ جب تم مغرب کو اپنی دائیں اور مشرق کو اپنی بائیں طرف کرلے تو ان کے درمیان اہلِ عراق کا قبلہ ہے۔ اور جب صحابہ نے خراسان فتح کیا تو وہاں کے رہنے والوں کے لئے قبلہ موسم گرما کے مغرب اور موسم سرما کے مغرب کے درمیان قرار دیا۔ پس ہم پر ان کی اتباع لازم ہے۔ امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ سے یہ مروی ہے کہ انھوں نے اہلِ رے کے لئے قبلہ کا تعین کرتے ہوئے

[ع] بضم الجيم وفتح الدال وتشديد الياء اى جُدَىّ الفرقد اسم النجم الثاقب السابع فى اٰخر النعش الصغرٰى ۱۲ العلامة حامد رضا رحمه الله تعالىٰ

جیم پر پیش، دال پر زبر، یاء مشدّد کے ساتھ یعنی جُدَیّ الفرقد یہ اس ساتویں ثاقب ستارے کا نام ہے جو نعش صغرٰی کے آخر میں ہے ۱۲ علامہ حامد رضا رحمہ اللہ تعالیٰ (ت)

[1] صحیح مسلم باب وجوب صوم رمضان لرؤیۃ الہلال الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۳۴۷

marfat.com

وبیت المقدس من جملۃ الشام کدمشق وحلب وجوز للکل الاعتماد علی القطب وجعلہ خلفہ ولابد فی ذلک من نوع انحراف لاھل ناحیۃ منھا لکنہ لایضر کما قررناہ[1]۔

بیت المقدس سب ملک شام کے حصّے ہیں جیسا کہ دمشق اور حلب اور ان کے بعض حضرات نے ان تمام کے لئے قطب ستارے پر اعتماد کو جائز قرار دیا ہے جبکہ وہاں کے رہنے والا اسے اپنے پیچھے کرے حالانکہ اس صورت میں یہاں سے ایک جانب رہنے والوں کیلئے کچھ نہ کچھ انحراف ضرور لازم آتا ہے، لیکن یہ انحراف نقصان دہ نہیں جیسے کہ ہم اس کو بیان کر آئے۔ (ت)

اسی حکم کی بنا پر ہندوستان میں ستارۂ قطب داہنے شانے پر لیا گیا ہے اور قدیم سے عام مساجد اسی سمت پر بنیں کہ بین المغربین کا اوسط مغرب اعتدال تھا اور اس کی طرف توجہ میں قطب سیدھے ہی شانے پر ہوتا ہے اور اُس کی پہچان آسان اور اُس میں انحراف بقدر[عہ] (قدرے انحراف) مضر نہیں ولہذا اسی پر تعامل ہوا، یہ مدعیان ہیأت نے سمجھے کہ عام بلادِ ہندیہ شاید خاص علی گڑھ کا یہی قبلہ تحقیقی ہے حالانکہ وہ محض ناواقفی ہے۔ ہندوستان آٹھ درجے عرض شمالی سے پینتیس ۳۵ درجے تک آباد ہے اور طولِ شرقی چھیاسٹھ ۶۶ درجے سے بانوے ۹۲ تک۔ یہ بھی ہندوستان کی خوش نصیبی ہے ۶۶ عدد ہیں اسمِ جلالت اللہ کے اور ۹۲ نامِ پاک محمد کے جل جلالہ وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ ہم نے اپنے رسالہ کشف العلۃ عن سمت القبلۃ (۱۳۰۴ھ) میں براہینِ ہندسیہ سے ثابت کیا ہے کہ شروع جنوبی ہند جزیرہ سرندیپ وغیرہا سے تئیس ۲۳ درجے چونتیس ۳۴ دقیقے عرض تک جتنے بلاد ہیں جن میں مدراس، حاطہ بمبئی، حیدر آباد کا علاقہ وغیرہا داخل ہیں، سب کا قبلہ نقطۂ مغرب سے شمال کو جھکا ہوا ہے ستارۂ قطب داہنے شانے سے سامنے کی جانب مائل ہوگا اور انتیسویں ۲۹ درجۂ عرض سے اخیر شمالی ہند تک جس میں دہلی، بریلی، مراد آباد، میرٹھ، پنجاب، بلوچستان، شکار پور، قلات، پشاور، کشمیر وغیرہا داخل ہیں سب کا قبلہ جنوب کو جھکا ہوا ہے، قطب سیدھے کندھے سے پشت کی طرف میلان کرے گا۔ دلیل کی رُو سے یہ عام حکم ساڑھے بتیس ۳۲ درجے سے ہوتا تھا مگر ۲۸ کے بعد سے ۳۲ تک عدم انحراف کے لئے جتنا طول درکار ہے ہندوستان میں اُس طول وعرض پر آبادی نہیں ۲۳° - ۳۴' سے ۲۸° تک جتنے بلادِ کثیرہ ہیں اُن میں کسی کا قبلہ مغربی جنوبی، کسی کا خاص نقطۂ مغرب کی طرف، علی گڑھ اسی قسمِ دوم میں ہے جس کا قبلہ جنوب کو مائل ہے۔ ہم نے اُس رسالے میں عرض الحمل سے

عہ ھھنا سقط ۱۲ العلامۃ حامد رضا رحمہ اللہ تعالٰی

یہاں کچھ عبارت ساقط ہوگئی ۱۲ علامہ حامد رضا رحمہ اللہ تعالٰی (ت)

---

[1] فتاوٰی خیریۃ کتاب الصلوٰۃ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱/ ۷

marfat.com

معراج الدرایہ و فتح القدیر و حلیہ میں ہے:

ولذا وضع العلماء قبلة بلد وبلدين و بلاد على سمت واحد فجعلوا قبلة بخارى و سمرقند ونسف وترمذ وبلخ ومرو و سرخس موضع الغروب اذا كانت الشمس فى اٰخر الميزان و اول العقرب كما اقتضته الدلائل الموضوعة لمعرفة القبلة ولم يخرجوا لكل بلد سمتا لبقاء المقابلة والتوجه فى ذلك القدر ونحوه من المسافة۔[1]

اسی لئے علماء نے ایک شہر، دو شہر بلکہ متعدد شہروں کا قبلہ ایک ہی سمت مقرر کیا ہے مثلاً بخارا، سمرقند، نسف، ترمذ، بلخ، مرو، سرخس کا قبلہ موضع غروب (مسقط راس العقرب) قرار دیا جبکہ شمس آخر میزان اور اول عقرب میں ہو جیسا کہ معرفت قبلہ کے لئے وضع کردہ دلائل اسی کا تقاضا کرتے ہیں اور ہر شہر کے لئے الگ الگ سمت مقرر نہ کی کیونکہ اس قدر اور اسی جیسی مسافت میں مقابلہ اور توجہ الی الکعبہ باقی رہتی ہے۔ (ت)

غنیہ و حلیہ و بحر و ردالمحتار وغیرہا میں ہے:

الجدىّ اذا جعله الواقف خلف اذنه اليمنى كان مستقبل القبلة ان كان بناحية الكوفة و بغداد وهمدان وقزوين وطبرستان و جرجان وما والاها الى نهر الشاش ويجعله من بمصر على عاتقه الايسر ومن بالعراق على عاتقه الايمن و باليمن قبالة المستقبل مما يلى جانبه الايسر و بالشام وراءه۔[2]

جب کھڑا ہونے والا جدی (قطب ستارہ) کو اپنے دائیں کان کے پیچھے کرلے تو اب اس کے سامنے جہتِ قبلہ ہے اگر وہ کوفہ، بغداد، ہمدان، قزوین، طبرستان، جرجان اور اس کے قرب وجوار نہر شاش تک کے علاقے میں رہنے والا ہو (تمام علاقوں کا قبلہ یہی ہے) مصر میں رہنے والا جدی (ستارہ قطب) اپنے بائیں کاندھے پر کرلے، عراقی دائیں کاندھے پر کرلے، یمنی اپنے سامنے کی اس جانب کرے جو بائیں جانب سے متصل ہے اور شامی اپنے پیچھے کی طرف کرلے۔ (ت)

فتاوٰی خیریہ میں ہے:

وذكر بعضهم ان اقوى الادلة القطب فيجعله من بالشام وراءه والرملة ونابلس

بعض علماء نے فرمایا کہ سب سے قوی دلیل قطب (ستارہ) ہے تو اہلِ شام اسے پشت کی طرف کریں، رملہ، نابلس،

---

[1] فتح القدیر باب شروط الصلوٰۃ مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۲۳۵
[2] البحر الرائق " " " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۲۸۵

marfat.com

اور بیہقی سُنن اور ابوالعباس اصم اپنے جزءِ حدیثی میں راوی امیر المومنین فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: مابین المشرق والمغرب قبلۃ[1] (مشرق ومغرب کے درمیان قبلہ ہے۔ ت) جامع ترمذی میں یہ قول متعدد صحابہ کرام مثل امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ وحضرت عبداللہ بن عباس وغیرہما رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہونا بیان کیا اور کہا عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں:

اذا جعلت المغرب عن یمینك والمشرق عن یسارك فما بینهما قبلۃ اذا استقبلت القبلۃ[2] - جب تُو مغرب کو داہنے ہاتھ پر لے اور مشرق کو بائیں پر، تو ان دونوں کے اندر قبلہ ہے، اس وقت رُو بقبلہ ہولیا۔

اقول عبارتِ مذکورہ علما سے ظاہراً یہ معلوم ہوتا ہے کہ جب تک مُنہ کرنے کے عوض پیٹھ کرنا نہ ہو کر قبلہ مغرب کو ہے یہ مشرق کو مُنہ کرے یا بالعکس، اُس وقت تک استقبال فوت نہ ہوگا، یہاں تک کہ اگر مغربی قبلہ والا جنوب یا شمال کو منہ کرکے کھڑا ہو یعنی کعبہ معظمہ کو ٹھیک دہنی یا بائیں کروٹ پڑے تو جہت ہنوز باقی رہی اور یہ ظاہر الفساد ہے پہلو کرنے کو کوئی مُنہ کرنا نہ کہے گا یہ فَوَلِّ وَجْهَكَ (پس اپنا چہرۂ اقدس پھیریے۔ ت) کے عوض وَلِّ جَنْبَكَ (اپنا پہلو مبارک پھیریے۔ ت) رہے گا اور وہ بالاجماع باطل ہے ولہذا قولِ ظہیریہ اذا تیامن او تیاسر تجوز[3] (اگر دائیں یا بائیں ہوگیا تو جائز ہے۔ ت) کی تاویل کی طرف دُرمختار میں اشارہ فرمایا ردالمحتار میں اس کی شرح کی:

ای لیس المراد منه ان یجعل الکعبة عن یمینه اویساره اذ لا شك حینئذ فی خروجه عن الجهة بالکلیة بل المراد الانتقال عن عین الکعبة الی الیمین او الیسار[4] اھ ملخصاً - یعنی اس سے مراد یہ نہیں کہ وہ کعبہ کو دائیں یا بائیں کرے کیونکہ اس صورت میں وُہ بلاشک جہتِ کعبہ سے نکل جائے گا بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ وُہ عین کعبہ سے دائیں یا بائیں طرف منتقل ہوجائے اھ ملخصاً (ت)

اگرچہ یہ مراد نہیں ہوسکتی کہ اپنے یہاں کے نقاطِ اربعہ جہاتِ اربعہ کے اعتبار سے افقِ بلد کے دو نصف کیے جائیں، قبلہ اگر وہاں سے جنوب یا شمال کو ہے (جیسے مدینہ طیبہ کہ اس کا قبلہ میزابِ رحمت ہے) تو جنوبی شمالی اور اگر مشرق یا مغرب کو ہے (جیسے ہندوستان میں کہ اُس کا قبلہ بابِ کعبہ ومقامِ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم ہے) تو شرقی غربی،

---

[1] السنن الکبریٰ کتاب الصلوٰۃ مطبوعہ دار صادر (بیروت) ۲/۹

[2] جامع الترمذی باب ماجاء ان بین المشرق والمغرب قبلۃ مطبوعہ امین کمپنی دہلی ۱/۴۶

[3] ردالمحتار مبحث فی استقبال القبلۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۳۱۵

[4] " " " " " " " ۱/۳۱۶

marfat.com

عرض الجہا تک ایک ایک دقیقے کے فاصلے سے ایک جدول دی ہے کہ اتنے عرض پر جب اتنا طول ہو تو قبلہ ٹھیک مغرب اعتدال کی طرف ہو گا اس کے ملاحظہ سے واضح ہو سکتا ہے کہ ہندوستان میں کتنے شہروں کا تحقیقی قبلہ اسی حکم مشہور کے مطابق ہے بااینہمہ عام عملدرآمد اُسی حکمِ واحد پر ہے اور کچھ مضر نہیں کہ حدودِ شرع سے باہر نہیں، بالجملہ یہ ناواقف لوگ اگر سمت حقیقی چاہتے ہیں تو محاذاتِ قطب چاہنا باطل اور جہت پر قانع ہیں تو جہت اب بھی حاصل، بہر حال مسجد شہید کرنے کی فرضیت باطل، اُس میں نماز کی تحریمی کراہت باطل۔ غرض اُس بے معنی فتوے کی جہالت کہاں تک گنئے ہم اصل حکمِ شرع بتوفیق اللہ تعالٰی واضح کریں کہ عیدگاہ مذکور ضرور حدودِ شرعیہ کے اندر ہے اس کا بیان چند افادوں پر موقوف، **فاقول** وماتوفیقی الّا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب (میں اللہ تعالٰی کی توفیق سے کہتا ہوں اسی پر بھروسا اور اسی کی طرف لوٹنا ہے۔ ت)

افادہ اُولٰی: جہتِ قبلہ کی حد کیا ہے کہ جب اس سے باہر ہو جہت سے باہر ہو، اس بارے میں عباراتِ علماء متعدد وجوہ پر پائی گئیں؛

اوّل جب مشارق مغارب نہ بدلیں جہت نہ بدلے گی۔ فتح القدیر و بحرالرائق و خیریہ و طحطاوی و ردالمحتار وغیرہا کُتبِ کثیرہ میں یہاں اور نیز مسئلۂ اقتدار بالشافعی میں ہے؛

الانحراف المفسد ان یجاوز المشارق الی المغارب[1] وفی الخیریۃ بعد ماقدمنا عنہ فی الایراد السابع وعند تحققنا بالخطأ زال الغطاء وھو فی اختلاف الجھۃ بحیث یکون متجاوز المشارق الی المغارب[2]۔

مفسدِ نماز وہ انحراف جو مشارق سے مغارب کی طرف متجاوز ہو۔ اور فتاوٰی خیریہ میں اس گفتگو کے بعد جو پہلے ایرادِ سابع میں بیان کرچکے) ہے۔ جب ہمیں خطاء کا تحقیقی ثبوت مل گیا تو پردہ اُٹھ گیا یعنی کوئی اشکال نہ رہا، وہ یہ ہے کہ جہتِ کعبہ مختلف ہوجاتی ہے جب مشارق و مغارب سے متجاوز ہوں (یعنی مشارق مغارب بدل جائیں)۔ (ت)

اور اُس کی تائید اُس حدیث سے کی گئی کہ ترمذی و ابن ماجہ و حاکم نے ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی ترمذی نے کہا حسن صحیح ہے حاکم نے کہا بر شرطِ بخاری و مسلم صحیح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: مابین المشرق والمغرب قبلۃ[3] مشرق و مغرب کے درمیان قبلہ ہے۔ امام مالک مؤطا اور ابوبکر ابن ابی شیبہ اور عبدالرزاق مصنفات

---

[1] البحرالرائق | باب شروط الصلوٰۃ | مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی | ۱/۲۸۵

[2] فتاوٰی خیریۃ | کتاب الصلوٰۃ | " دارالمعرفۃ بیروت | ۱/۹

[3] جامع الترمذی | باب ماجاء ان بین المشرق والمغرب قبلۃ | مطبوعہ امین کمپنی دہلی | ۱/۴۶

marfat.com

الظاهر ان هذا انما یستقیم فیما اذا کان التوجه من المشرق الی المغرب و بالعکس مسامتا لهواء الکعبة اما تحقیقا او تقریبا علی ما ذکرنا لا علی ای وجه کان ذلك التوجه من احدی الجهتین الی الاخری فتنبیه له وکان للعلم به لم یفصحوا به[1]

ظاہر یہ ہے یہ اس صورت میں درست ہوگا جب توجہ مشرق سے جانب مغرب یا بالعکس ہوائے کعبہ کی سمت حقیقۃً یا تقریباً باقی رہے جیسے کہ ہم نے ذکر کیا یہ نہیں کہ ہر صورت میں درست ہوگا یعنی جب دونوں جہتوں میں سے ایک کی توجہ دوسری کی طرف ہو۔ یہ اس کے لئے تنبیہ ہے اور گویا اس بات کا علم تھا اس لئے انھوں نے وضاحت نہیں کی۔ (ت)

یُوں ہی ردالمحتار میں اُسے مؤول کیا کما سیأتی وللعبد الضعیف فیہ کلام ستعرفہ ان شاء اللہ تعالٰی (جیسے کہ عنقریب آئیگا اور عبدِ ضعیف کو اس میں کلام ہے جس سے اِن شاء اللہ تعالٰی آگاہی ہوگی۔ ت)

دوم[2] کہ عامۂ کُتب میں شہرت وافیہ رکھتا ہے کہ اتنا پھر سکتا ہے جس میں مُنہ یعنی وجہ کا کوئی حصہ مقابل کعبہ معظمہ رہے دو مسطح چیزوں میں مقابلہ تھوڑے انحراف سے زائل ہوجاتا ہے مگر قوس کا مقابلہ بے انحراف کثیر زائل نہ ہوگا اور حق جل وعلا نے انسان کا چہرہ مقوس بنایا ہے تو جب تک کوئی حصّۂ رُخ مقابل رہے گا استقبال بالوجہ حاصل رہے گا اور فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ (پس اپنا چہرۂ اقدس مسجدِ حرام کی طرف پھیر لو۔ ت) کا امتثال ہوجائے گا۔

اقول اُس کی وجہ یہ ہے کہ سطح مستوی پر جتنے خط عمود ہوں گے سب کی سمت ایک ہوگی جب اُن میں ایک مقابلہ سے منحرف ہوا سب منحرف ہوگئے بخلاف قوس کہ اُس کے ہر نقطہ کے خطِ مماس پر نقطۂ تماس سے جو عمود قائم ہوگا جُدا جہت رکھے گا تو اُس کا مقابلہ زائل ہوا دوسرے کا ہوگا اُس کا نہ رہا اور کا ہوگا یہاں تک کہ قوس ختم ہوجائے۔

معراج الدرایہ و فتح القدیر و زاد الفقیر و حلیہ و غنیہ و البحر الرائق و فتاوٰی خیریہ و درمختار و ردالمحتار وغیرہا میں ہے:

وھذا لفظ الاخیر ثم اعلم انه ذکر فی المعراج عن شیخه ان جهة الکعبة ھی الجانب الذی اذا توجه الیه الانسان یکون مسامتا للکعبة او ھوائها تحقیقا او تقریبا و معنی

آخری کتاب کے الفاظ یہ ہیں: پھر جان لے کہ معراج الدرایہ میں اپنے شیخ سے ذکر کیا ہے کہ جہتِ کعبہ سے مراد وُہ جانب ہے کہ انسان جب اسکی طرف توجہ کرے تو انسان کا چہرہ کعبہ یا ہوائے کعبہ کی جانب تحقیقاً یا

---

[1] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

marfat.com

پھر جس نصف میں کعبہ ہے مصلی اس میں کسی طرف منہ کرلے استقبال ہوجائے گا اور دوسرے نصف کی طرف منہ کیا تو جہت سے نکل جائے گا یہ پہلے سے بھی زیادہ ظاہر البطلان ہے کہ اس پر استقبالِ قبلہ میں نماز فاسد اور استدبارِ قبلہ میں صحیح ٹھہرتی ہے۔ فرض کرو ا ب ح ء شہری کا دائرۂ افق ہے جس میں ا نقطۂ مغرب ء نقطۂ مشرق ہے تو ا ح قوس غربی ہوئی ی کعبۂ معظمہ اسی نصف میں واقع تو مصلی نقطۂ ط کی طرف منہ کرے تو اس کی توجہ اسی نصف کی طرف واقع ہوئی

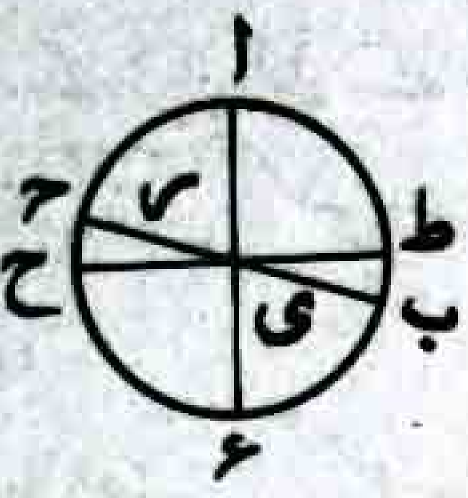

مگر قطعاً اس کی پشت کعبہ کو ہے اور ح کی طرف استقبال کرے تو نماز نہ ہو کہ نصف بدل گیا حالانکہ وہ قطعاً استقبال میں ہے بلکہ معنی یہ ہیں کہ ایک خطِ مستقیم موضعِ مصلی و محلِ کعبہ میں وصل کیا جائے اور دوسرا خط کہ اس پر عمود ہو جانبین میں دائرۂ افق تک ملا دیا جائے اس عمود سے جو افق کے دو نصف ہوئے اُن میں قبلہ اُس حصہ میں ہے جس کے ٹھیک وسط میں کعبہ ہے پس صورت مفروضہ میں تصویر سمت یہ ہے خط ی ک خطِ قبلۂ تحقیقی اور ح ط اُس پر عمود قوس ح ک ط میں قبلہ ہے اس قدر سے وہ اشکالے تو اُٹھ گئے مگر ایراد اوّل ہنوز باقی ہے کہ ظاہر یہ کہ نقطتین ح ط کے اندر اندر ساری قوس جہت ہے اور شک نہیں کہ ح ط درکنار ا ل کی طرف منہ کرنا بھی یقیناً تیامن تیاسر ہے نہ استقبال ولہذا علماء نے اسے مشکل جانا اور تاویل و تقلید کی طرف متوجہ ہوئے

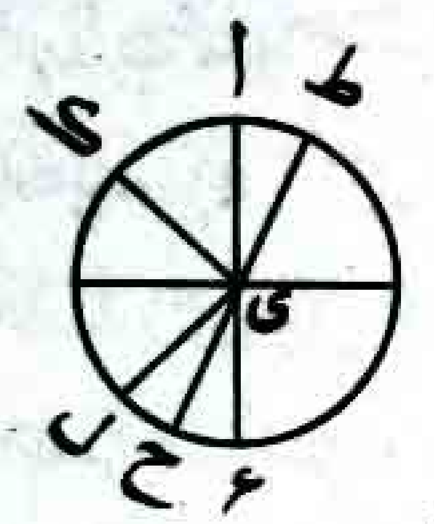

کہ اس سے مراد صرف وہ حصۂ قوس ہے جس کی طرف توجہ میں ہوائے کعبہ سے کچھ بھی محاذات و مسامتت باقی ہے اگرچہ تقریباً نہ یہ کہ جس نقطے کو چاہو منہ کرلو۔ منحۃ الخالق میں ہے:

قولہ وفی الفتاوی الانحراف المفسد ان یتجاوز المشارق الی المغارب، کذا نقلہ فی فتح القدیر وھو مشکل فان مقتضاہ ان الانحراف اذا لم یوصلہ الی ھذا القدر لا یفسد[1] الخ۔

اس کا قول فتاوٰی میں ہے کہ مفسدِ نماز وہ انحراف ہے جو مشارق سے مغارب کی طرف متجاوز ہو، فتح القدیر میں اسی طرح منقول ہے حالانکہ یہ صورت مشکل ہے کیونکہ اس کا تقاضا یہ ہے کہ انحراف اس کو جب تک اس مقدار تک نہ پہنچائے وہ مفسدِ نماز نہ ہوگا الخ۔(ت)

حلیہ میں فرمایا:

م قبلۃ اھل المشرق المغرب عندنا، ش ھذا فی الذخیرۃ (الی ان قال) ثم

م (متن) اہلِ مشرق کا قبلہ ہمارے نزدیک مغرب ہے ش (شرح) یہ ذخیرہ میں ہے (آگے چل کر کہا) پھر

۱؎ منحۃ الخالق حاشیۃ البحر الرائق باب شروط الصلوٰۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۲۸۵

marfat.com

جبهة المصلی بل منها او من جوانبها کما دل علیه قول الدرر من جبین المصلی فان الجبین طرف الجبهة وھما جبینان وعلی ماقررناہ یحمل ما فی الفتح والبحر عن الفتاوی من ان الانحراف المفسد ان یجاوز المشارق الی المغارب[1]۔

نمازی کی پیشانی سے خارج ہو بلکہ پیشانی یا پیشانی کے کسی ایک حصّہ سے خارج ہو جیسے کہ اس پر دُرَر کے یہ الفاظ دال ہیں، وُہ خط نمازی کے جبین سے خارج ہو، کیونکہ جبین پیشانی کی ایک طرف کو کہتے ہیں اور اس کے دونوں طرف دو جبینیں ہوئے۔ یہ جو ہم نے گفتگو کی ہے اسی پر اس کو محمول کیا جائے جو فتح القدیر اور بحرالرائق میں فتاوٰی سے منقول ہے، یعنی مفسدِ نماز وُہ انحراف ہے جس سے مشارق مغارب بدل جائیں (ت)

اقول وباللہ التوفیق (میں اللہ تعالٰی کی توفیق سے کہتا ہُوں۔ت) تمام کتب مذکورہ میں شئی من سطح الوجہ (سطحِ چہرہ کا کچھ حصّہ۔ت) کا لفظ ہے اور ہمارے مذہب میں ایک کان سے دوسرے تک سب سطحِ وجہ ہے ولہذا ما بین العذار والاذن (رخسار اور کان کا درمیانی حصّہ۔ت) کا دھونا بھی وضو میں فرض ہُوا اور قطعاً معلوم ہے کہ جب کوئی کسی نقطہ اُفق کی محاذات پر کھڑا ہو تو اس کی سطح وجہ کی محاذات نصف دائرہ اُفق کو گھیرلے گی تو ربع دور تک پھرنا روا ہوگا اور ٹھیک جنوب یا شمال کو مُنہ کئے سے مستقبل کعبہ قرار پائے گا کہ کان کے متصل جو سطحِ وجہ یعنی کنپٹی کا حصّہ ہے ضرور محاذی کعبہ ہے حالانکہ وہ بداہۃً متیامن یا متیاسر نہ کہ مستقبل تو اس قول کے ظاہر پر بھی وہی استبعادِ شدید لازم جو عبارت اولٰی پر تھا اور حلیہ و ردالمحتار کے قول کو اس دوم کے ساتھ تاویل کرنا

حیث قال فی الحلیۃ اوتقریبا علی ما ذکرناہ وما ذکرھو ھذا القول الثانی من بقاء شئی من سطح الوجہ مسامتا وسمعت انفا قول الشامی۔

جہاں حلیہ میں کہا: یا وہ تقریباً محاذی جیسے کہ ہم ذکر کر آئے' اور جو انھوں نے ذکر کیا وہ قولِ ثانی یہی ہے کہ سطحِ وجہ کا کوئی حصّہ سمتِ کعبہ میں باقی رہے۔ اور شامی کا قول ابھی آپ نے سُنا۔(ت)

اصلاً نافع نہ ہُوا کہ یہ کلام بھی اپنے ظاہر پر اُتنا ہی وسیع ہے جتنا قولِ اوّل تھا اور یہ زنہار نہ قابلِ اعتبار نہ مرادِ علما ہونے کا سزاوار، مثلاً جہاں کعبہ خاص سمت قبلہ مغرب ہو اگر کوئی شخص ٹھیک نقطہ جنوب وشمال کو مُنہ کرے یا نہ سہی بلکہ دو تین درجے مغرب کو پھرا ہی مانیے کہ مسافات بعیدہ میں اتنا انحراف فرق محسوس نہیں دیتا تو یقیناً یہی کہا جائے گا کہ اُس کا منہ جنوب یا شمال کو ہے نہ کہ کعبۂ معظمہ کو، حالانکہ اُس کی سطح کی وجہ سے بعض جز بلاشُبہہ مسامت کعبہ ہے

نعم رأیت الفاضل عبد الحلیم الرومی من

ہاں میں نے دورِ عثمانی کے عُلماء میں سے عبدالحلیم رومی

---

[1] ردالمحتار مبحث فی استقبال القبلۃ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۲۸۸

التقريب ان يكون منحرفا عنها اوعن هوائها بما لاتزول به المقابلة بالكلية بان يبقى شئ من سطح الوجه مسامتا لها ولهوائها ملخصا۔

تقریباً باقی رہے۔ تقریب کا معنی یہ ہے کہ کعبہ یا ہوائے کعبہ سے تھوڑا منحرف ہو جس سے بالکلیہ مقابلہ زائل نہ ہو، بایں طور کہ چہرہ کی سطح کعبہ یا ہوائے کعبہ کی سمت باقی رہے ملخصاً

جامع الرموز میں ہے:

لاباس بالانحراف انحرافا لاتزول به المقابلة بالكلية بان يبقى شئ من سطح الوجه مسامتا للكعبة۔[2]

ایسے انحراف میں کوئی حرج نہیں جس سے تقابل بالکلیہ ختم نہ ہو بایں طور کہ سطحِ چہرہ کا کچھ حصہ کعبہ کی جانب باقی رہے۔ (ت)

درر میں ہے:

فيعلم منه انه لوانحرف عن العين انحرافا لايزول به المقابلة بالكلية جاز يؤيده ماقال فى الظهيرية اذا تيامن او تياسر يجوز لان وجه الانسان مقوس فعند التيامن او التياسر يكون احد جوانبه الى القبلة۔[3]

تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر وہ عین کعبہ سے اتنا تھوڑا منحرف ہو جس سے بالکلیہ مقابلہ ختم نہ ہوتا ہو تو نماز جائز ہو، ظہیریہ کا یہ قول بھی اس کی تائید کرتا ہے، جب انسان متیامن متیاسر ہوگیا تو نماز جائز ہے کیونکہ انسان کا چہرہ کمان کی طرح گول ہے تھوڑا سا دائیں بائیں ہونے سے اس کی کوئی ایک جانب قبلہ رُخ باقی رہے گی (ت)

ردالمحتار میں ہے:

فعلم ان الانحراف اليسير لايضر وهو الذى يبقى معه الوجه اوشئ من جوانبه مسامتا لعين الكعبة اولهوائها بان يخرج الخط من الوجه اومن بعض جوانبه ويمر على الكعبة اوهواءها مستقيما ولايلزم ان يكون الخط الخارج على استقامة خارجا من

تو اس سے معلوم ہُوا کہ تھوڑا انحراف نقصان دہ نہیں وہ تھوڑا انحراف یہ ہے کہ چہرہ یا چہرہ کی کوئی ایک جانب عین کعبہ یا ہوائے کعبہ کے مقابل باقی رہے بایں طور کہ چہرے یا اس کی کسی ایک جانب سے نکلنے والا خط کعبہ یا ہوائے کعبہ کی طرف مستقیم (سیدھا) ہو کر گزرے یہ ضروری نہیں کہ نکلنے والا خط سیدھا

---

[1] ردالمحتار مبحث فى استقبال القبلة مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۲۸۷

[2] جامع الرموز باب شروط الصلوٰۃ مطبوعہ گنبد قاموس ایران ۱/۱۳۰

[3] الدرر الحکام شرح غرر الاحکام باب شروط الصلوٰۃ مطبوعہ احمد کامل الکائنہ فی دار السعادت بیروت ۱/۶۰

marfat.com

ب ء ح ح وهو لا يكون لمقوس قط مع مسطح الا من نقطة واحدة تحقيقا وبعض نقاط مجاورة اخرى تقريبا۔

فاولاً لا امكان لمقابلة طرف بكله الا مجازا۔

وثانياً اذ تقابل طرف من قوس مسطحا استحال ان يقابله شئ من طرفها الآخر لما قدمنا ان الاعمدة الخارجة من مماسات القوس لا يكون اثنان منها الى جهة واحدة قط الم تعلم ان تلك الاعمدة كلها هي الخطوط الخارجة من المركز الى نقاط القوس او على سموتها وكلها تلتقي على المركز فان اتصل اثنان منها بمقابل كالكعبة او الخط المار بها عرضا الى الافق و احدث كل عليه قائمتين ووصلنا بينهما اجتمع في مثلث قائمتان وهو محال فتبصر۔

مسامت نہیں ہے اور یہ بات مسطح کے ہوتے ہوئے مقوس میں قطعاً نہیں ہوگی مگر نقطہ واحدہ سے تحقیقاً اور بعض دُوسرے نقاطِ متصلہ سے تقریباً۔

پس **اوّلاً** تو یہ ہے کہ ایک طرف کا مقابلہ کُلی طور پر ممکن ہی نہیں البتہ مجازاً ہوسکتا ہے۔

وثانیاً جب ایک طرف قوس مسطح کے مقابل ہو تو اس کی دُوسری طرف کے کسی حصے کا اس کے مقابل ہونا محال ہے جیسا کہ ہم پیچھے بیان کر آئے کہ مماساتِ قوس سے جو نکلنے والے خارجی عمود ہیں ان میں سے فقط دو جہتِ واحدہ کی طرف متصل نہ ہوں گے، آپ کو یہ معلوم نہیں کہ وہ تمام کے تمام عمود مرکز سے نقاطِ قوس کی طرف یا ان کی سمتوں پہ نکلنے والے خطوط ہی ہیں اور تمام کے تمام مرکز پر مل رہے ہیں، ان میں سے اگر دو مقابل کے ساتھ متصل ہوجائیں جیسے کعبہ یا وُہ خط جو کعبہ کے ساتھ عرضاً افق کی طرف گزر رہا ہے اور ہر ایک اس پر دو قائمے پیدا کردے اور ہم ان کے درمیان اتصال کردیں تو ایک مثلث میں دو قائموں کا اجتماع لازم آئیگا جو کہ محال ہے پس تدبّر کرو۔ (ت)

سوم وسط راس مقابل ہر دو چشم سے ایک زاویہ بناتے آنکھوں پر گزرتے دو خط نکلیں یہ جہاں تک پھیلیں کعبہ جب تک ان کے اندر رہے جہت باقی ہے اور دونوں سے باہر واقع ہو تو نہیں۔ یہ امام حجۃ الاسلام غزالی قدس سرہ العالی پھر علامہ تفتازانی نے شرح کشاف پھر علامہ مولٰی خسرو نے درر میں افادہ فرمایا ان دونوں نے اُس زاویہ کی مقدار نہ بتائی جو وسطِ سر میں التقائے خطین سے بنے گا اور امام حجۃ الاسلام نے تصریح فرمائی کہ قائمہ ہو، درر میں اصابت جہت کی ایک وجہ بیان کرکے فرمایا:

اونقول هو ان تقع الكعبة فيما بين خطين يلتقيان في الدماغ

یا ہم کہتے ہیں جہتِ قبلہ یہ ہے کہ کعبہ واقع ہو درمیانِ ان دو خطوں کے جو وسط راس (دماغ) میں ملتے ہوئے

marfat.com

علماء الدولة العثمانية ذكر في حاشيته على الدرر تقييد عبارتها حيث قال (قوله يكون احد جوانبه الى القبلة) لا يريد به زوال الطرف الاخر عن المقابلة بالكلية كما ظن بل المراد مقابلة طرف بكله مقابلة شئ من سطح الاخر مسامتا كما هو المفهوم من المنبع[1] اھ **اقول** لم يذكر عبارة المنبع حتى ينظر فيها وهو مع مخالفته لظاهر الدرر لا يلائمه نص عامة الكتب المذكورة من الاجتزاء ببقاء شئ من سطح الوجه مسامتا فانه صريح في عدم الحاجة الى مسامتة ما في الباقي اصلا بل **اقول** لعلك ان امنعت النظر لم تره يرجع الى صحة فان المسامتة لا بد لها من مقابلة حقيقية في الحقيقية لوسط الجبهة و في التقريبية شئ من الاطراف اما اذا فاتت مقابلة الحقيقية اصلا فلا مسامتة فلا استقبال فلا صلوة والمقابلة انما تكون باتصال الخط قوائم الا ترى ا ح ء ان سطح ا يقابل ب و ح يواجه ء اما ء فلا يسامت ر لعدم الاتصال على قوائم

کو دیکھا جنہوں نے درر پر اپنے حاشیہ میں ان کی عبارت کو مقید ذکر کیا ان کی عبارت یہ ہے **قولہ یکون احد جوانبہ الی القبلۃ** (کوئی ایک قبلہ کی طرف ہو) اس سے ان کی مراد یہ نہیں کہ دوسری جانب بالکل مسامتت قبلہ سے ختم ہو جائے جیسا کہ گمان کیا گیا ہے، بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ ایک طرف کلیۃً محاذی ہو اور دوسری کی سطح کا کچھ مسامت رہے جیسا کہ منبع سے یہی مفہوم ہوا ہے اھ **اقول** (میں کہتا ہوں) انہوں نے منبع کی عبارت ذکر نہیں کی تاکہ اس پر غور کیا جاسکے اور ان کا یہ قول ظاہر درر کے مخالف ہے اور اس سے مناسبت بھی نہیں رکھتا نیز عامہ کتب مذکورہ کے نصوص کے بھی خلاف ہے کیونکہ کتب مذکورہ نے سطح وجہ کے کسی حصّہ کے سمتِ قبلہ میں ہونے کو کافی قرار دیا ہے یہ اس بات کی صراحت ہے کہ باقی حصّہ کا مسامت و محاذی ہونا قطعاً ضروری نہیں۔ بل اقول (بلکہ میں کہتا ہوں) اگر تو غور و فکر کرے تو تُو اس قول کو صحیح نہیں پائے گا کیونکہ مسامتت حقیقی کے لئے حقیقۃً وسطِ پیشانی کا مقابل ہونا ضروری ہے اور مسامتت تقریبی کے لئے چہرے کی کسی ایک طرف کا مقابل ہونا کافی ہے۔ پس جب مقابلہ حقیقی اصلاً ختم ہو گیا تو اب نہ مسامتت رہی نہ استقبالِ قبلہ رہا نہ نماز درست ہوگی۔ اور مقابلہ قائموں پر خط کے اتصال سے بنتا ہے۔ آپ نہیں دیکھتے ا ح ء میں کہ سطح ا مقابل ہے ب کے اور ح ء کے مواجہ ہے لیکن ء ب ء ر ح کے قائموں پر عدمِ اتصال کی وجہ سے ر کے

---

[1] حاشیۃ الدرر علی غرر لعبد الحلیم الرومی باب شروط الصلوٰۃ مطبوعہ مطبع عثمانیہ دار سعادت بیروت ۱/ ۵۲

marfat.com

القائمة۔

اقول وبما قررنا ظهر قلق ما قال الفاضل الحلیمی افندی فی حاشیتہ الدرر ان حاصلہ ان تقع الکعبۃ بین خطین یخرجان من العینین وان کان احد الخطین طویلا کما ھو المشاھد عند انحراف التوجہ[1] اھ فان الخطین یمتدان الی الافق فلا مساغ ثمہ لطول وقصر ولا داعی الی قطعھما علی حد وانما النظر الی الفضاء الحاصل بینھما ان تقع الکعبۃ فیہ۔

پیدا ہوں اسی وجہ سے "قائمہ" بطور مفرد ذکر کیا۔

اقول (میں کہتا ہوں) ہماری اس تقریر سے وُہ اضطراب اور پیچیدگی بھی ظاہر ہوگئی جو کہ فاضل حلیمی آفندی نے اپنے حاشیۂ درر میں پیدا کی ہے انھوں نے کہا: اس کا حاصل یہ ہے کہ کعبہ ایسے دو خطوں کے درمیان واقع ہو جو دونوں آنکھوں سے نکلتے ہوں اگرچہ ان دو خطوں میں ایک طویل ہو جیساکہ انحرافِ توجہ کے وقت مشاہدہ میں آتا ہے اھ۔ کیونکہ دونوں خط جب اُفق کی طرف ممتد ہوتے ہیں تو وہاں نہ طول و قصر رہتا ہے اور نہ ہی کسی حد پر دونوں کے قطع کا کوئی داعی ملتا ہے اس صورت میں ان دونوں کے درمیان حاصل ہونے والی فضار میں نظر اس طرح ہوتی ہے گویا کعبہ اسی فضاء میں واقع ہے۔ (ت)

اقول اس قول پر یہ خط جو وسطِ دماغ محاذی عینین سے زاویۂ قائمہ بناتے نکلے ان کے اندر کعبہ کسی طرح واقع ہونا مطلقاً حصولِ جہت کو کافی ہے اگرچہ ایک خط کعبہ سے ملا ہوا گزرے اب اگر یہاں یہ معنی لئے جائیں کہ یہ دونوں خط جہاں تک پھیلیں ان کے اندر اندر جو کچھ ہے جہتِ کعبہ ہے اس کی طرف توجہ توجہ بجہت کعبہ ہے جیساکہ احیاء امام حجۃ الاسلام سے نقل کیا گیا ولم ارہ فیہ ولا فی شرحہ اتحاف السادۃ فی کتاب اسرار الصلاۃ (حالانکہ یہ بات مجھے احیاء العلوم اور اس کی شرح اتحاف السادہ کی کتاب اسرار الصلاۃ میں نہیں ملی۔ت) کہ ان دونوں خطوں کا بیان کرکے فرمایا فما یقع بین الخطین الخارجین من العینین فھو داخل فی الجھۃ (پس جو دونوں آنکھوں سے نکلنے والے خطوط کے درمیان واقع ہوگا وہ جہتِ قبلہ میں داخل ہے۔ت) تو اس تقدیر پر یہ قول بھی مثل دو قول پیشیں اُتنی ہی وُسعتِ بعیدہ رکھے گا کہ جب زاویہ قائمہ ہے اور اُس کے

---

[1] حاشیۃ الدرر علی الغرر للفاضل الحلیمی باب شروط الصلوٰۃ مطبوعہ مطبع عثمانیہ دار سعادت بیروت ۱/۵۲

فيخرجان الى العينين كساقى مثلث كذا قال النحرير التفتازانى فى شرح الكشاف[1]

شرح نقایہ علامہ برجندی میں ہے:

معنى التوجه الى جهة الكعبة هو ان تقع الكعبة بين خطين يخرجان من العينين ويلتقى طرفاهما داخل الراس بين العينين على زاوية قائمة كذا ذكره الامام الغزالى فى الاحياء ثم قال البرجندى فعلى هذا لو وصل الخط الخارج من العينين الى جدار الكعبة يقع على حادة او منفرجة لم يكن مقابلا للكعبة وهو لا يخلو عن بعد اھ[2]

اقول هذا عجيب من مثل ذلك الجهبذ المبرز فى الفنون الهندسية۔

فاولاً انما قال الامام ان تقع الكعبة بين الخطين لا ان يصل شئ منهما الى جدار الكعبة۔

وثانياً انما قال يلتقيان بين العينين على قائمة لا على ان يتصل احدهما بالكعبة فيحدث هنالك قائمتين ولذلك افرد

دونوں آنکھوں پر گزریں جیسے مثلث کی دو ساقیں ہوتی ہیں، اسی طرح علامہ تفتازانی نے شرح کشاف میں بیان کیا ہے۔ (ت)

جہتِ کعبہ کی طرف توجہ (منہ) کرنے کا معنی یہ ہے کہ کعبہ ایسے دو خطوں کے درمیان واقع ہو جو دونوں آنکھوں سے نکلیں اور جہاں ان کی دونوں طرفیں وسطِ راس میں دونوں آنکھوں کے درمیان زاویہ قائمہ پر ملاقی ہوں۔ امام غزالی نے احیاء العلوم میں اسے اسی طرح ذکر کیا ہے۔ پھر علامہ برجندی نے کہا اس بنا پر اگر آنکھوں سے نکلنے والا خط کعبہ کی دیوار کی جانب ملے گا تو زاویہ حادہ یا زاویہ منفرجہ پر واقع ہوگا تو یہ کعبہ کے مقابل نہ ہوگا اور وہ بُعد سے خالی نہیں اھ

اقول (میں کہتا ہوں) فنونِ ہندسہ کے ایسے عظیم اور ماہر شخص سے ایسا قول بڑا تعجب خیز ہے۔

فاولاً اس لیے کہ امام غزالی نے صرف یہ کہا کہ کعبہ دو خطوں کے درمیان واقع ہو، یہ نہیں کہا کہ آنکھوں سے نکلنے والا خط دیوارِ کعبہ سے متصل ہو۔

ثانیاً اس لئے کہ انھوں نے یہ کہا کہ دونوں خطوں کا اتصال دونوں آنکھوں کے درمیان زاویہ قائمہ پر ہو، یہ نہیں کہا کہ ان میں سے ایک کا اتصال کعبہ کے ساتھ ہو کہ پھر وہاں سے دو زاویے قائمے

---

[1] الدرر الحکام شرح غرر الاحکام باب شروط الصلوٰۃ مطبوعہ احمد کامل الکائنہ دار سعادت بیروت ۱/۶۰

[2] شرح النقایۃ للبرجندی " " " نولکشور لکھنؤ ۱/۸۹

marfat.com

التی فی المعراج ھی الطریقة الاولی التی فی الدرر الا انه فی المعراج جعل الخط الثانی مارا علی المصلی علی ما ھو المتبادر من عبارته وفی الدرر جعله مارا علی الکعبة[1] اھ ثم صور الذی فی المعراج ھکذا:

جیسے ہم بیان کر آئے، پھر معراج والا طریقہ یہ دُرر میں ذکر کردہ پہلا ہی طریقہ ہے، مگر اتنا فرق ہے کہ معراج میں دوسرے خط کو نمازی پر سے گزرنے والا قرار دیا ہے جیسا کہ اس کی عبارت سے سمجھا جا رہا ہے۔ اور دُرر میں اس کو کعبہ پر سے گزرنے والا قرار دیا ہے اھ۔ اس کے بعد علامہ شامی نے (دونوں کے فرق کو واضح کرتے ہوئے) ایک معراج والی اور دوسری دُرر والی تصویر بنائی: (ت)

ثم صورۃ الذی فی المعراج ھکذا

(معراج والی صورت)

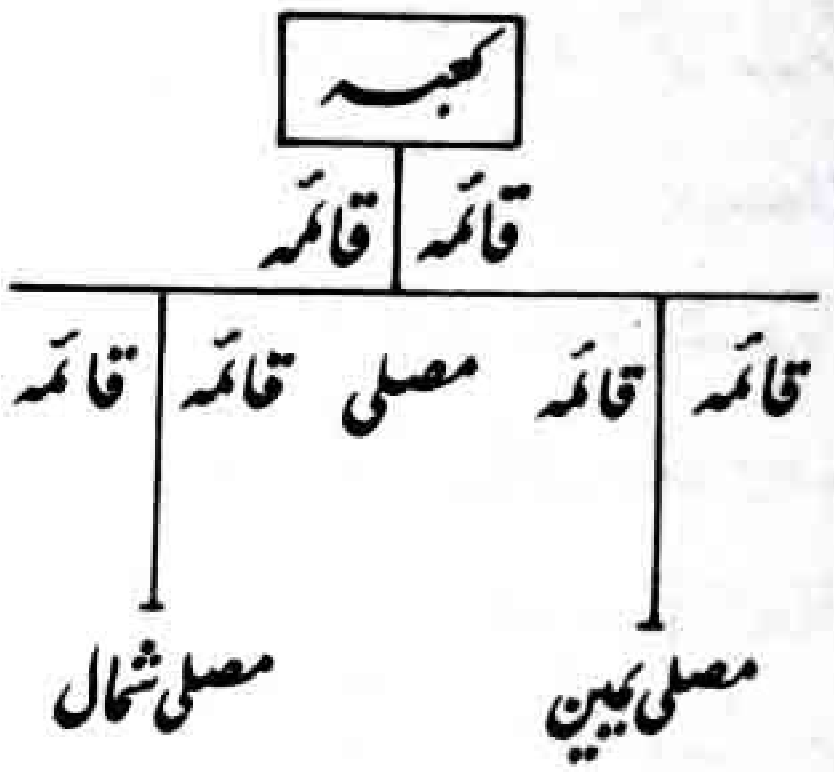

و الذی فی الدرر من الوجه الاول ھکذا

(دُرر کی پہلی وجہ والی صورت)

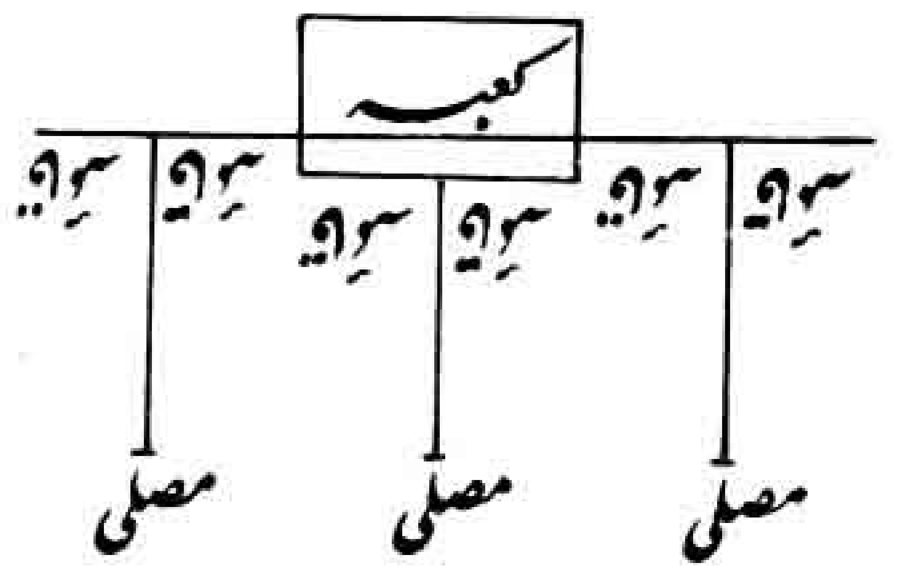

قلت وقد یؤید ھذا الحمل ان اصل الکلام لامام حجة الاسلام وھو کما فی شرح النقایة ھکذا معنی التوجه الی عین الکعبة ھو ان یقف المصلی بحیث لو خرج خط مستقیم من عینیه بحیث یتساوی بعدہ عن العینین الی جدار الکعبة تحصل من جانبیه زاویتان متساویتان[2] اھ

میں کہتا ہوں علامہ شامی کے اس حقیقی سمت پر حمل کی تائید یُوں ہوتی ہے کہ امام حجۃ الاسلام کی اصل کلام جو کہ شرح النقایہ میں ہے یُوں ہے کہ عین کعبہ کی طرف توجہ کا معنٰی یہ ہے کہ نمازی یوں کھڑا ہو کہ اگر اس کی دونوں آنکھوں سے ایک سیدھا خط اس طرح نکلے کہ جس کا بعد دونوں آنکھوں سے دیوارِ کعبہ تک اس طرح متساوی ہو کہ نمازی کی دونوں جانب دو متساوی زاویے بن جائیں اھ، اس کے بعد انھوں نے جہتِ کعبہ کی

---

[1] ردالمحتار مبحث فی استقبال القبلة مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۲۸۷

[2] شرح النقایة للبرجندی باب شروط الصلوٰة مطبوعہ منشی نولکشور لکھنؤ ۱/۸۸

marfat.com

ایک خط سے کعبہ متصل ہوسکتا ہے تو دونوں طرف تقریباً نوّے[۹۰] درجے انحراف جائز ہُوا اور وہی ایک خفیف ناقابلِ احساس مقدار کم ایک سَو اسّی[۱۸۰] درجے تک جہت پھیل گئی اور وہی مخالفت نص و اجماع لازم آئی یہ لاجرم مراد ہے کہ وقت نماز جب تک کعبہ معظمہ ان دونوں خطوں کے اندر ہے وہاں تک انحراف میں جہت باقی ہے تو یہ نہ ہوگا مگر عین کعبہ سے دونوں طرف ۴۵ - ۴۵ درجے انحراف تک کہ ٹھیک جہت توجہ کا خط اس زاویہ قائمہ کی تنصیف کرتا ہے تو اگر نصف قائمہ سے زیادہ انحراف ہوا کعبہ دونوں خطوں سے باہر ہوجائے گا کما لایخفی (جیسا کہ ظاہر ہے۔ ت) بالجملہ حاصل یہ کہ آدمی ٹھیک محاذی کعبہ کھڑا ہو اُس وقت جو یہ خطوط نکل کر پھیلیں اُن کے اندر اندر دونوں طرف کو انحراف روا ہے اب یہ عبارت آئندہ پنجم کی طرف راجع ہوجائے گا اور طرفین میں پینتالیس[۴۵] پینتالیس[۴۵] درجے تک انحراف جائز ہوگا اور یہ صاف وصحیح بے غبار ہے۔

چہارم کہ نہایت تحقیق طلب ہے،

قال فی الدرر جهتها ان یصل الخط الخارج من جبین المصلی الی الخط المار بالکعبة علی استقامة بحیث یحصل قائمتان[۱] اھ وھذا ھو الوجه الاول واختلف الانظار فی محله فحمله العلامة الشامی فی ردالمحتار علی بیان المسامتة الحقیقیة حیث ذکر اولا عن المعراج عن شیخه ان معنی التحقیق انه لو فرض خط من تلقاء وجهه علی زاویة قائمة الی الافق یکون مارا علی الکعبة اوھوائها[۲] اھ ثم نقل کلام الدرر ثم قال قوله فی الدرر علی استقامة متعلق بقوله یصل لانه لو وصل الیه معوجا لم تحصل قائمتان بل تکون احدھما حادة والاخری منفرجة کما بینا ثم ان الطریقة

دُرر میں کہا ہے کہ کعبہ کی جہت یہ ہے کہ نمازی کی جبین سے نکلنے والا خط کعبہ پر سے گزرنے والے خط سے سیدھا اس طرح ملے کہ اس سے دو[۲] زاویے قائمے حاصل ہوجائیں اھ، اور یہ وہ پہلی وجہ ہے۔ اور اس کے محل میں اختلاف ہے علامہ شامی نے ردالمحتار میں اس کو حقیقی سمت پر محمول کیا ہے، جہاں اس نے اولاً معراج کے حوالے سے ان کے شیخ سے ذکر کیا ہے کہ تحقیقی معنٰی یہ ہے کہ نمازی کے چہرے کی طرف زاویہ قائمہ پر سیدھا خط اُفق کی طرف فرض کیا جائے تو وہ خط کعبہ یا ہوائے کعبہ پر سے گزرے اھ۔ پھر علامہ شامی نے درر کا کلام نقل کرتے ہُوئے کہا کہ دُرر کا قول "علی استقامة" کا تعلق اس کے قول "یصل" سے متعلق ہے اس لئے کہ اگر وہ خط ٹیڑھا ہو کر کعبے کو ملے تو پھر "قائمین" (دو قائمے) حاصل نہ ہوں گے بلکہ ان میں سے ایک حادہ اور دوسرا منفرجہ ہوگا

---

[۱] الدرر الحکام شرح غرر الاحکام " " " احمد کامل الکائنہ دار سعادت بیروت ۱/۶۰

[۲] ردالمحتار مبحث فی استقبال القبلة مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۲۸۷

marfat.com

ولا شك انهما لاينتهيان الى الكعبة بل يتزوران عنها ذات اليمين وذات الشمال كما صور وانما كان شرط فى المعراج ان يمر الخط بالكعبة ، و فى التصوير الثانى اقامهما على الخط المار فى امتداده بالكعبة غير واقعين على نفس البيت بل متزاورين عنها كما مر ولم يرم الدرر خطا يمر على الكعبة ممتدا عن جنبيها الى الافق انما اراد خطا مقتصرا عليها ليقع مرور خط الجبين على نفس الكعبة كما فى المعراج والا كيف تكون مسامتة حقيقية مع كون المصلى بمعزل عن محاذاتها فهذان المصليان لامدخل لهما فى تصوير الحقيقية وكانه رحمه الله تعالىٰ اراد ان يزيد مع تصوير الحقيقية تصوير التقريبية وقد كان سهلا علينا ان نفرض المصلين المزيدين منتقلين بعدة فراسخ بحيث لا تزول المقابلة لكنه رحمه الله تعالىٰ سبق الى خاطره ان الشرط فى التقريب ان يقف المصلى على ذلك الخط المار عرضا بالمصلى الوسطانى اونقول يقوم بحذاء ذلك الخط العرضى المار فى امتداده بالكعبة بحيث يكون خط جبهة عمودا على

پر ملایا جبکہ یقیناً یہ دونوں خطوط کعبہ کے متوازی نہیں ہوتے بلکہ کعبہ سے دائیں اور بائیں گرتے ہیں جیسا کہ تصویر سے واضح ہے (حالانکہ یہ تصویر معراج والی ہے) جبکہ معراج میں خط کا کعبہ پر واقع ہونا شرط قرار دیا گیا ہے، اور دوسری تصویر میں ان دونوں نمازیوں کے خطوط کو کعبہ پر سے گزرنے والے خط سے ملایا جو عین کعبہ پر نہیں بلکہ کعبہ سے دائیں اور بائیں گزر جاتے ہیں جیسا کہ گزرا حالانکہ دُرر نے کعبہ سے گزر کر اس کے دونوں جانب سے اُفق کی طرف نکل جانے والے خط کو ذکر نہیں کیا اس نے صرف وہ خط مراد لیا ہے جو کعبہ پر ختم ہو تاکہ نمازی کی جبین سے نکلنے والے خط کا گزر نفس کعبہ پر واقع ہو جیسا کہ معراج میں ہے، ورنہ نمازی کے متوازی نہ ہونے کے باوجود حقیقی سمت کیسے ہوسکتی ہے، پس معلوم ہوا کہ دائیں اور بائیں جانب والے دونوں نمازیوں کا حقیقی سمت کی تصویر میں کوئی دخل نہیں، اس لئے معلوم ہوتا ہے کہ گویا محشی رحمہ اللہ تعالیٰ نے سمت حقیقی کے ساتھ ساتھ قریبی سمت کی تصویر بھی زائد بنائی ہے، (قریبی سمت بنانے کے لئے) ہمیں یہ کہہ دینا آسان تھا کہ (حقیقی سمت والے نمازی) کے علاوہ ہم دو نمازی اس سے چند فرسخ کے فاصلہ پر اس طرح فرض کرلیں کہ کعبہ سے ان کا تقابل زائل نہ ہو۔ لیکن اللہ تعالیٰ ان پر رحم کرے محشی رحمہ اللہ تعالیٰ کے دل میں بات آئی کہ قریبی سمت کے لئے یہ شرط ہے کہ درمیانے حقیقی سمت والے نمازی پر عرض میں گزرنے والے خط پر کوئی نمازی کھڑا ہو یا یوں کہیں کہ کعبہ پر سے گزرنے والے عرضی خط کے متوازی یوں کھڑا ہو کہ اس کی

marfat.com

ثم ذکر معنی التوجہ الی الجھۃ بما قدمنا فی القول الثالث۔

اقول اوّلاً لکن یلزم العلامۃ المحشی بھذا الحمل حمل الجبین فی عبارۃ الدرر علی الجبھۃ ولاغرو ففی تاج العروس عن شیخہ قد ورد الجبین بمعنی الجبھۃ لعلاقۃ المجاورۃ فی قول زھیر کما صرحوا بہ فی شرح دیوانہ[1] ثم ذکر شعرا مثلہ للمتنبی لکن العلامۃ المحشی رحمہ اللہ تعالٰی قد استدل بوقوع لفظ الجبین فی عبارۃ الدرر علی انہ لایلزم خروج الخط من وسط الجبھۃ فان الجبین طرفھا وھما جبینان کما تقدم فیکون ھذا مناقضا لذٰلک۔

واقول ثانیا زاد فی التصویرین مصلیین عن یمین وشمال غیر محاذیین للجدار الذی بازائہ المصلی الوسطانی واقام اعمدتھما فی التصویر الاول علی المار بذالک المصلی عرضا

طرف توجہ کا معنی وہی ذکر کیا ہے جو ہم قولِ ثالث میں ذکر کر آئے ہیں۔

اقول (میں کہتا ہوں) **اوّلاً** لیکن علامہ محشی کے اس حمل میں دُرر کی عبارت میں جبین کو الجبھۃ (پیشانی) کے معنیٰ میں لینا لازم ہوگا اور اس میں کوئی مضائقہ نہیں کیونکہ تاج العروس والے نے اپنے شیخ کے حوالے سے کہا ہے کہ جبین پیشانی کے معنی میں استعمال ہوتا ہے کیونکہ ان دونوں میں قریب کا تعلق ہے زہیر کے قول میں یہ استعمال پایا گیا ہے جیسا کہ زہیر کے دیوان کے شارحین نے تصریح کی ہے پھر ایسا ہی ایک شعر متنبی کا انھوں نے ذکر کیا۔ لیکن علامہ محشی نے دُرر کی عبارت میں جبین کا حقیقی معنیٰ مراد لیتے ہوئے اس سے یہ استدلال کیا ہے کہ لفظ جبین سے ثابت ہوتا ہے یہ ضروری نہیں کہ خط نمازی کی پیشانی کے وسط سے نکلے کیونکہ جبین، پیشانی کی ایک طرف کو کہتے ہیں، اور اس کے دونوں اطراف دو جبینیں ہیں، جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے، لہذا علامہ کی یہ استدلال والی عبارت، جبین کو پیشانی کے معنی میں لینے والی عبارت کے مناقض ہے۔

اقول، ثانیا مذکورہ دونوں تصویروں میں کعبہ کی دیوار کے متوازی درمیانے نمازی کے دائیں اور بائیں مزید دو نمازی رکھے گئے ہیں جو اس دیوارِ کعبہ کے متوازی نہیں ہیں، اور پہلی تصویر میں ان دونوں نمازیوں کے خطوط کو درمیانے نمازی پر سے عرض میں گزرنے والے خط

---

[1] تاج العروس من جواہر القاموس فصل الجیم من باب النون مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۹/۱۵۹

marfat.com

الحرام وینجلی بہ رالسداد من تحت الغمام فاعلم ان الجہبذ المدقق الذی قلما اکتحل عین الزمان بمثلہ فی الاخیرین اعنی العلامۃ علاء الدین محمد الحصکفی عاملہ اللہ تعالٰی بلطفہ الوفی اثر ههنا عن المنح کلاما قصر مبناہ واستتر معناہ فقال اصابۃ جہتہا بان یبقی شیئ من سطح الوجہ مسامتا للکعبۃ اولهوائها بان یفرض من تلقاء وجہ مستقبلها حقیقۃ فی بعض البلاد خط علی زاویۃ قائمۃ الی الافق مارا علی الکعبۃ وخط اٰخر یقطعہ علی زاویتین قائمتین یمنۃ ویسرۃ منح قلت فھذا معنی التیامن والتیاسر فی عبارۃ الدرر فتبصر اھ۔

ہوسکے اور بادل کے نیچے سے درستگی کا روشن چاند نمودار ہوسکے ۔ واضح ہو کہ وہ ماہر، مدقق جن کی مثل متاخرین میں زمانے نے نہ پائی، میری مراد علامہ علاء الدین محمد حصکفی ہیں، اُن سے اللہ تعالٰی اپنے کامل لطف وکرم کا معاملہ فرمائے، نے یہاں پر منح سے ایک ایسی کلام نقل کی جو مختصر ہے اور اس کا معنی مخفی ہے ۔ پس کہا کہ جہتِ کعبہ کو پانے کا مطلب یہ ہے کہ نمازی کے چہرے کی سطح کا کوئی حصہ کعبہ یا اس کی فضاء کی سمت میں اس طرح ہوجائے کہ کعبہ کا حقیقی استقبال کرنے والے کے چہرہ سے ایک سیدھا خط زاویہ قائمہ پر سے افق کی طرف اس طرح نکلے کہ بعض بلاد میں وہ کعبہ پر سے گزرے اور ایک دوسرا خط اس طرح فرض کیا جائے جو پہلے خط کو قطع کرتے ہوئے دوزاویے قائمے دائیں اور بائیں طرف بنائے، منح ۔ میں کہتا ہوں کہ دُرر میں مذکور التیامن والتیاسر کا یہی معنی ہے غور کر، اھ

اقول اراد العلامۃ الغزی من تلقاء وجہ مستقبلها حقیقۃ فی ای بلد کان فعبر ھذا التنکیر بتنکیر بعض ولو قال کقول المعراج فی ھذا البلد ای البلد و المطلوب الجہۃ لکان اولی ، قال العلامۃ السید احمد المصری الطحطاوی فی حاشیتہ قولہ

اقول (میں کہتا ہوں) علامہ غزی نے (اپنی عبارت) "من تلقاء وجہ مستقبلها حقیقۃ فی بعض البلاد" میں "بعض البلاد" سے کوئی بھی بلد ہو، مراد لیا ہے اور اس تنکیر کو لفظ "بعض کی تنکیر" سے تعبیر کیا ہے، اور اگر معراج کے قول کی طرح یہ بھی "ھذا البلد" کہہ کروہ علاقہ مراد لیتے جس کی جہت مطلوب ہوتی تو بہتر ہوتا ۔ علامہ سید احمد مصری الطحطاوی نے (علامہ الحصکفی کی عبارت کی) تشریح کرتے ہوئے کہا کہ اس کا

---

marfat.com

احدهما ای فی التصویر و علیهما جمیعا
فی التقدیر و بعد تحقق هذا الشرط
لا تقدیر بمسافة فلیحفظا جهتهما
وینتقلا ما بدا لهما فاذن یکون
الخط القائم علیه او الیه المصلیان
غیر محدود علی ما زعم کما یاتی
تنصیصه وهاتان زلتان عظیمتان
یجب التنبه لهما فان الامر دین
وحاش لله لا یزری بالعلماء
وقوع بعض زلات من
اقلامهم لاسیما مثل هذا
المحقق الذی استنار
مشارق الارض ومغاربها
بنور تحقیقاته السنیة و
تطفل الوف مثلی علی موائد
عوائد فوائده الهنیئة
جزاه الله تعالٰی جزاء العز
والاکرام جمع بیننا و بینه
فی دار السلام بفضل رحمته
به وبسائر العلماء الکرام علی سیدهم و
مولاهم وعلیهم وعلیه وعلینا الصلوٰة والسلام
اٰمین اٰمین یا بدیع السمٰوات والارض
یا ذا الجلال والاکرام فانا اذکر فی سیاق
ذلک ما عرض للمحشین من الوهم و
الایهام فی فهم کلام المدقق العلائی العلام لیتضح

پیشانی سے نکلنے والا خط عمود بنے خواہ نمازی یا کعبہ پر سے
گزرنے والے ایک خط پر یعنی تصویر میں بنے، یا ان
دونوں پر عمود بنے فرضی طور پر، اس شرط کے پائے جانے
کے بعد مسافت فرض کرنے کی ضرورت نہیں، وہ دونوں
نمازی اپنی جہت کو محفوظ رکھیں اور بس، دائیں یا بائیں
جتنا چاہیں وہ منتقل ہو جائیں، اور جس پر خط قائم ہے
یا جس خط کی طرف دونوں نمازی متوجہ ہیں اس کی محشی رحمہ اللہ کے خیال
میں کوئی حد نہیں (بشرطیکہ وہ ان خطوط پر قائم رہیں)، جیسا کہ
خود ان کی نص اس پر آئے گی، حالانکہ (قریبی سمت کی
بیان کردہ شرط اور اس کے بعد مذکورہ خطوط کی مسافت
کو غیر محدود رکھ کر دونوں نمازیوں کا ان خطوط پر حسب
خواہش منتقل ہونا) یہ دونوں عظیم غلطیاں ہیں ان پر تنبیہ
ضروری ہے، کیونکہ یہ دینی معاملہ ہے، حاش للہ! علماء
کو ان کے قلموں کی غلطیاں زیب نہیں دیتیں، خصوصاً
یہ محقق جس کی قیمتی تحقیقات کے نور سے زمین کے مشرق
ومغرب منور ہو رہے ہیں اور مجھ جیسے ہزاروں لوگ اس
کے بے مثل اور اہم فوائد کے دسترخوان کے خوشہ چین ہیں،
اللہ تعالٰی اس کو عزت واکرام کی جزا عطا فرمائے، ہمیں اور
اُسے جنت میں جمع فرمائے اپنی رحمت کے فضل سے جو
اُن پر اور تمام علماء کرام پر ہو، اور ان سب کے مولٰی وآقا
پر اور ان پر اور ہم پر رحمت وسلام ہو، آمین آمین!
اے آسمانوں اور زمینوں کو ابتداءً پیدا کرنے والے!
یا ذا الجلال والاکرام! میں تو اس بیان کے سیاق میں
علامہ علائی کے کلام کو سمجھنے میں حاشیہ لکھنے والوں کو جو
وہم اور ابہام واقع ہوا ہے کو ذکر کروں گا تاکہ مقصود واضح

marfat.com

یصدق بما صورناہ اولاً وثانیاً ثم ان
اقتصارہ علی بعض عبارۃ المنح
ادی الی قصر بیانہ علی المسامتۃ تحقیقا و
علی استقبال العین دون المسامتۃ تقدیرا
وھی استقبال الجھۃ مع ان المقصود
الثانیۃ فکان علیہ ان یحذف
قولہ من تلقاء وجہ مستقبلھا حقیقۃ
فی بعض البلاد[1] اھ فھذا کل ما اوردہ وتمام
ما ارادہ۔

تو اس سے ہماری پہلی اور دُوسری دونوں تصویریں (ان کی تصدیق ہوگی) درست ہوں گی، پھر علامہ کا منح کی کچھ عبارت پر انحصار کرنا، حقیقی سمت پر انحصار کو ظاہر کرتا ہے اور وُہ عین کعبہ کی طرف استقبال ہے نہ کہ فرضی سمت پر انحصار کیونکہ وہ جہت قبلہ کی طرف استقبال ہے حالانکہ سمت فرضی یعنی کعبہ کی جہت کی سمت استقبال کرنا ہی مقصود ہے اس لئے ان کو عبارت سے "بعض بلاد میں حقیقی طور پر کعبہ کو پیشانی کرنے" کو حذف کرنا ضروری تھا اھ، یہ علامہ شامی کی مکمل عبارت ہے اور یہی ان کی مراد ہے۔

اقول وباللہ التوفیق شرح نظم الدر ھکذا (یفرض من تلقاء وجھہ) ای وسط جبھتہ (مستقبلھا حقیقۃ) بحیث لو رفعت الحجب لرئیت الکعبۃ بین عینیہ (فی بعض البلاد) ای ای بلد یراد (خط) مستقیم قائم (علی الخط المار بجبھتہ معترضا من وسطہ الی یمینہ او شمالہ بحیث یحدث معہ (زاویۃ قائمۃ) عند الجبھۃ ولم یقل قائمتین لانہ لا یجب فرض المعترض مارا الی الجھتین بل یکفی ادنی خط الی ایۃ جھۃ منھما

اقول اللہ کی توفیق سے، دُرِمختار کی عبارت کی شرح یُوں ہے (وجہ کی طرف) وجہ سے مراد وسطِ پیشانی ہے (حقیقۃً کعبہ کا استقبال کرنے والے) مراد یہ ہے کہ اس طرح سیدھا استقبال ہو کہ اگر درمیان سے پردے اُٹھا دئے جائیں تو کعبہ دونوں آنکھوں کے درمیان نظر آئے، (بعض بلاد میں) سے مراد کوئی بھی علاقہ ہو (خط فرض کیا جائے) سے مراد سیدھا خط قائم کیا جائے، ایک دوسرے خط پر جو استقبال کرنے والے کی پیشانی پر عرضی (چوڑائی) طور پر اس کے درمیان سے دائیں اور بائیں طرف پھیلا ہوا ہو، ایک خط دوسرے سے اس طرح ملے کہ اس سے وسطِ پیشانی پر زاویہ قائمہ پیدا ہو، یہاں ایک زاویہ قائمہ کو ذکر کیا ہے کیونکہ پیشانی پر خط کا دونوں طرف پھیلنا ضروری نہیں بلکہ خط ان سے کسی

---

[1] رد المحتار باب شروط الصلوٰۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۸۸

marfat.com

منحہ اختصر عبارتہا ، وهی فلو فرض خط من تلقاء وجه المستقبل للکعبة علی التحقیق فی بعض البلاد وخط اٰخر یقطعه علی زاویتین قائمتین من جانب یمین المستقبل وشماله لا تزول تلك المقابلة بالانتقال الی الیمین والشمال علی ذلك الخط بفراسخ کثیرة ولهذا وضع العلماء قبلة بلد و بلدین و بلاد علی سمت واحد اھ (قوله قلت فهذا معنی الخ) لیس کما فهمه فان المتیامن و المتیاسر فی عبارته هو الخط وفی عبارة الدرر الشخص[1] الخ وعزاه للعلامة السید ابراهیم الحلبی محشی الدرر ، وقال السید العلامة محمد الشامی فیه ان عبارة المنح هی حاصل ما قدمناه عن المعراج ولیس فیها قوله مار علی الکعبة بل هو المذکور فی صورة الدرر ویمکن ان یراد انه مار علیها طولا لا عرضا ، فیکون هو الخط الخارج من جبین المصلی والخط الاخر الذی یقطعه هو المار عرضا علی المصلی او علی الکعبة

قول "منح" علامہ نے منح کی جس عبارت کا حوالہ دیا ہے وہ عبارت مفصل ہے جس کو علامہ حصکفی نے مختصر کر کے لکھا ہے اس کی عبارت یوں ہے "بعض بلاد میں کعبہ کی طرف تحقیقی طور پر چہرہ کرنے والے کی پیشانی سے ایک خط فرض کیا جائے ، اور کعبہ کا استقبال کرنے والے کے دائیں و بائیں ایک اور خط فرض کیا جائے جو پہلے خط کو دو قائمہ زاویوں پر قطع کرتے ہوئے کئی فرسخ تک اس طرح دراز ہو کہ اس خط پر کئی فرسخ تک دائیں بائیں انتقال کرنیوالے کا کعبہ سے تقابل زائل نہ ہو۔ اس بناء پر علماء نے ایک ہی سمت پر کئی بلاد کے قبلے وضع کئے۔ علامہ حصکفی کا قول "قلت فهذا معنی الخ" علامہ کا یہ فہم درست نہیں ہے کیونکہ ان کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ دائیں اور بائیں ہونے والی چیز خط ہے ، حالانکہ دُرر کی عبارت میں' وہ شخص ہے الخ۔ علامہ طحطاوی نے اس بیان کو محشی دُرر علامہ سیّد ابراہیم حلبی کی طرف منسوب کیا ہے۔ علامہ حصکفی کی عبارت پر علامہ شامی نے کہا کہ منح کی عبارت یہ معراج کی عبارت (جو ہم ذکر کر آئے) کا خلاصہ ہے حالانکہ معراج میں "مار علی الکعبة" (کعبہ پر سے گزرنے والے خط) کا ذکر نہیں ہے ، بلکہ یہ دُرر کی تصویر میں مذکور ہے ممکن ہے اس سے عرض کی بجائے طول میں گزرنے والا خط مراد ہو تو یہ ایک نمازی کی جبین سے نکلنے والا خط اور دوسرا خط جو پہلے کو قطع کر کے وہ نمازی پر سے عرض (چوڑائی) میں گزرنے والا ہوگا یا کعبہ پر گزرنے والا ہوگا'

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار باب شروط الصلوٰۃ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱/۱۹۷

marfat.com

فاذا انتقل المصلی علی ھذا الخط فی ای جھة الی فراسخ کثیرة حسب ما یقتضیہ بعد البلد من الکعبة لا یخرج عن الجھة واشار الی ذلك بقولہ (قلت فھذا معنی التیامن والتیاسر) المسوغین للمصلی (فی عبارة الدرر) فان الدرر انما ذکر تیامن المصلی و تیاسرہ وکان یحتمل ان معناہ یجعل الکعبة علی یمینہ اویسارہ ولیس مرادا قطعا فرسم الخط یمنة ویسرة واشار بطرف خفی کعادتہ رحمہ اللہ تعالٰی فی غایة الایجاز الی ان ذلك التیامن والتیاسر للمصلی انما ھو علی ھذا الخط المخرج یمنة و یسرة لا ما یتوھم (فتبصر) کیلا تزل وقد ظھر لك من ھذا الشرح بتوفیق اللہ تعالٰی:

اوّلاً سقوط ما زعموا ان بیانہ قاصر علی الحقیقة کیف ولو کان کذلك لما احتاج الی قولہ وخط اٰخر الخ

کو ذکر کیا، پس جب نمازی اس دائیں بائیں بڑھنے والے خط پر منتقل ہو خواہ کئی فرسخ دائیں یا بائیں جس قدر بھی کعبہ سے شہر کا بُعد ہو اس کے مطابق منتقل ہونے سے جہتِ کعبہ سے خارج نہ ہوگا، اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے صاحب الدر نے کہا میں کہتا ہُوں (دائیں اور بائیں طرف ہونے کا یہی معنٰی ہے کہ) دونوں خط نمازی کی دونوں جانب بنیں گے (جو مذکور ہے دُرر میں) کیونکہ دُرر نے نمازی کے دائیں اور بائیں ہونے کا ذکر کیا ہے۔ اور یہ احتمال بھی ہوسکتا تھا کہ نمازی کعبہ کو اپنے دائیں اور بائیں کرے۔ لیکن یہ احتمال قطعاً مراد نہیں ہوسکتا ----- اس لئے انھوں نے دائیں اور بائیں خط بناکر ایک مخفی اشارہ دیا جیسا کہ ان رحمہ اللہ تعالٰی کی اختصار کی عادت ہے نمازی کے تیامن وتیاسر میں بھی اختصار سے کام لیا ہے، وُہ یُوں کہ نمازی کا دائیں بائیں پھیلنے والے خط پر قائم رہتے ہُوئے سے دائیں یا بائیں ہونا مراد ہے، نہ وُہ کہ جو بعض کو وہم ہُوا، (پس غور کر) تاکہ تُو پھسلے نہیں۔ اللہ تعالٰی کی توفیق سے تجھ پر اس شرح سے چند امور ظاہر ہُوئے:

اوّلاً یہ کہ بعض محشی حضرات کا یہ خیال کہ علامہ حصکفی نے صرف سمت حقیقی کو ہی بیان کیا ہے، یہ خیال ساقط ہوا، کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو پھر علامہ کو "وخط آخر" الخ

لہ ف: یہاں تک دو قوسوں کے درمیان جو عبارت ہے وُہ دُرمختار کی ہے باقی عبارت شرح کی صورت میں اعلٰحضرت کی اپنی ہے۔

marfat.com

فلا يحدث بالفعل الا قائمة
واحدة و ذلك من ايجازات
هذا الفاضل المدقق فان زاوية
قائمة اخصر من زاويتين قائمتين
وفيها الكفاية فاختار ما قل وكفى (الى
الافق) مقابل من فى قوله
من تلقاء وجه اى يبتدئ
من وسط الجبهة و ينتهى
الى الافق ويكون فى امتداده هذا
(مار اعلى) نفس (الكعبة) الى ههنا
تم بيان المسامتة الحقيقية ثم
شرع فى بيان التقريبية فقال (و)
يفرض (خط آخر) مستقيم (يقطعه)
عند جبهة المستقبل (على زاويتين قائمتين)
مارا بالعرض (يمنة ويسرة)
اى يمين المستقبل ويساره ولم
يكتف بالخط الاخر المشار اليه فى
قوله على زاوية قائمة لان ثمه
كان يكفى ادنى ما ينطق عليه
اسم الخط فى احد الجانبين
وان لم يستوعب نصف
جبين ذلك الجانب و لاربعه والآن
يحتاج الى خط ممتد يمينا وشمالا الى فراسخ
كثيرة ليكون محل الانتقال يمنة ويسرة
ولذا اتى ههنا بتثنية القائمة

ایک طرف بھی ظاہر ہو تو کافی ہوگا، لہذا بالفعل دونوں
خطوں سے ایک ہی زاویہ قائمہ پیدا ہوگا اسی لئے
یہاں دو زاویوں کو ذکر نہیں کیا۔ اس فاضل مدقق کا یہ ایک
اختصار ہے کیونکہ ایک زاویہ قائمہ دو قائم زاویوں کے مقابلے
میں مختصر ہے اور اس ایک زاویے سے مطلوب میں کفایت
بھی پائی جاتی ہے اس لئے انھوں نے مختصر اور کافی کو
پسند کیا ہے (افق کی طرف) یہ لفظ "من تلقاء وجہ" میں من
کا مقابل ہے، یعنی پیشانی کے وسط سے نکل کر افق کی
طرف پہنچا ہو جس میں لمبائی ہو (وہ گزر رہا ہو) نفس ک
پر سے) یہاں تک مسامتت حقیقی کا بیان تام ہوگیا، ا
کے بعد سمتِ تقریبی کا بیان شروع ہوا، تو کہا اور دو
سیدھا خط فرض کیا جائے جو استقبال کرنے والے کی
پیشانی پر پہلے خط کو اس طرح قطع کرے کہ اس سے
دو زاویے قائمے پیدا ہوں اور یہ دوسرا خط پیشانی پر
عرض میں دائیں اور بائیں پھیلا ہوا ہو، مراد یہ ہے کہ کعبہ
کا استقبال کرنے والے کے دائیں اور بائیں دراز ہو ا
اور یہاں پہلے کی طرح ایک زاویہ قائمہ پر اکتفا نہیں ک
بلکہ دو زاویوں کو ذکر کیا، کیونکہ وہاں پر پیشانی پر
ظاہر والے خط کا پیشانی کے دائیں اور بائیں دونوں طر
پھیلنا ضروری نہیں تھا بلکہ وہاں برائے نام ہونا کا
تھا جس پر لمبا خط آگرے، اگرچہ اس جانب پیشا
کے نصف بلکہ چوتھائی کو بھی نہ گھیرا ہو، لیکن یہاں پیشا
پر ظاہر ہونے والے خط کا دائیں اور بائیں کئی فر
تک بڑھا ہونا ضروری ہے تاکہ سمتِ کعبہ سے دائیں
اور بائیں انتقال کا محل بن سکے، اسی لیے یہاں دو قائمے

marfat.com

من قولہ فھذا معنی التیامن کما فعلت فلیت شعری ماذا یضرہ ذکر الاخراج من تلقاء وجہ المستقبل حقیقۃ فلیس الا بفرض التحقیق اولا ثم تقدیر الانتقال عنہ۔

انھوں نے ذکر نہیں کیا اگرچہ یہ معنی اُن کے قول "فھذا معنی" الخ "تیامن وتیاسر کا یہ معنی ہے" سے حاصل کیا جا سکتا ہے تاہم مجھے معلوم نہیں "حقیقی مستقبل کعبہ کی پیشانی سے خط نکلا" کے ذکر سے ان کو کیا نقصان ہو رہا ہے صرف یہی کہ اس سے سمتِ حقیقی کے تعین کے بعد سمت تقریبی کا بیان ہو رہا ہے۔

وخامسًا لئن اسقط ھذا کلہ لبقی مخرج الخط مھملا لم یتبین ولم یتعین فلا تقریب ولا تحقیق واللہ الھادی الی سواء الطریق۔

خامسًا اگر بقول علامہ شامی اس کلام کو حذف کر دیا جائے تو پھر خط کا مخرج کیا ہوگا۔ جب مخرج مذکور نہ ہوا تو نہ بیان صحیح ہوگا اور نہ ہی کعبہ کا تعین ہو سکے گا۔ اس طرح نہ سمت تقریبی ثابت ہوگی اور نہ ہی تحقیقی ثابت ہوگی۔ اور اللہ تعالٰی ہی سیدھے راستے کا ہادی ہے۔

قال الشامی قولہ قلت الخ قد علمت انہ لو فرض شخص مستقبلا من بلدہ لعین الکعبۃ حقیقۃ بان یفرض الخط الخارج من جبینہ واقعا علی عین الکعبۃ فھذا مسامت لھا تحقیقا، ولو انہ انتقل الی جھۃ یمینہ اوشمالہ بفراسخ کثیرۃ وفرضنا خطا مارا علی الکعبۃ من المشرق الی المغرب[1] (قلت قالہ بالنظر الی بلدہ الشامی لان قبلۃ الشام الجنوب و یقال فی بلادنا من الشمال الی الجنوب وبالجملۃ المراد الخط المعترض

علامہ شامی نے کہا قولہ، قلت الخ آپ کو معلوم ہو چکا ہے کہ اگر کسی شخص کو اپنے علاقہ سے عینِ کعبہ کی طرف استقبالِ حقیقی کرتے ہوئے یُوں فرض کیا جائے کہ اس کی پیشانی سے نکلنے والا خط عینِ کعبہ پہ واقع ہو رہا ہے، تو یہ تحقیقی سمت ہوگی اور اگر وہ شخص دائیں یا بائیں کئی فرسخ منتقل ہو جائے اور ہم ایک خط فرض کریں جو کعبہ پر سے مشرق سے مغرب کی طرف گزرے (قلت علامہ شامی کا یہ قول ان کے اپنے علاقہ شام سے متعلق ہے کیونکہ وہاں سمتِ قبلہ جنوبًا ہے (اس لئے کعبہ پر عرض میں فرض کردہ خط مشرق سے مغرب میں گزرے گا) ہمارے علاقہ میں یوں کہا جائے کہ شمال سے جنوب کی طرف بڑھنے والا خط (کعبہ پر عرض میں گزرنے والا ہوگا) غرضیکہ عرض میں پھیلنے والا خط

---

[1] رد المحتار باب شروط الصلوٰۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۸۸

marfat.com

لان بیان الحقیقة قد تم الی قوله مارا
علی الکعبة۔

ثانیًا سقوط ما اعترض به العلامتان
الحلبی والطحطاوی من التخالف بین
کلامی الدر والدرر فی معنی التیامن و
التیاسر کما علمت۔

وثالثا سقوط ما زعم العلامة الشامی
من التغایر فی تصویره وتصویر المنح و
من العجب انه رحمه الله تعالی
معترف بان عبارة المنح حاصل
ما قدمناه عن المعراج وقد تقدم
فی المعراج مروره علی الکعبة فمن این
نشأ التغایر وانما عبارته عین عبارة
المعراج لا تفاوت بینهما الا بان المعراج
ذکر المرور عن الکعبة فی الجزاء والدرر اورده
حالا لانه کان بصدد بیان التقریبیة
فاخذ الحقیقة فی الفرض
والتصویر۔

ورابعًا اعجب منه قوله کان
علیه ان یحذف قوله من تلقاء وجهه
الی اٰخر الخ ولا ادری کیف یتم بیان
التقریب باسقاط هذه الکلمات مع
عدم ذکره عندکم الانتقال
علی ذلک الخط یمینا و
شمالا وان استنبط هذا

کہنے کی ضرورت نہ تھی کیونکہ حقیقی سمت کا بیان "مارا
علی الکعبۃ" پر تام ہو جاتا ہے۔

ثانیًا یہ کہ علامہ حلبی اور علامہ طحطاوی کا یہ
اعتراض بھی ساقط ہو گیا کہ الدّر یعنی حصکفی کا کلام
تیامن اور تیاسر کے معنیٰ کے تعین میں دُرر کے کلام
کے مخالف ہے جیسا کہ تمہیں معلوم ہے۔

ثالثًا یہ کہ علامہ شامی کا یہ خیال کہ علامہ
حصکفی اور منح کی تصویر میں تغایر ہے۔ یہ خیال ساقط
ہوا۔ اور تعجب ہے کہ علامہ شامی خود معترف ہیں کہ
منح کی عبارت معراج کی بیان شدہ عبارت کا ماحصل
ہے، جبکہ معراج کی گزشتہ عبارت میں خط کا کعبہ
پر سے گزرنا مذکور ہے پھر تغایر کہاں پیدا ہوا
حالانکہ اُن کی اور معراج کی عبارت ایک ہے' دونوں کے
درمیان صرف اتنا فرق ہے کہ معراج نے کعبہ پر سے
خط گزرنے کو بطور جزاء ذکر کیا ہے اور دُرر نے اس
کو بطور حال ذکر کیا ہے کیونکہ وہ صرف سمت تقریبی کو
بیان کر رہے ہیں اور حقیقی سمت کا اظہار انھوں نے صرف
فرضی طور پر اور تصویر میں کیا ہے۔

رابعًا اس سے بھی عجیب ان کا یہ قول
ہے کہ علامہ حصکفی کے لئے ضروری تھا کہ وہ کعبہ کے
حقیقی استقبال کرنے والے کی پیشانی سے الخ والی
عبارت کو حذف کرتے (تاکہ سمتِ تقریبی کا بیان درست
ہوتا) مجھے معلوم نہیں کہ ان کلمات کے حذف سے
سمتِ تقریبی کا بیان کیسے تام ہو سکتا تھا، جبکہ آپ
کے خیال میں دائیں اور بائیں نکلنے والے خط پر انتقال کو

marfat.com

من التيامن والتياسر فليس فيه اي اثر من ذلك ولا هو يستلزم الانتقال بل و لا يحصلان لك بالانحراف عن المحاذات وانت قائم مقامك و به عبر في الدرر حيث قال فيعلم منه انه لو انحرف عن العين انحرافاً الخ [1]

وثانياً المعراج وكل من ذكرنا من متابعيه انما فرضوا خطا من جبين مستقبل العين مارا الى الكعبة و اخر قاطعا له على قائمتين ثم فرضوا الانتقال يمينا و يسارا بفراسخ كثيرة على هذا القاطع ولم يشرط هو ولا احد منهم حدوث القائمتين بعد الانتقال ۔

وثالثاً لو شرط ذلك لم يصح لان الانتقال لا يمكن على خط مستقيم فان القاطع انما يمر في جانبي المستقبل بعد موضع قدمه في الهواء لكون الارض كرة و انما ينتقل المنتقل على دائرة فهو ان حفظ توجهه حين استقباله عين الكعبة و انتقل على تلك الدائرة يميناً و شمالاً فلا شك ان الخط الخارج من جبهته

کے طور دائیں اور بائیں ہونے کا جو ذکر کیا ہے اس میں بھی اس کا کوئی نشان نہیں اور نہ ہی وہ انتقال کو مستلزم ہے بلکہ جب تو اپنی جگہ کھڑا رہ کر محاذات سے انحراف بھی کرے تب بھی دو قائمے حاصل نہیں ہو سکتے ۔ اسی بات کو دُرر نے تعبیر کرتے ہوئے کہا "پس اس سے معلوم ہُوا کہ اگر عین کعبہ سے کچھ انحراف کرے الخ

ثانیاً یہ کہ معراج اور اس کے مذکورہ متبعین حضرات نے عین کعبہ کا استقبال کرنے والے کی جبین سے خط نکل کر کعبہ کی طرف جائے اور دُوسرا خط جو اس کو دو قائمہ زاویوں پر قطع کرنے کو ذکر کیا ہے اور پھر ان لوگوں نے اس قاطع خط پر دائیں بائیں کئی فرسخ تک انتقال کو فرض کیا ہے، اس کے باوجود معراج اور اس کے متبعین نے انتقال کے بعد دو قائمہ زاویوں کی شرط نہیں لگائی ۔

ثالثاً یہ کہ اگر یہ شرط لگائی جائے تو درست نہیں ہوگی کیونکہ انتقال خط مستقیم پر ممکن نہیں ہے اس لئے کہ قطع کرنے والا خط کعبہ کا استقبال کرنے والے کے دائیں اور بائیں دونوں طرف فضا میں ایک قدم کے فاصلہ سے گزرے گا کیونکہ زمین کروی یعنی گول ہے اور انتقال کرنے والا صرف ایک دائرہ پر انتقال کرے گا' اب اگر وہ عین کعبہ کا استقبال کرتے ہوئے اپنی جہت کو محفوظ رکھتے ہوئے اس دائرہ پر دائیں یا بائیں انتقال کرے تو یقیناً اس کی پیشانی سے نکلنے والا

---

[1] الدرر الحکام فی شرح غرر الاحکام باب شروط الصلوٰۃ مطبوعہ احمد کامل الکائنہ دار السعادت مصر ۱/۶۰

marfat.com

قال) وكان الخط الخارج من جبين المصلى يصل على استقامة الى هذا الخط المار على الكعبة فانه بهذا الانتقال لاتزول المقابلة بالكلية لان وجه الانسان مقوس فمهما تاخر يمينا اويسارا عن عين الكعبة يبقى شئ من جوانب وجهه مقابلا لها اهـ[1]

اقول فهم رحمه الله تعالٰى ان وصول خط الجبهة عمودا على الخط المعترض المار بالكعبة عند الانتقال لليمين والشمال شرط بقاء الجهة عندهم وقد افصح عنه بُعَيد هذا حيث قال بل المفهوم مما قدمناه عن المعراج والدرر من التقييد بحصول زاويتين قائمتين عند انتقال المستقبل لعين الكعبة يمينا اويسارا انه لايصح لوكانت احدٰهما حادة والاخرى منفرجة بهذه الصورة

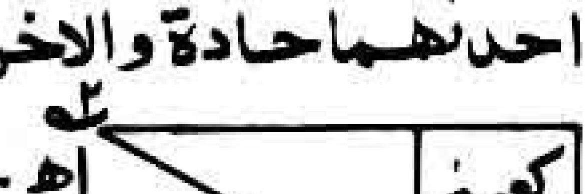

اهـ[2] - وفيه :

اوّلاً ليس فى عبارة الدرر ذكر الانتقال ههنا اصلا فضلا عن حصول قائمتين بعد الانتقال وما ذكر بعد فى التفريع

مراد لیا ہے علامہ شامی نے کہا کہ نمازی کی جبین سے نکلنے والا خط سیدھا کعبہ پر سے گزرنے والے خط کو ملے گا تو اس صورت میں دائیں اور بائیں انتقال کرنے پر نمازی کا کعبہ سے تقابل کلیۃً زائل نہ ہوگا کیونکہ انسان کا چہرہ کمان کی طرح گول ہے لہذا وہ جتنا بھی عین کعبہ سے دائیں یا بائیں پھرے گا اس کے چہرے کا کچھ نہ کچھ حصہ ضرور کعبہ کے مقابل رہے گا اھ۔

اقول علامہ شامی رحمہ اللہ تعالٰی نے یہ سمجھا کہ دائیں یا بائیں منتقل ہوتے وقت نمازی کی پیشانی سے نکلنے والے خط کا عمودی شکل میں کعبہ پر سے گزرنے والے خط سے ملنا کعبہ کی جہت کے بقاء کے لئے ان کے ہاں شرط ہے اس کے کچھ بعد انھوں نے اس بات کو واضح کرتے ہوئے کہا، بلکہ دُرر اور معراج سے عین کعبہ کا استقبال کرنے والے کا دائیں یا بائیں انتقال کرتے ہُوئے دو زاویے قائمے حاصل ہونے کی جو ہم نے قید ذکر کی ہے اس سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ اگر انتقال کرتے ہُوئے دو قائموں کی بجائے ایک زاویہ حادّہ اور دوسرا منفرجہ اس صورت پر

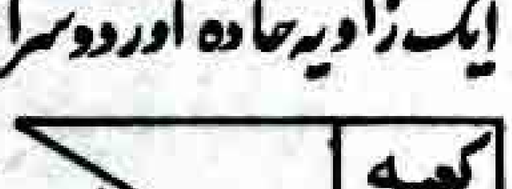

حاصل ہوا تو جہتِ کعبہ کا استقبال صحیح نہ ہوگا اھ۔ اس بیان میں چند اشکال ہیں،

اوّلاً یہ کہ دُرر کی عبارت میں سرے سے انتقال کا ذکر ہی نہیں ہے چہ جائیکہ انتقال کے بعد وہاں دوؔ قائموں کے حصول کا ذکر ہو، اور اس نے بعد میں تفریع

۱؎ ردالمحتار — مبحث استقبال القبلۃ — مطبوعہ مجتبائی دہلی — ۱/۲۸۸
۲؎ " — " " — " " — " "

marfat.com

لکن وقع فی کلامهم مایدل علی ان الانحراف لا یضر[1] ثم نقل کلام القهستانی وشرح العلامة الغزی لزاد الفقیر ومنیة المصلی عن امالی الفتاوی والعجب ان نسی مانقل بنفسه من الدرر فان الذی نقل ههنا عن القهستانی عین ماقدم عن الدرر من ان الانحراف الیسیر الذی لا تزول به المقابلة بالکلیة لا یضر فکیف یکون کلام الدرر مخالفا له۔

انحراف کرنا مراد ہے۔ لیکن اس کے باوجود فقہاء کی کتب میں ایسا کلام ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ انحرافِ قلیل مضر نہیں ہے، اس پر پھر انھوں نے قہستانی، زاد الفقیر کی شرح علامہ غزی اور امالی الفتاوٰی کے حوالہ سے منیۃ المصلی کی عبارات نقل کیں۔ تعجّب ہے کہ علامہ شامی (محشی) رحمہ اللہ تعالٰی دُرر سے خود اپنی نقل کردہ بات کو بھول گئے، کیونکہ اُنھوں نے یہاں قہستانی سے جو یہ نقل کیا ہے کہ ایسا قلیل انحراف جس سے کعبہ کا مقابلہ کلیۃً زائل نہ ہو مضر نہیں ہے۔ یہ بعینہٖ وہی چیز ہے جس کو وُہ خود پہلے دُرر سے بیان کرچکے ہیں، تو درر کا کلام قہستانی کے خلاف کیسے ہوگا۔

سادساً لیس الامر کما فهم بل انحراف وسط جبهة المستقبل عن مسامتة الکعبة لازم الانتقال والخروج عن سطح الجدار الشریف ولو حفظ فی انتقاله تلك الوجهة لاتی علی مایخرجه عن الجهة بالکلیة، ولو انحرف عن تلك الوجهة انحرافا مناسبا لحفظ التوجه الی الکعبة فکلامه منقوض طردا وعکسا، ولیکن لبیان ذلك موضع شرقی مکة المکرمة بین طولیهما نحو من ثلثمائة

سادساً یہ کہ معاملہ وُہ نہیں جیسا کہ انہوں نے سمجھا بلکہ کعبہ کا استقبال کرنے والے کی وسطِ پیشانی کا سمتِ کعبہ سے انحراف، دائیں بائیں انتقال اور کعبہ کی دیوار کی سطح سے خروج کو لازم ہے، اب اگر محشی رحمہ اللہ تعالٰی نمازی کے دائیں بائیں انتقال میں اس زاویہ قائمہ والی توجہ پر قائم رہتے ہیں تو اس صورت میں ان سے نمازی کو جہتِ کعبہ سے بالکلیہ خارج کردینے والی بات صادر ہورہی ہے، اور اگر وہ منتقل ہونے والے کے لئے (اس زاویہ قائمہ والی بات) سے انحراف کرکے کعبہ کی طرف توجہ کی حفاظت کے لئے (منتقل ہونے والے کا کعبہ کی طرف) انحراف مراد لیں تو

---

[1] ردالمحتار مبحث استقبال القبلہ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۲۸۸

marfat.com

لا يقطع الخط المار بالكعبة عرضاً على قائمتين كما لا يخفى۔

ورابعاً يصح ذلك اولا يصح فلن يصح قوله مهما تاخر يمينا او يسارا وانما ذكر المعراج ومن معه بقاء الجهة بالانتقال عليه بفراسخ كثيرة وهذا صحيح ولم يدعوا انه مهما انتقل لم يتبدل كيف والواغل فى الانتقال عليه لا يبقى مواجها للكعبة لا شك و سيستبين لك۔

وخامساً لما ارتكز فى ذهنه رحمه الله تعالىٰ ان شرط بقاء المواجهة وصول خط الجبهة الى ذلك الخط المعترض بالكعبة عمودا توهم ان لو ترك المنتقل تلك الوجهة وانحرف قليلا يمينا او شمالا لم يصح لكون الزاويتين اذ ذاك حادة ومنفرجة كما قدم فزعم ان كلام المعراج والدرر هذا مخالف لاجازة الانحراف القليل المصرح بها فى غير ما كتاب وصرح به اذ قال، والحاصل ان المراد بالتيامن والتياسر الانتقال عن عين الكعبة الى جهة اليمين او اليسار لا الانحراف،

خط کعبہ پر سے عرض میں گزرنے والے خط کو دو قائموں پر قطع نہیں کرے گا، کما لا یخفی۔

رابعاً یہ شرط صحیح ہو یا نہ ہو مگر شامی کا یہ کہنا ہرگز درست نہیں ہوگا کہ "جتنا بھی دائیں بائیں ہٹ جائے" معراج اور اس کے متبعین نے صرف یہ ذکر کیا ہے کہ دائیں بائیں کئی فرسخ تک منتقل ہونے والے کی جہت باقی ہوگی اور یہ بات صحیح ہے، کیونکہ انھوں نے یہ دعویٰ نہیں کیا کہ جتنا بھی منتقل ہو جائے تب بھی جہت نہ بدلے گی۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے جب انتہائی طور پر انتقال ہوگا تو یقیناً وہ کعبہ کی جہت پر نہ رہے گا، اور عنقریب یہ تجھ پر واضح ہو جائیگا۔

خامساً یہ کہ جب محشی رحمہ اللہ تعالیٰ کے ذہن میں یہ بات مرکوز ہو چکی ہے کہ کعبہ کی جہت کی بقاء کیلئے یہ شرط ہے کہ نمازی کی پیشانی سے نکلنے والا خط، کعبہ پر سے عرض میں گزرنے والے خط کو عمودی شکل میں قطع کرے تو ان کو وہم ہوا کہ اگر منتقل ہونے والے نے مذکورہ معیار والی جہت کو چھوڑ دیا اور تھوڑا سا بھی دائیں بائیں اس نے انحراف کیا تو استقبال صحیح نہ ہوگا، کیونکہ اس صورت میں (مذکورہ دونوں خطوں کے ملنے سے) دو قائمہ زاویے نہیں بلکہ ایک حادہ اور ایک منفرجہ حاصل ہوں گے، جیسا کہ قبل ازیں وہ ذکر ہو چکے ہیں۔ اور انھوں نے یہ گمان کر لیا کہ معراج اور درر کا یہ کلام اس قلیل انحراف کی اجازت کے خلاف ہے جس کا صراحۃً متعدد کتب میں ذکر ہے۔ اور انھوں نے اس کی یہ کہہ کر تصریح کر دی کہ دائیں بائیں ہونے سے مراد کا حاصل یہ ہے کہ عین کعبہ سے دائیں یا بائیں جہت انتقال کرنا ہے نہ کہ

marfat.com

المحفوظ ظل الانحراف الشمالي ٩،٦٣٤٦٩٢٤٨ قوسه سح لب تمامها عح لح فمن حفظ الوجهة فقد انحرف عن القبلة اكثر من سبع وسبعين درجة وهو بان يسمى مجانبا احق من ان يسمى مواجها اذ لم يبق بين جنبه الحقيقي و بين الكعبة الا اقل من ثلث عشرة درجة و بينها وبين وجهه اكثر من ۷۷ درجة و ان انحرف عن تلك الوجهة الى يمينه اعنى الشمال اكثر من ۷۷ درجة فقد اصاب القبلة بهذا الانحراف العظيم فانتقض ذلك طردا وعكسا فى انتقال اقل من اثنتين وعشرين درجة۔

ولیکن ثانیاً موضع عرضه مح نح شمالیا لیکون انتقال الشمالی مثل ذلك جنوبي فتفاضله مع عرض الموقع مثله فجيبه جيبه والعمل العمل يكون انحراف القبلة هنا من نقطة المغرب الى الجنوب عض لح و لزم ما لزم۔

ولیکن ثالثاً عرضه الجنوبی مح نح فمجموعه مع عرض الموقع سل الرجيبه ٩،٩٥٥٣٠٧٣ مفروقا من المحفوظ = ٨،٩٥٥٣٧٢١ قوس فالظل لاط تمامها قد نا فقد انحرف

کرنے پر شمالی انحراف کا ظل ٩،٦٣٤٦٩٢٤٨ باقی رہیگا جس کا قوس سح لب مکمل عح لح ہوگا، پس اب جس نے اپنی جہت کو محفوظ رکھا اس کا قبلہ سے ۷۷ درجے سے زائد انحراف ہوگا تو اس کو قبلہ رُو قرار دینے کی بجائے قبلہ سمت سے پہلو پھیرنے والا قرار دینا بہتر ہے کیونکہ اس کے حقیقی پہلو اور کعبہ کے درمیان صرف ۱۳ درجے سے بھی کم باقی رہے گا، اور کعبہ اور اس کے چہرے کے درمیان ۷۷ درجے سے زائد ہوگا، اب اگر وہ اس جہت سے اپنے دائیں یعنی شمال کی طرف ۷۷ درجے سے زیادہ انحراف کرے، تو تب بھی اس عظیم انحراف سے کعبہ کی جہت کو پائے گا، تو یوں ۲۲ درجے سے کم انتقال سے اس کی جامعیت اور مانعیت ختم ہوجائیگی۔

ثانیاً ایک ایسا موضع جس کا عرض مح نح شمالی ہو تاکہ شمالی اور جنوبی انتقال ایک جیسا ہوجائے تو اس کا تفاضل عمود کے موقع کے عرض سمیت اسی کے برابر ہوگا تو دونوں کا جیب اور عمل ایک ہی ہوگا تو یہاں سے قبلہ کا انحراف مغرب کے نقطہ سے جنوب کی جانب عض لح ہوگا اور وہی خرابی لازم آئے گی جو آئی۔

ثالثاً ایک ایسا موضع ہو جس کا جنوبی عرض مح نح ہو تو اس کا مجموعہ عمود کے موقع کے عرض سمیت سل ا ہوگا جس کا جیب ٩،٩٥٥٣٠٧٣ محفوظ سے تفریق شدہ = ٨،٩٥٥٣٧٢١ قوس ہوگا یہ ظل لاط جس کا کُل قد نا ہوگا اس صورت میں

marfat.com

وخمسين ميلا اعنى خمس درجة عرضها كما لطنحوا من عرض مكة المكرمة على ماثبت بالقياسات الجديدة كما له فاذن تكون قبلته نقطة المغرب سواء بسواء كما لا يخفى على المهندس وذلك لان فى اللوغارثميات ظل عرض مكة ۹،۵۹۳۵۴۲۳ جيب تمام مابين الطولين ۹،۹۹۸۳۴۴۲=۹،۵۹۵۱۵۸۱ ظل عرض موقع العمود الواقع من نقطة المغرب على نصف نهار البلد مار ابسمت راس مكة المكرمة قوسه كما لطمساوية لعرض البلد فيكون العمود نفسه دائرة سمتية مر بسمتي راس البلد و مكة ثم نقول ظل ما بين الطولين ۸،۶۹۴۱۹۵۱۸ + جيب تمام عرض موقع العمود ۹،۹۶۴۴۴۷۶ = ۱۸،۶۹۶۰۶۷۹۴ نجعله محفوظا و ننتقل على نصف النهار هذا يمينا و شمالا مع حفظ الوجه اعنى بقاء القطب الشمالى على المنكب الايمن فليكن ؛

اولاً موضع على خط الاستواء فعرض الموقع هو الفضل بينه وبين عرض البلد لانتفائه جيبه ۹،۵۶۳۷۵۴۶ ويبقى بتفريقه من

اس صورت میں ان کا کلام جامع اور مانع نہ رہے گا، اس کا بیان یہ ہے کہ مکہ مکرمہ سے مشرق میں واقع ایسا مقام کہ اس کے اور مکہ مکرمہ کے دونوں طولوں میں ساڑھے تین سو میل یعنی پانچ درجے ہو، اور اس مقام کا عرض کا ما لط مکہ مکرمہ کے عرض جتنا ہوگا جیسا کہ جدید قوانین میں ثابت ہے کہ وہ کا ما لط ہے، تو اس صورت میں اس مقام کا قبلہ ٹھیک نقطۂ مغرب ہوگا، جو کہ ریاضی دان حضرات پر مخفی نہیں، یہ اس لئے کہ لوگارثم میں عرض مکہ مکرمہ کا ظل ۹،۵۹۳۵۴۲۳ دونوں طولوں میں مکمل جیب ۹،۹۹۸۳۴۴۲ = ۹،۵۹۵۱۵۸۱ ہے نقطہ مغرب سے گرنے والے عمود کے مقام کا ظل، نصف النہار کے وقت عین مکہ مکرمہ کی سمت پر سے گزرے گا، تو اس کا قوس کا ما لط ہوگا جو عرض بلد کے مساوی ہوگا اس طرح خود عمود ایک دائرہ سمتی ہوگا جو راس البلد اور مکہ مکرمہ کی دونوں سمتوں سے گزرے گا۔ پھر ہم کہیں گے کہ دونوں طولوں کا ظل ۸،۶۹۴۱۹۵۱۸+ عمود کے موقع کے تمام عرض کا جیب ۹،۹۶۴۴۴۷۶ = ۱۸،۶۹۶۰۶۷۹۴ ہے جس کو ہم محفوظ کرلیں گے اور ہم دائیں کندھے پر قطب شمالی کو باقی رکھ کر اپنی جہت کو محفوظ بنا کر اس نصف النہار پر دائیں اور بائیں منتقل ہوں تو :

اولاً۔ خط استواء پر ایک موضع ہو تو عمود کے وقوع کی جگہ کا عرض منفی ہونے کی وجہ سے اس کے اور عرض البلد کے درمیان زائد ہوگا، جس کا جیب ۹،۵۶۳۷۵۴۶ ہوگا، اس کو محفوظ سے تفریق

marfat.com

وعاد الی مقامہ الاول ای علی الفرض لم یزل الاستقبال الحقیقی ولم یحصل انحراف ما اصلا ومقصودھم ان ینبھوا علی جواز الانحراف الیسیر ففرضوا الخط کما مر وذکروا انہ لایجاوز الجھۃ بالانتقال علیہ الی فراسخ کثیرۃ وقد صدقوا فی ذلک ولم یقدروا الفراسخ لانھا تتبدل بتبدل البعد کما تقدم ولو ارادوا تسویغ الانتقال مطلقا لما قیدوا بفراسخ وقالوا لایزول بالانتقال کم ما کان قلتم فھذا ما کان یجب التنبہ لہ وباللہ التوفیق ولیرجع الی ما کنا فیہ۔

فاقول ثالثا بقی فی شرحہ عبارۃ الدرر شیئ وھو جعل "علی استقامۃ" متعلقا "بیصل" وانت تعلم انہ کما یجب الاستقامۃ بھذا المعنی فی الخط الخارج من الجبھۃ کذلک فی الخط المار بالکعبۃ عرضا وعلی جعلہ متعلقا

کے فاصلہ کو ملحوظ رکھتے ہُوئے دائرہ بنایا جائے اور نمازی اس دائرہ پر انتقال کرتا چلاجائے حتی کہ ساری دنیا کا چکر بھی لگائے اور پہلے مقام یعنی فرضی مقام پر لوٹ آئے تب بھی اس کا استقبال حقیقی باقی رہے گا اور ذرا بھی انحراف نہ ہوگا اور مذکورہ انحراف کے ذکر سے ان کا مقصد معمولی انحراف کے جواز پر تنبیہ کرنا ہے تو اس لئے انھوں نے مذکورہ خط کو فرض کرکے یہ ذکر کیا کہ اس مذکورہ دائرہ والے خط پر کئی فرسخ تک انتقال کرنے والے کی جہت تبدیل نہ ہوگی اور یہ بات انھوں نے درست فرمائی، ساتھ ہی اُنھوں نے فرسخ کی تعداد معین نہ فرماکر یہ واضح کیا کہ یہ تعداد کعبہ سے دائرہ والے خط کے بُعد پر موقوف ہے یعنی بُعد کی تبدیلی سے فرسخ کی تعداد بدل جائیگی جیسے کہ گزرچکا، اور اگر وُہ عام ہر طرح کا انتقال مراد لیتے تو پھر بیان میں فراسخ کی قید ذکر نہ کرتے بلکہ یُوں کہتے "جتنا تم چاہو انتقال کرو اس سے جہت میں تبدیلی نہ ہوگی" یہ وُہ ہے جس پر تنبیہ ضروری تھی، جبکہ توفیق صرف اللہ تعالٰی کی طرف سے ہے۔ اب ہمیں اپنی بحث میں واپس لوٹنا چاہئے۔

فاقول، ثالثا (نوٹ: یہ ثالثا اس اوّلًا سے متعلق ہے جو صفحہ ۸۸ پر گزرا)

دُرر کی عبارت کی شرح کرتے ہُوئے محشی علیہ الرحمۃ نے جو فرمایا اس میں ابھی کچھ امر باقی ہے وُہ یہ کہ انھوں نے فرمایا کہ دُرر کی عبارت میں "علی استقامۃ" کا تعلق "یصل" کے لفظ سے ہے حالانکہ آپ کو معلوم ہے کہ کعبہ کا استقبال کرنے والے نمازی کی پیشانی سے نکلنے والے خط میں جس معنی میں استقامت ضروری ہے

marfat.com

القبلة من نقطة المغرب خمس و
ثمانين درجة ولم يبق الى نقطة الشمال
الاخمس درج فان حفظ الوجهة
بطلت صلاته قطعا وان توجه الى
القطب الشمالى صحت يقينا وان اخذنا
ما بين الطولين اصغر من ذلك يظهر
التفاوت اكبر من ذلك و بالجملة
فتلزم استحالات لا تحصى فالحق ان
ليس فى عبارة الدرر ولا المعراج شئ مما
ذكر ولا ما فهم من جواز الانتقال على
ذلك الخط مهما شاء، ولا ما فهم من
مخالفتهما لتجويز الانحراف اليسير
ولا ما فهم من اشتراط حفظ الوجهة
لبقاء الجهة، ولا ما فهم من افادتهما
فساد الصلوٰة ان احدث الخطان
زاويتين مختلفتين بل الامر فيه
كما اقول انهم انما فرضوا الانتقال
على القاطع له على قائمتين اى
على نصف نهار الموضع المفروض
المسامت حقيقة ليحصل بالانتقال
الانحراف على عكس ما فهم
العلامة المحشى رحمه الله تعالٰى
وذلك لانه لو جعلت الكعبة مركزا
ورسمت ببعد مستقبلها دائرة و
انتقل هو عليها حتى طاف الدنيا

نقطہ مغرب سے قبلہ کا انحراف ۸۵ درجے ہوگا، اور
نقطہ شمالی کی طرف صرف پانچ درجے باقی رہے گا،
پس اگر وہ اپنی اس توجہ کو محفوظ رکھے تو اس کی نماز
لازمی طور پر باطل ہوگی، اور اگر وہ قطبِ شمالی کی طرف
پھر گیا تو اس کی نماز یقیناً درست ہوگی اور اگر ہم
دونوں طولوں میں اس سے بھی کم فاصلہ فرض کریں تو
تفاوت اس سے بھی بڑھ جائے گا۔ خلاصہ یہ
کہ اس سے بے شمار خرابیاں لازم آئیں گی۔ تو حق یہ
ہے کہ دُرر اور معراج کی عبارت میں محشی علیہ الرحمۃ کے
ذکر کردہ امور میں سے کچھ بھی نہیں، نہ اس خط پر حسبِ
خواہش انتقال کا جواز، اور نہ ہی معمولی انحراف کے
جواز کی ان دونوں سے مخالفت اور نہ ہی بقائے جہت
کے لئے توجہ کے محفوظ رہنے کی شرط اور نہ ہی مختلف
زاویے والے دو خطوں کے پیدا ہونے سے ان دونوں
حضرات کی طرف سے نماز کے فساد کا افادہ، غرضیکہ
محشی علیہ الرحمۃ کی فہم کردہ ان مذکورہ چیزوں میں کوئی
بھی ان دونوں حضرات کی عبارت میں موجود نہیں بلکہ
معاملہ یُوں ہے جیسے میں کہتا ہوں (اقول) انہوں
نے دو قائموں کی شکل میں اس کو قطع کرنے والے خط
پر سے انتقال فرض کیا جس کا مطلب یہ ہے کہ کعبہ سے
حقیقی سمت والے مقام مفروض پر خاص نصفِ نہار
کے وقت قاطع خط سے ایسا انتقال ہو جس سے سمت میں
کچھ انحراف حاصل ہو سکے بالعکس اس کے جو علامہ
محشی علیہ الرحمۃ نے سمجھا، یہ اس لئے کہ اگر کعبہ کو
مرکز قرار دے کر اس کی طرف استقبال کرنے والے

marfat.com

اقول وهذا اولى بوجوه لقوله
فی صدره استقبال عین الکعبة
لمکی وجهتها لغیره ان یصل[1] الخ
فافاد انه الآن بصدد بیان
التقریبیة لا الحقیقة الواقعة
علی العین ولانه قال بعده او نقول
هو ان تقع الکعبة الی
اٰخر ما تقدم فی القول
الثالث ولا شك انه للتقریب وظاهر
قوله او نقول ان محصلهما واحد و
لان الجبین یکون علی هذا بمعناه الحقیقی
وکذلك فهم العلامة
الطحطاوی فصور بیان
الدرر هکذا:

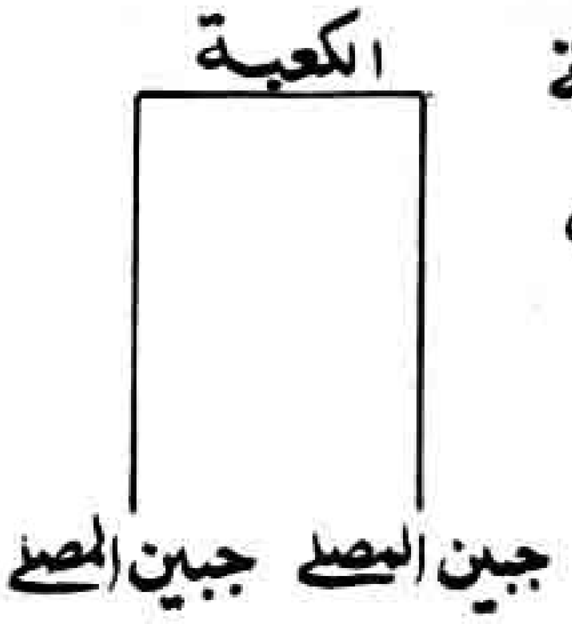

اقول ولیس
المراد حدوث الخطین
فی حالة واحدة حتی یرد علیه انه
مع حمل الجبین علی طرفی الجبهة
عدل الی جعله لبیان التحقیق حیث
اوصل الخطین الی الکعبة عمودین
وانه قد علمت مما قدمنا ان

کردیا ہے غرضیکہ انہوں نے مراد کی تصریح کردی ہے اور دونوں
وجہوں کا ما حاصل انہوں نے ایک ہی قرار دیا۔

اقول ان کا یہ بیان کئی طرح سے بہتر ہے
ایک وجہ تو ماتن کا یہ قول ہے کہ مکی کے لئے عین کعبہ کا
استقبال اور غیر مکی کے لئے جہتِ کعبہ کا استقبال ہے الخ
لہذا وہ بتا رہے ہیں کہ اب سمتِ تقریبی کو بیان کررہے
ہیں (یعنی وجهتها لغیرہ الخ) نہ کہ سمتِ حقیقی جس کا
وقوع عین کعبہ پر ہے، اور اس لئے بھی کہ انھوں نے بعد
میں یہ کہا "یا ہم یوں کہیں کہ ان تقع الکعبة الخ"
جیسا کہ تیسرے قول میں گزرا ہے، اس بیان کے بارے
میں شک نہیں کہ یہ سمتِ تقریبی سے متعلق ہے، نیز
ماتن کا قول "او نقول" ظاہر بتاتا ہے کہ دونوں
کا ما حصل ایک ہے اور نیز اس مراد پر جبین کا حقیقی معنی
مراد ہوگا۔ علامہ طحطاوی نے اس کو
اسی طرح سمجھا اور انہوں نے دُرر
کے بیان کے مطابق تصویر یوں بنائی۔

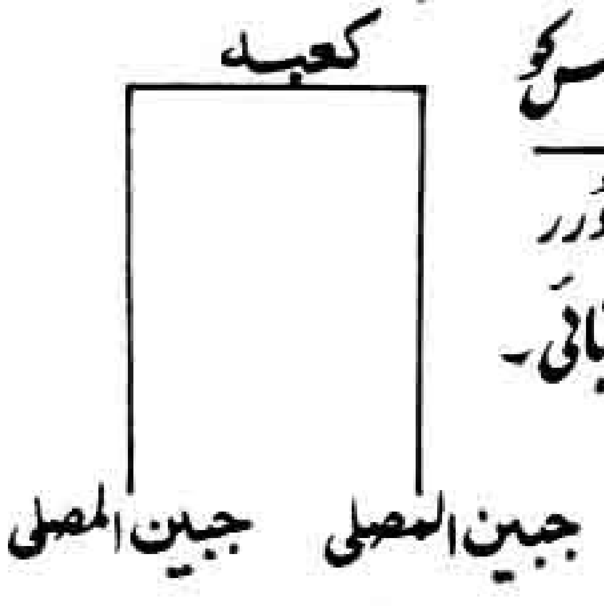

اقول علامہ طحطاوی
کے بیان میں، دونوں خطوں
کا ایک شکل پر ہونا ضروری نہیں، ورنہ یہ اعتراض پیدا
ہوگا کہ انھوں نے جبین کا حقیقی معنی یعنی پیشانی کی
دونوں طرفیں (پہلو) مراد لینے کے باوجود جبین سے
نکلنے والے خطوں کو عین کعبہ پر بصورت عمود (سیدھا)
گرا کر سمتِ حقیقی کو بیان کیا ہے حالانکہ ہمارے پہلے

---

[1] حاشیة الدرر للمولیٰ عبدالحلیم باب شروط الصلوٰۃ مطبوعہ مطبع عثمانیہ دار سعادت بیروت ۱/۵۲
حاشیة الدرر لملا خسرو " " " مطبعۃ احمد کامل الکائنہ " " ۱/۶۰

marfat.com

بیصل لا یبقی ایماء الی استقامۃ المار و یصیر قولہ بحیث تحصل قائمتان مجرد بیان لقولہ علی استقامۃ فالاصوب عندی جعلہ متعلقا بالمار لیتم البیانان ولیصیر تاسیسا ولیتعلق بالقریب ھذا ماکان یتعلق بالحمل الاول وحملہ الفاضل الحلیمی فی حواشی الدرر علی بیان التقریبیۃ حیث قال (قولہ بحیث یحصل قائمتان) اطلقہ فشمل ان تینک القائمتین یتساوی بعدھما عن العینین الی جدار الکعبۃ اولا فالاول ھو المراد فی التوجہ الی العین، والثانی فی التوجہ الی الجھۃ وھو المراد ھنا فقط" ثم قال" حاصلہ ان تقع الکعبۃ بین خطین[1] الی اٰخر ما قدمنا عنہ فصرح بالمراد و جعل حاصل الوجھین واحدا۔

اسی معنی میں کعبہ پر سے عرضی طور پر گزرنے والے خط میں بھی استقامت ضروری ہے اور "علی استقامۃ" کا تعلق "یصل" سے کرنے میں کعبہ پر سے سیدھے گزرنے والے خط کی طرف اشارہ باقی نہ رہے گا اور اسی طرح دُرر کی عبارت میں "بحیث تحصل قائمتان" کو دیکھا جائے تو وہ صرف "علی استقامۃ" کا بیان بن کر رہ جائیگا، لہذا میرے نزدیک بہتر یہ ہوگا کہ "علی استقامۃ" کا تعلق "یصل" کی بجائے لفظ "المار" سے کیا جائے تاکہ دونوں بیان تام ہوجائیں اور تاسیس یعنی نیا فائدہ بھی حاصل ہوجائے نیز اس کا تعلق قریب سے بھی ہوجائیگا، یہ مذکورہ ساری گفتگو پہلے محمل سے متعلق ہے۔ جبکہ فاضل حلیمی نے دُرر کی شرح کرتے ہوئے اس کی عبارت کا محمل سمتِ حقیقی کی بجائے سمتِ تقریبی قرار دیا (یعنی عین سمتِ کعبہ کی بجائے انھوں نے اس کو جہتِ کعبہ پر محمول کیا ہے) جہاں انھوں نے کہا "قولہ بحیث تحصل قائمتان" اس کو عام رکھا ہے لہذا وہ دونوں قائمے جن کا فاصلہ دونوں آنکھوں سے جدارِ کعبہ تک مساوی ہوگا یا نہ ہوگا، مساوی ہو تو اس سے عین کعبہ کی طرف توجہ مراد ہے اور اگر مساوی نہ ہو تو اس سے جہتِ کعبہ کی طرف توجہ مراد ہے، اور یہاں یہی آخری یعنی فقط جہت کی طرف توجہ مراد ہے، پھر انھوں نے فرمایا کہ اس کا حاصل یہ ہے کہ کعبہ دونوں خطوں کے درمیان واقع ہو الخ جہاں تک ہم نے پہلے ان سے ذکر

---

[1] حاشیۃ الدرر للمولٰی عبدالحلیم باب شروط الصلوٰۃ مطبوعہ مطبع عثمانیہ دار سعادت بیروت ۱/ ۵۲

marfat.com

فی حکایتہ غنی عن نکایتہ لکن لا ازراء علیہ بھم فانھم رحمھم اللہ تعالٰی لیکن لھم اشتغال بتلک الفنون وقد کانوا معتنین بما یھمھم یعنی فرحمھم اللہ تعالٰی ورحمنا بھم رحمتہ تکفی وتغنی اٰمین!

کی ضرورت نہ تھی، لیکن اس سے ان پر طعن نہیں آتا کیونکہ ان حضرات کا اس فن سے خاص شغل نہیں ہے وہ صرف اپنے مقصد اور ضروری مراد کو بیان کرنے کا اہتمام کرتے ہیں، اللہ تعالٰی ان پر اور ہم پر اپنی کفایت کرنے والی رحمت فرمائے، آمین!

ثم اعلم ان الجبینین منتھیان فی الجانبین الی محاذاۃ الحاجبین، قال فی القاموس الجبینان حرفان مکتنفا الجبھۃ من جانبیھا فیما بین الحاجبین مصعدا الی قصاص الشعر۔[1]

پھر واضح ہو کہ دونوں جبینیں دونوں ابروؤں کے برابر جانبین پر ختم ہوتی ہیں۔ قاموس میں ہے: "جبینیں پیشانی کو دونوں طرف سے گھیراؤ کرنے والی دو طرفیں ہیں جو دونوں ابروؤں سے بلند ہو کر پیشانی کے بالوں تک پہنچتی ہیں اھ۔ (ت)

بالجملہ ہماری تحقیق پر قولِ چہارم کا حاصل یہ ہوا کہ محاذاتِ حقیقیہ سے دونوں طرف جُھک سکتا ہے کہ جبین یعنی کنارہ پیشانی محاذی کنارہ بیرونی ابرو سے جو خط اُس کی استقامت پر اُفق کی طرف جائے سطح کعبہ معظمہ پر زاویہ قائمہ بناتا گزرے **اقول** (میں کہتا ہوں) ظاہر ہے کہ اس معنی پر جبین سے دوسری تک یعنی مابین دو ابرو اگر سر کو مدوّر فرض کیا جائے تقریباً ربع دور ہوگا تو وسط جبہہ سے ہر طرف ثمن دَور ہے صفتِ مذکورہ پر خط اگر وسط پیشانی پر جاتا تو محاذاتِ حقیقیہ ہوتی، اب اُس سے ثمن دَور پھرنا صحیح ہُوا تو وہی جانبین کعبہ میں ۴۵ ـ ۴۵ درجے آئے، قول سوم کا بھی یہی محصل تھا، اور کیوں نہ ہو کہ عبارتِ دُرر سے اُن کا ایک محصل ہونا ظاہر کما قدمنا وباللہ التوفیق۔

پنجم اہلِ مشرق کا قبلہ مغرب ہے، اہلِ مغرب کا مشرق، اہلِ جنوب کا شمال، اہلِ شمال کا جنوب۔ تو جب تک ایک جہت دوسری سے نہ بدلے مثلاً ربع مغرب میں قبلہ ہے، یہ ربع شمال یا ربع جنوب کی طرف منہ کرے جہتِ قبلہ باقی رہے گی۔ **اقول** اس قول کا حاصل یہ ہے کہ موضع مصلی سے محاذاتِ حقیقیہ کا خط کعبہ معظمہ پر گزرتا ہُوا دونوں طرف کے افق تک ملادیں اور وہیں سے دُوسرا خط اُس پر عمود گرائیں کہ اُفق کے چار حصّے مساوی ہوجائیں، پھر ہر حصّے کی تنصیف کرکے ہر دو نصف متجاور میں خط وصل کردیں ان اخیر خطوط سے جو چار ربع افق حاصل ہوں گے وہی ارباع جہات اربعہ ہیں ان میں وُہ ربع جس کے منتصف پر کعبہ معظمہ ہے جہتِ

---

[1] القاموس المحیط فصل الجیم باب النون مطبوعہ مصطفٰی البابی مصر ۴/ ۲۱۰

marfat.com

الخط الخارج من الجبین لا یخرج علی استقامة الجبهة بل منحرفا من الجبین الایمن یمینا ومن الایسر یسارا وانہ لا یمکن ان یکون کلا الخطین الخارجین من الجبینین عمودا علی خط مستقیم بل المراد عندی تصویر التیامن والتیاسر فالاول مثلاً جبین المصلی الایمن عند انحرافه عن الکعبة یسارا والثانی جبینہ الایسر حین انحراف یمینا، و ایضاح تصویرہ ھکذا ینبغی ان

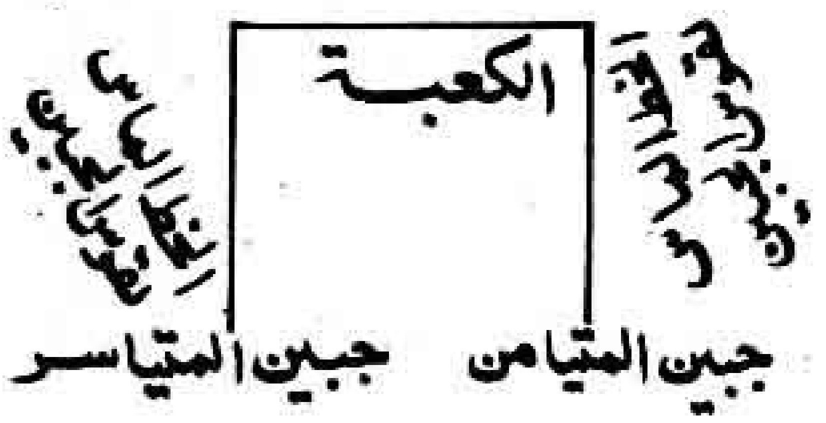

یفھم ھذا المقام، اما قولہ رحمہ اللہ تعالٰی فی بیان تصویرہ نقلا عن بعض الافاضل، فقد حصل من الخط المار بالکعبة قائمة ومن الخط الخارج من جبین المصلی قائمة اخری وحدث منھما زاویتان متساویتان[1] اھ۔

فاقول ھذا وان کان

بیان سے آپ معلوم کرچکے ہیں کہ جبین (پیشانی کے پہلو) سے نکلنے والا خط پیشانی کے وسط سے سیدھا نہیں نکلتا بلکہ دائیں جبین سے نکلنے والا خط دائیں طرف اور بائیں جبین سے نکلنے والا بائیں طرف نکلے گا اور یہ ہرگز ممکن نہیں کہ دونوں جبینوں سے نکلنے والے خطوط عمودی طور پر خط مستقیم پر نکلیں بلکہ میری رائے میں ان کا یہ بیان التیامن اور التیاسر کی صورت کا بیان ہے کہ مثلاً التیامن یہ ہے کہ نمازی کی دائیں جبین کا کعبہ سے بائیں طرف انحراف ہوجائے اور التیاسر یہ ہے کہ اس کی بائیں جبین کا کعبہ سے دائیں طرف انحراف ہوجائے تو اس صورت میں دونوں جبینوں کے خط مستقیم شکل میں کعبہ کی طرف ہونگے ان کی تصویر کو یوں سمجھنا مناسب ہے ایسے مشکل

مقام کو یوں سمجھا جا سکتا ہے۔ لیکن علامہ طحطاوی رحمہ اللہ تعالٰی کا وہ قول جو انھوں نے اپنی بنائی ہوئی تصویر کے بارے میں ایک فاضل سے نقل کرتے ہوئے فرمایا کہ کعبہ پر سے گزرنے والے خط سے زاویہ قائمہ حاصل ہوا[1] اور اسی طرح نمازی کی جبین سے نکلنے والے خط سے دوسرا قائمہ حاصل ہوا اور ان دونوں خطوں سے دو مساوی زاویے پیدا ہوئے اھ۔

فاقول (تو میں کہتا ہوں) اگرچہ ان کے اس تکلف

[1] حاشیة الطحطاوی علی الدر المختار باب شروط الصلوٰة مطبوعہ دار المعرفة بیروت ۱/۱۹۷

marfat.com

فی ثبوته ثم ایده بکلام الامام الرازی فی التفسیر وانه من القضایا المتلقاة بینهم بالقبول اقول لامحل لتردد فان الارض کرة فلك ان تقدر ایة نقطة منها شئت وسطا والکعبة احق بذلك فان الله تعالٰی جعلها مثابة للناس ثم التفریع لایتوقف علیه الا تری انا صورناه بفرض موضع المصلی وسطا۔

میں انھوں نے تردد کیا ہے، پھر انھوں نے اس کی تائید امام رازی کے کلام جو ان کی تفسیر میں ہے سے فرمائی یہ بات مسلّمہ قضایا میں سے ہے۔ میں کہتا ہُوں اس میں تردد کی گنجائش نہیں کیونکہ آپ زمین کے جس نقطہ کو وسط قرار دیں وہ کعبہ ہے اس لئے کہ زمین گول ہے اسی لئے اللہ تعالٰی نے کعبہ کو "مثابة للناس" فرمایا ہے، پھر یہ تفریع کعبہ کے وسط ہونے پر موقوف نہیں ہے۔ آپ نے خیال نہیں کیا کہ ہم نے نمازی کی جگہ کو وسط فرض کرتے ہُوئے اس کی تصویر بنائی ہے۔ (ت)

نظم زندویسی پھر ذخیرہ پھر حلیہ میں ہے:

قبلة اهل المشرق الی المغرب عندنا وقبلة اهل المغرب الی المشرق وقبلة اهل المدینة الی یمین من توجه الی المغرب وقبلة اهل الحجاز الی یسار من توجه الی المغرب[1] اھ

ہمارے ہاں مشرق والوں کا قبلہ مغرب اور مغرب والوں کا مشرق ہے، اور مدینہ والوں کا قبلہ مغرب کی طرف متوجہ ہونے والے کی دائیں طرف ہے، اور حجاز والوں کا قبلہ مغرب کی طرف متوجہ ہونے والے کی بائیں جانب ہے اھ (ت)

اقول کانه اراد بالحجاز نحو الیمین والا فالمدینة السکینة سیدة الحجاز وسیدة بلاد العالم ثم من المعلوم قطعا ان قبلتها الی یسار من توجه الی المغرب اعنی الجنوب فکانه انقلب فی البیان الیمین والیسار او تبدل المشرق بالمغرب ولعل من هذا القبیل والله تعالٰی اعلم ماوقع من الخانیة من ان القبلة لاهل الهند ما بین الرکن

اقول انھوں نے حجاز سے گویا دایاں حصہ مراد لیا ہے ورنہ مدینہ منورہ حجاز کا مرکز اور سردار ہے بلکہ پورے عالم کا سردار ہے۔ پھر قطعاً یہ معلوم ہے کہ مدینہ منورہ کا قبلہ مغرب کی طرف متوجہ ہونے والے کی بائیں جانب یعنی جنوب ہے، گویا انہوں نے بیان میں (غلطی سے) یمین کی جگہ لیسار کو ایک دوسرے سے بدل دیا، یا پھر مشرق اور مغرب کو ایک دوسرے سے بدل دیا واللہ تعالٰی اعلم، ہوسکتا ہے کہ جو خانیہ میں مذکور ہے وہ بھی اسی طرح کی تبدیلی پر مبنی ہو کہ ہند والوں کا

---

[1] التعلیق المجلی لما فی منیة المصلی مع منیة المصلی بحوالہ حلیہ الشرط الرابع مطبوعہ مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ لاہور ص ۱۸۶

marfat.com

استقبال ہے اور اُس کے مقابل جہتِ
بایں صورت ہ مصلی ہے اور مر کعبۂ معظمہ،
عمود، ان نقاط اربعہ نے تربیع افق کی پھر
کرکے خط ح ط ملادیا، یونہی ط ک ء ک ی۔
اور ی ب ک جہتِ استدبار،

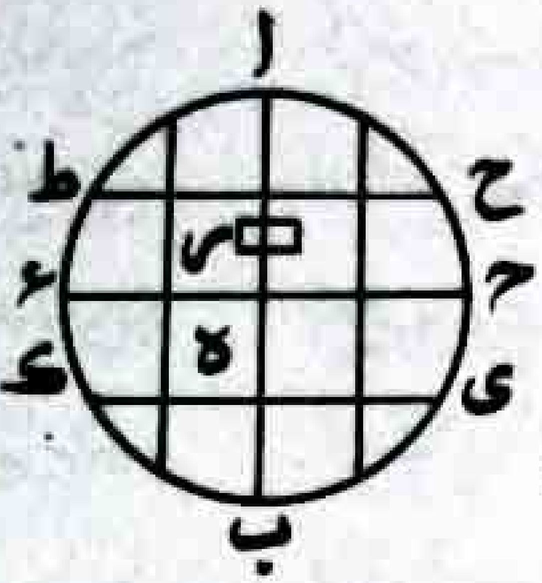

استدبار اور باقی دو ربع جہات یمین وشمال
ا ب خط محاذاتِ حقیقیہ ح ء اس پر
ربع ا ح کو ح اور ربع ا ء کو ط پر تنصیف
ی ح تو قوس ح ا ط جہتِ قبلہ ہے
ی ح ح جہتِ یمین، ک ء ط

جہتِ شمال۔ ہ اگر ا کی طرف مُنہ کرے عین کعبہ کی طرف متوجہ ہے اور روا ہے کہ دہنی جانب ح یا بائیں طرف ط کے قریب تک پھرے جہتِ قبلہ باقی رہے گی، جب قوس ح ا ط سے باہر گیا جہت نہ رہی تو ہی دونوں جانب ۴۵ - ۴۵ درجے تک انحراف روا ہوا۔ یہ قولِ نفیس خود امام مذہب سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے منقول، فتاوٰی خیریہ میں ہے:

عن ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالٰی المشرق قبلۃ اھل المغرب والمغرب قبلۃ اھل المشرق والجنوب قبلۃ اھل الشمال والشمال قبلۃ اھل الجنوب[1]۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالٰی سے مروی ہے کہ مغرب والوں کا قبلہ مشرق ہے اور مشرق والوں کا مغرب ہے۔ شمال والوں کا جنوب اور جنوب والوں کا شمال ہے۔ (ت)

شرح نقایہ علامہ قہستانی میں ہے:

قال الزندویسی ان المغرب قبلۃ لاھل المشرق وبالعکس والجنوب لاھل الشمال وبالعکس فالجھۃ قبلۃ کالعین[2]۔

زندویسی نے کہا کہ مشرق والوں کا مغرب قبلہ ہے اور اس کے برعکس، اور شمال والوں کا جنوب قبلہ ہے اور اس کے برعکس۔ پس جہت بھی عین کعبہ کی طرح قبلہ ہے۔ (ت)

حلیہ میں ہے:

قد قطع الزندویسی فی روضتہ بالتفریع المذکور[3] الخ قالہ بعد ما ذکر انہ بناہ علی کون الکعبۃ وسط الارض وتردد

زندویسی نے اپنی کتاب "روضہ" میں مذکورہ تفریع پر یقین کا اظہار کیا ہے الخ، انھوں نے یہ بات کعبہ کو وسطِ زمین پر قرار دینے کے بعد کہی اور اس کے اثبات

---

[1] فتاوٰی خیریۃ کتاب الصلٰوۃ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱/۷
[2] جامع الرموز فصل شروط الصلٰوۃ مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۱/۱۳۰
[3] التعلیق المجلی لمافی منیۃ المصلی مع منیۃ المصلی الشرط الرابع مطبوعہ مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ لاہور ص ۱۸۶

marfat.com

ثانیاً امام احمد و بخاری و مسلم و ابوداؤد و ترمذی و نسائی و ابن ماجہ وغیرہم حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اذا اتی احدکم الغائط فلا یستقبل القبلۃ ولا یولھا ظھرہ ولکن شرقوا او غربوا۔[1]

جب تم میں سے کوئی شخص پاخانے کو جائے تو نہ قبلہ کو منہ کرے نہ پیٹھ ہاں پورب پچھم منہ کرو۔

مدینہ طیبہ کا قبلہ جانبِ جنوب ہے لہذا شرقاً غرباً منہ کرنا فرمایا، ہمارے بلاد میں جنوباً شمالاً ہوگا۔ حدیث میں جنوب شمال کے کسی حصے کو رُو یا پُشت کرنے کی اجازت ارشاد نہ ہوئی اور مشرق و مغرب کے کسی حصے کا استثناء نہ فرمایا تو دائرۂ اُفق کے صاف چار حصے ظاہر ہوئے جن میں ایک جہتِ استقبال ہے۔

ثالثاً عرفِ عام میں بھی یہ دائرہ چار ہی ربع پر منقسم شرق غرب جنوب شمال، اور بدنِ انسان بھی چار ہی رُخ و پہلو رکھتا ہے قدام، خلف، یمین، شمال۔ انہی میں فوق و تحت ملا کر تمام جہان میں جہاتِ ستہ مشہور ہیں ان چاروں میں ایک کو دوسری پر کوئی ترجیح نہیں، کوئی وجہ نہیں کہ مثلاً ایک کا اتساع ۱۴۰ درجے تک لیا جاوے اور دُوسری کا صرف ۴۰ تک، تو دائرۂ افق چار ربع متساوی ہی پر منقسم ہونا چاہیے۔

رابعاً دائرۂ اُفق میں چار نقطے مفروض ہُوئے اُن میں ایک نقطۂ استقبال حقیقی ہے، دوسرا استدبار حقیقی، دو باقی یمین و شمال حقیقی، تو جو ان میں کسی نقطہ کا ٹھیک محاذی نہ ہو اُس کی تقریب لاجرم راجح بقریب ہو گی بعید کی طرف نسبت تبعید ہے نہ کہ تقریب، لاجرم ہر ایک کے پہلو پر وہی ثمن ثمن دور اُس کا حصہ پڑے گا۔

خامساً تمام اقوالِ مذکورہ میں یہ ایسا نص ہے کہ دُوسری طرف راجع نہ ہوگا اور بقیہ اقوال سب اس کی طرف رجوع کرسکتے ہیں اور فائدہ مستمرہ ہے کہ توفیق ابقائے خلاف سے اولٰی ہے اور محتمل جانب مفسر رد کیا جاتا ہے، قولِ سوم و چہارم کا یہی محصل ہونا تو ہم اوپر بیان کرچکے ہیں اور قولِ اوّل میں عبارتِ منیہ قبلۃ اھل المشرق والمغرب عندنا[2] (ہمارے نزدیک اہلِ مشرق و اہلِ مغرب کا قبلہ۔ ت) کی شرح امام ابن امیر الحاج نے اسی عبارت ذخیرہ عن نظم الزندویسی سے فرمائی جس میں تقسیم رباعی مذکور قول دوم میں وجہ سے جبہۃ مراد لینا چاہیے کہ موضع سجود ہونے کے سبب اشرف اجزائے وجہ ہے اُوپر گزرا کہ وجہ کو مطلق چھوڑیں

---

[1] صحیح البخاری باب لاتستقبل القبلۃ بغائط الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۶
سنن ابوداؤد باب کراہیۃ استقبال القبلۃ الخ " آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۳
[2] منیۃ المصلی شرط الرابع استقبال القبلۃ مطبوعہ مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ لاہور ص ۱۸۵

marfat.com

الیمانی الی الحجر[1] وکتبت علیہ اقول ھذا جھۃ الجنوب ولا یصح الا لبعض بلاد الھند الی عرض الح تقریبا الا ان یقرأ الحجر بالکسر وھو الحطیم ویراد بالرکن الیمانی الجدار الیمانی تماما ویخرج الغایتان فیبقی الجدار الشرقی الذی فیہ الباب الکریم او یقرأ الرکن علی معناہ ویدخل الغایتان ویراد التوزیع ای قبلۃ الھند متوزعۃ بین الجنوب والشرق والشمال وھذا لبعید بعد قولہ ثم تعین لکل قوم منھا ای "من الکعبۃ" مقام فلاھل الشام الرکن الشامی ولاھل المدینۃ موضع الحطیم والمیزاب ولاھل الیمن الرکن الیمانی ولاھل الھند[2] الخ فلیتامل واللہ تعالٰی اعلم۔

قبلہ رکن یمانی اور حجر کے مابین ہے۔ اور میں نے اس پر حاشیہ لکھا کہ یہ جنوبی جہت ہے، اور یہ صرف بعض ہند جو کہ عرض الح تقریباً ہے کا قبلہ ہوسکتا ہے۔ ہاں اگر حَجر کی بجائے حِجر کسرہ (زیر) کے ساتھ پڑھا جائے، یعنی حطیم کعبہ مراد لیا جائے۔ اور "رکنِ یمانی" سے مراد ساری یمانی دیوار مراد لی جائے اور پھر دخانیہ کی بیان کردہ لمبائی میں سے) دونوں انتہاؤں یعنی یمانی دیوار، اور حطیم کو خارج کر دیا جائے اور صرف ان دونوں حدود کا درمیانی یعنی کعبہ کی شرقی دیوار جس میں کعبہ کا دروازہ ہے مراد لیا جائے، یا پھر یُوں کہا جائے کہ رُکنِ یمانی اپنے اصلی معنی پر باقی رہے اور دونوں حدیں یعنی رکنِ یمانی اور حطیم کو شمار میں داخل مان کر ہند کے قبلہ کو پھیلا دیا جائے اور یُوں کہا جائے کہ ہند کا قبلہ جنوب مشرق اور شمال میں پھیلا ہوا ہے لیکن یہ احتمال ان کے اس بیان کے بعد بعید ہے کہ پھر کعبہ کا ہر حصہ ایک قوم کے لئے متعین ہے، شام والوں کے لئے رکنِ شامی اور مدینہ والوں کے لئے حطیم اور میزاب کا حصہ، یمن والوں کے لئے رکن یمانی اور ہند والوں کے لئے الخ مذکورہ، یعنی رکنِ یمانی اور حجر کا درمیان ہے، غور سے کام لو، واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

اقول یہی قول نقل وعقل وشرع وعرف سب سے مؤید اور یہی اضبط الاقوال واعدل واصح و اظہر واسد۔

اوّلاً یہ خود امام مذہب سے منقول وکلام الامام امام الکلام (امام کا کلام، کلام کا امام ہے) ع

اذا قال الامام فصدقوہ

فان القول ما قال الامام

(جب امام فرمائے تو اس کی تصدیق کرو کیونکہ صحیح قول وُہی ہے جو امام نے فرمایا ہے)

---

[1] فتاوٰی قاضی خان کتاب الصلوٰۃ مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۱/ ۳۳
[2] حواشی الفتاوی الخانیۃ

marfat.com

اور اُس کے مثل ارشاداتِ امیرالمؤمنین فاروقِ اعظم و عبداللہ بن عمرو غیرہما صحابہ رضی اللہ تعالٰی عنہم۔

اقول اُس کا یہ مفاد ہونا ہرگز مسلّم نہیں نہ ممکن التسلیم کہ شرق سے غرب تک نصف دَور میں قبلہ پھیلا ہوا ہے ورنہ لازم کہ نصف دیگر میں استدبار پھیلے کہ استقبال و استدبار دو جہت مقابل ہیں سارا دائرہ انہی دو جہتوں نے گھیر لیا، اب ارشاد اقدس و لکن شرقوا او غربوا (لیکن پورب اور پچھم کی طرف منہ کرو۔ ت) کا کیا محل رہے گا، مگر یہ کہیں کہ خاص نقطتین مشرق و مغرب مستثنیٰ ہیں تو لازم ہوگا کہ ہر شخص جو پیشاب کو بیٹھے یا پاخانے کو جائے صحیح آلات معرفت نقاط ساتھ لیتا جائے حالانکہ آلات بھی حقیقی تعیین نقاط سے قاصر ہیں، اگر کہئے عرفاً جہاں تک جہتِ مشرق و مغرب پھیلے گی وہ سب مستثنیٰ ہے فان بین اذا اضیف الی غیر الاعداد لم یدخل فیہ الغایتان کما فی الفتح (لفظ "بین" جب غیر عدد کی طرف مضاف ہو تو ابتداء اور انتہاء دونوں غایتیں اس میں داخل نہ ہوں گی جیسا کہ فتح میں ہے۔ ت)

اقول اب ٹھکانے سے آگئے عرف میں جہتیں چار ہی سمجھی جاتی ہیں اور جو ایک سے قریب ہے وہ وہ اُسی کی طرف منسوب ہوتا ہے تو اس نصف دور کے ۱۸۰ درجے سے ۴۵-۴۵ درجے کہ مشرق و مغرب سے قریب ہیں ان کے حصے میں رہ کر مستثنیٰ ہوں گے بیچ کے ۹۰ درجے جن کے وسط میں کعبہ واقع ہے جہتِ قبلہ رہیں گے وھو المطلوب (اور یہی مطلوب ہے۔ ت) معہذا ایک جماعتِ علماء نے یہاں بین بمعنی وسط لیا یعنی مشرق و مغرب کے اندر جو قوس جنوبی ہے اُس کے وسط و منتصف کی طرف قبلہ مدینہ سکینہ ہے۔

اقول اور اُس کے مؤید قول مذکور عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما ہے کہ جب تو مغرب کو اپنے دہنے بازو اور مشرق کو بائیں بازو پر لے تو اُس وقت تیرا منہ قبلے کو ہے،

وکانہ رضی اللہ عنہ لذا زاد قولہ اذا استقبلت بعد قولہ فما بینھما قبلۃ لکون ھذا محتملا لخلاف المراد ھذا وحملہ الامام الاجل عبداللہ بن المبارک علی ان ھذا لاھل المشرق وکذا قال الشیخ البغوی فی المعالم وانہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اراد بقولہ مابین المشرق والمغرب قبلۃ فی حق اھل المشرق[1] اھ ولا ادری ما الحامل

ہوسکتا ہے کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اپنے قول "فما بینھما قبلۃ" کے بعد "اذا استقبلت" کا لفظ اسی لئے بڑھایا ہو کہ فما بینھما قبلۃ میں اس مراد کے خلاف کا احتمال تھا۔ امام عبداللہ بن مبارک نے مابین المشرق والمغرب والی حدیث کو اہلِ مشرق کے لئے قرار دیا ہے۔ امام بغوی نے اس کو یُوں بیان کیا اور معالم میں فرمایا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنا قول "مشرق و مغرب کے درمیان قبلہ ہے" اہل مشرق کے حق میں فرمایا ہے" اھ مجھے معلوم نہیں کہ ان حضرات

---

[1] تفسیر البغوی المعروف بمعالم التنزیل مع الخازن زیر آیۃ وما انت بتابع مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۱۲۲

marfat.com

تو جہتین یمین و شمال بھی داخلِ استقبال ہوئی جاتی ہیں کہ کان کے نزدیک کنپٹیوں کی جہت یقیناً جہتِ چپ و راست ہے، دو شخص کہ برابر برابر ایک سمت کو جارہے ہوں کوئی نہ کہے گا کہ اُن میں ایک کا منہ دُوسرے کی طرف ہے بغرض کعبے کو اپنی دہنی یا بائیں کنپٹی پر لینا لغۃً عرفاً شرعاً کسی طرح استقبال نہیں۔

سادساً یہ تو قطعاً معلوم کہ قولِ اول و دوم اور ایک توہم پر سوم کا جارسال و اطلاق ہے ہرگز مراد نہیں ہوسکتا، اب اگر تقیید میں اسی تربیع جہات کی طرف رجوع کیجئے تو عین مطلوب ہے ورنہ بیچ میں کوئی حدِ فاصل معیّن و مرجح للاعتبار نہیں اور ترجیح بلا مرجح باطل تو حد نہ بندھ سکے گی کہ یہاں تک انحراف روا اور اس کے بعد فساد تو یہی قول اضبط الاقوال ہے تو اسی طرف رجوع بلکہ اُن سب کا بھی ارجاع مناسب۔

سابعاً اس میں وسعتِ جہت اُن سب سے تنگ تر، تو یہی احوط ہے کہ جہاں تک اُس کا مفاد ہے وہ تمام اقوالِ مذکورہ پر یقیناً جہتِ قبلہ ہے اور جو اس کے مفاد سے باہر ہے وہ مختلف فیہ و مشکوک و نامنضبط ہے تو اخذ متفق و ترکِ شُبہ و اختلاف ہی مناسب، لاجرم اسلامی علمائے ہیأت نے بھی شرع سے اخذ کر کے جہتِ قبلہ کے لئے یہی ضابطہ باندھا، فتاوٰی خیریہ کے ایک سوال میں ہے:

من القواعد الفلکیۃ اذا کان الانحراف عن مقتضی الادلۃ اکثر من خمس و اربعین درجۃ یمنۃ او یسرۃ یکون ذٰلک الانحراف خارجا عن جھۃ الربع الذی فیہ مکۃ المشرفۃ من غیر اشکال علی ان الجھات بالنسبۃ الی المصلی اربعۃ۔[1]

فلکی قواعد میں ہے کہ جب دلائل کے مقتضٰی سے انحراف ۴۵ درجہ سے زیادہ دائیں یا بائیں ہو جائے تو نمازی کیلئے مسلّمہ چار جہات میں سے، وہ ایک چوتھائی جہت جس میں مکہ مکرمہ واقع ہے بغیر کسی اشکال کے یہ انحراف اس سے خارج قرار پائے گا۔ (ت)

اقول اور یہیں سے ظاہر ہُوا کہ یہ قول امام زندویسی ہرگز ایسی وسعت نہیں رکھتا کہ اسے قول دوم سے مقید کیجئے بلکہ وہی اتنا وسیع ہے کہ اسے اس سے مقید کرنا چاہئے

فما وقع من الامام الحلبی فی الحلیۃ مما قدمنا نقلہ لیس فی موضعہ وھذا تمام انجاز ما وعدناک فی القول الاول۔

پس امام حلبی کا وہ کلام جو حلیہ میں واقع ہے جس کو ہم پہلے نقل کر چکے ہیں وُہ مناسب محل نہیں ہے، قولِ اول میں جو ہم نے وعدہ کیا تھا یہ اس کی تکمیل ہے۔ (ت)

رہی حدیث مرفوع مابین المشرق والمغرب قبلۃ[2] (مشرق اور مغرب کے درمیان قبلہ ہے۔ت)

---

[1] فتاوٰی خیریۃ کتاب الصلوٰۃ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱/ ۹

[2] جامع الترمذی باب ماجاء ان بین المشرق والمغرب قبلۃ مطبوعہ امین کمپنی دہلی ۱/ ۴۶

marfat.com

وھو مغرب السماك الرامح۔

اقول ھذا ابعد وابعد فان[ع] بعد السماك اذ ذاك لوک شمالیا

کے طویل ترین دن کا مغرب قرار دیا ہے، اور امام مناوی نے فرمایا کہ وہ "سماک رامح" کا مغرب ہے (ت)

اقول (میں کہتا ہوں) یہ بات بہت بعید ہے کیونکہ اس وقت "سماک" کا بُعد لوک

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

الح الط ۹۶۶۰۰۴۰۹۰ = ۹۶۲۲۶۳۵۷۳ قوسہ طما مح ھو المیل الکلی المنکوس لہ وعرضہ ءل کمیلہ الثانی جنوبی فمجموعھما الہ نطل حصۃ البعد جیبہ ۹۶۶۴۱۷۱۲۴ + جیب تمام المیل المنکوس ۹۶۹۹۳۷۵۲۴ = ۹۶۲۳۵۴۶۴۸ قوسہ الہ لو بعد القلب ای میلہ الاول ومعلوم ان المیل الاعظم کان اصغر منہ باکثر من درجتین فکیف یتساوی سعتا مشرقھما ۱۲ منہ (م)

ع طول السماک اذ ذاک ونط تقریبا بعدہ عن الاعتدال الاقرب نط جیبہ ۹۶۵۱۲۶۴۱۹ + ظل المیل الاعظم = ۹۶۱۵۰۵۹۸۲ قوسہ حح ھو میلہ الثانی وبعد درجتہ عن راس الجدی عا جیبہ ۹۶۹۷۵۶۷۰۱ + جیب المیل الاعظم = ۹۶۵۷۶۰۷۹۱ قوسہ الح میلہ المنکوس وعرضہ لالح شمالیا + حح = لطمو حصۃ البعد جیبہ ۹۶۸۰۵۹۵۱۰ + جیب شر نب ۹۶۹۶۶۷۵۶۲ = ۹۶۷۷۲۷۰۷۲ قوسہ لوک بعد السماک ۱۲ منہ (م)

الح الط ۹۶۶۰۰۴۰۹۰ = ۹۶۲۲۶۳۵۷۳ ہوگا اور اس کا قوس طما مح ہوگا، یہی اس کا منکوس میل کلی ہوگا جس کا عرض ءل ہوگا جو اس کے جنوبی میل ثانی جیسا ہوگا پس ان کا مجموعہ الہ الطل جو بُعد کا حصّہ ہوگا اس کا جیب ۹۶۶۴۱۷۱۲۴ + میل منکوس کے کل کا جیب ۹۶۹۹۳۷۵۲۴ = ۹۶۲۳۵۴۶۴۸ ہوگا جس کا قوس الہ لو بُعدِ قلب یعنی اس کا میل اول ہوگا اور یہ بات معلوم ہے کہ میل اعظم اس سے دو درجے کم ہوگا، تو اس سے دونوں مشرقوں کی وسعت کیسے مساوی ہوگی ۱۲ منہ (ت)

سماک کا طول اس وقت ونط تقریباً ہو تو اس کا اعتدالِ اقرب سے بُعد نط ہوگا جس کا جیب ۹۶۵۱۲۶۴۱۹ + ظلِ میل اعظم = ۹۶۱۵۰۵۹۸۲ ہوگا جس کا قوس حح ح جو اس کا میل ثانی ہوگا اور راس جدی سے اس کے درجے کا بُعد عا جس کا جیب = ۹۶۹۷۵۶۷۰۱ + میل اعظم کا جیب ۹۶۵۷۶۰۷۹۱ ہوگا جس کا قوس الح اس کا میل منکوس ہوگا اور اس کا شمالی عرض لالح + حح ح = لطمو بُعد کا حصہ ہوگا جس کا جیب شر نب ۹۶۹۶۶۷۵۶۲ = ۹۶۷۷۲۷۰۷۲ ہوگا جس کا قوس لوک سماک کا بُعد ہوگا ۱۲ منہ (ت)

marfat.com

ذلك بل الاظهر كما افاد الامام الحلبي في الحلية وعلى القاري في المرقاة ان المراد لاهل المدينة وما وافق قبلتهما۔

اقول ومعلوم ان المدينة السكينة على شماليتها من مكة المكرمة مائلة قليلا الى المغرب دون المشرق ثم ان البغوي في التفسير والرازي في الكبير والمناوي في التيسير حملوا المشرق على اقصر يوم في الشتاء قال في المناوي وهو مطلع قلب العقرب[1]۔

اقول ولا يستقيم الا بفرق عدة درج ولا في زمانه اذ كان اذ ذاك بعد القلب عـه الہ لو جنوبيا والمغرب على مغرب اطول يوم في الصيف قال

نے یہ کیوں فرمایا ـــــــ جبکہ زیادہ ظاہر وہ معنیٰ ہے جس کا افادہ امام حلبی نے حلیہ میں اور ملا علی قاری نے مرقات میں فرمایا کہ اس سے مدینہ منورہ اور اس کے اردگرد والوں کا قبلہ مراد ہے۔

اقول (میں کہتا ہوں) مدینہ منورہ کا مکہ مکرمہ سے شمال میں تھوڑا سا مغرب کی طرف مائل ہونا واضح طور معلوم ہے نہ کہ مشرق کی طرف، پھر امام بغوی نے اپنی تفسیر، امام رازی نے تفسیر کبیر میں اور امام مناوی نے التیسیر میں مشرق سے مراد سردیوں میں سب سے چھوٹے دن کا مطلع مراد لیا ہے، امام مناوی نے یُوں فرمایا کہ وُہ عقرب کے قلب کا مطلع ہے۔ (ت)

اقول (میں کہتا ہوں) یہ بیان چند درجوں کے فرق بغیر درست نہیں ہوسکتا، اور نہ ہی ان کے زمانے میں یہ درست تھا کیونکہ اُس وقت قلب کا بُعد الہ لو جنوبی تھا، اور ان حضرات نے مغرب کو گرمیوں

عـه طول القلب في زمان المناوي حٓ ۵ تقریبا فالبعد عن الاعتدال الاقرب سٓہ جيبه في اللوغارثميات ۹٫۹۵۷۲۷۵۷ × ظل الميل الكلي ذاك لحٓ الط تقريباً ۹٫۶۶۳۷۹۵۶۳ = ۹٫۶۵۹۵۲۳۲۰ قوسه كا الط هو الميل الثاني للقلب ثم بُعد درجة القلب عن الانقلاب الاقرب الہ جيبه ۹٫۶۶۲۵۹۴۸۳ + جيب الميل الكلي

علامہ مناوی کے زمانہ میں طول القلب تقریباً حٓ ۵ تھا تو اعتدالِ اقرب سے اس کا بُعد سٓہ جس کا جیب لوگارثم میں ۹٫۹۵۷۲۷۵۷ × اس کے میل کلی کا ظل لحٓ الط تقریباً ۹٫۶۶۳۷۹۵۶۳ = ۹٫۶۵۹۵۲۳۲۰ ہوگا اس کے قوس کا الط ہوگا جو کہ قلب کے لئے میل ثانی ہے پھر انقلاب اقرب سے قلب کے درجہ کا بُعد الہٗ ہوگا جس کا جیب ۹٫۶۶۲۵۹۴۸۳ + میل کلی کا جیب

(باقی بر صفحہ آئندہ)

---

[1] التیسیر شرح الجامع الصغیر حدیث مابین المشرق الخ کے تحت۔ مکتبہ امام شافعی الریاض ۲/ ۳۴۵

marfat.com

بمقدار المیل تسامحا ظاھرا فان
ذلک انما ھو فی الافق المستوی اما فی
غیرہ فسعة المشرق والمغرب لراسی
الجدی والسرطان اکبر دائما من المیل
الکلی کیف وھی وتر القائمة من مثلث
کروی یحدث من قوس المعدل بین
الافق والمیلیة وقوس من المیلیة واخری
من الافق کلتاھما بین المعدل والجزء و
زاویتاہ الباقیتان حادتان اما کون
ھذہ قائمة فلانھا من میلیة وقعت علی
المعدل واما حدة البواقی فلان وتر
القائمة وھی السعة والمیل کلاھما اقل
من الربع واحدی الزوایا غیر حادة
فتمت شرائط [من اولی اکُر وجب [
عظیمة وتر العظمی بالسابع منھا وھی
السعة فھی اعظم من المیل الاعظم
ومن قوس المعدل الباقیة ایضا اما فی
افق المستوی فتنطبق المیلیة علی الافق
فلا مثلث ولم یکن بین الجزء ونقطة
الاعتدال حینئذ الا میله وذلک ما اردناہ
والله تعالٰی اعلم۔

میل کی مقدار دو رہوتا ہے میں کھلا تسامح ہے کیونکہ یہ مستوی
افق میں ہے لیکن اس کے غیر میں مشرق ومغرب کی وسعت
راس جدی اور راس سرطان پر ہمیشہ میل کلی سے بڑی ہوتی
ہے، ان کا قول کیسے صحیح ہو سکتا ہے جبکہ یہ وسعت
مثلث کروی کے قائمہ کا وتر ہے اور یہ مثلث کروی افق
اور میلیہ کے درمیان معدل کے قوس اور میلیہ کے قوس
اور ایک دوسرے، جو کہ افق کا قوس ہے، سے پیدا
ہوتی۔ یہ دونوں معدل اور جزء کے درمیان ہیں اس کے
باقی دونوں زاویے حادہ ہیں، اس کا قائمہ ہونا تو اس
لئے ہے کہ یہ میلیہ سے معدل پر گری ہے، اور دوسرے
زاویوں کا حادہ ہونا اس لئے ہے کہ قائمہ کا وتر جو کہ
وسعت اور میل ہے یہ دونوں چوتھائی سے کم ہیں اور
ایک زاویہ جو کہ غیر حادہ ہے تو اس طرح کرہ ہیں سے پہلے کی
"ل" کے شرائط مکمل ہو گئے تو اب ان کے ساتویں
کی وجہ سے وتر عظمٰی کی بڑھائی ضروری ہو گئی اور یہ وہی
وسعت ہے تو یہ میل اعظم سے اور باقی معدل کے
قوس سے بھی بڑی ہے لیکن مستوی کے افق میں میلیہ
افق پر منطبق ہو جاتی ہے اس لئے وہاں مثلث نہیں ہے،
اور جزء اور نقطہ اعتدال کے درمیان اب صرف اس
کا میل ہے اور یہی ہماری مراد ہے، اللہ تعالٰی بہتر
جانتا ہے۔ (ت)

تذییل کتب مذہب میں یہ پانچ عبارتیں ہیں کہ افادہ حکم عام کرتی ہیں اور یہاں ایک عبارت اور ہے جسے بعض کتب میں صورۃً بطور عموم ظاہر کیا اور حقیقۃً اصلا صالح عموم نہیں بلکہ اُنھیں علامات خاصہ سے ہے جو بلادِ مخصوصہ کے لئے اقوال فقیہ ابوجعفر وغیرہ مشائخ سے گزریں وہ یہ کہ بین المغربین قبلہ ہے یعنی گرمیوں میں سب سے بڑے دن مثلاً ۲۲ جون اور جاڑوں میں سب سے چھوٹے دن مثلاً ۲۱ دسمبر میں آفتاب جہاں ڈوبے اُن

marfat.com

زائد اعلی المیل الکلی بنحو ۱۳ درجۃ قال البغوی فمن جعل مغرب الصیف فی ھذا الوقت علی یمینہ ومشرق الشتاء علی یسارہ کان وجھہ الی القبلۃ[1] اھ قال الرازی و ذلک لان المشرق الشتوی جنوبی متباعد عن خط الاستواء بقدر المیل و المغرب الصیفی شمالی متباعد عن خط الاستواء بمقدار المیل والذی بینھما ھو سمت مکۃ[2] اھ

اقول ولا ادری کیف یحمل المطلقان علی ھذین المقیدین وای قرینۃ علیہ بل وای حاجۃ الیہ فان الظاھر من الاطلاق ارادۃ مغرب الاعتدال ومشرقہ ولاشک ان بینھما قبلۃ المدینۃ السکینۃ ومایلیھا بل ان ارید زیادۃ التقریب کان العکس اولی وھو اخذ مغرب الجدی ومشرق السرطان لان قبلۃ المدینۃ الکریمۃ علی جنوبیتھا میلا ما عن نقطۃ الجنوب الی الشرق بعدۃ درج۔

ثم اقول فی قول الامام الرازی متباعد عن خط الاستواء

شمالی تھا، اور یہ بُعد "میل کلی" سے تقریباً ۱۳ درجے زائد تھا۔ امام بغوی نے فرمایا، جس نے اس وقت گرمیوں کے مغرب کو اپنی دائیں طرف اور سردیوں کے مشرق کو اپنی بائیں طرف کیا تو اس شخص کا منہ قبلہ کی طرف ہوگا اھ اور امام رازی نے فرمایا یہ اس لئے ہے کہ سردیوں کا مشرق جنوبی ہوتا ہے اور خطِ استواء سے میل کی مقدار دُور ہوتا ہے اور گرمیوں کا مغرب شمالی ہوتا ہے اور خطِ استواء سے میل کی مقدار دُور ہوتا ہے اور جو ان دونوں کے درمیان ہے وہ سمتِ مکّہ ہے اھ (ت)

اقول (میں کہتا ہوں) معلوم نہیں مطلق مشرق و مغرب کو کیونکر مقید کر دیا گیا اور اس پر قرینہ کیا، بلکہ اس کی ضرورت ہی کیا ہے کیونکہ مشرق و مغرب سے اعتدال کا مشرق و مغرب علی الاطلاق مراد ہے۔ اور یقیناً ان دونوں کے درمیان مدینہ منورہ اور اس کے اردگرد کا قبلہ ہے بلکہ (عین قبلہ کی بجائے) صرف تقریبی سمت مراد ہو تو پھر اس بیان کا عکس بہتر ہے وُہ یہ کہ "الجدی" کا مغرب اور "السرطان" کا مشرق لیا جائے کیونکہ مدینہ منورہ کا قبلہ اس سے جنوب میں تھوڑا سا نقطۂ جنوب سے مشرق کی طرف چند درجے ہٹ کر ہے۔ (ت)

ثم اقول کہ امام رازی کے قول "کہ گرمیوں کا مغرب اور سردیوں کا مشرق، خطِ استواء سے

---

[1] تفسیر البغوی المعروف بمعالم التنزیل مع الخازن زیرآیت وما انت بتابع مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۱۲۲

[2] التفسیر الکبیر زیرآیت فول وجھک الخ مطبوعہ المطبعۃ البہیۃ المصریۃ مصر ۴/۲۲۲

marfat.com

ذکر فی امالی الفتاوی، حد القبلۃ فی بلادنا یعنی فی سمرقند ما بین المغربین مغرب الشتاء و مغرب الصیف[1]۔

امالی الفتاوٰی میں ذکر کیا گیا ہے کہ ہمارے سمرقند کے علاقہ میں قبلہ کی حد گرمیوں اور سردیوں کے دو مغربوں کے درمیان ہے۔(ت)

انھیں بلادِ شرقیہ سے ہرات ہے، علامہ برجندی فرماتے ہیں، ہم نے اس کا قبلہ تحقیق کیا، بین المغربین سے باہر جنوب کو ہٹا ہوا پایا۔ اور اسی کے مطابق امام عبداللہ بن المبارک مروزی و امام ابومطیع بلخی کا ارشاد آیا، شرح نقایہ میں ہے:

نحن قد حققنا بتلک القواعد سمت قبلۃ ھراۃ فظھر لنا انہ یقع عن یسار مغرب اقصر ایام السنۃ حیث یغرب کواکب العقرب وھو الموافق لما ذکرہ عبداللہ بن المبارک وابو مطیع فما وقع فی تجنیس الملتقط انہ لو صلی الی جھۃ خرجت مما بین مغرب الصیف و مغرب الشتاء فسدت صلاتہ انما یصح فی بعض البقاع[2] (ملخصاً)

ہم نے ان قواعد سے ہرات کے قبلہ کی سمت تحقیق کی ہے تو ہمیں معلوم ہوا کہ سال کے چھوٹے دن کے مغرب سے بائیں جانب جہاں عقرب کے ستارے غروب ہوتے ہیں یہاں کا قبلہ ہے، عبداللہ بن مبارک اور ابومطیع کے بیان کے یہی مطابق ہے اور جو تجنیس الملتقط میں ہے کہ اگر نمازی نے گرمیوں کے مغرب اور سردیوں کے مغرب سے خارج کسی جہت میں نماز پڑھی تو اس کی نماز فاسد ہوگی، تو یہ بات بعض علاقوں میں درست ہوسکتی ہے ملخصاً (ت)

اقول حقیقت امر یہ ہے کہ معظم معمورہ میں اکثر بلادِ شرقیہ کا قبلہ تحقیقی مغرب سرطان سے مغرب جدی تک ہے اور بہ نسبت درجات ادراک مغربین ہر شخص پر آسان اور اُن بلاد کثیرہ میں اگرچہ جہت قبلہ مغربین سے باہر تک ممتد مگر امر محدود سہل الادراک کی تعیین جو حدود قبلہ کے اندر داخل ہے مضائقہ نہیں رکھتی بلکہ بارہا اُس میں زیادہ تقریب ہے جس سے سہولت و قُرب بحقیقت دونوں منافع حاصل، لہذا علماء نے اُن بلاد میں عامہ کو ما بین المغربین کی تحدید بتائی اُس کے معنی یہ نہ سمجھے کہ اس سے باہر جہت اصلاً نہیں، اور مغربین سے تجاوز ہوتے ہی نماز فاسد ہو، مگر شرح خلاصہ قہستانی اور شرح زاد الفقیر میں بحوالہ بعض کتب معتمدہ کہ شاید وہی شرح خلاصہ ہو کہ وہ تمام عبارت بعینہا فقیر نے اس میں پائی، بعد عبارت مذکور ہے: واذا وقع توجھہ خارجا منھا لایجوز بالاتفاق[3] (اگر اس کی

---

[1] منیۃ المصلی الشرط الرابع استقبال القبلہ مطبوعہ مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور ص ۱۸۵
[2] شرح النقایۃ للبرجندی باب شروط الصلوٰۃ مطبوعہ منشی نولکشور بالسرور لکھنؤ ۱/ ۸۹
[3] رد المحتار باب شروط الصلوٰۃ مبحث فی استقبال القبلۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۸۸

marfat.com

دونوں موضعِ غروب کے اندر سمتِ قبلہ ہے۔ ردالمحتار میں بحوالہ شرح زاد الفقیر للعلامۃ الغزی بعض کتبِ معتمدہ سے اور شرح الخلاصہ للعلامۃ القہستانی میں ہے:

ینظر مغرب الصیف فی اطول ایامہ ومغرب الشتاء فی اقصر ایامہ فلیدع الثلثین فی الجانب الایمن والثلث فی الایسر والقبلۃ عند ذلک ولو لم یفعل ھکذا وصلی فیما بین المغربین یجوز[1]۔

گرمیوں کے طویل ترین دن کے مغرب اور سردیوں کے چھوٹے دن کے مغرب کو ملحوظ رکھ کر دائیں جانب ۳۰ اور بائیں جانب ۳ درجے چھوڑے تو یہ نمازی کا قبلہ ہوگا، اور اگر وہ یہ احتیاط نہ کرے اور دونوں مغرب کے درمیان سیدھا نماز پڑھ لے تو نماز جائز ہوگی۔ (ت)

حلیہ میں ملتقط و تجنیس ملتقط سے ہے:

وقال ابو منصور ینظر الی اقصر یوم و اطول یوم فیعرف مغربیھما ثم یترک الثلثین عن یمینہ قال صاحب الملتقط ھذا استحباب والاول للجواز[2] اھ وھذا ما وعدناک صدر الکلام فی الایراد الخامس۔

اور ابو منصور نے کہا سب سے چھوٹے اور سب سے بڑے دن کے مغرب کو معلوم کرکے پھر ۳۰ درجے دائیں طرف چھوڑے۔ صاحبِ ملتقط نے کہا کہ پہلا بیان جواز کے لئے اور یہ دوسرا استحباب ہے اھ اور یہی صدر کلام میں پانچویں اعتراض میں ہمارا وعدہ تھا۔ (ت)

ظاہر ہے کہ جو بلادِ مکۂ معظمہ سے خاص جنوب یا شمال کو ہیں یہ بیان ان سے تو اصلاً متعلق نہیں ہوسکتا آخر نہ دیکھا کہ قبلۂ مدینۂ سکینہ قبلہ قطعیہ یقینیہ ہے، بین المغربین درکنار خود جمیع جہت مغرب سے بہت بعید ہے اور بلادِ شرقیہ و غربیہ کو بھی عام نہیں ہوسکتی، آخر نہ دیکھا کہ ابھی بحث چہارم مکالمۂ علامہ شامی میں جو شہر مکۂ معظمہ سے پانچ درجے طول مشرقی زائد خاص خطِ استوار پر لیا اُس کا قبلہ بین المغربین سے چوّن ۵۴ درجے شمال کو ہٹا ہوا ہے،

لان السعۃ العظمی فی الافق المستوی لح الو وقد کان انحراف قبلۃ عن نقطۃ المغرب عح لح۔

کیونکہ مستوی افق میں بڑی وسعت لح الو ہے جبکہ نقطۂ مغرب سے قبلہ کا انحراف عح لح تھا۔ (ت)

تو قبلہ تقریبی ننانوے ۹۹ درجے مغربین سے باہر ہوگا جو ربع دور سے بھی زیادہ ہے، لاجرم امالی الفتاوٰی میں اس قول کو اپنے بلادِ سمرقند وغیرہ سے خاص کیا، منیہ میں ہے:

---

[1] ردالمحتار مبحث فی استقبال القبلۃ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۲۸۸

[2] التعلیق الجلی لما فی منیۃ المصلی مع منیۃ المصلی بحوالہ حلیہ الشرط الرابع مطبوعہ مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ لاہور ص ۱۸۶

marfat.com

اس کا تمام ہے یعنی نقطۂ اعتدال سے جنوب وشمال کی طرف۔ ت) سعۃ المغرب سے کم ہوگا یا برابر یا زائد برتقدیر اول جس سمت انحراف ہے اُدھر کی سعۃ المغرب سے اور بھی باہر جانا روا ہوگا مثلاً ۲۴ درجہ سعت ہے اگر انحراف نہ ہوتا تو اُس سے ۲۱ درجے خروج جائز ہوتا، اب فرض کیجئے ۲۰ درجے انحراف ہے یہ تو بین المشرقین ۴۱ درجے عدول صحیح ہوگا۔

ثالثاً جس سمت سے انحراف ہوا اگر انحراف وسعت کا مجموعہ ۴۵ درجے سے زائد ہے تو بین المغربین ہی وہ جگہ پائی جائے گی جب تک انحراف مفسد نماز ہے حالانکہ اس قول پر جواز ہوگا۔

رابعاً فرض کیجئے ۲۰ درجے جانب جنوب انحراف ہے اور وسعت ۲۴ ہے تو اس قول پر قبلہ تحقیقی سے جنوب کو صرف چار درجے انحراف جائز ہوگا کہ بین المغربین سے خروج نہ ہوا اور شمال کو ۴۴ درجے تک انحراف روا ہوگا یہ بدیہی البطلان اور بالاجماع غلط ہے قبلہ حقیقی سے جس قدر ایک طرف پھرنے میں مواجہہ نہیں جاتا واجب کہ دُوسری طرف بھی اُس قدر میں زوال نہ ہو کہ چہرۂ انسان کے دونوں رُخ یکساں ہیں یہ چار چوالیس کا تفرقہ کدھر سے آیا۔

خامساً وسادساً برتقدیر ثانی استحالے ظاہر تر ہیں فرض کیجئے سعت و انحراف جنوب دونوں رُخ یکساں ہیں (اور یہ کوئی فرض ناواقعی نہیں ہیأت داں کو عمل تعکیس کا اجرا بتا دے گا کہ فلاں فلاں مقام ایسے ہیں) اب اس صورت میں حکمِ شرعی تو یہ ہے کہ بین المغربین سے جانب جنوب ۴۵ درجے تک باہر جانا روا ہے اور جانب شمال سعت کے صرف تک جھک سکتا ہے نصف شمال کی طرف جھکنا مفسد نماز ہوگا اور اس قول پر اس کے برعکس حکم یہ نکلے گا کہ ایک پہلو پر تو ساٹھ درجے تک انحراف روا اور دوسرے پہلو پر قدم بھر ہٹا اور نماز گئی کیا یہ حکم شریعتِ مطہرہ کا ہوسکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔

سابعاً تقدیر ثالث تو خود استحالۂ حاضرہ ہے کہ جب انحراف سعت سے زائد ہے تو جو قبلہ حقیقی چاہے واجب ہے کہ بین المغربین سے باہر جائے اس قول پر خود استقبال حقیقی مفسد نماز ہوا۔

ثامناً دنیا میں کوئی سعت سے زائد ہے طرفین کا مجموعہ ۶۴ ہے ہوا تو بین المغربین یقیناً وہ انحراف ہے جسے قبلہ حقیقی سے ۴۵ درجے زائد اختلاف ہے تو جو فسادِ نماز کی صورت تھی وہ اس پر جواز کی ہُوئی اور جو جواز بلکہ اعلیٰ استحباب کی تھی وہ فساد کی ٹھہری اس سے بڑھ کر اور کیا استحالہ ہوگا۔

تاسعاً فرض کیجئے ایک شہر مکہ معظمہ سے قریب اور کثیر العرض ہے اور دُوسرا بہت بعید اور قلیل العرض یا بے عرض، تو قطعاً اوّل کی سعۃ المغرب دوم سے زائد ہو گی جس کی زیادت چھیاسٹھ درجے تک پہنچ سکتی ہے تو اس قول پر لازم کہ قریب شہر کی سمتِ قبلہ بہت دُور والے شہر کی سمت سے ہزارہا میل زیادہ دُور تک پھیلی ہو، یہ عکس قضیہ معقول و منقول ہے۔

marfat.com

توجہ اس جگہ سے خارج ہوجائے تو اس کی نماز بالاتفاق جائز نہ ہوگی۔ت) دونوں کتابوں میں عبارت بلفظ منہا بضمیر مؤنث ہے نہ منہما بضمیر تثنیہ کہ جانب مغربین راجع ہو اور شک نہیں کہ جہت سے خروج مفسد صلوٰۃ ہے اور لفظ بالاتفاق اس معنی پر صریح دال کہ خروج عن الجہۃ ہی کا مفسد ہونا متفق علیہ ہے نہ کہ یہ تحدید خاص جو اقوالِ خمسہ مذکورہ ائمہ مشہورہ دوارہ فی کتب المذہب سب کے خلاف ہے لیکن منیہ میں امالی سے یوں ہے:

فان صلی الی جہۃ خرجت من المغربین فسدت صلاتہ[1] | اگر نمازی نے کسی ایسی جہت میں نماز پڑھی جو مغربین سے خارج ہو تو اس کی نماز فاسد ہوگی۔(ت)

اور تجنیس الملتقط کی نقل گزری، علامہ برجندی کا ارشاد سُن چکے کہ انہوں نے ہراۃ کے لئے یہ حکم نہ مانا بلکہ اس کا تحقیقی مغربین سے باہر ہے اور اس حکم کو صرف بعض مقامات سے مخصوص کہا **اقول** بلکہ اصلاً کہیں صادق نہ آئے گا سوا گنتی کے دو چار نادر مقاموں کے جو شاید آباد بھی نہ ہوں بلکہ غالباً سمندر میں پڑیں جن کا قبلہ نقطۂ اعتدال ہو اور عرض تقریباً چھپن ۵۶ درجے کہ ان کی سعۃ المغرب ۵۴ درجے ہوگی ورنہ اگر عرض اس سے کم ہوا تو سعۃ المغرب ۵۴ درجے سے کم ہوگی اور باجماع اقوال خمسہ بین المغربین سے کم وبیش خروج روا ہوگا اور اگر قبلہ اعتدال سے ہٹا ہوا ہے تو ضرور احد السعتین کی طرف جھکے گا تو جس سے جتنا قریب ہے اُس سے اُسی قدر باہر جانا بھی روا ہوگا اور جس سے بعید ہے اُس کے اندر بھی بعض انحراف مفسد نماز ہوگا کما لا یخفی (جیسا کہ ظاہر ہے۔ت) پھر یہ بھی زیادہ بین الفساد پھر تمام دنیا چھوڑ کر گنتی کے چند مواضع کا حکم لینا اور اُسے صورتِ عام میں بیان کرنا کیونکر رُو بصحت ہوگا خصوصاً وہ مواضع بھی اتنے دُور دراز عرض کے جو اگر آباد بھی ثابت ہوں تو شک نہیں کہ اُس زمانے میں معمورہ سے باہر سمجھے جاتے اور خارج الاقالیم کہلاتے تھے کہ اُن کی تقسیم میں ساتوں اقلیمیں ۵۰ْ۔ ۲َ تک ختم ہوگئیں۔ ہماری اس تقریر سے متفطن نکال سکتا ہے کہ اس قول پر کتنے نقض وارد ہیں۔

اوّلاً عرب وعجم وہند وسندھ غرض ایشیا افریقہ کے عام شہر بلکہ تمام ہفت اقلیم میں کہیں سعۃ المغرب ۵۴ درجے نہیں اور اوپر واضح ہوچکا کہ یہاں تک انحراف باجماع جمیع اقوال مذکورہ روا ہے کہ یہی سب سے تنگ تر قول ہے تو عامہ معمورہ کے جملہ بلاد جن کا قبلہ نقطۂ مشرق یا مغرب ہو باتفاق اقوال مذکورہ ان میں ما بین المغربین سے بھی انحراف روا ہوگا اور نماز فاسد نہیں ہوسکتی جب تک ۴۵ درجے سے زائد نہ ہو۔

ثانیاً وہ بلاد کم ہیں جن کا قبلہ خاص نقطۂ اعتدال ہو، اکثر میں کم یا زیادہ انحراف ہے اب تین حال سے خالی نہیں یا تو انحراف اعنی تمامہ ای من نقطۃ الاعتدال الی الجنوب او الشمال (میری مراد

---

[1] منیۃ المصلی الشرط الرابع استقبال القبلۃ مطبوعہ مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور ص ۱۸۵

marfat.com

التی انعمت علی وعلی والدی وان اعمل صٰلحا ترضٰہ واجعلنی من التائبین وادخلنی برحمتک فی الصّٰلحین اٰمین وصلی اللہ تعالیٰ علی سیّدنا محمد واٰلہٖ وصحبہٖ اجمعین اٰمین ۔

افادۂ ثانیہ علی گڑھ میں القلابین کی سعت المغرب کیا ہے ۔ الحمدللہ کہ جہت قبلہ کے معنی آفتاب کی طرح واضح ہوگئے اور معلوم ہولیا کہ جب تک حدودِ جہت کے اندر ہے جواز واباحت ہے حتی الوسع اصابتِ عین صرف مستحب ہے ۔ اب یہ دیکھنا رہا کہ مقامِ عید گاہ متنازعہ فیہ کا انحراف حدودِ جہت کے اندر ہے یا نہیں ، اس کے لئے اس ظاہری وسعت اقوال سابقہ کی تکلیف دینی درکنار قولِ پنجم جسے ہم محقق و منقح کر آئے اُس سے بھی تنزل کریں اور اُس بین المغربین ہی کی تحدید کولیں کہ ہمارے بلاد میں واقعی یہی سب سے تنگ تر ہے تاکہ ناواقف فتویٰ دہندوں کو کوئی شکایت نہ رہ جائے اس کے لئے اوّلا علی گڈھ میں راس الجدی و راس السرطان کی سعۃ المغرب معلوم کرنی ضرور ہے **فنقول**

ا ب ح ء افق علی گڑھ ہے ا ء قوس معدل ، ہ قطب شمالی ح راس الجدی ، وقت غروب ہ ح ، دائرۂ میلیہ س ح میل کلی ۲۳° ۲۷َ ا ح سعۃ المغرب مثلث ا س ح قائم الزاویہ ، زاویہ ا تمام عرض البلد یعنی ۶۲° ۴َ ہے کہ زاویہ تقاطع معدل و افق ہمیشہ تمام عرض بلد ہوتا ہے الا تری ان قیاسہا قوس ط ح و ی سمت راس البلد فکان ی ط عرضہ و ط ح تمامہ بحکم شکل مغنی جیب میل : جیب تمام عرض :: جیب ا ح مجہول : ع ۔ بلوگارثم جیب اول ۹۶۵۹۹۸۱۷۰ ۔ جیب دوم ۹۶۹۴۶۲۰۳۲ = جیب سوم ۹۶۶۵۳۶۲۳۸ قوسہ ۲۶° ۴۶َ ۔ معلوم ہوا کہ علی گڑھ میں راس السرطان نقطۂ مغرب سے ۲۶ درجے ۴۶ دقیقے شمال کو اور راس الجدی اسی قدر جنوب کو ہٹا ہوا ڈوبتا ہے ۔

افادۂ ثالثہ یہ عیدگاہ نقطۂ مغرب سے کس قدر منحرف ہے ۔ اب وضوحِ مقصد میں صرف اتنی ہی بات کا دریافت کرنا رہا ، اگر ثابت ہو کہ اس کا انحراف پونے ستائیس درجے سے کم ہے تو یقیناً وہ اس سب سے تنگ تر قول پر بھی جہتِ قبلہ کی طرف ہے اور اُس میں نماز مکروہِ تحریمی بتانا اور اسے ڈھانا فرض ٹھہرانا سب جہل وافترا ، اس کے ادراک کو عیدگاہ مذکور کی دیوارِ قبلہ کا جنوباً شمالاً طول درکار تھا ، دریافت کئے پر تحریر آئی کہ ساڑھے بیاسی گز ہے ، اگر یہ پیمائش اور معترضوں کا وہ دعویٰ کہ دیوار محاذات قطب شمالی سے نوّے فٹ جانب مغرب ہٹی ہوئی ہے صحیح ہے تو زاویہ انحراف معلوم کرنا مشکل نہیں **فاقول**

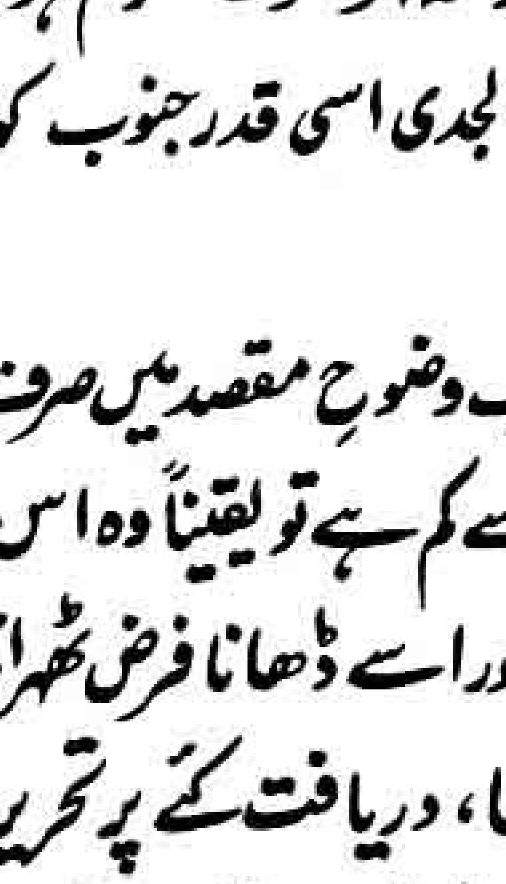

ء نقطۂ قطب ہے اور ا ب دیوارِ قبلہ ، بحالتِ موجودہ ب سے ٹھیک سمت ء پر خط ب ح غیر محدود کھینچا اور ب کو مرکز فرض کرکے ا کے بعد پر قوس ا س ح رسم کی جس نے خط کو نقطہ ح پر قطع کیا تو ب ح اُس حالت پر دیوار ہوگی جس پر معترضین اُسے لانا چاہتے ہیں ،

marfat.com

عاشرًا ناواقف گمان کرے گا کہ اس قول میں بہ نسبت دیگر اقوال کے تضییق ہے کہ معظم معمورہ میں سعت ۵۴ درجے سے بھی کم ہے مگر یہ خیال باطل ہے ہم ابھی ثابت کر آئے کہ اس میں قبلہ حقیقی سے ساٹھ درجے انحراف روا ٹھہرتا ہے اور تنقیح کیجئے تو اس کی وسعت ظاہر قولین اولین سے کچھ کم نہیں بلکہ زائد ہے کہ ۹۶-۳۳ کے عرض پر مجموع سعتین کے پورے ایک سو اسی درجے ہیں۔

اقول والبرھان علیہ تساوی المیل الکلی وتمام عرض البلد فتساوی جیوبھما فی المثلث الکروی نسب جیوب الزوایا الی جیوب اوتارھا متساویۃ فیتساوی جیوب السعۃ والقائمۃ وبہ یظھر فی کلام المدقق الرومی فی شرح الچغمینی حیث قال سعۃ المشرق والمغرب تزید بزیادۃ العرض الی ان تبلغ قریبا من الربع مالم یبلغ العرض ربعا[1] اھ

اقول (میں کہتا ہوں) اس پر دلیل میل کلی اور تمام عرض بلد کا متساوی ہونا ہے تو اس طرح ان دونوں کی جیبیں بھی متساوی ہوں گی اور مثلث کروی میں جیوب زوایا کو اس کے جیوب اوتار کی طرف متساوی نسبت کیا گیا ہے تو اس طرح جیوب سعۃ وقائمہ دونوں متساوی ہوں گے اور اسی سے شرح چغمینی میں فاضل رومی کے دقیق کلام میں جو ابہام ہے واضح ہو جاتا ہے جیسا کہ انھوں نے فرمایا، سعۃ مشرق ومغرب عرض کے بڑھنے سے بڑھتی رہتی ہے یہاں تک کہ سعۃ قریب ربع کو پہنچ جائے جبکہ عرض بلد ربع کو نہ پہنچی ہو اھ (ت)

بلکہ حسم مناقشہ کے لئے ساٹھ ہی درجے کا عرض لیجئے کہ وہاں سعت ۵۲°۴۴ ہوا، اور فرض کیجئے کہ انحراف جنوبی ۷۰°۱ ہو کہ اس سے زیادہ کا انحراف ہم اوپر ثابت کر آئے ہیں، اب اگر مصلی نقطہ مغرب سے ۵۲°۴۴ شمال کو پھر کر کھڑا ہو اس قول پر نماز صحیح ہوگی کہ قبلہ بین المغربین کے اندر ہے حالانکہ قبلہ حقیقی سے پورا ایک سو تیس درجے پھرا ہوا ہے قولین اولین کے ظاہر پر تو قبلے کو کروٹ ہی ہوتی تھی یہاں اس سے بھی گزر کر پیٹھ کا حصہ ہے اور استقبال موجود بالجملہ اس پر وہ استحالات ہائلہ وارد ہیں جن کا شمار دشوار، تو یہ قول اس طور پر نقلاً عقلاً اصلاً قابل قبول نہیں اور خود اسی قدر اس کی غرابت ونامسموعی کو بس تھا کہ تمام کتب معتمدہ کے پانچوں اقوال سے صریح مناقض ہے، ہاں اس قدر پر کہ فقیر نے تقریر کی ضرور صحیح ونجیح ہے وباللہ التوفیق، الحمدللہ کہ جہت قبلہ کا یہ کافی وافی شافی صافی بیان اس جلالت شان وایضاح صواب واحاطہ وتحقیق وکشف حجاب کے ساتھ واقع ہوا کہ اس تحریر کے غیر میں نہ ملے گا ذلک من فضل اللہ علینا وعلی الناس ولکن اکثر الناس لا یشکرون رب اوزعنی ان اشکر نعمتک

---

[1] شرح چغمینی الباب الثالث من المقالۃ الاولی فی الدوائر مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ص ۶۹

marfat.com

نقطۂ جنوب کی طرف ا ء ح بقدر د لا س ح ملایا جس نے ء ح کو ط پر قطع کیا ہ سے ط پر گزرتا خط ہ سہ کھینچا کہ جہتِ قبلہ ہے یعنی نقطۂ مغرب سے بقدر قوس ا سہ جانبِ جنوب پھرے تو مواجہ کعبہ معظمہ ہو مکتبِ ہیأت کا عمل یہاں تک تمام ہوا کہ اُن کا مقصود دائرۂ ہندیہ میں خط قبلہ نکالنا تھا وہ اس قدر سے حاصل۔ ظاہر ہے کہ جب ہ سہ سمتِ قبلہ ہوئی تو اس پر عمود گرایا یہ شانۂ راست کی جہت ہوگی تو عہ کہ قطبِ شمالی ہے دہنے شانے سے جانبِ پشت ہی مائل ہوگا یوں سمجھئے ہ قہ دیوارِ قبلہ بحالتِ موجودہ ہے اور قہ صہ محاذاتِ قطب سے تفاوت کے فیٹ۔ خیر یہ تو استخراج تھا مگر ہم کو یہ معلوم کرنا ہے کہ درجوں دقیقوں میں اس انحراف کی مقدار کیا ہوئی۔ **اقول** سک یعنی بحکم توازی حرط جب تفاضل عرض ہے اس کی مقدار ومح لد ط مربع موالہ ماب الحا۔ ح ی ہرہ جیب تفاضل طول مقدار نح مد مربع الع ہر الح لی والد نو مجموع مربعین لح الو مطمح ب ر اس کا جذر لرل لم لط کہ بحکم عروسی شلث قائم الزاویہ ہ حرط میں مقدار وتر ہ ط ہے اب بحکم شکل نافع ہ ط : ع :: ہرط جیب ہرہ ط مجہول ومح لد مط ÷ لہ ل لح لط منحط = ی نح لد لہ قوس ی لح یعنی دس درجے اٹھائیس دقیقے جانب جنوب پھرنا چاہئے وبالوغار ثمیات خط ہرہ یعنی فرق طول ۵۶۳۷ کی جیب لوگارثمی ۹۶۷۸۸۶۹۴۴ :: لومربع ۹۶۵۷۷۳۸۸۸ یعنی ۸۸۸ ۹۶۵۷۷۳ ۶T :: مربع ۳۷۷۹۱۳۳ ۶۳ خط حط یعنی فرق عرض ۱۹° ۳ کی جیب لوگارثمی ۹۶۰۵۴۹۶۶۱ لومربع ۹۹ ۳۲۲ ۱۰۶۱۸ یعنی ۲۲ ۹۹۳ ۲۶۱۰ T :: مربع ۵ ۸۰ ۱۲۸ ۶۰ مجموع مربعین ۳۸ ۹ ۷۰ ۳۹ ۶ ۲۳۹۔ لوگارثم ۶۵۹۱۹۴۷ T لو جذر ۳۸ ۷۹۵۹ ۶۷ T :: لومط ۹۶۰۵۴۹۶۶۱ ۔ ۳۸ ۶۷۹۵۹۷ = ۹ ۹۲۵۸۹۹۲۳ قوس وہی ۱۰° ۲۸ً۔

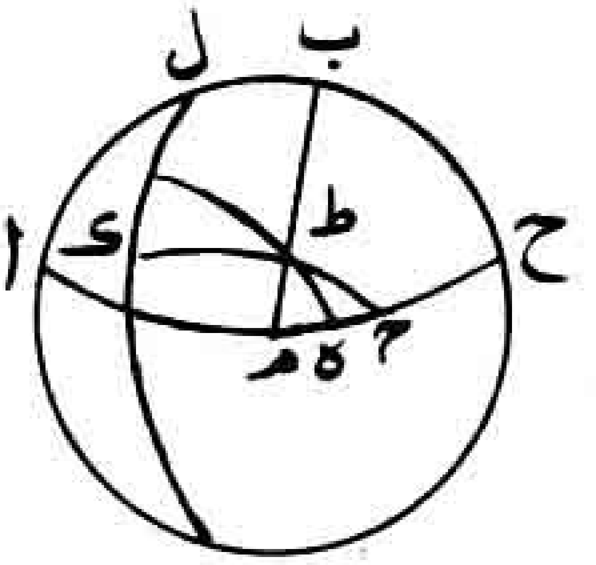

افادۂ خامسہ علی گڑھ کا قبلہ تحقیقی۔

اقول اب ح ء افق شمالی علی گڈھ ب نقطہ مغرب ء م ہ ل النہار ح قطب شمالی ط سمت راس مکہ معظمہ ح ط ک نصف نہار ہا ح ہ نصف نہار علی گڈھ ہ سمت راس علیگڈھ ہ ط ل خط سمت قبلۂ علی گڈھ ل ب تمام انحراف یعنی انحراف از نقطۂ مغرب بجنوب اس کی معرفت مقدار کے لئے **اولا** نقطۂ مغرب سے سمت راس مکۂ معظمہ پر گزرتا ہوا نصف النہار علی گڑھ پر عمود خط ہ ڈالا کہ سمت راس علی گڑھ ہ سے جنوب گزرا لما ستعرفہ ان شاء اللہ تعالیٰ ہر عرض موقع العمود شلث طک ب قائم الزاویہ ہے لحدوث ک بین میلیۃ والمعدل اور سب ضلعیں ربع سے کم ہیں لان کلا قطعۃ من ب ر ب م ح ک الارباع اور زاویہ ب کا قیاس قوس ہر ہے فان کل زاویۃ علی کرۃ من عظیمتین قیاسہا قوس غایۃ الفصل بینہما اور طک عرض مکہ ب ک تمام فرق طول ہے تو بحکم ظلی ظل ب مجہول : ظل طک :: ع : جیب ب ک .: لوظل عرض مکہ ۹۶۵۹۳۵۴۲۳ لوتم مابین الطولین

marfat.com

وتر اح وصل کیا کہ حسبِ بیان معترضین ۹۰ فٹ یعنی ساٹھ ذراع شرعی ہے اور اب، ح ب دونوں ضلعے یعنی نصف قطر کہ ایک مرفوع ہے حسبِ بیان سائلان ایک سو پینسٹھ ذراع شرعی ہے ۱۶۵ : ۶۰ :: ۶۰ درجات وتر اح ۶۰×۶۰ = ۳۶۰۰ ÷ ۱۶۵ = ۱۸۱۸۱۸۲۱۶ یعنی کا ۲۱ درجہ مطہ الر مقدار وتر ہوئی اُس کا نصف ی ند ل مد جدول جیب میں اس کی قوس ی الط تو قوس اح یعنی زاویہ اب ح = ک نح یعنی اس کی سمت قبلہ قطب شمالی سے دو دقیقے کم اکیس درجے جانب غرب ہے **وَبِوَجْہٍ اٰخَرَ** کہ بیان میں رسم قوس کی حاجت نہ ہو ب سے سمت ح پر خطِ غیر محدود کھینچا اور ب ح مساوی اب قطع کرے اور بحکم شکل ہشتم بلکہ پنجم و چہارم مقالہ اولیٰ زاویۂ ب کا منصف ہوا اور بحکم حدود ۔ اح پر عمود اہ حسبِ بیان معترضان ۳۰ ذراع شرعی ہے تو بحکم شکل نافع لو ۳۰ × ع = ۱۲۱۳۷۷۴۶۱۱ – لو ۱۶۵ = ۲۲۱۷۴۸۳۹ یعنی ۹۲۵۹۳۷۴ لو جیب زاویۂ اب ہ یعنی ی ند لث مد قوس ی الط تو کل زاویہ وہی ۲۰ ۵۸ ہوا اور ظاہر ہے کہ جتنا انحراف اس دیوار کو قطب شمالی جانب غرب سے ہے اُتنا ہی اس کی سمت قبلہ کو نقطہ مغرب سے جانب جنوب ہوگا کہ دیوار مثلاً

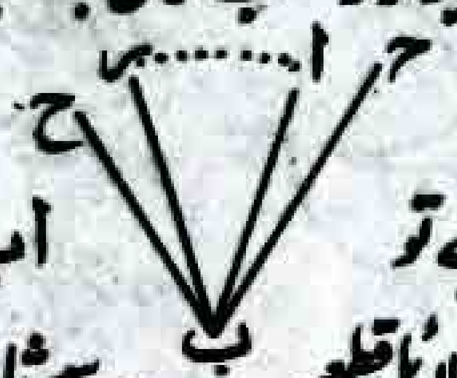

اب پر اس کے سمت ح ب اور ح ب خط جنوب و شمال پر سہ ب خط اعتدال عمود ہے تو اب ح ح ب سہ قائمتین سے اب سہ مشترک ساقط کیا ح ب سہ برابر اب ح کے رہا، پس دلائل قطعیہ سے ثابت ہوا کہ سب سے تنگ تر قول پر بھی عیدگاہ مذکور پونے چھ درجے سے زیادہ حدودِ قبلہ میں داخل ہے اور قولِ محقق و منقح پر ۲۶ درجے سے بھی زائد اندرونِ حد ہے کما سیظھر ان شاء اللہ تعالیٰ (جیسا کہ ان شاء اللہ تعالیٰ ظاہر ہو جائے گا) یعنی شرعاً جہاں تک انحراف کی اجازت ہے اُس کا نصف بھی اس میں نہیں اتنا ہی انحراف اور ہوتا جب بھی سات درجے زائد حد میں رہتی تو روشن ہوا کہ نئی روشنی والوں کے بیان و فتوے سب ظلمت جہل واہواہیں والعیاذ باللہ تعالیٰ۔

افادۂ رابعہ علی گڑھ کا قبلہ تقریبی۔ کتب متداولہ ہیأت میں جو طریقہ معرفت سمت کا لکھا جسے سید المحققین علامہ سید شریف قدس سرہ الشریف نے تحقیقی گمان فرمایا اور عند التحقیق تحقیق نہیں تقریب ہے اُس طریقہ پر یہاں معرفتِ سمت یوں ہے۔

اح خط اعتدال ل ب خط جنوب شرقی شمالی ہے اور طول مکہ معظمہ عرض مکہ کا الہ عرض علیگڈھ الرنو شمال سے نقطہ مغرب کی طرف ل ع ب ح ہ مرکز دائرہ ہندیہ ہے افق علی گڑھ میں وشمال ا س آنجا کہ علیگڈھ مکہ معظمہ سے شرقی طول علی گڑھ عح وما بین الطولین لرنو ما بین العرضین وحلا لہٰذا نقطتین جنوب و شمال سے بقدر لرنو وصل کیا اور نقطتین مشرق و مغرب سے

---

[1] زیرا کہ تحویل لوگارثم مذکور بجیب اصلی عشری ۱۸۱۸۱۸۲۰۶ و تحویلش بستینی ی ند لث مد ۱۲ منہ (م)

marfat.com

دیئے سے ۴۶، ۱۹ فٹ آئے یعنی نوّے فٹ یہ اور ۷۰ فٹ اور یہ جملہ ۱۹۰ فٹ بھی اگر یہ دیوار قطب شمالی سے پھری ہوتی حدود سے باہر نہ تھی ھکذا اینبغی التحقیق واللہ تعالیٰ ولی التوفیق۔

تنبیہ قول محقق و منقح کہ کعبہ معظمہ کے دونوں جانب ۴۵ درجے تک انحراف روا ہے اس پر عمل قبلہ تحقیق برہانی نکال کر کرنا چاہئے کہ طریق تقریبی میں خود کئی کئی درجے کا تفاوت آتا ہے۔ اب یہیں دیکھئے کہ ۸ درجے ۲۰ دقیقے کا تفاضل ہے واللہ الہادی الی الصواب، الحمد للہ کہ اس تحریر میں افادۂ اولیٰ غایت نفع و افاضت پر واقع ہوا مناسب اُس کے لحاظ سے اس کا تاریخی نام ھدایۃ المتعال فی حد الاستقبال ہو کہ اس کی تصنیف اواخر ذی الحجہ ۱۳۲۴ھ میں ہوئی، اور اگر یہ لحاظ کریں کہ تبییض میں اوائل محرم ۱۳۲۵ھ کی تاریخیں آئیں گی تو حد الاستقبال کے عوض جہۃ الاستقبال کہنا مناسب، وصلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا ومولانا محمد و آلہ وصحبہ اجمعین آمین واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

---

marfat.com

گڑنوہ ۶۵ ۹۲۶ ۹۸۹ ۹،۰ = ۹،۶۶۹۶۶۱۵۸ قوس این ظل الوالح عرض موقع العمود ظاہر ہے کہ عرض علی گڑھ الر ڈنو سے
بقدر آم الطلب کم ہے لہذا سمت راس سے جنوب کو واقع ہوا لاجرم قبلہ مغرب سے جنوب کو ہٹے گا اور از انجا کہ علی گڑھ
بھی شمالی العرض ہے لوجیب تفاضل لیں اور از انجا کہ اتنی چھوٹی قوسوں میں تفاضل لوگارثم بشدت ہے محض تعدیل
مابین السطرین مساہلت کثیرہ لاتی ہے اُسے بطریق دقیق نکالیں ۱۸۶۴۱۵۶۶۱۸ ایا اسے محفوظ رکھیں۔

ثانیاً مثلث ج ط م قائم الزاویہ میں زاویہ ح کا قیاس قوس ک س مابین الطولین ہے اور ح م
تمام عرض عمود سمح لح لب :. ظل ح : ظل ط م مجہول :: ع ، جیب ح م : لوظل تفاضل طول ۹،۷۶۷۹۱۸۰،
لوحم عرض عمود ۹،۶۹۵۲۰۱۳۴ = ۹،۸ ۴۳۷۸۱۳ = ظل ط م ۔

ثالثاً مثلث ط م ہ قائم الزاویہ میں زاویہ ہ کا قیاس قول آل ہے کہ مقدار انحراف ہے نقطۂ جنوب
سے غروب کو اور ظل زاویہ ہ مجہولہ : ظل ط م :: ع : جیب ہ م محفوظ ۹،۸۴۳۷۸۱۳ – ۱۸۶۴۱۵۶۶۱۸ ۸،۶
= ۱۱۶۴۲۸۱۱۹۵ جدول ظل میں اس کی قوس ح س اُس کا تمام ب ح کہ مقدار قوس ب ل مطلوب ہوئی یعنی
دو درجے آٹھ دقیقے نقطۂ مغرب سے جانب جنوب جھکیں تو عین کعبہ معظمہ کے مواجہ ہوں۔

وبوجہ اخر فرق طول لڈنو کی جیب ۴۴ ۹،۷۸۸۶۹ + لوحم عرض حرم محترم سمح لہ ۹،۹۶۸۹۲۶۲
= ۹،۷۵۷۶۲۰۶ قوسہ لرند لح تمامہا نہ ہ ال محفوظ اول جیبش ۴ ۳۸۴ ۹،۶۹۱۳۸ : لوج عرض مکہ مکرمہ
۹،۵۶۲۴۶۸۵ ۔ لوج محفوظ اول = ۹،۶۶۴۸۶۳۰۱ قوسہ الوالح محفوظ دوم + تمام عرض علی گڈھ س ۶
= مح ل لح محفوظ سوم جیبہ ۹،۹۹۹۸۵۲۶ + لوج محفوظ اول = ۹،۶۹۱۳۶۹۱ قوسہ نہ ح س محفوظ چہارم
تمامہ لڈنو لح بعد علی گڈھ از مکہ معظمہ یعنی تقریباً دو ہزار چار سو میل کا فاصلہ ہے اس مسافت کی جیب
۹،۷۵۷۹۲۲۹ : لوحم محفوظ اول ۹،۷۵۷۶۲۰۶ ۔ لوج بعد = ۹،۹۹۹۹۶۹۷۷ قوسہ فرنک تمامہا
ب ح وہی دو درجے آٹھ دقیقے جنوب کو آئے و ذلك ما اردناہ ان کو انحراف دیوار گ نح سے تفریق کیا
تو قبلۂ حقیقی سے صرف نح م انصراف رہا اسے ۵°۴ سے کم کیا باقی الوی یعنی ابھی چھبیس درجے سے بھی کچھ
زیادہ اور انحراف ہوتا ہے جب بھی حدود قبلہ کے اندر تھی یا یوں سمجھئے کہ قبلہ حقیقی قطب شمالی سے ۲ درجہ ۸ دقیقے
غرب کو ہے اور قبلہ حقیقی سے ۴۵ درجے تک انحراف روا تو قطب سے ۴۷°۸' ہوگا ۸ دقیقے چھوڑ کر ۴۷ درجے
ہی انحراف رکھئے

میں وتر ا ح کی مقدار ۳ ۸۸۸ ۴۹ ۸،۰ ۴۷ کہ ۴۳°۳۰' کی جیب لح نہ الطرس نو
ہے اعشاریہ میں کسور درجہ کی تحویل سے ۴۱۴۴۹ ۴ ۹۲ ۲۳°۶ ہوتی جس کا دوچندیہ وتر ہے
اور ضلع ا ب کی ۱۶۵ ذراع شرعی ہے = ۶۰° پس تناسب یہ ہوا ۶۰° : ۱۶۵ :: ۸۸۸۳ ۴۹ ۸،۰ ۴۷ : مجہول
: سطح وسطین ۹۵ ۵۶۹ ۲۲۳۱ ۸۹۵،۶ ÷ ۶۰ = ۵۸۷ ۱۳۱،۶ یہ ا ح کے ذراع شرعی ہوئے ۱ ½ میں ضرب

marfat.com

باب اماکن الصلوٰۃ

(مقاماتِ نماز کا بیان)

مسئلہ ۳۶۷ ازشہر کہنہ ۲۷ ربیع الآخری شریف

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کہتا ہے کہ نماز مسجد کے دَر میں جائز نہیں ہے چاہے اکیلا ہو چاہے امام ہو۔ عمرو کہتا ہے کہ دَر میں بلاکراہت جائز ہے اکیلا ہو یا امام، البتہ صفوں کا دروں میں قائم کرنا مکروہ ہے یا مسجد کے محراب میں اکیلا ہو یا امام۔ اس مسئلہ میں زید کا قول سچا ہے یا عمرو کا؟ بیّنوا توجروا احکم اللہ اور نقشہ مسجد کا واسطے ملاحظہ کے لکھ دیا ہے۔

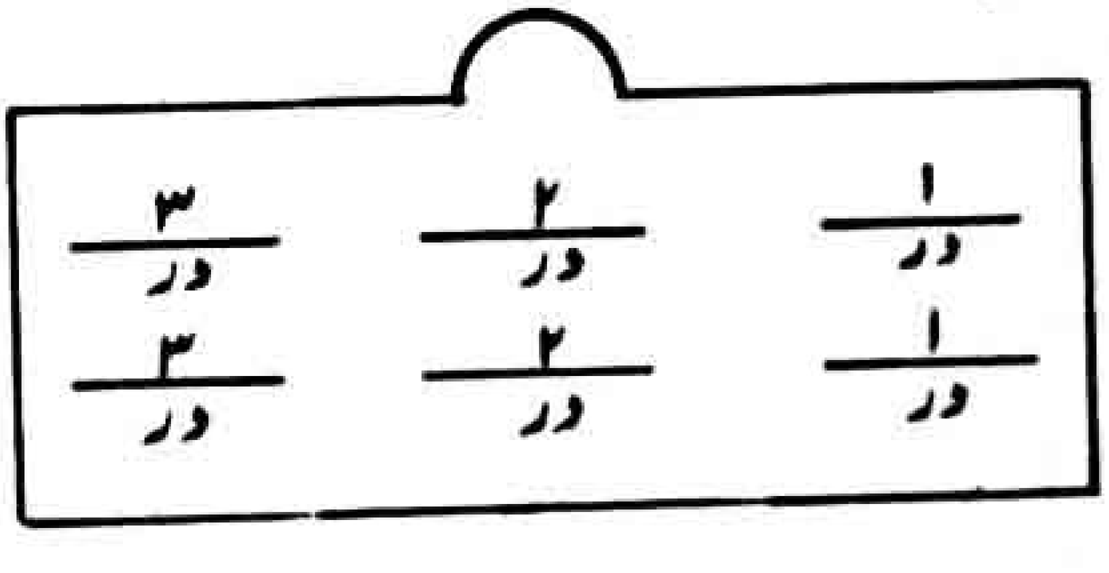

الجواب

فی الواقع امام کا بے ضرورت محراب میں کھڑا ہونا کہ پاؤں محراب کے اندر ہوں یہ بھی مکروہ (ہاں پاؤں باہر اور سجدہ محراب کے اندر ہو تو کراہت نہیں) اور امام کا دَر میں کھڑا ہونا یہ بھی مکروہ مگر اُسی طرح کہ پاؤں باہر اور سجدہ دَر میں ہو تو کراہت نہیں بشرطیکہ در کی کرسی بلند نہ ہو ورنہ اگر سجدہ کی جگہ پاؤں کے موضع سے چار گرہ سے زیادہ اونچی ہوتی تو سرے سے نماز ہی نہیں ہوگی اور چار گرہ یا کم بلندی ممتاز ہوتی تو کراہت سے خالی نہیں، اور بے ضرورت مقتدیوں کا دَر میں صف قائم کرنا یہ سخت مکروہ کہ باعثِ قطعِ صف ہے اور قطعِ صف ناجائز، ہاں اگر کثرتِ جماعت کے باعث جگہ میں تنگی ہو اس لئے مقتدی دَر میں اور امام محراب میں کھڑے ہوں تو کراہت نہیں۔ یونہی اگر مینہ کے

marfat.com

بین الساریتین[1]۔

کھڑا ہونا مکروہ ہے۔ (ت)

تنویر الابصار میں ہے:

لوکان موضع سجودہ ارفع عن موضع القدمین بمقدار لبنتین منصوبتین جاز وان اکثر لا[2]۔

اگر نمازی کے سجدہ کی جگہ قدموں کی جگہ سے دو کھڑی اینٹوں کے برابر بلند ہو تو نماز جائز، اور اگر اس سے زیادہ بلند ہو تو نماز جائز نہ ہوگی۔ (ت)

دُرِ مختار میں ہے:

مقدار ارتفاعھما نصف ذراع ثنتا عشرۃ اصبعا ذکرہ الحلبی[3]۔

ان دونوں کا بلند ہونا نصف ذراع ہے جو کہ بارہ[12] انگلیوں کی مقدار ہے۔ حلبی نے اسے ذکر کیا۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

قولہ جاز سجودہ الظاھر انہ مع الکراھۃ لمخالفتہ للماثور من فعلہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم[4]۔

قولہ جاز سجودہ یعنی سجدہ تو جائز ہوگا مگر بظاہر کراہت ہوگی کیونکہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے فعلِ منقول کے خلاف ہے۔ (ت)

سنن ابن ماجہ میں ہے:

عن معویۃ بن قرۃ عن ابیہ رضی اللہ تعالٰی عنہ قال کنا ننھی ان نصف بین السواری علی عھد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ونطرد عنھا طردا[5]۔

یعنی قرہ بن ایاس مزنی رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے زمانہ میں ہمیں دو ستونوں کے بیچ میں صف باندھنے سے منع فرمایا جاتا اور وہاں سے دھکے دے کر ہٹائے جاتے تھے۔ (ت)

مسند امام احمد و سنن ابی داؤد و جامع ترمذی و سنن نسائی و صحیح حاکم میں ہے:

عن عبد المجید بن محمود قال صلینا خلف امیر من الامراء فاضطرنا الناس فصلینا

یعنی ایک تابعی کہتے ہیں ہم نے ایک امیر کے پیچھے نماز پڑھی لوگوں نے ہمیں مجبور کیا کہ ہمیں دوستونوں میں نماز

---

[1] ردالمحتار باب ما یفسد الصلٰوۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۴۷۸

[2] و [3] درمختار شرح تنویر الابصار فصل واذا اراد الشروع فی الصلٰوۃ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۷۶

[4] ردالمحتار " " " " مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۳۷۲

[5] سنن ابن ماجہ باب الصلٰوۃ بین السواری فی الصف " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۷۱

marfat.com

باعث پچھلی صف کے لوگ دروں میں کھڑے ہوں تو یہ ضرورت ہے والضرورات تبیح المحظورات (سخت ضرورت ممنوعات کو مباح کردیتی ہے۔ ت) رہا اکیلا، اس کے لیے ضرورت، بے ضرورت محراب میں، دَر میں، مسجد کے کسی حصّہ میں کھڑا ہونا اصلاً کراہت نہیں رکھتا۔ دُرمختار میں ہے:

کرہ قیام الامام فی المحراب لاسجودہ فیہ وقدماہ خارجہ لان العبرۃ للقدم[1]۔

امام کا محراب میں کھڑا ہونا مکروہ ہے، اگر قدم باہر ہوں اور سجدہ محراب میں ہو تو یہ مکروہ نہیں کیونکہ اعتبار قدموں کا ہے۔ (ت)

ردالمحتار میں بحرالرائق سے ہے:

فی الولوالجیۃ وغیرھا اذا لم یضق المسجد بمن خلف الامام لاینبغی لہ ذلک لانہ یشبہ تباین المکانین انتھی یعنی وحقیقۃ اختلاف المکان تمنع الجواز فشبھۃ الاختلاف توجب الکراھۃ والمحراب وان کان من المسجد فصورتہ وھیأتہ اقتضت شبھۃ الاختلاف اھ ملخصاً[2]۔

ولوالجیہ وغیرہا میں ہے جب امام کے پیچھے والے نمازیوں کے لئے مسجد تنگ نہ ہو تو امام کو محراب میں قیام نہیں کرنا چاہئے، کیونکہ یہ دو جگہوں کے الگ الگ ہونے کا شبہ پیدا کرے گا انتہی یعنی مکان کا حقیقۃً اختلاف جوازِ نماز سے مانع ہے اور جہاں اختلافِ مکان کا شبہ ہو وہاں کراہت ہوگی اور محراب اگرچہ مسجد ہی سے ہے مگر محراب کی صورت اور ہیئت اختلافِ مکان کا شُبہ پیدا کرتی ہے اھ ملخصاً (ت)

اسی میں معراج الدرایہ سے ہے:

حکی الحلوانی عن ابی اللیث لایکرہ قیام الامام فی الطاق عند الضرورۃ بان ضاق المسجد علی القوم[3]۔

حلوانی نے ابواللیث سے نقل کیا کہ ضرورت کے وقت امام کا محراب میں کھڑا ہونا مکروہ نہیں جبکہ نمازیوں پر مسجد تنگ ہو۔ (ت)

اُسی میں کتابِ مذکور سے ہے:

الاصح ماروی عن ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ انہ قال اکرہ للامام ان یقوم

اصح روایت کے مطابق امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہی مروی ہے کہ امام کا دو ستون کے درمیان

---

[1] درمختار | باب مایفسد الصلٰوۃ | مطبوعہ مجتبائی دہلی | ۱/۹۲
[2] ردالمحتار | " | " مصطفی البابی مصر | ۱/۴۷۷
[3] " | " | " " " | ۱/۴۷۸

marfat.com

بعینہٖ[1]۔ مکمل و برابر ہونا جماعت میں مطلوب ہے۔ (ت)

اسی طرح فتح الباری امام ابن حجر عسقلانی، پھر ارشاد الساری امام احمد قسطلانی وغیرہما میں ہے نیز فتح الباری میں محب طبری سے ہے:

محل الکراھۃ عند عدم الضیق[2]۔ | جب تنگی نہ ہو تو پھر مکروہ ہے۔ (ت)

عمدۃ القاری میں ابن حبیب سے ہے:

لیس النھی عن تقطیع الصفوف اذا ضاق المسجد وانما نھی عنہ اذا کان المسجد واسعا[3]۔ | جب مسجد تنگ ہو تو اس وقت صفوں کو توڑنا منع نہیں، یہ اس وقت منع ہے جب مسجد کشادہ ہو۔ (ت)

اُسی میں ہے:

قال مالک فی المدونۃ لاباس بالصلاۃ بینھما لضیق المسجد[4] اھ ثم ذکر قول ابن حبیب اقول ولا یخفی انہ مستقیم علی قواعد مذھبنا۔ | امام مالک مدونہ میں فرماتے ہیں جب مسجد تنگ ہو تو دو ستونوں کے درمیان نماز پڑھنے میں حرج نہیں اھ پھر انہوں نے ابن حبیب کا قول نقل کیا ہے۔ اقول، مخفی نہ رہے یہ ہمارے مذہب کے قواعد پر درست ہے۔ (ت)

دُرمختار میں ہے:

ھذا کلہ عند عدم العذر کجمعۃ وعید فلو قاموا علی الرفوف والامام علی الارض اوفی المحراب لضیق المکان لم یکرہ[5]۔ | یہ تمام (یعنی کراہت) اس وقت ہے جب عذر نہ ہو عذر کی صورت میں مثلاً جمعہ اور عید کے بھیڑ کے موقع پر بھی اگر مسجد تنگ ہو اور بعض نمازی رفوف ف (دروازے کے تختے) پر کھڑے ہوں اور امام زمین پر یا محراب میں ہو تو کراہت نہیں۔ (ت)

---

[1] عمدۃ القاری شرح البخاری باب الصلاۃ بین السواری فی غیر جماعۃ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ بیروت ۴/۲۸۴

[2] فتح الباری شرح البخاری " " " " " " " مصطفی البابی مصر ۲/۱۲۴

[3] عمدۃ القاری شرح البخاری " " " " " " " ادارۃ الطباعۃ المنیریہ بیروت ۴/۲۸۶

[4] " " " " " " " " " " "

[5] درمختار باب مایفسد الصلوٰۃ الخ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۹۲

ف: رفوف جمع رف کی ہے اس کے کئی معانی ہیں، ایک معنی یہ ہے "وہ لکڑی جس کے دونوں کنارے دیوار میں لگا کر اس پر گھر کا سامان رکھتے ہیں" یہاں مراد دو دروازے کے درمیان بلند جگہ بھی ہوسکتی ہے اور زمین سے بلند مقام بھی ہوسکتا ہے۔ نذیر احمد سعیدی

marfat.com

بین السواریتین فلما صلینا قال انس بن مالك رضی اللہ تعالٰی عنہ کنا نتقی ھذا علی عھد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔[1]

پڑھی ہوئی (جب ہم نماز پڑھ چکے تو) انس بن مالک نے فرمایا ہم زمانۂ اقدس حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں اس سے بچتے تھے۔

حاکم نے کہا یہ حدیث صحیح ہے، ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن ہے، عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں قبیل باب الصلوۃ الی الراحلۃ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ہے کہ انھوں نے فرمایا: لاتصفوا بین الاساطین و اتموا الصفوف۔[2] ستونوں کے بیچ میں صف نہ باندھو اور صفیں پوری کرو۔ اور اس کی وجہ قطع صف ہے اگر تینوں دروں میں لوگ کھڑے ہوئے تو ایک صف کے تین ٹکڑے ہوئے اور یہ ناجائز ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: من قطع صفا قطعہ اللہ۔[3] جو کسی صف کو قطع کرے اللہ اسے قطع کردے۔ اور اگر بعض دروں میں کھڑے ہوئے بعض خالی چھوڑ دے جب بھی قطع صف ہے کہ صف ناقص چھوڑ دی، کاٹ دی پوری نہ کی؛ اور اس کا پورا کرنا لازم ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: اتموا الصفوف[4] (صفوں کو مکمل کرو۔ ت) اور اگر اس وقت اور زائد لوگ نہ ہوں تو آنے سے کون مانع ہے تو یہ ممنوع کا سامان مہیا کرنا ہے اور وہ بھی ممنوع ہے قال اللہ تعالٰی تلك حدود اللہ فلا تقربوھا[5] (اللہ تعالٰی فرماتا ہے یہ اللہ تعالٰی کی حدود ہیں پس ان کو توڑنے کے قریب مت جاؤ۔ ت) اور دروں میں مقتدیوں کے کھڑے ہونے کو قطع صف نہ سمجھنا محض خطا ہے۔ علمائے کرام نے صاف تصریح فرمائی کہ اس میں قطع صف ہے۔ صحیح بخاری میں ہے: باب الصلٰوۃ بین السواری فی غیر جماعۃ[6] (باب جماعت کے علاوہ ستونوں کے درمیان نماز پڑھنے کا۔ ت) امام علامہ محمود عینی کہ اجلۂ ائمہ حنفیہ سے ہیں اس کی شرح میں فرماتے ہیں:

قید بغیر جماعۃ لان ذٰلك یقطع الصفوف و تسویۃ الصفوف فی الجماعۃ مطلوبۃ

بغیر جماعت کی قید اس لئے ہے کہ یہ (نمازی کا دو ستونوں کے درمیان ٹھہرنا) صفوں کو توڑتا ہے حالانکہ صفوں کا

---

[1] جامع الترمذی باب ماجاء فی کراہیۃ الصف بین السواری مطبوعہ امین کمپنی دہلی ۱/۳۱

[2] عمدۃ القاری شرح البخاری باب الصلوۃ بین السواری فی غیر جماعۃ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ بیروت ۴/۲۸۶

[3] سنن ابی داؤد باب تسویۃ الصفوف الخ مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۹۷

[4] صحیح مسلم " " " قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۸۲

[5] القرآن ۲/۱۸۷

[6] صحیح البخاری باب الصلوۃ بین السواری فی غیر جماعۃ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۷۲

marfat.com

وقت نکلتا دیکھے پڑھ لے پھر بعد استقرار اعادہ کرے، تحقیق یہ ہے کہ استقرار بالکلیہ ولو بالوسائط زمین یا تابع زمین پر کہ زمین سے متصل باتصال قرار ہو ان نمازوں میں شرط صحت ہے مگر بہ تعذر، و لہٰذا دابہ پر بلا عذر جائز نہیں اگرچہ کھڑا ہو کہ دابہ تابع زمین نہیں، و لہٰذا گاڑی پر جس کا جُوا بیلوں پر رکھا ہے اور گاڑی ٹھہری ہوئی ہے جائز نہیں کہ بالکلیہ زمین پر استقرار نہ ہُوا ایک حصہ غیر تابع زمین پر ہے و لہٰذا چلتی کشتی سے اگر زمین پر اترنا متیسر ہو کشتی میں پڑھنا جائز نہیں بلکہ عند التحقیق اگرچہ کشتی کنارے پر ٹھہری ہو مگر پانی پر ہو زمین تک نہ پہنچی ہو اور یہ کنارے پر اُتر سکتا ہے کشتی میں نماز نہ ہوگی کہ اس کا استقرار پانی پر ہے اور پانی زمین سے متصل باتصال قرار نہیں جب استقرار کی حالتوں میں نماز یں جائز نہیں ہوتیں جب تک استقرار زمین پر اور وہ بھی بالکلیہ نہ ہو تو چلنے کی حالت میں کیسے جائز ہو سکتی ہیں کہ نفس استقرار ہی نہیں بخلاف کشتیِ رواں جس سے نزول متیسر نہ ہو کہ اسے اگر روکیں گے بھی تو استقرار پانی پر ہوگا نہ کہ زمین پر، لہٰذا سیر و وقوف برابر، لیکن اگر ریل روک لی جائے تو زمین ہی پر ٹھہرے گی اور مثل تخت ہو جائے گی، انگریزوں کے کھانے وغیرہ کے لئے روکی جاتی ہے اور نماز کے لئے نہیں تو منع من جہۃ العباد ہُوا اور ایسے منع کی حالت میں حکم وہی ہے کہ نماز پڑھ لے اور بعد زوال مانع اعادہ کرے۔ دُرِمختار میں ہے:

لو صلی علی دابۃ فی شق محمل وھو یقدر علی النزول بنفسہ لا تجوز الصلاۃ علیہا اذا کانت واقفۃ الا ان تکون عیدان المحمل علی الارض بان رکز تحتہ خشبۃ و اما الصلوٰۃ علی العجلۃ ان کان طرف العجلۃ علی الدابۃ وھی تسیر او لا تسیر فھی صلاۃ علی الدابۃ فتجوز فی حالۃ العذر المذکور فی التیمم لا فی غیرھا وان لم یکن طرف العجلۃ علی الدابۃ جاز لو واقفۃ لتعلیلھم بانھا کالسریر ھذا کلہ فی الفرض و الواجب بانواعہ وسنۃ الفجر بشرط ایقافھا للقبلۃ ان امکنہ و الا فبقدر الامکان لئلا یختلف بسیرھا المکان و اما فی

اگر کسی نے کھڑے چارپائے پر کجاوے میں نماز ادا کی حالانکہ وہ اُترنے پر قادر تھا تو نماز نہ ہوگی، البتہ اس صورت میں نماز ہو جائے گی جب کجاوے کی لکڑیاں زمین پر ہوں بایں طور کہ اس کے نیچے لکڑی گاڑی ہو۔ رہا معاملہ گاڑی (مثلاً بیل گاڑی وغیرہ جس کو جانور کھینچتے ہیں) پر نماز کا، تو اگر گاڑی کا ایک حصہ چوپائے کے اوپر ہے خواہ وہ چلتی ہے یا نہیں تو یہ چوپائے پر نماز سمجھی جائے گی تو تیمم میں بیان کردہ عذر کی وجہ سے نماز ادا ہو جائے گی، اس کے علاوہ میں نہیں۔ اور اگر گاڑی کا کوئی حصہ چارپائے پر نہیں تو نماز ہو جائے گی اگر بیل گاڑی کھڑی ہو کیونکہ فقہا نے اسے تخت کی مثل قرار دیا ہے۔ یہ تمام گفتگو فرائض، واجبات کی تمام انواع اور فجر کی سنتوں میں ہے بشرطیکہ

marfat.com

عمدۃ القاری میں ہے :

اذا کان منفردًا لا باس فی الصلاۃ بین الساریتین اذا لم یکن فی جماعۃ۔[1]
جب تنہا نماز ادا کر رہا ہو تو دو ستونوں کے درمیان نماز ادا کرنے میں حرج نہیں جبکہ وہ جماعت میں نہ ہو (ت)

اس بیان سے واضح ہوا کہ زید و عمرو دونوں کے کلام میں دو دو غلطیاں ہیں زید نے در میں نماز ناجائز بتائی یہ زیادت ہے، ناجائز نہیں، ہاں امام کو مکروہ ہے۔ یونہی منفرد کو اس حکم میں شریک کرنا ٹھیک نہیں، خود حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جب کعبۂ معظمہ تشریف لے گئے دو ستونوں کے درمیان نماز پڑھی کما ثبت فی الصحاح عن ابن عمر عن بلال رضی اللہ تعالٰی عنہم۔
جیسا کہ صحاح میں حضرت ابن عمر نے حضرت بلال رضی اللہ تعالٰی عنہم سے روایت کیا ہے (ت)

عمرو کا امام کو در میں کھڑا ہونا بلا کراہت جائز ماننا صحیح نہیں، یونہی منفرد کا محراب میں قیام مکروہ جاننا کہ یہاں جو وجوہِ کراہت علما نے لکھے ہیں یعنی شبۂ اختلاف مکان امام و جماعت یا اشتباہ حال یا تشبہ اہل کتاب۔ ان میں سے کوئی وجہ منفرد کے لئے متحقق نہیں واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکمہ عزشانہ احکم۔

مسئلہ ۳۹۸ از دہلی فراش خانہ مدرسہ نعمانیہ اسلامیہ مسئولہ محمد ابراہیم الاحمد آبادی غفرلہ الہادی

۷ شعبان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ریل پر نماز کس طرح ادا کی جائے گی ایک شخص نے سوال کیا کہ چلتی ریل اور جہاز پر نماز جائز ہے یا نہیں، مولوی کفایت اللہ صاحب نے تعلیم الاسلام ۴ کے صفحہ پر جو جواب منقولہ ذیل لکھا ہے صحیح ہے یا نہیں؟ اور جہاز یا کشتی اور ریل کا ایک ہی حکم ہے یا غیر غیر؟ میں اس میں تفصیلی بحث چاہتا ہوں آج کل اس کے جملہ مسائل کی اہلِ اسلام کو سخت ضرورت ہے، جواب مولوی صاحب موصوف کا یہ ہے ج چلتی ریل اور جہاز پر نماز جائز ہے اگر کھڑے ہو کر پڑھ سکے چکر کھانے یا گرنے کا ڈر نہ ہو تو کھڑے ہو کر پڑھنا ضروری ہے اور کھڑے ہو کر نہ پڑھ سکے تو بیٹھ کر پڑھ لے اور اگر درمیان نماز میں ریل یا جہاز گھوم جانے سے نمازی کا منہ قبلہ کی طرف نہ رہے تو فوراً قبلہ کی طرف پھر جانا چاہئے ورنہ نماز نہ ہوگی بلفظہٖ، اور یہ بھی فرمایا جاوے کہ فرض نفل سب کا ایک حکم ہے یا فرق ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

فرض اور واجب جیسے وتر و نذر اور ملحق بہ یعنی سنّتِ فجر چلتی ریل میں نہیں ہو سکتے اگر ریل نہ ٹھہرے اور

---

[1] عمدۃ القاری شرح البخاری باب الصلوٰۃ بین السواری الخ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ بیروت ۴/۲۸۴

marfat.com

بالسیر الالمن یخاف فلو لم یکن المانع الا الاول فقد وجد عذر یبیح الصلٰوۃ علی الدابۃ لکان واجبًا ان تجوز من دون فرق بین سیر و وقوف لکنھم فرقوا فتبین ان السیر بنفسہ مفسد الا لعذر یمنع الایقاف ولا یکفی مجرد عذر یمنع النزول لا الایقاف فانکانت العجلۃ کلھا علی الارض وجرتھا دابۃ بحبل فھھنا انما فقد المانع الاول دون الثانی فوجب الفساد الا بعذر فلا نظر الی ما ارادش استنباطہ من مفھوم لیس علی عادۃ ذلک الزمان بمفھوم فافھم وتثبت۔

جس کی ایک طرف چوپائے پر ہو، دوسری چیز چوپائے کا چلنا اور مکان کا مختلف ہونا، کیا آپ نے ملاحظہ نہیں کیا کہ فقہا نے چوپائے کے کھڑا کرنے کو لازم قرار دیا ہے اور چلنے کی حالت میں اس پر نماز کو باطل قرار دیا ہے سوائے اس کے جسے دشمن وغیرہ کا خوف ہو، پس پہلی چیز کے علاوہ کوئی مانع نہیں تو پھر ایسا عذر موجود ہے جو چارپائے پر نماز کو مباح بنا دے تو اب چلنے اور کھڑے ہونے کے فرق سے بالاتر ہو کر نماز کے جواز کو ماننا لازم ہوگا لیکن فقہا نے ان کے درمیان فرق کیا ہے تو واضح ہوگیا کہ چلنا بذاتِ خود مفسدِ نماز ہے مگر اس صورت میں جب کھڑا کرنا ممکن نہ ہو محض اتنا عذر کافی نہیں جو نزول سے مانع ہو بلکہ وُہ عذر جو کھڑا کرنے سے مانع ہو معتبر ہے، اب اگر بیل گاڑی کلی طور پر زمین پر ہو اور جانور اسے رسّی کے ذریعے لے جا رہا ہے تو اب یہاں پہلا مانع (نماز کا چارپائے پر ہونا) موجود نہیں البتہ دوسرا مانع (جگہ کی تبدیلی) موجود ہے لہٰذا اس صورت میں عذر کے بغیر نماز فاسد ہوگی پس اسے نہیں دیکھا جائے گا کہ جو شارح نے مفہوماً استنباط کر لیا ہے کیونکہ اس دور کی عادت مفہوم کو قبول نہیں کرتا، اسے سمجھ لے اور اس پر قائم رہ۔ (ت)

نیز اسی میں غنیہ سے ہے:

ھذا بناء علی ان اختلاف المکان مبطل ما لم یکن لاصلاحھا۔

یہ اس بنا پر ہے کہ جگہ کا مختلف ہونا (نماز کو) باطل کرنے والا ہے جبکہ یہ اس کی اصلاح کے لئے نہ ہو۔ (ت)

اُسی میں بحوالہ بحرالرائق فتاوٰی ظہیریہ سے ہے:

ان جذبتہ الدابۃ حتی ازالتہ عن موضع سجودہ تفسد[2]۔

اگر جانور نے اسے اتنا کھینچا کہ اس کے سجدہ کی جگہ بدل گئی تو نماز فاسد ہوگی۔ (ت)

---

[1] ردالمحتار باب ما یفسد الصلٰوۃ الخ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۴۲۱

[2] ″ ″ ″ ″ ″ ″ ۱/۴۲۲

النفل فتجوز علی المحمل والعجلة مطلقاً[1]

قبلہ رُخ کھڑی کی ہو، اور اگر ایسا ممکن نہ ہو تو بقدر الامکان قبلہ رُخ کھڑا کرنا شرط ہے تاکہ اسکے چلنے سے مکان میں تبدیلی نہ ہو جائے باقی نوافل کجاوے اور بیل گاڑی میں پڑھنا مطلقاً جائز ہیں۔ (ت)

خود ردالمحتار میں ہے:

الحاصل ان کلا من اتحاد المکان واستقبال القبلة شرط فی صلاة غیر النافلة عند الامکان لایسقط الا بعذر فلو امکنه ایقافها مستقبلا فعل بقی لو امکنه الایقاف دون الاستقبال فلا کلام فی لزومه لما ذکره الشارح من العلة[2] (ملخصًا)

حاصل یہ ہے کہ جہاں تک ممکن ہو نوافل کے علاوہ نماز میں اتحادِ مکان اور استقبالِ قبلہ دونوں شرط ہیں تو شرط عذر کے بغیر ساقط نہ ہوگی، پس اگر سواری کو قبلہ رُخ کھڑا کر سکے تو کرے باقی رہا یہ کہ اگر کھڑا کر سکتا ہے مگر قبلہ رُخ کھڑا نہیں کر سکتا تو کھڑا کرنا لازم ہے جیسا کہ شارح نے اس کی علت ذکر کی ہے (یعنی تاکہ اتحادِ مکان سب نماز میں حاصل رہے) (ملخصاً)۔ (ت)

اُسی میں ہے:

الفرض والواجب بانواعه لایصح علی الدابة الا لضرورة، فیومی علیها بشرط ایقافها جهة القبلة ان امکنه، واذا کانت تسیر لا تجوز الصلاة علیها اذا قدر علی ایقافها والا بان کان خوفه من عدو یصلی کیف قدر کما فی الامداد وغیره اھ[3] اقول فثبت ان المانع شیئان الاول کون الصلاة علی الدابة ولو بواسطة عجلة طرفها علی دابة والثانی السیر واختلاف المکان الاتری انهم اوجبوا الایقاف وابطلوا

فرض اور واجبات کی تمام انواع کو بغیر ضرورت کے چارپائے پر ادا نہیں کیا جاسکتا ہاں اگر ضرورت وعذر کے وقت اس پر اشارے سے نماز ادا کرے بشرطیکہ امکانی حد تک دابہ کو قبلہ رُخ کھڑا کرے جب دابہ کھڑا کرنے پر قادر ہو تو ایسی صورت میں چلتے ہوئے دابہ (جانور) پر نماز جائز نہیں البتہ کھڑا کرنا ممکن نہ ہو مثلاً اگر اسے دشمن کا خوف ہے تو جس طرح ممکن ہو نماز ادا کرے۔ امداد وغیرہ اسی طرح ہے اھ میں کہتا ہوں یہ ثابت ہوا کہ کہ مانع دو چیزیں ہیں، پہلی چیز نماز کا جانور کے اوپر پڑھنا اگرچہ بواسطہ بیل گاڑی کے جس

---

[1] درمختار باب الوتر والنوافل مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۹۸

[2] ردالمحتار " " " " " ۱/۴۷۲

[3] " " " " " " " ۱/۴۷۰

marfat.com

لكن مستقرة ويمكنه الخروج عنها لم تجز الصلاة فيها[1] اھ اقول واطلاق الهداية فواجب الحمل على هذه النصوص الصريحة المقيدة وكم له من نظير كما صرح به العلامة الجم الغفير۔ واللّٰه تعالٰی اعلم۔

ہوئی اور اگر مستقر نہ ہو اور اس سے نکلنا بھی ممکن ہو تو اب اس میں نماز صحیح نہ ہوگی اھ اقول ہدایہ کے اطلاق کو ان صریح مقید نصوص پر محمول کرنا واجب ہے اور اس کی بہت سی مثالیں ملتی ہیں جیسا کہ جم غفیر نے اس کی تصریح کی ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۰۹۳ ۲۴ ربیع الاول ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو نمازیں حالتِ مجبوری و معذوری میں بیٹھ کر پڑھی گئیں جیسے سفرِ حج میں جہاز کے اندر کہ سخت حالت طغیانی میں تھا اور تین دن تک برابر طغیانی عظیم میں رہا ایسی حالت میں قیام نہایت دشوار اور غیر ممکن تھا اور نیز خوفِ جان تھا پس ایسی حالت میں جتنی نمازیں پڑھی گئی ہیں اُن کا اعادہ حالتِ قرار و اقامت میں واجب و لازم و ضروری ہے یا نہیں؟ نیز وہ نمازیں کہ اونٹ پر شغدف وغیرہ میں قافلہ کے چلنے کی حالت میں بیٹھ کر پڑھی گئی ہیں کیونکہ بڈھے آدمی کو اُتارنے چڑھانے والا نہ تھا اور اُترنے کی صورت میں قافلے سے پیچھے رہ جانے کا اندیشہ تھا جس سے خوفِ جان و مال ہوتا ہے پس ان صورتوں میں جو نمازیں اونٹ کی سواری پر اور حالتِ طغیانی میں جہاز پر بیٹھ کر مجبوراً پڑھی گئیں اُن سب کا اعادہ بصورتِ اقامت و اطمینان کرنا چاہئے یا نہیں؟

الجواب

اُن کا اعادہ نہیں، واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ وممایتصل بذلک الصلوٰۃ علی الدابۃ والسفینۃ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۱۴۳

marfat.com

اُسی میں ہے :

ظاهر ما فی الهداية وغيرها الجواز قائما مطلقا ای استقرت علی الارض اولا وصرح فی الايضاح بمنعه فی الثانی حيث امكنه الخروج الحاقا لها بالدابة نهر واختاره فی المحيط والبدائع بحر وعزاه فی الامداد ايضا الی مجمع الروايات عن المصفی وجزم به فی نور الايضاح وعلى هذا ينبغی ان لا تجوز الصلاة فيها سائرة مع امكان الخروج الی البر وهذه المسألة الناس عنها غافلون[1] شرح المنية ۔

ہدایہ وغیرہا سے ظاہر یہی ہے کہ کشتی میں کھڑے ہو کر مط
نماز جائز ہے یعنی خواہ وہ زمین پر مستقر ہو یا نہ ہو۔ ایضا
میں تصریح ہے کہ جب زمین پر مستقر نہ ہو تو نماز نہیں ہو
جبکہ اس سے اترنا ممکن ہو کہ اس کا حکم دابہ (چارپا
کی طرح ہوگا، نہر۔ بحر میں ہے کہ محیط اور بدائع
اسے مختار قرار دیا ہے۔ اور امداد میں بھی ہے کہ ا
مجمع الروایات میں مصفی کے حوالے سے بیان کیا گیا
اور نور الایضاح میں اسی پر جزم ہے۔ اسی بنا
چلتی کشتی پر نماز جائز نہیں ہونی چاہیے جبکہ خشکی پر اترنا م
ہے۔ اس مسئلہ سے لوگ غافل ہیں شرح المنیۃ۔ (ت

فتح القدیر میں ہے :

فی الايضاح فان كانت موقوفة فی الشط وهی علی قرار الارض فصلی قائما جاز لانها اذا استقرت علی الارض فحكمها حكم الارض فان كانت مربوطة ويمكنه الخروج لم تجز الصلوٰة فيها لانها اذا لم تستقر فهی كالدابة انتهی بخلاف ما اذا استقرت فانها حينئذ كالسرير[2] ۔

ایضاح میں ہے اگر کشتی دریا کے کنارے پر کھڑی
اور زمین پر مستقر ہو اور نمازی نے نماز کھڑے ہو ک
ادا کی تو جائز ہے کیونکہ استقرار کی صورت میں اس
حکم زمین والا ہی ہے اگر کشتی باندھی ہوئی ہو، اور اس
نکلنا ممکن ہو تو اس میں نماز جائز نہیں ہو گی کیونکہ جب مستقر نہیں
وہ چارپائے کی طرح ہے انتہی بخلاف اس کے جب
مستقر ہو کیونکہ اس صورت میں وہ تختہ کی طرح ہے (ت

محیط امام سرخسی پھر فتاوی ہندیہ میں ہے :

لو صلی فيها فان كانت مشدودة علی الجد مستقرة علی الارض فصلی قائما اجزاه وان لم

اگر کشتی مضبوط باندھی ہوئی ہو اور زمین پر مستقر ہے ت
صورت میں اگر کسی نے کھڑے ہو کر نماز ادا کی تو ج

۱؎ رد المحتار باب صلوٰۃ المریض مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/ ۱۲
۲؎ فتح القدیر " " نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۲

marfat.com

باب صِفَةِ الصَّلٰوة

(طریقۂ نماز کا بیان)

مسئلہ از خیرآباد مرسلہ شیخ حسین بخش صاحب رضوی فاروقی ۲۹ رجب ۱۳۰۵ھ

...فرمایند عالمانِ شرع شریف وحاکمانِ صدر نشین ...لیف دریں امر کہ بمذہب حنفیہ لطیفہ مرداں بحکم حدیث ...نماز زیرِ ناف مے بندند و زناں بالائے ناف می بندند ...ایں عمل دست بندی زناں حین نماز موافق شرع نبوی ...اللہ تعالٰی علیہ وسلم است یا نہ یا اتفاق علمائے کرام و

علماءِ شریعت اور دارِ روحانیت کے سربراہ اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں جو علماءِ احناف نے بتایا ہے کہ مرد ناف کے نیچے اور خواتین ناف کے اوپر ہاتھ باندھیں، خواتین کا اس طرح ہاتھ باندھنا موافق شرع نبوی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہے یا نہیں؟ یا علماءِ کرام یا مفتیانِ عظام کا

marfat.com

بمخالفت ہم وارد نیست ومن ادعی فعلیہ البیان ولہذا محقق حلبی در حلیہ فرمود ثم انما قلنا ان المرأۃ تضع یمناھا علی یسرھا علی صدرھا لانہ استرلھا فیکون ذلک فی حقھا اولی لما عرف من ان الاولی اختیار ماھو استرلھا من الامور الجائزۃ ککل منھا لھا من غیر منع شرعی عنہ وخصوصا فی الصلوٰۃ[1] این است آنچہ دربادی النظر رو نماید وانما اقول وباللہ التوفیق میرسد کہ این مسئلہ را بحدیثے جید الاسناد رنگِ اثبات دہیم تقریرش آنچناں کہ در محل وضع از سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم دو صورت مروی است یکے زیر ناف بستن و درو ے احادیثِ عدیدہ وارد است اجلھا ماروی ابوبکر بن ابی شیبۃ فی مصنفہ قال حدثنا وکیع عن موسی بن عمیر عن علقمۃ بن وائل بن حجر عن ابیہ رضی اللہ تعالٰی عنہ قال رأیت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وضع یمینہ علی شمالہ فی الصلاۃ تحت السرۃ[2]۔ امام علامہ قاسم بن قطلوبغا رحمہ اللہ تعالٰی در تخریج احادیث اختیار شرح مختار فرماید سندہ جید ورواتہ کلھم ثقات[3] دوم برسینہ نہادن و دریں باب ابن خزیمہ را

مخالفت میں بھی وارد نہیں، اگر کوئی دعوی کرتا ہے تو دلیل پیش کرے، اسی لیے محقق حلبی نے حلیہ میں فرمایا: ہم نے جو یہ کہا کہ عورت اپنا دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر اپنے سینے پر باندھے یہ اس لیے کہ عورت کیلئے اس میں زیادہ ستر ہے لہذا یہ اس کے حق میں اولٰی ہے کیونکہ یہ بات معلوم ہے کہ عورت کے حق میں جتنے بھی امور جائز ہیں ان میں سے اسی کو اختیار کرنا بہتر ہے جو سب سے زیادہ ستر کا سبب ہو خصوصاً حالتِ نماز میں زیادہ خیال رکھنا چاہئے، یہ تو وُہ ہے جو ظاہر نظر میں آیا ہے۔ اقول (میں کہتا ہوں) اللہ کی توفیق سے کہ اس مسئلہ پر ایک حدیث جید الاسناد پیش کروں اس کی تقریر یُوں ہے کہ حضور علیہ السلام سے ہاتھ باندھنے کی دو صورتیں مروی ہیں ایک[1] صورت زیر ناف کی ہے اور اس بارے میں متعدد احادیث وارد ہیں سب سے اہم روایت وہ ہے جسے ابوبکر بن ابی شیبہ نے اپنے مصنف میں ذکر کیا کہ ہمیں وکیع نے موسٰی بن عمیر سے علقمہ بن وائل بن حجر نے اپنے والدگرامی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ میں نے دورانِ نماز نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو دائیں ہاتھ کو بائیں پر ناف کے نیچے باندھے دیکھا ہے۔ امام علامہ قاسم بن قطلوبغا حنفی رحمہ اللہ تعالٰی اختیار شرح مختار کی احادیث کی تخریج کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس کی سند جیّد اور تمام راوی ثقہ ہیں[2]۔ دوسری[3] صورت سینے پر ہاتھ باندھنے کی ہے اس بارے میں

---

۱ حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

۲ مصنف ابن ابی شیبہ وضع الیمین علی الشمال من کتاب الصلوٰۃ مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۱/۳۹۰

۳ تخریج احادیث شرح مختار للقاسم بن قطلوبغا

marfat.com

مفتیانِ عظام است اگر از احادیث رسول انام علیہ الصلوٰۃ والسلام ثابت است یا باتفاق امامان حنفیان راجع است برایں استفتا مُہر و دستخط بحوالہ کتاب ثبت نمایند و اجور ہنی از خدائے تعالےٰ شانہٗ یابند، بینوا توجروا بحوالۃ الکتاب بجواب الصواب۔

اتفاق ہے یہ مسئلہ اسی طرح ہے؟ اگر احادیث رسولِ انام صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے ثابت ہے یا ائمہ احناف کے اتفاق کی بنا پر مسئلہ اس طرح ہے جو بھی ہو اس استفتا پر کتاب و سنت کے حوالے سے اپنی مہر و دستخط ثبت کر دیں اور اللہ تعالےٰ سے اجر و ثواب پائیں، کتاب کے حوالے سے درست جواب دیں۔ (ت)

الجواب

زناں را نزد حنفیہ کرام عمہم اللہ باللطف والاکرام حکم آنست کہ دست در نماز بر سینہ بندند و ایں مسئلہ باتفاق ائمہ ما ثابت است جم غفیر از علماء در تصانیف خود ہا بروبے حکایت خلاف تنصیص کردہ اند علامہ محمد ابن محمد ابن محمد الشہیر بابن امیر الحاج الحلبی رحمہ اللہ تعالیٰ در شرح منیہ فرمود، الموضع الثالث فی محل الوضع فقال اصحابنا محلہ تحت السرۃ فی حق الرجل والصدر فی حق المرأۃ اھ ملخصاً[1]. ونیز فرمود: المرأۃ تضعھما علی صدرھا کما قال الجم الغفیر[2]۔ لاجرم علامہ ابراہیم بن محمد بن ابراہیم حلبی رحمہ اللہ تعالےٰ در غنیہ ایں مسئلہ را متفق علیہا گفت و حدیث اگر بموافقت معلوم نیست

علماءِ احناف (اللہ تعالےٰ ان پر لطف و کرم عام فرمائے) کے نزدیک حکم یہ ہے کہ خواتین نماز میں سینے پر ہاتھ باندھیں، اس مسئلہ پر ہمارے ائمہ کا اتفاق ہے۔ علما کے جم غفیر نے یہ بات اپنی اپنی کتب میں بغیر اختلاف نقل کی ہے، چنانچہ علامہ محمد بن محمد بن محمد المعروف ابن امیر الحاج حلبی رحمہ اللہ تعالےٰ نے منیہ کی شرح میں فرمایا: تیسرا مقام ہاتھ رکھنے کے بارے میں ہمارے علما نے فرمایا ہے کہ مرد ناف کے نیچے اور عورت سینہ پر ہاتھ باندھے اھ ملخصاً۔ اور یہ بھی فرمایا عورت اپنے دونوں سینہ پر رکھے جیسا کہ جم غفیر نے تصریح کی ہے اور علامہ ابراہیم بن محمد ابراہیم حلبی رحمہ اللہ نے غنیہ میں اس مسئلہ پر اتفاق علما کی تصریح کی ہے اور کوئی حدیث اس کے موافق نہیں ملتی تو اس کی

---

[1] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

[2] ״ ״ ״

marfat.com

اور اگر یہی خروجِ وقت پر مطلع ہے تو ظاہر جواز ہے محشیانِ درمختار سادات ابرار حلبی و طحطاوی و شامی
البحر الرائق کے اتباع میں اس مسئلہ میں روایت نہ پائی علامہ ح نے عدمِ جواز کا خیال اور علامہ ط نے ان کا خلاف
علامہ ش نے ان کا وفاق کیا۔

فالظاهر الصحة عند العلم بالخروج
نيته حينئذ القضاء خلافا لما ف
حلبي اه وقال ش بحث ح انه لا يصح و
لفه ط قلت وهو الاظهر لما مر من
العناية اه اقول نعم هو الاظهر لما مر
البحر عن الظهيرية من تقييد
م الجواز بقوله وهو لا يعلم اما الاستناد
امر عن العناية فعندي غير واقع في
محله لما علمت ان محل هذه المقالات
اذا ذهل وغفل وكلام العناية فيما هو
معتاد والمعهود من ان من شعر بالتعيين
شعر ايضا بالشخصي ورأيتني كتبت
هنا على هامش الشامي مانصه اقول

امام طحطاوی نے کہا اگر اسے خروجِ وقت کا علم ہو تو صحتِ نماز ظاہر ہے کیونکہ اس وقت نیت قضا کی ہوگی بخلاف اس کے جو حلبی نے کہا اھ شامی نے کہا حلبی نے بحث کرتے ہوئے اس کی عدمِ صحت کا قول کیا ہے اور طحطاوی نے ان کی مخالفت کی، میں کہتا ہوں یہی اظہر ہے جیسا کہ عنایہ کے حوالے سے گزرا ہے اھ۔

اقول (میں کہتا ہوں) ہاں یہی اظہر ہے جیسا کہ البحر الرائق سے ظہیریہ کے حوالے سے عدمِ جواز کی تقیید اسی کے قول "وھو لا یعلم" کے ساتھ گزری لیکن اس بات کی سند پکڑنا اس کے ساتھ جو عنایہ سے گزرا میرے نزدیک اس مقام کے مناسب نہیں، کیونکہ اس تمام گفتگو کا محل وہ ہے کہ جب انسان غافل ہو جائے اور بھول جائے اور عنایہ کی گفتگو معروف مشہور طریقہ (یعنی

marfat.com

حدیثے است در صحیح خودش ہم از وائل ابن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال صلیت مع رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فوضع یدہ الیمنی علی یدہ الیسری علی صدرہ[1] وازانجا کہ تاریخ مجہول است وہر دو روایت ثابت ومقبول ناچار کار بترجیح افتاد چوں نیک نگریم مبنائے ایں امر بلکہ تمام افعال صلاۃ بر تعظیم است و معہود ومعلوم عند التعظیم دست زیر ناف بستن است ، ولہذا امام محقق علی الاطلاق در فتح فرماید فیحال علی المعہود من وضعہا حال قصد التعظیم فی القیام والمعہود فی الشاہد منہ تحت السرۃ[2] پس دربارۂ مرداں روایت ابن ابی شیبہ راجح تر آمد و درامر زناں شرع مطہر را کمال نظر بر ستر وحجاب است و ولہذا فرمودند خیر صفوف الرجال اولہا وشرہا اٰخرہا وخیر صفوف النساء اٰخرہا وشرہا اولہا[3] اخرجہ الستۃ الا البخاری عن ابی ہریرۃ والطبرانی فی الکبیر عن ابی امامۃ وعن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم وفرمودند صلاۃ المرأۃ فی بیتہا افضل من صلاتہا فی حجرتہا وصلاتہا فی مخدعہا افضل من صلاتہا فی بیتہا[4] اخرجہ ابوداؤد عن ابن مسعود والحاکم عن

ابن خزیمہ اپنی صحیح میں حضرت وائل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہی روایت لائے ہیں کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی معیت میں نماز پڑھنے کا شرف پایا تو آپ نے اپنا دایاں ہاتھ بائیں پر رکھ کر سینے پہ ہاتھ باندھے چونکہ ان کی تاریخ کا علم نہیں کہ کون سی روایت پہلے کی ہے اور کون سی بعد کی، اور دونوں روایات ثابت و مقبول ہیں تو لاجرم دونوں میں سے کسی ایک کو ترجیح ہوگی۔ جب ہم نماز کے اس فعل بلکہ نماز کے تمام افعال پر نظر خیر ڈالتے ہیں تو وہ تمام کے تمام تعظیم پر مبنی نظر آتے ہیں اور مسلّم ومعروف تعظیم کا طریقہ ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا ہے لہذا امام محقق علی الاطلاق نے فتح میں فرمایا ہے: قیام میں بقصد تعظیم ہاتھ باندھنے کا معاملہ معروف طریقے پر چھوڑا جائے اور قیام میں تعظیماً ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا ہی معروف ہے لہذا مردوں کے بارے میں ابن ابی شیبہ کی روایت راجح ہے اور چونکہ خواتین کے معاملہ میں شرع مطہر کا مطالبہ کمال ستر وحجاب ہے اسی لئے فقہا نے فرمایا، مردوں کی پہلی صف افضل اور آخری غیر افضل اور خواتین کی آخری صف افضل اور پہلی غیر افضل یہ حدیث صحاح ستہ کی تمام کتابوں میں ہے سوائے بخاری کے۔

---

[1] صحیح ابن خزیمہ باب وضع الیمین علی الشمال فی الصلاۃ الخ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت ۱/۲۴۳

[2] فتح القدیر باب صفۃ الصلوٰۃ " نوریہ رضویہ سکھر ۱/۲۴۹

[3] سنن ابی داؤد باب صف النساء والتاخر عن الصف الاول مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۹۹

[4] " " کتاب الصلاۃ باب التشدید فی ذلک " " ۱/۸۴

marfat.com

امسلمة رضی اللہ تعالیٰ عنہا بسند صالح
وعبداللہ بن مسعود فرمودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اخروھن
من حیث اخرھن اللہ[1] اخرجہ عبدالرزاق
فی المصنف ومن طریقہ الطبرانی فی المعجم
وزناں را حکم شد کہ در سجدہ بزمین چسپند با آنکہ سنت
درمردان خلاف آنست ابوداؤد فی المراسیل
عن یزید بن حبیب ان رسول اللہ صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم مر علی امرأتین تصلیان
فقال اذا سجدتما فضما بعض اللحم الی بعض
الارض فان المرأة لیست فی ذلک کالرجل[2]
ویروی موصولا بوجہین قال البیہقی ھو
احسن منہما وسنت مرایشاں را تورک شد رواہ
الامام ابوحنیفة عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ
تعالیٰ عنہما وفی الباب عن علی کرم اللہ تعالیٰ
وجہہ قال اذا صلت المرأة فلتحتفز قال
الجوھری تتضام اذا جلست واذا سجدت[3]
واگر جماعت خواہند امام آنہا میاں آنہا ایستد،
قال الامام محمد فی الآثار اخبرنا
ابوحنیفة عن حماد بن ابی سلیمٰن عن
ابراھیم النخعی ان عائشة رضی اللہ تعالیٰ
عنہا کانت تؤم النساء فی شہر رمضان

حضرت ابوہریرہ سے مروی ہے اور طبرانی نے المعجم الکبیر
میں حضرت ابوامامہ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ
تعالیٰ عنہم سے روایت کیا ہے، یہ بھی فرمایا عورت کی
نماز کمرے میں گھر کے صحن میں نماز پڑھنے سے افضل اور
خاص چھوٹے کمرے میں اس سے بھی افضل ہے۔
اسے ابوداؤد نے حضرت ابن مسعود سے، حاکم نے
حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے سند صالح سے روایت
کیا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے
انھیں اسی طرح پیچھے رکھو جیسے انھیں اللہ نے پیچھے
رکھا ہے، اسے امام عبدالرزاق نے مصنف میں اور
اسی سند سے طبرانی نے معجم میں ذکر کیا ہے نیز خواتین
کے لئے حکم ہے کہ بوقتِ سجدہ زمین کے ساتھ چمٹ جائیں
حالانکہ مردوں کے لئے اس کے خلاف کرنا سنت ہے
ابوداؤد نے المراسیل میں یزید بن حبیب سے روایت
کیا کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دو خواتین کے
پاس سے گزرے جو نماز ادا کر رہی تھیں فرمایا جب تم
سجدہ کرو تو اپنے جسم کا کچھ حصہ زمین کے ساتھ ملاؤ کیونکہ
سجدہ کی حالت میں عورت مرد کی طرح نہیں، اور یہ روایت
دو سندوں سے متصل مروی ہے۔ بیہقی فرماتے ہیں یہ
سند دونوں سے احسن ہے، خاص کر عورتوں کے لئے
تورک (حالتِ قعدہ میں زمین کے ساتھ چمٹ کر بیٹھنا)

---

۱ المصنف لعبدالرزاق باب شہود النساء الجماعة مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت ۳/۱۴۹
۲ کتاب المراسیل لابی داؤد باب ماجاء فی من نام علی الصلوٰة مطبوعہ المطبعة العلمیة لاہور ص ۵۵
۳ الصحاح باب الزاء فصل الحاء مطبوعہ دارالعلم للملایین بیروت ۳/۸۷۴

marfat.com

فقوم وسطاً[1] عبد الرزاق فی المصنف و
الدارقطنی ثم البیهقی فی سننهما واللفظ
لعبد الرزاق عن ریطة الحنفیة ان عائشة
رضی الله تعالیٰ عنها امتهن وقامت بینهن
فی صلاة مکتوبة[2] وفی الباب عن ام سلمة و
ابن عباس رضی الله تعالیٰ عنهم و
یروی فیه حدیث مرفوع لیس بذلك بالجملہ
زناں را عورتے مستورہ داشتہ اند ومبنائے کار
آنہا بر ستر نہادہ الترمذی بسند حسن عن
ابن مسعود رضی الله تعالیٰ عنه عن النبی
صلی الله تعالیٰ علیه وسلم المرأة عورة[3]
وشک نیست کہ در حق آنہا دست بر سینہ بستن استر و
اقرب بحجاب است از دست زیر ناف نہادن وتعظیم نیز
درانیاں ہم بتستر واحتجاب باشد اذ لا تعظیم الا
بالادب ولا ادب بالحیاء ولا حیاء الا بالتستر
پس در باب زناں حدیث ابن خزیمہ ارجح برآمد و
ثابت شد کہ ہر دو مسئلہ بحدیثے جید استناد دارد و
اصحاب ما ہر دو جا بحدیثے وترجیحے عمل فرمودہ اند رحمۃ اللہ
تعالیٰ علیہم اجمعین نظیرش مسئلہ قعود است کہ بہر دو وجہ
از نبی صلی اللہ تعالے علیہ وسلم منقول است و
علمائے ما در مرداں نصب یمنی وجلوس علی یسری

سنت ہے، اس کو امام ابو حنیفہ نے نافع سے اور انہوں
نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے
اس مسئلہ میں حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے یہ
مروی ہے کہ جب عورت نماز پڑھے تو وہ رانوں پر سرین
کے بل بیٹھے۔ جوہری نے اس کا معنی یہ کیا ہے کہ سجدہ
کی حالت میں زمین سے چمٹ کر بیٹھے، اگر خواتین
جماعت کروانا چاہیں تو ان کی امام خاتون ان کے درمیان
کھڑی ہو جائے۔ امام محمد نے کتاب الآثار میں کہا امام
ابو حنیفہ نے حماد بن ابی سفیان سے انھوں نے ابراہیم نخعی
سے ہمیں حدیث بیان کی کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالے
عنہا رمضان کے مہینہ میں عورتوں کی جماعت کرواتیں
تو وسط میں کھڑی ہوتیں، امام عبد الرزاق نے مصنف
میں اور دار قطنی و بیہقی نے سنن میں یہ روایت کی،
الفاظ عبد الرزاق کے ہیں کہ ریطہ حنفیہ بیان کرتی ہیں
کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا خواتین کی امامت
کرواتیں تو فرائض کی نماز میں ان کے درمیان کھڑی
ہوتیں، اس بارے میں حضرت ام سلمہ اور حضرت
ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بھی مروی ہے،
ایک حدیث مرفوع بھی مروی ہے جو اس کی طرح
نہیں ہے بالجملہ خواتین عورتِ مستورہ کی مالک ہوتی
ہیں اور ان کے تمام افعال کی بنا پردہ وحجاب پر

---

۱ کتاب الآثار للشیبانی باب المرأۃ تؤم النساء الخ مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ص ۴۴
۲ المصنف لعبد الرزاق " " " " " المکتب الاسلامی بیروت ۳/۱۴۱
۳ جامع الترمذی ابواب الرضاع " امین کمپنی دہلی ۱/۱۴۰

marfat.com

اختیار کردند لانه اشق وافضل الاعمال اشقها
و در زناں بترک رفتند لانه استر وایسر و مبنی
امرهن علی الستر والیسر بخلاف مسلک
شافعیة ومن وافقهم که دست بر شکم بستن است
نه بر سینه کما فی المنهاج والمیزان وغیرهما
که هرگز دریں باب حدیثے یافته نمی شود خود ائمه ایشاں
رحمهم الله تعالٰی علیهم در خلاصه ومنهاج امام وبلوغ المرام
حدیثے مؤید مذہب خودشاں نیاوردند جز حدیث
ابن خزیمه ومن فقیر در عجم از استدلال ایشاں بانچه مساسے
ندارد بمذہب ایشاں که در تحت الصدر وعلی الصدر فرقے
ہست که پیداست وقد فصلنا الکلام فی محل
اٰخر وفی ما ذکرنا کفایة لمن امعن النظر والله
سبحٰنه وتعالٰی اعلم۔

رکھی گئی ہے۔ ترمذی نے سندِ حسن کے ساتھ حضرت عبداللہ
بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا کہ نبی اکرم
صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: عورت تمام کی تمام
قابلِ ستر و حجاب ہے۔ اور اس میں کوئی شک نہیں کہ
عورتوں کے حق میں سینے پر ہاتھ باندھنا، زیر ناف باندھنے
سے زیادہ حجاب اور حیا کے قریب ہے۔ اور خواتین کا
تعظیم کرنا ستر و حجاب کی صورت میں ہے کیونکہ تعظیم ادب
کے بغیر اور ادب حیا کے بغیر اور حیا حجاب کے بغیر حاصل نہیں ہوتا لہذا
خواتین کے حق میں حدیثِ ابن خزیمہ زیادہ راجح ثابت ہوئی
اور ثابت ہوگیا کہ دونوں مسائل میں ایسی حدیث موجود ہے
جس کی سند جید ہے اور ماہر علماءِ حدیث نے دونوں
مقامات پر حدیث و ترجیح پر ہی عمل فرمایا ہے رحمۃ اللہ
علیہم اجمعین۔ اس کی ایک نظیر مسئلہ قعود ہے کہ اس کے
دونوں طریقے نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے منقول ہیں ہمارے علمائے نے مردوں کے لئے دایاں پاؤں کھڑا کرنے اور
بائیں پر بیٹھنے کو اختیار کیا ہے کیونکہ یہ شاق ہے اور بہتر عمل وہی ہوتا ہے جس میں مشقت ہو اور خواتین کے لیے تورک کا
قول کیا کیونکہ اس میں زیادہ ستر اور آسانی ہے اور خواتین کا معاملہ ستر اور آسانی پر مبنی ہے بخلاف شوافع اور ان کے
موافقین کے کہ ان کے ہاں عورت شکم پر ہاتھ باندھے نہ کہ سینہ پر۔ جیسا کہ منہاج، میزان وغیرہما میں ہے کہ اس
بارے میں کوئی حدیث نہیں ملی، خود ان کے ائمہ رحمہم اللہ تعالٰی نے خلاصہ، امام نووی کی منہاج اور بلوغ المرام
میں اپنے مذہب کی تائید میں سوائے حدیث ابن خزیمہ کے کوئی حدیث ذکر نہیں کی مجھ فقیر کو ان کے استدلال پر
تعجب ہے کہ یہ حدیث ان کے مذہب کی دلیل کیسے بن سکتی ہے! کیونکہ تحت الصدر (سینے کے نیچے) اور
علی الصدر (سینے کے اوپر) میں نمایاں فرق ہے ہم نے دوسرے مقام پر اس پر تفصیلی گفتگو کی ہے، ہماری
یہ مذکورہ گفتگو ہر اس شخص کے لیے کافی ہے جو دقتِ نظر رکھتا ہے واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۱۰۴: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ انگشتِ شہادت سے التحیات میں اشارہ کیسا ہے
اور ہمارے فقہا سے ثابت ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

marfat.com

الجواب

اخرج مسلم فی صحیحہ عن سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما قال فیہ کان اذا جلس فی الصلوٰۃ وضع (یرید رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) کفہ الیمنی علی فخذہ الیمنی وقبض اصابعہ کلھا واشار باصبعہ التی تلی الابہام[1]۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے تشہد میں اپنا دہنا ہاتھ دہنی ران پر رکھا اور سب انگلیاں بند کرکے انگوٹھے کے پاس کی انگلی سے اشارہ فرمایا۔

واخرج ابن السکن فی صحیحہ عنہ رضی اللہ تعالٰی عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الاشارۃ بالاصبع اشد علی الشیطان من الحدید[2] یعنی فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے انگلی سے اشارہ کرنا شیطان پر دھاردار ہتھیار سے زیادہ سخت ہے۔

وعنہ رضی اللہ تعالٰی عنہ ایضاعن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال ھی مذعرۃ للشیطان[3] یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا وہ شیطان کے دل میں خوف ڈالنے والا ہے۔

واخرج ابوداؤد والبیہقی وغیرھما عن سیدنا وائل بن حجر رضی اللہ تعالٰی عنہ ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عقد فی جلوس التشہد الخنصر والبنصر ثم حلق الوسطی بالابہام واشار بالسبابۃ[4] یعنی نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنے جلسہ تشہد میں چھوٹی انگلی اور اس کی برابر والی کو بند کیا پھر بیچ کی انگلی کو انگوٹھے کے ساتھ حلقہ بنایا اور انگشتِ شہادت سے اشارہ فرمایا۔ وبمعناہ اخرج ابن حبان فی صحیحہ (ابن حبان نے بھی اپنی صحیح میں اسی طرح کی حدیث ذکر کی ہے۔ ت)

اور اس باب میں احادیث وآثار بکثرت وارد، ہمارے محققین کا بھی یہی مذہب صحیح ومعتمد علیہ ہے صغیری میں ملتقط وشرح ہدایہ سے اس کی تصحیح نقل کی اور اسی پر علامہ فہامہ محقق علی الاطلاق مولانا کمال الدین محمد بن الہمام وعلامہ ابن امیر الحاج حلبی وفاضل بہنسی وباقانی وملا خسرو وعلامہ شرنبلالی وفاضل ابراہیم طرابلسی وغیرہم اکابر نے اعتماد فرمایا اور انفس کا صاحبِ درمختار، فاضل مدقق علاء الدین حصکفی وفاضل اجل سید احمد طحطاوی وفاضل ابن عابدین شامی وغیرہم اجلہ نے اتباع کیا، علامہ بدر الدین عینی نے تحفہ سے اس کا استحباب نقل فرمایا اور صاحبِ محیط و

---

[1] صحیح مسلم باب صفۃ الجلوس فی الصلوٰۃ الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۱۶

[2] مسند احمد بن حنبل از مسند عبد اللہ ابن عمر " دار الفکر بیروت ۲/۱۱۹

[3] السنن الکبرٰی للبیہقی باب من روی انہ اشار بہا الخ " دار صادر بیروت ۲/۱۳۲

[4] " " باب ماروی فی تحلیق الوسطی بالابہام " " " ۲/۱۳۱

marfat.com

ملّا قہستانی نے سنّت کہا فقی الدرالمختار (در مختار میں ہے ۔ ت) :

لکن المعتمد ماصححہ الشراح ولا سیما المتاخرون کالکمال والحلبی والبھنسی والباقانی وشیخ الاسلام الجد وغیرھم انہ یشیر لفعلہ علیہ الصلٰوۃ والسلام ونسبوہ لمحمد والامام بل فی متن درر البحار وشرحہ غرر الاذکار المفتی بہ عندنا انہ یشیر الخ وفی الشرنبلالیۃ عن البرھان الصحیح انہ یشیر الخ واحترز بالصحیح عما قیل لایشیر لانہ خلاف الدرایۃ والروایۃ الخ وفی العینی عن التحفۃ الاصح انھا مستحبۃ وفی المحیط سنۃ انتھی ملتقطا[1]۔

لیکن معتمد وہی ہے جسے شارحین نے صحیح کہا خصوصاً متاخرین علماء کمال، حلبی، بہنسی، باقانی اور شیخ الاسلام الجد وغیرہم نے اشارہ کرنے کو صحیح قرار دیا کیونکہ یہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا عمل ہے اور انھوں نے اس قول کی نسبت امام محمد اور امام صاحب کی طرف کی ہے، بلکہ متن درر البحار اور اس کی شرح غرر الاذکار میں ہے کہ اشارہ کرنا ہمارے نزدیک مفتی بہ قول ہے الخ اور شرنبلالیہ میں برہان سے منقول ہے کہ صحیح یہی ہے کہ نمازی اشارہ کرے الخ لفظِ صحیح کہہ کر متوجہ کیا ہے کہ وہ قول کہ اشارہ نہ کیا جائے کیونکہ وہ درایت و روایت دونوں کے خلاف ہے، اور عینی میں تحفہ کے حوالے سے ہے کہ اشارہ کرنا مستحب ہے، اور محیط میں ہے کہ سنّت ہے انتہی ملتقطا۔ (ت)

اور اس مسئلہ میں ہمارے تینوں ائمہ کرام سے روایتیں وارد جس نے امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے اُس میں عدم روایت یا روایت عدم کا زعم کیا محض ناواقفی یا خطائے بشری پر مبنی تھا امام محمد رحمۃ اللہ تعالٰی کتاب المشیخۃ میں دربارۂ اشارہ ایک حدیث رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کرکے فرماتے ہیں :

فنفعل ما فعل النبی صلی اللہ علیہ وسلم ونصنع ماصنعہ وھو قول ابی حنیفۃ وقولنا[2]۔ ذکرہ العلامۃ الحلبی فی الحلیۃ عن البدائع یعنی پس ہم کرتے ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے کیا اور عمل کرتے ہیں اس پر جو حضور کا فعل تھا اور وہ مذہب ہے امام ابوحنیفہ کا اور ہمارا۔ اس کو علامہ حلبی نے حلیہ میں بدائع سے نقل کیا ہے۔

ویروی عنہ رحمہ اللہ تعالٰی ثم قال ھذا قولی وقول ابی حنیفۃ[3]۔ اثرہ العلامۃ عن الذخیرۃ

---

[1] در مختار باب صفۃ الصلٰوۃ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۷۷

[2] بدائع الصنائع فصل فی سنن الصلٰوۃ " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۲۱۴

نوٹ: کتاب المشیخۃ دستیاب نہ ہونے کی وجہ سے بدائع الصنائع سے حوالہ نقل کیا ہے۔

[3] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

marfat.com

وشرح الزاھدی صاحب القنیۃ اور انھی سے مروی ہے پھر امام محمد نے فرمایا اشارہ کرنا میرا قول ہے اور قول ابی حنیفہ رحمہ اللہ کا۔ علامہ حلبی نے ذخیرہ اور شرح الزاہدی صاحب قنیہ سے اسے نقل کیا۔

حلیہ مذکورہ اور کبیری اور رد المحتار میں اسے امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالٰی سے روایت کیا یہاں تک کہ شامی نے اس حاشیہ میں تصریح کی:

ھو منقول عن ائمتنا الثلثۃ۔[1]

(یہ ہمارے تینوں ائمہ سے منقول ہے۔ ت)

اور اسی میں ہے:

ھذا مااعتمدہ المتأخرون لثبوتہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بالاحادیث الصحیحۃ ولصحۃ نقلہ عن ائمتنا الثلثۃ فلذا قال فی الفتح ان الاول (یعنی عدم الاشارہ) خلاف الدرایۃ والروایۃ، وفیہ عن القھستانی وعن اصحابنا جمیعاانہ سنۃ فیحلق ابھام الیمنی ووسطاھا ملصقا راسھا براسھا ویشیر بالسبابۃ۔[2]

اسی پر متاخرین نے اعتماد کیا کیونکہ یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے احادیث صحیحہ کے ساتھ ثابت ہے اور ہمارے تینوں ائمہ سے اس کا منقول ہونا صحیح ہے اسی لئے فتح میں کہا پہلا (یعنی اشارہ نہ کرنا) درایت وروایت کے خلاف ہے اور اسی میں قہستانی سے ہے کہ ہمارے تمام احناف کے نزدیک یہ سنت ہے لہذا دائیں ہاتھ کے انگوٹھے اور درمیانی انگلی کے سروں کو ملا کے حلقہ بنا کر سبابہ سے اشارہ کرے (ت)

کبیری میں ہے:

قبض الاصابع عند الاشارۃ وھو المروی عن محمد فی کیفیۃ الاشارۃ وعن کثیر من المشائخ انہ لایشیر اصلا وھو خلاف الدرایۃ والروایۃ فعن محمد ان ماذکرہ فی کیفیۃ الاشارۃ ھو قولہ وقول ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالٰی۔ ملخصاً[3]

اشارہ کے وقت انگلیاں بند کرلے، طریقہ اشارہ میں امام محمد سے یہی مروی ہے اور متعدد مشائخ کا قول ہے کہ اشارہ اصلاً نہ کیا جائے یہ درایت وروایت کے خلاف ہے۔ امام محمد سے منقول ہے کہ کیفیتِ اشارہ میں جو کچھ ذکر کیا ہے یہ ان کا اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالٰی کا قول ہے ملخصاً (ت)

---

[1] و [2] رد المحتار باب صفۃ الصلوۃ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۳۴۲
[3] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی صفۃ الصلوۃ " سہیل اکیڈمی لاہور ص ۳۲۸

marfat.com

اور اسی طرح محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر میں فرمایا۔ بالجملہ اشارہ مذکورہ کی خُوبی میں کچھ شک نہیں، احادیثِ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور اقوال ہمارے مجتہدین کرام کے اسی کو مفید، بعد اس کے اگر کتبِ متاخرین مثل تنویر الابصار و ولوالجیہ و تجنیس و خلاصہ و بزازیہ و واقعات و عمدۃ المفتی و منیۃ المفتی و تبیین و کبرٰی و مضمرات و ہندیہ وغیرہا عامہ فتاوٰی میں عدم اشارہ کی ترجیح و تصحیح منقول ہو تو قابلِ اعتماد نہیں ہو سکتی علماء نے ان اقوال پر التفات نہ فرمایا اور خلافِ عقل و نقل ٹھہرایا کما سمعت مرارا، والحمد للہ لیلا و نہارا و جھرا واسرارا واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۰۷: محرم الحرام ۱۳۱۱ھ۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس بارے میں کہ رفع یدین حضرت رسولِ مقبول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے کیا یا نہیں اور کب تک کیا؟ یہ بات ثابت ہے کہ ہمیشہ آپ نے کیا؟ اور مسلمانوں کو کرنا چاہیے یا نہیں؟ مکمل ارشاد فرماکر مشکور و ممنون فرمائیے، فقط۔

الجواب

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ہرگز کسی حدیث میں ثابت نہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ہمیشہ رفع یدین فرمایا بلکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے اس کا خلاف ثابت ہے، نہ احادیث میں اس کی مدت مذکور۔ ہاں حدیثیں اس کے فعل و ترک دونوں میں وارد ہیں، سنن ابی داؤد و سنن نسائی و جامع ترمذی وغیرہا میں ایسی سند سے ہے جس کے رجال صحیح مسلم ہیں بطریق عاصم بن کلیب عن عبدالرحمن بن الاسود عن علقمہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی:

قال الا اخبرکم بصلاۃ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال فقام فرفع یدیہ اول مرۃ ثم لم یعد۔[1]

یعنی انہوں نے فرمایا کیا میں تمہیں خبر نہ دوں کہ حضور پُرنور سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نماز کس طرح پڑھتے تھے، یہ کہہ کر نماز کو کھڑے ہوئے تو صرف تکبیر تحریمہ کے وقت ہاتھ اٹھائے پھر نہ اٹھائے (ت)

ترمذی نے کہا:

حدیث ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ حدیث حسن وبہ یقول غیر واحد من

یعنی حدیث ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ کی حدیث حسن ہے اور یہی مذہب تھا متعدد علماء منجملہ

---

[1] سنن النسائی باب رفع الیدین للرکوع الخ مطبوعہ مکتبہ سلفیہ لاہور ۱/ ۱۲۳
جامع الترمذی باب رفع الیدین عند الرکوع امین کمپنی دہلی ۱/ ۳۵

marfat.com

اھل العلم من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم والتابعین وھو قول سفیان واھل الکوفۃ[1]۔

اصحاب رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم و تابعین کرام و امام سفیان و علمائے کوفہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کا ہے۔

مسند امام الائمہ مالک الازمہ امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ میں ہے:

حدثنا حماد عن ابراھیم عن علقمۃ والاسود عن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان لایرفع یدیہ الاعند افتتاح الصلٰوۃ ولایعود لشیئ من ذلک[2]۔

ہمیں حماد نے ابراہیم سے علقمہ و اسود سے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم صرف نماز کے شروع میں رفع یدین فرماتے پھر کسی جگہ ہاتھ نہ اٹھاتے۔

امام ابوجعفر طحاوی رحمہ اللہ تعالٰی علیہ شرح معانی الآثار میں فرماتے ہیں:

حدثنا ابی بکرۃ قال ثنا مؤمل ثنا قال ثنا سفیان عن المغیرۃ قال قلت لابراھیم حدیث وائل انہ رأی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یرفع یدیہ اذا افتتح الصلاۃ واذا رکع واذا رفع رأسہ من الرکوع فقال ان کان وائل رآہ مرۃ یفعل ذلک فقد رآہ عبداللہ خمسین مرۃ لایفعل ذلک[3]۔

ابوبکرہ نے ہمیں حدیث بیان کی کہا ہمیں مومل نے حدیث بیان کی کہا ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی ہے مغیرہ سے اور مغیرہ کہتے ہیں کہ میں نے امام ابراہیم نخعی سے حدیث وائل رضی اللہ تعالٰی عنہ کی نسبت دریافت کیا کہ انہوں نے حضور پُرنور سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو دیکھا کہ حضور نے نماز شروع کرتے اور رکوع میں جاتے اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع یدین فرمایا ابراہیم نے فرمایا وائل نے اگر ایک بار حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو رفع یدین کرتے دیکھا تو عبداللہ رضی اللہ عنہ نے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو پچاس بار دیکھا کہ حضور نے رفع یدین نہ کیا۔

صحیح مسلم شریف میں ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

---

[1] جامع الترمذی باب رفع الیدین عند الرکوع مطبوعہ امین کمپنی دہلی ۱/۳۵

[2] مسند الامام اعظم اجتماع الاوزاعی وابی حنیفۃ " نور محمد کتب خانہ کراچی ص ۵۰

[3] شرح معانی الآثار باب التکبیر عند الرکوع " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۵۴

marfat.com

...الی اراکم رافعی ایدیکم کانھا اذناب خیل شمس اسکنوا فی الصلٰوۃ[1]۔ | کیا ہوا کہ میں تمھیں رفع یدین کرتے دیکھتا ہوں گویا تمھارے ہاتھ چنچل گھوڑوں کی دُمیں ہیں قرار سے رہو نماز میں۔

اصول کا قاعدہ متفق علیہا ہے کہ اعتبار عموم لفظ کا ہے نہ خصوص سبب کا۔ اور حاظر مبیح پر مقدم ہے۔ ہمارے ائمہ کرام رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین نے احادیث ترک پر عمل فرمایا حنفیہ کو ان کی تقلید چاہئے، شافعیہ وغیرہم اپنے ائمہ رحمہم اللہ تعالٰی کی پیروی کریں کوئی محلِ نزاع نہیں، ہاں وہ حضرات تقلیدِ ائمۂ دین کو شرک وحرام جانتے ہیں اور باآنکہ علمائے مقلدین کا کلام سمجھنے کی لیاقت نصیب اعداء، اپنے لئے منصبِ اجتہاد مانتے اور خواہی نخواہی تفریقِ کلمۂ مسلمین واثارت فتنہ بین المومنین کرنا چاہتے بلکہ اسی کو اپنا ذریعۂ شہرت و ناموری سمجھتے ہیں اُن کے راستے سے مسلمانوں کو بہت دُور رہنا چاہئے۔ مانا کہ احادیثِ رفع ہی مرجح ہوں تاہم آخر رفع یدین کسی کے نزدیک واجب نہیں، غایت درجہ اگر ٹھہرے گا تو ایک امرِ مستحب ٹھہرے گا کہ کیا تو اچھا نہ کیا تو کچھ بُرائی نہیں، مگر مسلمانوں میں فتنہ اٹھانا دو گروہ کر دینا نماز کے مقدمے انگریزی گورنمنٹ تک پہنچانا شاید اہم واجبات سے ہوگا۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

والفتنۃ اشد من القتل[2] | فتنہ قتل سے بھی سخت تر ہے۔

خود ان صاحبوں میں بہت لوگ صدہا گناہِ کبیرہ کرتے ہوں گے انھیں نہ چھوڑنا اور رفع یدین نہ کرنے پر ایسی شورشیں کرنا کچھ بھلا معلوم ہوتا ہوگا (ہرگز نہیں) اللہ سبحٰنہ وتعالٰی ہدایت فرمائے آمین، واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۴۰۳: از اُجین مکان میر خادم علی صاحب اسسٹنٹ مرسلہ حاجی یعقوب علی خاں صاحب ۲۹ جمادی الاُخرٰی ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ شافعیہ ایک ہاتھ کے فرق سے نماز میں پاؤں کشادہ رکھتے ہیں، یہ میں نے کعبۃ اللہ میں دیکھا، اس کی کیا وجہ ہے؟ اور مذہب حنفیہ میں چار انگشت کے فاصلہ پر ایک پاؤں سے دوسرا پاؤں رکھتے ہیں کس طرح کرنا چاہئے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

چار ہی انگل کا فاصلہ رکھنا چاہئے یہی ادب اور یہی سنت ہے اور یہی ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے

---

[1] صحیح مسلم باب الامر بالسکون فی الصلٰوۃ الخ مطبوعہ اصح المطابع کراچی ۱/ ۱۸۱
[2] القرآن ۲/ ۱۹۱

marfat.com

منقول ہے۔

قال فی رد المحتار ینبغی ان یکون بینهما مقدار اربع اصابع الید لانه اقرب الی الخشوع هکذا روی عن ابی نصر الدبوسی انه کان یفعله کذا فی الکبری[1] اھ **اقول** بل فی نور الایضاح و شرحه مراقی الفلاح للعلامة الشرنبلالی یسن تفریج القدمین فی القیام قدر اربع اصابع لانه اقرب الی الخشوع[2] اھ قال السید الطحطاوی فی حاشیته نص علیه فی کتاب الاثر عن الامام ولم یحك فیه خلافا[3] اھ۔

ردالمحتار میں ہے کہ دونوں قدموں کے درمیان ہاتھ کی چار انگلیوں کی مقدار فاصلہ ہونا چاہئے کیونکہ یہ خشوع کے زیادہ قریب ہے۔ ابونصر دبوسی سے اسی طرح منقول ہے کہ وہ یہی کرتے تھے کذا فی الکبری اھ اقول (میں کہتا ہوں) بلکہ نورالایضاح اور اس کی شرح مراقی الفلاح للعلامۃ الشرنبلالی میں ہے کہ حالتِ قیام میں دونوں قدموں کو چار انگلیوں کے فاصلہ پر کھلا رکھنا سنت ہے کیونکہ یہ خشوع کے زیادہ قریب ہے اھ سید طحطاوی نے اس کے حاشیہ میں فرمایا کہ کتاب الاثر میں امام صاحب نے اس پر نص کی ہے، اور اس میں اختلاف بیان نہیں کیا اھ (ت)

امام علامہ جمال الدین یوسف اردبیلی شافعی نے بھی کتاب الانوار میں کہ اجل معتمدات مذہب شافعی سے ہے اسی چار انگل فصل کے مستحب ہونے کی تصریح فرمائی،

حیث قال یکرہ الصاق القدمین ویستحب التفریق بینهما بقدر اربع اصابع[4]۔

قدموں کو ملا کر رکھنا مکروہ ہے ان کے درمیان چار انگلیوں کی مقدار فاصلہ رکھنا مستحب ہے۔ (ت)

ہاں سیدی علامہ شیخ زکریا انصاری شافعی قدس سرہٗ نے شرح روض الطالب میں بالشت بھر کا فاصلہ تحریر فرمایا۔ حاشیۃ الکمثری علی الانوار میں ہے:

قوله بقدر اربع اصابع لعلها متفرقة لان فی شرح الروض بقدر شبر[5]۔

اس کا قول "چار انگلیوں کی مقدار" شاید متفرق طور پر مراد ہوں کیونکہ شرح روض میں ہے کہ فاصلہ ایک بالشت ہونا چاہئے۔ (ت)

---

[1] ردالمحتار باب صفۃ الصلوٰۃ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۲۹۹

[2] و [3] مراقی الفلاح وحاشیۃ مراقی فصل فی بیان سنن الصلوٰۃ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت آرام باغ کراچی ص ۱۴۳

[4] الانوار لعمل الابرار لیوسف اکفایۃ الصلوٰۃ المطبعۃ الجمالیۃ مصر ۱/۶۱

[5] حاشیۃ الکمثری علی الانوار " " " "

marfat.com

مگر ایک ہاتھ کا فرق نہ کسی مذہب کی کتاب میں نظر سے گزرا نہ کسی طرح قابلِ قبول ہوسکتا ہے کہ بداہۃً طرز و روش ادب و خشوع سے جدا ہے، جن شافعیہ نے ایسا کیا غالباً کوئی عذر ہوگا یا شاید ناواقفی کی بنا پر کہ مکہ معظمہ کا ہر متنفس تو عالم نہیں اعتبار اقوال و افعالِ علما کا ہے، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۴۰۴: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نفل نماز بیٹھ کر ادا کرے تو رکوع کس طرح ادا کریں یعنی سرین اُٹھیں یا نہیں؟ درصورت مخالفت نماز مکروہ تحریمی یا تنزیہی یا فاسد؟ بینوا توجروا۔

الجواب

رکوع میں قدر واجب تو اسی قدر ہے کہ سر جھکائے اور پیٹھ کو قدرے خم دے مگر بیٹھ کر نماز پڑھے تو اس کا درجہ کمال و طریقۂ اعتدال یہ ہے کہ پیشانی جھک کر گھٹنوں کے مقابل آجائے اس قدر کے لئے سرین اٹھانے کی حاجت نہیں تو قدر اعتدال سے جس قدر زائد ہوگا وہ عبث و بیجا میں داخل ہوجائے گا۔

فی الحاشیۃ الشامیۃ فی حاشیۃ الفتال عن البرجندی ولوکان یصلی قاعدا ینبغی ان یحاذی جبہتہ قدام رکبتیہ لیحصل الرکوع اھ قلت ولعلہ محمول علی تمام الرکوع والا فقد علمت حصولہ باصل طأطأۃ الراس ای مع انحناء الظہر[1] تامل انتہی۔

حاشیہ شامیہ میں ہے، برجندی کے حوالے سے حاشیہ فتال میں ہے اگر کوئی بیٹھ کر نماز ادا کرتا ہو تو وہ اپنی پیشانی کو گھٹنوں کے برابر جھکائے تاکہ رکوع حاصل ہوجائے اھ قلت شاید یہ تمام رکوع پر محمول ہو کیونکہ آپ جان چکے ہیں کہ رکوع سر کو صرف جھکا دینے سے یعنی ساتھ کچھ پیٹھ کو جھکانے سے ادا ہوجاتا ہے، غور کرو انتہی

اور نماز میں جو ایسا فعل کیا جائے گا لااقل ناپسند و مکروہ تنزیہی ہوگا۔

فی الدرالمختار ویکرہ ترک کل سنۃ[2] انتہی ملتقطا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

درمختار میں ہے کہ ہر سنت کا ترک مکروہ ہے انتہی ملتقطا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۴۰۵: مرسلہ محمود حسین ۵ محرم الحرام ۱۳۰۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نماز کھڑے ہوکر بوجہ عذر بیماری کے نہیں پڑھ سکتا

---

[1] ردالمحتار باب صفۃ الصلوٰۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۴۷۷

[2] درمختار باب مایفسد الصلوٰۃ ومایکرہ الخ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/ ۹۳

marfat.com

لیکن اس قدر طاقت اس کو ہے کہ تکبیرِ تحریمہ کھڑے ہی ہو کر باندھے اور باقی نماز بیٹھ کر رکوع وسجود کے ساتھ ادا کر سکتا ہے تو اس صورت میں آیا اس کو ضروری ہے کہ تکبیر تحریمہ کھڑے ہی ہو کر کہے اور پھر بیٹھ جائے یا سرے سے بیٹھ کر نماز شروع کرے اور ادا کرلے، دوسری شق میں نماز اس کی ادا ہو جائے گی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

صورتِ مستفسرہ میں بیشک اُس پر لازم کہ تحریمہ کھڑے ہو کر باندھے جب قدرت نہ رہے بیٹھ جائے۔ یہی صحیح ہے، بلکہ ائمہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے اس کا خلاف اصلاً منقول نہیں۔ تنویر الابصار و درمختار میں ہے:

ان قدر علی بعض القیام ولو متکئا علی عصا او حائط قام لزوما بقدر ما یقدر ولو قدر اٰیۃ او تکبیرۃ علی المذھب لان البعض معتبر بالکل[۱]

اگر نمازی قیام پر قدرے قادر ہو اگرچہ وہ عصا یا دیوار کے ذریعے ہو تو اس پر حسبِ طاقت قیام کرنا لازم ہے خواہ وہ ایک آیت یا تکبیر کی مقدار ہو۔ مختار مذہب یہی ہے کیونکہ بعض کا کل کے ساتھ اعتبار کیا جاتا ہے۔ (ت)

تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق للعلامۃ الزیلعی میں ہے:

ولو قدر علی بعض القیام دون تمامہ بان کان قدر علی التکبیر قائما او علی التکبیر وبعض القراءۃ فانہ یؤمر بالقیام ویاتی بما قدر علیہ ثم یقعد اذا عجز[۲]

اگر کچھ قیام پر قادر ہو تمام پر نہ ہو، مثلاً کھڑے ہو کر تکبیر یا تکبیر اور کچھ قرأت پر قادر ہو تو اسے قیام کا حکم دیا جائے اور وہ حسبِ طاقت قیام کے ساتھ بجالائے [illegible] جب عاجز آئے تو بیٹھ جائے۔ (ت)

خانیہ میں ہے:

ولو قدر علی ان یکبر قائما ولا یقدر علی اکثر من ذلک یکبر قائما ثم یقعد[۳]

اگر کھڑے ہو کر صرف تکبیر کہنے پر قادر ہے اس سے زیادہ پر قادر نہیں تو کھڑے ہو کر تکبیر کہے پھر بیٹھ جائے۔ (ت)

---

[۱] دُرمختار شرح تنویر الابصار باب صلوٰۃ المریض — مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/[illegible]

[۲] تبیین الحقائق ″ ″ ″ — ″ مطبعۃ امیریۃ کبرٰی مصر ۱/[illegible]

[۳] فتاوٰی قاضی خان ″ ″ ″ — ″ نولکشور لکھنؤ ۱/[illegible]

marfat.com

غنیہ شرح المنیہ للعلامہ ابراہیم حلبی میں ہے :

لوقدر علی بعض القیام لاکلہ لزمہ ذلک القدر حتی لوکان لایقدر الاعلی قدر التحریمۃ لزمہ ان یتحرم قائما ثم یقعد[1]

اگر کچھ قیام پر قادر ہے تمام پر نہیں تو اس پر اس کی مقدار قیام لازم ہے حتی کہ اگر کوئی صرف تکبیر تحریمہ کے مقدار پر قادر ہو تو وہ کھڑا ہو کر تکبیر تحریمہ کہے پھر بیٹھ جائے۔(ت)

خلاصہ وغیرہ میں ہے :

قال سراج الائمۃ الحلوائی ھوالمذھب الصحیح[2]

سراج الائمہ حلوائی نے فرمایا کہ یہی صحیح مذہب ہے۔ (ت)

بحرالرائق پھر حاشیہ طحطاویہ علی الدر میں ہے :

لایروی عن اصحابنا خلافہ[3]۔

ہمارے اصحاب سے اس کے خلاف مروی نہیں (ت)

پھر اگر اس کا خلاف کیا یعنی باوجود قدرت تحریمہ بھی بیٹھ کر باندھی نماز نہ ہوئی۔

لقول الغنیۃ لزمہ وقول الدر لزوما مع قول العلامۃ الشرنبلالی عبرت باللزوم لکونہ اقوی لان ھذا یفوت الجواز بفوتہ الخ ولقول المحقق العلائی وغیرہ ان البعض معتبر بالکل۔

کیونکہ غنیہ میں ہے اسی پر لازم ہے۔ در میں ہے : لازم ہے۔ اور علامہ شرنبلالی کی تصریح "باللزوم" کے ساتھ ہے، وہ کہتے ہیں میں نے "باللزوم" سے تعبیر اس لیے کیا ہے کہ یہ اقوٰی ہے کیونکہ اس کے فوت ہونے سے جواز ہی فوت ہوجاتا ہے الخ اور محقق علائی وغیرہ نے کہا کہ بعض کا کل کے ساتھ اعتبار کیا جاتا ہے (ت)

فقیر غفراللہ لہ کو اللہ تعالٰی تحقیق حق القاہر سے علما تصریح فرماتے ہیں کہ تحریمہ کے لیے قیام شرط ہے اگر بیٹھ کر بلکہ اتنا جھکا ہے کہ ہاتھ گھٹنوں تک پہنچیں تحریمہ باندھے ہرگز صحیح نہ ہوگی اور تحریمہ شرطِ نماز ہے کہ بے اس کے نماز باطل، تو جبکہ تحریمہ کے لئے قیام کرسکتا ہے اور نہ کیا شرطِ تحریمہ فوت ہوئی تو تحریمہ صحیح نہ ہوئی تو نماز ادا نہ ہوئی اذا فات الشرط فات المشروط (جب شرط فوت ہوگئی تو مشروط از خود فوت ہوجائے گا۔ت) درمختار میں شرح الوہبانیہ للعلامہ حسن بن عمار سے ہے :

---

[1] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی الثانی القیام مطبوعہ سہیل اکیڈیمی لاہور ص ۲۶۲

[2] خلاصۃ الفتاوٰی الحادی والعشرون فی صلوٰۃ المریض مطبوعہ مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۱/۱۹۴

[3] حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار باب صلوٰۃ المریض مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱/۳۰۸

marfat.com

شروط لتحریم حظیت بجمعها ٭ مهذبة حسنا مدی الدھر تزھر ٭ دخول لوقت واعتقاد دخوله ٭ وستر وطھر والقیام المحرر[1] ٭

تکبیر تحریمہ کے لئے کچھ شرطیں ہیں ان کو اکٹھا کر دیئے بہرہ ور ہوا، حالانکہ وہ شرطیں خوب آراستہ اور زمانہ بھر چمکتی ہیں (وہ یہ ہیں)، وقتِ فرض کا داخل ہونا، اور دخولِ[2] وقت کا اعتقاد، سترِ[3] عورت، بدن[4] مکان اور کپڑے کی طہارت اور قیامِ[5] محرر۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

المحرر بان لا تنال یداہ رکبتیه کما مر فلو ادرك الامام راکعا فکبر منحنیا لم تصح تحریمته[2] اھ۔

قیامِ محرر یہ ہے کہ اس کے ہاتھ گھٹنوں تک نہ پہنچ سکیں جیسا کہ گزر چکا، اگر نمازی نے امام کو رکوع میں پایا اور جھک کر تکبیرِ تحریمہ کہہ کر شامل ہوا تو اس کی تحریمہ صحیح نہیں ہے اھ (ت)

شرح التنویر للعلائی میں ہے:

من فرائضها التی لا تصح بدونها التحریمة قائما[3]

ان فرائض میں سے جن کے بغیر نماز نہیں ہوسکتی ایک کھڑے ہو کر تکبیرِ تحریمہ کہنا بھی ہے۔ (ت)

حاشیہ علامہ ابن عابدین میں ہے:

قوله قائما هو احد شروطها العشرین الاٰتیة[4]

اس کا قول "قائمًا" یہ ان بیس شروط میں سے ایک ہے جن کا ذکر آرہا ہے (ت)

آج کل بہت جہال ذرا سی بے طاقتی مرض یا کبرسن میں سرے سے بیٹھ کر فرض پڑھتے ہیں حالانکہ اوّلاً ان میں بہت ایسے ہیں کہ ہمت کریں تو پُورے فرض کھڑے ہو کر ادا کرسکتے ہیں اور اس ادا سے نہ ان کا مرض بڑھے نہ کوئی نیا مرض لاحق ہو نہ گر پڑنے کی حالت ہو نہ دوران سر وغیرہ کوئی سخت الم شدید ہو صرف ایک گونہ مشقت و تکلیف ہے جس سے بچنے کو صراحۃً نمازیں کھوتے ہیں ہم نے مشاہدہ کیا ہے کہ وہی لوگ جنھوں نے بحیلۂ ضعف و مرض فرض بیٹھ کر پڑھتے اور وہی باتوں میں اتنی دیر کھڑے رہے کہ اُتنی دیر میں دس بارہ رکعت ادا کرلیتے ایسی حالت میں ہرگز قعود کی

---

[1] دُرمختار باب صفة الصلوٰة مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۱...
[2] ردالمحتار باب صفة الصلوٰة مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۳۳۴...
[3] درمختار " " " " مجتبائی دہلی ۱/۷۰
[4] ردالمحتار " " " " مصطفی البابی مصر ۱/۳۲۶...

اجازت نہیں بلکہ فرض ہے کہ پُورے فرض قیام سے ادا کریں ۔کافی شرح وافی میں ہے :

ان لحقہ نوع مشقۃ لم یجز ترك القیام[1] ۔ اگر ادنٰی مشقت لاحق ہو تو ترکِ قیام جائز نہ ہوگا (ت)

ثانیاً مانا کہ انھیں اپنے تجربہ سابقہ خواہ کسی طبیب مسلمان حاذق عادل مستور الحال غیر ظاہر الفسق کے اخبار خواہ اپنے ظاہر حال کے نظرِ صحیح سے جو کم ہمتی و آرام طلبی پر مبنی نہ ہو بظنِ غالب معلوم ہے کہ قیام سے کوئی مرض جدید یا مرض موجود شدید و مدید ہوگا مگر یہ بات طولِ قیام میں ہوگی تھوڑی دیر کھڑے ہونے کی یقیناً طاقت رکھتے ہیں تو ان پر فرض تھا کہ جتنے قیام کی طاقت تھی اُتنا ادا کرتے یہاں تک کہ اگر صرف اللہ اکبر کھڑے ہو کر کہہ سکتے تھے تو اتنا ہی قیام میں ادا کرتے جب وہ غلبۂ ظن کی حالت پیش آتی بیٹھ جاتے یہ ابتدا سے بیٹھ کر پڑھنا اب بھی ان کی نماز کا مفسد ہُوا۔

ثالثاً ایسا بھی ہوتا ہے کہ آدمی اپنے آپ بقدر تکبیر بھی کھڑے ہونے کی قوت نہیں رکھتا مگر عصا کے سہارے سے یا کسی آدمی خواہ دیوار پر تکیہ لگا کر کُل یا بعض قیام پر قادر ہے تو اس پر فرض ہے کہ جتنا قیام اس سہارے یا تکیہ کے ذریعے سے کر سکے بجالائے، کُل تو کُل یا بعض تو بعض ورنہ صحیح مذہب میں اس کی نماز نہ ہوگی۔ فقد مرمن الدر ولو متکئا علی عصا او حائط[2] (در کے حوالے سے گزرا اگرچہ عصا یا دیوار کے سہارے سے کھڑا ہو سکے ۔ ت)

تبیین الحقائق میں ہے :

لو قدر علی القیام متکئا (قال الحلوانی) الصحیح انہ یصلی قائما متکئا ولا یجزیہ غیر ذلك وکذلك لو قدر ان یعتمد علی عصا او علی خادم لہ فانہ یقوم ویتکئ[3] ۔

اگر سہارے سے قیام کر سکتا ہو (حلوانی نے کہا) تو صحیح یہی ہے کہ سہارے سے کھڑے ہو کر نماز ادا کرے اس کے علاوہ کفایت نہ کریگی اور اسی طرح اگر عصا یا خادم کے سہارے سے کھڑا ہو سکتا ہے تو قیام کرے اور سہارے سے نماز ادا کرے ۔ (ت)

یہ سب مسائل خُوب سمجھ لئے جائیں باقی اس مسئلہ کی تفصیل تام و تحقیق ہمارے فتاوٰی میں ہے جس پر اطلاع نہایت ضرور و اہم کہ آج کل ناواقفی سے جاہل تو جاہل بعض مدعیانِ علم بھی ان احکام کا خلاف کرکے ناحق اپنی نمازیں کھوتے اور صراحۃً مرتکب گناہ و تارک الصلوٰۃ ہوتے ہیں ۔ وباللہ العصمۃ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

---

[1] کافی شرح وافی

[2] دُرِ مختار باب صلوٰۃ المریض مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/ ۱۰۴

[3] تبیین الحقائق باب صلوٰۃ المریض مطبوعہ مطبعۃ امیریہ کبرٰی مصر ۱/ ۲۰۰

marfat.com

مسئلہ ۱۱ محرم الحرام ۱۳۱۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ الحمد للہ کے بعد جو سورۃ پڑھی جائے اُس پر بھی بسم اللہ شریف پڑھنی چاہیے یا نہیں؟ بعض لوگ کہتے ہیں یہ ناجائز ہے اس لیے کہ ضمِ سورت واجب ہے اور بسم اللہ شریف پڑھنے سے ضم نہ ہُوا فصل ہوگیا، یہ قول ان کا کیسا ہے؟

الجواب

ہمارے علمائے محققین رحمہم اللہ تعالٰی علیہم اجمعین کتب معتمدہ میں روشن تصریحیں فرمارہے ہیں کہ ابتدائے سُورت پر بھی بسم اللہ شریف پڑھنی مطلقاً مستحب ومستحسن ہے، خواہ نماز سریہ ہو یا جہریہ۔ اور صاف ارشاد فرماتے ہیں کہ اس کا ناجائز ہونا درکنار ہمارے ائمہ مذہب رضی اللہ تعالٰی عنہم میں کوئی اس کی کراہت کا بھی قائل نہیں بلکہ سب ائمہ کرام بالاتفاق اسے خُوب وبہتر جانتے ہیں اختلاف صرف سنّیت میں ہے کہ جس طرح بسرِ فاتحہ پر بسم اللہ شریف بلاشُبہہ سنت ہے یُونہی بسرِ سُورت پر بھی سنّت ہے یا مستحب۔ امام محمد کے نزدیک بسریہ میں سنّت ہے، محیط ومضمرات وعتابیہ ومستصفی وغیرہا میں اسی کی تصحیح فرمائی اور مذہب امام نفی استنان ہے اور اسی پر فتوٰی اور یہی کلمات متون "لایاتی" و "لایسمی" (نہ لائے اور نہ بسم اللہ پڑھے۔ ت) سے مراد بہرحال اس کی خُوبی وحُسن پر ہمارے سب ائمہ کا اتفاق ہے پھر اس کے بعد زید وعمرو کو اپنی رائے لگانے اور اتفاقِ ائمہ کرام کے خلاف اجتہاد کرنے کی گنجائش، اور وہ بات بھی تو کچھ ٹھکانے کی، جس نے چندحرف فقہ کے پڑھے یا کسی عالم کی صحبت پائی وہ خُوب جانتا ہے کہ ضمِ سورت جو واجب ہے اس کے یہ معنی نہیں کہ خاص سُورت ہی ملانی واجب ہے یہاں تک کہ بعد فاتحہ وسط سورت سے کسی رکوع کا پڑھنا ناجائز وموجب ترکِ واجب ٹھہرے کہ سُورت بمعنی معروف کا ملانا اُس پر بھی صادق نہیں بلکہ اس سے مراد قرآنِ عظیم کی بعض آیات ملانا ہے کہ خواہ سورت ہو یا نہ ہو بسم اللہ شریف خود ایک آیتِ قرآن عظیم ہے تو اس کا ملانا قرآنِ عظیم ہی کا ملانا ہُوا نہ کسی غیر کا، جو صاحب اتنا بھی خیال نہ فرمائیں اُنھیں احکامِ شریعت میں رائے زنی کیا مناسب ہے، اب تصریحاتِ علمائے کرام سُنئے، دُرمختار میں ہے:

(لا) تسن (بین الفاتحۃ والسورۃ مطلقا) ولو سریۃ ولا تکرہ اتفاقا[1]۔

(نہیں ہے) بسم اللہ پڑھنا سنت (فاتحہ اور سورت کے درمیان مطلقاً) اگرچہ نماز سری ہو اور نہ مکروہ ہے اتفاقاً (ت)

ردالمحتار میں ہے:

صرح فی الذخیرۃ والمجتبٰی بانہ ان سمی

ذخیرہ اور مجتبٰی میں اس بات کی تصریح ہے کہ فاتحہ اور

---

[1] درمختار باب صفۃ الصلوٰۃ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۷۵

marfat.com

بین الفاتحۃ والسورۃ المقروئۃ سرا اوجھرا کان حسنا عند ابی حنیفۃ ورجحہ المحقق ابن الھمام وتلمیذہ الحلبی لشبھۃ الاختلاف فی کونھا اٰیۃ من کل سورۃ بحر[1]۔

اس سے ملائی جانے والی سورت کے درمیان بسم اللہ آہستہ یا بلند پڑھنا امام ابوحنیفہ کے نزدیک حسن ہے۔ امام ابن الھمام اور ان کے شاگرد حلبی نے اسی کو ترجیح دی ہے اور اس کی وجہ یہ بیان کی کہ بسم اللہ کے ہر سورت کا جزء ہونے میں اختلاف کا شبہہ ہے۔ بحر (اس لئے پڑھ لینا ہی بہتر ہے (ت)

طحطاوی میں ہے :

قولہ ولا تکرہ اتفاقا بل لاخلاف فی انہ لو سمی لکان حسنا نھر[2]۔

اس کا قول کہ "بالاتفاق مکروہ نہیں" بلکہ اگر بسم اللہ پڑھی تو اس کے حسن ہونے کے بارے میں کوئی اختلاف نہیں، نہر۔ (ت)

امام ابن امیرالحاج نے حلیہ میں عن الذخیرۃ عن المعلی عن ابی یوسف عن ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنھم (ذخیرہ سے معلی سے ابویوسف سے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہم سے ——— ت) روایت فرمایا :

انہ اذا قرأھا مع کل سورۃ فحسن[3]۔

اگر نمازی ہر سورت کے ساتھ بسم اللہ پڑھتا ہے تو یہ حسن ہے۔ (ت)

بحرالرائق میں ہے :

لاتسن التسمیۃ بین الفاتحۃ والسورۃ مطلقا عندھما وقال محمد تسن اذا خافت لاان جھر وصحح فی البدائع قولھما والخلاف فی الاستنان اما عدم الکراھۃ فمتفق علیہ ولھذا صرح فی الذخیرۃ و

شیخین کے ہاں فاتحہ اور سورت کے درمیان بسم اللہ پڑھنا مطلقاً سنّت نہیں۔ امام محمد کہتے ہیں کہ سرّی نماز میں سنّت ہے مگر جہری میں سنّت نہیں، بدائع میں شیخین کے قول کو صحیح کہا گیا لیکن یہ اختلاف سنّت ہونے میں ہے پڑھ لینا مکروہ نہیں اس پر اتفاق ہے، اسی لئے ذخیرہ

---

[1] درمختار باب صفۃ الصلوٰۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۳۶۲

[2] حاشیۃ الطحطاوی علی الدرالمختار باب صفۃ الصلوٰۃ ؍؍ دارالمعرفۃ بیروت ۱/۲۱۹

[3] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

marfat.com

والمجتبی[5] الی اٰخر مامر۔

اور مجتبیٰ میں اس کی تصریح کی ہے جس کا ذکر ہو چکا ہے۔ (ت)

علامہ حسن شرنبلالی غنیہ ذوی الاحکام میں فرماتے ہیں :

المراد نفی سنیۃ الاتیان بہا بعد الفاتحۃ و ھذا عندھما وقال محمد یسن الاتیان بھا فی السریۃ بعد الفاتحۃ ایضا للسورۃ واتفقوا علی عدم کراھۃ الاتیان بھا بل ان سمی بین الفاتحۃ والسورۃ کان حسنا سواء کانت الصلاۃ جھریۃ او سریۃ[2]۔

اس سے مراد فاتحہ کے بعد بسم اللہ پڑھنے کی سنیت کی نفی ہے اور یہ شیخین کے نزدیک ہے۔ (امام محمد کا قول یہ ہے کہ نماز سِرّی میں فاتحہ کے بعد سورت کے لئے بسم اللہ پڑھنا بھی سنّت ہے لیکن اگر کوئی پڑھ لیتا ہے تو اس کے مکروہ نہ ہونے پر سب کا اتفاق ہے، بلکہ فاتحہ اور سورت کے درمیان اگر پڑھ لیتا ہے تو یہ حسن ہے خواہ نماز جہری ہو یا سِرّی۔ (ت)

مراقی الفلاح میں ہے :

لاکراھۃ فیھا ان فعلھا اتفاقا للسورۃ سواء جھر او خافت بالسورۃ[3]۔

سورت سے پہلے بسم اللہ پڑھ لینا بالاتفاق مکروہ نہیں خواہ سورت جہراً پڑھے یا سِرّاً۔ (ت)

رحمانیہ و برجندی وغیرہما میں محیط سے ہے :

ذکر الفقیہ ابو جعفر عن ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ انہ اذا قرأھا مع کل سورۃ فحسن[4] وھو قول محمد رحمہ اللہ تعالٰی، واللہ تعالٰی اعلم۔

فقیہ ابو جعفر امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب ہر سورت کے ساتھ بسم اللہ پڑھتا ہے تو یہ حسن ہے اور یہی امام محمد کا قول ہے، واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۱۳۰: از اٹاوہ متصل کچہری منصفی مرسلہ مولوی محمد حبیب علی صاحب علوی ۹ رمضان المبارک ۱۳۱۷ھ

حامداً ومصلیاً مخلص نواز زادکم اللہ مجدکم ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، ۔ اس طرف جو رسائل شریفہ آنجناب مثل حیات الموات و شاح الجید النھی الحاجز، ازالۃ العار وغیرہا کے مطالعہ سے شرف اندوزی حاصل ہوئی شکریہ

---

[1] البحرالرائق فصل واذا اراد الدخول الخ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۳۱۲

[2] غنیۃ ذوی الاحکام حاشیہ درر الحکام باب صفۃ الصلوٰۃ مطبوعہ مطبع احمد کامل الکائنہ در سعادت بیروت ۱/۶۹

[3] مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی فصل فی کیفیۃ ترکیب افعال الصلوٰۃ مطبوعہ نور محمد تجارت کتب کراچی ص ۱۵۴

[4] شرح النقایۃ للبرجندی کتاب الصلوٰۃ مطبوعہ نولکشور بالسرور لکھنؤ ۱/۱۰۴

marfat.com

اس کا حوالہ قلم نہیں ہو سکتا ہے واقعی آپ کا طرز ایسے مسائل میں تحقیق کا اوروں سے نرالا ہے اور بہمہ وجوہ سب سے اعلیٰ ہے آپ نے پایۂ تحقیق مسائلِ نزاعیہ میں مراتبِ عالیہ کو پہنچا دیا ہے جزاکم اللہ خیر الجزاء۔

اس عریضہ کی تسطیر کی بالفعل یہ ضرورت درپیش ہے کہ وقتِ رکوع دُرِ مختار میں الصاق کعبین کو مسنون دو مقام پر تحریر کیا ہے شامی نے ثبوتِ مسنونیت میں کوئی حدیث تحریر نہیں کی بلکہ کچھ زیادہ تعرض اور لحاظ نہیں فرمایا، صاحبِ مفتاح الصلوٰۃ نے احادیث اور ظاہر الروایۃ میں وارد ہونا تحریر کر کے الصاق کو بمعنی قرب و اتصال تصریح کر کے زیادہ تحقیق کا حوالہ اپنے حواشی پر لکھ دیا، دریافت طلب امر صرف امورِ ذیل ہیں:

(۱) مسنونیت الصاق کعبین فی الرکوع کہاں سے ثابت ہے، کون حدیث دلیل قول صاحبِ درمختار ہے اور وہ کہاں تک قابلِ عمل اور اعتماد ہے، صاحبِ مفتاح الصلوٰۃ کا بیان بنسبت اس مسئلہ کے بجمیعہ صحیح ہے یا کیا۔ دیگر متونِ معتمدہ فقہ مذہب حنفی میں اس سنّت رکوع کا بیان کیوں نہیں درج ہوا ہے تساہل بعض فقہا نے کیوں گوارا فرمایا۔ عبارت فتاوٰی درمختار ہر دو مقام سے اور عبارت مفتاح الصلوٰۃ بقید صفحہ ذیل میں درج ہے، غایۃ الاوطار ترجمہ دُرِمختار صفحہ ۲۱۹ و ۲۳۰ سنن نماز و طریقِ ادائے نماز و تکبیر الرکوع وکذا الرفع منہ بحیث یستوی قائما والتسبیح فیہ ثلاثا والصاق کعبیہ وینصب ساقیہ (تکبیرِ رکوع اور اسی طرح رکوع سے سیدھا کھڑا ہونا، اس میں تین دفعہ تسبیح پڑھنا، ٹخنوں کا متصل ہونا اور پنڈلیوں کو کھڑا کرنا۔ ت)

مفتاح الصلوٰۃ صفحہ ۹۴:

مجتبٰی کہ تصنیف امام زاہدی است از مسنونات رکوع الصاق کعبین با ستقلال انگشتاں بسوئے قبلہ مسنون گفتہ است لیکن در حدیث صحیح و در کتبِ ظاہر الروایۃ ظاہر نمی شود ظاہر مراد امالہ کعب بسوئے کعب دیگر باشد چنانکہ صاحبِ قاموس معنی لصوق گفتہ است زیراکہ اگر الصاق در وقتِ رکوع کنند حرکت کثیر لازم مے آید باآنکہ استقبال انگشتاں نمی ماند و سنت قیام مے رود کہ فرجہ چہار انگشت مسنون است و مؤید امالہ قول نحویین است الباء للالصاق یعنی القرب و در حدیث نیز الصاق الکعب بمعنی القرب والمقابلہ واقع است پس

امام زاہدی کی کتاب مجتبٰی میں سنن رکوع کی بحث میں ٹخنوں کو متصل کرنا اور پاؤں کی انگلیوں کو قبلہ رُخ کرنا سنّت بیان کیا گیا ہے لیکن حدیث صحیح اور کتب ظاہر الروایۃ میں یہ وارد نہیں ہے زیادہ سے زیادہ اتنا ملتا ہے کہ ایک ٹخنے کا دوسرے ٹخنے کی طرف میلان ہو، جیسا کہ صاحبِ قاموس نے اس کا معنیٰ لصوق بیان کیا ہے ورنہ رکوع میں اتصال کی صورت میں حرکت کثیرہ لازم آئے گی باآنکہ اس کے ساتھ انگلیوں کا رخ قبلہ کی طرف نہیں رہے گا، اور سنت قائم نہ ہوگی کہ حالتِ قیام میں دونوں قدموں کے درمیان چار انگلیوں کی مقدار کا فاصلہ سنّت ہے، یہاں

marfat.com

مقابلہ کعب بکعب نیز ارادہ می تواں نمود چنانکہ تحقیق ایں مسئلہ در حواشی بحر الرائق کاتب بتفصیل مذکورہ نمودہ۔ واللہ اعلم۔

الصاق کے معنی امالہ پر نحویوں کا قول بھی تائید کرتا ہے کہ وہ کہتے ہیں باالصاق یعنی قُرب کے لئے ہے' اور حدیث میں بھی الصاق الکعب کا معنی قُرب اور مقابلہ واقع ہُوا ہے، لہذا یہاں کعب کا کعب کے مقابل ہونا مراد لیا جاسکتا ہے۔ چنانچہ اس مسئلہ کی تفصیل و تحقیق راقم نے البحر الرائق کے حواشی میں ذکر کی ہے۔ واللہ اعلم (ت)

الجواب

مکرمی کرم فرمایا اکرم اللہ تعالٰی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ خاتم المدققین علامہ علائی دمشقی صاحب درمختار اعلی اللہ تعالٰی مقامہ اس مسئلہ میں متفرد نہیں اُن سے بھی پہلے علماء نے اس کی تصریح اور ان کے بعد ناقلین و ناظرین نے تقریر و توضیح فرمائی۔ علامہ ابراہیم حلبی غنیہ شرح منیہ میں فرماتے ہیں:

السنۃ ایضا فی الرکوع الصاق الکعبین و استقبال الاصابع القبلۃ[1]۔

رکوع میں ٹخنوں کا اتصال اور انگلیوں کا قبلہ رُخ ہونا بھی سنّت ہے۔ (ت)

شرح نقایہ للعلامۃ الشمس القہستانی میں ہے:

ینبغی ان یزاد مجافیا عضدیہ ملصقا کعبیہ مستقبلا اصابعہ فانہا سنۃ کما فی الزاھدی[2]۔

یہاں اس بات کا اضافہ کرنا مناسب ہے کہ بازو پیٹ سے جدا اور ٹخنے متصل اور پاؤں کی انگلیوں کا قبلہ رُخ ہونا سنّت ہے جیسا کہ زاہدی میں ہے۔ (ت)

بعینہٖ اسی طرح علامہ سید ابو السعود ازہری نے فتح اللہ المعین میں علامہ سید حموی سے نقل کیا۔ علامہ بحر الفقہ زین الفقہا بحر الرائق میں شرح قدوری سے نقل فرماتے ہیں:

والسنۃ فی الرکوع الصاق الکعبین واستقبال الاصابع للقبلۃ[3]۔

رکوع میں ٹخنوں کا متصل ہونا اور انگلیوں کا قبلہ رُخ ہونا سنّت ہے۔ (ت)

طحطاوی علی مراقی الفلاح میں ہے:

---

[1] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی صفۃ الصلٰوۃ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۳۱۵

[2] جامع الرموز فصل صفۃ الصلٰوۃ مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۱/۱۵۲

[3] البحر الرائق فصل واذا اراد الدخول الخ " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۳۱۵

marfat.com

ومن ابعاد مرفقیه عن جنبیه والصاق کعبیه فیه واستقبال اصابعه القبلة ای اصابع رجلیه کذا فی القهستانی عن الزاھدی۔[1]

رکوع میں کہنیوں کا پہلوؤں سے دُور ہونا اور ٹخنوں کا متصل ہونا اور پاؤں کی انگلیوں کا قبلہ رُخ ہونا سنّت ہے۔ قہستانی میں زاہدی کے حوالے سے اسی طرح ہے۔ (ت)

طحطاوی علی الدر میں ہے:

والصاق کعبیه حالة الرکوع ھذا ان تیسرله والا فکیف تیسرله علی الظاھر۔[2]

حالتِ رکوع میں اگر آسانی ہو تو ٹخنوں کو ملالیا جائے ورنہ جس طرح آسانی ہو ویسے کرلیا جائے ظاہر الروایۃ پر۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

والصاق کعبیه ای حیث لاعذر۔[3]

ٹخنوں کو ملانا اس وقت ہے جب کوئی عذر نہ ہو۔ (ت)

مسائل ظاہر الروایہ میں محصور نہیں نہ ظاہر الروایۃ خواہ متونوں میں عدم ذکر ذکرِ عدم متون مختصرات ہیں اور غالباً نقل ظاہر پر مقتصر زیادات۔ شراح معتمدین اگر مسلم نہ ہوں تو مذہب کا ایک حصہ قلیلہ ہاتھ میں رہ جائے تتبع بتائے گا کہ سنن درکنار بعض واجبات و فرائض و مفسدات و نواقض تک عامۂ متون میں نہیں۔ رہی دلیل وہ مجتہد کے پاس ہے، نہ ہمارا عدم وجدان وجدان عدم ہمارے لئے نصوص فقہیہ بس ہیں اور نصوص حتی الامکان ظاہر پر محمول، اور جب تک حقیقت بنے مجاز کی طرف عدول نامقبول، الصاق کے معنی حقیقی وصل و چسپانیدن چیزے بچیزے (ایک چیز کو دوسری چیز کے ساتھ ملانا) ہے، نہ مجرد محاذات یا امالہ (محض متقابل یا مائل ہونا نہیں)۔ قاموس میں فقیر نے اس معنی کا نشان نہ پایا۔

وان کان فھو من المجاز وقد عدوا من عیوب القاموس کما ذکرہ العلامة الزرقانی فی عدة مواضع من شرح المواھب وغیرہ فی غیرہ انه یذکر المعانی المجازیة ای فیوھم الوضع لھا لان موضوع کتب اللغة بیان المعنی الموضوع له اللفظ۔

اور اگر یہ معنی قاموس میں ہے تو یہ معنی مجازی ہوگا۔ اہلِ علم نے قاموس کے عیوب تحریر کئے ہیں مثلاً زرقانی نے شرح المواہب میں متعدد جگہ پر اور دیگر علماء نے اپنی کتب میں تصریح کی ہے کہ صاحبِ قاموس الفاظ کے مجازی معنے ذکر کرتے ہیں جس سے ان کے حقیقی ہونے کا وہم ہوتا ہے، کیونکہ ان لغت کی کتب کا موضوع الفاظ کے ان معانی کو بیان کرنا ہے جس کے لئے ان کی وضع ہے (ت)

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح فصل فی بیان سنن الصلوٰۃ مطبوعہ نور محمد تجارت کتب کراچی ص ۱۴۵

[2] حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار باب صفۃ الصلوٰۃ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱/۲۱۳

[3] ردالمحتار باب صفۃ الصلوٰۃ ؍؍ مصطفی البابی مصر ۱/۲۵۲

marfat.com

زبان عرب میں استعمال "ب" مواضع الصاق حقیقی سے مختص نہیں وہ جس طرح واضح ہو سکے ہو سکو میں اپنی حقیقت پر ہے یونہی "مررت بزید" میں تو الباء للالصاق کا بطریق عموم مجاز معنی قرب پر حمل واجب، یوں ہی حدیث صحیح نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالٰی عنہما:

رأیت الرجل منا یلزق کعبہ بکعب صاحبہ[1]

میں نے دیکھا کہ ہم سے کوئی شخص اپنے ٹخنے کو دوسرے کے ٹخنے کے ساتھ ملا کر صف میں کھڑا ہوتا ہے۔ (ت)

وحدیث اصح انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہما:

کان احدنا یلزق منکبہ بمنکب صاحبہ وقدمہ بقدمہ[2]

ہم میں سے ہر ایک اپنے کاندھے کو دوسرے کے کاندھے سے اور اپنے قدم کو دوسرے کے قدم سے ملاتا تھا۔ (ت)

میں دربارۂ کعاب واقدام ارادہ معنی حقیقی پر اقدام نہیں ہو سکتا کہ قیام میں سنت تقریب قدمین ہے، خود صاحبِ مفتاح رحمہ الفتاح کو مسلّم کہ فرجہ چہار انگشت مسنون است (چار انگل کا فاصلہ مسنون ہے۔ ت) اگرچہ اس تحدید کی بھی سند پوچھئے تو کتاب الآثر میں امام سے روایت ملے گی یا امام اقطع کا قول، نہ بالخصوص حدیث صحیح یا ظاہر الروایۃ ومتون کی تصریح بہر حال ایسی تفریج کہ زید کا کعب اِدھر عمرو اُدھر بکر کے کعب سے ملصق ہو صراحۃً شانِ ادب کے بھی خلاف وشنیع ہے تو قیام دلیل کے باعث مجاز پر حمل ہر گز تجوز بے دلیل کے دستاویز نہیں ہو سکتا یہاں مجرد محاذات مراد لینے کا تو کوئی محل ہی نہیں یہ علما اسے خاص سنّت رکوع بتاتے ہیں اور محاذات ہرگز اس سے خاص نہیں، قیام خواہ سجود میں کب چاہئے کہ ایک پاؤں آگے یا پیچھے ہو اور صرف امالہ مراد ہونے پر بھی اصلاً کوئی دلیل نہیں، الصاق کو مستلزم حرکت کثیرہ ماننا سخت عجب ہے بالفرض اگر قیام میں تفریج تام مسنون ہوتی جب بھی الصاق میں کثیرہ نہ تھی۔ علماء تصریح فرماتے ہیں کہ ایک صف کی قدر چلنا بھی حرکتِ قلیلہ ہے نہ کہ صرف قدمین کا ملا لینا کثیرہ ہو ھذا عجیب جدا (یہ نہایت ہی عجیب ہے۔ ت) درمختار میں ہے:

مشی مستقبل القبلۃ ھل تفسد ان قدر صف ثم وقف قدر رکن ثم مشی ووقف کذلک وھکذا لاتفسد وان کثر مالم یختلف المکان[3] الخ

نمازی اگر قبلہ رُخ چلا تو نماز فاسد ہوگی یا نہیں، اگر وہ صف کی مقدار چلا پھر رکن کی مقدار کھڑا رہا اور پھر چلا اور رکن کی مقدار کھڑا رہا نماز فاسد نہ ہوگی اگرچہ یہ عمل

---

[1] صحیح البخاری باب الزاق المنکب بالمنکب الخ مطبوعہ اصح المطابع قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۰۰

[2] ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۱/۱۰۰

[3] درمختار باب یفسد الصلوٰۃ الخ ؍؍ مجتبائی دہلی ۱/۹۰

marfat.com

وتمام تفصیلہ وتحقیقہ فی رد المحتار۔ کثیر مرتبہ کرے جب تک جگہ تبدیل نہ ہو الخ اور اس مسئلہ کی تمام تفصیل وتحقیق ردالمحتار میں ہے (ت)

اور اگر کثیرہ سے کثیرہ فقہیہ مراد نہ لیجئے تو وہاں ہرگز کثیرہ لغویہ بھی نہیں اور ہوتی بھی تو نفی سنیت پر اس سے استدلال از قبیل مصادرہ ہوگا کہ تحصیل سنت کے لیے حرکت قلیلہ قطعاً مطلوب، اگرچہ بالاضافہ لغۃً کثیرہ ہو، تو اس فعل پر بوجہ لزوم حرکت اعتراض اس پر موقوف کہ سنیت مصرحہ فقہا باطل ہو کر فعل عبث وخارج عن افعال الصلوٰۃ قرار پائے اور حقیقت امر پر نظر کیجئے تو نہ یہاں اقدام کو ان کے مواضع سے تحریک کی ضرورت ہوتی ہے نہ انگلیوں کے استقبال میں فرق آتا ہے نہ فرجہ چار انگشت ہاتھ سے جاتا ہے یہ تو ہرگز نہ مسنون نہ مطلوب کہ پاؤں اپنی وضع خلق کے خلاف رکھے جائیں اور ان کی سطح طولاً ہرگز ہموار نہیں تو پنجوں سے ایڑیوں تک ہر جگہ چار انگشت کا فرجہ ہونا غیر متصور بلکہ قطعاً مقصود یہ ہے کہ صدور اقدام میں اتنا فرجہ رکھے اور پاؤں کو اپنے حال فطری پر چھوڑے نہ یہ کہ ایڑیوں میں بھی اس قدر فرجہ حاصل کرنے کے لیے انھیں دہنے بائیں ہٹائے، پاؤں کی تخلیق اس طرح واقع ہوئی ہے کہ صدور یعنی پنجوں میں فصل زائد اور اعقاب یعنی ایڑیوں میں کم ہے، جتنا فصل پنجوں میں رکھئے اور پاؤں وضع فطری پر رہنے دیجئے تو ایڑیوں میں یقیناً اس سے فصل کم ہوگا اور کعبین میں کہ بلند وبرآمدہ ہیں اور بھی کم ہوگا تو دونوں تلوے بجائے خود جمے رہنے کے ساتھ ایک خفیف امالہ کعبین میں ٹخنے بلا تکلف مل جائیں گے جس پر کم از کم ہر روز بتیس[۳۲] بار کا تجربہ شاہد ہے کہ آخر تصریحات مذکورہ علما دیکھئے کہ الصاق کعبین اور ان کے ساتھ ہی استقبال اصابع کی سنیت لکھ رہے ہیں ان میں تنافی ہوتی تو کیا متنافیین کو معاً مسنون بتاتے، ہاں جسے فربہی مفرط وغیرہ کوئی عذر ایسا ہو کہ سرے سے پنجوں ہی میں چار انگل فصل نہ رکھ سکے بلکہ معتدبہ زیادت پر مجبور ہوا مثلاً بالشت بھر کا فاصلہ تو وہ بیشک کعبین نہ ملا سکے گا جب تک پنجوں کو دہنے بائیں اور ایڑیوں کو اندر کی جانب حرکت نہ دے اور اب بیشک تحریک بھی پائی جائے گی اور استقبال اصابع بھی نہ رہے گا غالباً یہی صورۃ خاصہ اس وقت صاحب مفتاح کے خیال مبارک میں ہوگی، ایسا شخص نہ اس سنت قیام یعنی فرجہ چار انگشت پر قادر نہ ہم اس کے لئے الصاق کعبین مسنون کہیں۔ علامہ طحطاوی کا ارشاد سن چکے کہ ھذا ان تیسر (یہ آسانی کے وقت ہے۔ ت) علامہ شامی کا افادہ گزرا کہ ای حیث لا عذر (یعنی جہاں عذر نہ ہو۔ ت) اس قدر کلام کا جواب تو بہ بتوفیقہ تعالٰی بنگاہ اولیں معاً حاضر خاطر فاتر ہوا باقی ان کا حاشیہ بحر اگر ملے دیکھنا رہا مگر بعونہ تعالٰی امید یہ ہے کہ اس بیان کے بعد کسی اعتراض کی گنجائش نہیں وباللہ التوفیق واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۰۸ از گونڈہ ملک اودھ مدرسہ اسلامیہ مرسلہ حافظ عبدالعزیز صاحب مدرس مدرسہ مذکورہ۔

۱۳ جمادی الاخری ۱۳۱۸ھ

بعض مقلدین وغیر مقلدین عموماً قومہ وجلسہ میں دیر تک ٹھہرتے ہیں، یہ کیسا ہے؟

marfat.com

الجواب

قومہ وجلسہ کے اذکارِ طویلہ نوافل پر محمول ہیں و لہٰذا ہمارے ائمہ فرائض میں انھیں مسنون نہیں جانتے اور شک نہیں کہ فرائض میں تطویل فاحش خلافِ سنّت ہے اور امام کے لئے تو قطعاً ممنوع جبکہ مقتدیوں میں کسی پر بھی گراں ہو، ہاں منفرد بعض کلماتِ ماثورہ بڑھائے تو حرج بھی نہیں، یونہی امام بھی جبکہ مقتدی محصور اور سب راضی ہوں، رہا مقتدی وہ آپ ہی اتباعِ امام کرے گا، اگر امام کہے، کہے ورنہ نہیں۔

وفی الدر المختار یجلس بین السجدتین مطمئنا و لیس بینہما ذکر مسنون وکذا لیس بعد رفعہ من الرکوع دعاء وکذا لا یاتی فی رکوعہ وسجودہ بغیر التسبیح علی المذہب وما ورد محمول علی النفل[1]۔

درمختار میں ہے نمازی دو سجدوں کے درمیان جلسہ میں اطمینان سے بیٹھے، دو سجدوں کے درمیان کوئی ذکر سنت نہیں۔ اسی طرح رکوع سے کھڑے ہونے کے بعد قومہ میں کوئی دعا مسنون نہیں۔ اسی طرح رکوع و سجود میں تسبیح کے علاوہ کوئی دُعا نہ کرے صحیح مذہب یہی ہے اور جو روایات میں آیا ہے وہ نوافل پر محمول ہے (ت)

محررِ مذہب سیدنا امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی جامع صغیر میں فرماتے ہیں:

قال ابویوسف سألت اباحنیفۃ عن الرجل یرفع راسہ من الرکوع فی الفریضۃ ویقول اللّٰھم اغفرلی قال یقول ربنا لك الحمد ویسکت (کذلك) بین السجدتین یسکت[2]۔

امام ابویوسف بیان کرتے کہ میں نے امام ابوحنیفہ سے اس شخص کے بارے میں پُوچھا جو فرائض میں رکوع سے سر اٹھانے کے بعد یہ کہتا ہے اللّٰھم اغفرلی (اے اللہ مجھے معاف فرما)۔ آپ نے فرمایا، وہ صرف ربنا لك الحمد (اے رب ہمارے! تیرے لئے حمد ہے) کہے پھر خاموش ہوجائے اور اسی طرح دونوں سجدوں کے درمیان جلسہ میں بھی خاموش رہے (ت)

حلیہ میں زیرِ قولِ متن ولا یزید علی ھذا (اس پر اضافہ نہ کرے۔ ت) فرمایا:

ان اراد الزیادۃ ما ورد فی السنۃ فینبغی ان یکون ھذا فی حق الامامۃ اذا خاف التثقیل

اگر زیادتی سے مراد وہ اذکار ہیں جو سنت میں وارد ہیں تو یہ حقِ امامت کے بارے میں ہوگا جبکہ مقتدی بوجہ

---

[1] دُرِمختار باب صفۃ الصلوٰۃ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۷۶

[2] الجامع الصغیر امام محمد بن الحسن الشیبانی باب فی تکبیر الرکوع والسجود مطبوعہ مطبع یوسفی لکھنؤ ص ۱۲-۱۱

marfat.com

علی القوم وفی حق المقتدی اذا لم یفعل الامام ذلک امّا المنفرد او الامام اذا کان لایثقل علی القوم اتیانہ بذلک او المقتدی اذا کان امامہ قد اتی بہ فلیسوا بممنوعین من زیادتھم بہ علی ذلک ولا سیما المنفرد فی النوافل ومن ادعی ذلک فعلیہ البیان[1] -

محسوس کریں اور مقتدی کے حق میں اس وقت ہے جب امام یہ نہ پڑھ رہا ہو، رہا معاملہ منفرد یا وہ امام جس کے مقتدی اس کے پڑھنے کو بوجہ محسوس نہ کریں یا وہ مقتدی جس کا امام پڑھ رہا ہو تو ایسی صورت میں ان کے لئے ان اذکار کا اضافہ ممنوع نہیں، خصوصاً وہ منفرد جو نوافل پڑھ رہا ہو اور جو اس کا مدعی ہو وہ اس پر دلیل لائے۔ (ت)

اسی میں دو ورق بعد ہے :

صرح مشائخنا یحمل ما فی حدیث علی رضی اللہ تعالٰی عنہ علی النوافل علی انہ ثبت فی المکتوبۃ فلیکن فی حالۃ الانفراد وفی حالۃ کونہ اماما والماموموں محصورون لایثقلون بذلک کما نصت علیہ الشافعیۃ ولا ضیر فی الالتزام[2] الخ واللہ سبحٰنہ تعالٰی اعلم -

ہمارے مشائخ نے اس بات کی تصریح کی ہے کہ حضرت سیدنا علی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی حدیث کو نوافل پر محمول کیا جائیگا علاوہ ازیں فرائض میں ثابت ہے تو اس وقت جب نمازی تنہا فرائض ادا کر رہا ہو یا امامت کی حالت میں اس وقت جب مقتدی محصور ہوں جو بوجھ محسوس نہ کریں جیسا کہ شوافع نے تصریح کی ہے، اور اس کے التزام میں کوئی نقصان نہیں الخ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۰۹: از مدرسہ مصباح التہذیب مسئولہ مولوی محمد سلطان الدین صاحب بنگالی
۳ جمادی الاولٰی ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اندریں مسئلہ کہ نماز میں دونوں سجدے فرض ہیں یا ایک فرض اور دوسرا واجب؟ اگر یہ مسئلہ اختلافیہ ہے تو قول قوی اور راجح کون ہے اور اس کی دلیل کیا ہے اور دوسرے کے مرجوح وضعیف ہونے کی کیا دلیل؟ مع دلائل معتبرہ بحوالہ کتب بیان فرمایا جائے بینوا توجروا عند الجلیل۔

الجواب

باجماع امت دونوں سجدے فرض ہیں، اصلاً اس میں کسی عالم کا خلاف نہیں کہ قوی وراجح بتایا جائے، اس کا منکر اجماع امت کا منکر ہے۔ دو روز ہوئے ایک طالب علم نے فقیر سے یہ مسئلہ پوچھا تھا فقیر نے عرض کی

---

[1] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی
[2] " " " "

marfat.com

دونوں فرض ہیں، رات مسموع ہُوا کہ مدرسین مدرستین مصباح التہذیب واشاعت العلوم سے مولوی محمد عثمان صاحب ولایتی تو ایسا ہی بتاتے ہیں باقی سب خلاف پر ہیں سجدۂ اولیٰ کو فرض اور ثانیہ کو واجب کہتے ہیں اور اس کی سند شرح وقایہ و ہدایہ کی عبارت بتاتے ہیں بلکہ ایک نئے مولوی صاحب محمود نام کہ دیوبندی تعلیم کے فاضل ہیں فقیر کے قول کو محض بے دلیل فقیر کا اپنا اجتہاد علیل قرار دیتے ہیں یہ سُن کر نہ صرف تعجب بلکہ نامِ علم پر سخت افسوس، انّا للّٰہ وانّا الیہ راجعون۔ فقیر غفرلہ اللّٰہ بلا مبالغہ دو سَو کلماتِ علمائے کرام سے اس کی سندیں پیش کرسکتا ہے جن سے ثابت ہو کہ مخالفینِ مسئلہ کو فقہ سے کس قدر غفلت ہے مگر مسئلہ نہایت وضوح سے واضح ہے اور اطالت موجب ملالت لہٰذا صرف دس نصوصِ صریحہ پر قناعت:

نصِ اوّل: بحرالرائق میں کنز الدقائق کے قول فرضہا التحریمۃ والقیام والقراءۃ والرکوع والسجود[۱] (نماز کے فرائض تکبیر تحریمہ، قیام، قراءت، رکوع اور سجود ہیں۔ ت) کی شرح میں فرمایا:

(لقولہ تعالٰی) ارکعوا واسجدوا وللاجماع علی فرضیتھما ورکنیتھما والمراد من السجود السجدتان فاصلہ ثابت بالکتاب والسنۃ والاجماع وکونہ مثنی فی کل رکعۃ بالسنۃ والاجماع[۲]

اس کی دلیل اللہ تعالٰی کا ارشادِ گرامی ہے: ارکعوا واسجدوا (رکوع کرو اور سجدہ کرو۔ ت) نیز ان دونوں کے فرض اور رکن ہونے پر اجماع ہے اور سجود سے دونوں سجدے مراد ہیں اور سجدہ کی اصل کتاب وسنت اور اجماع سے ثابت ہے اور سجدہ کا ہر رکعت میں دو دفعہ ہونا سنّت اور اجماع سے ثابت ہے۔ (ت)

نصِ ثانی: امام محمد محمد محمد ابن امیر الحاج حلیہ شرح منیہ میں فرماتے ہیں:

م والخامسۃ السجدۃ ش ای والفریضۃ الخامسۃ من الفرائض الست المشتمل علی فرضیتھا الصلاۃ السجدۃ والاولی السجدتان فی کل رکعۃ ثم اصل السجدۃ ثابت بالکتاب والسنۃ والاجماع وکونہ مثنی فی کل رکعۃ بالسنۃ والاجماع ولا خلاف فی کونھما من ارکان الصلاۃ[۳]

متن، پانچواں فرض سجدہ ہے، شرح یعنی وہ چھ فرائض جن پر نماز مشتمل ہے ان میں پانچواں فرض سجدہ ہے اور (السجدتان فی کل رکعۃ) کہنا بہتر تھا یعنی ہر رکعت میں دو سجدے فرض ہیں پھر سجدہ کی اصل کتاب، سنت اور اجماع سے ثابت ہے اور اس کا ہر رکعت میں دو دفعہ ہونا سنت اور اجماع سے ثابت ہے اور ان دونوں کے رکنِ نماز ہونے میں کوئی اختلاف نہیں (ت)

---

[۱] کنز الدقائق باب صفۃ الصلوٰۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۳۰

[۲] البحر الرائق " " " " " " " " ۱/۲۹۳

[۳] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

marfat.com

ایضاً یہاں تصریح ہے کہ فرضیت درکنار دونوں سجدے بالاجماع رکنِ نماز ہیں۔

نص ثالث : مبسوط امام شیخ الاسلام پھر حلیہ میں دو سجدے فرض ہونے کی حکمت بیان فرمائی :

ھذا مارُوی فی الاخبارات اللہ تعالٰی لما اخذ المیثاق من ذریۃ اٰدم علیہ الصلٰوۃ والسلام حیث قال عزوجل واذ اخذ ربك من بنی اٰدم من ظھورھم ذریتھم الاٰیۃ امرھم بالسجود تصدیقا لما قال فسجد المسلمون کلھم وبقی الکفار فلما رفع المسلمون رؤسھم ورأوا الکفار لم یسجدوا فسجدوا ثانیا شکرا لما وفقھم اللہ تعالٰی علی السجود الاول فصار المفروض سجدتین لھذا والرکوع مرۃ۔[1]

یہ اس بنا پر ہے جو روایات میں ہے کہ اللہ تعالٰی نے جب اولادِ آدم علیہ الصلٰوۃ والسلام سے عہد لیا جس کا ذکر اللہ تعالٰی نے اس آیت میں کیا ہے : اور یاد کرو اس وقت کو جب اے حبیب ! آپ کے رب نے بنی آدم سے ان کی پشتوں میں ان کی اولاد سے عہد لیا الآیۃ، تو انھیں بطور تصدیق کے سجدے کا حکم دیا تو اللہ کے حکم پر تمام مسلمان سجدہ ریز ہوگئے لیکن کافر کھڑے محروم رہ گئے، جب مسلمانوں نے سجدے سے سر اٹھایا اور دیکھا کہ کفار نے سجدہ نہیں کیا تو وہ دوبارہ اللہ تعالٰی کا شکر ادا کرتے ہوئے سجدہ ریز ہوگئے کہ اللہ تعالٰی نے انھیں سجدہ اوّل کی توفیق دی، لہذا نماز میں دو سجدے فرض و لازم ہوگئے اور رکوع ایک ہی رہا۔ (ت)

نص رابع : مراقی الفلاح میں تھا :

یفترض السجود[2] (سجدہ فرض کیا گیا ہے۔ ت)

علامہ طحطاوی نے حاشیہ میں فرمایا :

المراد منہ الجنس ای السجدتان[3] (مراد اس سے جنسِ سجدہ یعنی دو سجدے ہیں۔ ت)

نص خامس : درر الحکام شرح غرر الاحکام للعلامہ مولٰی خسرو میں ہے :

فان قیل فرضیۃ الرکوع والسجود ثبتت بقولہ تعالٰی ارکعوا واسجدوا والامر لایوجب التکرار

اگر یہ سوال ہو کہ رکوع و سجود کی فرضیت اللہ تعالٰی کے اس فرمان سے ثابت ہے ارکعوا واسجدوا (رکوع کرو اور سجدہ کرو)

---

[1] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

[2] مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی باب شروط الصلٰوۃ مطبوعہ نور محمد تجارت کتب کراچی ص ۱۲۵

[3] حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح " " " " " " "

marfat.com

ولذا لم یجب تکرار الرکوع فبماذا ثبت فرضیة تکرار السجود (ولماذا تکرر) قلنا قد تقرر ان آیة الصلاة مجملة وبیان المجمل قد یکون بفعل الرسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وقد یکون بقولہ وفرضیة تکرارہ تثبت بفعلہ المنقول عنہ تواترا اذ کل من نقل صلاة الرسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نقل تکرار سجودہ۔[1]

یہ امر ہے اور امر تکرار کا تقاضا نہیں کرتا۔ یہی وجہ ہے کہ رکوع میں تکرار ثابت نہیں تو تکرار سجود کس سے ثابت ہے، جب تکرار ثابت ہوگیا تو ہم جواباً کہیں گے کہ یہ بھی ثابت ہے کہ نماز والی آیت مجمل ہے اور مجمل کا بیان کبھی حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے عمل سے ہوتا ہے اور کبھی قول سے، تکرار سجود کی فرضیت متواترًا آپ کے عمل سے ثابت ہے کیونکہ جس نے بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کو نقل کیا ہے اس نے یہ ضرور بیان کیا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہر رکعت میں دو سجدے فرماتے تھے۔ (ت)

نص سادس: نقایہ میں تھا:

فرضھا التحریمة (الٰی قولہ) والسجود۔[2]

نماز کا فرض تکبیر تحریمہ ہے (آگے چل کر کہا) اور سجدہ بھی۔ (ت)

جامع الرموز میں ہے:

ای السجدتان فان اسم الجنس یدل علی العدد الخ۔[3]

یعنی دو سجدے کیونکہ اسم جنس عدد پر دلالت کرتا ہے الخ (ت)

نص سابع: اسی کے واجبات میں ہے:

(ورعایة الترتیب) بین ارکان کل رکعة فوجب ان یکون السجود بعد الرکوع والسجدة الثانیة بعد الاولٰی۔[4]

(اور رعایت ترتیب) ہر رکعت کے ارکان کے درمیان پس اس سے ثابت ہوا کہ سجدہ رکوع کے بعد ہوگا اور دوسرا سجدہ پہلے کے بعد ہوگا۔ (ت)

یہاں سے بھی ظاہر کہ دونوں سجدے رکن ہیں۔

---

[1] درر الحکام شرح غرر الاحکام باب صفة الصلوٰة مطبوعہ احمد کامل الکائنہ در سعادت مصر ۱/۷۳

[2] مختصر الوقایة فی مسائل الہدایة کتاب الصلوٰة نور محمد کارخانہ بازار کراچی ص ۱۳، ۱۴

[3] جامع الرموز " " " " " " ۱/۱۴۰

[4] " " " " " " " " ۱/۱۴۲

marfat.com

نص ثامن : فتح اللہ المعین للعلامۃ السید ابی السعود الازہری میں ہے :

السجدتان (لانہما) فرضان فی کل رکعۃ[1] — کیونکہ دو سجدے ہر رکعت میں دونوں سجدے فرض ہیں۔ (ت)

نص تاسع : علامہ شرنبلالی اپنے متن نور الایضاح اور اس کی شرح میں فرماتے ہیں :

(و) یفترض (العود الی السجود) الثانی لان السجود الثانی کالاول فرض باجماع الامۃ[2] — (اور) فرض ہے (لوٹنا سجدہ کی طرف) یعنی دوسرے سجدے کی طرف کیونکہ دوسرا سجدہ پہلے کی طرح ہی فرض ہے اور اس پر امت کا اجماع ہے (ت)

نص عاشر : مجتبٰی شرح قدوری پھر ہندیہ میں ہے :

السجود الثانی (فرض) کالاول باجماع الامۃ[3] — اس پر اجماعِ اُمت ہے کہ دوسرا سجدہ پہلے کی طرح فرض ہے۔ (ت)

ہدایہ کی طرف اس زعم باطل و وہم عاطل کی نسبت تو محض غلط و بے منشا ہے اور شرح وقایہ سے یہ مطلب سمجھنا عدم تدبر و سوءِ فہم سے پیدا ہوا امام صدر الشریعۃ کی عبارت یہ ہے :

فی الہدایۃ ومراعاۃ الترتیب فیما شرع مکررا من الافعال، وذکر حواشی الہدایۃ نقلا عن المبسوط کالسجدۃ فانہ لوقام الی الثانیۃ بعد ماسجد سجدۃ واحدۃ قبل ان یسجد الاخری یقضیہا ویکون القیام معتبرا لانہ لم یترک الا الواجب[4] — ہدایہ میں ہے ان افعال میں رعایت ترتیب واجب ہے، جن میں تکرار مشروع ہُوا ہے، اور حواشی ہدایہ میں مبسوط کے حوالے سے مذکور ہے مثلاً سجدہ پس اگر نمازی دوسری رکعت کی طرف صرف ایک سجدہ کے بعد کھڑا ہوا اور دوسرا سجدہ نہیں کیا تو اس سجدہ کی قضا کرے اور اس کا قیام معتبر ہوگا کیونکہ نمازی نے صرف واجب (یعنی ترتیب) کو چھوڑا ہے (ت)

قلت فہم نے یہ سمجھا یا کہ لم یترک الا الواجب (اس نے واجب ہی ترک کیا ہے۔ ت) میں واجب سے

---

[1] فتح اللہ المعین باب صفۃ الصلوٰۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۶۹
[2] مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی باب شروط الصلوٰۃ مطبوعہ نور محمد تجارت کتب کراچی ص ۱۲۷
[3] فتاوٰی ہندیۃ الفصل الاول فی فرائض الصلوٰۃ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۷۰
[4] شرح الوقایۃ باب صفۃ الصلوٰۃ مطبوعہ المکتبۃ الرشید دہلی ۱/۱۶۱

marfat.com

سجدہ ثانیہ مراد ہے حالانکہ یہ واضح الفساد ہے سجدہ ثانیہ کو تو فرمادیا یقضیھا (اس سجدہ ثانیہ کی قضا کرے ت) آگے فرمایا ویکون القیام معتبرا (اس کا قیام معتبر ہے۔ ت) جب سجدہ ثانیہ مراد ہو حالانکہ اس کی تو قضا کر چکا پھر سجدہ متروک کب ہوا موخر ہوا' ترک و تاخیر میں جو فرق ہے ہر عامی پر روشن ہے ترکِ فرض مبطلِ صلاۃ ہے اور تاخیر موجب سجودِ سہو بلکہ واجب سے مراد ترتیب ہے کہ بوجہ تاخیر سجدہ ثانیہ و تقدیم قیام ترتیب متروک ہوئی یہ خود نفس کلام سے واضح ہے کہ یہاں گفتگو واجب ترتیب میں ہے ابتدا میں بشمار واجبات فرمایا تھا "ورعایۃ الترتیب فیما تکرر" کلام مذکور کے بعد فرمایا:

اقول قولہ "فیما تکرر" لیس قیدا یوجب نفی الحکم عما عداہ فان مراعاۃ الترتیب فی الارکان التی لاتتکرر فی رکعۃ واحدۃ کالرکوع ونحوہ واجبۃ ایضا[1]۔

میں کہتا ہوں اس کا قول فیما تکرر (وہ افعال جن میں تکرار ہے) یہ ایسی قید نہیں جو دوسروں کی نفی کرے کیونکہ رعایت ترتیب ان افعال میں بھی واجب ہے جو ایک رکعت میں متعدد نہیں ہوتے مثلاً رکوع وغیرہ (ت)

اخیر میں اس تمام کلام پر تفریع فرمائی فعلم ان رعایۃ الترتیب واجبۃ مطلقا[2] (پس واضح ہوگیا کہ رعایت ترتیب مطلقاً واجب ہے۔ ت)

دیگر علمائے کرام نے مراد کو خوب واضح کردیا کہ ترتیب ہی کو واجب کہا گیا نہ کہ سجدہ ثانیہ کو علامہ اکمل الدین بابرتی شرح ہدایہ میں فرماتے ہیں:

(مراعاۃ الترتیب فیما شرع مکررا) یعنی فی الرکعۃ الواحدۃ کالسجدۃ الثانیۃ من الرکعۃ الاولی فان ترکہا ساھیا وقام واتم صلاتہ ثم تذکر فان علیہ ان یسجد السجدۃ المتروکۃ ویسجد للسھو لترک الترتیب[3]۔

(متکرر افعال میں رعایت ترتیب مطلقاً واجب ہے) یعنی رکعت واحدہ میں مثلاً پہلی رکعت کا دوسرا سجدہ، جس نے اسے بھول کر چھوڑ دیا اور دوسری رکعت کی طرف کھڑا ہوگیا اور نماز پوری کرنے کے بعد متروکہ سجدہ یاد آیا تو اس پر لازم ہے کہ پہلے متروکہ سجدہ کرے پھر سجدۂ سہو کرے کیونکہ ترتیب باقی نہ رہی۔ (ت)

حلیہ میں ہے:

لوترک السجدۃ الثانیۃ من الرکعۃ الاولی

اگر بھول کر پہلی رکعت کا دوسرا سجدہ چھوڑ کر دوسری

---

[1] شرح الوقایۃ باب صفۃ الصلوٰۃ مطبوعہ المکتبۃ الرشید دہلی ۱/ ۱۶۱

[2] " " " " " ۱/ ۱۶۲

[3] العنایۃ مع فتح القدیر باب صفۃ الصلوٰۃ مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۲۴۴

marfat.com

سهوا وقام الى الركعة الثانية ثم تذكرها فى اٰخر صلاته لوتفسد صلاته بل يسجد المتروكة ثم يسجد للسهو لترك الترتيب لان ترك الواجب الاصلى ساهيا يوجب سجود السهو بالاتفاق۔[1]

رکعت کا قیام کیا پھر آخر نماز میں (متروکہ سجدہ) یاد آگیا تو اس کی نماز فاسد نہ ہوگی بلکہ پہلے چھوڑا ہوا سجدہ کرے پھر ترکِ ترتیب کی وجہ سے سجدہ سہو کرے کیونکہ واجب اصل کو بھول کر چھوڑنے سے بالاتفاق سجدہ سہو لازم آتا ہے (ت)

جوہرۂ نیرہ میں ہے:

لوترك السجدة الثانية من الركعة الاولى ساهيا وقام وصلى تمام صلاته ثم تذكرها فعليه ان يسجد المتروكة ويسجد للسهو لترك الترتيب فيما شرع مكررا۔[2]

اگر پہلی رکعت کا دوسرا سجدہ بھول کر چھوڑ دیا اور دوسری رکعت کے لئے کھڑا ہوگیا آخر میں نماز پوری کرنے پر متروکہ سجدہ یاد آیا تو اس پر لازم ہے پہلے متروکہ سجدہ ادا کرے پھر سجدہ سہو کرے کیونکہ ان افعال میں ترتیب متروک ہوگئی جو متکرر مشروع ہوئے تھے (ت)

فتح القدیر و غنیہ شرح منیہ و بحر الرائق و حاشیۃ الشلبی علی تبیین الحقائق وغیرہا کتب کثیرہ میں ہے:

وهذا لفظ الغنية مختصرا اعلم ان المشروع فرضا فى الصلاة اربعة انواع ما يتحد فى كل الصلاة كالقعدة او فى كل ركعة كالقيام و الركوع وما يتعدد فى كلها كالركعات او فى كل ركعة كالسجود فالترتيب شرط بين مايتحد فى كل الصلاة وبين جميع ماسواه من الثلثة الاخرى حتى لوتذكر بعد القعدة قبل السلام او بعده قبل ان ياتى بمناف ركعة او سجدة صلبية او سجدة تلاوة فعلها و اعاد القعدة وسجد للسهو[3] والترتيب بين

یہ اختصاراً غنیہ کے الفاظ ہیں نماز میں مشروع فرائض چار انواع کے ہیں، ایک وُہ جو پوری نماز میں ایک ہو مثلاً قعدہ، یا پُوری رکعت میں ایک ہو جیسے قیام و رکوع۔ اور کچھ وُہ ہیں جو پوری نماز میں متعدد ہیں مثلاً رکعتیں۔ یا پُوری رکعت میں متعدد ہوں جیسے سجود، بہرحال وُہ فرض جو پُوری نماز میں ایک ہو اور اس کے ماسوا مذکورہ تینوں انواع کے درمیان ترتیب شرط ہے حتی کہ قعدہ کے بعد سلام سے پہلے یا بعد بشرطیکہ ابھی اس نے نماز کے منافی کوئی عمل نہ کیا ہو کسی کو متروکہ رکعت یا چھوڑا ہوا سجدۂ نماز یا سجدۂ تلاوت یاد آگیا تو پہلے

---

[1] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

[2] الجوہرۃ النیرۃ   باب صفۃ الصلوٰۃ   مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان   ۱/ ۵۹

[3] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی   واجبات الصلوٰۃ   مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور   ص ۲۹۷

marfat.com

ما یتکرر فی کل رکعة کالسجود وبین ما بعدہ
واجب حتی لو ترك سجدة من رکعة ثم تذکرھا
فیما بعدھا من قیام او رکوع او سجود فانہ
یقضیھا ولا یقضی ما فعلہ قبل قضائھا مما ھو
بعد رکعتھا من قیام او رکوع او سجود بل
یلزمہ سجود السھو فحسب لکن اختلف فی
لزوم قضاء ما تذکر فقضاھا فیہ کما لو تذکر
وھو راکع او ساجد انہ لم یسجد فی الرکعة
التی قبلھا فانہ یسجدھا وھل یعید الرکوع
او السجود المتذکر فیہ ففی الھدایة انہ
لا یجب اعادتہ بل تستحب معللا بان
الترتیب لیس بفرض بین ما یتکرر من
الافعال وفی فتاوی قاضی خان انہ یعیدہ و
لو لم یعدہ فسدت صلاتہ معللا بانہ ارتفض
بالعود الی ما قبلہ من الارکان لانہ قبل
الرفع منہ یقبل الرفض بخلاف ما لو تذکر
السجدة بعد ما رفع من الرکوع لانہ بعد
ما تم بالرفع لا یقبل الرفض [1]

اسے بجا لائے پھر قعدہ لوٹائے اور سجدۂ سہو کرے (اس طرح نماز ہوجائے گی) اور پوری رکعت میں جو مکرر افعال ہیں مثلاً سجود میں، اور ان کے بعد والے افعال میں ترتیب لازم ہے حتی کہ اگر کسی نے ایک رکعت کا سجدہ ترک کردیا اور بعد میں قیام، رکوع یا سجدہ میں یاد آیا تو سجدہ کو قضا کرے اور اسکی قضا سے پہلے اور اس سجدہ والی رکعت کے بعد جو کچھ قیام، رکوع یا سجدہ کرلیا ہے اس کا اعادہ نہ کرے بلکہ آخر میں صرف سجدۂ سہو کرے کافی ہے لیکن چھوٹا ہوا سجدہ جس رکن میں قضا کیا مثلاً رکوع یا سجدہ میں چھوٹا ہوا سجدہ یاد آیا تو وہاں اس نے وہ سجدہ قضا کرلیا تو کیا یہ رکوع یا سجدہ قضا کرنا پڑے گا یا نہیں اس میں اختلاف ہے، تو ھدایہ میں ہے کہ اس رکن کا اعادہ واجب نہیں ہے بلکہ مستحب ہے انہوں نے وجہ یہ بیان کی ہے کہ تکرار والے افعال میں ترتیب فرض نہیں ہے۔ اور فتاوی قاضی خان میں ہے کہ اس رکن کا اعادہ ضروری ہے، اگر اعادہ نہ کیا نماز فاسد ہوجائے گی۔ انھوں نے وجہ یہ بیان کی ہے کہ اس رکن کو چھوڑ کر ما قبل کی طرف لوٹنے سے وہ رکن (درمیان میں چھوٹ گیا اور مکمل نہ ہوا) کیونکہ رکن کو مکمل کرکے اُٹھنے سے پہلے وہ مکمل نہیں ہوتا بخلاف جبکہ رکن کو مکمل کرکے اُٹھنے کے بعد چھوٹا ہوا سجدہ یاد آئے اور قضا کرے تو رکوع کا اعادہ ضروری نہیں کیونکہ رکوع سے اٹھنے پر رکوع مکمل ہوگیا تو اب رکوع کے چھوٹنے کا احتمال نہ رہا۔ (ت)

اب ان عبارات میں اُس فائدے کے علاوہ دو فائدہ زائدہ ہیں ایک سجدہ کو فرض مکرر کہنا، معلوم ہوا کہ دونوں سجدے فرض ہیں، دوم وہ تعلیل کہ جب پہلی رکعت میں ایک سجدہ بھول گیا اور مثلاً دوسری کے رکوع میں یاد آیا کہ معاً اس کی

---

[1] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی واجبات الصلوٰۃ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۲۹۷

marfat.com

قضا کرلی تو اس رکوع کا پھر اعادہ کرے کہ رکن سابق کی طرف عود کرنے سے یہ رکوع کان لم یکن یعنی کالعدم ہوگیا۔ معلوم ہوا کہ سجدہ ثانیہ صرف فرض ہی نہیں بلکہ رکن ہے اور ہدایہ میں جو اس رکوع کا اعادہ صرف مستحب جانا اور یہی راجح ہے اس کی وجہ یہ فرمائی کہ جو فرض ایک رکعت میں مکرر ہے یعنی سجدہ اُس میں اور اس کے بعد فرائض مثلاً قیام و رکوع و سجود رکعت آئندہ میں ترتیب فرض نہیں صرف واجب ہے کہ اس کے ترک کی تلافی بسجدۂ سہو حاصل، غرض مسئلہ آفتاب کی طرح روشن ہے مقدس مدرسین سے بنظر خیر خواہی گزارش کہ فرض قطعی و اجماع اُمت کا انکار سہل نہیں لہذا اگر مناسب جانیں کلمہ اسلام و نکاح کی تجدید فرمالیں آئندہ احتیاط و ما التوفیق الا باللہ العزیز الغفار۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۱۰ مرسلہ مظہر حسین امام مسجد گول بازار ضلع بلاسپور۔ سی۔ پی۔ دکان شیخ سلیمان عمر صاحب جنرل مرچنٹ
۲۷ محرم ۱۳۳۰ھ

زید نماز میں صرف بحالتِ رکوع و سجود الصاق کعبین کرتا ہے عمرو کہتا ہے کہ یہ فعل وہابیوں کا ہے حرام ہے اور واجب الترک ہے حنفی لوگ اس فعل کو جائز سمجھیں یا مکروہ تحریمی؟

الجواب

حاشا للہ نہ یہ فعل وہابیہ کا ہے نہ حرام نہ واجب الترک بلکہ رکوع میں الصاق کعبین غنیہ شرح منیہ و جامع الرموز و مجتبٰی شرح قدوری و بحرالرائق و درمختار و حاشیہ حموی و فتح اللہ المعین و طحطاوی علی مراقی الفلاح و علی درمختار وغیرہا میں سنت لکھا۔ وقد ذکرنا نصوصہا جمیعاً فی فتاوٰنا (ہم نے ان سب کی عبارات و نصوص کو اپنے فتاوٰی میں ذکر کیا ہے۔ ت) دُرمختار میں ہے:

سننہا تکبیر الرکوع والتسبیح فیہ ثلاثا و الصاق کعبیہ[1] نماز کی سنتیں تکبیر رکوع اس میں تین مرتبہ تسبیح اور ٹخنوں کا متصل کرنا ہے۔ (ت)

اسی کی صفۃ الصلاۃ میں ہے:

یفرج اصابعہ ویسن ان یلصق کعبیہ[2] انگلیاں کُشادہ رکھے، اور ٹخنوں کا ملانا سنت ہے۔ (ت)

اور سجدہ میں الصاق کعبین کو علامہ سید ابومسعود ازہری نے حواشی کنز میں سنت بتایا۔ سنن میں فرمایا:
الصاق کعبیہ فی السجود سنۃ[3] (سجود میں ٹخنوں کو ملانا سنت ہے۔ ت)

---

[1] دُرمختار باب صفۃ الصلوٰۃ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/ ۷۳
[2] ؎ ؎ ؎ ۱/ ۷۵
[3] فتح اللہ المعین مبحث سنن الصلاۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۱۷۷

marfat.com

صفۃ الصلاۃ میں فرمایا:

کما یسن الصاق الکعبین فی الرکوع فکذا فی السجود ایضا۔[1]

جیساکہ رکوع میں ٹخنوں کا ملانا سنّت ہے اسی طرح سجدہ میں بھی سنّت ہے۔ (ت)

ہاں دربارۂ سجود یہ صرف انھیں کا بیان ہے اگرچہ علامہ طحطاوی نے اُن کا اتباع کیا اور شرح علائی کا حوالہ سہواً واقع ہُوا اس میں صرف دربارۂ رکوع مذکور ہے اور علامہ شامی نے جو اس کی توجیہ فرمائی محلِ کلام ہے۔ طحطاوی علی الدر میں ہے:

قولہ یسن ان یلصق الخ ای فی الرکوع والسجود ابوالسعود۔[2]

اس کا قول "یسن ان یلصق" الخ (الصاق سنّت ہے یعنی رکوع اور سجدہ میں، ابوالسعود۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

قال السید ابوالسعود وکذا فی السجود (ایضا) وسبق فی السنن ایضا اھ والذی سبق ھو قولہ الصاق کعبیہ فی السجود سنۃ، در اھ ولایخفی ان ھذا اسبق نظر فان شارحنا لم یذکر ذلک لا فی الدرالمختار ولا فی الدر المنتقی ولو ارہ لغیرہ ایضا فافھم نعم ربما یفھم ذلک من انہ اذا کان السنۃ فی الرکوع الصاق الکعبین ولم یذکروا تفریجھما بعدہ فالاصل بقاؤھما ملتصقین فی حالۃ السجود ایضا تأمل[3] اھ ما فی الشامی و رأیتنی کتبت علیہ ما نصہ (اقول) تاملنا فلم نجدہ وافیا فان الحرکۃ الانتقالیۃ

سیدابوالسعود کہتے ہیں اسی طرح سجود میں بھی، اور بیانِ سُنن میں بھی گزر چکا ہے اور گزرے ہُوئے قول کے الفاظ یہ ہیں کہ سجدہ میں الصاقِ کعبین سنّت ہے در واضح رہے کہ ان کے اس قول (جو پیچھے گزرچکا ہے) نظر کی خطا ہے کیونکہ ہمارے شارح نے اسے نہ تو درمختار میں ذکر کیا اور نہ ہی در منتقی میں، اور میں نے کسی غیر کی عبارت میں بھی یہ نہیں دیکھا اسے سمجھو، ہاں اکثر اوقات اس سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ جب رکوع میں ٹخنوں کا ملانا سنّت ہے اور اس کے بعد ان کا کشادہ رکھنا انہوں نے بیان نہیں کیا تو اصل یہی ہے کہ حالتِ سجود میں بھی ٹخنے متصل ہی رہیں، غور سے سمجھ لو اھ شامی کا حاشیہ ختم۔ اور مجھے یاد پڑتا ہے کہ میں نے بھی شامی

---

[1] فتح المعین — فصل واذا اراد الدخول فی الصلٰوۃ الخ — مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی — ۱/۱۸۹

[2] حاشیۃ الطحطاوی علی الدرالمختار — " " — دارالمعرفۃ بیروت — ۱/۲۲۰

[3] ردالمحتار — باب صفۃ الصلٰوۃ — مطبوعہ مصطفی البابی مصر — ۱/۳۶۴

marfat.com

الی السجود ان خلی فیہا الطبع اتی بالتفریج الا ان یحافظ علی الالصاق بالقصد، لخاص و مثل ھذا لایحتاج الی البیان بل الاختصاص علی ذکرہ فی الرکوع دلیل علی انہ لا یطلب الا فیہ والا لذکرہ فی السجود ایضا فاعرفہ فان الامر واضح۔[1]

پر کچھ لکھا ہے جس کے الفاظ یہ ہیں (اقول) ہم نے تأمل کیا مگر ہم کاملاً اس مسئلہ کو نہ پاسکے کیونکہ حرکت انتقال سجدہ کی طرف اگر طبعاً و فطرتاً ہو تو اس صورت میں کشادگی ہوگی مگر اس صورت میں جب اتصال کا خصوصی اہتمام کیا جائے اور اس طرح کے مسائل کے بیان کی احتیاج نہیں بلکہ صرف رکوع میں اس کا تذکرہ ہونا دلیل ہے کہ صرف اسی میں اس کا مطالبہ ہے ورنہ اس کا تذکرہ سجدہ میں بھی کیا جاتا، اسے جان لے کیونکہ معاملہ واضح ہے (ت)

اور بعض متاخرین علمانے دربارہ رکوع بھی سنیت میں کلام کیا،

ولہ فی ذلک رسالۃ عندی واقصی مایقال ھنا ان عامۃ کتب المذھب خالیۃ عنہ وانما بینہ الزاھدی والباقون انما تبعوہ و قد بینت فی کتابی "کفل الفقیہ الفاھم" ان الغرابۃ لاتندفع بکثرۃ الناقلین اذا لم یکن مرجعھم الا واحدا لاسیما مثل الزاھدی۔

اس مسئلہ سے متعلق میرے پاس ایک رسالہ ہے، زیادہ سے زیادہ جو کہا جاسکتا ہے وہ یہ ہے کہ عامہ کتب مذہب اس سے خالی ہیں صرف زاہدی نے اسے بیان کیا اور باقی فقہاء نے ان کی اتباع کی ہے اور میں نے اپنی کتاب "کفل الفقیہ الفاہم" میں یہ بیان کیا ہے کہ کثرت ناقلین کی وجہ سے غرابت ختم نہیں ہوجاتی جبکہ ان سب کا مرجع ایک ہو خصوصاً زاہدی جیسا آدمی (ت)

بہرحال اسے حرام و فعل وہابیہ کہنا نادانی ہے، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۴۱: مسئولہ از نجیب آباد ضلع بجنور ۷ ذی الحجہ ۱۳۲۹ھ

نماز میں سبحانک اللھم پڑھنا فرض ہے یا واجب، مقتدی سبحان ختم نہ کرنے پایا تھا کہ امام نے قرأت شروع کردی اس کو ناتمام چھوڑ کر خاموش ہوجانا پڑے یا فوراً ختم کرکے خاموش ہوجانا چاہئے، ایک وہابی واعظ نے سبحنک اللھم کے بارہ میں ایک شخص سے یہ مسئلہ بیان کیا کہ اگر امام نے قرأت شروع کردی ہو اور اب کوئی شخص اگر جماعت میں شامل ہو تو اس کو چاہئے کہ سبحنک اللھم اس طرح پڑھے کہ جہاں جہاں امام سانس لینے کی غرض سے ذرا بھی رُکے اس وقت ایک ایک کلمہ بول کر کے سبحنک اللھم کو پڑھ لیا جائے مثلاً جب اول مرتبہ رُکا تو فوراً کہے سبحانک اللھم پھر جب دوسری مرتبہ ٹھہرا تو کہے وبحمدک پھر جب تیسری بار سانس لے تو کہنا چاہئے وتبارک اسمک غرض اسی طرح ختم کرلیا جائے ایسا ہر نماز میں کرسکتے ہیں مگر مغرب میں خواہ پہلی رکعت میں شامل ہو یا دوسری میں سبحنک اللھم تیسری رکعت میں اور عشاء

[1] جدالممتار کتاب الصلوۃ المجمع الاسلامی مبارکپور ہند ۲۴۳/۱

marfat.com

میں تیسری یا چوتھی رکعت میں بھی پڑھ سکتے ہیں خواہ دوسری ہی رکعت میں شامل ہوں، کیا یہ طریقہ ٹھیک ہے؟ بغیر سبحٰنک اللّٰھم کے نماز ہو جاتی ہے یا نہیں؟

الجواب

سبحٰنک اللّٰھم اسی وقت پڑھ سکتے ہیں کہ امام قراءت باآواز شروع نہ کرلے جب قراءت جہری شروع کر دی اب خاموش رہنا اور سننا فرض ہے، وہ جو وہابی نے بتایا کہ امام کی ٹھہرنے کی جگہ ایک ایک دو دو لفظ کہہ کر پورا کرے ضعیف و غیر مختار، اور وہ جو استثناء کیا کہ ایسا ہر نماز میں کرسکتے ہیں مگر مغرب میں نہیں یہ محض باطل اور اس کی اپنی ایجاد ہے جس روایت ضعیفہ میں یہ طریقہ ہے اس میں مغرب میں بھی ایسا ہی ہے اور مذہب صحیح میں کہ اس کی اجازت نہیں فجر و مغرب و عشا کسی میں ایسا نہیں اور اس کا یہ کہنا بھی محض غلط ہے کہ جو دوسری رکعت میں شامل ہوا ہو وہ تیسری یا چوتھی میں سبحٰنک پڑھ سکتا ہے، سبحٰنک اللّٰھم کی جگہ ابتدائے نماز ہے جب دوسری میں ملا تو تیسری یا چوتھی ابتدائے نماز کب ہے کہ اس میں سبحٰنک پڑھے، ہاں وہ جو ایک رکعت اس کی رہ گئی بعد سلام امام جب اسے پڑھنے کھڑا ہوا اس کی ابتدا میں پڑھے یہ اس کی پہلی رکعت ہے سبحٰنک پڑھنا سنت ہے بغیر اس کے نماز ہو جاتی ہے مگر بلاضرورت ترکِ سنت کی اجازت نہیں اور عادت ڈالنے سے گناہگار ہوگا اور جو مثلاً پہلی رکعتِ جہریہ میں ملا اور قراءت شروع ہو جانے کے باعث سبحٰنک نہ پڑھ سکا اس پر کوئی الزام نہیں کہ اس نے یہ ترک ادائے فرض خاموشی کے لئے بحکم شرع کیا واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۲۱۲ از موضع منصور پور متصل ڈاک خانہ قصبہ شیش گڑھ تحصیل بہیڑی ضلع بریلی مرسلہ محمد شاہ خاں ۲۹ محرم الحرام ۱۳۳۲ھ۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس باب میں کہ دونوں سجدوں کے درمیان میں اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِیْ وَارْحَمْنِیْ وَاھْدِنِیْ (اے اللہ! مجھے بخش دے، مجھ پر رحم فرما اور مجھے ہدایت فرما۔ ت) پڑھنا چاہیے امام کو یا مقتدی کو یا دونوں کو یا امام و مقتدی بلا اس کے پڑھے دونوں سجدے ادا کریں۔

الجواب

اللّٰھم اغفر لی کہنا امام و مقتدی و منفرد سب کو مستحب ہے اور زیادہ طویل دعا سب کو مکروہ، ہاں منفرد کو نوافل میں مضائقہ نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۲۱۳ از امرتسر دفتر پولیس مرسلہ عبدالعزیز ہیڈ کانسٹیبل ۲۷ صفر المظفر ۱۳۳۲ھ

بعد سلام علیک حضور کی خدمت میں میری عرض یہ ہے کہ مجھے درود شریف جو نماز میں پڑھا جاتا ہے،

marfat.com

اُس کی یا کسی دوسرے درود شریف کی جو سب درودوں سے افضل ہو اجازت فرمائیں مجھے درود شریف یا کلمہ شریف یا استغفار پڑھنے کا نہایت شوق ہے خدا حضور کو اجر دے گا عام طور پر راستہ چلتا ہوں دیگر بازار وغیرہ جگہ میں بھی پڑھتا ہوں مجھے عام طور پر درود شریف ہر جگہ پڑھنے کی اجازت ہے یا نہیں، حضور برائے مہربانی تحریر فرمائیں میں ہر وقت وظیفہ رکھنا چاہتا ہوں یا آیت کریمہ کا یا کوئی دوسرا، یہ اس لئے کہ محبت خدا و رسول کی پورے طور پر حاصل ہو جائے، جناب مہربانی کر کے ضرور بالضرور جلد مجھے آگاہ کر دیں، درود شریف یا کلمہ شریف اور استغفار کی نسبت ضرور بالضرور تحریر فرمائیں، اِن شاء اللہ تعالیٰ تحریرِ حضور پر عملدرآمد ہو گا۔

الجواب

سب درودوں سے افضل درود وہ ہے جو سب اعمال سے افضل یعنی نماز میں مقرر کیا گیا ہے درود شریف راہ چلتے بھی پڑھنے کی اجازت ہے جہاں نجاست پڑی ہے وہاں رُک جائے اور بہتر یہ ہے کہ ایک وقت معین کر کے ایک عدد مقرر کر لے کہ اُس قدر باوضو دو زانو ادب کے ساتھ مدینہ طیبہ کی طرف منہ کر کے روزانہ عرض کیا کرے جس کی مقدار سَو بار سے کم نہ ہو زیادہ جس قدر نبھا سکے بہتر ہے علاوہ اس کے اٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے باوضو بے وضو ہر حال میں درود جاری رکھے اور اس کے لئے بہتر یہ ہے کہ ایک صیغۂ خاص کا پابند نہ ہو بلکہ وقتاً فوقتاً مختلف صیغوں سے عرض کرتا رہے تاکہ حضورِ قلب میں فرق نہ ہو، درود شریف اور کلمہ طیبہ اور استغفار ان سب کی کثرت نہایت محبوب مطلوب ہے کلمہ طیبہ کو افضل الذکر فرمایا اور یہ کہ اللہ عزوجل تک اُس کے پہنچنے میں کوئی روک نہیں اور استغفار کے لئے فرمایا شادمانی ہے اُسے جو اپنے نامۂ اعمال میں استغفار بکثرت پائے اور اپنے تمام اوقات کو درود شریف میں صرف کر دینے کو فرمایا کہ ایسا کرے گا تو اللہ تیرے سب کام بنا دے گا اور تیرے گناہ معاف فرما دے گا واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۴۱۴ تا ۱۴۱۷ از کاہنور ضلع روہتک محلہ سیبان مرسلہ بھورے خاں ۱۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۶ھ

(۱) امام کے پیچھے مقتدی سُورۂ فاتحہ پڑھے یا نہ پڑھے؟

(۲) آمین باآوازِ بلند کہنا درست ہے یا نہیں؟

(۳) بجائے بیس رکعت تراویح کے آٹھ رکعت پڑھے تو درست ہے؟

(۴) بجائے تین وتر کے ایک وتر پڑھنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب

(۱) مقتدی کو قرآن مجید پڑھنا مطلقاً جائز نہیں، اللہ عزوجل فرماتا ہے:

واذا قریٔ القراٰن فاستمعوا لہ وانصتوا اور جب قرآن پڑھا جائے تو اسے غور سے سُنو اور

marfat.com

لعلکم ترحمون[1] — خاموش رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔ (ت)

نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں،

انما جعل الامام لیؤتم بہ فاذا کبر فکبروا واذا قرأ فانصتوا[2] — امام اس لئے بنایا جاتا ہے کہ اس کی اتباع کی جائے جب تکبیر کہے تم تکبیر کہو جب قرأت کرے تو خاموش رہو۔ (ت)

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں:

"مجھے تمنّا ہے کہ جو امام کے پیچھے پڑھے اس کے منہ میں آگ ہو۔"

عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰے عنہما فرماتے ہیں:

"قدرت پاتا تو اس کی (امام کے پیچھے پڑھنے والے کی) زبان کاٹ دیتا۔" واللہ تعالٰی اعلم

(۲) آمین بآوازِ بلند کہنا نماز میں مکروہ و خلافِ سنّت ہے، اللہ عزّوجل فرماتا ہے:

وادعوا ربکم تضرعا وخفیۃ[3] — تم اپنے رب کو عاجزی اور تواضع سے آہستہ آہستہ پکارو۔ (ت)

نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

واذا قال ولا الضالین فقولوا اٰمین فان الامام یقولھا[4]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ — جب امام ولا الضالین کہے تو تم آمین کہو کیونکہ امام اسے کہہ رہا ہے۔ (ت)

---

[1] القرآن ۷/۲۰۴

[2] مصنف ابن ابی شیبہ فی الامام یصلی جالسا مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۲/۳۲۶

[3] القرآن ۷/۵۵

[4] سنن النسائی جہر الامام بآمین مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ لاہور ۱/۱۱۳

نوٹ: حدیث شریف کے الفاظ سنن نسائی میں ابوہریرہ کے حوالہ سے یوں منقول ہیں:

اذا قال الامام غیر المغضوب علیھم ولا الضالین فقولوا اٰمین فان الملٰئکۃ تقول اٰمین وان الامام یقول اٰمین

اور فتح الباری جلد دوم مطبوعہ بیروت صفحہ ۲۱۹ میں یوں منقول ہیں،

اذا قال الامام ولا الضالین فقولوا اٰمین فان الملٰئکۃ تقول اٰمین وان الامام یقول اٰمین۔ الحدیث نذیر احمد سعیدی

marfat.com

(۳) تراویح بیس رکعت سنت مؤکدہ ہیں سنتِ مؤکدہ کا ترک بد ہے۔ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین عضوا علیها بالنواجذ۔[1]

تم پر میری اور میرے خلفاءِ راشدین کی سنت لازم ہے اسے اپنی ڈاڑھوں کے ساتھ مضبوطی سے تھام لو (ت)

دوسری حدیث میں ہے:

انه سیحدث بعدی اشیاء وان من احبها الی لما احدث عمر۔[2] واللہ تعالٰی اعلم

میرے بعد بہت سی اشیاء ایجاد ہوں گی ان میں سے مجھے وہ سب سے زیادہ پسند ہیں جو عمر ایجاد کریں گے۔ (ت)

(۴) ایک رکعت وتر خواہ نفل باطل محض ہے، حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا آخری فعل تین رکعت وتر ہے،

وانما یؤخذ بالاخر فهو الاخر من فعل رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم۔

آپ کے آخری عمر کے اعمال پر عمل کیا جاتا ہے اور آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا آخری عمل یہی ہے (ت)

اتنا یاد رہے کہ یہاں ان مسائل میں مخالفت کرنے والے غیر مقلدین وہابیہ ہیں جن پر بوجوہ کثیرہ ان کے ضلالہ کے سبب کفر لازم، جس کی قدرے تفصیل ہمارے رسالہ الکوکبة الشهابیة میں ہے وہ کہ مسلمان ہی نہیں انھیں ایسے فروعی مسائل اسلامی میں دخل دینے کا کیا حق، اُن سے تو اصول پر گرفت کی جائے گی کہ مقتدی فاتحہ پڑھے نہ پڑھے آمین جہر سے کہے یا آہستہ، تراویح آٹھ رکعت ہوں یا بیس، وتر ایک رکعت ہو یا تین۔ یہ تو سب اس پر موقوف ہیں کہ نماز بھی صحیح ہو جس کا اسلام صحیح نہیں اس کی نماز کیسے صحیح ہو سکتی ہے وہ ان مسائل میں اِس طرف عمل کرے تو اُس کی نماز باطل، اُس طرف عمل کرے تو باطل، پھر لایعنی فضول زق زق سے کیا فائدہ! اور مسلمان کو ہوشیار رہنا چاہیے کہ ان سے ملنا جائز، نہ اُن کی بات سُننی جائز، نہ اُن کے پاس بیٹھنا جائز۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

---

[1] سنن ابی داؤد باب فی لزوم السنة مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۲۷۹

[2] کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال، فضائل فاروق اعظم رضی اللہ عنہ، مکتبة التراث الاسلامی، مؤسسة الرسالة بیروت ۱۲/۵۸۷

نوٹ: حدیث کے الفاظ کنز العمال میں یوں منقول ہیں:

ان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم قال سیحدث بعدی اشیاء فاحبها الیّ ان تلزموا ما احدث عمر رضی اللہ عنه۔ نذیر احمد سعیدی

marfat.com

واما ینسینك الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظّٰلمین۔[1] اور جب کہیں تجھے شیطان بھلادے تو یاد آئے پر ظالموں کے پاس مت بیٹھ۔ (ت)

نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ایاکم و ایاھم لایضلونکم و لایفتنونکم۔[2] تم ان سے سخت بچو کہ نہ وہ تمہیں گمراہ کریں اور نہ ہی فتنہ میں ڈالیں (ت)

واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۱۸: از نرسنگڈھ سنٹرل انڈیا براہ سیہور مرسلہ میرزا محمد بیگ عرف محمد میاں صاحب وکیل ۸ شعبان ۱۳۳۷ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، حامداً و مصلیاً و مسلما۔ ہدیہ تسلیم باوفر التعظیم قبول ہو! مزاج عالی! الحمدللہ علٰی احسانہ راقم بخیریت دعاگوئے عافیت مزاج سامی ہے نرسنگڈھ میں انگریزی تعلیم کے ملحدانہ اثر کو بڑھتا ہوا دیکھ کر نیازمند نے اور یہاں کے مسلمانوں نے ایک مدرسہ اسلامی جاری کیا ہے فی الحال بیس روپے ماہوار کا ایک مدرس نوکر رکھا ہے جس وقت بہت سے لوگوں کی درخواست آئی تھی میں نے دیوبند کے متعلق درخواست بالکل نامنظور کی، ایک صاحب مولوی شفاعت رسول خلف مولوی عنایت رسول جو خود کو جناب کا شاگرد اور مرید کہتے ہیں صرف جناب سے نسبت رکھنے کے سبب یہاں مقرر کئے گئے ہیں مگر حیرت ہے ان کی بعض باتوں پر قرآن شریف بالکل صحیح نہیں پڑھ سکتے اور مجھ سے فرمانے لگے کہ میں نے سنا ہے کہ آپ اشارہ بسبابہ التحیات میں نہیں کرتے، میں نے کہا ہاں میں اشارہ نہیں کرتا ہوں، فرمانے لگے کہ مولوی احمد رضا خاں صاحب مدظلہ العالی تو اشارہ کرتے ہیں، میں نے کہا کہ مجھ کو یقین نہیں آسکتا کیونکہ الکوکبۃ الشھابیۃ میں اس کی مفصل بحث بحوالہ کتب امام ربانی موجود ہے چنانچہ جناب والا نے مجھ کو جب میں ۱۸۹۹ء میں حاضرِ خدمت ہوا تھا دو رسالے عطا فرمائے تھے اور میں نے وہ رسالہ مولوی شفاعت رسول کو دکھایا قاضی ریاض الدین جو مارہرہ شریف کے رہنے والے ہیں کہنے لگے بڑی حیرت کی بات ہے اگر مولوی احمد رضا خاں صاحب مدظلہ العالی انگلی سے اشارہ کرتے ہوں چنانچہ جناب والا کی خدمت اقدس میں مکلف ہوں کہ اس باب میں جناب والا کا کیا معمول ہے بوالپسی مستفید فرمائیں میں نے اس باب میں مولوی عبدالحی مرحوم کا رسالہ نفع المفتی و المسائل اور دیگر کتب مشکوٰۃ شریف و ہدایہ سب کو دیکھا ہے لیکن میں تو مقلد ہوں اور جمہور اُمت کا جس پر اجماع و اتفاق ہے وہی میرا مسئلہ مختار ہے

---

[1] القرآن ۶/ ۶۸

[2] صحیح مسلم باب النھی عن الروایۃ عن الضعفاء الخ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱/ ۱۰

marfat.com

جناب والا کے ارشاد سے اور مضبوطی ہوجائے گی اور یہ تعجب جو اجتماع نقیضین کے قبیل سے ہے رفع ہوجائیگا کہ جناب والا کتابوں میں ایسا لکھیں اور عمل اس کے خلاف ہو۔

الجواب

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، اشارہ ضرور سنت ہے۔ محرر مذہب سیدنا امام محمد رحمۃ اللہ تعالٰی نے فرمایا:

صنعہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فنصنع کما صنعہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وھو قول ابی حنیفۃ و اصحابنا[1]

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اشارہ فرمایا تو ہم بھی اشارہ کرتے ہیں جس طرح رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے کیا اور یہی مذہب امام اعظم ابوحنیفہ اور ہمارے اصحاب کا ہے۔

امام ملک العلماء نے بدائع اور امام محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر اور دیگر ائمہ کبار نے اس کی تحقیق فرمائی۔ فقیر اور فقیر کے آبا و اساتذہ ومشائخ کرام قدست اسرارہم سب اس پر عامل رہے مارہروی صاحب نے زیادہ نہیں تو حضرت شاہ ابوالحسین نوری میاں صاحب قدس سرہٗ کو ضرور دیکھا ہوگا۔ کوکبہ شہابیہ میں مسئلہ اشارہ کی بحث نہیں بلکہ اس بات کی کہ اسمعیل دہلوی نے معاذ اللہ حضرت شیخ مجدد کو بھی مشرک ٹھہرا دیا ہے جو وجوہ انھوں نے یہاں لکھے اسمعیل کہتا ہے کہ ان کا قائل مشرک ہے اس کو تناقض سے کیا علاقہ، مولوی شفاعت رسول میرے ایک خالص دوست مرحوم ومغفور کے صاحبزادے ہیں اُن کو یہاں بیعت بھی ہے میرے مدرسہ میں پڑھا ہے اگرچہ مجھ سے نہ پڑھا نہ میں نے ان کا قرآن مجید سنا، ممکن کہ جس طرح آج کل اکثر علماء وحفاظ غلط پڑھتے ہیں اُن پر بھی اسی عالمگیر بلا کا اثر ہو۔ حسبنا اللہ ونعم الوکیل واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۱۹: از شہر دہلی پہاڑ گنج مسجد غریب شاہ مرسلہ سید محمد عبدالکریم صاحب ۹ شعبان ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک پیش امام صاحب نماز کی حالت میں جب رکوع سے فارغ ہوکر سمع اللہ لمن حمدہ کو سجدہ کے قریب جاکر ختم کرکے بوصل اللہ اکبر کہتا ہے اور جگہ جو اماموں کو دیکھا ہے وہ سمع اللہ لمن حمدہ کو قیام میں ختم کرتے ہیں اور وہاں سے اللہ اکبر کہتے ہوئے سجدہ کرتے ہیں۔ اب جو امام سجدہ کے قریب سمع اللہ لمن حمدہ کو ختم کرتا ہے تو مقتدی ربنا لك الحمد کہاں پر کہیں، کھڑے رہیں یا امام کے ساتھ سجدے میں جاکر کہیں، اگر اسی طرح کریں گے تو ان

---

[1] بدائع الصنائع فصل فی سنن الصلوٰۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۲۱۴

marfat.com

جاہلوں کو عادت پڑ جائے گی، اور اب سوال یہ ہے کہ نماز میں تو کوئی نقصان نہیں ہوگا؟

الجواب

سنّت یہ ہے کہ سمع اللہ کا سین رکوع سے سر اٹھانے کے ساتھ کہیں اور حمدہ کی ہ سیدھا ہونے کے ساتھ ختم، اسی طرح ہر تکبیرِ انتقال میں حکم ہے کہ ایک فعل سے دوسرے فعل کو جانے کی ابتداء کے ساتھ اللہ اکبر کا الف شروع ہو اور ختم کے ساتھ ختم ہو، امام مذکور جو اس طرح کرتا ہے دو باتیں خلافِ سنّت کرتا ہے سمع اللہ لمن حمدہ کا سجدہ کو جاتے ہوئے ختم کرنا اور سجدہ کو جانے کی تکبیر سجدہ کو جھکنے کی ابتدا سے شروع نہ کرنا، ان وجوہ سے نماز دو کراہتوں سے مکروہ ہوتی ہے، اسے سمجھایا جائے کہ خلافِ سنّت نہ کرے۔ اگر نہ مانے اور اس سے بہتر امام سُنّی صحیح العقیدہ صحیح القرأۃ صحیح الطہارۃ مل سکے تو اس کو بدل دیا جائے مقتدی خلافِ سُنّت میں اس کی پیروی نہ کریں بلکہ رکوع سے سر اٹھانے کے ساتھ اللّٰھم ربنا لک الحمد کا الف اور جو صرف ربنا لک الحمد پڑھتا ہو وہ ربنا کی ر شروع کریں اور سیدھے ہوجانے کے ساتھ حمدہ کی دال ختم ہوجائے پھر سجدہ کو جانے کے ساتھ اللہ اکبر کا الف شروع کریں اور اللہ کے لام کو بڑھائیں جب سر رکھنے کے قریب پہنچیں اللہ کی ہ اور عین سر زمین پر پہنچتے وقت اکبر کی ر ختم کریں۔ لام کو بڑھانا اس لئے کہ یہ راستہ طے کرنے میں اگر لام کو نہ بڑھایا تو اکبر سجدے میں پہنچنے سے پہلے ختم ہوجائے گا اور یہ خلافِ سنّت ہے یا راستہ پورا کرنے کو اکبر کا الف یا ب بڑھائیں گے اور اس سے نماز فاسد ہوتی ہے، یا ر بڑھائیں گے اور یہ غلط و خلافِ سنّت۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۰۴ از موضع میمونڈی بزرگ مسئولہ سید امیر عالم حسن صاحب ۲۶ شعبان ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں زید کہتا ہے کہ نماز فریضہ بجماعت جو شخص ادا کرلے تو اس پر لازم ہے کہ جب تک امام بعد سلام کے دعا نہ مانگے تب تک مقتدی بھی دعا نہ مانگے اگرچہ کیسا ہی ضروری کام ہو خواہ نمازِ فجر ہو یا ظہر ہو یا عصر ہو یا مغرب یا عشا، اگر امام سے پہلے دعا مانگ کر مقتدی اٹھ جائیگا تو وہ گنا ہگار ہوجائے گا اور امام کی اطاعت سے نکل جائے گا۔ عمرو کہتا ہے کہ اگر امام نے سلام پھیر دیا تو مقتدی امام کی اطاعت سے نکل گیا اب مقتدی کو اختیار ہے کہ وہ انتظار دعائے امام کرے یا نہ کرے اگر انتظار کیا تو فبہا ورنہ چلے آنے سے گناہگار نہ ہوگا اور نہ اطاعتِ امام سے دُور۔ اب علمائے دین کی خدمت میں عرض ہے کہ اس کا پورا پورا ثبوت کیوں نہ دیا جائے کہ زید کا قول ثابت ہے یا عمرو کا، اور اس کا بھی ثبوت دیا جائے کہ کھانے پر فاتحہ پڑھنا درست ہے یا نہیں، اور غیر مقلد وہابڑا و تعلیمافتہ مدرسۂ دیوبند کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

marfat.com

الجواب

عمرو کا قول صحیح ہے ہاں جماعت کے ساتھ دعا میں برکت ہے اس کے لئے انتظار بہتر ہے اور اگر کوئی ضرورت جلدی کی ہو تو جا سکتا ہے کوئی حرج نہیں ورنہ مسلمانوں کی جماعت کے خلاف بات پسندیدہ نہیں، کھانے پر فاتحہ پڑھنا درست ہے اس میں کتابیں تصنیف ہو چکیں، جو نادرست کہے وہ بتائے کہ اللہ و رسول نے اسے منع فرمایا یا تم منع کرتے ہو، اگر اللہ و رسول نے منع فرمایا تو بتاؤ اور اگر تم منع کرتے ہو تو تم شارع نہیں اپنا سر کھاؤ۔ غیر مقلد وہابی دیوبندی سب اسلام سے خارج ہیں اور ان کے پیچھے نماز باطل محض والتفصیل فی حسام الحرمین والنہی الاکید وغیرھما (اور اس مسئلہ کی تفصیل حسام الحرمین اور النہی الاکید وغیرہ میں ہے۔ت) واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم

مسئلہ ۴۲۱ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کہتا ہے کہ عورتوں کو نیتِ نماز میں ہاتھ سینہ پر باندھنا چاہئے اور بوقتِ قعدہ التحیات میں دونوں پاؤں بچھا کر بیٹھنا چاہئے اور پاؤں کی گرہ بھی ڈھکی رکھنا چاہئے اور بعض کہتے ہیں کہ گرہ نہ ڈھکی جائے۔ اب علمائے دین فرمائیں کہ عورتوں کا نیت نماز میں سینہ پر ہاتھ باندھنا اور قعدہ التحیات میں پاؤں بچھا کر بیٹھنا جائز ہے یا نہیں، اور بعض کہتے ہیں کہ مردوں کی طرح عورتوں کو بھی نماز پڑھنا چاہئے جس طرح مرد ایک پاؤں بچھا کر قعدہ میں بیٹھتے اور زیرِ ناف ہاتھ باندھتے ہیں اور پاؤں کی گرہیں کھلی رہتی ہیں اسی طرح عورتوں کو بھی چاہئے یعنی جو قاعدہ مردوں کی نماز کا ہے وہی عورتوں کا ہے۔ اب حضور سے امیدوار ہیں کہ اس کا پورا پورا ثبوت حوالۂ کتب و آیت و حدیث کے کیوں نہ دیا جائے کہ عورتوں کو کس طرح اور کس قاعدے سے نماز پڑھنا چاہئے۔

الجواب

زید کا قول صحیح ہے سب کتابوں میں اسی طرح ہے اُن بعض کا قول محض باطل ہے اور عورت کے گٹے سترِ عورت ہیں ان کا کھلنا جائز نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۴۲۲ از گولڑہ ضلع راولپنڈی مکان حضرت پیر صاحب مرسلہ حمید اللہ صاحب پیر المعروف بہ نعمان ملا۔ ۱۲ صفر ۱۳۳۸ھ۔

رفع سبابہ کے بارے میں جناب کا کیا عمل ہے؟

الجواب

فقیر اور فقیر کے آبائے کرام و مشائخ عظام و اساتذۂ اعلام قدست اسرارہم کا ہمیشہ معمول باتباعِ احادیث متواترہ و ارشادات کتب متکاثرہ رفع سبابہ رہا اور اسے سنت جانتا ہے تفصیل کلام بدائع امام ملک العلماء و فتح القدیر امام محقق علی الاطلاق وغیرہما کلمات شراح محققین و فتاوی فقیر میں ہے واللہ

marfat.com

تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۲۳ از بریلی مدرسہ منظر الاسلام مسئولہ مولوی عبد اللہ صاحب بنگالی ۱۴ صفر ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نماز کے بعد چاروں جہات میں کسی ایک جہت کو متوجہ ہو کر دُعا کرنا درست ہے یا نہیں؟ اور ہندوستان کے لئے ان چاروں جہت میں سے کوئی جہت مخصوص ہے یا نہیں؟

الجواب

جہتِ قبلہ ہر جگہ افضل ہے مگر امام کے لئے کہ بعد سلام اسے قبلہ رُو رہنا مکروہ ہے دہنے یا بائیں پھر جائے یا مقتدیوں کی طرف منہ کر لے اگر سامنے کوئی نماز پڑھتا نہ ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۲۴ از قلعہ لنڈی کوتل ڈاکخانہ خاص ضلع پشاور بمعرفت شیر جان صوبیدار میجر خیبر رائفل مرسلہ ادخان شنواری ۲۴ صفر ۱۳۳۸ھ۔

بخدمت جناب مولوی صاحب دام اقبالہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ التحیات میں انگلی سے اشارہ کرنا منع ہے یا جائز ہے، آپ مہربانی کر کے بندے کو تحریر کریں کہ نماز میں انگلی کا اشارہ کرنا جائز ہے یا نہیں اور کس کس طریقہ پر جائز ہے؟

الجواب

التحیات میں انگلی کا اشارہ سنّت ہے جب اشہد پر پہنچے چھنگلیا اور اس کے برابر کی انگلی کی گرہ باندھے اور انگوٹھے اور بیچ کی انگلی کا حلقہ بنائے اور لَا پر کلمے کی انگلی اٹھائے اور اِلَّا پر گرا کر ہاتھ کھول دے محرر مذہب سیدنا امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں،

صنعہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فنصنع کما صنع رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وھو قول ابی حنیفۃ واصحابنا۔[1]

یہ اشارہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کیا تو ہم کریں گے جس طرح رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کیا اور یہی مذہب امام ابو حنیفہ اور ہمارے اصحاب کا ہے رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۲۵ و ۲۲۶ مرسلہ سید احمد حسین صاحب از مقام سید پور ڈاکخانہ وزیر گنج بدایوں بتاریخ ۹ جمادی الآخرہ ۱۳۳۸ھ

آپ ان مسئلوں میں کیا فرماتے ہیں:

---

[1] بدائع الصنائع فصل فی سنن الصلوٰۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۲۱۴

marfat.com

(۱) جمعہ کے فرض کی نیت کس طرح کرنا چاہیے اور بعد نماز جمعہ دو رکعت کے کیا کیا نماز پڑھنا چاہیے کل مفصل نماز لکھنا۔

(۲) اور درمیان نماز میں ہر الحمد شریف سے پہلے اور قل ہو اللہ شریف سے پہلے بسم اللہ شریف پڑھنا چاہیے، الحمد شریف سے پہلے کی بسم اللہ کافی ہوگی یا قل ہو اللہ سے پہلے بھی پڑھنا چاہیے؟

الجواب

(۱) اتنی نیت کافی ہے کہ آج کے فرض جمعہ اور چاہے دو رکعت بھی کہے اور بعضے یہ بھی بڑھاتے ہیں کہ واسطے ساقط کرنے ظہر کے، اس میں بھی نہ حرج نہ حاجت، فرض جمعہ کے بعد چھ رکعت سنت پڑھیں، چار پھر دو، اور ان میں سنت بعد جمعہ کی نیت کریں اور پہلی چار میں قبل جمعہ کی۔ بعد کی سنتیں پڑھ کر دو یا جتنے چاہیں نفل پڑھیں، ان سے زائد عام لوگوں کو حاجت نہیں۔

(۲) سورۂ فاتحہ کی ابتداء میں تو تسمیہ پڑھنا سنت ہے اور بعد کو اگر سورت یا شروع سورت کی آیتیں ملائے تو ان سے پہلے تسمیہ پڑھنا مستحب ہے پڑھے تو اچھا نہ پڑھے تو حرج نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۴۲۷: از شہر گلی ملاناں محلہ ذخیرہ مسئولہ سید مشتاق علی صاحب ۱۵ ذی الحجہ ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہم جملہ اہل اسلام محلہ ذخیرہ ساکنان بریلی گلی ملاناں نے تارکان صلاۃ کی تہدید و تاکید کے لئے اصحاب ذیل کو منتخب کیا اور ممبر بنایا ہے ان حضرات کو تارکان صلاۃ کے ساتھ ان کے عذرات پورا کرنے کے بعد کسی قسم کی کارروائی از روئے شرع مطہر عمل میں لانا چاہیے۔ اسمائے گرامی ممبران ہادی حسین، شیخ مختار احمد، قرب محمد، محبوب حسن، مشتاق علی، سید حسین، عنایت حسین، سید اظہر علی ہر شخص کے نام کے نیچے انگوٹھے کا نشان ہے۔

الجواب

بہ نرمی سمجھائیں ترک نماز و ترک جماعت و ترک مسجد پر قرآن عظیم و احادیث میں جو سخت وعیدیں ہیں بار بار سنائیں جن کے دلوں میں ایمان ہے انھیں ضرور نفع پہنچے گا اللہ عزوجل فرماتا ہے:

وذکر فان الذکری تنفع المؤمنین[۱]۔ اور سمجھاؤ کہ سمجھانا مسلمانوں کو فائدہ دیتا ہے (ت) اللہ کے کلام و احکام یاد دلاؤ کہ بیشک ان کا یاد دلانا ایمان والوں کو نفع دے گا۔

اور جو کسی طرح نہ مانیں اُس پر اگر کسی کا دباؤ ہے اس کے ذریعہ سے دباؤ ڈالیں اور یوں بھی باز نہ آئے تو اس سے سلام و کلام، میل جول یک لخت ترک کر دیں؛

---

[۱] القرآن ۵۱/۵۵

marfat.com

قال اللہ تعالٰی و اما ینسینک الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظلمین۔[1] اور جب کبھی تجھے شیطان بھلادے تو یاد آئے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔ (ت)

واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۲۲ از فیض آباد محلہ کوکی علی بیگ مسئولہ سید عبداللہ صاحب سب انسپکٹر ۱۳ محرم ۱۳۳۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید اپنی نماز پنج وقتی و دیگر نوافل مثل تہجد وغیرہ میں زبان سے قراءت نہیں کرتا بلکہ اپنی کل نمازوں میں زبان کو تالو سے لگاکر دلی خیال کے ساتھ ادا کرتا ہے قرآن شریف و کتاب درود شریف وغیرہ سب دل دھیان سے ادا کرتا ہے کہتا ہے کہ قرآن شریف حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے قلب پر القا ہوا تھا بایں وجہ بمقابلہ زبانی پڑھنے کے دل میں خیال کرنا زیادہ افضل و موجب مزید ثواب ہے زید اپنی زبان کو تالو سے لگاکر بالکل معطل اور بیکار کر دیتا ہے، زید کہتا ہے کہ یہ مسائل اہلِ ذوق اور اصفیائے کرام کے ہیں۔ ظاہرین ان مسائل کو نہیں سمجھ سکتے۔ اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس طریقہ مذکورہ بالا پر زید کی نماز صحیح اور اعلٰی درجے کی ہوئی ہے یا نہیں، اگر اعلٰی درجے کی ہوئی ہے تو ہم لوگ بھی اس طریقہ سے کیوں نہ پڑھا کریں کہ مستحق ثواب عظیم کے ہوں۔ اور اگر زید کی نماز اس طریقہ مذکورہ پر صحیح نہیں ہوئی ہے اور فاسد ہوئی ہے تو زید کو اپنی ان نمازوں کی بابت جن کو وہ ادا کر چکا ہے کیا کرنا چاہئے، زید اگر امامت بھی کرتا ہے لہٰذا ایسی حالت میں زید کے پیچھے نماز ہوگی یا نہیں اور آئندہ زید کے پیچھے نماز پڑھنا چاہئے یا نہیں، اور جو مقتدی زید کے پیچھے نماز پڑھ چکے ہیں ان کو اپنی نمازوں کی بابت کیا کرنا چاہئے؛ کیا لوٹانا واجب ہے؟

الجواب

زید نے شریعت پر افترا کیا، صوفیہ کرام پر افترا کیا، اپنی نمازیں سب برباد کیں، اس کی ایک نماز بھی نہیں ہوئی نہ اس کے پیچھے دوسروں کی ہوئی، اس پر فرض ہے کہ جتنی نمازیں ایسی پڑھی ہوں سب کی قضا کرے اور جتنی نمازیں اوروں نے اس کے پیچھے پڑھی ہیں اُن پر فرض ہے کہ اُن کی قضا کریں۔ قرآن عظیم حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ضرور قلب مبارک پر نازل ہوا مگر پڑھنے کے لئے۔ قال اللہ تعالٰی:

وقراٰنا فرقنٰہ لتقرأہ علی الناس علی مکث۔[2] اس قرآن کو تھوڑا تھوڑا کرکے اتارا کہ تم لوگوں پر ٹھہر ٹھہر کر پڑھو۔

---

[1] القرآن ۶/ ۶۸

[2] القرآن ۱۷/ ۱۰۶

marfat.com

نماز میں قرآن کا پڑھنا فرض ہے قال اللہ تعالٰی:

فاقرأوا ما تیسر من القرآن [1] نماز میں قرآن پڑھو جتنا آسان ہو۔

اس کا نام پاک ہی قرآن ہے قرآن قرأت سے اور قرأت پڑھنا' اور پڑھنا نہ ہو گا مگر زبان سے' دل میں تصور کرنے کو پڑھنا نہیں کہتے، حالتِ جنابت میں قرآن پڑھنا حرام ہے اور تصور منع نہیں۔ نماز میں قراءتِ کلام مجید پر اجماعِ مسلمین کا خلاف جہنم کا خیال ہے۔ قال اللہ تعالٰی:

ومن یشاقق الرسول من بعد ما تبین له الهدٰی ویتبع غیر سبیل المؤمنین نوله ما تولّٰی ونصله جهنّم وساءت مصیرا [2]

جو شخص ہدایت کے واضح ہوجانے کے بعد رسول اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی مخالفت کرتا ہے اور مومنین کی راہ کے علاوہ راہ چلتا ہے ہم پھیر دیں گے اسے اس راہ پر جس پر وہ چلا اور اسے جہنم میں ڈال دیں گے اور وہ بہت بری جگہ ہے۔ (ت)

مسئلہ ۴۲۲ از شہر محلہ ملوکپور مسئولہ شفیق احمد خاں صاحب ۲۶ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مقتدی کو آخری رکعت کے قعدہ میں کیا پڑھنا چاہیے۔

الجواب

التحیات، درود، دُعا اگر اسے اوّل سے نماز ملی ہو اور اگر کسی رکعت کے پڑھنے کے بعد شامل ہوا تو امام کے ساتھ قعدہ اخیرہ میں التحیات ٹھہر ٹھہر کر اس قدر ترتیل کے ساتھ پڑھے کہ اس کی التحیات امام کے سلام کے وقت ختم ہو، اور اگر یہ التحیات پڑھ چکا اور امام نے ابھی سلام نہ پھیرا تو پچھلے دونوں کلمہ شہادت بار بار پڑھتا رہے یہاں تک کہ امام سلام پھیرے، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۴۲۳ از دھوراجی کاٹھیاوار مدرسہ سرمایہ فخر عالم مرسلہ مولینا مولوی قاضی غلام گیلانی صاحب ۷ صفر ۱۳۳۹ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کہتا ہے کہ اگر نمازِ فرض یا نفل بیٹھ کر پڑھے جائیں تو سجدے میں پاؤں سے سُرین کو نہ اُٹھائے ورنہ نماز ٹوٹ جائے گی۔ چنانچہ طحاوی و عینی و ہدایہ و جواہر نفیسہ و کنز العباد و عنایہ و کفایہ نے اس کو ذکر کیا ہے بینوا توجروا۔

---

[1] القرآن ۷۳/ ۲۰

[2] القرآن ۴/ ۱۱۵

marfat.com

الجواب وهو الموفق للصدق والصواب واليه المرجع والمآب

طحاوی وعینی، ہدایہ وکفایہ وعنایہ میں تو یہ مسئلہ بالکل نہیں غلط مشہور ہے ناقل پر تصحیحِ نقل ضروری ہے جواہر نفیسہ وکنز العباد دونوں ضعیف کتابیں ہیں اور اول غیر مشہور بھی ہے اور اس کا مصنف بہت ہی کم علم ہوا ہے چنانچہ اس کے دیکھنے سے پورا حال اس کا معلوم ہوتا ہے اس میں بڑے ضعیف وخلافِ تحقیق وغلط مسائل ہیں ایک ہی جگہ میں بلاوجہ ترجیح "یجوز" و "لا یجوز" کو جمع کیا ہوا ہے یہ چھوٹا سا رسالہ ہے عربی زبان میں جنازہ کے غسل و کفن دفن قبر وغیرہ کے متعلق مسائل بیان کئے ہیں، اور دوسری کا مصنف علی بن نقمہ غوری ہے اس کو ضعیف کہا ہے۔ علامہ ملا علی قاری نے وجمال الدین مرشدی نے مفید المفتی صفحہ ۱۹۴ اور علامہ شامی نے بھی اس کو ضعیف کہا ہے۔ بعض کتابوں کے بیاض یا وقایہ پر یہ عبارت اس طور پر ہے:

من صلی قاعدا فسجد لا یرفع الیتیه وان رفع الیتیه فسدت صلاته فکذا رجلیه کذا فی المحیط الچلپی والاصل ان المریض او غیره اذا صلی قاعدا لا یرفع الیتیه کما لا یرفع رجلیه فی السجود واذا رفع رجله واحدا او الیته واحدة لا تفسد کذا فی چلپی ابن الملك والمختار ان یقعد کما یقعد فی حالة التشهد وهو الذی اختاره فقیه ابو اللیث وشمس الائمة السرخسی وقال ابو یوسف رحمه الله اذا کان وقت الرکوع والسجود یقعد کما یقعد فی التشهد کذا فی العینی شرح الهدایة ص ۱۶ اھ۔

جو شخص بیٹھ کر نماز ادا کرے وہ سجدہ کے وقت سرین نہ اُٹھائے اگر اس نے سرین کو اُٹھایا تو اس کی نماز فاسد ہوجائیگی اسی طرح دونوں پاؤں کا حکم ہے محیط چلپی میں اسی طرح ہے اصل یہ ہے کہ مریض وغیرہ جب بیٹھ کر نماز پڑھے تو وہ سرین نہ اُٹھائے جیسا کہ وہ سجدہ میں پاؤں نہیں اٹھاتا اور جب کسی نے ایک پاؤں اور ایک سرین اٹھایا تو نماز فاسد نہ ہوگی، چلپی ابن الملک میں اسی طرح ہے، اور مختار یہ ہے کہ اسی طرح بیٹھ جائے جس طرح تشہد میں بیٹھتا ہے۔ اسے فقیہ ابو اللیث وشمس الائمہ سرخسی نے اختیار کیا ہے، امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے فرمایا جب رکوع وسجود کے وقت جھکے تو اس طرح بیٹھے جس طرح تشہد میں بیٹھا جاتا ہے، عینی شرح ہدایہ ص ۱۶ میں اسی طرح ہے اھ۔ (ت)

حالانکہ عینی وچلپی میں اس عبارت کا پتا بھی نہیں اور محیط متعدد ہیں معلوم نہیں کہ کون سی محیط ہے وہ خود موجود نہیں جو دیکھی جائے۔ معلوم ہوا کہ یہ عبارتیں مصنوعی ہیں کہ جن کتابوں کا ذکر کرتے ہیں اُن میں اُن کا نشان تک نہیں۔

ایضاً یہ عبارت اگر کسی معتبر کتاب میں مل بھی جائے تو اس مطلب سے اُس کو مساس بھی نہیں کیونکہ عبارت اولیٰ میں جو دلیل بیان کی ہے لان الیتیه فی صلوۃ القاعد الخ (قاعد کی نماز میں اسکے سرین الخ۔ ت

marfat.com

وہ دعوٰی مذکور پر منطبق نہیں ہوتی اگر یہ حالت سجدہ کا بیان ہوتا تو دلیل میں بجائے واذا رفع قدمیہ فی صلاۃ القائم (جب قائم نے نماز میں دونوں قدم اٹھالئے۔ت) کے رفع قدمیہ فی السجود (دونوں قدم حالتِ سجدہ میں اٹھالئے۔ت) ہوتا ورنہ قید فی صلاۃ القائم سے لازم آتا ہے کہ صلاۃ قاعدمیں رفع قدمین فی السجود مفسدِ صلاۃ نہ ہو اور صلاۃ قائم میں ہو حالانکہ اطلاق دلائل مبطل تفاوت ہے اس سے غالب ظن یہ ہوتا ہے کہ اس عبارت میں لفظ فسجد ناقل یا کاتب کی غلطی ہے، پس جبکہ اس لفظ کو غلط مانا جائے تو اس عبارت کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ حالت قیام حکمی میں رفع الیتین نہ کرے ورنہ وہ ایسا ہوگا جیسے قیام حقیقی میں کوئی شخص رفع قدمین کرے کہ وہ مفسدِ صلاۃ ہے۔ پس اس تقریر پر یہ عبارت سائل کے مطلب سے ہے اور عبارت ثانیہ میں لایرفع الیتیہ (سرین کو نہ اٹھائے۔ت) کے ساتھ قید فی السجدہ کی بھی مذکور نہیں لہٰذا اس سے بھی وہی مراد ہوگی کہ لایرفع الیتیہ فی القیام الحکمی (قیام حکمی میں سرین نہ اٹھائے۔ت) اور آگے جو مشبہ بہ کے ساتھ فی السجدۃ مذکور ہے سو وہ محتمل ہے کہ صرف لایرفع رجلیہ (پاؤں نہ اٹھائے۔ت) کے ساتھ متعلق ہو اور تشبیہ محض فساد میں ہو اگر یہ احتمال متعین بھی نہ ہو تاہم مستدل کو مضر ہے لانہ اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال (کیونکہ جب احتمال آگیا تو استدلال باطل ہوگیا۔ت)

ایضاً متون وشروح وفتاوٰی مشہورہ متداولہ بین ایدی العلماء میں جو مطلقاً سجدۂ رجال کی ہیئت لکھی وہ اس کے خلاف ہے اور بقاعدہ رسم المفتی وہ مقدم ہیں۔ اس قدر کتب معتبرہ کا خالی ہونا اسی پر مشعر ہے کہ یہ مسئلہ عدیم الوجود ہے یا غیر معتبر ہے۔ شامی جلد اول ص ۱۵۲ میں ہے:

عدم الذکر یشعر باختیار عدمہ اھ — عدم ذکر واضح کررہا ہے کہ وہ مختار نہیں اھ (ت)

اُسی جلد ص ۱۷ میں ہے:

عدم الذکر کذکر العدم۔ — عدمِ ذکر، ذکرِ عدم کی مانند ہے (ت)

ایضاً سلف کا عمل اس پر نہیں پایا گیا لہٰذا اگرچہ صحیح بھی ہو اس پر عمل نہ ہوگا۔ شامی جلد اول ص ۳۰۸ طبع خورد میں ہے:

ھذا یعلم ولا یعمل علیہ لما فیہ من مخالفۃ السلف۔ — یہ معلوم کرلیا جائے اور اس پر عمل نہیں کیا جائے گا کیونکہ اس میں سلف کی مخالفت ہے۔ (ت)

marfat.com

ایضاً جواہر نفیسہ اور دوسری بعض کتابوں میں جو یہ مسئلہ بتایا جاتا ہے کتب غیر معتبرہ مجہولہ ہیں اور جو معتبرہ ہیں ان کا حوالہ غلط ہے اور ظاہر ہے کہ علم فقہ کا ایسے غیر مشہور و مجہول حواشی و فتاوٰی سے نہیں لیا جاتا اُسی شامی اُسی جلد میں ہے :

الفقه لاینقل من الھوامش المجھولة و ان قال معتمد انه بخط ثقة[1] اھ

مسائل فقہ حواشی مجہولہ سے نقل نہیں کئے جاتے اگرچہ کوئی معتمد یہ کہے کہ یہ ثقہ کی تحریر ہے اھ (ت)

برخلاف استصحاب کے کہ وہ نقل کرنا حواشی مجہولہ سے بھی درست ہے ،

لانه لتائید ابقاء ماکان علی ماکان فیکفی المدافع وان لم یکف المرافع فان الرفع اسھل من الدفع فافھم وتثبت ولا تھبت۔

کیونکہ یہ کسی شَے کو اپنی اصلی حالت پر باقی رکھنے کی تائید کے لئے ہوتا ہے تو دافع کو کفایت کرے گا اگرچہ رافع کو کفایت نہ کرے کیونکہ رفع دفع سے اسہل ہے تو غور کر، ثابت قدم رہ اور بزدل نہ بن۔ (ت)

ایضاً یہ قول مخصص کا ہے اور یہ معتبر نہیں شامی جلد اول ص ۵۱۵ میں ہے تخصیص القول یفید انه خلاف المعتمد[2] اھ (تخصیص قول مفید ہے اس بات کے کہ یہ معتمد کے خلاف ہے اھ۔ ت)

ایضاً اس طرح سجدہ کرنے سے متعدد سُنتوں کا ترک لازم ہوتا ہے پس من حیث الدلیل بھی ضعیف ہے اگرچہ اس پر عمل و فتوٰی بھی ہو نہ ایک فقیہ و امام بلکہ بہت اماموں کا اُسی شامی جلد اول ص ۱۱۴ میں المرجح بقوۃ الدلیل ھو الارجح وان صرح بان الفتوی علی غیرہ اھ (جو قول قوت دلیل کی بنا پر ترجیح پائے وہ ہی ارجح ہوتا ہے اگرچہ اس بات پر تصریح ہو کہ فتوٰی اس کے غیر پر ہے اھ ت) ص ۶۱۸ میں ہے :

لیس للمفتی الافتاء بالضعیف ولا ینتفی الضعف بافتاء کثیر من ائمة خوارزم[3]

مفتی کے لئے ضعیف پر فتوٰی جاری کرنا درست نہیں اور اکثر ائمہ خوارزم کے افتائے سے ضعف ختم نہیں ہوسکتا۔ (ت)

ایضاً اس میں احتمال ہے کہ یہ امر بدعت ہو اذا تردد الحکم بین سنة و بدعة

---

[1] رد المحتار باب العیدین مطبوعہ مصطفٰی البابی مصر ۱/۶۱۴

کان ترکہ اولیٰ[1] (جب کسی حکم کے سنت اور بدعت ہونے میں تردد ہو تو اس کا ترک اولیٰ ہوتا ہے۔ ت) شامی جلد اول ص ۴۷۰، بحر الرائق جلد دوم ص ۸۰، انہیں ہے:

ماتردد بین بدعة وواجب یؤتی بہ او بین سنة وبدعة فلا یؤتی بہ[2] اھ	جب کسی چیز کے بدعت اور واجب ہونے میں تردد ہو تو اس پر عمل کیا جائے گا اور جب سنت یا جس چیز کے سنت و واجب ہونے میں تردد ہو تو پھر عمل نہیں کیا جائے گا اھ (ت)

اور ظاہر کہ اس طور پر سجدہ کرنا غیر معتبر ہے پس اگر یہ مسئلہ درست ہونے کی تقدیر پر جبکہ لوگوں سے نہ ہو سکے گا لوگ گنہگار ہوں گے اور اس میں حرج عظیم ہے۔ شامی جلد ثالث ص ۲۳۹ میں ہے:

فیہ حرج عظیم لانہ یلزم منہ تاثیم الامة[3] اھ۔	اس میں حرج عظیم ہے کیونکہ اس سے امت کا گنہگار ہونا لازم آتا ہے اھ (ت)

لوگوں کے ساتھ یہی ارفق و اوفق ہے کہ سجدہ میں سرین کو بلند کریں تاکہ سجدہ آسانی سے ادا ہو جائے۔ شامی جلد پنجم ص ۲۴۶ میں ہے:

وھو ارفق باھل ھذا الزمان لئلا یقعوا فی الفسق و العصیان[4] اھ	یہی اہل زمانہ کے لئے آسان ہے تاکہ وہ فسق اور عصیان (نافرمانی) میں واقع نہ ہوں اھ (ت)

اسی جگہ میں ہے:

لکن اطلاق المتون موافق لاطلاق الادلة ولکونہ ارفق باھل ھذا الزمان[5] اھ	متون کے اطلاق کو دلائل کے اطلاق کے ساتھ موافقت کی وجہ سے تقدیم حاصل ہوگی اور اس لئے بھی کہ لوگوں کے لئے یہ نہایت ہی آسان ہے اھ (ت)

فقہ کی معتبر کتابوں میں یہ مسئلہ بالکل نہیں ہے اور تصوف و اوراد کی کتابوں میں سے ناقل نے نقل کیا ہے کیونکہ کنز العباد اوراد و وظائف کی کتاب ہے اور تکلیفیہ کا محل و باب کتب فقہ ہیں اور یہ قاعدہ فقہیہ ہے

---

[1] ردالمحتار مطلب اذا تردد الحکم بین سنة و بدعة الخ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۴۷۵

[2] بحر الرائق آخر باب العیدین ؍؍ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۱۶۵

[3] ردالمحتار کتاب الحدود مطلب فیمن وطئ من زفت الیہ ؍؍ مصطفی البابی مصر ۳/۱۷۰

[4] و [5] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحة فصل فی اللبس ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۵/۲۴۹

marfat.com

کہ جو مسئلہ مذکور ہو فی بابہ وہ اولیٰ بالعمل ہوتا ہے اس سے جو کہ مذکور فی غیر بابہ ہو۔ شامی جلد ثالث میں ہے،

المسئلة المذکورة فی بابہ اولیٰ من المذکورة فی غیر بابہ اھ[1]

اپنے باب وفصل میں مذکورہ مسئلہ اس سے اولیٰ بالعمل ہوتا ہے جو متعلقہ باب کے غیر میں مذکور ہو اھ (ت)

مسائلِ فقہ کے لئے کنز العباد کی مثل کتابیں غیر مظنہ ہیں،

قال الحموی مافی غیر المظنة والکتب الغریبة یتوھم ان یکون ضعیفاً اھ[2] ص ۱۳۔

امام حموی کہتے ہیں جو غیر مظنہ اور کتب غریبہ میں ہو اس کے متعلق وہم ہوتا ہے کہ وہ ضعیف ہو اھ (ت)

کلامِ ائمہ بھی اسی کا مقتضی ہے کہ سجدہ میں رفع الیتین کیا جائے ابو السعود حاشیہ منلامسکین علی الکنز میں ہے؛

مایقتضیہ کلام الائمة یؤخذ بلا توقف اھ[3] ص ۳۲۴۔

کلامِ ائمہ جس کا تقاضا کرے اس پہ بلا توقف عمل کیا جائے گا اھ (ت)

یہ مسئلہ کسی فقیہ کا قول نہیں اگر ہو بھی تو بمقتضائے کلام ائمہ کے متروک ہو جائے گا۔ المسلک المتقسط میں ہے؛

مقتضی کلام ائمة المذھب اولی بالاعتبار من کلام بعض المشائخ[4]۔

ائمہ مذہب کے کلام کا مقتضی باعتبار بعض مشائخ کے کلام سے اولیٰ ہوتا ہے (ت)

یہ مسئلہ کسی صورت سے ثابت نہیں ہوتا اور جب تک ثابت نہ ہو سکے تو عمل اصل ہی پر ہوگا اور وہ نفی ہے یعنی نفی عمل، اسی مسلک المتقسط میں ہے؛

الاصل ھو النفی حتی یتحقق الثبوت اھ[5]

جو چیز ثابت نہ ہو اس کی اصل نفی ہے اھ (ت)

غرض یہ مسئلہ غلط ہے آدابِ نماز سے بھی نہیں ہو سکتا ہے اور ذکر بھی اس کا ایک آدھ رسالہ بے سر و پا میں ہے اگر تسلیم بھی کیا جائے کہ بہت سی جگہوں میں مذکور ہے تو بھی کثرت نقول مستلزم صحت کو نہیں پہلے ایک

---

[1] ردالمحتار باب الوطء الذی یوجب الحد والذی یوجبہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/۱۵۲
[2] حاشیۃ حموی مع الاشباہ والنظائر مقدمۃ الکتاب مطبوعہ ادارۃ القرآن الخ کراچی ۱/۱۶
[3] فتح المعین باب صلوٰۃ العیدین " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۳۲۴
[4] المسلک المتقسط مع ارشاد الساری فصل فی تمتع المکی " دار الکتاب العربیۃ بیروت ص ۱۹۰
[5] " " فصل فی رکعتی الطواف " " " " ص ۱۱۰

marfat.com

شخص کو غلطی ہو جاتی ہے اور بعد کے لوگ اس کی غلطی بظنِ صحت نقل کرتے چلے جاتے ہیں۔ شامی جلد ۴ ص ۳۵۱ میں ہے:

قد یقع کثیرا ان مؤلفا یذکر شیئا خطأ فینقلونه بلا تنبیه فلیکثر الناقلون واصله لواحد مخطئ۔ [1]

اکثر ایسا واقع ہوا ہے کہ مؤلف سے کوئی غلطی ہوگئی تو لوگ اسے بلا تنبیہ نقل کرتے رہتے ہیں حتی کہ اس کے ناقلین کثیر ہو جاتے ہیں حالانکہ اصل کے اعتبار سے ایک مخطی ہوتا ہے۔

اور اگر مدعی اس امر کا بعد عرق ریزی کے ثابت بھی کر دے کہ یہ ہی مطلب ہے اور فلاں فلاں کتاب میں اس کو لکھا ہے تو بنا بر تسلیم یہ جواب ہے کہ یہ قول مخطی کا ہے جبکہ شرح وقایہ کے متفرق الحواشی میں ہے:

قال الشیخ الامام الفاضل المحقق ابو عبید الله فی صلاة النافلة قاعدا ثلثة اقوال، قول الروافض، وقول اهل السنة والجماعة، وقول المخطی اما قول الروافض فهم یقولون ان المصلی اذا صلی النافلة قاعدا فصلاته کصلاة القائم الا اذا رکع وسجد یرفع الالیتین فی الرکوع والسجود ولانهم قالوا صلاته علی صلاة القائم واما قول المخطی فهو یقول لا یرفع الالیتین لا فی الرکوع ولا فی السجود لان النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم فعل کذلك واما قول اهل السنة والجماعة فهو یقولون بعدم الرفع فی حال الرکوع وبالرفع فی حال السجود والمخطی رأی النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم من بعید ولم یقف بحاله علیه الصلوٰة والسلام اولعله صلی فی حالة المرض بالایماء کما هو شان الرکوع والسجود للمومی فی الصلاة وسجد

شیخ فاضل محقق ابو عبید اللہ نے کہا کہ بیٹھ کر نوافل ادا کرنے کے بارے میں تین اقوال ہیں، روافض کا قول، اہلسنت وجماعت کا قول اور خطا کرنے والے کا قول۔ (تفصیل) روافض کا قول یہ ہے وہ کہتے ہیں نمازی جب نوافل بیٹھ کر ادا کرے تو اس کی نماز قائم کی طرح ہی ہے البتہ وہ رکوع وسجدہ کے وقت سرین بلند کرے۔ اور وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ اس کی نماز (کا درجہ) قائم کی نماز کی طرح ہے۔ خطا کرنے والے کا قول یہ ہے کہ وہ کہتا ہے رکوع اور سجود دونوں وقت سرین نہ اٹھائے کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا ہی کیا ہے۔ اہلسنت وجماعت کہتے ہیں حالت رکوع میں سرین نہ اٹھائے لیکن حالت سجود میں اٹھائے، اور خطا کرنے والے نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دور سے دیکھا لہٰذا وہ کامل طور پر آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حال سے آگاہ نہ ہو سکا یا یہ بھی امکان ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

---

[1] رد المحتار باب المتفرقات مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۴/۲۵۲

marfat.com

اخفض قریبا من الرکوع قریبا من الارض ولم یرفع الیتیه لان فی هذہ الصلاۃ لا یحتاج المصلی الی رفعهما فظن الرائی انه علیه الصلاۃ والسلام صلی فی حالۃ الصحۃ قاعدا وسجد بوضع الجبهۃ علی الارض ولم یرفع الیتیه فحکم علی الاطلاق کما فی مسح العمامه اخطأ الرائی حیث مسح النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم علی رأسه ثم وضع العمامۃ علی الرأس وظن ان مسح العمامۃ تجوز بدلا عن مسح الراس والحال انه علیه الصلاۃ والسلام لم یمسح علی العمامۃ هذا کتبه العبد المذنب الجانی القاضی غلام گیلانی السنی الحنفی النقشبندی الرضوی کان اللہ له ولمشائخه اٰمین بحرمته النبی الامن الامین۔

حالتِ مرض میں اس طرح اشارہ کے ساتھ نماز ادا فرمائی ہو جس طرح اشارہ سے نماز ادا کرنے والا نمازی رکوع وسجود ادا کرتا ہے آپ نے سجدہ زمین کے قریب رکوع سے زیادہ جُھک کر کیا ہو اور پچھلے حصے کو نہ اٹھایا ہو کیونکہ اس حالت میں نمازی سرینوں کو اٹھانے کا محتاج ہی نہیں ہوتا تو دیکھنے والے نے گمان کر لیا کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حالتِ صحت میں بیٹھ کر نماز ادا فرمائی ہے اور سجدہ کے وقت پیشانی زمین پر رکھی اور جسم کے پچھلے حصے کو نہ اٹھایا تو اس نے مطلقاً حکم جاری کر دیا جیسا کہ عمامہ پر مسح کے معاملے میں دیکھنے والے سے خطا ہوئی کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے سرِ اقدس پر مسح فرمایا پھر عمامہ سر پر رکھا لیکن دیکھنے والے نے گمان کیا کہ عمامہ پر مسح سر کے مسح کے بدلہ میں جائز ہے حالانکہ آقائے دوجہاں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے عمامہ پر مسح نہیں فرمایا تھا یہ الفاظ ایک گناہگار بندے قاضی غلام جیلانی سُنّی حنفی نقشبندی رضوی نے لکھے ہیں اللہ تعالٰی نبی امین کے صدقے اس کا اور اس کے مشائخ کا ہو جائے۔ (ت)

الجواب

الحمد للہ وحدہ (تمام تعریف اللہ کے لئے ہے جو وحدہٗ لاشریک ہے۔ ت) فاضل سلمہ القریب المجیب نے جو حکم تحقیق فرمایا وہی صحیح وحق صریح ہے اور سجدہ قاعد میں رفع الیتین مفسد صلاۃ ہونا زعم باطل ومردود وقبیح ہے اور جن معتبر معتمد کتابوں کا مدعی نے نام لیا اُن سب پر محض افترا ہے اور جو وہم دلیل بنام دلیل ذکر کیا یکسر پادر ہوا ہے، صحیح بخاری وصحیح مسلم وسنن ابی داؤد ونسائی وابن ماجہ میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

امرت ان اسجد علی سبعۃ اعظم — میرے رب نے مجھے حکم فرمایا کہ سات استخوانوں پر سجدہ

marfat.com

على الجبهة واليدين والركبتين واطراف القدمين[1]۔ | کروں پیشانی اور دونوں ہاتھ اور دونوں زانو اور دونوں پاؤں کے نیچے۔

ان میں دونوں سرین ملانا زیادت فی الشرع ہے اور زیادت فی الشرع حرام،

قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من احدث فی امرنا هذا مالیس منه فهو رد[2] اخرجه البخاری ومسلم وابوداؤد وابن ماجة عن ام المؤمنین الصدیقة رضی اللہ عنہا۔ | نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے ہمارے اس امر (شرع) میں بدعت ایجاد کی جو شریعت سے نہ ہو تو وہ مردود ہے۔ بخاری ومسلم و ابوداؤد اور ابن ماجہ نے اسے حضرت ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کیا ہے (ت)

اور زیادت بھی اس دعا سے کہ فرض ہے اور اس کا ترک مفسد نماز اس کے ثبوت کو تو احادیث احاد بھی ناکافی ہوتیں کما تقرر فی مقرہ وعلم من صنیع اصحابنا رضی اللہ تعالٰی عنہم فی سورۃ الفاتحۃ وغیرھا (جیسا کہ اپنے مقام پر اس کی تقریر ہوچکی ہے اور سورۃ الفاتحہ وغیرہا سے متعلق ہمارے اصحاب احناف رضی اللہ تعالٰی عنہم کے طریقہ سے معلوم ہوچکا ہے۔ ت) نہ کہ وہ کہ جس کا پتا نہ حدیث میں نہ فقہ میں جس پر دلیل درکنار شبہہ تک نہیں ایسی جگہ غیر فرض کو فرض بتانا بہت سخت حکم رکھتا ہے فهل انتم منتهون[3] (کیا تم باز نہیں آؤ گے۔ ت) اول تو الیتین کی بجائے قدمین ہونے پر کیا دلیل اور بفرض غلط ہو بھی تو قعود میں کہ صلاۃ القاعد میں بجائے قیام ہے اور مفہوم قعود میں الصاق الیتین داخل کما فی بدائع ملک العلماء (جیسا کہ بدائع ملک العلماء میں ہے۔ ت) سجود کہ نہ قیام ہے نہ قعود نہ الصاق مذکور اس سے مفہوم نہ اُس میں مقصود بلکہ سجدہ رجال میں احادیث متواترہ قولیہ وفعلیہ ونصوص متظافرہ متون وشروح وفتاوٰی، فنہیہ میں صراحۃً اس کی نفی موجود اس میں الصاق مذکور سے نفی کراہت ومخالفت سنّت بھی قطعاً مردود نہ کہ دعائے فرضیت کہ اشنع باطل واخنع مطرود ونسأل اللہ العفو والعافیۃ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ الغفور الودود۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۳۴: از مولوی عبداللہ صاحب مدرس مدرسہ منظر الاسلام محلہ سوداگران بریلی ۹ صفر ۱۳۳۹ھ

رکوع کرتے وقت نظر کس جگہ رکھنا چاہئے؟

---

[1] صحیح البخاری باب السجود علی الانف مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۱۲

[2] ؍؍ ؍؍ باب اذا اصطلحوا علی صلح جور فہو مردود ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۱/۳۷۱

[3] القرآن ۵/۹۱

marfat.com

الجواب

رکوع میں قدموں پر نظر ہو، واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

مسئلہ ۴۳۲ از کلکتہ بلگچھیا مدرسہ عظیمیہ مسئولہ تصدق حسین صاحب ۱۰ رمضان المبارک ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ فریضہ نمازوں کے بعد دعا مانگ کر ہاتھوں کو منہ پر ملتے ہوئے زور آواز کے ساتھ چومنا کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

نماز کے بعد دعا مانگنا سنّت ہے اور ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا اور بعد دعا منہ پر ہاتھوں کو پھیر لینا بھی سنّت سے ثابت ہے مگر چومنا کہیں ثابت نہیں، واللہ تعالےٰ اعلم۔

مسئلہ ۴۳۳ از مدرسہ منظر الاسلام بریلی مسئولہ مولوی عبداللہ بہاری ۳ شوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ الحمد شریف کے بعد آمین آہستہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ امام سورہ فاتحہ پڑھ کر آمین کہے یا نہیں؟ اور جماعت کے ساتھ مقتدی بھی کہے یا نہیں؟ منفرد کو تیسری چوتھی رکعت میں آمین کہنا جائز ہے یا نہیں؟ اگر نہیں اور زبان سے نکل جائے تو سجدۂ سہو ہوگا یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

نماز کی ہر رکعت میں امام و منفرد کو ولا الضالین کے بعد آمین کہنا سنّت ہے۔ جہری نماز میں مقتدی بھی ہر رکعت جہری میں کہیں اور غیر جہری رکعت یا سری نماز میں اگر نماز میں ولا الضالین ایسی آواز میں کہا کہ اس کے کان تک پہنچی تو اس وقت بھی یہ آمین کہے ورنہ نہیں اور آمین سے سجدہ سہو کسی وقت نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۴۳۴ از شہر محلہ گڑھیا مسئولہ مولوی حشمت علی صاحب بریلوی ۷ ذی الحجہ ۱۳۳۹ھ

عالی جاہ دام ظلکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، اگر کوئی شخص ٹھہری ہوئی ریل میں قبلہ رُخ ہو کر اس طرح نماز پڑھے کہ ریل کی دونوں پٹڑیوں کے درمیان جو جگہ خالی ہے اس میں کھڑا ہو کر رکوع کرے اور کو... جگہ سے ایک پٹڑی پر سرین رکھ کر دوسری پٹڑی پر سجدہ کرے اور پاؤں اسی خالی جگہ میں قائم رہیں یونہی پیچھے پٹڑی پر بیٹھ کر اور آگے پاؤں لٹکا کر جلسہ قعدہ کرے تو نماز صحیح ہوگی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

مولٰنا اکرمکم اللہ وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، اس طرح سجدہ ہرگز ادا نہ ہوگا، نماز نہ ہوگی ایسا قعدہ بھی محض خلافِ سنّت اور اس کی ضرورت بھی نہیں۔ قعدہ میں پاؤں سمیٹ کر اسی خالی جگہ میں

marfat.com

بیٹھ سکتا ہے اور سجدہ کے لئے سر ذرا خم کرکے سامنے کی پٹڑی کے نیچے داخل کرکے بخوبی ادا کرسکتا ہے میں نے بارہا اس طرح ادا کی ہے۔ جب مولانا عبد القادر رحمہ اللہ تعالٰی کی ہمراہی میں تیسرے درجے میں سفر کرنا ہوتا تھا، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۳۵ مرسلہ مولوی سید غلام امام صاحب سہسوانی ۳ جمادی الآخرہ ۱۳۰۸ھ

بخدمت مولوی صاحب سرجمیع اہل فضل وکمال مسلم الشرف والعلا ابقاہم اللہ دائم البقاعلی الطریق المسنون۔ السلام علیکم وبطریقے ومراد ے ہزاروں دُعا وثنائے خلق عالم نواز وسلام مخلصانہ کے بعد کچھ تصدیع ہے آپ کے روبرو ایک جمعہ کی نماز کے بعد میں نے ذکر فضیلت عمامہ کا جو آپ سے کیا تو آپ نے فرمایا کہ ایسا ہی ہے اور کچھ عربی فقرہ بھی پڑھا تھا لہذا میں چاہتا ہوں کہ اگر میری یاد صحیح ہے تو اُس کو لکھ کر عنایت فرمائیں میں نہایت ممنونی موروثی کے ساتھ شکر عنایت عالی کو اچھا ضمیمہ کروں گا۔ فقط

الجواب

جنابِ من ادام اللہ تعالٰی اکرامتکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، فضل صلٰوۃ بالعمامہ میں احادیث مروی وہ اگرچہ ضعاف ہیں مگر دربارۂ فضائل ضعاف مقبول اور عند التحقیق ان پر حکم بالوضع محل کلام۔

حدیث اوّل: اخرج الطبرانی فی الکبیر عن ابی الدرداء رضی اللہ تعالٰی عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان اللہ عزوجل وملئکتہ یصلون علی اصحاب العمائم یوم الجمعۃ[1] یعنی بیشک اللہ عزوجل اور اس کے فرشتے جمعہ میں عمامہ باندھے ہوؤں پر درود بھیجتے ہیں۔

اقتصر الحافظان العراقی والعسقلانی فی تخریجی احادیث الاحیاء والرافعی علی تضعیفہ قالہ السیوطی فی اللاٰلی واورد الحدیث فی جامعہ الصغیر ملتزما ان لایورد فیہ موضوعا۔

دو حفاظ محدثین عراقی اور عسقلانی نے تخریج احادیث احیاء علوم الدین اور تخریج احادیث الرافعی الکبیر میں اس کی تضعیف پر اقتصار کیا ہے یہ بات سیوطی نے اللآلی میں میں بیان کی ہے اور اپنی کتاب جامع صغیر میں اسے نقل کیا ہے[2] لانکہ انہوں نے اس کتاب جامع صغیر میں اس بات کا التزام کر رکھا ہے کہ کوئی موضوع روایت اس میں ذکر نہ کی جائے گی (ت)

---

[1] مجمع الزوائد باب اللباس للجمعۃ مطبوعہ دارالکتاب بیروت ۲/ ۱۷۶

[2] الجامع الصغیر مع فیض القدیر حدیث ۱۸۱۷ مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت ۲/ ۲۷۰

marfat.com

حدیث دوم: ابن عساکر والدیلمی وابن النجار عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یقول صلاۃ تطوع او فریضۃ بعمامۃ تعدل خمسا وعشرین صلاۃ بلا عمامۃ وجمعۃ بعمامۃ تعدل سبعین جمعۃ بلا عمامۃ[1] یعنی ایک نماز نفل ہو یا فرض عمامہ کے ساتھ پچیس نماز بے عمامہ کی برابر ہے اور ایک جمعہ عمامہ کے ساتھ ستر جمعہ بے عمامہ کے ہمسر۔

فیہ مجاھیل قلت ولیس فیھم کذاب ولا وضاع ولا متھم بہ ولا فیہ ما یردہ الشرع او یحیلہ العقل وقد اوردہ السیوطی فی الجامع الصغیر۔

اس میں مجہول راوی ہیں قلت (میں کہتا ہوں) ان میں سے کوئی بھی کذاب اور وضّاع (حدیث گھڑنے والا) نہیں اور نہ ہی کوئی متہم بالوضع ہے اور نہ اس میں کوئی ایسی چیز ہے جس کو شریعت رد کرتی ہو یا اسے عقل محال تصوّر کرتی ہو، اور اسے امام سیوطی نے جامع صغیر میں نقل کیا ہے۔ (ت)

حدیث سوم: الدیلمی عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الصلاۃ فی العمامۃ تعدل بعشرۃ اُلاف حسنۃ[2] یعنی عمامہ میں نماز دس ہزار نیکیوں کے برابر ہے۔

ھذا ضعیف جدا فیہ ابان متروک۔ یہ نہایت ہی ضعیف ہے کیونکہ اس میں ابان متروک ہے۔ (ت)

واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۴۳۶: از پٹنہ مرسلہ ابوالمساکین مولوی ضیاء الدین صاحب ۱۶ ذی الحجہ ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ بعد سلام امام کو پنجوقتہ نمازیں داہنے یا بائیں پھر کے دُعا مانگنا چاہئے یا صرف فجر وعصر میں۔

الجواب

کسی نماز میں امام کو ہرگز نہ چاہئے کہ رُو بقبلہ بیٹھا رہے انصراف مطلقاً ضرور ہے صرح بہ فی الغنیۃ

---

[1] مرقات بحوالہ ابن عساکر الفصل الثانی من کتاب اللباس مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۸/۲۵۰
کنز العمال " " فرع فی العمائم مطبوعہ مکتبۃ التراث الاسلامی حلب بیروت ۱۵/۳۰۶
[2] الفردوس بماثور الخطاب حدیث ۳۸۰۵ " دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲/۴۰۶

نوٹ: جس کتاب سے حوالہ دیا گیا ہے اس کتاب کے الفاظِ حدیث میں "تعدل" کا لفظ نہیں ہے اور بجائے "اُلاف" کے "الف" ہے، الفاظِ حدیث یُوں ہیں: الصلٰوۃ فی العمامۃ عشرۃ الف حسنۃ۔ نذیر احمد سعیدی

marfat.com

والحلیۃ وغیرھما (اس پر ذخیرہ اور حلیہ وغیرہ میں تصریح ہے۔ ت) البتہ ظہر و مغرب وعشا کے بعد دعا میں زیادہ اطالت نہ ہو اور جبکہ معمول مقتدیان ہے کہ تا فراغِ دعا پابندِ امام رہتے ہیں ایسی تطویل کہ کسی مقتدی پر ثقیل ہو مطلقاً منع ہے، وتحقیق المسألۃ فی فتاوی الفقیر غفر اللہ تعالٰی لہ۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۴۳۷ از بریلی محلہ ذخیرہ مرسلہ شیخ محمد حسین ربیع الآخر ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں زید کہتا ہے کہ ہر ایک مسلمان مرد و عورت عاقل بالغ پر جیسے کہ نماز کا پڑھنا فرض ہے ویسے ہی نماز کے معنی اپنی زبان میں یاد کرلینا بھی فرض ہے پھر وقت نماز کے جو لفظ زبان عربی میں پڑھا جائے اُس کے معنی لبغور دل میں سمجھ لینا بھی فرض ہے پس باوجود طاقت ہونے کے سیکھنے سکھانے میں سُستی کرے یا معنی جانتا ہے اور وقت پر بے غوری کرے ایسے شخص کی نماز کا پھل کیا ہوگا دنیا و آخرت میں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

ان دونوں باتوں سے کچھ فرض نہیں بغیر ان کے بھی سر سے فرض اُتر جانے کا پھل حاصل ہے

فی الاشباہ لاتستحب اعادتھا لترک الخشوع[1] و فی الغمز عن الملتقط قول بعض الزھاد من لم یکن قلبہ فی الصلاۃ (مع الصلوٰۃ) لاقیمۃ لصلاتہ لیس بشیئ[2] الخ

اشباہ میں ہے ترکِ خشوع کی بنا پر نماز کا اعادہ مستحب نہیں، اور غمز میں ملتقط کے حوالے سے ہے کہ بعض زاہدوں کے اس قول کی کوئی حقیقت نہیں کہ جس کا دل نماز میں حاضر نہ ہو اس کی نماز کی کوئی قیمت نہیں الخ (ت)

ہاں نماز کا کمال نماز کا نور نماز کی خوبی فہم و تدبّر و حضور قلب پر ہے واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۴۳۸ از غازی پور محلہ میاں پورہ مرسلہ منشی علی بخش صاحب محرر دفتر ججی غازی پور ۱۷ ذیقعدہ ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ تمام فرائض پنجگانہ کے بعد امام کو شمال یا جنوب کی طرف پھر جانا دُعا کے واسطے واجب یا مستحب ہے یا نہیں اور سوائے عصر و فجر کے فرائض سہ گانہ کے بعد اگر نہ پھرے تو گنہگار ہوگا یا نہیں؟

الجواب

بعد سلام قبلہ رُو بیٹھا رہنا ہر نماز میں مکروہ ہے شمال و جنوب و مشرق میں مختار ہے مگر جب کوئی

---

[1] الاشباہ والنظائر کتاب الصلوٰۃ مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۱/۲۱۲

[2] غمز عیون البصائر مع الاشباہ والنظائر کتاب الصلوٰۃ 〃 〃 〃 〃

marfat.com

مسبوق اس کے محاذات میں اگرچہ اخیر صف میں نماز پڑھ رہا ہو تو مشرق کو یعنی جانب مقتدیان منہ نہ کرے، بہر حال پھرنا مطلوب ہے اگر نہ پھرا اور قبلہ رو بیٹھا رہا تو مبتلائے کراہت و تارکِ سنّت ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۴۳ از اروہ نگلہ ڈاک خانہ اچھنیرہ ضلع آگرہ مسئولہ جناب محمد صادق علی صاحب رمضان شریف ۱۳۳۰ھ

اکثر دیہات میں نماز پڑھ کر جب اٹھتے ہیں کونا مصلّی کا اُلٹ دیتے ہیں اس کا شرعاً ثبوت ہے یا نہیں؟

الجواب

ابن عساکر نے تاریخ میں جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

الشیاطین یستمتعون بثیابکم فاذا نزع احدکم ثوبہ فلیطوہ حتی ترجع الیہا انفاسہا فان الشیطان لایلبس ثوبا مطویا۔[1]

شیطان تمہارے کپڑے اپنے استعمال میں لاتے ہیں تو کپڑا اتار کر تہ کر دیا کرو کہ اس کا دم راست ہو جائے کہ شیطان تہ کئے کپڑے کو نہیں پہنتا۔

معجم اوسط طبرانی کے لفظ یہ ہیں:

اطووا ثیابکم ترجع الیہا ارواحہا فان الشیطان اذا وجد الثوب مطویا لم یلبسہ، وان وجدہ منشورا لبسہ۔[2]

کپڑے لپیٹ دیا کرو کہ ان کی جان میں جان آجائے اس لئے کہ شیطان جس کپڑے کو لپٹا ہوا دیکھتا ہے اسے نہیں پہنتا اور جسے پھیلا ہوا پاتا ہے اسے پہنتا ہے۔ (ت)

ابن ابی الدنیا نے قیس ابن ابی حازم سے روایت کی:

قال ما من فراش یکون مفروشا لاینام علیہ احد الانام علیہ الشیطان۔[3]

فرمایا جہاں کوئی بچھونا بچھا ہو جس پر کوئی سوتا نہ ہو اس پر شیطان سوتا ہے۔ (ت)

ان احادیث سے اس کی اصل نکل سکتی ہے اور پورا لپیٹ دینا بہتر ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] کنز العمال بحوالہ ابن عساکر عن جابر الباب الثالث فی اللباس منشورات مکتبۃ التراث الاسلامی حلب بیروت ۱۵/ ۳۲۸
[2] المعجم الاوسط حدیث نمبر ۵۶۹۸ مکتبۃ المعارف، الریاض ۶/ ۳۲۸
[3] ابن ابی الدنیا۔

marfat.com

مسئلہ ۲۲۰ از جڑودہ ضلع میرٹھ مرسلہ سید صابر جیلانی صاحب

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر پیروں کے نیچے کپڑا نہ ہو اور صرف زانو اور سجدہ کی جگہ ہو تو نماز ہو سکتی ہے یا نہیں ؟

الجواب

نماز ہو جائے گی اور بہتر اس کا عکس ہے پاؤں کی احتیاط پیشانی سے زیادہ ہے ولہذا اگر انگرکھا یا کرتا بچھا کر نماز پڑھے تو چاہیے کہ گریبان کی جانب پاؤں رکھے اور دامنوں پر سجدہ کرے کہ گریبان بہ نسبت دامن احتمال نجاست سے دور ہے۔

مسئلہ ۲۲۱ ۲۵ شعبان ۱۳۲۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و ہادیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ امام کو قبلہ کی طرف دعا مانگنا مطلقاً مکروہ ہے تو اس کی کراہت کا کیا اثر پڑنا چاہیے اور درحالیکہ دس آدمی سے زیادہ ہوں مقتدی میں سے اگر اخیر صفوں تک کوئی نماز میں نہ ہو بشرط محاذات، تو امام کو چاہیے کہ مقتدیوں کو پیٹھ نہ کرے لیکن اس صورت میں اگر مقتدیوں کی مقتدیوں کو پیٹھ ہو تو اس کا کیا جواب ہے اور ایضاً مطلقاً مکروہ کے کیا معنی ہیں ؟ بینوا توجروا۔

الجواب

کراہت کا اثر ناپسندی اور اس کا اوسط درجہ اساءت ہے یعنی برا کیا اور اعلیٰ درجہ کراہت تحریم اس کا اثر گنہگار و مستحقِ عذاب ہونا مطلق مکروہ غالباً تحریم کا افادہ کرتا ہے اور بلکہ خاص بمعنی کراہت تنزیہ بھی مستعمل ہوتا ہے مقتدیوں کے لئے شرعاً اتنا مستحب ہے کہ نقض صفوف کریں اور نماز کے بعد اس انتظام پر نہ بیٹھے رہیں جیسے نماز میں تھے پھر بھی سب کو پھر کر بیٹھنے کا حکم نہیں کہ اس میں حرج ہے اور مقتدی سب ایک حالت پر شریکِ نماز ہوئے تھے ان میں سے کسی کا آگے پیچھے ہونا کوئی بالخصوص مقصود و مطلوب و لازم نہ تھا بلکہ اتفاقی طور پر واقع ہوا جو پہلے پہنچ گیا اس نے پہلی صف میں جگہ پائی اور جو بعد کو پہنچے انھوں نے بعد کی صف میں، اگر یہ بعد والے پہلے پہنچتے تو یہی پہلی صف میں ہوتے اور وہ کہ اگلی صف میں ہیں بعد کو آتے تو وہی بعد کی صف میں ہوتے، ان کا بیٹھنا ایسا ہے جیسا مجلس کثیر میں لوگوں کا بیٹھنا کہ ایک دوسرے کی طرف پیٹھ ہوتی ہے مگر وہ سب ایک حالت میں ہیں قصداً والتزاماً ان میں ایک دوسرے پر تقدم نہیں بخلاف امام کہ وہ بالقصد آگے ہوتا اور انہیں پیٹھ کرتا ہے اور یہی واجب و لازم اور متعین ہے تو اسے اس قصدی پشت کرنے سے انحراف کا حکم ہوا، واللہ تعالیٰ اعلم۔

marfat.com

مسئلہ ۴۴۲ از پیلی بھیت مرسلہ جناب مولانا مولوی محمد وصی احمد صاحب محدث سورتی ۴ ذی الحجہ ۱۳۲۲ھ

حدیث صلاۃ تطوع او فریضۃ بعمامۃ تعدل خمسا وعشرین صلاۃ بلا عمامۃ وجمعۃ بعمامۃ تعدل سبعین جمعۃ بلا عمامۃ (عمامہ کے ساتھ نفل یا فرض نماز کا پڑھنا بغیر عمامہ کی نماز سے پچیس گنا افضل ہے اور عمامہ کے ساتھ جمعہ کا پڑھنا بغیر عمامہ کے جمعہ سے ستر گنا افضل ہے۔ ت) محدثین کے نزدیک موضوع یا ضعیف ہے؟ اور اگر کوئی شخص بسبب نفس پروری کے اس حدیث کو موضوع سمجھے اور کتب معتبرہ فقہیہ کی عبارات جو عمامہ باندھ کر نماز پڑھنے کے ثواب پر دال ہیں مثل عالمگیریہ و کنز و فتاوٰی حجہ و آداب اللباس مؤلفہ شیخ محدث دہلوی وقنیہ وغیرہا تسلیم نہ کرے اور اس حدیث کے بیان کرنے والے پر لعن وطعن کرے اور مفتری علی الاحادیث تصور کرے اور لوگوں کو تاکید اس امر کی کرے کہ عمامہ باندھنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے اور قصداً عمامہ اتروا ڈالے اور عمامہ باندھنے کو باوجود تاکید احادیث ثواب نہ جانے تو وہ شخص قابل الزام شرعی ہوگا یا نہیں؟ جامع الرموز میں الفاظ ذیل کی حدیث ملی:

ونص عبارتہ تنبغی ان یصلی مع العمامۃ فی الحدیث الصلاۃ مع العمامۃ خیر من سبعین صلاۃ بغیر عمامۃ کما فی المنیۃ۔[۲]

اس کی عبارت یہ ہے عمامہ کے ساتھ نماز ادا کرنی چاہیے کیونکہ حدیث میں ہے عمامہ والی نماز بغیر عمامہ والی نماز سے ستر گنا افضل ہے۔ اسی طرح منیہ میں ہے۔

اس حدیث کے حال سے بھی آگاہ فرمائیے اور یہ منیہ جس کا حوالہ جامع الرموز نے دیا ہے یہی منیۃ المصلی مرجح ہے یا اور کوئی منیہ ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

عمامہ حضور پُرنور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی سنّتِ متواترہ ہے جس کا تواتر یقیناً سرحد ضروریاتِ دین تک پہنچا ہے ولہذا علمائے کرام نے عمامہ تو عمامہ ارسالِ عذبہ یعنی شملہ چھوڑنا کہ اُس کی فرع اور سنّت غیر مؤکدہ ہے یہاں تک کہ مرقاۃ میں فرمایا:

---

[۱] مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح الفصل الثانی من کتاب اللباس مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۸/۲۵۰

[۲] جامع الرموز فصل ما یفسد الصلوٰۃ مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۱/۱۹۳

marfat.com

قد ثبت فی السیر بروایات صحیحۃ ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان یرخی علامتہ احیانا بین کتفیہ واحیانا یلبس العمامۃ من غیر علامۃ فعلم ان الاتیان بکل واحد من تلك الامور سنۃ۔[1]

کتبِ سِیَر میں روایاتِ صحیحہ سے ثابت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کبھی عمامہ کا شملہ دونوں کاندھوں کے درمیان چھوڑتے اور کبھی بغیر شملہ کے باندھتے۔ اس سے یہ واضح ہوجاتا ہے کہ ان امور میں سے ہر ایک کو بجالانا سنّت ہے (ت)

اس کے ساتھ استہزاء کو کفر ٹھہرایا کما نص علیہ الفقہاء الکرام وامروا بترکہ حیث یستہزئ بہ العوام کیلا یقعوا فی الھلاك بسوء الکلام (جیسا کہ فقہاء کرام نے اس پر تصریح کی ہے اور وہاں اسکے ترک کا حکم دیا جہاں عوام اس پر مذاق کرتے ہوں تاکہ وہ اس کلام بد سے ہلاکت میں نہ پڑیں۔ت) تو عمامہ کہ سنت لازمہ دائمہ ہے یہاں تک کہ علماء نے خالی ٹوپی پہننے کو مشرکین کی وضع قرار دیا اور حدیث آتی رکانۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ کو اس پر حمل کیا۔ علامہ علی قاری نے شرح مشکوٰۃ میں فرمایا:

لم یروا انہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لبس القلنسوۃ بغیر العمامۃ فیتعین ان یکون ھذا زی المشرکین۔[2]

یعنی اصلاً مروی نہ ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے کبھی بغیر عمامہ کے ٹوپی پہنی ہو، متعین ہوا کہ یہ کافروں کی وضع ہے (ت)

اسی میں بعد ذکر بعض احادیث فضیلت عمامہ ہے:

ھذا کلہ یدل علی فضیلۃ العمامۃ مطلقا نعم مع القلنسوۃ افضل فلبسھا وحدھا مخالف للسنۃ کیف وھی زی الکفرۃ وکذا المبتدعۃ فی بعض البلدان۔[3]

یعنی ان سب سے عمامہ کی فضیلت مطلقاً ثابت ہوئی اگرچہ بے ٹوپی ہو، ہاں ٹوپی کے ساتھ افضل ہے اور خالی ٹوپی خلافِ سنت ہے، اور کیونکر نہ ہو کہ وہ کافروں اور بعض بلاد کے بدمذہبوں کی وضع ہے (ت)

اس کا انکار کس درجہ اشد واکبر ہوگا اُس کا سنّت ہونا متواتر ہے اور سنّتِ متواترہ کا استخفاف کفر ہے۔ وجیز کردری پھر نہر الفائق پھر ردالمحتار میں ہے:

لو لم یر السنۃ حقا کفر لانہ

اگر کوئی شخص سنت کو حق و صحیح نہیں جانتا تو اس

---

[1] و [2] و [3] مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح والفصل الثانی من کتاب اللباس مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۸/۲۵۰

marfat.com

استخفاف[1]۔ (ترجمہ: اس نے کفر کیا کیونکہ یہ اس کا استخفاف ہے۔ ت)

عمامہ کی فضیلت میں احادیث کثیرہ وارد ہیں بعض اُن سے کہ اس وقت پیش نظر ہیں مذکور ہوتی ہیں:

حدیث اول: سُنن ابی داوٗد و جامع ترمذی میں رکانہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

فرق مابیننا وبین المشرکین العمائم علی القلانس[2]۔ (ترجمہ: ہم میں اور مشرکوں میں فرق ٹوپیوں پر عمامے ہیں۔ ت)

علامہ مناوی تیسیر شرح جامع صغیر میں اس حدیث کے نیچے لکھتے ہیں:

فالمسلمون یلبسون القلنسوۃ وفوقھا العمامۃ اما لبس القلنسوۃ وحدھا فزی المشرکین فلبس العمامۃ سنۃ[3]۔ (ترجمہ: مسلمان ٹوپیاں پہن کر اوپر سے عمامہ باندھتے ہیں تنہا ٹوپی کافروں کی وضع ہے تو عمامہ باندھنا سنت ہے۔)

یہی حدیث باوردی نے ان لفظوں میں روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

العمامۃ علی القلنسوۃ فصل مابیننا وبین المشرکین یعطی یوم القیٰمۃ بکل کورۃ یدورھا علی رأسہ نورا[4]۔ (ترجمہ: ٹوپی پر عمامہ ہمارا اور مشرکین کا فرق ہے ہر پیچ کہ مسلمان اپنے سر پر دے گا اس پر روزِ قیامت ایک نور عطا کیا جائے گا۔)

حدیث ۲ و ۳: قضاعی مسند شہاب میں امیر المومنین مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم سے اور دیلمی مسند الفردوس میں مولٰی علی و عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہم سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

العمائم تیجان العرب[5] (عمامے عرب کے تاج ہیں)۔

حدیث ۴: مسند الفردوس میں انس ابن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

---

[1] الفتاوی البزازیۃ مع الفتاوی الہندیۃ نوع فی السنن من کتاب الصلوٰۃ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۴/ ۲۸
[2] سنن ابی داوٗد باب العمائم مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۲۰۸
[3] التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت حدیث فرق مابیننا الخ مکتبۃ الامام شافعی الریاض ۲/ ۱۶۹
[4] کنز العمال بحوالہ الباوردی عن رکانۃ فرع فی العمائم مطبوعہ منشورات مکتبۃ التراث الاسلامی حلب بیروت ۱۵/ ۳۰۵
[5] الفردوس بماثور الخطاب حدیث ۴۲۴۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۳/ ۸۷

marfat.com

العمائم تیجان العرب فاذا وضعوا العمائم وضعوا اعزھم[1] وفی لفظ وضع اللہ عزھم۔ عمامے عرب کے تاج ہیں جب وہ عمامہ چھوڑیں گے تو اپنی عزت اتار دیں گے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالٰی ان کی عزت اتار دے گا۔

حدیث ۵ : ابن عدی امیر المومنین مولٰی علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں :

ائتوا المساجد حُسّرًا و مقنعین ، فان العمائم تیجان المسلمین[2]۔ مسجدوں میں حاضر ہو سر برہنہ اور عمامے باندھے اس لئے کہ عمامے مسلمانوں کے تاج ہیں۔

حدیث ۶ : طبرانی معجم کبیر اور حاکم صحیح مستدرک میں حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں :

اعتموا تزدادوا حلما[3] عمامہ باندھو تمہارا حلم بڑھے گا۔

صححہ الحاکم (حاکم نے اسے صحیح قرار دیا۔ ت)

حدیث ۷ : ابن عدی کامل و بیہقی شعب الایمان میں اسامہ بن عمیر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ فرماتے ہیں :

اعتموا تزدادوا حلما والعمائم تیجان العرب[4]۔ عمامہ باندھو وقار زیادہ ہوگا اور عمامے عرب کے تاج ہیں۔

وروی عنہ الطبرانی صدرہ واشار المناوی الی تقویتہ (طبرانی نے اس کا ابتدائی حصہ روایت کیا، امام مناوی نے اس کا قوی ہونا بیان کیا ہے۔ ت)

حدیث ۸ : دیلمی عمران بن حصین رضی اللہ تعالٰی عنہ وان اسلم حصین فعنہما سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں :

العمائم وقار المؤمن وعز العرب فاذا وضعت عمامے مسلمان کے وقار اور عرب کی عزت ہیں تو جب

---

[1] الجامع الصغیر مع فیض القدیر بحوالہ مسند فردوس عن ابن عباس مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۴/ ۳۹۲
[2] الکامل فی ضعفاء الرجال اسامی شتی من ابتداء اسامیہم میم " المکتبۃ الاثریہ سانگلہ ہل شیخوپورہ ۶/ ۲۴۱۳
[3] المعجم الکبیر باب ما جاء فی لبس العمائم الخ مطبوعہ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱/ ۱۹۴
[4] شعب الایمان حدیث ۶۲۶۰ " دار الکتب العربیۃ بیروت ۵/ ۱۷۶

marfat.com

العرب عمائمها وضعت عزھا۔[۱] عرب عمامے اتار دیں اپنی عزت اتار دیں گے۔

حدیث ۹: وہی رکانہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں،

لا تزال امتی علی الفطرۃ ما لبسوا العمائم علی القلانس۔[۲] میری اُمت ہمیشہ دینِ حق پر رہے گی جب تک وہ ٹوپیوں پر عمامے باندھیں۔

حدیث ۱۰: ابوبکر ابن ابی شیبہ مصنف اور ابوداؤد طیالسی و ابن منیع مسانید اور بیہقی سنن میں امیر المومنین مولٰی علی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں،

ان اللہ امدنی یوم بدر وحنین بملئکۃ یعتمون ھذہ العمۃ وقال ان العمامۃ حاجزۃ بین الکفر والایمان۔[۳] بیشک اللہ عزوجل نے بدر وحنین کے دن ایسے ملائکہ سے میری مدد فرمائی جو اس طرز کا عمامہ باندھتے ہیں بیشک عمامہ کفر وایمان میں فارق ہے۔

حدیث ۱۱: دیلمی مسند الفردوس میں عبدالاعلی بن عدی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا،

ھکذا فاعتموا فان العمامۃ سیماء الاسلام وھی حاجزۃ بین المسلمین والمشرکین۔[۴] اسی طرح عمامے باندھو کہ عمامہ اسلام کی نشانی ہے اور وہ مسلمانوں اور مشرکوں میں فارق ہے۔

حدیث ۱۲: ابن شاذان اپنی مشیخت میں مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے عمامہ کی طرف اشارہ کرکے فرمایا،

ھکذا تکون تیجان الملئکۃ۔[۵] فرشتوں کے تاج ایسے ہی ہوتے ہیں۔

حدیث ۱۳ و ۱۴: طبرانی کبیر میں عبداللہ بن عمر اور بیہقی شعب میں عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالٰی عنہم سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

علیکم بالعمائم فانھا سیماء الملئکۃ وارخوالھا خلف ظھورکم۔[۶] عمامے اختیار کرو کہ وہ فرشتوں کے شعار ہیں اور ان کے شملے اپنے پس پُشت چھوڑو۔

---

[۱] الفردوس بماثور الخطاب بحوالہ عن ابن عباس حدیث ۴۲۴۲ مطبوعہ دار الکتب العربیۃ بیروت ۳/۸۸

[۲] " " " حدیث ۶۵۶۹ " " " ۵/۹۳

[۳] السنن الکبرٰی للبیہقی باب التحریض علی الرمی " دار صادر بیروت ۱۰/۱۴

[۴] کنز العمال بحوالہ الدیلمی حدیث ۴۱۱۹۱ آداب التعمیم " منشورات المکتبۃ التراث الاسلامی حلب بیروت ۱۵/۴۸۳

[۵] " بحوالہ ابن شاذان فی مشیختہ " ۴۱۹۱۳ " " " " ۱۵/۴۸۴

[۶] المعجم الکبیر حدیث ۱۳۴۱۸ مطبوعہ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱۲/۳۸۳

marfat.com

حدیث ۱۵ : ابوعبداللہ محمد بن وضاح فضل لباس العمائم میں خالد بن معدان سے مرسلاً راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں :

ان اللہ تعالٰی اکرم ھذہ الامۃ بالعصائب الحدیث[1]۔ — بیشک اللہ عزوجل نے اس امت کو عماموں سے مکرم فرمایا، الحدیث۔

حدیث ۱۶ : بیہقی شعب الایمان میں انہی سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں :

اعتموا خالفوا علی الامم قبلکم[2]۔ — عمامے باندھو اگلی اُمتوں یعنی یہود و نصارٰی کی مخالفت کرو کہ وہ عمامہ نہیں باندھتے۔

حدیث ۱۷ : معجم کبیر طبرانی میں ہے :

حدثنا محمد بن عبد اللہ الحضرمی حدثنا العلاء بن عمرو الحنفی حدثنا ایوب بن مدرك عن مکحول عن ابی الدرداء رضی اللہ تعالٰی عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان اللہ عزوجل وملئکتہ یصلون علی اصحاب العمائم یوم الجمعۃ[3]۔ — بیان کیا محمد بن عبداللہ الحضرمی نے، بیان کیا العلاء بن عمرو الحنفی نے، بیان کیا ایوب بن مدرک سے مکحول سے ابوالدرداء رضی اللہ تعالٰی عنہ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے کہ بیشک اللہ تعالٰی اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں جمعہ کے روز عمامہ والوں پر۔

حدیث ۱۸ : دیلمی انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں :

الصلٰوۃ فی العمامۃ تعدل بعشرۃ الاف حسنۃ[4]۔ — عمامہ کے ساتھ نماز دس ہزار نیکی کے برابر ہے۔

فیہ ابان (اس کی سند میں ابان راوی ہے۔ ت)

حدیث ۱۹ : رامہرمزی کتاب الامثال میں معاذ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی

---

[1] کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال حدیث ۴۱۱۴۵ مطبوعہ منشورات مکتبۃ التراث الاسلامی حلب بیروت ۱۵/ ۳۰۷

[2] شعب الایمان حدیث ۶۲۶۱ 〃 دار الکتب العلمیۃ بیروت ۵/ ۱۷۶

[3] مجمع الزوائد بحوالہ معجم کبیر باب اللباس للجمعۃ 〃 دار الکتاب بیروت ۲/ ۱۷۶

[4] الفردوس بماثور الخطاب حدیث ۳۸۰۵ 〃 دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲/ ۴۰۶

نوٹ : جس کتاب سے حدیث کا حوالہ دیا گیا ہے اس میں "تعدل" کا لفظ نہیں ہے۔ نذیر احمد سعیدی

marfat.com

علیہ وسلم فرماتے ہیں:

العمائم تیجان العرب فاعتموا تزدادوا حلما ومن اعتم فلہ بکل کور حسنۃ فاذا حط فلہ بکل حطۃ حط خطیئۃ۔[1]

عمامے عرب کے تاج ہیں تو عمامہ باندھو تمہارا وقار بڑھے گا اور جو عمامہ باندھے اس کے لئے ہر پیچ پر ایک نیکی ہے اور جب (بلاضرورت یا ترک کے قصد پر) اتارے تو ہر اتارنے پر ایک خطا ہے یا جب (بضرورت بلاقصد ترک بلکہ بارادۂ معاودت) اتارے تو ہر پیچ اتارنے پر ایک گناہ اترے۔

دونوں معنی محتمل ہیں واللہ تعالٰی اعلم والحدیث اشد ضعفا فیہ ثلثۃ متروکون متھمون عمرو بن الحصین عن ابی علاثۃ عن ثویر (اللہ تعالٰی ہی بہتر جانتا ہے۔ اس حدیث میں شدید قسم کا ضعف ہے کیونکہ اس کے تین راوی متروک و متہم ہیں عمرو بن حصین انھوں نے ابوعلاثہ سے اور انہوں نے ثویر سے روایت کیا۔ ت)

حدیث ۲۰: مسند الفردوس میں جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہما سے مروی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

رکعتان بعمامۃ خیر من سبعین رکعۃ بلاعمامۃ۔[2]

عمامہ کے ساتھ دو رکعتیں بے عمامے کی ستر رکعتوں سے افضل ہیں۔

رہی **حدیث مذکور سوال** اسے ابن عساکر نے تاریخ دمشق اور ابن النجار نے تاریخ بغداد اور دیلمی نے مسند الفردوس میں بطرق عدیدہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا:

ابن عساکر بطریق احمد بن محمد الرقی ثنا عیسٰی بن یونس حدثنا العباس بن کثیر ح والدیلمی بطریق الحسنین بن اسحٰق العجلی حدثنا اسحٰق بن یعقوب القطان حدثنا سفیٰن بن زیاد المخرمی حدثنا العباس بن کثیر القرشی حدثنا یزید بن

ابن عساکر نے بطریق احمد بن محمد رقی از عیسٰی بن یونس از عباس بن کثیر حدیث بیان کی ح اور دیلمی نے بطریق حسین بن اسحٰق العجلی از اسحٰق بن یعقوب قطان از سفیٰن بن زیاد المخرمی از عباس بن کثیر القرشی از یزید بن ابی حبیب از میمون بن مہران حدیث بیان کی کہا میں سالم بن عبداللہ بن عمر کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے حدیث املاء کرائی پھر میری طرف متوجہ

---

[1] کنز العمال بحوالہ الرامہرمزی فی الامثال حدیث ۴۱۱۴۲ مطبوعہ منشورات مکتبۃ التراث الاسلامی حلب بیروت ۱۵/۳۰۶

[2] الفردوس بماثور الخطاب حدیث ۳۲۳۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲/۲۶۵

نوٹ: جس کتاب سے حوالہ نقل کیا گیا ہے اس میں لفظ "خیر" کی بجائے "افضل" ہے۔ نذیر احمد سعیدی

marfat.com

ابی حبیب عن میمون بن مھران قال دخلت علی سالم بن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنھم فحدثنی ملیا ثم التفت الی فقال یا ابا ایوب الا اخبرك بحدیث تجیه وتحمله عنی وتحدث به فقلت بلی قال دخلت علی عبد اللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالٰی عنھما وھو یتعمم فلما فرغ التفت فقال اتحب العمامة قلت بلی قال احبھا تکرم ولا یراك الشیطان الا ولی (ھارباانی) سمعت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم یقول صلاۃ تطوع او فریضة بعمامة تعدل خمسا وعشرین صلاۃ بلا عمامة وجمعة بعمامة تعدل سبعین جمعة بلا عمامة ای بنی اعتم فان الملئکة یشھدون یوم الجمعة معتمین فیسلمون علی اھل العمائم حتی تغیب الشمس[1]۔

ہو کر فرمایا اے ابو ایوب! کیا تجھے ایسی حدیث کی خبر نہ دوں جو تجھے پسند ہو، میری طرف سے روایت کرے اور اسے بیان کرے۔ میں نے عرض کیا کیوں نہیں ـــــ تو سالم بن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہم فرماتے ہیں میں اپنے والد ماجد عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما کے حضور حاضر ہوا اور وہ عمامہ باندھ رہے تھے جب باندھ چکے میری طرف التفات کرکے فرمایا تم عمامہ کو دوست رکھتے ہو؟ میں نے عرض کی کیوں نہیں! فرمایا اسے دوست رکھو عزت پاؤ گے اور جب شیطان تمہیں دیکھے گا تم سے پیٹھ پھیر لے گا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ عمامہ کے ساتھ ایک نفل نماز خواہ فرض بے عمامہ کی پچیس نمازوں کے برابر ہے اور عمامہ کے ساتھ ایک جمعہ بے عمامہ کے ستّر جمعوں کے برابر ہے ۔ پھر ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما نے فرمایا: اے فرزند! عمامہ باندھ کہ فرشتے جمعہ کے دن عمامہ باندھے آتے ہیں اور سورج ڈوبنے تک عمامہ والوں پر سلام بھیجتے رہتے ہیں۔

حق یہ ہے کہ یہ حدیث موضوع نہیں اس کی سند میں نہ کوئی وضاع ہے نہ متہم بالوضع نہ کوئی کذاب نہ متہم بالکذب نہ اُس میں عقل یا نقل کی اصلاً مخالفت لاجرم اُسے امام جلیل خاتم الحفاظ جلال الملۃ والدین سیوطی نے جامع صغیر میں ذکر فرمایا جس کے خطبہ میں ارشاد کیا:

ترکت القشر، واخذت اللباب، وصنته عما تفرد به وضاع اوکذاب[2]۔

میں نے اس کتاب میں پوست چھوڑ کر خالص مغز لیا ہے اور اسے ہر ایسی حدیث سے بچایا جسے تنہا کسی وضاع یا کذاب نے روایت کیا ہے۔

---

[1] لسان المیزان حرف العین ترجمہ العباس بن کثیر مطبوعہ دائرۃ المعارف النظامیہ حیدر آباد دکن ۳/ ۲۴۴

نوٹ: جن کتابوں کا اعلٰحضرت نے ذکر کیا ہے وہ نہ ملنے کی وجہ سے اس کتاب سے حوالہ دیا ہے۔ نذیر احمد

[2] الجامع الصغیر مع فیض القدیر درخطبہ کتاب مطبوعہ دار المعرفت بیروت ۱/ ۲۰

marfat.com

اما ابن النجار فاخرجه من طريق محمد بن مهدی المروزی انبانا ابوبشر بن سيار الرقی حدثنا العباس بن كثير الرقی عن يزيد بن ابی جبيب قال قال لی مهدی بن ميمون دخلت علی سالم بن عبد الله بن عمر رضی الله تعالیٰ عنهم وهو يعتم فقال لی يا ابا ايوب الا احدثك بحديث تحبه وتحمله وترويه فذكر مثله وقال لايزالون يصلون علی اصحاب العمائم حتی تغيب الشمس[1] قال الحافظ فی اللسان هذا حديث منكر بل موضوع ولم ار للعباس بن كثير ذكرا فی الغرباء لابن يونس ولا فی ذيله لابن الطحان واما ابو بشر بن سيار فلم يذكره ابو احمد الحاكم فی الكنی وما عرفت محمد بن مهدی المروزی ولا مهدی بن ميمون الراوی لهذا الحديث من سالم وليس هو البصری المخرج فی الصحيحين وذاك يكنی ابا يحيی ولا ادری ممن الآفة اهـ[2]

ابن نجار نے اس کی تخریج اس سند سے کی ہے کہ محمد بن مہدی مروزی بیان کرتے ہیں کہ ہمیں ابو بشر بن سیار رقی نے خبر دی وہ کہتے ہیں ہمیں عباس بن کثیر رقی نے یزید بن ابی جبیب کے حوالے سے حدیث بیان کی کہا مجھے مہدی بن میمون نے بتایا کہ ایک دفعہ میں سالم بن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے پاس گیا تو وہ عمامہ باندھ رہے تھے انھوں نے مجھے فرمایا اے ابو ایوب! میں تجھے ایک حدیث نہ بیان کروں جسے تو محبوب رکھے حاصل کرنے کے بعد اسے بیان کرے، پھر انھوں نے اسی طرح کی حدیث بیان کی اور فرمایا کہ فرشتے عمامہ باندھنے والوں پر غروب آفتاب تک صلوٰۃ بھیجتے رہتے ہیں حافظ نے لسان میں فرمایا یہ حدیث منکر بلکہ موضوع ہے اور میں نے عباس بن کثیر کا ذکر ابن یونس کی غرباء میں اور اس کے حاشیہ لابن طحان میں نہیں پایا اور ابو بشر بن سیار کا تذکرہ ابو احمد حاکم نے الکنی میں نہیں کیا اور نہ ہی میں محمد بن مہدی مروزی اور اس حدیث کے راوی مہدی بن میمون کو جانتا ہوں اور یہ وہ بصری بھی نہیں جو مسلم و بخاری کے راوی ہیں ان کی کنیت ابو یحیی ہے اور نہ میں اس کی آفت سے آگاہ ہوں۔ (ت)

اقول رحم الله الحافظ من اين يأتيه الوضع وليس فيه ما يحيله عقل ولا

اقول حافظ پر اللہ تعالیٰ رحم کرے اس روایت میں وضع کو کہاں سے لائے ہیں؟

---

[1] لسان المیزان حرف العین ترجمہ العباس بن کثیر مطبوعہ دائرۃ المعارف النظامیہ حیدر آباد دکن ۳/۲۴۴
نوٹ: یہ حوالہ بھی اصل کتاب نہ ملنے کی وجہ سے لسان المیزان سے ذکر کیا ہے۔ نذیر احمد
[2] لسان المیزان حرف العین ترجمہ عباس بن کثیر مطبوعہ دائرۃ المعارف النظامیہ حیدر آباد دکن ۳/۲۴۴

marfat.com

شرع ولا فی سندہ وضاع ولا کذاب ولا متھم
و مجرد جھل الراوی لایقضی بالسقوط
حتی لایصلح للتمسک بہ فی الفضائل فضلا
عن الوضع ، ولما اورد الحافظ ابو الفرج
ابن الجوزی حدیث قزعۃ بن سوید عن عاصم
بن مخلد عن ابی الاشعث الصنعانی عن
شداد بن اوس رضی اللہ تعالٰی عنہ قال قال
رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من
قرض بیت شعر بعد العشاء الاخرۃ لم
تقبل لہ صلاۃ تلک اللیلۃ[1] فی الموضوعات
واعلہ بان عاصما فی عداد المجھولین و
قزعۃ قال احمد مضطرب الحدیث و
قال ابن حبان کان کثیر الخطاء فاحش
الوھم ، فلما کثر ذلک فی روایتہ سقط
الاحتجاج بخبرہ[2] اھ قال الحافظ نفسہ فی القول
المسدد لیس فی شیئ من ھذا ما یقضی علی
ھذا الحدیث بالوضع[3] الخ ولما حکم ابن
الجوزی علی حدیث ابی عقال عن انس ابن
مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ قال قال رسول اللہ
صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم العسقلان احد
العروسین یبعث منھا یوم القیامۃ

حالانکہ اس روایت
میں ایسی کسی چیز کا بیان نہیں جسے عقل و شرع محال
گردانے اور نہ ہی اس کی سند میں وضاع ، کذاب
اور متہم ہے محض راوی کے مجہول ہونے سے اس حدیث
کو چھوڑنے کا فیصلہ نہیں کیا جا سکتا حتی کہ فضائل میں
قابلِ استدلال ہی نہ رہے چہ جائیکہ وہ موضوع ہو۔
حافظ ابن الفرج ابن الجوزی نے حدیث قزعہ بن
سوید ، عاصم بن مخلد سے انھوں نے ابو اشعث
صنعانی سے انھوں نے حضرت شداد بن اوس
رضی اللہ تعالٰی عنہ سے موضوعات میں بیان کی ہے
کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا جس نے
آخری عشاء کے بعد شعر کا ایک بیت پڑھا اس کی
اس رات کی نماز قبول نہ ہوگی ، اور علت یہ بیان
کی کہ عاصم کا شمار مجہولین میں ہوتا ہے ۔ قزعہ کے
بارے میں امام احمد کا قول ہے کہ یہ مضطرب الحدیث
ہے ۔ ابن حبان نے کہا کہ یہ کثیر الخطا اور فاحش
الوہم ہے ، آخر میں فرمایا جب اس کی روایت
میں علتیں اس قدر کثیر ہوگئیں تو اس کی روایت
سے استدلال ساقط ہو گیا اھ اور خود حافظ
نے القول المسدد میں کہا یہاں پر کوئی ایسی
چیز نہیں جو اس حدیث کے موضوع ہونے کا فیصلہ

---

[1] کتاب الموضوعات لابی الفرج حدیث فی انشاد الشعر بعد العشاء مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱/۲۶۱
[2] " " " " " " " " " "
[3] القول المسدد الحدیث الثانی عالم یذکرہ حدیث شداد بن اوس الخ مطبوعہ دائرۃ المعارف العثمانیہ حیدر آباد دکن ص ۳۶

marfat.com

سبعون الفا لاحساب عليهم[1] ويبعث منها خمسون الفا شهداء وفودا الى الله عزوجل وبها صفوف الشهداء رؤسهم مقطعة فى ايديهم تثج اوداجهم دما يقولون ربنا و اتنا ما وعدتنا على رسلك ولا تخزنا يوم القيمة انك لا تخلف الميعاد فيقول صدق عبيدى اغسلوهم بنهر البيضة فيخرجون منها نقيا بيضا فيسرحون فى الجنة حيث شاءوا، بالوضع محتجابان جميع طرقه تدور على ابى عقال واسمه هلال بن زيد بن يسار قال ابن حبان يروى عن انس اشياء موضوعة ما حدث بها انس قط لا يجوز الاحتجاج به بحال اه[2] وقال الذهبى فى الميزان باطل[3] قال الحافظ نفسه فيه وهو فى فضائل الاعمال والتحريض على الرباط فى سبيل الله وليس فيه ما يحيله الشرع ولا العقل فالحكم عليه بالبطلان بمجرد كونه من رواية ابى عقال لا يتجه و طريقة الامام احمد معروفة فى التسامح فى رواية احاديث الفضائل دون احاديث الاحكام[4] اه فليت شعرى لم لا يقال مثل هذا فى حديث العمامة مع انه ايضا فى فضائل

فیصلہ کرتی ہو الخ جب ابن جوزی نے موضوعات میں اس حدیث ابی عقال کو موضوعہ قرار دیا جو کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: عسقلان ان خوش نصیب شہروں میں سے ایک ہے جن سے روزِ قیامت ستر ہزار ایسے افراد اٹھائے جائیں گے جن کا حساب نہیں ہوگا اور اس میں پچاس ہزار شہداء اٹھائے جائیں گے جو وفد کی صورت میں صف بستہ اپنے رب کے ہاں حاضر ہونگے حالانکہ ان کے سر کٹے ہوئے ہاتھوں میں اور ان کی ودج (وہ رگ جسے بوقتِ ذبح کاٹا جاتا ہے) سے خون بہہ رہا ہوگا اور وہ اللہ کے حضور یہ عرض کریں گے: اے ہمارے رب! ہمیں عطا فرما جس کا تو نے اپنے رسولوں کے ذریعے ہم سے وعدہ کیا ہے اور ہمیں روزِ قیامت ذلت سے محفوظ فرما بلاشبہ تو وعدے کا خلاف نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا میرے بندوں نے سچ کہا ان کو سفید نہر میں غسل دو تو وہ اس نہر سے صاف شفاف اور چمک ہو کر نکلیں گے اور وہ جنت میں حسبِ خواہش چلے جائیں اور گھائیں پئیں گے۔ اس روایت کے موضوع ہونے پر یہ دلیل دی کہ اس کی تمام اسناد کا مرکز ابو عقال ہے جس کا نام ہلال بن زید بن یسار ہے، ابن حبان نے کہا کہ یہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایسی روایات

---

[1] کتاب الموضوعات لابن جوزی باب فی فضل عسقلان مطبوعہ دار الفکر بیروت ۲/۵۳

[2] " " " " " " " " ۲/۵۴

[3] میزان الاعتدال ترجمہ ۹۲۶۷ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۴/۱۴

[4] القول المسدد جواب الکلام علی الحدیث الثامن مطبوعہ دائرۃ المعارف العثمانیہ حیدرآباد دکن ہند ص ۳۲

marfat.com

الاعمال والتحریض علی التأدب فی حضرۃ الله ولیس فیه ما یحیله الشرع ولا العقل بل ولا فیه احد رمی بروایة الموضوعات کابی عقال فکیف یتجه الحکم علیه بالبطلان بل الوضع بمجرد کون بعض رواية ممن لم یعرفهم الحافظ اولم یذکرهم فلان و فلان علاان مهدی بن میمون عندی وهم من بعض رواة ابن النجار لان عیسی بن یونس عند ابی نعیم و سفین بن زیاد عند الدیلمی انما یرویانه عن العباس عن یزید عن میمون بن مهران کما تقدم و میمون هو ابو ایوب الجزری الرقی ثقة فقیه من رجال مسلم والاربعة کما قاله الحافظ فی التقریب لاجرم لم یمنع کلام الحافظ هذا خاتم الحفاظ السیوطی عن ایراده فیما وعد بتنزیهه عن الموضوع اما قول تلمیذه الحافظ السخاوی حدیث صلٰوة بخاتم تعدل سبعین صلٰوة بغیر خاتم هو موضوع کما قال شیخنا وکذا ما رواه الدیلمی عن حدیث ابن عمر مرفوعا بلفظ صلٰوة بعمامة الحدیث المذکور ومن حدیث انس مرفوعا الصلٰوة فی العمامة تعدل بعشرة الاف حسنة اھ[1] فلو یذکروجهه

موضوعہ نقل کرتا ہے جو حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بالکل بیان نہیں کیں لہذا کسی صورت میں بھی اس سے استدلال نہیں کیا جا سکتا اھ اور امام ذہبی نے میزان میں کہا یہ باطل ہے۔ اور خود حافظ ابن حجر نے اس روایت کے بارے میں کہا یہ روایت فضائل اعمال سے متعلق ہے اس میں اللہ کی راہ میں جہاد کی ترغیب اور شوق دلایا گیا ہے اس میں ایسی کوئی بات نہیں جسے عقل وشرع محال قرار دیتی ہو لہذا محض اس لئے اسے باطل قرار دینا کہ اس کا راوی ابو عقال ہے قابلِ حجت نہیں۔ اور امام احمد احادیثِ احکام میں تو نہیں لیکن احادیثِ فضائل میں تسامح سے کام لیتے ہیں ان کا یہ طریقہ معروف ہے اھ میری سمجھ سے باہر ہے کہ یہی قول عمامہ والی حدیث میں کیوں نہیں کیا گیا حالانکہ یہ حدیث بھی فضائلِ اعمال سے متعلق ہے اور اس سے بارگاہِ الٰہی کے ادب پر شوق دلایا گیا ہے اور اس میں بھی کوئی ایسی بات نہیں جسے شرع وعقل محال قرار دیتی ہو بلکہ اس میں کوئی راوی بھی ایسا نہیں جسے ابو عقال کی طرح موضوعات کا راوی قرار دیا گیا ہو تو اس روایت پر بطلان بلکہ موضوع ہونے کا حکم محض اس بنا پر کہ بعض روایات کا ایسے راویوں سے ہونا جن کو حافظ ابن حجر نہیں جانتے یا فلاں فلاں نے ان کو ذکر نہیں کیا) کیسے درست ہوسکتا ہے، علاوہ ازیں میرے نزدیک ابن نجار کے بعض رواۃ میں سے

---

۱ المقاصد الحسنۃ تحت حرف الصاد المھملۃ مطبوعہ دارالکتب العربیۃ بیروت ص ۲۶۳

marfat.com

وانما تبع شیخه وقد علمت ما فیه وکذا
حدیث انس انما فیه ابان متروك وترك
الراوی لایقضی بوضع الحدیث کما بینته
فی الهاد الکاف فی حکم الضعاف و الله
تعالٰی اعلم۔

مہدی بن میمون کے بارے میں وہم ہوا ہے، کیونکہ
ابونعیم کے نزدیک عیسٰی بن یونس اور دیلمی کے نزدیک
سفیان بن زیاد دونوں نے عباس سے انھوں
یزید سے انھوں نے میمون بن مہران سے روایت
کیا ہے جیسا کہ گزرچکا اور میمون سے مراد ابوایوب
جزری الرقی ہے جو نہایت ثقہ اور فقیہ ہے اور مسلم اور چاروں سنن کے رواۃ میں سے ہے جیسا کہ حافظ نے
بات تقریب میں کہی ہے، بلاشبہ حافظ ابن حجر کی یہ گفتگو خاتم الحفاظ سیوطی کی اس روایت کو الجامع الصغیر
(جس کے بارے میں انھوں نے وعدہ کیا تھا کہ اس میں موضوع روایت ذکر نہیں کروں گا) میں نقل کرنے
مانع نہیں رہا ان کے شاگرد رشید حافظ سخاوی کا قول کہ حدیث "انگوٹھی کے ساتھ نماز ستّر دوسری بغیر انگوٹھی
نمازوں کے برابر ہے" یہ موضوع ہے جیسا کہ ہمارے استادِ محترم نے فرمایا، اور اسی طرح وہ حدیث جس کو دیلمی نے
حضرت ابن عمر کی حدیث سے مرفوعاً صلوٰۃ بعمامہ حدیث مذکور کے الفاظ کے ساتھ ذکر کیا ہے، اور حضرت انس سے
مرفوعاً حدیث کے الفاظ یہ ہیں، "عمامہ میں نماز دس ہزار نیکیوں کے برابر ہے" اھ تو انھوں نے اسکے موضوع ہونے کی وجہ بیان
نہیں کی صرف اپنے شیخ کی اتباع میں ایسا کہہ دیا ہے حالانکہ آپ اس کے محلِ نظر ہونے پر آگاہ ہو چکے۔ اسی طرح حدیث
انس میں صرف ابان راوی متروک ہے اور ایک راوی کا متروک ہونا حدیث کے موضوع ہونے کا فیصلہ نہیں دے سکتا
یہ تفصیلی گفتگو میں نے "الهاد الکاف فی حکم الضعاف" میں کی ہے واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

جاہل اگر حدیث کو محض بہوائے نفس موضوع کہے واجب التعزیر ہے اور کتب معتمدۂ فقہیہ کو نہ ماننا جہالت
ضلالت اور اس حدیث کے بیان کرنے والے پر لعنت کا اطلاق خود اس کے لئے سخت آفت کہ بحکم احادیث صحیح جو لعنت
غیر مستحق پر کی جاتی ہے کرنے والے پر پلٹ آتی ہے والعیاذ باللہ تعالٰی اور مسلمانوں کے عمامے قصداً اتروا دینا اور اس
ثواب نہ جاننا قریب ہے کہ ضروریاتِ دین کے انکار اور سنّتِ قطعیہ متواترہ کے استخفاف کی حد تک پہنچے ایسے شخص پر فرض
ہے کہ اپنی ان حرکات سے توبہ کرے اور از سرِ نو کلمۂ اسلام پڑھے اور اپنی عورت کے ساتھ تجدیدِ نکاح کرے، حدیث
کہ جامع الرموز میں ہے وہ حدیث التستم مذکور کے قریب قریب ہے اور تعدیہ بقصد تحدید نہ ہو تو اسی کی نقل بالمعنی۔ یہ منیہ منیۃ المصلی
نہیں بلکہ فخر الدین بدیع ابن ابی منصور عراقی استاد زاہدی کی منیۃ الفقہا جس کی تلخیص قنیہ ہے واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۴۳ ازکاسگنج محلہ نا تھورام گلی چورامن مرسلہ محمد مصطفٰی ۲۶ شعبان ۱۳۳۷ھ

عامل نبیل فاضل جلیل وفقہ اللہ الجمیل بمتابعۃ سید الانبیاء صاحب الکوثر والسلسبیل السلام علیکم ورحمۃ اللہ
وبرکاتہ۔ معروضِ خدمت ہے کہ قبل اس کے ایک عریضہ دربارۂ حصول فتوٰی مسئلۂ ذیل روانہ کیا تھا جواب سے

marfat.com

شرف نہیں ہوا مغموم ہوں امید کرتا ہوں کہ امرِ حق ظاہر کرنے میں توقف نہ فرمایئے گا اور بندہ کے استقامت و حسنِ خاتمہ واسطے بدرگاہ خدا ہو جیے گا۔ مسئلہ پاک (جس کی طہارت میں قطعی یقین حاصل ہو جیسے نیا) جُوتا پہن کر کوئی سی نماز نوافل یا فرائض ادا کرنا جائز ہے یا نہیں؟ فقہ و حدیث کی معلولات کا حوالہ دیں تو بہت خوب ہے۔

الجواب

جنابِ من! وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ اس سے پہلے کاسگنج سے یہ سوال بصورتِ دیگر مرسل عنایت اللہ خاں کا آیا اور جواب دیا گیا اب اس سوال کا جواب یہ ہے کہ اگر جُوتا بالکل غیر استعمالی ہو کہ صرف مسجد کے اندر پہنا جائے اور پنجہ اتنا سخت نہ ہو کہ سجدہ میں انگلیوں کا پیٹ زمین پر نہ بچھنے دے تو اس سے نماز میں کچھ حرج نہیں بلکہ بہتر ہے، اور یہی امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالےٰ وجہہٗ کی سنّت ہے کہ دو جُوتے رکھتے ایک راہ میں پہنتے اور جب کنارۂ مسجد پر آتے اُسے اُتار کر غیر استعمالی کو پہن لیتے اور اگر استعمالی ہو تو اُسے پہن کر مسجد میں جانا بے ادبی ہے اور غیر مسجد میں بھی نماز میں اتار دیا جائے اور اگر پنجہ اتنا سخت ہے کہ کسی انگلی کا پیٹ زمین پر نہ بچھنے دے گا تو نماز ہی نہ ہوگی کما حققناہ فی فتاونا (جیسا کہ اس کی تحقیق ہم نے اپنے فتاوٰی میں کی ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۴۴ ازرام نگر ضلع نینی تال مرسلہ عنایت اللہ خاں ڈپٹی پوسٹ ماسٹر ۲۶ ذیقعدہ ۱۳۱۲ھ

قبلہ وکعبہ دارین دام ظلکم! کلمہ طیبہ شریف جب ورد کرکے پڑھا جائے تو اس میں ہر کلمہ پر جب نام نامی حضور اقدس صلعم (صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم) کا آوے درود پڑھنا چاہیے یا ایک مرتبہ جبکہ وہ جلسہ ختم کرے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

جوابِ مسئلہ سے پہلے ایک بہت ضروری مسئلہ معلوم کیجئے سوال میں نامِ پاک حضورِ اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے ساتھ بجائے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم صلعم لکھا ہے۔ یہ جہالت آج کل بہت جلد بازوں میں رائج ہے کوئی صلعم لکھتا ہے کوئی عم کوئی ؐ، اور یہ سب بیہودہ و مکروہ وسخت ناپسند و موجب محرومی شدید ہے اس سے بہت سخت احتراز چاہیے اگر تحریر میں ہزار جگہ نامِ پاک حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم آئے ہر جگہ پورا صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم لکھا جائے ہرگز ہرگز کہیں صلعم وغیرہ نہ ہو علماء نے اس سے سخت ممانعت فرمائی ہے یہاں تک کہ بعض کتابوں میں تو بہت اشد حکم لکھ دیا ہے، علامہ طحطاوی حاشیۂ دُرمختار میں فرماتے ہیں:

ویکرہ الرمز بالصلٰوۃ والترضی بالکتابۃ بل یکتب ذلک کلہ بکمالہ وفی بعض المواضع صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی جگہ ؐ وغیرہ اور رضی اللہ تعالٰی عنہ کی جگہ رض لکھنا مکروہ ہے بلکہ اسے کامل طور پر

marfat.com

من التتارخانية من کتب علیہ السلام بالھمزۃ والمیم یکفر لانہ تخفیف وتخفیف الانبیاء کفر بلا شک ولعلہ ان صح النقل فھو مقید بقصد والا فالظاھر انہ لیس بکفر وکون لازم الکفر کفرا بعد تسلیم کونہ مذھباً مختارا محلہ اذا کان اللزوم بیّناً نعم الاحتیاط فی الاحتراز عن الایھام والشبھۃ۔[1]

لکھا پڑھا جائے تاتارخانیہ میں بعض جگہ پر ہے جس نے درود وسلام ہمزہ (ء) اور میم (م) کے ساتھ لکھا اس نے کفر کیا کیونکہ یہ عمل تخفیف ہے اور انبیاء علیہم السلام کی بارگاہ میں یہ عمل بلاشبہ کفر ہے۔ اگر یہ قول صحت کے ساتھ منقول ہو تو یہ مقید ہوگا اس بات کے ساتھ کہ ایسا کرنے والا قصداً ایسا کرے، ورنہ ظاہر یہ ہے کہ وُہ کافر نہیں باقی لزومِ کفر سے کفر اس وقت ثابت ہوگا جب اسے مذہب مختار تسلیم کیا جائے اور اس کا محل وُہ ہوتا ہے جہاں لزوم بیان شدہ اور ظاہر ہو البتہ احتیاط اس میں ہے کہ ایہام اور شبہ سے احتراز کیا جائے۔ (ت)

اب جوابِ مسئلہ لیجئے، نام پاک حضور پُرنور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مختلف جلسوں میں جتنے بار لے یا سنے ہر بار درود شریف پڑھنا واجب ہے اگر نہ پڑھے گا گنہگار ہوگا اور سخت سخت وعیدوں میں گرفتار، ہاں اس میں اختلاف ہے کہ اگر ایک ہی جلسہ میں چند بار نام پاک لیا یا سُنا تو ہر بار واجب ہے یا ایک بار کافی اور ہر بار مستحب ہے، بہت علما قولِ اول کی طرف گئے ہیں ان کے نزدیک ایک جلسہ میں ہزار بار کلمہ شریف پڑھے تو ہر بار درود شریف بھی پڑھتا جائے اگر ایک بار بھی چھوڑا گنہگار ہُوا۔ مجتبٰی و دُرمختار وغیرہما میں اس قول کو مختار واضح کہا۔

فی الدرالمختار اختلف فی وجوبھا علی السامع والذاکر کلما ذکر صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم والمختار تکرارا لوجوب کلما ذکر ولو اتحد المجلس فی الاصح[2] اھ بتلخیص۔

درمختار میں ہے کہ اس بارے میں اختلاف ہے کہ جب بھی حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا اسم گرامی ذکر کیا جائے تو سامع اور ذاکر دونوں پر ہر بار درود وسلام عرض کرنا واجب ہے یا نہیں، اصح مذہب پر مختار قول یہی ہے کہ ہر بار درود وسلام واجب ہے اگرچہ مجلس ایک ہی ہو اھ خلاصۃً (ت)

دیگر علما نے بنظر آسانیٔ اُمت قولِ دوم اختیار کیا ان کے نزدیک ایک جلسہ میں ایک بار درود ادائے واجب کے لئے کفایت کرے گا زیادہ کے ترک سے گنہگار نہ ہوگا مگر ثوابِ عظیم و فضلِ جسیم سے بیشک محروم رہا، کافی وقنیہ وغیرہما میں اسی قول کی تصحیح کی۔

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی الدرالمختار مقدمۃ الکتاب مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت ۱/۶

[2] درمختار فصل واذا اراد الشروع الخ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۷۸

marfat.com

فی ردالمحتار صححه الزاهدی فی المجتبٰی لکن صحح فی الکافی وجوب الصلٰوۃ مرۃ فی کل مجلس کسجود التلاوۃ للحرج الا انه یندب تکرار الصلٰوۃ فی المجلس الواحد بخلاف السجود و فی القنیة قیل یکفی فی المجلس مرۃ کسجدۃ التلاوۃ و به یفتی وقد جزم بهذا القول المحقق ابن الهمام فی زاد الفقیر[1] اھ ملتقطا۔

ردالمحتار میں ہے کہ اسے زاہدی نے المجتبٰی میں صحیح قرار دیا ہے لیکن کافی میں ہر مجلس میں ایک ہی دفعہ درود کے وجوب کو صحیح کہا ہے، جیسا کہ سجدۂ تلاوت کا حکم ہے تاکہ مشکل اور تنگی لازم نہ آئے، البتہ مجلس واحد میں تکرارِ درود مستحب و مندوب ہے بخلاف سجدۂ تلاوت کے۔ قنیہ میں ہے ایک مجلس میں ایک ہی دفعہ درود پڑھنا کافی ہے جیسا کہ سجدۂ تلاوت کا حکم ہے اور اسی پر فتوٰی ہے۔ ابن ہمام نے زاد الفقیر میں اسی قول پر جزم کیا ہے اھ ملتقطا (ت)

بہرحال مناسب یہی ہے کہ ہر بار صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کہتا جائے کہ ایسی چیز جس کے کرنے میں بالاتفاق بڑی بڑی رحمتیں برکتیں ہیں اور نہ کرنے میں بلاشبہ بڑے فضل سے محرومی اور ایک مذہب قوی پر گناہ و معصیت عاقل کا کام نہیں کہ اُسے ترک کرے وباللہ التوفیق۔

مسئلہ ۲۴۵ ۶ جمادی الاولٰی ۱۳۱۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص وظیفہ پڑھتا ہے اور نماز نہیں پڑھتا یہ جائز ہے یا ناجائز؟ بینوا توجروا۔

الجواب

جو وظیفہ پڑھے اور نماز نہ پڑھے فاسق و فاجر مرتکب کبائر ہے۔ اُس کا وظیفہ اس کے منہ پر مارا جائے گا، ایسوں ہی کو حدیث میں فرمایا:

کم من قارئ یقرأ القرآن والقرآن یلعنه[2]

بہتیرے قرآن پڑھتے ہیں اور قرآن انھیں لعنت کرتا ہے۔

والعیاذ باللہ تعالٰی۔

---

[1] ردالمحتار فصل واذا اراد الشروع الخ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۳۸۱

[2] المدخل للعبدری الکلام علی جمع القرآن الخ ؍؍ دارالکتاب العربیۃ بیروت ۱/۸۵

marfat.com

مسئلہ ۲۴۶ از ملک بنگالہ ۱۹ محرم الحرام ۱۳۱۱ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم۔

چہ می فرمایند علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اندریں مسئلہ کہ در ملک بنگالہ یک گروہِ نو پیدا شدہ کہ آں را جہادو می گویند و ایشاں یک شاخ غیر مقلدین اند لیکن ازاں طائفہ درچند امور زائد اند یکے اینکہ می گویند کہ بعد نماز مناجات خواستن درست نیست بلکہ نسبت بدعتش می کنند علم فقہ واصول وغیرہ ایں قوم تسلیم نمی کنند بلکہ دشنام می دہند وفحش ناسزا می گویند ومی گویند کہ سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم گاہے دعا نہ کردہ پس اگر ایشاں از قرآن شریف و صحاح ستہ استخراج مسائل کردہ فرستند نہایت خوب خواہد شد۔ والسلام۔

علمائے دین ومفتیانِ شرع متین کی اس بارے میں کیا رائے ہے کہ بنگالہ کے علاقے میں ایک گروہ پیدا ہوا ہے جنھیں جہادو کہا جاتا ہے یہ غیر مقلدین کی ایک شاخ ہی ہے لیکن چند امور میں یہ ان سے آگے بڑھ گئے ایک یہ کہتے ہیں کہ نماز کے بعد دعا کرنا درست نہیں بلکہ بدعت ہے یہ علم فقہ اور اصولِ فقہ وغیرہ کو تسلیم نہیں کرتے بلکہ اسے برا بھلا کہتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی دعا نہیں کی اگر قرآن شریف اور صحاح ستہ کے حوالے سے اس مسئلہ کے استخراج پر دلائل فراہم فرمائیں تو بہت خوب ہوگا۔ والسلام

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حمدا لك اللّٰھم یا عظیم صل علی نبیك الکریم وآلہ وصحبہ اولی التکریم ومجتھدی دینہ القویم اٰمین الحمدللہ سلسلہ سخن دراز ست و در فیض الٰہی باز خامہ اگر بتفصیل گراید ہماناں نامہ گرد آوردن باید لاجرم ایک آیت وہفت حدیث بسند ومی نماید آیہ قال اللہ عزوجل فاذا فرغت فانصب والٰی ربك فارغب[1] قول اصح در تفسیر آیۂ کریمہ قول سلطان المفسرین ابن عم النبی صلی اللہ علیہ

اے اللہ! حمد تیری ہے، اے عظیم! اپنے کریم نبی پر رحمتیں نازل فرما ان کی صاحب شرف آل واصحاب اور دینِ قویم کے مجتہدین پر بھی، آمین۔ الحمدللہ اگر اس پر تفصیلی گفتگو کی جائے تو اللہ تعالٰی کے فضل وکرم سے بات بڑی طویل ہوگی بہرحال اس سلسلہ میں یہاں ایک آیت اور سات احادیث مع سند ذکر کی جائیں گی آیۃ اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے: پس جب تم نماز سے فارغ ہو تو دعا میں محنت کرو اور اپنے ہی

---

[1] القرآن ۹۴/ ۸

marfat.com

وسلم عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہماست کہ فراغ
فراغ از نماز و نصب نصب در دعاست یعنی چوں از نماز
فارغ شوی در دعا جہد و مشقت نما و بسوئے پروردگار
خود بزاری و تضرع گرائی تفسیر الجلالین فاذا
فرغت من الصلوٰۃ فانصب اتعب فی الدعاء
والٰی ربك فارغب تضرع[۱] ہمدر خطبۂ اوست ھذا
فی تکملۃ الامام جلال الدین المحلی علی
نمطہ من الاعتماد علی ارجح الاقوال وترك
التطویل بذکر اقوال غیر مرضیۃ[۲] اھ ملخصا
علامہ زرقانی در شرح مواہب لدنیہ فرماید ھوالصحیح
فقد اقتصر علیہ الجلال وقد التزم الاقتصار علی ارجح
الاقوال[۳]۔

رب کی طرف رغبت کرو۔ اس آیۂ کریمہ کی تفسیر میں راجح
قول حضور صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم کے چچا زاد حضرت
عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰے عنہما کا ہے کہ فراغ
فراغ از نماز و نصب نصب در دعا ست یعنی جب تم
نماز سے فارغ ہو جاؤ تو دعا میں خوب محنت کرو اور
بارگاہِ خداوندی میں آہ و زاری کے ساتھ رغبت کرو۔
جلالین میں ہے جب تم نماز سے فارغ ہو تو دعا میں
کوشش کرو اور اپنے رب کی طرف آہ و زاری کرو۔
جلالین کے خطبہ میں یہ بھی ہے کہ جلال الدین محلی کی
تفسیر کا تکملہ انہی کے طریقہ پر ہے اور ان
کا طریقہ یہ ہے کہ وہ مختار و راجح پر اعتماد کرتے ہیں اور ایسے
اقوال کا ذکر جو مختار نہ ہوں، ترک کرتے ہیں اھ تلخیصاً علامہ زرقانی
نے شرح مواہب میں فرمایا یہی صحیح ہے کیونکہ اس پر جلال الدین نے اقتصار کیا اور انہوں نے مختار و راجح
قول کے ذکر کا التزام کر رکھا ہے۔ (ت)

حدیث اول: مسلم[۱]، ابوداؤد[۲] و ترمذی[۳] و
نسائی[۴] و ابن ماجہ[۵] و احمد[۶] و دارمی[۷] و بزار[۸] و طبرانی[۹] و ابن السنی[۱۰]
ہر ہمہ از ثوبان رضی اللہ تعالٰے عنہ مولائے حضور اقدس
سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم روایت کنند قال
کان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم
اذا انصرف من صلاتہ استغفر ثلاثا وقال
اللھم انت السلام ومنك السلام تبارکت

پہلی حدیث: مسلم، ابوداؤد، ترمذی،
نسائی، ابن ماجہ، احمد، دارمی، بزار، طبرانی اور
ابن السنی ان تمام نے حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ
خادمِ رسول صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم سے روایت کیا ہے
کہ جب حضور سید المرسلین صلوات اللہ وسلامہ
علیہم اجمعین نماز سے رُخِ انور پھیرتے (سلام کہتے)
تو تین دفعہ اللہ تعالٰے سے استغفار کرتے اور یہ

---

[۱] تفسیر جلالین زیر آیۃ المذکور سورہ الم نشرح مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی حصہ دوم ص ۵۰۰
[۲] خطبۂ کتاب " " " حصہ اول ص ۲
[۳] شرح المواہب اللدنیہ للزرقانی المقصد الثانی کنیتہ صلے اللہ علیہ وسلم دار المعرفۃ بیروت ۳/۱۷

marfat.com

یاذا الجلال والاکرام[1] یعنی چوں حضور سید المرسلین صلوات اللہ وسلامہ علیہ وعلیہم اجمعین از نماز برگشتے وسلام دادے سہ بار از حق سبحانہ وتعالٰی مغفرت خواستے وایں دعا گفتے خدایا توئی سلام (کہ ہیچ عیب و نقصے راگرد سراپردۂ عز وجلال تو باز نیست) واز تست سلام (کہ سلامت ما بندگان از ہمہ آفات وبلیات ہمیں بقدرت وارادت ولطف رحمت تست) برکت وعظمت مرتراست اے صاحب بزرگی وبزرگی دہے یارب مگر ایں حدیث در صحاح مشہور ومتداول نیست یا از خدا طلب مغفرت وسوال سلامت دعا نباشد آرے جہل بلائیست نہ سہل وچوں مرکب شود دوائے ندارد والعیاذ باللہ تبارک وتعالٰی۔

حدیث دوم وسوم وچہارم بخاری ومسلم و

ابوداؤد ونسائی وابوبکر ابن السنی وابوالقاسم طبرانی از مغیرہ ابن شعبہ رضی اللہ تعالٰی عنہ وبزار وطبرانی از عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما ونیز بزار از جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہما روایت کنند وھذا حدیث المغیرۃ واللفظ للنسائی قال کتب معویۃ الی مغیرۃ بن شعبۃ اخبرنی بشیئ سمعتہ من رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فقال کان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذا قضی الصلاۃ قال لاالہ

دعا کرتے اللھم انت السلام ومنک السلام تبارکت یاذا الجلال والاکرام [اے اللہ! تُو سلام ہے (یعنی تیری ذات جل مجدہ کی طرف کوئی عیب یا نقص راہ نہیں پاسکتا) اور تیری طرف سے سلام (کہ ہم بندوں کی تمام مصیبتوں اور بلیات سے سلامتی تیری قدرت، ارادے، مہربانی اور کرم سے ہے) برکت وعظمت تیرے ہی لئے ہے اے صاحب بزرگی اور بزرگی عطا فرمانے والے یارب۔ کیا یہ حدیث صحاح میں مشہور ومتداول نہیں یا مغفرت کی طلب اور سلامتی کا سوال دعا نہیں ہوتا۔ جہالت ایسی مرض ہے کہ اس کا علاج آسان نہیں اور جب یہ مرکب ہوجائے تو اس کا کوئی علاج ہی نہیں والعیاذ باللہ تبارک و تعالٰی۔ (ت)

حدیث دوسری تیسری اور چوتھی بخاری، مسلم،

ابوداؤد، نسائی، ابوبکر ابن السنی اور ابوالقاسم طبرانی نے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اور بزار وطبرانی نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے نیز بزار نے حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہما سے بھی روایت کیا ہے۔ یہ حدیث مغیرہ کی اور الفاظ نسائی کے ہیں کہ جب حضرت امیر معاویہ نے مغیرہ بن شعبہ کو لکھا مجھے اس بات سے آگاہ کرو جو تم نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے سنی ہو، انہوں نے فرمایا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی

---

[1] جامع الترمذی باب مایقول اذا سلم مطبوعہ امین کمپنی دہلی ۱/۴۰
صحیح مسلم باب استحباب الذکر بعد الصلاۃ الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۱۸

marfat.com

الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد
وھو علی کل شیئ قدیر اللھم لا مانع لما اعطیت
ولا معطی لما منعت ولا ینفع ذا الجد منک
الجد[1] یعنی امیر معاویہ رضی اللہ تعالٰی عنہ مر مغیرہ بن شعبہ
رضی اللہ تعالٰی عنہ را نوشت کہ مرا آگہی دہ بچیزے
کہ از رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم شنیدہ باشی
مغیرہ گفت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم چوں نماز ختم
نمودے چناں فرمودے ہیچکس سزائے پرستش نیست
جز خدائے یکتائے بے ہمتا مر او راست پادشاہی و مر او راست
ستائش و او بر ہر چہ کہ خواہد توانا ست خدایا ہیچ بازدارندہ
نیست چیزے را کہ تو دہی و ہیچ دہندہ نیست چیزے را
کہ تو باز داری و سود ندہد خداوند بخت و دولت را از قہر
و عذاب تو آں بخت و دولتش، اللھم لا مانع لما اعطیت الخ
اگر دعا نیست آخر چیست بلکہ لہ الحمد خود بہترین
دعا ست ترمذی و نسائی و ابن حبان و حاکم اول بتحسین و
آخر بتصحیح از جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما آوردند کہ
سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرمودہ افضل الذکر
لا الٰہ الا اللہ و افضل الدعاء الحمد للہ[2] بہترین
ذکر لا الٰہ الا اللہ و بہترین دعا الحمد للہ گفتن ست۔

حدیث پنجم در سنن نسائی از عطاء ابن ابی مروان
از پدرش مروی ست ان کعبا حلف لہ باللہ الذی
فلق البحر لموسی انا لنجد فی التوراۃ ان

علیہ وسلم کا یہ معمول مبارک تھا کہ جب نماز سے فارغ
ہوتے تو یہ پڑھتے لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک
لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شیئ
قدیر اللھم لا مانع لما اعطیت ولا معطی لما
منعت ولا ینفع ذا الجد منک الجد (اللہ کے
سوا کوئی معبود نہیں وہ تنہا و یکتا ہے اس کا کوئی
شریک نہیں ملک و بادشاہی اور حمد اسی کے لئے ہے
اور وہ ہر شیئ پر قادر ہے اے اللہ! جو تو عطا کرے
اسے کوئی روک نہیں سکتا، جسے تو روک لے اسے کوئی
دے نہیں سکتا کسی کا بخت و دولت تیرے قہر و
غضب سے اسے نفع نہیں دے سکتا اللھم لا مانع
لما اعطیت الخ یہ کلمات دعا نہیں تو کیا ہیں؟ بلکہ
لہ الحمد خود بہترین دعا ہے۔ ترمذی، نسائی،
ابن حبان اور حاکم نے اول بطور تحسین اور آخری بطور
تصحیح حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے
روایت کیا کہ سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے
فرمایا سب سے افضل ذکر لا الہ الا اللہ ہے
اور سب سے افضل دعا الحمد للہ کہنا ہے۔ (ت)

پانچویں حدیث سنن نسائی میں عطاء بن ابی مروان
سے ان کے والد گرامی کے حوالے سے مروی ہے کہ
حضرت کعب احبار نے ابو مروان کے سامنے قسم اٹھائی

---

[1] سنن النسائی نوع آخر من القول عند انقضاء الصلوٰۃ مطبوعہ مکتبہ سلفیہ لاہور ۱/۱۵۷
[2] جامع الترمذی باب ماجاء ان دعوۃ المسلم مستجابۃ " امین کمپنی دہلی ۲/۱۷۴

marfat.com

داؤد نبی اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان اذا انصرف من صلاتہ قال اللھم اصلح لی دینی الذی جعلتہ لی عصمۃ واصلح لی دنیای التی جعلت فیہا معاشی اللھم انی اعوذ برضاک من سخطک واعوذ یعنی بعفوک من نقمتک واعوذ بک منک لامانع لما اعطیت ولامعطی لما منعت ولاینفع ذاالجد منک الجد قال وحدثنی کعب ان صہیبا حدثہ ان محمدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان یقولھن عند انصرافہ من صلوٰتہ[1] یعنی کعب احبار پیش ابی مروان بحلف گفت کہ سوگند بخدا ئیکہ دریا را بہر موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام شگافت ہر آئینہ ما بتوریت مقدس می یابیم کہ داؤد نبی اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام چوں از نماز برگشتے ایں دعا کردے الٰہی بیار ا بہر من دین مرا او راہ پناہ من کردہ وبیارا بہر من دنیائے مرا کہ در وسامان زندگی من نہادہ خدایا پناہ می برم بخوشنودی تو از خشم تو و پناہ مے برم (وا ینجا کلمۂ گفت کہ معنیش چنین باشد) بہ درگزشتن تو از سخت گرفتن تو و پناہ می برم بتو از تو ہیچ باز دارندہ نیست دادہ ترا و نہ دہندہ باز داشتہ ترا و سود نکند بختور را از تو بخت او ابو مروان گوید کعب بمن حدیث گفت کہ صہیب رضی اللہ عنہ او را تحدیث کرد و خبر داد کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نیز ایں دعا دم برگشتن از نماز مے کرد۔

اس اللہ کی قسم جس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے سمندر کو پھاڑ دیا کہ یقیناً ہم نے توراتِ مقدس میں یہ تحریر پائی ہے کہ اللہ کے نبی حضرت داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام جب نماز سے فارغ ہوتے تو یہ دعا پڑھتے تھے اللھم اصلح لی دینی الذی جعلتہ لی عصمۃ واصلح لی دنیای التی جعلت فیہا معاشی اللھم انی اعوذ برضاک من سخطک واعوذ یعنی بعفوک من نقمتک واعوذ بک منک لامانع لما اعطیت ولامعطی لما منعت ولاینفع ذاالجد منک الجد (اے اللہ! میرے دین کو میرے لئے بہتر بنا جسے تُو نے میرے لئے محافظ بنایا ہے اور میرے لئے اس دنیا کو بہتر فرما جس کو تُو نے میری معاش کا ذریعہ بنایا ہے، اے اللہ! میں تیری رضا کے ساتھ تیرے غضب سے پناہ مانگتا ہوں اور میں (اس جگہ جو کلمہ کہا ہے اس کا معنی یہ بنتا ہے) اے اللہ! تیری معافی کے ساتھ تیری سخت گرفت سے پناہ مانگتا ہوں اور میں تیری ذات کے ساتھ تجھ سے پناہ مانگتا ہوں' تیری عطا کو کوئی روک نہیں سکتا اور جسے تو رد کے اسے کوئی عطا نہیں کرسکتا اور کسی بخت ور کو اس کا بخت تجھ سے نفع نہیں دے سکتا اور پھر حضرت ابو مروان نے کہا کہ کعب نے مجھے حدیث بیان کی کہ صہیب نے ان کو خبر دی کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی نماز سے فارغ ہونے کے بعد یہ دعا پڑھا کرتے تھے۔ (ت)

[1] سنن النسائی نوع آخر من الدعاء عند الانصراف من الصلوٰۃ مطبوعہ مکتبہ سلفیہ [illegible] ۱/۱۵۸

marfat.com

حدیث ششم در صحیح مسلم از براء بن عازب رضی اللہ تعالٰی عنہما روایت است گفت کنا اذا صلینا خلف رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم احببنا ان نکون عن یمینہ یقبل علینا بوجہہ قال فسمعتہ یقول رب قنی عذابک یوم تبعث او تجمع عبادک[1] بودیم کہ چوں پس نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نماز می گزاردیم دوست می داشتیم کہ از دست راست او باشیم تا پس از سلام دادن روئے مبارک بسوئے ما کند پس شنیدم اورا کہ مے گفت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اے پروردگار من نگاہدار مرا از عذاب خودت روزیکہ برانگیزی یا فرمود گرد آری بندگان خود را۔

چھٹی حدیث صحیح مسلم میں حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالٰی عنہما سے مروی ہے کہ جب ہم نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھتے تو ہمیں آپ کے دائیں طرف کھڑا ہونا زیادہ محبوب ہوتا تھا تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سلام کے بعد چہرۂ انور ہماری طرف پھیریں، کہا پھر میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کلمات کہتے ہوئے سُنا رب قنی عذابک یوم تبعث او تجمع عبادک (اے میرے رب! مجھے اپنے اس دن کے عذاب سے محفوظ فرما جس دن تو اپنے تمام بندوں کو اٹھائیگا یا جمع کرے گا)۔ (ت)

حدیث ہفتم بزار در مسند و طبرانی در معجم اوسط و ابن السنی در کتاب عمل الیوم واللیلۃ و خطیب[2] بغدادی در تاریخ از انس رضی اللہ تعالٰی عنہ روایت دارند کان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذا صلی وفرغ من صلٰوتہ مسح بیمینہ علی راسہ وقال بسم اللہ الذی لا الٰہ الا ھو الرحمٰن الرحیم اللھم اذھب عنی الھم والحزن[2] نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم چوں از نماز فارغ شدے دست راست برسر مبارک خودش سودے و ایں دعا نمودے

ساتویں حدیث بزار نے مسند، طبرانی نے معجم اوسط، ابن السنی نے کتاب عمل الیوم واللیلۃ اور خطیب بغدادی نے تاریخ میں حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جب نماز ادا کرکے فارغ ہوتے تو اپنا دایاں ہاتھ اپنے سر پر پھیرتے اور پڑھتے بسم اللہ الذی لا الٰہ الا ھو الرحمٰن الرحیم اللھم اذھب عنی الھم والحزن (اللہ کے نام سے جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں وہ رحمٰن و رحیم ہے اے اللہ! مجھ سے غم و حزن دور فرما دے)

---

[1] الصحیح لمسلم باب جواز الانصراف من الصلٰوۃ عن الیمین والشمال مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۴۷

[2] تاریخ بغداد للخطیب باب الکاف عن اسمہ کثیر حدیث ۶۹۵۳ دار الکتاب العربیۃ بیروت ۱۲/۴۸۰

marfat.com

بنام خدائیکہ جز او ہیچکس سزائے پرستیدن نیست بخشائندہ مہربان خدایا پریشانی وغم از من دور کن طرفہ تر آنکہ ایں ہوشمنداں را از قول امام وقت ومجتہد العصر و صاحب الزمان خود شاں خبرے نیست تا بدرک احادیث و ادراک دلائل چہ رسد مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی نہ ہمیں در ثبوت دعا بلکہ در اثبات رفع یدین از برائے دعا بعد از نماز فتوائے نوشت امام ایناں میاں نذیر حسین دہلوی کہ بر قولش ایمان آوردہ ائمہ دین خدا را بجوے نشمرند و فقہ و فقہا را دشنام دہند تصدیق و تائید او کرد حدیثے مجیب لکھنوی آوردہ بود حدیثے دگر ایں کس افزود فتوٰی اینست۔ چہ می فرمایند علمائے دین اندریں مسئلہ کہ رفع یدین در دعا بعد نماز چنانکہ معمول ائمہ دیار ست، ہر چند فقہا مستحسن می نویسند و احادیث در مطلق رفع یدین در دعا نیز وارد، دریں خصوص ہم حدیثے وارد ست یا نہ بینوا توجروا۔ ھو المصوب دریں خصوص نیز حدیثے وارد ست حافظ ابو بکر احمد بن محمد بن اسحٰق ابن السنی در کتاب عمل الیوم واللیلہ مے نویسند حدثنی احمد بن الحسن حدثنا ابو یعقوب اسحاق بن خالد بن یزید البالسی حدثنا عبد العزیز بن عبد الرحمٰن القرشی عن خصیف عن انس عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، انہ قال ما من عبد بسط کفیہ فی دبر کل صلوٰۃ ثم یقول اللھم الٰھی والٰہ ابراھیم واسحٰق ویعقوب والٰہ جبرئیل ومیکائیل واسرافیل علیھم السلام اسئلک ان تستجیب

اور طرفہ تر یہ کہ ان عقلمندوں کو اپنے امام وقت اپنے د... اور زمانے کے مجتہد کی خبر تک نہیں چہ جائیکہ یہ احادیث اور دلائل سے آگاہ ہوسکیں مولوی عبدالحی لکھنوی نے صرف ثبوتِ دعا ہی نہیں بلکہ نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے پر فتوٰی جاری کیا ان کے امام میاں نذیر حسین دہلوی (جن کے قول پر ایمان رکھتے ہیں حالانکہ وہ دین الٰہی کے ائمہ کو کسی شمار میں نہیں لاتا، فقہ اور فقہاء کو گالیاں دیتا ہے،) انھوں نے فتوٰی میں مجیب لکھنوی کی حدیث لاکر لکھنوی کی تائید و تصدیق کی ہے دوسری حدیث کہ اس نے خود اضافہ کیا ہے، وہ فتوٰی یہ ہے کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نماز کے بعد دعا کے لئے ہاتھ اٹھانا جس کا اس علاقے کے ائمہ میں معمول ہے کیسا ہے؟ اگرچہ فقہا نے اسے مستحسن لکھا اور مطلق ہاتھ اٹھانے اور دعا میں روایات موجود ہیں کیا اس عمل خاص (رفع یدین) پر بھی کوئی حدیث ہے؟ جواب عنایت کرو اجر پاؤ گے، وہی صواب کی توفیق دینے والا ہے۔ خاص اس بارے میں بھی حدیث موجود ہے، حافظ ابو بکر احمد بن محمد بن اسحٰق ابن السنی نے اپنی کتاب عمل الیوم واللیلہ میں لکھا ہے مجھے احمد بن حسن نے انھیں ابو یعقوب اسحاق بن خالد بن یزید البالسی نے انھیں عبد العزیز بن عبد الرحمٰن القرشی نے خصیف سے انھوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بیان کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے بھی ہر نماز کے بعد دعا کے لئے ہاتھ پھیلا... اور عرض کیا اے اللہ میرے معبود! اے ابراہیم اسحٰق

marfat.com

دعوتی فانی مضطر، وتعصمنی فی دینی فانی مبتلی، وتنالنی برحمتك فانی مذنب، وتنفی عن الفقر فانی متمسکن، الاکان حقا علی اللہ عزوجل ان لایردیدیہ خائبتین[1] واللہ تعالیٰ اعلم ابوالحسنات محمد عبدالحی

حاصل ایں حدیث کہ حدیث ہشتم باشد آنست کہ حضور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم امت را دعائے می آموزد کہ ہرکہ بعد ہر نماز ہر دو دست خود برداشتہ ایں دعا کند بر حضرت جل وعلا حق باشد دستہائے اورا نومید باز نگرداند باز تصدیق امام الطائفہ خود ببیند می سراید الجواب صحیح و یؤیدہ مارواہ ابوبکر بن ابی شیبۃ فی المصنف عن الاسود العامری عن ابیہ قال صلیت مع رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الفجر فلما سلم انصرف ورفع یدیہ ودعا الحدیث[2] فثبت بعد الصلوٰۃ المفروضۃ رفع الیدین فی الدعاء عن سید الانبیاء و اسوۃ الاتقیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کما لایخفی عن العلماء الاذکیاء سید محمد نذیر حسین

لیکن ایں حدیث نہم کہ ابوبکر بن ابی شیبہ در

اور یعقوب کے معبود! اے جبریل، میکائیل اور اسرافیل (علیہم السلام) کے معبود! میری عرض ہے کہ میری دعا قبول فرما کہ پریشان ہوں میری دین میں حفاظت فرما میں ابتلاء میں ہوں مجھے اپنی رحمت سے نواز میں گنہگار ہوں مجھ سے میرے فقر کو دور فرما میں مسکین ہوں۔ تو اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ کرم لیا ہے کہ اس کے ہاتھ خالی نہیں لوٹائیگا" واللہ تعالیٰ اعلم ابوالحسنات محمد عبدالحی

اس حدیث (جو کہ آٹھویں حدیث ہے) کا حاصل یہ ہے کہ حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو عملاً دعا کی تعلیم دی ہے اور فرمایا "جو شخص اس طرح ہاتھ اٹھا کر بعد نماز دعا کرے گا اللہ تعالیٰ جل وعلا نے اپنے ذمۂ کرم میں لیا ہے کہ اُسے ناامید نہیں لوٹائے گا"۔ پھر اپنے امام کی تصدیق ہی دیکھ لیتے تو بات واضح ہو جاتی، وہ کہتے ہیں یہ جواب صحیح ہے اور اس کی تائید اس روایت سے ہوتی ہے ———

جسے ابوبکر بن ابی شیبہ نے مصنف میں اسود عامری سے اور انہوں نے اپنے والد گرامی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیان کیا کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ فجر کی نماز ادا کی جب آپ نے سلام

---

[1] کتاب عمل الیوم واللیلۃ باب مایقول فی دبر الصلوٰۃ مطبوعہ دائرۃ المعارف العثمانیہ حیدرآباد دکن ۱/۳۸

[2] مصنف ابن ابی شیبہ من کان یستحب اذا سلم ان یقوم او ینحرف الخ مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۱/۳۰۲

نوٹ: اس حوالے کے لئے بڑی کوشش کی ہے لیکن جو حوالہ ملا ہے اس کے الفاظ اتنے ہیں صلیت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الفجر فلما سلم انحرف۔ یہاں پر "ورفع یدیہ ودعا" کے الفاظ نہیں ہیں۔ نذیر احمد سعیدی

marfat.com

مصنف از اسود عامری از پدر او رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کردہ است کہ من باحضور پُرنور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نمازِ فجر گزاردم چوں سلام داد برگشت وہر دو دست پاک برداشتہ دعا فرمود امام ایناں گوید کہ پس خود از سید الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بعد نماز فریضہ دست بہر دعا برداشتن بثبوت پیوست چنانکہ بر علمائے اذکیا پوشیدہ نیست ، من میگویم مگر مجتہدین اغبیا شمارا درماں چیست الحمد للہ کفی منۃ اہل السنۃ القتال بہفت حدیث را وعدہ کردہ بودیم وفا آوردیم کہ ہفت از افضل اعداد بود وبالاتر بسبب ذکر ایں فتوی دو حدیث دیگر مذکور شد می خواہیم کہ حدیث دیگر افزائیم وعدد بہ تلک عشرۃ کاملۃ رسانیم وباللہ التوفیق۔

حدیث دہم امام احمد در مسند ونسائی در مجتبیٰ وابن حبان در صحیح از حارث بن مسلم وابو داؤد در سنن از پدرش مسلم بن حارث رضی اللہ عنہ وھو الصواب کما افاد الحافظ المنذری فی الترغیب روایت کنند سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مرا ورا فرمود اذا صلیت الصبح فقل قبل ان تتکلم احدا من الناس اللھم اجرنی من النار سبع مرات فانک ان مت من یومک ذلک کتب اللہ لک جوارا من النار واذا صلیت المغرب فقل قبل ان تکلم احدا من الناس اللھم اجرنی من النار

کہا ، رُخِ انور پھیرا ، ہاتھ اٹھائے اور دعا کی (الحدیث)

اس حدیث کے متعلق ان کا امام کہتا ہے کہ اس سے فرض نماز کے بعد دُعا میں ہاتھ اٹھانا خود سید الانبیاء اسوۃ الاتقیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت ہے جیسا کہ علماءِ اذکیا پر مخفی نہیں [سید محمد نذیر حسینی] میں کہتا ہوں مگر تمہارے مجتہدوں کی بیماری کا علاج کیا ہو سکتا ہے ! تمام تعریف اللہ تعالیٰ کے لئے جو اہل السنت کو لڑائی کے لئے کافی ہے ۔ میں نے سات احادیث کا وعدہ کیا تھا جو میں نے پورا کر دیا ، اس لئے کہ سات کا عدد افضل اعداد میں سے ہے اور مذکورہ فتویٰ کے حوالے سے دو احادیث کا مزید ذکر آگیا ، اب میں چاہوں گا کہ ایک اور حدیث ذکر کر دوں تاکہ اس کے ساتھ "تلک عشرۃ کاملۃ" کا عدد مکمل ہو جائے وباللہ التوفیق ۔ (ت)

دسویں حدیث امام احمد نے مسند ، نسائی نے مجتبیٰ ، ابن حبان نے صحیح میں حارث بن مسلم سے ، ابو داؤد نے سنن میں اس کے والد مسلم بن حارث رضی اللہ عنہ سے (اور یہی صواب ہے جیسا کہ حافظ منذری نے ترغیب میں ذکر کیا ہے) روایت کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا جب تم فجر کی نماز ادا کر لو تو لوگوں سے ہمکلام ہونے سے پہلے سات دفعہ یہ دعا پڑھو اللھم اجرنی من النار (اے اللہ ! مجھے دوزخ کی آگ سے آزاد فرما) اب اگر تُو اس دن فوت ہو گیا تو اللہ تعالیٰ تجھے جہنم سے آزادی عطا فرمائے گا اور جب مغرب کی

marfat.com

سبع مرات فانك ان مت من لیلتك کتب الله لك جوارا من النار[۱] چوں نماز بامداد ادا کنی پیش از آنکه بالکسے سخن گوئی ہفت بار ایں دعا کن خدا یا مرا از دوزخ پناہ دہ کہ اگر آں روز میری حق جل وعلا برائے تو پناہ از دوزخ نویسد وچوں نماز شام گزاری ہمچناں کن اگر آں شب میری ہمچناں شود اللھم اجرنا من النار برحمتك یا عزیز یا غفار وصلی اللہ تعالیٰ علی نبیه المختار و اٰله الاطهار و بارك وسلم۔ و اللہ سبحٰنه و تعالیٰ اعلم۔

نماز پڑھ لو تو لوگوں سے گفتگو سے پہلے سات دفعہ یہ دعا پڑھو اللھم اجرنی من النار (اے اللہ! مجھے جہنم کی آگ سے بچالے) اگر اس رات تجھے موت آگئی تو اللہ تعالیٰ تجھے جہنم سے آزادی عطا کرے گا۔" اے اللہ! ہمیں بھی اپنی رحمت سے جہنم کے عذاب سے آزاد فرما یا عزیز یا غفار وصلی اللہ تعالیٰ علی نبیه المختار و اٰله الاطهار و بارك وسلم۔ و اللہ سبحٰنه و تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۴۷ ازندی پاربتی علاقہ ریاست گوالیار گوتا باور ریلوے ڈاک خانہ ندی مذکور مرسلہ سید کرامت علی صاحب محرر منشی محمد امین صاحب ٹھیکیدار ریلوے مذکور ۴ رمضان المبارک ۱۳۲۵ھ

بخدمت فیض درجت مولٰنا ومرشدنا مولوی محمد احمد رضا خاں صاحب دام اقبالہ، السلام علیک واضح رائے شریف ہو کہ بوجہ چند ضروریات کے آپ کو تکلیف دیتا ہوں کہ بنظر توجہ بزرگانہ جواب سے معزز فرمایا جاؤں۔ وظیفہ یا درود شریف بلند پڑھنا درست ہے یا نہیں ان معاملات میں کچھ شبہ ہے اور کچھ دلیل بھی ہوئی ہے لہذا دریافت کی ضرورت ہوئی۔

الجواب

مکرمی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، ۔ درود شریف خواہ کوئی وظیفہ بآواز نہ پڑھا جائے جبکہ اُس کے باعث کسی نمازی یا سوتے یا مریض کی ایذا ہو یا ریا آنے کا اندیشہ اور اگر کوئی محذور نہ موجود ہو نہ مظنون تو عند التحقیق کوئی حرج نہیں تاہم اخفا افضل ہے لما فی الحدیث خیر الذکر الخفی[۲] (جیسا کہ حدیث شریف میں ہے ذکر خفی بہتر ہے۔ ت) واللہ سبحٰنه وتعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۴۸ از میرٹھ دفتر طلسمی پریس مرسلہ مولوی محمد حسین صاحب تاجر طلسمی پریس ۱۳ رمضان ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اُدھر کے لوگ صبح اور عصر میں بعد سلام، اول تسبیحات پڑھ کر دعا مانگتے ہیں اور رو ہاں بعد سلام فوراً دعا، ان میں کون سا طریقہ سنت ہے اور کیا ثبوت ہے؟

الجواب

نماز کے بعد دُعا ثابت ہے اور تسبیح حضرت بتول زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی صحیح حدیثوں میں آئی ہے

---

[۱] سنن ابوداؤد باب ما یقول اذا اصبح مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۳۳۷
الترغیب والترہیب فی اذکار الخ مصطفی البابی مصر ۱/ ۳۰۴
[۲] مسند احمد بن حنبل از مسند سعد بن ابی وقاص دار الفکر بیروت ۱/ ۱۷۲-۱۸۰-۱۸۷

marfat.com

صبح اور عصر کے بعد سنتیں نہیں ان کے بعد ذکر طویل کا موقع ہے مگر مسلمانوں میں رسم یہ پڑگئی ہے اور ضرور محمود ہے کہ بعد سلام امام کے ساتھ دُعا مانگتے ہیں اور اگر وہ دعا میں دیر کرے منتظر رہتے ہیں ان کے ساتھ دعا مانگ کر بعد متفرق ہوتے ہیں اس حالت میں تسبیحات کی تقدیم اگر خوب تحقیق ثابت ہو کہ اُن میں کسی ایک فرد پر بھی ثقیل نہ ہو تو کچھ حرج نہیں ورنہ یہی بہتر ہے کہ خفیف دعا مانگ کر فارغ کر دے پھر جس کے جی میں آئے تسبیحات میں شامل رہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۴۴۹ از رامو چکما کوں ضلع چاٹگانگ مدرسہ عزیزیہ مرسلہ سید مفیض الرحمان ۱۰ جمادی الاخری ۱۳۲۶ھ

درود شریف بالجہر پڑھنا جائز ہے یا نہیں بر تقدیر ثانی مطلقاً ناجائز ہے یا جواز مع الکراہت اور کراہت تحریمی ہے یا تنزیہی؟

الجواب

درود شریف ذکر ہے ذکر بالجہر جائز ہے جبکہ نہ ریا ہو نہ کسی نمازی یا مریض یا سوتے کی ایذا نہ کسی اور مصلحت شرعیہ کا خلاف، یُونہی درود شریف جہراً جائز و مستحب ہے جس کے جواز پر دلیل اجماع کہ قراءت حدیث و ذکر نامِ اقدس میں سلفاً خلفاً تمام ائمہ و علماء مسلمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اُسی آواز سے کہتے ہیں جس آواز سے قراءت حدیث وکلام کر رہے ہیں اور یہ جہر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۴۵۰ از بریلی محلہ بہاری پور جناب نواب مولوی سلطان احمد خاں صاحب ۴ صفر المظفر ۱۳۳۰ھ

جس فرض کے بعد سنّت ہے اس فرض کے بعد مناجات کرنا درست ہے یا نہیں؟ یا بلغیر مناجات کے سنّت ادا کرے یا مختصر مناجات کے بعد سنّت شروع کرے؟ دلیل حدیث یا فقہ کی کتاب سے مع عبارت ہونی چاہیے مع نشان باب و نام کتاب۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب

جائز و درست تو مطلقاً ہے مگر فصل طویل مکروہ تنزیہی وخلافِ اولیٰ ہے اور فصل قلیل میں اصلاً حرج نہیں، دُرمختار فصل صفۃ الصلوٰۃ میں ہے:

یکرہ تاخیر السنۃ الابقدر اللھم انت السلام الخ وقال الحلوانی لاباس بالفصل

سُنّتوں کو مؤخر کرنا مکروہ ہے مگر اللھم انت السلام الخ کی مقدار۔ حلوانی نے کہا اوراد اور

بالاوراد واختارہ الکمال قال الحلبی ان ارید بالکراھۃ التنزیھیۃ ارتفع الخلاف قلت وفی حفظی حملہ علی القلیلۃ۔[1]

دعاؤں کی وجہ سے فصل (وقفہ) میں کوئی حرج نہیں۔ کمال نے اسے مختار قرار دیا ہے۔ حلبی نے کہا کہ اگر کراہت سے مراد کراہت تنزیہی ہو تو اختلاف ہی ختم ہوجاتا ہے۔ میں کہتا ہوں مجھے یاد آتا ہے کہ حلوانی نے اسے اوراد قلیلہ پر محمول کیا ہے۔ (ت)

فتح القدیر میں ہے:

قول الحلوانی لاباس الخ والمشہور فی ھذہ العبارۃ کون خلافہ اولی فکان معناھا ان الاولی ان لایقرأ ای الاوراد قبل السنۃ ولو فعل لاباس[2] اھ مختصرا نقلہ الشامی ثم قال وتبعہ علی ذلک تلمیذہ فی الحلیۃ وقال فتحمل الکراھۃ فی قول البقالی علی التنزیھیۃ لعدم دلیل التحریمیۃ حتی لوصلاھا بعد الاوراد تقع سنۃ مؤداۃ لکن لافی وقتہا المسنون[3]۔

حلوانی کا قول لاباس الخ (دعاؤں کی وجہ سے فصل (وقفہ) میں کوئی حرج نہیں) اس عبارت میں مشہور ہے کہ اس کا خلاف اولٰی ہے اس صورت میں معنی یہ ہوگا کہ سنّت سے پہلے (اوراد کا) نہ پڑھنا اولٰی ہے، اگرکسی نے ایسا کرلیا تو اس میں حرج نہیں اھ اختصاراً۔ شامی نے اس کو نقل کرکے اس کے بعد فرمایا حلیہ میں ان کے شاگرد نے ان کی اتباع کی اور کہا مکروہ تحریمی پر دلیل نہ ہونے کی وجہ سے بقالی کے قول میں کراہت کو کراہت تنزیہی پر محمول کیا جائیگا حتی کہ اگرکسی شخص نے اوراد کے بعد سُنّتیں ادا کیں تو وہ ادا ہی ہوں گی البتہ وقتِ مسنون میں ادا نہیں ہوئیں۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

مسلم والترمذی عن عائشۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا کان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لایقعد الابمقدار مایقول اللھم انت السلام الخ قال وقول عائشۃ بمقدار لایفید انہ کان یقول

مسلم اور ترمذی نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم (نماز فرض کے بعد) اللھم انت السلام الخ کی مقدار ہی بیٹھتے تھے۔ شامی نے کہا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کے قول بمقدار سے

---

[1] دُرمختار باب صفۃ الصلوٰۃ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۷۹
[2] فتح القدیر باب النوافل مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۳۸۴
[3] ردالمحتار باب صفۃ الصلوٰۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۳۹۲

marfat.com

ذلك بعينه بل کان یقعد بقدر مایسعه ونحوه من القول تقریبا فلا ینافی فی الصحیحین من انه صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان یقول دبر کل مکتوبة لا الٰہ الا اللہ وحدہ لاشریك لہ لہ الملك ولہ الحمد وھو علی کل شیئ قدیر اللھم لا مانع لما اعطیت ولا معطی لما منعت ولا ینفع ذا الجد منك الجد وتمامہ فی شرح المنیة وکذا فی الفتح من الوتر والنوافل اھ[1] مختصرا۔

یہ ثابت نہیں ہوتا کہ آپ اس وقت میں بعینہٖ یہی کلمات پڑھتے تھے بلکہ مقصد یہ ہے کہ آپ اتنا وقت بیٹھتے جس میں تقریباً یہی دُعا یا اسی طرح کی کوئی دوسری دعا پڑھی جا سکتی تھی۔ لہٰذا ان کا یہ قول بخاری ومسلم کی اس روایت کے منافی نہ ہوگا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہر فرض نماز کے بعد یہ دُعا پڑھتے: لا الٰہ الا اللہ وحدہ لاشریك لہ لہ الملك ولہ الحمد وھو علی کل شیئ قدیر اللھم لا مانع لما اعطیت ولا معطی لما منعت ولا ینفع ذا الجد منك الجد (اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ وحدہٗ لاشریک ہے، ملک اس کا حمد اس کی، اور وہ ہر شے پر قادر ہے، اے اللہ! تیری عطا میں کوئی رکاوٹ نہیں بن سکتا، جو تُو نہ دے وہ کوئی اور دے نہیں سکتا اور کسی کو اس کا بخت و دولت تیرے قہر وعذاب سے بچا نہیں سکتا)۔ اس کی تفصیل شرح المنیہ اور اسی طرح فتح القدیر کے باب الوتر والنوافل میں ہے اھ اختصاراً۔ (ت)

غنیہ میں ہے:

وکذا ما روی مسلم وغیرہ عن عبد اللہ بن الزبیر رضی اللہ تعالٰی عنھما کان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذا سلم من صلٰوتہ قال بصوتہ الاعلی لا الٰہ الا اللہ وحدہ لاشریك لہ لہ الملك ولہ الحمد وھو علی کل شیئ قدیر ولا حول ولا قوۃ الا باللہ ولا نعبد الا ایاہ لہ النعمة ولہ الفضل ولہ الثناء الحسن لا الٰہ الا اللہ

اسی طرح وُہ حدیث (یعنی حضرت عائشہ کا قول اس حدیث کے بھی منافی نہیں) ہے جس کو مسلم وغیرہ نے حضرت عبد اللہ بن الزبیر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جب نماز سے سلام پھیرتے تو بلند آواز سے کہتے: اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ یکتا ہے اس کا کوئی شریک نہیں، سلطنت اسی کی، حمد اسی کے لئے اور وہ ہر شے پر قادر ہے، برائی سے پھیرنا نیکی

---

[1] ردالمحتار باب صفۃ الصلٰوۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۳۹۱

marfat.com

مخلصین له الدین ولوکرہ الکافرون لان المقدار المذکور من حیث التقریب دون التحدید قد یسع کل واحد من نحو هذہ الاذکار لعدم التفاوت الکثیر بینھا الخ[1]

طاقت وبنایہ اللہ کی طاقت وقدرت میں ہے، ہم اس کے سوا کسی کی عبادت نہیں کرتے نعمت وفضل اسی کے لئے، ثنائے جمیل اسی کی ہے، اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، خالص کرنے والے ہیں اس کے لئے دین کو اگرچہ کافر اسے ناپسند کریں کیونکہ مقدار مذکور تقریبی اعتبار سے ہے نہ کہ تحدیدی اعتبار سے، اس مقدار میں ان اذکار میں سے ہر ایک پڑھا جاسکتا ہے کیونکہ ان کے درمیان زیادہ تفاوت نہیں ہے الخ (ت)

اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ باب الذکر بعد الصلوٰۃ میں ہے:

باید دانست آنست کہ تقدیم روایت منافی نیست بعدیتے راکہ درباب بعض ادعیہ واذکار دراحادیث واقع شدہ است کہ بخواند بعد از نماز فجر ومغرب دہ بار لا الٰہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علٰی کل شیئ قدیر[2] (مختصراً)

یہاں اس بات کا جاننا ضروری ہے کہ تقدیم روایت بعدیت روایت کے منافی نہیں کیونکہ بعض دعاؤں اور اذکار کے بارے میں احادیث موجود ہیں ایک روایت میں ہے کہ نمازِ فجر اور مغرب کے بعد دس مرتبہ یہ کلمات پڑھے جائیں: اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ یکتا ہے ذات وصفات میں اس کا کوئی شریک نہیں، سلطنت اسی کی ہے، حمد اسی کی ہے اور وہ ہر شے پر قادر ہے (مختصراً)۔ (ت)

یہاں سے ظاہر ہوا کہ آیۃ الکرسی یا فرض مغرب کے بعد دس بار کلمۂ توحید پڑھنا فصلِ قلیل ہے، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۴۵۱: از شہر کہنہ محلہ روہیلہ ٹولہ مسئولہ مولوی رحیم اللہ ۱۹ رجب المرجب ۱۳۳۶ھ

زید بعد ہر نماز جماعت فریضہ قبل از مانگنے دُعا روز ایک مرتبہ کلمۂ توحید روز بعد مانگنے دعا کلمۂ طیبہ تین مرتبہ اور ایک مرتبہ کلمہ شہادت بآوازِ بلند بہ نیت مع حاضرین جماعت پڑھا کرتا ہے یہ فعل اس کا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

جائز ہے مگر حاضرین کو ان کی خوشی پر رکھا جائے مجبور نہ کیا جائے۔ واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی باب صفۃ الصلوٰۃ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۳۴۲

[2] اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ الفصل الاول من باب الذکر بعد الصلوٰۃ مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۴۱۸

marfat.com

باب القرأة

(قرأت کا بیان)

مسئلہ ۲۵۱ از بریلی مسئولہ سید احمد علی ساکن نواده شیخان ۳ صفر ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ تلاوتِ کلامِ مجید مُصلّی یا غیر مُصلّی پر باترتیب پڑھنا فرض ہے یا واجب یا سنت یا مستحب؟ اور امام نماز میں بے ترتیب سورہ پڑھے تو اس پر کیا حکم ہے؟

الجواب

نماز ہو یا تلاوت بطریق معہود ہو دونوں میں لحاظ ترتیب واجب ہے اگر عکس کرے گا گنہگار ہوگا۔ سیّدنا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایسا شخص خوف نہیں کرتا کہ اللہ عزوجل اس کا دل اُلٹ دے۔

ہاں اگر خارج نماز ہے کہ ایک سورت پڑھ لی پھر خیال آیا کہ دوسری سورت پڑھوں وُہ پڑھ لی اور یہ اس سے اُوپر کی تھی تو اس میں حرج نہیں۔ یا مثلاً حدیث میں شب کے وقت چار سورتیں پڑھنے کا ارشاد ہے۔ یٰسین شریف کہ جو اسے رات میں پڑھے گا صبح کو بخشا ہُوا اُٹھے گا۔ سورہ دخان شریف کہ جو اسے رات میں پڑھے گا صبح اس حالت میں اُٹھے گا کہ ستّر ہزار فرشتے اس کے لئے استغفار کرتے ہوں گے۔ سورہ واقعہ شریف کہ جو اسے ہر رات پڑھے گا محتاجی اس کے پاس نہ آئے گی۔ سورہ تبارک الذی شریف کہ جو اسے ہر رات پڑھے گا عذابِ قبر سے محفوظ رہے گا۔

ان سورتوں کی ترتیب یہی ہے مگر اس غرض کے لئے پڑھنے والا چار سورتیں متفرق پڑھنا چاہتا ہے کہ ہر ایک مستقل جُدا عمل ہے اسے اختیار ہے جس کو چاہے پہلے پڑھے جسے چاہے پیچھے پڑھے۔

امام نے سُورتیں بے ترتیبی سے سہواً پڑھیں تو کچھ حرج نہیں، قصداً پڑھیں تو گنہگار ہوا، نماز میں کچھ خلل نہیں واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہٗ اتم واحکم۔

marfat.com

مسئلہ ۴۵۳ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مقتدی کو امام کے پیچھے قرأت سورۂ فاتحہ یا اور کسی سورت کی جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

مذہب حنفیہ دربارۂ قرأت مقتدی عدم اباحت وکراہت تحریمیہ ہے۔ نماز سری میں روایت استحباب کہ حضرت امام محمد بن حسن شیبانی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کی طرف نسبت کی گئی محض ضعیف کما بسط المحقق علی الاطلاق فقیہ النفس مولٰنا کمال الملۃ والدین محمد رحمہ اللہ تعالٰی کما قالہ فی الدرالمختار۔

جیسا کہ محقق علی الاطلاق فقیہ النفس مولٰنا کمال الملۃ والدین محمد (ابن ہمام) رحمہ اللہ تعالٰی نے اس پر تفصیلی گفتگو کی ہے۔ جیسا کہ دُرِمختار میں بیان کیا گیا ہے۔ (ت)

خود تصانیفِ امام محمد میں جابجا عدم جواز مصرح آثار میں فرماتے ہیں یہی مذہب ہمارا مختار اور اسی پر عامہ حدیث واخبار وارد، اور فرمایا ایک جماعتِ صحابہ رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین قرأتِ مقتدی کو مفسدِ نماز کہتی ہے اور اقوی الدلیلین پر عمل کرنے میں احتیاط ہے۔

مؤطا میں بہت آثار روایت فرمائے جن سے عدمِ جواز ثابت قالہ الشیخ المحقق مولٰنا عبد الحق المحدث الدھلوی قدس اللہ تعالٰی سرہ العزیز فی اللمعات (یہ بات شیخ محقق حضرت مولانا عبدالحق محدث دہلوی قدس اللہ تعالٰی سرہٗ نے اشعۃ اللمعات میں کہی ہے۔ ت) بااینہمہ خلاف تصریحات امام ایک روایت مرجوحہ مجروحہ سے نماز سری میں جواز خواہ استحباب قرأت اُن کا مذہب ٹھہرانا اور فقہ حنفی میں اس کا وجود سمجھنا محض باطل ووہم عاطل۔ ہمارے علمائے مجتہدین بالاتفاق عدمِ جواز کے قائل ہیں اور یہی مذہب جمہور صحابہ وتابعین کا ہے حتی کہ صاحبِ ہدایہ امام علامہ برہان الملۃ والدین مرغینانی رحمہ اللہ تعالٰی نے دعوٰیِ اجماعِ صحابہ کیا ہے رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین۔ احادیث وآثار کہ اس باب میں وارد بیحد وشمار یہاں بخوفِ طوالت بیان بعض پر اقتصار:

حدیث ۱: صحیح مسلم شریف میں سیدنا ابوموسٰی اشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی سرورِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اذا صلیتم فاقیموا صفوفکم ثم لیؤمکم احدکم فاذا کبر فکبروا واذا قرأ فانصتوا[1]۔ یعنی جب تم نماز

---

[1] الصحیح لمسلم باب التشہد فی الصلوٰۃ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۷۴

نوٹ: مسلم میں حدیث کے آخری الفاظ "واذا قرأ فانصتوا" اسی جگہ پر قتادہ اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہما کی حدیث میں ہیں۔ نذیر احمد سعیدی

marfat.com

پڑھو اپنی صفیں سیدھی کرو پھر تم میں کوئی امامت کرے پس جب وہ تکبیر کہے تم بھی تکبیر کہو اور جب وہ قرأت کرے تم چُپ رہو۔

حدیث ۲: ابوداؤد ونسائی اپنی اپنی سُنن میں سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں سرورِ عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

انما الامام لیؤتم به فاذا کبر فکبروا واذا قرأ فانصتوا[1] هذا لفظ النسائی۔ یعنی امام تو اس لئے ہے کہ اس کی پیروی کی جائے پس جب وہ تکبیر کہے تم بھی کہو اور جب قرأت کرے تم خاموش رہو یہ نسائی کے الفاظ ہیں۔
امام مسلم بن حجاج نیشاپوری رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی صحیح میں اس حدیث کی نسبت فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک صحیح ہے۔

حدیث ۳: ترمذی اپنی جامع میں سیدنا جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی:
من صلی رکعة لم یقرء فیها بام القرآن فلم یصل الا ان یکون وراء الامام[2] یعنی جو کوئی رکعت بے سورہ فاتحہ کے پڑھی اس کی نماز نہ ہوئی مگر جب امام کے پیچھے ہو۔ هکذا رواه مالك فی مؤطاه موقوفا (اسی طرح اس حدیث کو امام مالک نے مؤطا میں موقوفاً روایت کیا ہے۔ ت) اور امام ابوجعفر احمد بن سلامہ طحاوی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ نے معانی الآثار میں اسے روایت کیا اور ارشادات سید المرسلین صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے قرار دیا، واللہ تعالیٰ اعلم۔ حافظ ابوعیسٰے ترمذی فرماتے ہیں یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ سیدنا امام الائمہ مالک الازمہ سراج الامہ کاشف الغمہ امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت کوفی رضی اللہ تعالےٰ عنہ وعن مقلدیہ باحسان روایت فرماتے ہیں:

حدیث ۴: حدثنا ابوالحسن موسٰی بن ابی عائشة عن عبدالله بن شداد بن الهاد عن جابر بن عبدالله رضی الله تعالیٰ عنهما عن النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم انه قال من صلی خلف الامام فان قراءة الامام له قراءة[3] یعنی حضور اقدس سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں جو شخص امام کے پیچھے نماز پڑھے تو امام کا پڑھنا اس کا پڑھنا ہے۔
فقیر کہتا ہے یہ حدیث صحیح ہے رجال اس کے سب رجال صحاح ستّہ ہیں ورواه محمد هکذا

---

[1] سنن النسائی تاویل قولہ عزوجل واذا قرأ القرآن الخ حدیث ۹۲۳ مطبوعہ المکتبۃ السلفیہ لاہور ۱/ ۱۱۲
[2] جامع الترمذی باب ماجاء فی ترک القرأۃ خلف الامام اذا جہر بالقرأۃ مطبوعہ امین کمپنی دہلی ۱/ ۴۲
[3] مسند الامام الاعظم کفایۃ قرأۃ الامام للماموم مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۶۱

marfat.com

مرفوعا من طریق اٰخر (اس کو امام محمد نے مرفوعاً دوسری سند سے روایت کیا ہے۔ ت) حاصل حدیث کا یہ ہے کہ مقتدی کو پڑھنے کی کچھ ضرورت نہیں امام کا پڑھنا اس کے لئے کفایت کرتا ہے هكذا روی عند محمد رحمه الله تعالیٰ مختصرا ورواه الامام تارة اخری مستوعبا (حدیث ۵) قال صلی رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم بالناس فقرأ رجل خلفه فلما قضی الصلوٰة قال ایکم قرأ خلفی ثلث مرات فقال رجل انا یا رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم قال صلی الله تعالیٰ علیه وسلم من صلی خلف الامام فان قرأة الامام له قرأة[1] خلاصۂ مضمون یہ ہے کہ سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لوگوں کو نماز پڑھائی ایک شخص نے حضور کے پیچھے قرأت کی سید اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز سے فارغ ہوکر ارشاد فرمایا کس نے میرے پیچھے پڑھا تھا، لوگ بسبب خوف حضور کے خاموش ہو رہے، یہاں تک کہ تین بار بتکرار یہی استفسار فرمایا، آخر ایک شخص نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! میں نے۔ ارشاد ہوا کہ جو امام کے پیچھے ہو اس کے لئے امام کا پڑھنا کافی ہے۔

حدیث ۶: ابوحنیفة رضی الله تعالیٰ عنه ایضا عن حماد عن ابراهیم ان عبد الله بن مسعود رضی الله تعالیٰ عنه لم یقرأ خلف الامام لا فی الرکعتین الاولیین ولا فی غیرهما[2] یعنی سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے امام کے پیچھے قرأت نہ کی نہ پہلی دو رکعتوں میں نہ ان کے غیر میں۔

فقیر کہتا ہے عبداللہ بن مسعود اور کون عبداللہ بن مسعود جو افاضل صحابہ و مومنین سابقین سے ہیں حضر و سفر میں ہمراہ رکاب سعادت انتساب حضور رسالتمآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رہتے اور بارگاہ نبوت میں بے اذن لئے جانا ان کے لئے جائز تھا بعض صحابہ فرماتے ہیں ہم نے راہ و روش سرورِ انبیاء علیہ التحیۃ والثناء سے جو چال ڈھال ابن مسعود کی ملتی پائی کسی کی نہ پائی، خود حضور اکرم الاولین والآخرین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

---

[1] مسند الامام الاعظم کفایة قرأة الامام للماموم مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۶۱

[2] المؤطا للامام محمد باب القرأة فی الصلوٰة خلف الامام مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ص ۱۰۰

نوٹ: مجھے عبداللہ بن مسعود کی حدیث مسند امام اعظم سے نہیں ملی اس لئے مؤطا امام محمد سے نقل کی ہے جو کہ متن میں آرہی ہے الفاظ یہ ہیں: ان عبد الله بن مسعود کان لایقرأ خلف الامام فیما یجهر فیه وفیما یخافت فیه فی الاولیین ولا فی الاخریین واذا صلی وحده قرأ فی الاولیین بفاتحة الکتاب وسورة ولم یقرأ فی الاخریین شیئا۔ نذیر احمد سعیدی

marfat.com

رضیت لامتی ما رضی لہا ابن ام عبد د کرھت لامتی ماکرہ لہا ابن ام عبد[۱]۔

میں نے اپنی اُمت کے لئے وہ پسند کیا جو عبداللہ بن مسعود اس کے لئے پسند کرے اور میں نے اپنی امت کے لئے ناپسند کیا جو اُس کے لئے عبداللہ بن مسعود ناپسند کرے۔

گویا ان کی رائے حضور والا کی رائے اقدس ہے۔ اور معلوم ہے کہ جناب ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب مقتدی ہوتے فاتحہ وغیرہ کچھ نہیں پڑھتے تھے اور ان کے سب شاگردوں کا یہی وتیرہ تھا۔

حدیث ۷: محمد فی مؤطاہ من طریق سفیانین عن منصور بن المعتمر وقال الثوری نا منصور وھذا لفظ ابن عیینۃ عن منصور بن المعتمر عن ابی وائل قال سئل عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن القرأۃ خلف الامام قال انصت فان فی الصلوٰۃ لشغلا سیکفیک ذلک الامام[۲] خلاصہ یہ کہ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے دربارۂ قرأت مقتدی سوال ہوا، فرمایا خاموش رہ کہ نماز میں مشغولی ہے یعنی بیکار باتوں سے باز رہنا عنقریب تجھے امام اس کام کی کفایت کردے گا یعنی نماز میں تجھے لاطائل باتیں روا نہیں، اور جب امام کی قرأت بعینہ اُس کی قرأت ٹھہرتی ہے تو پھر مقتدی کا خود قرأت کرنا محض لغو ناشائستہ ہے۔

فقیر کہتا ہے یہ حدیث اعلیٰ درجہ صحاح میں ہے اس کے سب رواۃ ائمہ کبار و رجال صحاح ستہ ہیں۔

حدیث ۸: اما حدیث الامام عن ابن مسعود فوصلہ محمد نا محمد ابن ابان بن صالح القرشی عن حماد عن ابراھیم النخعی عن علقمۃ بن قیس ان عبد اللہ بن مسعود کان لا یقرأ خلف الامام فیما یجھر وفیما یخافت فیہ فی الاولیین ولا فی الاخریین واذا صلی وحدہ قرأ فی الاولیین بفاتحۃ الکتاب وسورۃ ولم یقرأ فی الاخریین شیئا[۳] حاصل یہ کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالےٰ عنہ جب مقتدی ہوتے تو کسی نماز میں جہریہ ہو یا سریہ کچھ نہ پڑھتے تھے نہ پہلی رکعتوں میں نہ پچھلی میں۔ ہاں جب تنہا ہوتے تو صرف پہلیوں میں الحمد و سورت پڑھتے۔

اثر ۱: ابوحنیفۃ عن حماد عن ابراھیم انہ قال لم یقرأ علقمۃ خلف الامام حرفا لا فیما یجھر فیہ القرأۃ ولا فیما لا یجھر فیہ ولا قرأ فی الاخریین بام الکتاب ولا غیرھا خلف الامام

---

[۱] مجمع الزوائد باب ما جاء فی عبد اللہ بن مسعود مطبوعہ دار الکتاب بیروت ۹/ ۲۹۰

[۲] مؤطا امام محمد باب القرأۃ فی الصلوٰۃ خلف الامام 〃 آفتاب عالم پریس لاہور ص ۱۰۰

[۳] 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃

ولا اصحاب عبد اللہ جمیعا[1] یعنی علقمہ بن قیس کہ کبار تابعین و اعاظم مجتہدین اور افقہ تلامذہ سیدنا ابن مسعود ہیں امام کے پیچھے ایک حرف نہ پڑھتے چاہے جہر کی قرأت ہو چاہے آہستہ کی اور نہ پچھلی رکعتوں میں فاتحہ پڑھتے اور نہ اور کچھ جب امام کے پیچھے ہوتے اور نہ کسی نے حضرت کے اصحاب عبد اللہ بن مسعود سے قرأت کی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

اثر ۲ : محمد فی الموطا اخبرنا بکیر بن عامر ثنا ابراھیم النخعی عن علقمۃ بن قیس قال لان اعض علی جمرۃ احب الی من ان اقرأ خلف الامام[2] یعنی حضرت علقمہ بن قیس فرماتے ہیں البتہ آگ کی چنگاری منہ میں لینا مجھے اس سے زیادہ پیاری ہے کہ میں امام کے پیچھے قرأت کروں۔

اثر ۳ : محمد ایضا اخبرنا اسرائیل من یونس ثنا منصور عن ابراھیم قال ان اول من قرأ خلف الامام رجل اتھم[3] یعنی ابراہیم بن سوید النخعی نے کہ رؤسائے تابعین و ائمۂ دین متین سے ہیں تحدیث و فقاہت ان کی آفتاب نیمروز ہے فرمایا پہلے جس شخص نے امام کے پیچھے پڑھا وہ ایک مرد متہم تھا۔

حاصل یہ کہ امام کے پیچھے قرأت ایک بدعت ہے جو ایک بے اعتبار آدمی نے احداث کی۔

فقیر کہتا ہے رجال اس حدیث کے رجال صحیح مسلم ہیں۔

حدیث ۹ : امام مالک اپنی موطا میں اور امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ تعالیٰ اپنی مسند میں روایت کرتے ہیں:

وھذا اسیاق مالک عن نافع ان عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کان اذا سئل ھل یقرأ احد خلف الامام قال اذا صلی احدکم خلف الامام فحسبہ قرأۃ الامام واذا صلی وحدہ فلیقرأ قال وکان عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما لا یقرأ خلف الامام[4]۔ یعنی سیدنا و ابن سیدنا عبد اللہ بن امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے جب دربارۂ قرأت مقتدی سوال ہوتا فرماتے جب کوئی تم میں امام کے پیچھے نماز پڑھے تو اسے قرأت امام کافی ہے اور جب اکیلا پڑھے تو قرأت کرے۔

نافع کہتے ہیں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما خود امام کے پیچھے قرأت نہ کرتے۔ فقیر کہتا ہے

---

[1] کتاب الآثار امام محمد باب القرأۃ خلف الامام وتلقینہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ص ۱۶

[2] موطا امام محمد باب القرأۃ فی الصلوۃ خلف الامام مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ص ۱۰۰

[3] " " " " " " " "

[4] موطا امام مالک ترک القرأۃ خلف الامام " میر محمد کتب خانہ کراچی ص ۶۸

marfat.com

کہ یہ حدیث غایت درجہ کی صحیح الاسناد ہے حتیٰ کہ مالک عن نافع عن ابن عمر کو بہت محدثین نے صحیح ترین اسانید کہا۔

حدیث ۱۰: محمد اخبرنا عبید اللہ بن عمر بن حفص بن عاصم بن عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال من صلی خلف الامام کفتہ قرأتہ[1] یعنی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہما فرماتے ہیں مقتدی کو امام کا پڑھنا کافی ہے۔

فقیر کہتا ہے یہ سند بھی مثل سابق کے ہے اور اس کے رجال بھی رجال صحاح ستہ ہیں، بلکہ بعض علمائے حدیث نے روایات نافع عن عبید اللہ بن عمر کو امام مالک پر ترجیح دی۔

حدیث ۱۱: محمد اخبرنا عبد الرحمٰن بن عبد اللہ المسعودی اخبرنی انس بن سیرین عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما انہ سئل عن القرأۃ خلف الامام قال تکفیك قرأۃ الامام[2]۔ یعنی سیدنا ابن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہما سے دربارۂ قرأت استفسار ہوا فرمایا تجھے امام کا پڑھنا بس کرتا ہے۔

حدیث ۱۲: امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی رحمۃ اللہ علیہ معانی الآثار میں روایت کرتے ہیں:

حدثنا ابن وھب فساق باسنادہ عن زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سمعہ یقول لایقرأ المؤتم خلف الامام فی شیئ من الصلٰوۃ[3] یعنی سیدنا زید ابن ثابت انصاری رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں مقتدی امام کے پیچھے کسی نماز میں قرأت نہ کرے یعنی نماز جہریہ ہو یا سریہ۔

حدیث ۱۳: محمد اخبرنا داؤد بن قیس ثنا عمر بن محمد بن زید عن موسٰی بن سعد بن زید بن ثابت الانصاری یحدثہ عن جدہ قال من قرأ خلف الامام فلا صلٰوۃ لہ[4] یعنی حضرت زید بن ثابت انصاری رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں جو شخص امام کے پیچھے پڑھے اس کی نماز جاتی رہی۔

فقیر کہتا ہے یہ حدیث حسن ہے اور دارقطنی نے بطریق طاؤس اسے مرفوعاً روایت کیا۔

حدیث ۱۴: الحافظ بن علی بن عمر الدارقطنی عن ابی حاتم بن حبان ثنی ابراھیم بن سعد عن احمد بن علی بن سلیمان الدوری عن عبد الرحمٰن المخزومی

---

[1] مؤطا الامام محمد باب القرآۃ فی الصلوٰۃ خلف الامام مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ص ۹۷
[2] ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ص ۹۸
[3] شرح معانی الآثار باب القرآۃ خلف الامام مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۵۱
[4] مؤطا الامام محمد باب القرآۃ فی الصلوٰۃ خلف الامام ؍؍ آفتاب عالم پریس لاہور ص ۱۰۲

marfat.com

عن سفیٰن بن عیینۃ عن ابن طاؤس عن ابیہ عن زید بن ثابت عن رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال من قرأ خلف الامام فلا صلوٰۃ لہ[1] یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں امام کے پیچھے پڑھنے والے کی نماز نہیں ہوتی۔

حدیث ۱۵: محمد ایضا اخبرنا داؤد بن قیس الفراء المدنی اخبرنی بعض ولد سعد بن ابی وقاص انہ ذکر لہ ان سعدا رضی اللہ تعالٰی عنہ قال وددت ان الذی یقرأ خلف الامام فی فیہ جمرۃ[2] یعنی سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالٰی عنہ سے کہ افاضل صحابہ وعشرہ مبشرہ و مقربان بارگاہ سے ہیں منقول ہے اُنھوں نے فرمایا میرا جی چاہتا ہے کہ امام کے پیچھے پڑھنے والے کے منہ میں انگارہ ہو۔

حدیث ۱۶: محمد ایضا اخبرنا داؤد بن قیس الفراء ثنا محمد بن عجلان ان عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالٰی عنہ قال لیت فی فم الذی یقرأ خلف الامام حجرا[3] یعنی حضرت امیر المؤمنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا کاش جو شخص امام کے پیچھے قرأت کرے اُس کے منہ میں پتھر ہو۔

فقیر کہتا ہے رجال اس حدیث کے بر شرط صحیح مسلم ہیں۔ الحاصل ان احادیث صحیحہ ومعتبرہ سے مذہب حنفیہ بحمد اللہ ثابت ہو گیا اب باقی رہے تمسکات شافعیہ اُن میں عمدہ ترین دلائل جسے اُن کا مدار مذہب کہا چاہیے حدیث صحیحین ہے یعنی لاصلوٰۃ الا بفاتحۃ الکتاب[4] کوئی نماز نہیں ہوتی بے فاتحہ کے۔ جواب اس حدیث سے چند طور پر ہے یہاں اسی قدر کافی کہ یہ حدیث تمہارے مفید نہ ہمارے مضر، ہم خود مانتے ہیں کہ کوئی نماز ذات رکوع وسجود بے فاتحہ کے تمام نہیں امام کی ہو خواہ ماموم کی مگر مقتدی کے حق میں خود رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اُس کے لئے امام کی قرأت کافی اور امام کا پڑھنا بعینہٖ اس کا پڑھنا ہے کما مرسابقاً (جیسا کہ پیچھے گزر چکا۔ ت) پس خلاف ارشاد حضور روالاتم نے کہاں سے نکال لیا کہ مقتدی جب تک خود نہ پڑھے گا نماز اس کی بے فاتحہ رہے گی اور فاسد ہو جائے گی۔

دُوسری دلیل حدیث مسلم من صلی صلاۃ لم یقرأ فیہا بام القراٰن فھی خداج

---

[1] نصب الرایۃ بحوالہ علل متناہیۃ من طریق دارقطنی کتاب الصلوٰۃ مکتبہ اسلامیہ ریاض ۱۹/۲
کنز العمال الباب الخامس قرأۃ المأموم مطبوعہ مکتبۃ التراث الاسلامی بیروت ۲۸۶/۸
[2] مؤطا للامام محمد باب القرأۃ فی الصلوٰۃ خلف الامام " آفتاب پریس لاہور ص ۱۰۱
[3] " " " " " " " ص ۱۰۲
[4] اتحاف السادۃ المتقین القرأۃ " دار الفکر بیروت ۳/ ۴۸-۴۷

ف: بخاری جلد ۱ ص ۱۰۴ اور مسلم ج ۱ ص ۱۶۹ پر لاصلوٰۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب کے الفاظ ہیں۔

marfat.com

ھی خداج ھی خداج[1] حاصل یہ کہ جس نے کوئی نماز بے فاتحہ پڑھی وہ ناقص ہے ناقص ہے ناقص ہے۔
اس کا جواب بھی بعینہٖ مثل اول کے ہے نماز بے فاتحہ کا نقصان مسلّم اور قرأتِ امام قرأتِ ماموم سے مغنی۔ خلاصہ یہ کہ اس قسم کی احادیث اگرچہ لاکھوں ہوں تمہیں اس وقت بکار آمد ہوں گی جب ہمارے طور پر نماز مقتدی بے اُمّ الکتاب رہتی ہو وھو ممنوع (اور یہ ممنوع ہے۔ ت) اور آخر حدیث میں قول حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ اقرأبھا فی نفسك یا فارسی[2] (اپنے دل میں پڑھ لے فارسی۔ ت) کہ شافعیہ اس سے بھی استناد کرتے ہیں فقیر بتوفیق الٰہی اُس سے ایک جواب حسن طویل الذیل رکھتا ہے جس کے ذکر کی یہاں گنجائش نہیں۔

تیسری دلیل حدیث عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالٰی عنہ لا تفعلوا الا بام القراٰن[3] امام کے پیچھے اور کچھ نہ پڑھو سوائے فاتحہ کے۔

اوّلاً یہ حدیث ضعیف ہے اُن صحیح حدیثوں کی جو ہم نے مسلم اور ترمذی و نسائی و موطائے امام مالک و موطائے امام محمد وغیرہا صحاح و معتبرات سے نقل کیں کب مقاومت کرسکتی ہے۔ امام احمد بن حنبل وغیرہ حفاظ نے اس کی تضعیف کی، یحیٰی بن معین جیسے ناقد جن کی نسبت امام ممدوح نے فرمایا جس حدیث کو یحیٰی نہ پہچانے حدیث ہی نہیں فرماتے ہیں استثنائے فاتحہ غیر محفوظ ہے۔

ثانیاً خود شافعیہ اس حدیث پر دو وجہ سے عمل نہیں کرتے:

ایک یہ کہ اس میں ماورائے فاتحہ سے نہی ہے اور ان کے نزدیک مقتدی کو ضمِ سورت بھی جائز صرح بہ الامام النووی فی شرح صحیح مسلم (امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں اس کی تصریح کی ہے۔ ت)

دوسرے یہ کہ حدیث مذکور جس طریق سے ابوداؤد نے روایت کی باآواز بلند منادی کہ مقتدی کو جہراً فاتحہ پڑھنا روا اور یہ امر بالاجماع ممنوع صرح بہ الشیخ فی اللمعات ویفیدہ الکلام النووی فی الشرح (شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے لمعات میں اس بات کی تصریح کی ہے اور امام نووی کا کلام

---

[1] الصحیح لمسلم باب وجوب قرأۃ الفاتحہ الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۷۰-۱۶۹
[2] " " " " " " " ۱/۱۶۹
[3] مسند احمد بن حنبل حدیث عبادہ بن الصامت " دار الفکر بیروت ۵/۳۲۲
سنن الدار قطنی باب وجوب قرأۃ ام الکتاب الخ " نشر السنۃ ملتان ۱/۳۱۸

marfat.com

شرح میں بھی اس کا فائدہ دیتا ہے۔ ت) پس جو حدیث خود اُن کے نزدیک متروک ہم پر اُس سے کس طرح احتجاج کرتے ہیں۔

بالجملہ ہمارا مذہب مہذب بحمد اللہ جج کافیہ و دلائل وافیہ سے ثابت، اور مخالفین کے پاس کوئی دلیل قاطع ایسی نہیں کہ اُسے معاذ اللہ باطل یا مضمحل کرسکے مگر اس زمانۂ پُرفتن کے بعض جہال بے لگام جنھوں نے ہوائے نفس کو اپنا امام بنایا ہے اور انتظام اسلام کو درہم برہم کرنے کے لئے تقلید ائمہ کرام میں خدشات و اوہام پیدا کرتے ہیں جس ساز و سامان پر ائمۂ مجتہدین خصوصاً امام الائمہ حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ وعن مقلدیہ کی مخالفت اور جس بضاعت مزجات پر ادعائے اجتہاد و فقاہت ہے عقلائے منصفین کو معلوم اصل مقصود ان کا اغوائے عوام ہے کہ وہ بیچارے قرآن و حدیث سے ناواقف ہیں جو ان مدعیانِ خام کارنے کہہ دیا اُنھوں نے مان لیا اگرچہ خواص کی نظر میں یہ باتیں موجبِ ذلت و باعثِ فضیحت ہوں، اللہ سبحٰنہ و تعالٰی وساوس شیطان سے امان بخشے آمین ھذا والعلم عند واھب العلوم العالم بکل سر مکتوم (اسے قبول فرما اور حقیقی علم اس ذات کے پاس ہے جو تمام علوم عطا فرمانے والا ہے اور تمام مخفی رازوں سے واقف ہے۔ ت)

مسئلہ ۴۵۴ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو حافظ نماز میں اس طرح قرآن مجید پڑھتا ہو کہ نہ تو صحیح اعراب کا دھیان رکھتا ہے اور نہ اوقافِ لازمہ پر وقف کرتا ہے اور ماضی جمع متکلم کے صیغے ایسے ادا کرتا ہے کہ سامعین کو جمع مؤنث غائب کا شبہہ ہوتا ہے اور اکثر جگہ حروف و کلمات بھی فروگذاشت ہوجاتے ہیں تو اس کے سُننے میں کچھ ثواب کی امید ہے یا بالکل نہیں اور نماز اس کے پیچھے درست ہے یا نہیں اور یہ عذر ترکِ جماعت کے لئے مقبول ہوگا یا نہیں یا دوسری مسجد میں جماعت کے لئے جانا ضروری ہے یا صرف فرض جماعت سے ادا کرے باقی نماز مکان پر پڑھے بیّنوا توجروا (بیان کرو اور اجر پاؤ۔ ت)

الجواب

خطا فی الاعراب یعنی حرکت، سکون، تشدید، تخفیف، قصر، مد کی غلطی میں علمائے متاخرین رحمہم اللہ تعالٰی علیہم اجمعین کا فتوٰی تو یہ ہے کہ علی الاطلاق اس سے نماز نہیں جاتی۔

فی الدر المختار زلۃ القاری لوفی اعراب لاتفسد وان غیر المعنی بہ یفتی۔ بزازیہ[1]

دُرمختار میں ہے کہ قرأت کرنے والے کی غلطی اگر اعراب میں ہو تو نماز فاسد نہیں ہوگی اگرچہ اس سے معنی بدل جائے اسی پر فتوٰی ہے، بزازیہ (ت)

---

[1] دُرمختار باب مایفسد الصلوٰۃ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/ ۹۰

marfat.com

ردالمحتار میں ہے :

لا تفسد فی الکل و بہ یفتی بزازیہ و خلاصہ[1]۔
ان تمام صورتوں میں نماز فاسد نہ ہوگی اور اسی پر فتوٰی ہے بزازیہ و خلاصہ (ت)

اگرچہ علمائے متقدمین وخود ائمۂ مذہب رضی اللہ تعالٰی عنہم در صورت فساد معنی فساد نماز مانتے ہیں اور یہی من حیث الدلیل اقوی، اور اسی پر عمل احوط و احری۔

فی شرح منیۃ الکبیر ھوالذی صححہ المحققون وفرعوا علیہ الفروع فاعمل بما تختار والاحتیاط اولی سیما فی امر الصلوۃ التی ھی اول ما یحاسب العبد علیہا[2] (ملخصا)
شرح منیہ کبیر میں ہے کہ اسی کو محققین نے صحیح قرار دیا اور اسی فروع کو ذکر کیا پس تو اپنے مختار پر عمل کر اور احتیاط بہرصورت ہر مقام پر بہتر ہے خصوصاً نماز میں، کیونکہ یہی وہ عمل ہے جس کے بارے میں بندے سے سب سے پہلے پوچھ ہوگی۔ (ملخصاً۔ ت)

اور وقف و وصل کی غلطی کوئی چیز نہیں یہاں تک کہ اگر وقف لازم پر نہ ٹھہرا بُرا کیا مگر نماز نہ گئی۔

فی العلمگیریۃ ان وصل فی غیر موضع الوصل کما لو لم یقف عند قولہ اصحب النار بل وصل بقولہ الذین یحملون العرش لا تفسد لکنہ قبیح ھکذا فی الخلاصۃ[3]۔
فتاوٰی عالمگیری میں ہے اگر قاری نے وہاں وصل کیا جہاں وصل کا مقام نہ تھا جیسا کہ قاری نے وقف نہ کیا اللہ تعالٰی کے ارشاد اصحٰب النار پر بلکہ الذین یحملون العرش کے ساتھ ملادیا تو نماز فاسد نہ ہوگی البتہ یہ عمل بُرا ہے، خلاصہ میں اسی طرح ہے۔ (ت)

حلیہ میں ہے :

صرح غیر واحد منھم صاحب الذخیرۃ علی ان الفتوی علی عدم الفساد بکل حال الا فی مراعاۃ الوقف و الوصل و الابتداء
متعدد علماء جن میں صاحب ذخیرہ بھی ہے نے اس بات کی تصریح کی ہے کہ ہر حال میں عدمِ فساد پر فتوٰی ہے کیونکہ وقف، وصل اور ابتداء کی

---

[1] ردالمحتار باب ما یفسد الصلوٰۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۴۶۷
[2] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فوائد من زلۃ القاری " سہیل اکیڈمی لاہور ص ۴۹۳
[3] فتاوی ہندیۃ الفصل الخامس فی زلۃ القاری مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۸۱

marfat.com

ایقاع الناس فی الحرج خصوصاً فی حق العوام والحرج مدفوع شرعاً[1]۔

رعایت لازم کرنے سے لوگوں خصوصاً عوام پر تنگی لازم آئے گی اور شرعاً تنگی مرفوع ہے۔ (ت)

یوں ہی ضمیر نا میں الف مسموع نہ ہونا مفسد نہیں۔

لما صرح به القنیة ان من العرب یکتفی عن الالف بالفتحة والیاء بالکسرة والواو بالضمة تقول اَعُذُ باللّٰہ مکان اعوذ باللّٰہ قلت وعلیہ یخرج ماصرح به فی الغنیة ان حذف الیاء من تعالٰی فی تعالٰی جد ربنا لاتفسد اتفاقاً[2]۔

کیونکہ قنیہ میں تصریح ہے کہ بعض عرب الف کے عوض فتحہ، یاء کے عوض کسرہ اور واؤ کے عوض ضمہ پر اکتفاء کرتے ہیں جیسے تو کہے اعوذ باللہ کی جگہ اَعُذُ باللہ پڑھے۔ میں کہتا ہوں غنیہ کی تصریح بھی یہی مستفاد ہے کہ اللہ تعالٰی کے ارشاد تعالٰی جد ربنا میں تعالٰی کی یاء حذف کرنے سے بالاتفاق نماز فاسد نہ ہوگی۔ (ت)

اسی طرح حروف وکلمات کا فروگذاشت ہوجانا بھی دواماً موجبِ فساد نہیں ہوتا بلکہ اسی وقت کہ تغیر معنی کرلے کما ھو ضابطة الائمة المتقدمین رحمہم اللّٰہ تعالٰی (جیسا کہ ائمہ متقدمین رحمہم اللہ تعالٰی کا مسلّمہ ضابطہ ہے۔ ت)

بالجملہ اگر حافظ مذکور سے وہ خطائیں جو مفسد نماز ہیں واقع نہیں ہوتیں تو نماز اس کے پیچھے درست اور ترکِ جماعت کے لئے یہ عذر نامسموع، اور اگر خطایائے مفسدہ صادر ہوتے ہیں تو بیشک وہ نماز نماز ہی نہیں، نہ وہاں ثواب کی گنجائش بلکہ عیاذ باللہ عکس کا خوف ہے، نہ اہلِ محلہ کو دوسری مسجد میں جانے کی حاجت کہ یہی مسجد جوان پر حق رکھتی ہے ہنوز محتاجِ نماز وجماعت ہے، نماز فاسد کا تو عدم ووجود شرعاً یکساں، پس اگر ممکن ہو تو دوبارہ جماعت وہیں قائم کرے ورنہ آپ ہی مسجد میں تنہا پڑھ لے کہ حقِ مسجد ادا ہو،

کما افادہ فی الفتاوی الخانیة وفیھا ایضاً مؤذن مسجد لایحضر مسجدہ احد قالوا یؤذن ھو ویقیم ویصلی وحدہ وذاك احب من ان یصلی

جیسا کہ فتاوٰی خانیہ میں اس کا افادہ کیا ہے اور اس میں یہ بھی ہے کہ کسی ایسی مسجد کا مؤذن جہاں کوئی اور نمازی نہیں آتا تو مؤذن اذان دے، تکبیر کہے اور تنہا نماز ادا کرے، اور یہ اس کے لئے دوسری

---

[1] حلیة

[2] قنیہ باب فی حذف الحرف والزیادة مطبعہ مشتہرہ بالمہانندیة ص ۶۳

marfat.com

فی مسجد اٰخر[1] | مسجد میں نماز ادا کرنے سے بہتر ہے (ت)

اور اگر یہ صورت ہو کہ حافظ مذکور فرضوں میں قرآن مجید صحیح پڑھتا ہے اور خطایائے مفسدہ صرف تراویح میں بوجہ عجلت و بے احتیاطی واقع ہوتی ہیں تو فرض میں اس کی اقتدا کرے تراویح میں وہی حکم ہے ورنہ در صورت فساد فرضوں میں بھی اقتدا درست نہیں کما لا یخفی (جیسا کہ ظاہر ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۵۵۴

۷ ربیع الآخر ۱۳۰۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر امام یا منفرد تیسری یا چوتھی رکعت میں کچھ قرأت جہر سے پڑھ جائے تو سجدۂ سہو واجب ہوگا یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

اگر امام اُن رکعتوں میں جن میں آہستہ پڑھنا واجب ہے جیسے ظہر و عصر کی سب رکعات اور عشاء کی پچھلی دو اور مغرب کی تیسری اتنا قرآن عظیم جس سے فرضِ قرأت ادا ہو سکے (اور وہ ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے مذہب میں ایک آیت ہے) بھول کر بآواز پڑھ جائیگا تو بلا شبہہ سجدۂ سہو واجب ہوگا، اگر بلا عذرِ شرعی سجدہ نہ کیا یا اس قدر قصداً بآواز پڑھا تو نماز کا پھیرنا واجب ہے، اور اگر اس مقدار سے کم مثلاً ایک آدھ کلمہ بآوازِ بلند نکل جائے تو مذہبِ راجح میں کچھ حرج نہیں۔ ردالمحتار میں ہے:

الاسرار یجب علی الامام والمنفرد فیما یسر فیہ وھو صلٰوۃ الظھر والعصر و الثالثۃ من المغرب والاخریان من العشاء وصلاۃ الکسوف والاستسقاء کما فی البحر[2] الخ۔ | سری نمازوں میں امام اور منفرد دونوں پر اسرار (سراً قرأت) واجب ہے اور وہ نمازِ ظہر، عصر، مغرب کی تیسری رکعت، عشاء کی آخری دو رکعات، نمازِ کسوف اور نمازِ استسقاء ہیں۔ جیسا کہ بحر میں ہے الخ (ت)

دُرمختار میں ہے:

تجب سجدتان بترك واجب سھوا کالجھر فیمایخافت فیہ وعکسہ والاصح تقدیرہ بقدر ما تجوز بہ الصلٰوۃ | سہواً ترکِ واجب سے دو سجدے لازم آتے ہیں مثلاً سری نماز میں جہراً قرأت کرلے یا اس کا عکس، اور اصح یہی ہے کہ دونوں صورتوں میں اتنی قرأت

---

[1] فتاوٰی قاضی خاں، فصل فی المسجد، مطبوعہ منشی نولکشور لکھنؤ ۱/ ۳۲

[2] ردالمحتار، باب صفۃ الصلٰوۃ، مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۳۴۶

marfat.com

فی الفصلین[1] اھ ملخصًا۔

سے سجدہ لازم ہوجائے گا جس سے نماز ادا ہوجاتی ہو اھ ملخصا۔ (ت)

غنیہ میں ہے:

الصحیح ظاھر الروایۃ وھو التقدیر بما تجوز بہ الصلوۃ من غیر تفرقۃ لان القلیل من الجھر فی موضع المخافتۃ عفو[2] الخ۔

صحیح ظاہر الروایۃ ہے اور وہ اتنی مقدار ہے کہ اس کے ساتھ نماز بغیر کسی تفرقہ کے جائز ہوجائے کیونکہ سر کی جگہ جہر قلیل معاف ہے الخ (ت)

حاشیہ شامی میں ہے:

صححہ فی الھدایۃ والفتح والتبیین والمنیۃ[3] الخ وتمامہ فیہ۔

اس کو ہدایہ، فتح، تبیین اور منیہ میں صحیح کہا ہے الخ اور اس میں تفصیل گفتگو ہے۔ (ت)

تنویر الابصار میں ہے، فرض القرأۃ اٰیۃ علی المذھب[4] (مذہب مختار کے مطابق ایک آیت کی قرأت فرض ہے۔ ت)

بحر الرائق و علمگیری میں ہے:

لا یجب السجود فی العمد وانما یجب الاعادۃ جبرا لنقصانہ[5]۔

عمداً (ترک واجب سے) سجدہ سہو واجب نہیں کیونکہ اس کے نقصان کو پورا کرنے کے لئے نماز کا اعادہ ضروری ہے (ت)

یہ حکم امام کا ہے اور منفرد کے لئے بھی زیادہ احتیاط اسی میں ہے کہ اس فعل سے عمداً بچے اور سہواً واقع ہو تو سجدہ کرلے۔

وذلک لان العلماء اختلفوا فیہ اختلافا شدیدا فمنھم من لم یوجب علیہ الاسرار فیما یسر کما لا یجب علیہ

اور یہ اس لئے ہے کیونکہ اس میں علماء کا شدید اختلاف ہے بعض منفرد پر سری نماز میں سراً قرأت کو واجب قرار نہیں دیتے جیسا کہ جہری نماز میں بالاتفاق جہراً

---

[1] دُر مختار باب سجود السہو مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۱۰۲
[2] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی سجود السہو مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۴۵۸
[3] رد المحتار باب سجود السہو مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۵۴۸
[4] در مختار فصل یجہر الامام ر مجتبائی دہلی ۱/۸۰
[5] فتاوی ہندیہ الباب الثانی عشر فی سجود السہو ر نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۱۲۶

marfat.com

فی مسجد اٰخر[1] | مسجد میں نماز ادا کرنے سے بہتر ہے (ت)

اور اگر یہ صورت ہو کہ حافظ مذکور فرضوں میں قرآن مجید صحیح پڑھتا ہے اور خطایائے مفسدہ صرف تراویح تراویح میں بوجہ عجلت و بے احتیاطی واقع ہوتی ہیں تو فرض میں اس کی اقتدا کرے تراویح میں وہی حکم ہے ورنہ درصورت فساد فرضوں میں بھی اقتدا درست نہیں کما لا یخفی (جیسا کہ ظاہر ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۵۵۴

۲۰ ربیع الآخر ۱۳۰۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر امام یا منفرد تیسری یا چوتھی رکعت میں کچھ قرأت جہر سے پڑھ جائے تو سجدۂ سہو واجب ہوگا یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

اگر امام اُن رکعتوں میں جن میں آہستہ پڑھنا واجب ہے جیسے ظہر و عصر کی سب رکعات اور عشار کی پچھلی دو اور مغرب کی تیسری اتنا قرآن عظیم جس سے فرضِ قرأت ادا ہو سکے (اور وہ ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے مذہب میں ایک آیت ہے) بھول کر بآواز پڑھ جائیگا تو بلا شبہ سجدۂ سہو واجب ہوگا، اگر بلا عذرِ شرعی سجدہ نہ کیا یا اس قدر قصداً بآواز پڑھا تو نماز کا پھیرنا واجب ہے، اور اگر اس مقدار سے کم مثلاً ایک آدھ کلمہ بآوازِ بلند نکل جائے تو مذہب راجح میں کچھ حرج نہیں۔ ردالمحتار میں ہے:

الاسرار یجب علی الامام والمنفرد فیما یسرفیہ وھو صلٰوۃ الظھر والعصر والثالثۃ من المغرب والاخریان من العشاء وصلاۃ الکسوف والاستسقاء کما فی البحر[2] الخ۔

سری نمازوں میں امام اور منفرد دونوں پر اسرار (سراً قرأت) واجب ہے اور وہ نماز ظہر، عصر، مغرب کی تیسری رکعت، عشاء کی آخری دو رکعات، نمازِ کسوف اور نمازِ استسقاء ہیں۔ جیسا کہ بحر میں ہے الخ (ت)

دُرمختار میں ہے:

تجب سجدتان بترک واجب سھوا کالجھر فیمایخافت فیہ وعکسہ والاصح تقدیرہ بقدر ما تجوز بہ الصلٰوۃ

سہواً ترکِ واجب سے دو سجدے لازم آتے ہیں مثلاً سری نماز میں جہراً قرأت کرلے یا اس کا عکس، اور اصح یہی ہے کہ دونوں صورتوں میں اتنی قرأت

---

[1] فتاوٰی قاضی خاں | فصل فی المسجد | مطبوعہ منشی نولکشور لکھنؤ | ۱/۳۲

[2] ردالمحتار | باب صفۃ الصلٰوۃ | مطبوعہ مصطفی البابی مصر | ۱/۳۴۶

marfat.com

تو خود اس کی نماز فاسد و باطل، اوروں کی اس کے پیچھے کیا ہو سکے، اور اگر بالفعل ح پر قادر نہیں اور سیکھنے پر جان لڑا کر کوشش نہ کی تو بھی خود اس کی نماز محض اکارت، اور اُس کے پیچھے ہر شخص کی باطل، اور اگر ایک ناکافی زمانہ تک کوشش کر چکا پھر چھوڑ دی جب بھی خود اُس کی نماز پڑھی بے پڑھی سب ایک سی، اور اُس کے صدقہ میں سب کی گئی، اور برابر حد درجہ کی کوشش کئے جاتا ہے مگر کسی طرح ح نہیں نکلتی تو اس کا حکم مثل اُمّی کے ہے کہ اگر کسی صحیح پڑھنے والے کے پیچھے نماز مل سکے اور اقتدا نہ کرے بلکہ تنہا پڑھے تو بھی اس کی نماز باطل، پھر امام ہونا تو دوسرا درجہ ہے، اور پر ظاہر ہے کہ اگر بالفرض عام جماعتوں میں کوئی درست خواں نہ ملے تو جمعہ میں تو قطعاً ہر طرح کے بندگانِ خدا موجود ہوتے ہیں پھر اس کا اُن کی اقتدا نہ کرنا اور آپ امام ہونا خود اس کی نماز کا مبطل ہوا، اور جب اس کی گئی سب کی گئی۔

بہر حال ثابت ہوا کہ نہ اس شخص کی اپنی نماز ہوتی ہے نہ اس کے پیچھے کسی اور کی، تو ایسے کو امام بنانا حرام، اور ان سب مسلمانوں کی نماز کا وبال اپنے سر لینا ہے والعیاذ باللہ تعالیٰ البتہ اگر ایسا ہو کہ تا حدادنی امید کہ یہ شخص ہمیشہ ہمیشہ برابر رات دن تصحیحِ حرف میں کوششِ بلیغ کئے جائے اور با وصف بقائے امید واقعی محض طول مدت سے گھبرا کر نہ چھوڑے اور واجب الحمد شریف کے سوا اوّل نماز سے آخر تک کوئی آیت یا سورۃ یا ذکر وغیرہ اصلاً ایسی چیز نام کو نہ پڑھے جس میں ح آتی اور اسے ھ پڑھنے سے نماز جاتی ہو بلکہ قرآن مجید کی دو سورتیں اختیار کرے جن میں ح نہیں جیسے سورۂ کافرون و سورۂ ناس اور ثنا و تسبیحات رکوع و سجود و تشہد و درود وغیرہ کے کلمات میں جن میں ایسی ح آتی ہے اُن کے مرادفات و مقاربات سے بدل لے مثلاً بجائے سبحٰنك اللهم و بحمدك اقدسك اللهم مثنيا عليك وعلیٰ ھذا القیاس اور اسے کوئی شخص صحیح خواں ایسا نہ ملے جس کی اقتدا کرے اور جماعت بھر کے سب لوگ اسی کی طرح ح کو ھ پڑھنے والے ہوں تو البتہ جب تک کوشش کرتا رہے گا اس کی بھی صحیح ہو گی اور اُن سب اس کے مانندوں کی بھی اس کے پیچھے صحیح ہو گی اور جس دن باوصف تنگ آ کر کوشش چھوڑی یا صحیح القرآۃ کی اقتدا ملتے ہوئے تنہا پڑھی یا امامت کی اُسی دن اس کی بھی باطل، اور اس کے پیچھے سب کی باطل، اور جبکہ معلوم ہے کہ یہ شرائط متحقق نہیں تو حکم وہی ہے کہ جمعہ وغیر جمعہ کسی میں نہ اس کی نماز درست نہ اس کے پیچھے کسی کی درست۔ یہ جو کچھ مذکور ہوا یہی صحیح ہے یہی راجح یہی مختار یہی مفتی بہ اسی پر عمل اسی پر اعتماد واللہ الھادی الی سبیل الرشاد۔

درمختار میں ہے:

لا یصح اقتداء غیر الالثغ به وحرر | غیر توتلے کی اقتدا توتلے کے پیچھے درست نہیں (الثغ اس

marfat.com

الجهر فیما یجهر بالاتفاق وعلیہ مشی فی الھدایۃ والمحیط والتتارخانیۃ وغیرھا ونص فی النھایۃ والکفایۃ والعنایۃ ومعراج الدرایۃ وغیرھا من شروح الھدایۃ والذخیرۃ وجامع الرموز شرح النقایۃ وفی کتب اخر یطول عدھا انہ ھو ظاھر الروایۃ وان خلافہ روایۃ النوادر ومنھم من جعلہ فیما یسر کالامام بہ جزم فی الحلیۃ والمنیۃ والبحر والنھر والمنح والملتقی الابحر والیہ اشار فی کنز الدقائق ونور الایضاح وصححہ فی البدائع والتبیین والفتح والدرر والھندیۃ وقال فی البحر والدر انہ المذھب یظھر کل ذلک بالمراجعۃ للبعض الی ردالمحتار ولبعض اخر الی ماسمینا من الاسفار فکان الاحوط ماقلنا واللہ تعالٰی اعلم۔

قرأت لازم نہیں، اور یہی ہدایہ، محیط اور تاتارخانیہ وغیرہا میں ہے۔ ہدایہ کی شروح نہایہ، کفایہ، عنایہ اور معراج الدرایہ وغیرہا اور ذخیرہ اور جامع الرموز شرح النقایہ اور دیگر کتب جن کا شمار طویل ہے میں اسے ظاہر الروایۃ کہا ہے اور اس کے مخالف روایت کو نادر الروایۃ کہا ہے اور بعض نے سری نماز میں منفرد کو امام کی طرح قرار دیا ہے حلیہ، منیہ، بحر، نہر، منح اور ملتقی الابحر میں اسی پر جزم ہے، کنز الدقائق اور نور الایضاح میں بھی اسی طرف اشارہ ہے۔ بدائع، تبیین، فتح، درر اور ہندیہ میں اسی کو صحیح قرار دیا گیا ہے بحر اور در میں ہے کہ مذہب یہی ہے۔ اس مذکورہ گفتگو کا بعض حصہ ردالمحتار سے واضح ہے اور دوسرا حصہ دیگر معتبر کتب سے جن کا نام ہم نے ذکر کیا ہے پس احوط وہی ہے جو ہم نے بیان کیا، واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۴۵۶: مسئولہ جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب دوم جمادی الاولی ۱۳۰۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص جسے لوگوں نے مسجد جامع کا امام معین کیا ہے جمعہ وجماعات میں گروہ مسلمین کی امامت کرتا ہے اور سورہ فاتحہ شریف میں بجائے الحمد والرحمٰن والرحیم کے الھمد والرھمٰن والرھیم بہ ہائے ہوز پڑھتا ہے، ایسے شخص کو امام بنانا جائز ہے یا نہیں اور اس کے پیچھے نماز درست ہوتی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

اُسے امام بنانا ہرگز جائز نہیں اور نماز اس کے پیچھے نادرست کہ اگر وہ شخص ح کے ادا پر بالفعل قادر ہے اور باوجود اس کے اپنی بے خیالی یا بے پروائی سے کلمات مذکورہ میں ھ پڑھتا ہے

marfat.com

حاشیہ طحطاویہ میں زیر قولہ بذل جھدہ دائماً ہے :

قولہ دائما ای اٰناء اللیل و اطراف النہار کما مر عن القھستانی[1]

ان کے قول دائماً کا مطلب یہ ہے کہ وہ رات کے حصّوں اور دن کے اطراف میں بھرپور کوشش کرے جیساکہ قہستانی کے حوالے سے گزرا۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے :

قولہ دائما ای فی اٰناء اللیل و اطراف النہار فما دام فی التصحیح والتعلم ولم یقدر علیہ فصلاتہ جائزۃ و ان ترک جھدہ فصلاتہ فاسدۃ کما فی المحیط وغیرہ قال فی الذخیرۃ وانہ مشکل عندی لان ما کان خلقۃ فالعبد لایقدر علی تغییرہ اھ وتمامہ فی شرح المنیۃ[2]

ان کے قول دائماً سے مراد یہ ہے کہ رات اور دن کے اطراف میں تصحیح کی بھرپور کوشش کرے، پس اگر وہ ہمیشہ تصحیح وتعلم میں بھرپور کوشش کے باوجود اس پر قدرت نہ رکھے تو اس کی نماز درست، اور اگر وہ کوشش ہی ترک کر دے تو اس کی نماز فاسد ہوگی جیساکہ محیط وغیرہ میں ہے، ذخیرہ میں کہا یہ میرے نزدیک مشکل ہے کیونکہ جو چیز فطری اور خلقی ہو بندہ اس کی تبدیلی پر قادر نہیں ہوسکتا اھ اس پر تفصیلی گفتگو شرح منیہ میں ہے (ت)

غنیہ میں ہے :

قال صاحب المحیط المختار للفتوی انہ ان ترک جھدہ فی بعض عمرہ لا یسعہ ان یترک فی باقی عمرہ ولو ترک تفسد صلٰوتہ قال صاحب الذخیرۃ انہ مشکل عندی الخ و ذکر فی فتاوی الحجۃ ما یوافق المحیط فانہ قال علی جواب الفتاوی الحمامیۃ مادامو افی التصحیح والتعلم باللیل

صاحب المحیط نے کہا ہے یہ مختار للفتوٰی ہے اور اگر اس نے عمر کے بعض حصے میں یہ کوشش ترک کر دی ہو تو باقی عمر میں ترک کی گنجائش نہیں اگر ترک کرے گا تو نماز فاسد ہوگی، صاحب الذخیرہ نے کہا میرے نزدیک یہ بہت مشکل ہے الخ فتاوی حجہ میں جو کچھ ہے وہ محیط کے موافق ہے کیونکہ انہوں نے فتاوٰی حمامیہ کے جواب پر کہا ہے کہ

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی الدرالمختار باب الامامۃ مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت ۱/۲۵۱

[2] ردالمحتار مطلب فی الالثغ " مصطفی البابی مصر ۱/۴۳۱

marfat.com

الحلبی وابن الشحنة انه بعد بذل جهده دائما حتما کالامی فلا یؤم الا مثله ولا تصح صلوته اذا امکنه الاقتداء بمن یحسنه او ترك جهده او وجد قدر الفرض مما لا لثغ فیه هذا هو الصحیح المختار فی حکم الالثغ وکذا من لایقدر علی التلفظ بحرف من الحروف[1] اھ ملتقطا۔

شخص کو کہتے ہیں جس کی زبان سے ایک حرف کی جگہ دوسرا نکلے) حلبی اور ابن شحنہ نے لکھا ہے کہ ہمیشہ کی حتمی کوشش کے بعد توتلے کا حکم اُمّی کی طرح ہے پس وُہ اپنے ہم مثل کا امام بن سکتا ہے (یعنی اپنے جیسے توتلے کے سوا دوسرے کی امامت نہ کرے) جب اچھی درست ادائیگی والے کی اقتدار ممکن ہو یا اس نے محنت ترک کر دی یا فرض کی مقدار بغیر توتلے پن کے پڑھ سکتا ہے ان صورتوں میں اسکی نماز درست نہ ہوگی۔ توتلے کے متعلق یہی مختار اور صحیح حکم ہے اور اسی طرح اس شخص کا بھی یہی حکم ہے جو حروفِ تہجی میں سے کوئی حرف نہ بول سکے یعنی صحیح تلفظ پر قادر نہ ہو اھ ملخصاً

فتاوٰی محقق علامہ ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ غزی تمرتاشی میں ہے:

الراجح المفتی به عدم صحة امامة الالثغ لغیرہ[2]

راجح اور مفتی بہ قول یہی ہے کہ توتلے کی امامت غیر کے لئے جائز نہیں۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

من لایقدر علی التلفظ بحرف من الحروف کالرھمٰن الرھیم والشیتان الرجیم والاٰلمین وایاك نابد وایاك نستئین، السرات، انأمت فکل ذلك حکمه مامر من بذل الجهد دائما والا فلا تصح الصلوٰة به[3] ملخصا۔

جو شخص حروف تہجی میں سے کسی حرف کے صحیح تلفظ پر قادر نہ ہو مثلاً الرحمٰن الرحیم کی جگہ الرھمٰن الرھیم، الشیطان کی جگہ الشیتان، العالمین کی جگہ الآلمین، ایاك نعبد کی جگہ ایاك نابد، نستعین کی جگہ نستئین، الصراط کی جگہ السرات، انعمت کی جگہ انأمت پڑھتا ہے، ان تمام صورتوں میں اگر کوئی ہمیشہ درست ادائیگی کی کوشش کے باوجود ایسا کرتا ہے تو نماز درست ہوگی ورنہ نماز درست نہ ہوگی۔ ملخصا۔ (ت)

---

[1] دُرمختار | باب الامامۃ | مطبوعہ مجتبائی دہلی | ۱/۸۵

[2] ردالمحتار بحوالہ فتاوٰی امام غزی مطلب فی الالثغ | مصطفی البابی مصر | ۱/۴۳۰

[3] ردالمحتار | مطلب فی الالثغ | مصطفی البابی مصر | ۱/۴۳۱

marfat.com

فی خزانۃ الاکمل فی سیاق النقل عن فتاوی ابی اللیث لو قال الحمد للہ او کل ھو اللہ احد جاز اذا لم یقدر علی غیر ذلک او بلسانہ عقلۃ قال الفقیہ فان لم تکن بلسانہ عقلۃ و لکن جری علی لسانہ ذلک لا تفسد انتھی فلم یذکر ھذا الشرط وان کان بعد ذلک ذکرہ عن ابراھیم بن یوسف والحسین بن مطیع[1]۔

شرط کے مقتضیٰ کا اعتبار نہیں کیا جاتا۔ یہی وجہ ہے کہ خزانۃ الاکمل میں فتاوٰی ابواللیث سے نقل کرتے ہوئے کہا اگر نمازی نے الحمد للہ یا کل ھو اللہ احد پڑھ لیا تو جائز ہے بشرطیکہ وہ اس کے غیر پر قادر نہ ہو یا اس کی زبان میں رکاوٹ (لکنت) ہو۔ فقیہ (ابواللیث) نے کہا اگر اس کی زبان میں رکاوٹ (لکنت) نہ تھی لیکن اس کی زبان پر یہ چیز از خود جاری ہوگئی تو نماز فاسد نہیں ہوگی انتہی پس انھوں نے یہ شرط ذکر نہیں کی اگرچہ اس کے بعد والوں نے ابراہیم بن یوسف اور حسین بن مطیع کے حوالے سے ذکر کی ہے۔ (ت)

اُسی میں ہے:

قد عرفت اٰنفا انہ لا ینبغی اشتراط الاجتھاد فی ذلک لمن ھو فیہ خلقۃ او لعارض لیس مما یزول عادۃ[2]۔

ابھی آپ نے پڑھا کہ اس شخص کے لئے کوشش کرنے کی شرط لگانا مناسب نہیں جس میں وہ چیز خلقۃً (فطرۃً) ہو یا ایسے عارضہ کی وجہ سے ہو جو عادۃً زائل نہیں ہوتا۔ (ت)

طحطاوی حاشیہ مراقی الفلاح میں ہے:

کلام ابن امیر الحاج یفید ان ھذا الشرط فیہ خلاف والاکثر لم یذکروہ لان فیہ حرجا عظیما[3] اھ اقول ورأیتنی کتبت علی ھامش حاشیتہ علی المراقی ما نصہ اقول ربما کان خلقۃ یتبدل بالتکلف ورب ما لا یتوقع یاتی الجھد فیہ بالفرج، ولعل القول الفصل

ابن امیر الحاج کے کلام سے پتا چلتا ہے کہ اس شرط میں اختلاف ہے اور اکثر علماء نے اس کا ذکر نہیں کیا کیونکہ اس میں حرج عظیم ہے اھ میں کہتا ہوں مجھے یاد آرہا ہے کہ مراقی الفلاح پر طحطاوی کے حاشیہ پر میں نے حاشیہ لکھا ہے عبارت یہ ہے میں کہتا ہوں بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ جو چیز خلقۃً وفطرۃً ہو اسے

---

[1] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

[2] ایضاً

[3] حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح — باب الامامۃ — مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی — ص ۱۵۸

marfat.com

والنہار جازت صلوتھم واذا ترکوا الجھد فسدت[1] اھ وبمعناہ فی فتاوی قاضی خان فالحاصل ان اللثغ یجب علیھم الجھد دائما ھذا ھو الذی علیہ الاعتماد[2] اھ ملخصا۔

جب وہ دن رات اس کی تصحیح اور سیکھنے میں کوشاں رہیں تو ان کی نماز درست ہو گی، اور جب کوشش ترک کردیں گے تو نماز فاسد ہو جائے گی اھ، فتاوی قاضی خان میں بھی اسی معنی میں ہے الغرض توتلے پر دائمی کوشش لازم ہے اور اسی پر اعتماد ہے اھ ملخصاً۔ (ت)

خلاصہ میں ہے:

ان کان یجتھد اناء اللیل والنھار فی تصحیحہ ولا یقدر علی ذلک فصلاتہ جائزۃ وان ترک جھدہ فصلاتہ فاسدۃ الا ان یجعل العمر فی تصحیحہ ولا یسعہ ان یترک جھدہ فی باقی عمرہ[3]۔

تصحیح میں جب دن رات کوشش کرتا رہا مگر وہ قدرت حاصل نہ کر پایا تو اس کی نماز درست ہے اگر اس نے کوشش ترک کردی تو نماز فاسد ہوگی۔ ہاں اگر عمر کا کچھ حصہ تصحیح میں صرف کرے اور درست کی قدرت حاصل نہ ہو تو باقی عمر میں تصحیح کی کوشش ترک کرنے کی گنجائش نہیں۔ (ت)

اسی طرح فتح القدیر فصل القرأت اور اسی کے قریب مراقی الفلاح میں ہے۔

حلیہ میں ہے:

الا ان ھذا الشق الثانی کما قال صاحب الذخیرۃ مشکل لان ما کان خلقۃ فالعبد لا یقدر علی تغییرہ قلت وکذا اذا کان لعارض لیس مما یزول عادۃ واذا کان کذلک فلا یعول فی الفتوی علی مقتضی ھذا الشرط ومن ثمہ ذکر

البتہ یہ دوسری صورت جیسا کہ صاحب ذخیرہ نے کہا مشکل ہے کیونکہ فطری اور خلقی شے کے تبدیل کرنے پر بندہ قادر نہیں ہو سکتا۔ میں کہتا ہوں ایسا ہی حکم ہے اس وقت جب کسی ایسے عارضہ کی وجہ سے ہو جس کا ازالہ عادۃً نہ ہو پائے اور جب اس طرح کی صورت ہو تو فتوٰی میں اس

---

[1] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی زلۃ القاری مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۴۸۲
[2] " " " " " " " " " ۴۸۳
[3] خلاصۃ الفتاوی الفصل الثانی عشر فی زلۃ القاری " مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ " ۱۱۰

marfat.com

صغیری میں ہے :

لو قرأ الھمد للہ بالھاء مکان الحاء الحکم فیہ کالحکم فی الالثغ علی ما یاتی قریباً[1] اھ ملخصا۔

اگر کوئی حاء کی جگہ ھاء کہتے ہوئے الھمد للہ پڑھے تو اس کا حکم توتلے کے حکم کی طرح ہے جیسا کہ عنقریب آئے گا اھ ملخصاً (ت)

پھر فرمایا :

المختار فی حکمہ انہ یجب علیہ بذل الجھد دائما فی تصحیح لسانہ ولا یعذر فی ترکہ وان کان لا ینطلق لسانہ فان لم یجد اٰیۃ لیس فیھا ذلک الحرف الذی لا یحسنہ تجوز صلاتہ بہ ولا یؤم غیرہ فھو بمنزلۃ الامی فی حق من یحسن ما عجز ھو عنہ واذا امکنہ اقتداؤہ بمن یحسنہ لا تجوز صلاتہ منفردا وان وجد قدر ما تجوز بہ الصلاۃ مما لیس فیہ ذلک الحرف الذی یعجز عنہ لا تجوز صلاتہ مع قراءۃ ذلک الحرف لان جواز صلاتہ مع التلفظ بذلک الحرف ضروری فینعدم بانعدام الضرورۃ ھذا ھو الصحیح فی حکم الالثغ ومن بمعناہ ممن تقدم اٰنفا[2]۔

مختار یہی ہے کہ اس پر تصحیحِ زبان کے لئے ہمیشہ کوشش کرنا ضروری ہے اور اس کے ترک پر معذور نہیں سمجھا جائے گا اگرچہ اس کی زبان کا اجراء درست نہ ہو پس اگر وہ ایسی آیت نہیں پاتا جس میں ایسا حرف نہ ہو جس کو وہ اچھی طرح ادا نہیں کرسکتا تو اب اس کی نماز اس آیت سے درست ہوگی البتہ وہ غیر کی امامت نہ کروائے، پس وہ صحیح ادائیگی کرنے والے کے حق میں اُمّی کی طرح ہوگا اس آیۃ میں جس سے عاجز ہے، اور جب مذکورہ شخص کو ایسے آدمی کی اقتدا ممکن ہو جو صحیح ادا کرسکتا ہے، تو اس کی تنہا نماز نہ ہوگی، اور اگر وہ ایسی آیۃ پر قادر ہے جس میں مذکورہ حرف نہیں تو اس حرف والی آیۃ پڑھنے کی وجہ سے نماز نہ ہوگی کیونکہ اس حرف کا درست پڑھنا نماز کے لئے ضروری تھا جب وہ تقاضا معدوم ہے تو نماز کا وجود بھی نہ ہوگا۔ توتلے اور اس جیسے شخص کے لئے یہی حکم ہے اور یہی صحیح ہے۔ (ت)

ولوالجیہ میں ہے :

ان کان یمکنہ ان یتخذ من القراٰن

اگر توتلے کے لئے قرآن مجید کے دیگر مقامات سے

---

[1] صغیری شرح منیۃ المصلی فصل فی زلۃ القاری مطبوعہ مجتبائی دہلی ص ۲۴۹

[2] " " " " ص ۲۵۰

marfat.com

ایجاب الجهد ماکان یرجی التعلم ولو رجاء ضعیفا، فاذا أیس تحقیقالاتبرماوسعه الترک لا یکلف اللّٰه نفسا الا وسعها وفیه رعایة الجانبین ویؤید عدم اشتراط ادامة الجهد مافی الحلیة عن خزانة الاکمل اذا قرأمکان الظاء ضادا اومکان الضاد ظاء فقال القاضی المحسن الاحسن یقال ان تعمد ذلك تبطل صلوٰته عالما کان او جاهلا وان جری علی لسانه اولم یکن یمیز بین الحرفین فظن انه ادی الکلمة کماھو جازت صلاته وھو قول محمد بن مقاتل وبه کان یفتی الشیخ اسمعیل الزاھد لان السنة الاکراد واھل السواد والاتراك غیرطائعة فی مخارج ھذه الحروف وفی ذلك حرج عظیم والظاھر ان ھذا مجمل مافی جمیع الفتاوٰی اھ باختصار، فقد عذرھم بعجزھم ولم یلزمھم ادامة جھد ولئن تتبعت فعساك تجد شواھده بوفر وکثر واللّٰه یحب الیسر ویقبل العذر وھو سبحٰنه وتعالٰی اعلم۔

تکلفاً بدلا جاسکتا ہے اور بعض غیر متوقع چیزوں کو آسانی سے بجالایا جاسکتا ہے شاید قولِ فیصل یہ ہو کہ اس وقت تک کوشش واجب ہے جب تعلّم کے ذریعے تبدیلی کی امید ہو اگرچہ ضعیف سی امید ہی سہی، اور جب یقیناً ناامیدی ہوجائے تو اب ترک کی گنجائش کا نہ ہونا زیادتی ہے، اللہ تعالٰی کسی ذات کو اس کی طاقت سے بڑھ کر تکلیف نہیں دیتا، اور اس میں جانبین کی رعایت ہے اور دائمی طور پر کوشش کا واجب نہ ہونا بھی اس کی تائید کرتا ہے۔ حلیہ میں خزانۃ الاکمل کے حوالے سے ہے کہ ظاء کی جگہ ضاد یا ضاد کی جگہ ظاء پڑھا تو قاضی محسن نے کہا ہے کہ احسن یہ ہے کہ اگر ایسا عمداً کیا ہے تو کہا جائے نماز باطل ہوگئی خواہ وہ شخص عالم ہو یا جاہل، اور اگر زبان پر از خود جاری ہوگیا یا وہ ان دونوں حروف کے درمیان امتیاز نہیں کرسکتا کہ وہ سمجھ رہا ہے کہ کلمہ اسی طرح ادا ہوگیا ہے جس طرح ہونا چاہئے تھا تو اس کی نماز درست ہوگی، اور یہی محمد بن مقاتل کا قول ہے، اور اسی پر شیخ اسمعیل الزاہد نے فتوٰی جاری کیا، کیونکہ کرد، اہل سواد (عراق) اور ترک لوگوں کی زبانیں ان حروف کے مخارج کی صحیح ادائیگی نہیں کرسکتیں، اور اس میں حرج عظیم ہے اور ظاہر یہ ہے کہ یہ تمام فتاوٰی کے بیان کا اجمال ہے اھ مختصراً پس ان کو عجز کے پیشِ نظر معذور گردانا اور ان پر دائمی کوشش لازم نہیں کی، اگر آپ محنت سے تلاش کریں گے تو بہت سے اسکے شواہد آپ کو مل جائیں گے۔ اللہ تعالٰی آسانی کو پسند کرتا ہے اور عذر قبول فرماتا ہے، اور وہ پاک ذات ہی سب سے زیادہ جاننے والی ہے۔ (ت)

ؐ حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

marfat.com

قصد واہتمام لازم کہ قرآن مطابق ما انزل اللہ تعالٰی پڑھے نہ معاذ اللہ مداہنت و بے پروائی کہ آج کل کے عوام بلکہ یہاں کے کثیر بلکہ اکثر خواص نے اپنا شعار کرلیا، فقیر نے بگوشِ خود بعض مولوی صاحبوں کو پڑھتے سُنا قل ھو اللہ اھد حالانکہ نہ ہرگز اللہ الاحد نے اھد فرمایا نہ امینِ وحی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اھد پہنچایا نہ صاحبِ قرآن صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اھد پڑھایا، پھر اسے قرآن کیونکر کہا جائے فانا للہ وانا الیہ راجعون حاشا فتوی متاخرین پروانہ بے پروائی نہیں، باوصف قدرتِ تعلیم تعلم نہ کرنا اور براہِ سہل انگاری غلط خوانیِ قرآن پر مُصِر ومتمادی رہنا کون جائز رکھے گا، اتقان شریف میں ہے:

من المهمات تجويد القراٰن وهو اعطاء الحروف حقوقها ورد الحرف الى مخرجه واصله ولا شك ان الامة كما هم متعبدون بفهم معانى القراٰن واقامة حدوده هم متعبدون بتصحيح الفاظه واقامة حروفه على الصفة المتلقاة عن ائمة القرأة المتصلة بالحضرة النبوية وقد عد العلماء القرأة بغير تجويد لحنا۔[1]

اہم چیزوں میں سے تجویدِ قرآن سیکھنا بھی ہے اور تجوید حروف کو ان کے حقوق دینا اور ان کو ان کے اصل اور مخرج کی طرف لوٹانا ہے، اور اس میں کوئی شک نہیں جس طرح اُمّتِ مسلمہ معانیِ قرآن کے فہم اور اس کی حدود کے قیام کو عبادت جانتے ہیں اسی طرح اس کے الفاظ کی تصحیح اور اس کے حروف کی اس صفت جو ائمہ قراء سے منقول ہے پر ادائیگی کو بھی عبادت جانتے ہیں اور ان قراء کی قراءت کا یہ سلسلہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تک پہنچتا ہے، اور علماء نے تجوید کے بغیر قرآن پڑھنے کو غلط پڑھنا قرار دیا ہے (ت)

اور احسن الفتاوی فتاوی بزازیہ وغیرہا میں ہے: ان اللحن حرام بلاخلاف۔[2] غلط پڑھنا بالاجماع حرام ہے۔

ولہذا ائمہ دین تصریح فرماتے ہیں کہ آدمی سے اگر کوئی حرف غلط ادا ہوتا ہو تو اس کی تصحیح وتعلم میں اس پر کوشش واجب بلکہ بہت علمائے اس سعی کی کوئی حد مقرر نہ کی اور حکم دیا کہ عمر بھر روز وشب ہمیشہ جہد کیے جائے کبھی اس کے ترک میں معذور نہ ہوگا علامہ ابراہیم حلبی غنیہ میں فرماتے ہیں:

يجب عليه بذل الجهد دائما فى تصحيح لسانه ولا يعذر فى

غلط لفظ کی تصحیح کے لئے اس پر ہمیشہ کوشاں رہنا ضروری ہے ترک کی صورت میں معذور نہیں

---

[1] الاتقان فی علوم القرآن الفصل الثانی من المہمات تجوید القرآن مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۱۰۰

[2] فتاوی بزازیہ علی حاشیۃ الفتاوی الہندیۃ الثانی فی العبادات من کتاب الکراہیۃ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۶/۳۵۳

marfat.com

آیات لیس فیھا تلک الحروف یتخذ الا فاتحة الکتاب فانه لا یدع قرأتھا فی الصلوٰة انتھٰی اقول ولا منشأ لاستثناء الفاتحة الا الاختلاف فی رکنیتھا فیترأای لی تقیید ذلک فی المکتوبات بالاولیین حتی لو قرأ فی الاخریین فسدت واللہ تعالیٰ اعلم۔

آیات کا پڑھنا ممکن ہو جن میں ایسے حروف نہیں تو وہ انھیں پڑھ لے ماسوا فاتحہ کے، کیونکہ اس کی قرأت نماز میں ترک نہیں کی جاسکتی انتھی ۔ میں کہتا ہوں یہاں فاتحہ کا استثناء اس لئے ہے کہ اس کی رکنیت میں اختلاف ہے، پس مجھ پر یہ بات واضح ہوئی ہے کہ کہ اسے فرض کی ابتدائی دو رکعتوں کے ساتھ مقید کرنا ضروری ہے حتی کہ اگر آخری دو رکعتوں میں پڑھے گا تو نماز فاسد ہو جائے گی ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۴۵۷ از سہسرام مرسلہ مولوی محمد نور صاحب ولایتی ۱۳۰۹ھ

خلاصہ فتوٰی مرسلۂ مولوی صاحب مذکور کہ بہر تصدیق نزد فقیرہ آمدہ

ماہرین شریعت پر پوشیدہ نہ رہے کہ ضاد کا مشتبہ الصوت ہونا ساتھ ظائے معجمہ کے جملہ کتب تفسیر و فقہ و صرف و تجوید سے ثابت ہے کہ بخلاف دال کے کہ ضاد اور دال میں سات صفتوں کا فرق ہے اور قاعدہ کلیہ جملہ کتب فقہیہ کا یہ ہے کہ جن دونوں حرفوں میں فرق بآسانی ممکن ہے اُس کے بدل جانے سے نماز فاسد ہوتی ہے اور اگر فرق دو حرف میں مشکل ہے تو اکثر کا مذہب یہ ہے کہ نماز فاسد نہیں ہوتی اور یہی مذہب متاخرین کا معتدل و پسندیدہ ہے اور مذہب متقدمین کا یہ ہے کہ ضاد کے ظاء پڑھنے سے بھی نماز فاسد ہوتی ہے پس لفظ ولا الضالین کی جگہ دالین پڑھنے سے سب کے نزدیک نماز فاسد ہوتی ہے اور ظاء پڑھنے سے اکثر کے نزدیک فاسد نہیں ہوتی، اور اسی پر فتوٰی ہے ۔ حاصل یہ کہ جس شخص سے مخرج ضاد کا نہ آوے وہ ظاء پڑھے ھذا ھو الحق والصواب تو مسلمانوں کو چاہئے کہ بہت جلد اس کے عامل ہو جائیں واللہ اعلم بالصواب فی الواقع بمذہب مختار جمہور ضاد کی جگہ ظاء پڑھے گا یا ذال نماز فاسد نہ ہو گی واللہ اعلم

ابوالحسنات محمد عبدالحیٔ لکھنوی

الجواب

اللھم ھدایة الحق والصواب ۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اس قدر تجوید جس کے باعث حرف کو حرف سے امتیاز اور تلبیس و تبدیل سے احتراز حاصل ہو واجبات عینیہ و اہم مہمات دینیہ سے ہے آدمی پر تصحیح مخارج میں سعی تام اور ہر حرف میں اُس کے مخرج سے ٹھیک ادا کرنے کا

---

[1] ولا الجیہ

marfat.com

محیط میں ہے :

سئل الامام الفضلی عمن یقرأ الظاء المعجمة مکان الضاد المعجمة او علی العکس فقال لا تجوز امامته ولو تعمد یکفر[1]

امام فضلی سے سوال کیا گیا کہ اس شخص کا کیا حکم ہے جس نے ضاد کی جگہ ظاء یا اس کے بالعکس پڑھا تو انہوں نے (جواب میں) فرمایا ایسے شخص کی امامت جائز نہیں، اور اگر ایسا عمداً کرے تو کافر ہوگا۔ (ت)

منح الروض میں ہے : کون تعمدہ کفرا الا کلام فیہ[2] الخ (ایسا عمداً کرنا کفر ہے اس میں کسی کو کلام نہیں الخ۔ ت)

پس جزماً لازم کہ ہر حرف میں خاص حرف منزل من عند اللہ ہی کی ادا کا قصد کریں اور اُسی کے مخرج سے آسے نکالنا چاہیں پھر بوجہ عسر حرف وقصور لسان اگر غلط ادا ہو تو مثل ض میں کہ اعسر الحروف ہے۔ تیسیر اعلی الامۃ فتوی لبعض متاخرین پر عمل کر کے صحتِ نماز کا حکم دینا معیوب نہیں بلکہ محبوب ہے کہ شارع علیہ السلام کو لیسر و آسانی مطلوب ومرغوب ہے۔

قال المولی سبحنه وتعالٰی یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر[3] وقال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یسروا ولا تعسروا وبشروا ولا تنفروا[4] اخرجه الائمة احمد والشیخان عن انس بن مالك رضی اللہ تعالٰی عنه۔

اللہ سبحانہ، وتعالٰی کا ارشاد ہے اللہ تمہارے ساتھ آسانی کا ارادہ کرتا ہے اور وہ تمہارے ساتھ تنگی کا ارادہ نہیں کرتا۔ اور نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ آسانی پیدا کرو، مشکل وتنگی پیدا نہ کرو، خوشخبری دو، نفرت نہ پھیلاؤ۔ اس حدیث کو امام احمد، امام بخاری اور مسلم نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ (ت)

پھر ایسی حالت میں عند الانصاف اشتراک صفات خواہ اشتباہ اصوات کسی کی تخصیص نہیں ہو سکتی

---

[1] منح الروض شرح فقہ اکبر لملا علی قاری فصل فی القراءۃ والصلوٰۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ص ۱۶۷

[2] " " " " " " " " "

[3] القرآن ۲/۱۸۵

[4] الصحیح البخاری باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم یسروا ولا تعسروا الخ مطبوعہ اصح المطابع قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۹۰۴

marfat.com

ترکہ[1] سمجھا جائے گا (یعنی اس میں جھد کو ترک کرنا قابل قبول نہیں) (ت)

قہستانی وطحطاوی وغیرہما میں ہے:

قولہ دائما ای اٰناء اللیل واطراف النہار[2]۔ دائماً سے رات کا کچھ حصہ اور دن کے اطراف مراد ہیں۔ (ت)

اسی طرح اور کتب کثیرہ میں ہے، تو کیونکر جائز کہ جھد وسعی بالائے طاق سرے سے حرف منزل فی القرآن کا قصد ہی نہ کریں بلکہ عمداً اسے متروک ومہجور، اور اپنی طرف سے دوسرا حرف اس کی جگہ قائم کردیں۔ فقیر کہتا ہے غفر اللہ تعالٰی لہ بعد اس کے کہ عرش تحقیق مستقر ہوچکا کہ قرآن اسم نظم ومعنی جمیعا بلکہ اسم نظم من حیث الارشاد الی المعنی ہے اور نظم نام حروف علٰی ہذا الترتیب المعروف اور حروف باہم متباین اور تبدیل جزء قطعاً مستلزم تبدیل کل کہ مؤلف من مباین یقیناً غیر مؤلف من مباین آخر ہے۔ میں نہیں جانتا کہ اس تبدیل عمدی اور تحریف کلام اللہ میں کتنا تفاوت مانا جائے گا۔ لاجرم امام اجل ابوبکر محمد بن الفضل فضلی وامام برہان الدین محمود بن الصدر السعید وغیرہما اجلہ کرام نے تو یہاں تک حکم دیا کہ جو قرآن عظیم میں عمداً ض کی جگہ ظ پڑھے کافر ہے۔

اقول ولاحاجۃ الی استثناء (وما ھو علی الغیب بضنین) فان ھھنا لیس اقامۃ الظاء مقام الضاد لان المقام لیس مقام الضاد خاصۃ بل مقامھما جمیعا لان اللفظ قرئ بھما فی القراٰن، فکان مثل صراط وسراط وبسطۃ وبصطۃ ویبسط ویبصط ومصیطر ومسیطر الی اشباہ ذلک بخلاف ضالین وظالین وسجیل وصجیل فانہ تبدیل۔

میں کہتا ہوں "وما ھو علی الغیب بضنین" کے استثناء کی حاجت نہیں ہے کیونکہ اس مقام پر ضاد کی جگہ ظاء کو رکھنا نہیں ہوسکتا کیونکہ یہ مقام ضاد کے ساتھ ہی مخصوص نہیں بلکہ دونوں کا مقام ہے کیونکہ قرآن میں یہ لفظ دونوں قرأتوں کے ساتھ پڑھا گیا ہے۔ یہ ان الفاظ کی طرح ہے صراط اور سراط، بسطۃ اور بصطۃ، یبسط اور یبصط، مصیطر اور مسیطر، اور ان کی طرح کے دوسرے الفاظ بخلاف ضالین کی جگہ ظالین اور سجیل کی جگہ صجیل کے کیونکہ یہاں تبدیلی ہے۔ (ت)

---

[1] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی زلۃ القاری مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۴۸۳

نوٹ: غنیہ کی عبارت جو مجھے ملی ہے وہ اس طرح ہے: یجب علیھم الجھد دائما وصلٰوتھم جائزۃ ما داموا علی الجھد۔ اور اس سے کچھ قبل یہ الفاظ ہیں: ینبغی ان یجتھد ولا یعذر فی ذلک الخ۔ البتہ صغیری شرح منیۃ المصلی مطبوعہ دہلی میں بعینہٖ یہی الفاظ متن ص ۲۵۰ پر موجود ہیں۔ نذیر احمد سعیدی

[2] حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار باب الامامۃ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱/۲۵۱

marfat.com

الحرمی وتکثر البلوی ھذا ما عندی فلتنظر نفس ماذا تری (کیونکہ ادائیگی مشکل اور استعمال زیادہ ہے یہ میری رائے ہے پس تمہاری رائے اس میں کیا ہے اس پر غور وخوض کرو۔ ت) ہندیہ و حلیہ وخزانۃ الاکمل میں ہے:

ان جری علی لسانہ اولا یعرف التمییز لا تفسد ھو المختار[1]۔

اگر زبان پر از خود جاری ہوگیا یا امتیاز کی معرفت نہیں تو نماز فاسد نہ ہوگی یہی مختار ہے۔ (ت)

وجیز کردری میں ہے:

ھو اعدل الاقاویل وھو المختار[2]۔

یہ سب سے معتدل قول ہے اور یہی مختار ہے (ت)

واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم عزشانہ احکم۔

اور اللہ سبحانہ وتعالٰی سب سے بہتر جاننے والا ہے اس کا علم سب سے کامل اور اس کی شانِ حاکمیت سب سے اعلٰی ومستحکم ہے (ت)

مسئلہ ۵۸۴: مرسلہ جناب نواب مولوی سید سلطان احمد خاں صاحب سلمہ اللہ تعالٰی از بریلی ۳ رمضان المبارک ۱۳۱۰ھ

چہ مے فرمایند علمائے کرام دریں مسئلہ کہ در صور ذیل حکم نماز چیست عام ازانکہ فرض بود یا نفل کہ در ہر رکعت ہماں سورت تکرار کردن۔

درج ذیل مسائل نماز میں علماء کی کیا رائے ہے خواہ نماز فرض ہو یا نفل کہ ہر رکعت میں ایک سورت کا تکرار کرنا کیسا ہے؟

الجواب

بے ضرورت در فرائض مکروہ تنزیہی است پس نشاید در اولی قرأت ناس را تعمد کردن تا حاجت بتکرار نیفتد اما اگر خواند بسہو یا عمد ناچار در ثانیہ تیز ہموں باید خواند کہ قرأتِ معکوسہ سخت تر از تکرار است بخلاف ختم کنندہ قرآن عظیم کہ او را باید در رکعت اولی تا ناس خواندن و در ثانیہ از

بغیر ضرورت فرائض میں مکروہ تنزیہی ہے، پس پہلی رکعت میں سورۃ الناس عمداً نہیں پڑھنی چاہیئے تاکہ تکرار کی ضرورت نہ پڑجائے اگر سہواً یا عمداً پڑھ چکا تو اب دوسری رکعت میں بھی وہی سورت یعنی سورۃ الناس دوبارہ پڑھے، کیونکہ ترتیب بدل کر پڑھنا تکرار سے بھی سخت ہے بخلاف

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ الفصل الخامس فی زلۃ القاری نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۷۹
[2] فتاوٰی بزازیۃ علی ہامش الفتاوٰی الہندیۃ الثانی عشر فی زلۃ القاری۔ نورانی کتب خانہ پشاور ۴/ ۴۲

marfat.com

کہ جو خلاف قصد ہے اختیاری نہیں اور جو اختیاری نہیں اس پر حکم جاری نہیں اور اگر اپنی طرف سے خاص ارادہ احد الاغلاط کا حکم دیجئے تو یہ وہی تعمد غلط ہے کہ یقیناً ممنوع ولہذا علامہ شامی قدس سرہ السامی نے عبارت تاتارخانیہ :

اذالم یکن بین الحرفین اتحاد المخرج ولا قرب الا ان فیه بلوی العامة کالذال مکان الضاد والزاء المحض مکان الذال و الظاء مکان الضاد لا تفسد عند بعض المشائخ اھ

جب دو حرفوں کے درمیان اتحاد مخرج اور قرب مخرج نہ ہو مگر اس صورت میں جب عموم بلوی ہو مثلاً ذال ضاد کی جگہ یا زا ذال کی جگہ اور ظاء ضاد کی جگہ پڑھا تو بعض مشائخ کے نزدیک نماز فاسد نہ ہوگی اھ (ت)

نقل کرکے فرمایا :

قلت فینبغی علی هذا عدم الفساد فی ابدال الثاء سینا والقاف همزة کما هو لغة عوام زماننا فانهم لا یمیزون بینهما و یصعب علیهم جدا کالذال مع الزاء و لا سیما علی قول القاضی ابی عاصم و قول الصفار وهذا کله قول المتأخرین و قد علمت انه اوسع وان قول المتقدمین احوط قال فی شرح المنیة وهو الذی صححه المحققون وفرعوا علیه فاعمل بما تختار والاحتیاط اولی سیما فی امر الصلوٰة التی هی اول ما یحاسب العبد علیها۔[1]

میں کہتا ہوں اس کے مطابق ان صورتوں میں فساد نہیں ہونا چاہئے جبکہ کوئی شخص ثاء کی سین، قاف کی جگہ ہمزہ پڑھے جیسا کہ ہمارے دور کے عوام کی زبان ہے وہ ان کے درمیان کوئی امتیاز نہیں کرتے اور یہ ان پر نہایت دشوار ہے جیسا کہ ذال اور زا میں فرق کرنا خصوصاً قاضی ابوعاصم اور صفار کے قول پر، اور یہ تمام متاخرین کا قول ہے اور آپ جان چکے کہ اس میں کافی وسعت ہے اور متقدمین کا قول احوط ہے، شرح منیہ میں فرمایا اسی کو محققین نے صحیح کہا اور اسی پر انھوں نے تفریع بٹھائی پس مختار پر عمل کرو، اور احتیاط اولٰی ہے خصوصاً نماز کے معاملات میں کیونکہ بندے سے اسی کے بارے میں سب سے پہلے سوال ہوگا۔ (ت)

اس تحقیق انیق سے ظاہر ہوا کہ تعمد نہ ظاد کا جائز نہ دُوَاد کا کہ نہ وہ ظا ہے نہ دال مفخم اور بعد قصد ض و ارادۂ حرف صحیح و استعمال مخرج معین براہ غلط جو کچھ ادا ہو تیسیراً صحت نماز پر فتوٰی لتعسر

---

[1] ردالمحتار مطلب مسائل زلۃ القاری مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۴۶۸

marfat.com

سورت ثالثہ خواندن باکے ندارد چنانکہ در اولی والتین
و در ثانیہ قدر، ورنہ در فرائض مکروہ چنانچہ نصر و
اخلاص واگر دو سورت درمیان باشد مضائقہ
نے ہمچو نصر و فلق ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

ایسی سورت کو ترک کرکے تیسری سورت پڑھنے میں کوئی
حرج نہیں مثلاً پہلی رکعت میں سورہ والتین اور
دوسری میں سورہ قدر پڑھے اور اگر ایسی صورت نہیں
تو فرائض میں ایسا کرنا مکروہ ہے جیسا کہ سورہ نصر
اور سورہ اخلاص کا پڑھنا اور اگر درمیان میں دو سورتیں ہوں تو پھر کوئی مضائقہ نہیں مثلاً سورہ نصر اور
سورہ فلق۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۴۶۱: در یک رکعت یک سورت یا یک آیت چند بار خواندن (ایک رکعت میں کسی سورت یا آیت
کا تکرار کے ساتھ پڑھنا کیسا ہے؟ ۔ ت)

الجواب

چوں تکرار یک سورت در دو رکعت و دو سورت در
یک رکعت ہر دو در فرائض ناشائستہ بود تکرار یک
سورت در یک رکعت اولی نباشائستگی باشد وہمچناں
تکرار آیت خاصہ موجب اطالت ثانیہ بر اولی باشد
و کل ذلک خلاف الماثور المتوارث فی الفرائض
فاما کراہت تحریم را وجہے نیست جز در فاتحہ کہ در رکعتین
اولین پیش از قرأت سورۃ اعادہ کل یا اکثر او کند
اقول لتفویت واجب الضم پس اگر عامد است اعادہ
کند واگر ساہی است سجدہ سہو بخلاف تکرار فاتحہ
در اخریین اقول لعدم الضم فیہما یا بعد سورت در
اولیین اقول لحصول الضم من قبل ولا یجب
الرکوع اثر السورۃ بل کلما تلا من القرأن
کان لہ ان یتلوہ اقول واز صورت تثقیل بر مقتدی
غافل نباید بود کہ ہمچو سور زائد بر قدر مسنون است
پس اگر گرانی آرد مطلقاً ناجائز ومکروہ تحریمی باشد و
ایں حکم عام است مرفریضہ و نافلہ ہمہ را پس ہر جا از

جب فرائض کی دو رکعتوں میں ایک سورت کا تکرار یا
ایک رکعت میں دو سورتوں کا مناسب نہیں تو ایک
رکعت میں ایک سورت کا تکرار بطریق اولیٰ مناسب
نہ ہوگا، اسی طرح کسی مخصوص آیت کا تکرار دوسری
رکعت کے پہلی رکعت کے طویل ہونے کی وجہ بن سکتا
ہے، اور یہ تمام باتیں فرائض کے بارے میں منقول
ماثور کے خلاف ہیں لیکن اس کو مکروہ تحریمی قرار دینے
کی کوئی وجہ نہیں ماسوائے پہلی دو رکعات میں
قرأتِ سورت سے پہلے کل سورہ فاتحہ یا اکثر کا اعادہ
کرنا کیونکہ یہ مکروہ تحریمی ہے۔ میں کہتا ہوں اس کی
وجہ یہ ہے کہ سورت کا ملانا واجب تھا، اعادہ کی
صورت میں وہ فوت ہوجاتا ہے، پس اگر کسی شخص
نے عمداً ایسا کیا تو اعادہ نماز کرے اور اگر سہواً کیا تو سجدہ
سہو ہوگا بخلاف آخری دو رکعات میں سورۃ فاتحہ کے
تکرار کے۔ میں کہتا ہوں کیونکہ ان میں ضمِ سورت واجب
نہیں یا ضمِ سورت کے بعد پہلی دو رکعات میں، کیونکہ

marfat.com

الم تا مفلحون لحدیث الحال المرتحل[1] کذا فی النہر ورد المحتار اقول وانچہ مراد انیست کہ بحالت ختم قرآن مجید این خود نہ عکس و عکس نیست بلکہ از سرگرفتن باشد چنانکہ لفظ حال و مرتحل نیز برآں دلیل است فافہم واللہ تعالٰی اعلم۔

ختم قرآن کی صورت کے کہ اس میں پہلی رکعت میں سورۃ الناس تک پڑھنا اور دوسری رکعت میں الم تا مفلحون پڑھنا جائز اور درست ہے۔ کیونکہ حدیث شریف میں ہے: ایک شخص نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اللہ تعالٰی کے ہاں پسندیدہ عمل کیا ہے؟ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: منزل میں اُترنے والا اور کوچ کرنیوالا (یعنی جو شخص قرآن شریف ختم کرے فوراً شروع کرے اور یوں ہی کرتا رہے)، جیساکہ نہر اور رد المحتار میں ہے۔ میں کہتا ہوں اس سے مراد یہ ہے کہ ختم قرآن کی صورت میں یہ عکس اور ترتیب کا بدلنا نہیں بلکہ قرآن کو نئے سرے سے شروع کرنا ہے جیساکہ لفظ حال و مرتحل بھی اس پر دلیل ہے فافہم واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۵۹: در یک رکعت چند سورت خواندن (ایک رکعت میں متعدد سورتیں پڑھنا کیسا ہے؟ - ت)

الجواب

در رکعتے زیادہ بر یک سورت خواندن در فرائض نباید اما اگر کند مکروہ نباشد بشرط اتصال سور و اگر سور متفرقہ در رکعتے جمع کند مکروہ باشد کما فی الغنیۃ ثم رد المحتار اقول وبحالت امامت شرطے دیگر نیز است وآں عدم تثقیل بر مقتدی ورنہ کراہت تحریمی است۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

فرائض کی ایک رکعت میں ایک سے زائد سورتیں نہیں پڑھنی چاہئیں اگر کوئی پڑھ لیتا ہے تو کراہت نہیں بشرطیکہ وہ سورتیں متصل ہوں، اگر کوئی متفرق سورتیں کسی ایک رکعت میں جمع کرتا ہے تو اس میں کراہت ہے، جیساکہ غنیہ اور پھر رد المحتار میں ہے۔ میں کہتا ہوں امام ہونے کی صورت میں ایک اور شرط بھی ہے وہ یہ کہ مقتدی اسے بوجھ محسوس نہ کرے ورنہ کراہت تحریمی ہوگی واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۲۶۰: یک سورت فروگزاشتہ خواندن (ایک سورت چھوڑ کر پڑھنا کیسا ہے؟ ت)

الجواب

سورت متروکہ اگر مدید است کہ بر تقدیر قرائتش در ثانیہ اطالت ثانیہ بر اولی لازم آید پس ازاں گزشتہ

اگر متروکہ سورت اتنی لمبی ہے کہ اس کی قرأت سے دوسری رکعت پہلی رکعت سے طویل ہوجائے گی تو

[1] جامع الترمذی ابواب القرأۃ مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۱۱۸

marfat.com

سورت ثالثہ خواندن باکے ندارد چنانکہ در اولی والتین و در ثانیہ قدر ورنہ در فرائض مکروہ چنانچہ نصر و اخلاص واگر دو سورت درمیان باشد مضائقہ نے ہمچو نصر و فلق۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

ایسی سورت کو ترک کرکے تیسری سورت پڑھنے میں کوئی حرج نہیں مثلاً پہلی رکعت میں سورہ والتین اور دوسری میں سورہ قدر پڑھے اور اگر ایسی صورت نہیں تو فرائض میں ایسا کرنا مکروہ ہے جیسا کہ سورہ نصر اور سورہ اخلاص کا پڑھنا اور اگر درمیان میں دو سورتیں ہوں تو پھر کوئی مضائقہ نہیں مثلاً سورہ نصر اور سورہ فلق۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۴۶۱ دریک رکعت یک سورت یا یک آیت چند بار خواندن (ایک رکعت میں کسی سورت یا آیت کا تکرار کے ساتھ پڑھنا کیسا ہے؟ ۔ ت)

الجواب

چوں تکرار یک سورت در دو رکعت و دو سورت در یک رکعت ہر دو در فرائض ناشائستہ بود تکرار یک سورت دریک رکعت اولی نباشائستگی باشد وہمچناں تکرار آیت خاصہ موجب اطالت ثانیہ بر اولی باشد وکل ذلک خلاف الماثور المتوارث فی الفرائض فاما کراہت تحریم را وجہے نیست جز در فاتحہ کہ در رکعتین اولین پیش از قرأت سورۃ اعادہ کل یا اکثر او کند اول لتفویت واجب الضم پس اگر عامداست اعادہ کند واگر ساہی است سجدہ سہو بخلاف تکرار فاتحہ در اخریین اول لعدم الضم فیہما یا بعد سورت در اولین اول لحصول الضم من قبل ولا یجب الرکوع اثر السورۃ بل کلما تلا من القرأت کان لہ ان یتلوہ اول واز صورت تثقیل بر مقتدی غافل نباید بود کہ ہمچو سورزائد بر قدر مسنون است پس اگر گرانی آرد مطلقاً ناجائز ومکروہ تحریمی باشد و ایں حکم عام است مرفریضہ ونافلہ ہمہ را پس ہرجا از

جب فرائض کی دو رکعتوں میں ایک سورت کا تکرار یا ایک رکعت میں دو سورتوں کا مناسب نہیں تو ایک رکعت میں ایک سورت کا تکرار بطریق اولیٰ مناسب نہ ہوگا، اسی طرح کسی مخصوص آیت کا تکرار دوسری رکعت کے پہلی رکعت کے طویل ہونے کی وجہ بن سکتا ہے، اور یہ تمام باتیں فرائض کے بارے میں منقول ماثور کے خلاف ہیں لیکن اس کو مکروہ تحریمی قرار دینے کی کوئی وجہ نہیں ماسوائے پہلی دو رکعات میں قرأتِ سورت سے پہلے کل سورہ فاتحہ یا اکثر کا اعادہ کرنا کیونکہ یہ مکروہ تحریمی ہے۔ میں کہتا ہوں اس کی وجہ یہ ہے کہ سورت کا ملانا واجب تھا، اعادہ کی صورت میں وہ فوت ہوجاتا ہے، پس اگر کسی شخص نے عمداً ایسا کیا تو اعادہ نماز کرے اور اگر سہواً کیا تو سجدہ سہو ہوگا بخلاف آخری دو رکعات میں سورۃ فاتحہ کے تکرار کے۔ میں کہتا ہوں کیونکہ ان میں ضمِ سورت واجب نہیں یا ضمِ سورت کے بعد پہلی دو رکعات میں، کیونکہ

marfat.com

صورت جواز مستثنیٰ باید شمرد فهمید واللہ تعالیٰ اعلم۔

ضم سورت (واجب) پہلے حاصل ہو چکا اور سورت کے بعد رکوع فوراً واجب نہیں ہوتا بلکہ جب تک نمازی تلاوت کرنا چاہے کر سکتا ہے۔ میں کہتا ہوں مقتدی پر بوجھ ہونے کی صورت سے غافل نہیں ہو جانا چاہئے کیونکہ مثلاً قدر مسنون قرأت سے زائد پر اگر نمازی بوجھ محسوس کرتا ہے تو ایسی صورت مطلقاً ناجائز اور مکروہ تحریمی ہے اور یہ حکم ہر مقام پر ہوگا خواہ نماز فرض ہو یا نفل، البتہ ہر جا صورت جواز کو مستثنیٰ سمجھ لینا چاہئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۶۶۲ از یک سورۃ طویلہ آیات متفرقہ در رکعات خواندن مثلاً در اولی آیت الکرسی و در ثانیہ اٰمن الرسول۔

طویل سورت سے مختلف رکعات میں متفرق آیات پڑھنا کیسا ہے؟ مثلاً پہلی میں آیت الکرسی اور دوسری میں آمن الرسول۔

الجواب

ایں چنیں قرأت در دو رکعت جائز است و کراہت ندارد بشرط آنکہ میان ہر دو موضع فصل کم ز دو آیت نباشد فاما بہتر آنست کہ بے ضرورت ایں ہم نکنند لانہ یوھم الاعراض عن البعض والعیاذ باللہ تعالیٰ واگر ہمیں فصل یک آیت است یا در رکعت واحدہ بے ضرورت ارتکاب ایں معنی کرد مکروہ است اگرچہ فصل چندیں آیات باشد اقول وگمان دارم کہ نفل دریں باب مخالف فرض نباشد لما ذکر فی فتح القدیر من قولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لبلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ اذا ابتدأت بسورۃ فاتمھا علی نحوھا قالہ حین سمعہ ینتقل فی التھجد من سورۃ الی سورۃ کما رواہ ابوداؤد وغیرہ فقولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ھذا کما کان نھیا عن

یہ قرأت دو رکعت میں بلا کراہت جائز ہے بشرطیکہ دونوں قرأت کے درمیان دو آیات سے کم مقدار نہ ہو اور بہتر یہ ہے کہ بغیر ضرورت ایسا بھی نہ کرے کیونکہ بعض آیات سے اعراض کا وہم ہوگا العیاذ باللہ تعالیٰ، اگر یہ فاصلہ ایک آیت کی مقدار ہو یا ایک ہی رکعت میں بغیر ضرورت کے ایسا کرے تو مکروہ ہے اگرچہ فاصلہ متعدد آیات کا ہو۔ اقول (میں کہتا ہوں) میں یہ سمجھتا ہوں اس معاملہ میں نوافل، فرائض کے مخالف نہیں کیونکہ فتح القدیر میں ہے: نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ارشاد فرمایا جب تُو کوئی سورۃ شروع کرے تو اسے مکمل کر، آپ نے یہ اس وقت فرمایا جب انھیں تہجد میں ایک سورت سے دوسری سورت کی طرف منتقل ہوتے ہُوئے سنا، جیسا کہ

ل فتح القدیر باب الامامۃ مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۲۹۹

marfat.com

الانتقال من سورۃ الی سورۃ کذلک افاد النھی عن الانتقال من اٰیۃ الی اخری ایضا بالاولٰی ولکن لی فیہ کلام سیاتی واللہ تعالٰی اعلم۔

ابوداؤد وغیرہ نے اسکو روایت کیا ہے، تو آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا یہ ارشادِ گرامی جس طرح ایک سورت سے دوسری سورت کی طرف منتقل ہونے سے منع پر دال ہے اسی طرح ایک آیت سے دوسری آیت کی طرف انتقال کے منع ہونے پر بھی بطریقِ اولٰی دال ہے، لیکن اس میں مجھے کلام ہے جو عنقریب آرہا ہے واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۶۳۴: سُورۃ معکوس خواندن (الٹی سُورت پڑھنا کیسا ہے؟ - ت)

الجواب

بالقصد ناجائز وممنوع است در حدیث براں تہدید شدید فرمودہ اند واگر سہوا باشد چنانکہ در اولٰی نصر خواندہ در ثانیہ قصد فلق داشت کہ بجائے قل اعوذ کلمہ قل یا بر زبان رفت آنگاہ ہمیں سورت کافرون با تمام رساند ونکند ایں را گزاشتہ بسورت دیگر گزشتن بے ضرورت مکروہ است پس ایں رجوع باشد از عدمِ کراہت بکراہت وھو کما تری سخن گفتنی ماند از آنکہ ایں معنی در نفل ہم مکروہ باشد یا خیر درمختار بتبعیت خلاصہ ایں را و چیزے چند از جنس ایں را کہ در فرائض کراہت داشت ذکر کردہ میگوید ولا یکرہ فی النفل شیئ من ذلک اما امام محقق حیث اطلق فرمود عندی فی ھذہ الکلیۃ نظر علامہ حلبی محشی درہم در مسئلہ دائرہ بریں کلیہ معترض آمد کہ قرأت منکوس بیروں نماز مکروہ وممنوع است در نفل چناں مکروہ نباشد اقول وھو حسن ظاھر وما اجاب عنہ العلامۃ الطحطاوی واقرہ العلامۃ الشامی وبالجملۃ فالاحوط الاحتراز واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

ارادۃً ایسا کرنا ممنوع وناجائز ہے حدیث میں اس پر سخت وعید ہے اگر یہ سہواً ہوا جیسا کہ پہلی رکعت میں سورہ نصر پڑھی دوسری میں سورہ فلق پڑھنے کا قصد تھا مگر قل اعوذ کی جگہ زبان پر قل یا ایھا الکفرون جاری ہوگیا، تو ایسی صورت میں سورہ کافرون مکمل کرلے، اسے چھوڑ کر دوسری کی طرف نہ جائے، کیونکہ بغیر ضرورت کے ترک مکروہ ہے، پس یہ عدمِ کراہت سے کراہت کی طرف رجوع ہوگا اور وہ اسی طرح ہے جس طرح تم جانتے ہو اب اس معاملہ میں یہ گفتگو رہ گئی کہ کیا نفل میں بھی ایسا کرنا مکروہ ہے یا مکروہ نہیں بلکہ درست ہے تو درمختار میں خلاصہ کی اتباع کرتے ہوئے اسے اور اس کے علاوہ اسی طرح کی چیزیں جو فرائض میں مکروہ ہیں ذکر کرکے فرمایا، البتہ ان میں سے کوئی شے بھی نوافل میں مکروہ نہیں، لیکن امام محقق نے علی الاطلاق اظہار کرتے ہوئے کہا مجھے اس کلیہ میں اعتراض ہے۔ علامہ حلبی محشی نے بھی مذکورہ مسئلہ میں اسی کلیہ پر اعتراض کیا، اور کہا کہ الٹی قرأت نماز سے باہر جب مکروہ وممنوع ہے تو نوافل میں کیوں نہ مکروہ ہوگی۔ اقول (میں کہتا ہوں)

marfat.com

صورت جواز مستثنیٰ باید شمرد فیہ واللہ تعالیٰ اعلم۔

ضمِ سورت (واجب) پہلے حاصل ہوچکا اور سورت کے بعد رکوع فوراً واجب نہیں ہوتا بلکہ جب تک نمازی تلاوت کرنا چاہے کرسکتا ہے۔ میں کہتا ہوں مقتدی پر بوجھ ہونے کی صورت سے غافل نہیں ہونا چاہئے کیونکہ مثلاً قدرِ مسنون قرأت سے زائد پر اگر نمازی بوجھ محسوس کرتا ہے تو ایسی صورت مطلقاً ناجائز اور مکروہ تحریمی ہے اور یہ حکم ہر مقام پر ہوگا خواہ نماز فرض ہو یا نفل، البتہ ہر جا صورت جواز کو مستثنیٰ سمجھ لینا چاہئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۶۲: از یک سورۃ طویلہ آیات متفرقہ در رکعات خواندن مثلاً در اولیٰ آیت الکرسی و در ثانیہ اٰمن الرسول۔

طویل سورت سے مختلف رکعات میں متفرق آیات پڑھنا کیسا ہے؟ مثلاً پہلی میں آیت الکرسی اور دوسری میں آمن الرسول۔

الجواب

ایں چنیں قرأت در دو رکعت جائز است و کراہت ندارد بشرط آنکہ میان ہر دو موضع فصل کم ز دو آیت نباشد فاما بہتر آنست کہ بے ضرورت ایں ہم نکند لانہ یوھم الاعراض عن البعض والعیاذ باللہ تعالیٰ واگر ہمیں فصل یک آیت است یا در رکعت واحدہ بے ضرورت ارتکاب ایں معنی کرد مکروہ است اگرچہ فصل چندیں آیات باشد **اقول** و گمان دارم کہ نفل دریں باب مخالف فرض نباشد لما ذکر فی فتح القدیر من قولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لبلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ اذا ابتدأت بسورۃ فاتمھا علی نحوھا قالہ حین سمعہ ینتقل فی التھجد من سورۃ الی سورۃ[1] کما رواہ ابوداؤد وغیرہ فقولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ھذا کما کان نھیا عن

یہ قرأت دو رکعت میں بلاکراہت جائز ہے بشرطیکہ دونوں قرأت کے درمیان دو آیات سے کم مقدار نہ ہو اور بہتر یہ ہے کہ بغیر ضرورت ایسا بھی نہ کرے کیونکہ بعض آیات سے اعراض کا وہم ہوگا العیاذ باللہ تعالیٰ، اگر یہ فاصلہ ایک آیت کی مقدار ہو یا ایک ہی رکعت میں بغیر ضرورت کے ایسا کرے تو مکروہ ہے اگرچہ فاصلہ متعدد آیات کا ہو۔ **اقول** (میں کہتا ہوں) میں یہ سمجھتا ہوں اس معاملہ میں نوافل، فرائض کے مخالف نہیں کیونکہ فتح القدیر میں ہے: نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ارشاد فرمایا جب تُو کوئی سورۃ شروع کرے تو اسے مکمل کر، آپ نے یہ اس وقت فرمایا جب انہیں تہجد میں ایک سورت سے دوسری سورت کی طرف منتقل ہوتے ہوئے سنا، جیسا کہ

---

[1] فتح القدیر باب الامامۃ مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۲۹۹

marfat.com

الانتقال من سورۃ الی سورۃ کذلک افاد النھی عن الانتقال من اٰیۃ الی اخری ایضا بالاولٰی ولکن لی فیہ کلام سیاتی و اللہ تعالٰی اعلم۔

ابو داؤد وغیرہ نے اسکو روایت کیا ہے، تو آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا یہ ارشادِ گرامی جس طرح ایک سورت سے دوسری سورت کی طرف منتقل ہونے سے منع پر دال ہے اسی طرح ایک آیت سے دوسری آیت کی طرف انتقال کے منع ہونے پر بھی بطریقِ اولٰی دال ہے، لیکن اس میں مجھے کلام ہے جو عنقریب آرہا ہے واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۶۶۳ سورۃ معکوس خواندن (الٹی سورت پڑھنا کیسا ہے؟ ۔ت)

الجواب

بالقصد ناجائز وممنوع است و در حدیث براں تہدید شدید فرمودہ اند و اگر سہوا باشد چنانکہ در اولٰی نصر خواندہ در ثانیہ قصد فلق داشت کہ بجائے قل اعوذ کلمہ قل یا بر زبان رفت آنگاہ ہمیں سورت کافرون با تمام رساند ونکند ایں راگزاشتہ بسورت دیگر گزشتن بے ضرورت مکروہ است پس ایں رجوع باشد از عدم کراہت بکراہت وھو کما تری سخن گفتنی ماند آنکہ ایں معنی در نفل ہم مکروہ باشد یا خیر در مختار بتبعیت خلاصہ ایں را و چیزے چند از جنس ایں راکہ در فرائض کراہت داشت ذکر کردہ میگوید ولا یکرہ فی النفل شیئ من ذلک اما امام محقق حیث اطلق فرمود عندی فی ھذہ الکلیۃ نظر علامہ حلبی محشی درہم در مسئلہ دائرہ بریں کلیہ معترض آمد کہ قرأت منکوس بیروں نماز مکروہ وممنوع است در نفل چناں مکروہ نباشد اقول وھو حسن ظاھر وما اجاب عنہ العلامۃ الطحطاوی واقرہ العلامۃ الشامی وبالجملۃ فالاحوط الاحتراز واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

ارادۃً ایسا کرنا ممنوع وناجائز ہے حدیث میں اس پر سخت وعید ہے اگر یہ سہواً ہوا جیسا کہ پہلی رکعت میں سورہ نصر پڑھی دوسری میں سورہ فلق پڑھنے کا قصد تھا مگر قل اعوذ کی جگہ زبان پر قل یا ایھا الکفرون جاری ہوگیا، تو ایسی صورت میں سورہ کافرون مکمل کرلے، اسے چھوڑ کر دوسری کی طرف نہ جائے، کیونکہ بغیر ضرورت کے ترک مکروہ ہے، پس یہ عدمِ کراہت سے کراہت کی طرف رجوع ہوگا اور وہ اسی طرح ہے جس طرح تم جانتے ہو اب اس معاملہ میں یہ گفتگو رہ گئی کہ کیا نفل میں بھی ایسا کرنا مکروہ ہے یا مکروہ نہیں بلکہ درست ہے تو درمختار میں خلاصہ کی اتباع کرتے ہوئے اسے اور اس کے علاوہ اسی طرح کی چیزیں جو فرائض میں مکروہ ہیں ذکر کرکے فرمایا، البتہ ان میں سے کوئی شے بھی نوافل میں مکروہ نہیں، لیکن امام محقق نے علی الاطلاق نے اظہار کرتے ہوئے کہا مجھے اس کلیہ میں اعتراض ہے۔ علامہ حلبی محشی نے بھی مذکورہ مسئلہ میں اسی کلیہ پر اعتراض کیا، اور کہا کہ الٹی قرأت نماز سے باہر جب مکروہ وممنوع ہے تو نوافل میں کیوں نہ مکروہ ہوگی۔ اقول (میں کہتا ہوں)

marfat.com

صورت جواز مستثنٰی باید شمرد واللہ تعالٰی اعلم۔

ضم سورت (واجب) پہلے حاصل ہوچکا اور سورت کے بعد رکوع فوراً واجب نہیں ہوتا بلکہ جب تک نمازی تلاوت کرنا چاہے کرسکتا ہے۔ میں کہتا ہوں مقتدی پر بوجھ ہونے کی صورت سے غافل نہیں ہوجانا چاہئے کیونکہ مثلاً قدرِ مسنون قرأت سے زائد پر اگر نمازی بوجھ محسوس کرتا ہے تو ایسی صورت مطلقاً ناجائز اور مکروہ تحریمی ہے اور یہ حکم ہر مقام پر ہوگا خواہ نماز فرض ہو یا نفل، البتہ ہر جا صورت جواز کو مستثنٰی سمجھ لینا چاہئے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۶۶۲: ازیک سورۃ طویلہ آیات متفرقہ در رکعات خواندن مثلاً در اولٰی آیت الکرسی و در ثانیہ اٰمن الرسول۔

طویل سورت سے مختلف رکعات میں متفرق آیات پڑھنا کیسا ہے؟ مثلاً پہلی میں آیت الکرسی اور دوسری میں آمن الرسول۔

الجواب

ایں چنیں قرأت در دو رکعت جائز است وکراہت ندارد بشرطِ آنکہ میان ہر دو موضع فصل کم ز دو آیت نباشد فاما بہتر آنست کہ بے ضرورت ایں ہم نکند لانہ یوھم الاعراض عن البعض والعیاذ باللہ تعالٰی واگر ہمیں فصل یک آیت است یا در رکعت واحدہ بے ضرورت ارتکاب ایں معنی کرد مکروہ است اگرچہ فصل چندیں آیات باشد **اقول** وگمان دارم کہ نفل دریں باب مخالف فرض نباشد لما ذکر فی فتح القدیر من قولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لبلال رضی اللہ تعالٰی عنہ اذا ابتدأت بسورۃ فاتمھا علی نحوھا قالہ حین سمعہ ینتقل فی التہجد من سورۃ الی سورۃ[1] کما رواہ ابوداؤد وغیرہ فقول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ھذا کما کان نھیا عن

یہ قرأت دو رکعت میں بلاکراہت جائز ہے بشرطیکہ دونوں قرأت کے درمیان دو آیات سے کم مقدار نہ ہو اور بہتر یہ ہے کہ بغیر ضرورت ایسا بھی نہ کرے کیونکہ بعض آیات سے اعراض کا وہم ہوگا العیاذ باللہ تعالٰی، اگر یہ فاصلہ ایک آیت کی مقدار ہو یا ایک ہی رکعت میں بغیر ضرورت کے ایسا کرے تو مکروہ ہے اگرچہ فاصلہ متعدد آیات کا ہو۔ **اقول** (میں کہتا ہوں) میں یہ سمجھتا ہوں اس معاملہ میں نوافل، فرائض کے مخالف نہیں کیونکہ فتح القدیر میں ہے:

نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ تعالٰی عنہ کو ارشاد فرمایا جب تُو کوئی سورۃ شروع کرے تو اسے مکمل کر، آپ نے یہ اس وقت فرمایا جب انھیں تہجد میں ایک سورت سے دوسری سورت کی طرف منتقل ہوتے ہوئے سنا، جیسا کہ

---

[1] فتح القدیر باب الامامۃ مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۲۹۹

marfat.com

الحسن أثبتها وان کان فیہا ذلك[1] اھ واللہ تعالٰی اعلم۔ مستحب ہونے پر یہ اعتراض کہ نظمِ نماز میں تبدیلی کا باعث بنیں گے تب ہوسکتا ہے جب اس کی حدیث ضعیف ہو، پس جب اس کی حدیث درجۂ حسن پر فائز ہوچکی تو اس کا اثبات ہوگیا اگرچہ اس میں وہ معمولات ہوں (جو اس نماز میں مذکور ہیں) اھ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۴۶۶ ۲۸ ربیع الآخر ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کو متولی صاحب اور اہلِ محلہ نے جو نماز پڑھنے مسجد میں آتے ہیں امام کیا اور زید حرفوں کو مخارج سے ادا کرتا ہے اب اس میں چند آدمی یہ کہتے ہیں کہ تم ضاد نہیں پڑھتے بلکہ ضاد کو مشابہ ظاء کے پڑھتے ہو، اور زید کہتا ہے کہ میں مخارج سے ادا کرتا ہوں اور تم لوگ زبان کو دانتوں سے لگاکر نکالتے ہو وہ "د" ہے اور میں ڈاڑھ سے زبان کی نوک لگاکر نکالتا ہوں وہ "ضاد" ہے، اور ایک شخص کبھی نماز پڑھا دیتا ہے ضاد کو مخارج د سے ادا کرتا ہے آیا ان میں کس کے پیچھے نماز جائز ہوگی صاف صاف فرمائیے کلام اللہ وحدیثِ رسول اللہ سے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

ظاد اور دُواد دونوں محض غلط ہیں اور اس کا مخرج بھی نہ زبان کو دانتوں سے لگاکر ہے نہ زبان کی نوک کو داڑھ سے لگاکر بلکہ اس کا مخرج زبان کی ایک طرف کی کروٹ اُسی طرف کی بالائی داڑھوں سے مل کر درازی کے ساتھ ادا ہونا اور زبان اوپر کو اُٹھ کر تالو سے ملنا اور ادا میں سختی وقوت ہونا ہے اس کا مخرج سیکھنا مثل تمام حرفوں کے ضروری ہے، جو شخص مخرج سیکھ لے اور اپنی قدرت تک اس کا استعمال کرے اور ظ یا د کا قصد نہ کرے بلکہ اسی حرف کا جو عزوجل کی طرف سے اُترا ہے پھر جو کچھ نکلے بوجہ آسانی صحتِ نماز پر فتوٰی دیا جائے گا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۴۶۷ کیا فرماتے ہیں علمائے دین میں اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی شخص نماز میں ضاد کو مشتبہ بظاء پڑھے تو اس کی نماز صحیح ہوگی یا نہیں؟ اور اس شخص کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

اللھم ھدایۃ الحق والصواب

یہ حرف دشوار ترین حرف ہے اور اس کی ادا خصوصاً عجم پر کہ اُن کی زبان کا حرف نہیں سخت مشکل،

---

[1] ردالمحتار مطلب فی صلوٰۃ التسبیح مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۵۰۸

marfat.com

صورت جواز مستثنیٰ بایدش فہمید واللہ تعالیٰ اعلم۔

ضم سورت (واجب) پہلے حاصل ہوچکا اور سورت کے بعد رکوع فوراً واجب نہیں ہوتا بلکہ جب تک نمازی تلاوت کرنا چاہے کرسکتا ہے۔ میں کہتا ہوں مقتدی پر بوجھ ہونے کی صورت سے غافل نہیں ہوجانا چاہئے کیونکہ مثلاً قدرِ مسنون قرأت سے زائد پر اگر نمازی بوجھ محسوس کرتا ہے تو ایسی صورت مطلقاً ناجائز اور مکروہ تحریمی ہے اور یہ حکم ہر مقام پر ہوگا خواہ نماز فرض ہو یا نفل، البتہ ہر جا صورت جواز کو مستثنیٰ سمجھ لینا چاہئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۶۳: ازیک سورۃ طویلہ آیات متفرقہ در رکعات خواندن مثلاً در اولیٰ آیت الکرسی و در ثانیہ اٰمن الرسول۔

طویل سورت سے مختلف رکعات میں متفرق آیات پڑھنا کیسا ہے؟ مثلاً پہلی میں آیت الکرسی اور دوسری میں آمن الرسول۔

الجواب

ایں چنیں قرأت در دو رکعت جائز است وکراہت ندارد بشرط آنکہ میان ہر دو موضع فصل کم ز دو آیت نباشد فاما بہتر آنست کہ بے ضرورت ایں ہم نکنند لانہ یوھم الاعراض عن البعض والعیاذ باللہ تعالیٰ واگر ہمیں فصل یک آیت است یا در رکعت واحدہ بے ضرورت ارتکاب ایں معنی کرد مکروہ است اگرچہ فصل چندیں آیات باشد **اقول** وگمان دارم کہ نفل دریں باب مخالف فرض نباشد لما ذکر فی فتح القدیر من قولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لبلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ اذا ابتدأت بسورۃ فاتمھا علی نحوھا قالہ حین سمعہ ینتقل فی التھجد من سورۃ الی سورۃ[1] کما رواہ ابوداؤد وغیرہ فقول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ھذا کما کان نھیا عن

یہ قرأت دو رکعت میں بلاکراہت جائز ہے بشرطیکہ دونوں قرأت کے درمیان دو آیات سے کم مقدار نہ ہو اور بہتر یہ ہے کہ بغیر ضرورت ایسا بھی نہ کرے کیونکہ بعض آیات سے اعراض کا وہم ہوگا العیاذ باللہ تعالیٰ، اگر یہ فاصلہ ایک آیت کی مقدار ہو یا ایک ہی رکعت میں بغیر ضرورت کے ایسا کرے تو مکروہ ہے اگرچہ فاصلہ متعدد آیات کا ہو۔ **اقول** (میں کہتا ہوں) میں یہ سمجھتا ہوں اس معاملہ میں نوافل، فرائض کے مخالف نہیں کیونکہ فتح القدیر میں ہے: نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ارشاد فرمایا جب تُو کوئی سورۃ شروع کرے تو اسے مکمل کر، آپ نے یہ اس وقت فرمایا جب انھیں تہجد میں ایک سورت سے دوسری سورت کی طرف منتقل ہوتے ہُوئے سنا، جیسا کہ

---

[1] فتح القدیر باب الامامۃ مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۲۹۹

marfat.com

وسین سادسب برابر ہیں وھذا ھو محمل التعمد المذکور فی کلام الامام الفضلی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ (امام فضلی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے کلام میں مذکور تعمد کا محمل یہی ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۴۶۸ ۱۶ جمادی الاولٰی ۱۳۱۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام مغرب میں رکوع لقد صدق اللہ ورسولہ پڑھ رہا تھا جب فی الانجیل تک پڑھ لیا آیت پارہ ۲۲ کا متشابہ لگا اُس کے بعد یہ آیت انما یرید اللہ لیذھب تک پڑھی پھر جب یاد آیا اُسے چھوڑ کر مقام اصل سے شروع کیا اور نماز ختم کی اور سجدۂ سہو نہ کیا اس صورت میں نماز ہُوئی یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

نماز ہوگئی اور سجدۂ سہو کی بھی حاجت نہ تھی اگر بقدر ادائے رکن سوچتا نہ رہا ہو، ہاں اگر بھُولا اور سوچنے میں اتنی دیر خاموش رہا جس میں کوئی رکن نماز کا ادا ہوسکتا ہے تو سجدۂ سہو لازم آیا کما فی الدرالمختار وغیرہ[1] (جیسا کہ دُرمختار وغیرہ میں ہے۔ ت) اگر نہ کیا تو نماز جب بھی ہوگئی مگر ناقص ہُوئی پھیرنا واجب ہے واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۴۶۹ ۶ شعبان المعظم ۱۳۱۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کہتا ہے کہ امام جب نماز میں کھڑا ہو کر قرأت شروع کرے اگر اس وقت بعذر یعنی قرأت بند ہونے کی وجہ سے گلا صاف کرنے کے لئے کھانسا تو نماز جائز ہوجائے گی عمرو کہتا ہے کہ نہیں خواہ کسی حالت میں ہو یا عذر یا بلاعذر اگر پے در پے تین مرتبہ کھانسا تو نماز باطل ہوجائے گی، اس مسئلہ میں کون حق پر ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

صورت مذکورہ میں نماز میں اصلاً کچھ خلل نہ آیا کھانسنا کھنکارنا جبکہ بعذر یا کسی غرض صحیح کے لئے ہو جیسے گلا صاف کرنا یا امام کو سہو پر متنبہ کرنا تو مذہب صحیح میں ہرگز مفسد نماز نہیں۔

فی الدرالمختار فی المفسدات (والتنحنح بلاعذر) اما بہ بان نشأ من طبعہ فلا (او) بلا (غرض صحیح) فلولتحسین

درمختار کے باب نماز کے مفسدات میں ہے (اور بغیر عذر کے کھانسنا) ہاں اگر عذر کی بنا پر ہو مثلاً طبعاً ایسا ہُوا تو فاسد نہیں (یا) بغیر (غرض صحیح کے ہو)

---

[1] دُرمختار باب سجود السہو مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۱۰۲

marfat.com

یہی بہتر ہے۔ اور علامہ طحطاوی نے ان کی طرف سے اس کا جواب نہیں دیا، اور علامہ شامی نے اسے ثابت رکھا الغرض اس طرح قرأت سے احتراز ہی بہتر ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔ (ت)

مسئلہ ۴۶۴ کمی وبیشی در قرأت رکعات کردن (رکعتوں میں قرأت کی کمی بیشی کیسی ہے؟ - ت)

الجواب

اطالت ثانیہ بر اولٰے در فرائض مکروہ است بالاتفاق و در نوافل علی الاصح وعکس آں را در نوافل کراہتے نیست و در صبح نیز جائز است بالاتفاق والاطلاق یعنی ہرچہ تطویل کند باک نباشد وبقدر ثلث خود مستحب است وبعضے تا نصف گویند و زیادہ برآں باوصف جواز خلاف اولٰی است و در غیر فجر از فرائض اختلاف است نزد امام محمد ہمہ جا اطالت اولٰی باید وشیخین رضی اللہ تعالٰی عنہما بہ تسوید رفتہ اند وفتوٰی مختلف است وباید کہ ارجح واوجہ قول شیخین باشد فان کلام الامام امام الکلام واللہ تعالٰی اعلم۔

فرائض کی دوسری رکعت کو پہلی پر لمبا کرنا بالاتفاق مکروہ ہے اور اصح قول کے مطابق نوافل میں بھی مکروہ ہے اس کے برعکس قرأت کرنا نوافل میں کراہت نہیں رکھتا، اور نمازِ فجر (کی رکعت اولٰی) میں بھی بالاتفاق اور بالاطلاق جائز ہے یعنی جس طرح بھی طویل کرے کوئی حرج نہیں، تہائی کی مقدار مستحب ہے اور بعض نصف مقدار تک کا قول بھی کرتے ہیں اور اس سے زیادہ لمبا کرنا جائز ہونے کے باوجود خلافِ اولٰی ہے۔ فرائض فجر کے علاوہ دیگر نمازوں میں اختلاف ہے۔ امام محمد کے نزدیک ہر مقام پر پہلی رکعت کا لمبا کرنا اولٰی ہے شیخین رضی اللہ تعالٰے عنہما برابری کی طرف گئے ہیں اور فتوٰی بھی مختلف ہے لیکن شیخین کا قول راجح ہونا مناسب لگتا ہے کیونکہ کلامِ امام، امامِ کلام ہے۔ واللہ تعالٰے اعلم

مسئلہ ۴۶۵ پس سورت اسمائے الٰہی ضم کرد (سورت کے ساتھ اسمائے الٰہیہ کا ملانا کیسا ہے؟ - ت)

الجواب

در فرائض مکروہ ست ہمچو سوال واستعاذہ نزد آیات ترغیب وترہیب و در نوافل نیز لتغییر نظم الصلٰوۃ و انچہ وارد وثابت باشد کما فی صلٰوۃ التسبیح قال فی ردالمحتار والطعن فی ندبہا بان فیہا تغییرا لنظم الصلٰوۃ انما یتأتی علی ضعف حدیثہا فاذا ارتقی الی درجۃ

فرائض میں مکروہ ہے اسی طرح آیاتِ ترغیب و ترہیب میں رحمت کا سوال اور عذاب سے پناہ مانگنا بھی مکروہ ہے اور یہ نوافل میں بھی مکروہ ہے کیونکہ ایسے عمل سے نظمِ نماز میں تبدیلی آجاتی ہے اور جو معمولات کے بارے میں احادیث میں وارد ہے جیساکہ نمازِ تسبیح میں ہے۔ ردالمحتار میں کہا اس کے

marfat.com

كما قال تعالٰى ورتلناه ترتيلا[1] اى انزلناه نجمانجما على حسب ما تجددت اليہ حاجات العباد ومثلہ قولہ تعالٰى وقرانا فرقناه لتقرأه على الناس على مكث ونزلناه تنزيلا[2]۔

جیساکہ اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے ورتلناہ ترتیلا یعنی ہم نے اسے بندوں کی ضروریات کے مطابق تھوڑا تھوڑا نازل فرمایا ہے، اسی طرح اللہ تعالٰی کا یہ فرمان ہے ہم نے قرآن کو تھوڑا تھوڑا کرکے نازل فرمایا تاکہ آپ لوگوں پر پڑھیں ٹھہر ٹھہر کر اور ہم نے اسے تدریجاً نازل فرمایا۔(ت)

الفاظ بہ تفخیم ادا ہوں حروف کو اُن کی صفات شدت و جہر و امثالہا کے حقوق پورے دیے جائیں اظہار و اخفا و تفخیم و ترقیق وغیرہا محسنات کا لحاظ رکھا جائے یہ مسنون ہے اور اس کا ترک مکروہ و ناپسند اور اس کا اہتمام فرائض و واجبات میں تراویح اور تراویح میں نفل مطلق سے زیادہ جلالین میں ہے: رتل القراٰن تثبت فی تلاوتہ[3] (رتل القراٰن کا معنی قرآن کی ٹھہر ٹھہر کر تلاوت کرنا ہے۔ت) کمالین میں ہے:

اى تان واقرأ على تؤدة من غير تعجل بحيث يتمكن السامع من عداٰياتہ وكلماتہ[4]۔

یعنی قرآن مجید کو اس طرح آہستہ اور ٹھہر کر پڑھو کہ سننے والا اس کی آیات و الفاظ گن سکے۔(ت)

اتقان امام سیوطی میں برہان امام زرکشی سے ہے:

كمال الترتيل تفخيم الفاظہ والابانۃ عن حروفہ وان لايدغم حرف فى حرف وقيل هذا اقلہ[5]۔

کمال ترتیل یہ ہے الفاظ میں تفخیم (حرف کو پُر کرکے پڑھنا) اور حروف کو جدا جدا کرکے پڑھا جائے، ایک حرف کو دوسرے حرف میں نہ ملایا جائے۔ بعض نے کہا یہ ترتیل کا کم درجہ ہے۔(ت)

اُسی میں ہے:

يسن الترتيل فى قراءة القراٰن قال اللہ تعالٰى

قرأت قرآن میں ترتیل سنت ہے جیساکہ اللہ تعالٰی کا

---

[1] القرآن ۲۵/۳۲
[2] القرآن ۱۷/۱۰۶
[3] تفسیر جلالین زیر آیۃ ورتل القراٰن الخ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۲/۴۷۶
[4] کمالین علی حاشیہ جلالین زیر آیۃ مذکورہ " " " ۲/۴۷۶
[5] الاتقان فی علوم القرآن النوع الخامس والثلاثون فی آداب تلاوتہ الخ ۱/۱۰۶

marfat.com

یہی بہتر ہے۔ اور علامہ طحطاوی نے ان کی طرف سے اس کا جواب نہیں دیا، اور علامہ شامی نے اسے ثابت رکھا الغرض اس طرح قرأت سے احتراز ہی بہتر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔ (ت)

مسئلہ ۴۶۴ کمی وبیشی در قرأت رکعات کردن (رکعتوں میں قرأت کی کمی بیشی کیسی ہے؟۔ ت)

الجواب

اطالت ثانیہ بر اولے در فرائض مکروہ است بالاتفاق و در نوافل علی الاصح وعکس آں را در نوافل کراہتے نیست و در صبح نیز جائز است بالاتفاق والاطلاق یعنی ہرچہ تطویل کند باک نباشد وبقدر ثلث خود مستحب است وبعضے تا نصف گویند و زیادہ برآں باوصف جواز خلاف اولی است و در غیر فجر از فرائض اختلاف است نزد امام محمد ہمہ جا اطالت اولیٰ باید و شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما بہ تسوید رفتہ اند و فتوی مختلف است و باید کہ ارجح واوجہ قول شیخین باشد فان کلام الامام امام الکلام واللہ تعالیٰ اعلم۔

فرائض کی دوسری رکعت کو پہلی پر لمبا کرنا بالاتفاق مکروہ ہے اور اصح قول کے مطابق نوافل میں بھی مکروہ ہے اس کے برعکس قرأت کرنا نوافل میں کراہت نہیں رکھتا، اور نمازِ فجر (کی رکعت اولیٰ) میں بھی بالاتفاق اور بالاطلاق جائز ہے یعنی جس طرح بھی طویل کرے کوئی حرج نہیں، تہائی کی مقدار مستحب ہے اور بعض نصف مقدار تک کا قول بھی کرتے ہیں اور اس سے زیادہ لمبا کرنا جائز ہونے کے باوجود خلافِ اولیٰ ہے۔ فرائض فجر کے علاوہ دیگر نمازوں میں اختلاف ہے۔ امام محمد کے نزدیک ہر مقام پر پہلی رکعت کا لمبا کرنا اولیٰ ہے شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما برابری کی طرف گئے ہیں اور فتوٰی بھی مختلف ہے لیکن شیخین کا قول راجح ہونا مناسب لگتا ہے کیونکہ کلامِ امام، امامِ کلام ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۴۶۵ پس سورت اسمائے الٰہی ضم کرد (سورت کے ساتھ اسمائے الٰہیہ کا ملانا کیسا ہے؟۔ ت)

الجواب

در فرائض مکروہ ست ہمچو سوال واستعاذہ نزد آیات ترغیب وترہیب و در نوافل نیز لتغییر نظم الصلوٰۃ و انچہ وارد و ثابت باشد کما فی صلوٰۃ التسبیح قال فی ردالمحتار والطعن فی ندبہا بان فیہا تغییرا لنظم الصلوٰۃ انما یتأتی علی ضعف حدیثہا فاذا ارتقی الی درجۃ

فرائض میں مکروہ ہے اسی طرح آیاتِ ترغیب و ترہیب میں رحمت کا سوال اور عذاب سے پناہ مانگنا بھی مکروہ ہے اور یہ نوافل میں بھی مکروہ ہے کیونکہ ایسے عمل سے نظمِ نماز میں تبدیلی آجاتی ہے اور جو معمولات کے بارے میں احادیث میں وارد ہے جیساکہ نمازِ تسبیح میں ہے۔ ردالمحتار میں کہا اس کے

marfat.com

درمختار میں ہے:

یقرأ فی الفرض بالترتیل حرفا حرفا وفی التراویح بین بین وفی النفل لیلا لہ ان یسرع بعد ان یقرأ کما یفہم۔[1]

فرض نماز میں اس طرح تلاوت کرے کہ جدا جدا ہر حرف سمجھ آئے، تراویح میں متوسط طریقے پر اور رات کے نوافل میں اتنی تیز پڑھ سکتا ہے جسے وہ سمجھ سکے۔ (ت)

اُس کے بیان تراویح میں ہے: ویجتنب ھذرمۃ القراءۃ[2] (اور جلدی جلدی قرأت سے اجتناب کرے۔ ت)

دوم مد و وقف و وصل کے ضروریات اپنے اپنے مواقع پر ادا ہوں کھڑے پڑے کا لحاظ رہے حروف مذکورہ جن کے قبل نون یا میم ہو ان کے بعد غنہ نہ نکلے اَنَا کُنَّا کو ان کن یا انّاں کنّاں نہ پڑھا جائے باد جیم ساکنین جن کے بعد ت ہو بشدت ادا کئے جائیں کہ پ اور چ کی آواز نہ دیں جہال جلدی میں ابتر اور تجتنبوا کو اپتر اور تچتنبوا پڑھتے ہیں حروف مطبقہ کا کسرہ ضمہ کی طرف مائل نہ ہونے پائے۔ جہال جب صراط و قاطعہ میں ص و ط اطباق کرتے ہیں حرکت تابع حرف ہو کر کسرہ مشابہ ضمہ ہو جاتا ہے کوئی حرف بے محل اپنے مجاور کی رنگت نہ پکڑے ت و ط کے اجتماع میں مثلاً "یستطیعون" "لا تطع" بے خیالی کرنے والوں سے حرف تا بھی مشابہ طا ادا ہوتا ہے بلکہ بعض سے "عتو" میں بھی بوجہ تفخیم عین وضمہ تا آواز مشابہ طا پیدا ہوتی ہے بالجملہ کوئی حرف وحرکت بے محل دوسرے کی شان اخذ نہ کرے نہ کوئی حرف چھوٹ جائے نہ کوئی اجنبی پیدا ہو نہ محدود و مقصور ہو نہ ممدود اسی زیادت اجنبی کے قبیل سے ہے وہ الف جو بعض جہال "واستبقا الباب" "دعوا اللہ" "وقال الحمد للہ" "ذاقا الشجرۃ" کے قیاس پر "کلتا الجنتین" "قیل ادخلوا النار" میں نکالتے ہیں حالانکہ یہ محض فاسد اور زیادت باطل وکاسد، واجب واجماعی مد متصل ہے منفصل کا ترک جائز و لہذا اس کا نام ہی مد جائز رکھا گیا اور جس حرف مدہ کے بعد سکون لازم ہو جیسے ضآلین، الٓمٓ وہاں بھی مد بالاجماع واجب اور جس کے بعد سکون عارض ہو جیسے العالمین، الرحیم، العباد، یوقنون بحالت وقف یا قَالَ اللّٰھُمَّ بحالت ادغام وہاں مد وقصر دونوں جائز، اس قدر ترتیل فرض و واجب ہے اور اس کا تارک گنہگار، مگر فرائض نماز سے نہیں کہ ترک مفسد صلاۃ ہو۔ مدارک التنزیل میں ہے:

ورتل القراٰن ترتیلا ای اقرأ علی تؤدۃ

قرآن کو آہستہ اور ٹھہر کر پڑھو، اس کا معنی یہ ہے

۱؎ درمختار باب الامامۃ فصل ویجہر الامام مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۸۰

۲؎ ؍؍ باب الوتر والنوافل ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۱/۹۹

marfat.com

یہی بہتر ہے۔ اور علامہ طحطاوی نے ان کی طرف سے اس کا جواب نہیں دیا، اور علامہ شامی نے اسے ثابت رکھا الغرض اس طرح قرأت سے احتراز ہی بہتر ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔ (ت)

مسئلہ ۴۶۴ کمی وبیشی در قرأت رکعات کردن (رکعتوں میں قرأت کی کمی بیشی کیسی ہے؟۔ ت)

الجواب

اطالت ثانیہ براولٰی در فرائض مکروہ است بالاتفاق و در نوافل علی الاصح وعکس آں را در نوافل کراہتے نیست و در صبح نیز جائز است بالاتفاق والاطلاق یعنی ہرچہ تطویل کند باک نباشد وبقدر ثلث خود مستحب است وبعضے تا نصف گویند و زیادہ برآں باوصف جواز خلاف اولٰی است و در غیر فجر از فرائض اختلاف است نزد امام محمد ہمہ جا اطالت اولٰی باید وشیخین رضی اللہ تعالٰی عنہما بہ تسوید رفتہ اند وفتوٰی مختلف است وباید کہ ارجح واوجہ قول شیخین باشد فان کلام الامام امام الکلام واللہ تعالٰی اعلم۔

فرائض کی دوسری رکعت کو پہلی پر لمبا کرنا بالاتفاق مکروہ ہے اور اصح قول کے مطابق نوافل میں بھی مکروہ ہے اس کے برعکس قرأت کرنا نوافل میں کراہت نہیں رکھتا، اور نمازِ فجر (کی رکعت اولٰی) میں بھی بالاتفاق اور بالاطلاق جائز ہے یعنی جس طرح بھی طویل کرے کوئی حرج نہیں، تہائی کی مقدار مستحب ہے اور بعض نصف مقدار تک کا قول بھی کرتے ہیں اور اس سے زیادہ لمبا کرنا جائز ہونے کے باوجود خلافِ اولٰی ہے۔ فرائض فجر کے علاوہ دیگر نمازوں میں اختلاف ہے۔ امام محمد کے نزدیک ہر مقام پر پہلی رکعت کا لمبا کرنا اولٰی ہے شیخین رضی اللہ تعالٰی عنہما برابری کی طرف گئے ہیں اور فتوٰی بھی مختلف ہے لیکن شیخین کا قول راجح ہونا مناسب لگتا ہے کیونکہ کلامِ امام، امامِ کلام ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۴۶۵ پس سورت اسمائے الٰہی ضم کرد (سورت کے ساتھ اسمائے الٰہیہ کا ملانا کیسا ہے؟۔ ت)

الجواب

در فرائض مکروہ ست ہمچو سوال واستعاذہ نزد آیات ترغیب وترہیب و در نوافل نیز لتغییر نظم الصلٰوۃ و انچہ وارد وثابت باشد کما فی صلٰوۃ التسبیح قال فی ردالمحتار والطعن فی ندبہا بان فیہا تغیرا لنظم الصلٰوۃ انما یتأتی علی ضعف حدیثہا فاذا ارتقی الی درجۃ

فرائض میں مکروہ ہے اسی طرح آیاتِ ترغیب و ترہیب میں رحمت کا سوال اور عذاب سے پناہ مانگنا بھی مکروہ ہے اور یہ نوافل میں بھی مکروہ ہے کیونکہ ایسے عمل سے نظمِ نماز میں تبدیلی آجاتی ہے اور جو معمولات کے بارے میں احادیث میں وارد ہے جیساکہ نمازِ تسبیح میں ہے۔ ردالمحتار میں کہا اس کے

marfat.com

ہندیہ میں ہے :

اذا وقف فی غیر موضع الوقف او ابتدأ فی غیر موضع الابتدأ ان لم یتغیر به المعنی تغیرا فاحشا نحو ان یقرأ ان الذین اٰمنوا وعملوا الصّٰلحٰت ووقف ثم ابتدأ بقوله اولٰئك هم خیر البریة لاتفسد بالاجماع بین علمائنا هكذا فی المحیط، وكذا ان وصل فی غیر موضع الوصل كما لو لم یقف عند قوله اصحٰب النار بل وصل بقوله الذین یحملون العرش لا تفسد لكنه قبیح هكذا فی الخلاصة وان تغیر به المعنی تغیرا فاحشا نحو ان یقرأ اشهد الله انه لا اله ووقف ثم قال الا هو لا تفسد صلاته عند عامة علمائنا وعند البعض تفسد صلاته والفتوی علی عدم الفساد بكل حال هكذا فی المحیط۔[1]

جب کسی نے غیر وقف کی جگہ وقف کیا یا مقام ابتدا کے غیر سے ابتدا کی تو اگر معنی میں فحش تبدیلی نہیں ہوئی، مثلاً پڑھنے والے نے ان الذین اٰمنوا وعملوا الصّٰلحٰت پڑھ کر وقف کیا پھر اولٰئك هم خیر البریة سے ابتداء کی تو ہمارے علماء کا اتفاق ہے کہ نماز فاسد نہ ہوگی، محیط میں اسی طرح ہے، اسی طرح اگر وصل کی جگہ کے علاوہ میں وصل کرلیا جیسا کہ اللہ تعالٰی کے قول اصحٰب النار پر وقف نہ کیا بلکہ اسے الذین یحملون العرش کے ساتھ ملالیا نماز فاسد نہ ہوئی لیکن ایسا کرنا سخت ناپسند ہے، خلاصہ میں اسی طرح ہے، اور اگر معنی میں فحش تبدیلی ہو مثلاً کسی نے اشهد الله انه لا اله پر وقف کرکے پڑھا "الا هو" تو ہمارے اکثر علما کے نزدیک نماز فاسد نہ ہوگی اور بعض کے ہاں فاسد ہوجائے گی اور فتوٰی اس پر ہے کہ ہر صورت میں نماز فاسد نہ ہوگی محیط میں اسی طرح ہے۔ (ت)

جو شخص اس قسم ترتیل کی مخالفت کرے اس کی امامت نہ چاہئے مگر نماز ہوجائے گی اگرچہ بکراہت

عالمگیریہ میں ہے :

من یقف فی غیر مواضعه ولا یقف فی مواضعه لاینبغی له ان یؤم وكذا من یتنحنح عند القراءة كثیرا۔[2]

جو شخص مقاماتِ وقف میں وقف نہیں کرتا بلکہ مقاماتِ وقف کے غیر میں وقف کرتا ہے تو اسے امام نہ بنایا جائے اسی طرح اس کو امام نہ بنایا جائے جو اکثر کھانستا رہتا ہو۔ (ت)

---

[1] فتاوٰی ہندیہ الفصل الخامس فی زلة القاری مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۸۱

[2] " " الفصل الثالث فی بیان من یصلح اماما لغیرہ " " ۱/۸۶

marfat.com

یہی بہتر ہے۔ اور علامہ طحطاوی نے ان کی طرف سے اس کا جواب نہیں دیا، اور علامہ شامی نے اسے ثابت رکھا الغرض اس طرح قرأت سے احتراز ہی بہتر ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔ (ت)

مسئلہ ۲۶۴ کمی وبیشی در قرأت رکعات کردن (رکعتوں میں قرأت کی کمی بیشی کیسی ہے؟ - ت)

الجواب

اطالت ثانیہ بر اولے در فرائض مکروہ است بالاتفاق و در نوافل علی الاصح وعکس آں را در نوافل کراہتے نیست و در صبح نیز جائز است بالاتفاق والاطلاق یعنی ہرچہ تطویل کند باک نباشد وبقدر ثلث خود مستحب است وبعضے تا نصف گویند و زیادہ براں باوصف جواز خلاف اولی است و در غیر فجر از فرائض اختلاف است نزد امام محمد ہمہ جا اطالت اولٰی باید و شیخین رضی اللہ تعالٰی عنہما بہ تسویہ رفتہ اند و فتوٰی مختلف است و باید کہ ارجح واوجہ قول شیخین باشد فان کلام الامام امام الکلام واللہ تعالٰی اعلم۔

فرائض کی دوسری رکعت کو پہلی پر لمبا کرنا بالاتفاق مکروہ ہے اور اصح قول کے مطابق نوافل میں بھی مکروہ ہے اس کے برعکس قرأت کرنا نوافل میں کراہت نہیں رکھتا، اور نمازِ فجر (کی رکعت اولٰی) میں بھی بالاتفاق اور بالاطلاق جائز ہے یعنی جس طرح بھی طویل کرے کوئی حرج نہیں، تہائی کی مقدار مستحب ہے اور بعض نصف مقدار تک کا قول بھی کرتے ہیں اور اس سے زیادہ لمبا کرنا جائز ہونے کے باوجود خلافِ اولٰی ہے۔ فرائض فجر کے علاوہ دیگر نمازوں میں اختلاف ہے۔ امام محمد کے نزدیک ہر مقام پر پہلی رکعت کا لمبا کرنا اولٰی ہے شیخین رضی اللہ تعالٰی عنہما برابری کی طرف گئے ہیں اور فتوٰی بھی مختلف ہے لیکن شیخین کا قول راجح ہونا مناسب لگتا ہے کیونکہ کلامِ امام، امامِ کلام ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۶۵ پس سورت اسمائے الٰہی ضم کرد (سورت کے ساتھ اسمائے الٰہیہ کا ملانا کیسا ہے؟ - ت)

الجواب

در فرائض مکروہ ست ہمچو سوال و استعاذہ نزد آیات ترغیب و ترہیب و در نوافل نیز لتغییر نظم الصلوٰۃ و انچہ وارد و ثابت باشد کما فی صلوٰۃ التسبیح قال فی ردالمحتار والطعن فی ندبہا بان فیہا تغییرا لنظم الصلوٰۃ انما یتأتی علی ضعف حدیثہا فاذا ارتقی الی درجۃ

فرائض میں مکروہ ہے اسی طرح آیاتِ ترغیب و ترہیب میں رحمت کا سوال اور عذاب سے پناہ مانگنا بھی مکروہ ہے اور یہ نوافل میں بھی مکروہ ہے کیونکہ ایسے عمل سے نظمِ نماز میں تبدیلی آجاتی ہے اور جو معمولات کے بارے میں احادیث میں وارد ہے جیساکہ نمازِ تسبیح میں ہے۔ ردالمحتار میں کہا اس کے

marfat.com

آیتیں حاصل کرلے جن میں توتلاپن نہ ہو، توتلاپن رکھنے والے شخص کے بارے میں یہی صحیح ومختار قول ہے، اسی طرح حکم ہے اس شخص کا جو حروف تہجی میں سے کسی حرف پر صحیح تلفظ کی قدرت نہ رکھتا ہو۔ (ت)

اور جو شخص خلاف شریعتِ مطہرہ کے فیصلہ کرے اُسے امام بنانا جائز نہیں قال اللہ تعالٰی ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولئک ھم الفسقون[1] (اللہ تعالٰی نے فرمایا جو لوگوں کے درمیان اللہ تعالٰی کی تعلیمات کے مطابق فیصلہ نہیں کرتے وہ لوگ فاسق ہیں۔ ت)

غنیہ میں ہے: لوقدموا فاسقا یاثمون[2] (اگر فاسق کو لوگوں نے امام بنایا تو وہ تمام گنہگار ہوں گے۔ ت) اور اس کے پیچھے نماز تحت مکروہ

کما حققہ المحقق الحلبی فی الغنیۃ و العلامۃ الشرنبلالی فی المراقی وفی غیرھما فقد بینا فی غیر موضع من فتاونا وھو قضیۃ الدلیل فعلیہ فلیکن التعویل واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وحکمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

جیسا کہ محقق حلبی نے غنیہ اور علامہ شرنبلالی نے مراقی میں اس کی تحقیق کی اور ان دونوں کے غیر نے اپنی اپنی کتابوں میں تحقیق کی ہے ہم نے اپنے فتاوٰی میں متعدد جگہ پر اسے بیان کیا ہے اور یہی اس کا خلاصہ ہے اور اسی پر اعتماد ہونا چاہیے واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وحکمہ جل مجدہ اتم واحکم (ت)

---

[1] القرآن ۵/ ۴۷

[2] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی الامامۃ الخ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۱۳

marfat.com

مسلمانوں پر لازم کہ اُس کا مخرج صحیح سے ادا کرنا سیکھیں اور کوشش کریں کہ ٹھیک ادا ہو اپنی طرف سے نہ ظا د کا قصد کریں نہ دواد کا کہ دونوں محض غلط ہیں اور جب اس نے حسبِ وسع و طاقت جہد کیا اور حرف صحیح ادا کرنے کا قصد کیا پھر کچھ نکلے اس پر مواخذہ نہیں لا یکلف اللہ نفسا الا وسعہا[1] (اللہ تعالٰی کسی ذی نفس کو اس کی طاقت سے بڑھ کر مکلف نہیں ٹھہراتا۔ ت) خصوصاً ظاء سے اس حرف کا جدا کرنا تو سخت مشکل ہے پھر ایسی جگہ ان سخت حکموں کی گنجائش نہیں تکفیر ایک امر عظیم ہے لایخرج الانسان من الاسلام الا جحود ما ادخله فیه (انسان کو اسلام سے خارج نہیں کرتی مگر جب اس چیز کا انکار کرے جو اسے دین میں داخل کرتی ہے۔ ت) اور جمہور متاخرین کے نزدیک فسادِ نماز کا بھی حکم نہیں

فی ردالمحتار ان کان الخطأ بابدال حرف بحرف فان امکن الفصل بینهما بلا کلفة کالصاد مع الطاء فاتفقوا علی انه مفسد و ان لم یکن الا بمشقة کالظاء مع الضاد فاکثرهم علی عدم الفساد لعموم البلوی[2] اھ ملخصا وفی الدرالمختار الا ما یشق تمییزه کالضاد والظاء فاکثرهم لم یفسدها[3]۔

ردالمحتار میں ہے اگر ایک حرف کو دوسرے حرف سے بدل کر خطا کرے تو اگر ان دو کے درمیان بغیر مشقت کے امتیاز ممکن ہو جیسا صاد اور طاء کے درمیان تو سب کا اتفاق ہے کہ نماز فاسد ہوجائیگی اور اگر امتیاز کرنے میں مشقت ہو مثلاً ظاء اور ضاد، تو اکثر علماء کی رائے یہی ہے کہ عمومِ بلوٰی کے پیشِ نظر نماز فاسد نہ ہوگی اھ ملخصا اور درمختار میں ہے مگر جن حروف میں امتیاز مشکل ہو جیسے ضاد اور ظاء، تو اکثر کے نزدیک نماز فاسد نہ ہوگی (ت)

اور ائمہ متقدمین بھی علی الاطلاق حکم فساد نہیں دیتے عجب کی بات ہے کہ ابنائے زمانہ ان باتوں میں بے طور جھگڑتے اور ایک دوسرے کی تکفیر کرتے ہیں حالانکہ اصول ایمان وامہات عقائد میں جو فتنے طوائف جدید پھیلا رہے ہیں اُن سے کام نہیں رکھتے اور لطف یہ ہے کہ وُہ جہال جن سے سہل حرف بھی ٹھیک ادا نہیں ہوتے ضاد اور دواد پر کٹے مرتے ہیں۔ اللہ تعالٰی ہم اہل اسلام کو نیک توفیق عطا فرمائے۔ ہاں اگر کوئی معاند بدباطن بقصد تغییر کلام اللہ وتبدیل وحی منزل من اللہ اس حرف خواہ کسی حرف کو بدلے گا تو وہ بیشک اپنے اس قصدِ خبیث کے سبب حکمِ کفر کا مستحق ہوگا، اس میں ظاد و دواد

---

[1] القرآن ۲/ ۲۸۶

[2] ردالمحتار مطلب مسائل زلۃ القاری مصطفی البابی مصر ۱/ ۴۶۶

[3] درمختار باب ما یفسد الصلوۃ الخ مجتبائی دہلی ۱/ ۹۱

marfat.com

بعضے خواص و عوام سند خواندن دال از شرح کبیر بیان کردہ اند از استماعش در چند امور خلجان واقع گردیدہ ترھد از علمائے ماہرین و معتبرین کہ از جواب رافع خلجان احقاق حق و ابطال باطل فرمایند اجرکم اللہ تعالیٰ فی الدارین امرے چند موجب اشتباہ و خلجان مخصوص ادائے ضاد شبیہ بدال مہملہ یا ظا معجمہ دریافت طلب از علمائے دین۔

اور حرف پڑھنا محض غلط ہے، ہر حرف خصوصاً ضاد کو اپنے مخرج سے اس کی صفات کے ساتھ ادا کرنا ہر شخص پر لازم ہے، اس معاملہ میں بڑا اختلاف اور شور ہے بعض خواص اور عوام اسے دال پڑھنے پر شرح کبیر سے سند ذکر کرتے ہیں، اس معاملہ میں چند امور سے خلجان واقع ہو رہا ہے ماہرین شریعت اپنے جواب سے انہیں رفع کریں تاکہ حق ثابت ہو اور باطل کا بطلان ہو جائے، اللہ تعالیٰ دارین میں تجھے اجر سے نوازے، ضاد کو دال یا ظا پڑھنے کی صورت میں جن امور میں اشتباہ و خلجان واقع ہو رہا ہے وہ علماء سے دریافت طلب ہیں (وہ یہ ہیں)۔

اوّل فصل زلۃ قاری کہ در کتب فقہ علیحدہ ذیل حکم قرأت فی الصلوٰۃ موضوع شدہ آیا حکم مسائل آں مخصوص بداں صورت است کہ از قاری بلا قصد و ارادہ حرفے بجائے حرفے فجاۃً بر زبان جاری شدہ باشد یا علی العموم است قاری و تالی بالقصد و ارادہ حرفے بجائے حرفے خواندہ باشد بر تقدیر تسلیم شق عموم ہرگاہ حکم قرأت بالارادہ نوشتہ شدہ باعث معنون کردن فصل بزلۃ القاری چیست حالانکہ در زلۃ کہ معرب لغزش است ارادہ مفقود است۔

اوّل کتب فقہ میں نماز کی قرأت کے ضمن میں "زلۃ القاری" (قاری کا پھسلنا) کی جو فصل قائم کی گئی ہے اس کے مسائل کا حکم صرف اسی صورت کے ساتھ مخصوص ہے جب قاری سے بلا قصد و ارادہ ایک حرف کی جگہ دوسرا حرف اچانک زبان پر جاری ہو جائے، یا حکم عام ہے خواہ قاری اور تلاوت کرنے والا عمداً اور قصداً کسی حرف کی جگہ دوسرا حرف پڑھ دے اگر عموم حکم والی (شق) تسلیم کر لی جائے تو جب اس میں قصداً قرأت کا حکم بھی تحریر ہوا ہے تو پھر اس فصل کا عنوان زلۃ القاری کیوں رکھا گیا، حالانکہ لفظ زلۃ لغزش سے معرب ہے جس میں قصد اور ارادہ مفقود ہوتا ہے۔

دوم در صورت عموم صرف بر اتحاد مخرج و تشابہ صوت عموم و سہولت ادا اکتفا کردہ خواہد شد یا لحاظ معنی ہم داشتہ خواہد شد و بصورت تبدیل معنی و فساد آں حکم فساد نماز دادہ خواہد شد و دریں صورت کسیکہ در ابدال ضاد

دوم عموم کی صورت میں صرف اتحادِ مخرج یا قرب مخرج اور تشابہ کی صورت میں عام و آسان ادائیگی پر اکتفا کر لیا جائے گا یا معنی کا بھی خیال رکھنا ضروری ہے اور بصورتِ تبدیل معنی و فساد حکم فساد نماز کا ہوگا اس صورت میں جو شخص ضاد کو ذال سے

marfat.com

صوتہ اولیھتدی امامہ اولاعلامہ انہ فی الصلٰوۃ فلا فساد علی الصحیح[1]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

پس اگر تحسین آواز یا امام کی رہنمائی یا اس اطلاع کیلئے کھانسا کہ وہ نماز میں ہے تو صحیح یہی ہے کہ نماز فاسد نہ ہو گی۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۷۴ مرسلہ جناب حافظ مولوی امیر اللہ صاحب ۲۳ شعبان ۱۳۱۵ھ

بیضاوی میں قرأت بضنین کو بتایا اور ضاد کا مخرج اور ظاء کا اس سے محشی اشارہ بتاتا ہے قرأتین واحد نہ کی جائیں اس کے متعلق جو جو حاشیے یا شرح ہوں ان میں سے یہ بات بتائی جائے کہ کوئی باوجود مخرجین جدا ہونے کے اور استعلا و اطباق میں ایک ہونے کے مشتبہ الصوت کون کون بتاتا ہے اور اس قضیہ کا کیا حال ہے صرف مشتبہ الصوت مان لینے سے ظواد یا دواد صحیح ہو سکتا ہے فقہا نے دواد مفخم اور ظواد دواد مستہجن کا صریح حکم کیا بتایا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

ض و ظ قدرے مشتبہ الصوت ہونا یقینی ہے یہاں تک کہ تمیز دشوار مگر نہ یہ ظ جو عامہ عوام نکالتے ہیں یہ ذ مفخم ہے، ظ جب اپنے مخرج سے صحیح طور پر برعایت استعلا و اطباق لسان ادا کی جائے گی ضرور مشابہ الصوت بض ہو گی یہاں تک کہ اگر استطالہ واقع ہو ض ہو جائے ذواد نہ مستحسن ہے نہ مستہجن بلکہ محض غلط، اسی طرح دواد اور صحیح ظواد بھی نہیں فقہائے کرام سب کا ایک حکم دیتے ہیں کہ بحالت فساد معنی نماز فاسد جیسے مغضوب اور مغدوب اور بحالت صحت معنی صحیح جیسے ظالین دوالین[2] کما فی الغنیۃ وغیرھا (جیسا کہ غنیہ وغیرہ میں ہے) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۷۵ از شہر کٹک ضلع اڑیسہ بخشی بازار مرسلہ شیخ طاہر محمد بن عثمان ۲۵ رمضان المبارک ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شرع متین اس مسئلہ میں کہ آنریری مجسٹریٹ کی امامت جائز ہے یا نہیں، اور جو ترتیل سے نہ پڑھے اس کی امامت جائز یا ناجائز اور نیز ترتیل کی حد معلوم ہو۔ بینوا توجروا۔

الجواب

ترتیل کی تین حدیں ہیں ہر حد اعلٰی میں اس کے بعد کی حد ماخوذ و ملحوظ ہے۔

حد اول یہ کہ قرآن عظیم ٹھہر ٹھہر کر باآہستگی تلاوت کرے کہ سامع چاہے تو ہر کلمے کو جدا جدا گن سکے

---

[1] دُرمختار باب ما یفسد الصلوٰۃ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۸۹
[2] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی زلۃ القاری مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۴۷۶

marfat.com

آیات ہستند کہ حالش بر متفقش خبیر پوشیدہ نخواہد ماند پس دراں صورت لامحالہ حکم فساد نماز دادہ خواہد شد و ہرگاہ مدار حکم صحت و فسادِ نماز بصورت ابدال ضاد بظا و دال خود حسب تحریرِ صاحب شرح کبیر بر صحت و فساد معنی بدل شدہ چگونہ قیاس مذکور بسبیل عموم بلوی بخصوص عدم فساد صلاۃ چنانکہ در حق عوام است کہ ہیچ امتیاز در صحت لفظ و فرق معنی نمیدارند ہمچناں در حق خواص کہ امتیاز ہر گونہ دارند جاری خواہد شد یا نہ۔

معنیٰ یہ بنے گا رخصت کیا ہوا، یہ معنیٰ وہ ہے جو اس کے انقطاع کی طرف مشعر ہے علیٰ ہذا القیاس بہت سی آیاتِ قرآنی ہیں جن کا حال ہر صاحبِ مطالعہ اور باخبر شخص سے مخفی نہیں ہیں، پس اس صورت میں یقیناً نماز کے فساد کا حکم ہی دیا جائے گا جب ضاد کو ظا اور ذال سے بدل کر پڑھنے میں نماز کی صحت و فساد کے حکم کا مدار خود صاحبِ شرح کبیر کی تحریر کے مطابق صحتِ معنی و فسادِ معنی کی تبدیلی پر ہے، تو پھر عمومِ بلوی کی بنیاد پر عوام کے حق میں عدمِ فسادِ نماز کا قول جس کی وجہ یہ ہے کہ صحت لفظ اور تبدیلیِ معنی کا فرق عوام نہیں کر سکتے اسی طرح خواص جو ہر قسم کا فرق کر سکتے ہیں تو کیا ان پر بھی یہ حکم جاری ہوگا یا نہ؟

پنجم ہرگاہ از عبارت تمہید جزری و شرح شیخ الاسلام زکریا انصاری بر مقدمہ جزری و ہم از شرح ملا علی قاری بر آں ثابت است کہ السنۂ ناس در ادائے ضاد مختلف است بعضے ظائے معجمہ و بعضے دال مہملہ و بعضے ذال معجمہ و بعضے باشمام زائے معجمہ مے خوانند و ایں ہمہ حضرات از قرائے عرب معدودند دریں صورت دعوی توارث ادائے ضاد بصورت دال مہملہ چگونہ قابل تسلیم خواہد شد۔ بینوا توجروا۔

پنجم جب امام جزری کی تمہیدی عبارت، شیخ الاسلام زکریا انصاری کی شرح مقدمہ جزری اور شرح ملا علی قاری میں ہے کہ لوگوں کی زبانیں ضاد کی ادائیگی میں مختلف ہیں بعض ظا، بعض دال، بعض ذال اور بعض اسے زا کی بو دے کر پڑھتے ہیں اور یہ تمام حضرات قرائے عرب میں شمار ہوتے ہیں اس صورت میں ضاد کو دال مہملہ پڑھنے پر توارث کا دعوی کیسے تسلیم کیا جا سکتا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الذی انزل علی نبیہ صٓ والصلوۃ والسلام علی افصح من نطق بصٓ وعلی اٰلہ وصحبہ الذین اقتدوا وھم لسفر الآخرۃ زاد صلی اللہ تعالیٰ وبارک وسلم علیہ و

تمام حمد اللہ کے لئے جس نے اپنے نبی پر صٓ (قرآن عظیم روشن عربی زبان میں) نازل کیا اور صلوۃ و سلام اس ذات پر جس نے صٓ کو فصیح زبان سے ادا کیا (قرآن کی تلاوت سب سے اعلیٰ فرمائی) اور آپ کی آل و

marfat.com

ورتل القرآن ترتیلا وروی ابو داؤد وغیرہ عن ام سلمۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا نعتت قراءۃ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قراءۃ مفسرۃ حرفا حرفا الخ۔[1]

ارشاد ہے قرآن کو خوب ترتیل کے ساتھ پڑھو، اور ابو داؤد وغیرہ نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ کی قراءۃ کی صفت کے بارے میں یوں بیان کیا ہے کہ آپ اس طرح تلاوت فرماتے کہ قرأت مفسر ہوتی اور ایک ایک جدا معلوم ہوتا تھا الخ (ت)

حدیث میں ہے:

لا تنثروہ نثر الدقل ولا تھذوہ ھذا الشعر قفوا عند عجائبہ و حرکوا بہ القلوب ولا یکون ھم احدکم اٰخر السورۃ۔[2]

یعنی قرآن کو سُوکھے چھوہاروں کی طرح نہ جھاڑو جس طرح ڈالیاں ہلانے سے خشک کھجوریں جلد جلد جھڑ جھڑ پڑتی ہیں اور شعر کی طرح سے گھاس نہ کاٹو، عجائب کے پاس ٹھہرتے جاؤ اور اپنے دلوں کو اُس سے تدبر سے جنبش دو اور یہ نہ ہو کہ سورت شروع کی تو اب دھیان اسی میں لگا ہے کہ کہیں جلد اسے ختم کریں۔

رواہ ابوبکر الاٰجری فی کتاب حملۃ القراٰن وعن طریقہ البغوی فی المعالم عن ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ من قولہ والدیلمی مثلہ عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ والعسکری فی المواعظ من حدیث امیر المؤمنین علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ انہ سئل النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عن قولہ ورتل القراٰن ترتیلا قال فذکرہ۔

اسے امام ابوبکر آجری نے "کتاب حملۃ القرآن" میں نقل کیا ہے، اور امام بغوی نے معالم میں اسے حضرت عبداللہ بن مسعود کا قول اور دیلمی نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا عسکری نے المواعظ میں حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم کے حوالے سے بیان کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے اللہ تعالٰی کے ارشاد گرامی ورتل القراٰن ترتیلا کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے مذکورہ الفاظ سے تشریح فرمائی ہے۔

---

[1] الاتقان فی علوم القرآن النوع الخامس والثلاثون فی آداب تلاوتہ الخ مطبوعہ مصطفٰی البابی مصر ۱/ ۱۰۶

[2] " " بحوالہ الآجری فی حملۃ القرآن " " " " " " " "

ض سخنے است بس غلط و پر بیہزہ - توارث اگر در علمائے معتمدین قرآت مقصود خود باطل و مردود واگر در عوام ہند مراد، ازیں چہ کشاد سکتات سورۃ فاتحہ از صدہا سال در عامیاں رائج است وجہلہ برائے توجیہ آنہا ہفت نام شیطان در وے تراشیدہ اند دلل ھوب کیو کنع کنس تعلی بعلی ولبعض دیگر فرمودند مما و مصرا ، وکذلك کان ینبغی علی مزعومهم شدت تحفظ ایشاں بریں سکتات بیشتر و فزود تر از تحفظ بر واجبات اجماعیہ تجوید مے بینیم ، و ہر کہ مراعات آنہاں نکند ایں نادانان او را از تجوید قرآن جاہل و غافل دانند فانظر کیف صار فیهم المعروف منکرا و المنکر معروفا - ایں اختراعاتِ باطلہ را حقیقت بیش ازاں نیست کہ ان هی الا اسماء سمیتموها - علماء ایں سکتاتِ باطلہ را تقبیح کردہ اند و بطلان آنہا تصریح، علامہ ابراہیم حلبی در غنیۃ المستملی فرماید قال فی فتاوی الحجۃ المصلی اذا بلغ فی الفاتحۃ ایاك نعبد و ایاك نستعین لا ینبغی ان یقف علی قوله ایاك ثم یقول نعبد

عربی زبان میں جدا جدا حروف ہیں اور قرآن میں الا ، علا اور غلا کے الگ الگ مختلف معانی ہیں، اسی طرح ہم اس پر بھی حتمی یقین رکھتے ہیں کہ ض، ظ اور د زبانِ عرب میں آپس میں متباین تین حروف ہیں اور فرقان عظیم میں ضل ، ظل اور دل کے معانی مختلف اور متباین ہیں پس ض کو بعینہ ظ یا د پڑھنا اسی طرح ہے جیسے کوئی الف کو عین یا فا پڑھا کرے، باقی اس توارث کا دعوی کہ ض کی جگہ دال ہے سخت غلط ہے کیونکہ اس توارث سے مراد قابلِ اعتماد قراء کا مقصود ہو تو یہ از خود باطل و مردود ہے (وہ لوگ ایسی بات کیسے کر سکتے ہیں) ، اور اگر مراد عوامِ ہند کا توارث ہے تو اس سے مقصد کیسے حاصل ہو سکتا ہے ، عوام کا حال تو یہ ہے کہ صدہا سال سے سورۃ فاتحہ میں سات سکتے رائج ہیں اور جاہل ان کی توجیہ میں سات شیاطین کا نام لیتے ہیں دلل، ھوب، کیو، کنع، کنس، تعلی، بعلی، اور بعض ان دو ناموں مما اور مصرا کا اضافہ کرتے ہیں انکے زعم پر انہیں یونہی مناسب نظر آیا اپنے غلط زعم کے مطابق ان سات سکتات کا تحفظ تجوید کے اجماعی واجبات سے بڑھ کر کرتے ہیں، اور جو ان کی پابندی نہیں کرتا یہ بیوقوف اسے تجویدِ قرآن سے جاہل اور غافل قرار دیتے ہیں آپ غور سے دیکھیں کیسے عوام کے ہاں معروف منکر اور منکر معروف بن چکا ہے - ان خرافاتِ باطلہ کی کوئی حقیقت اس سے زیادہ نہیں کہ یہ ان کے خود ساختہ نام اور تصورات ہیں، اہلِ علم نے ان باطل سکتوں کی سخت تقبیح کی ہے اور ان کے باطل ہونے کی تصریح کی ہے۔

علامہ ابراہیم حلبی غنیۃ المستملی میں فرماتے ہیں فتاوی الحجہ میں ہے

marfat.com

بتبیین الحروف وحفظ الوقوف و اشباع الحرکات ترتیلا ھو تاکید فی ایجاب الامر بہ وانہ لابد منہ للقاری[1]۔

کہ اطمینان کے ساتھ حروف جداجدا، وقف کی حفاظت اور تمام حرکات کی ادائیگی کا خاص خیال رکھنا ہے "ترتیلاً" اس مسئلہ میں تاکید پیدا کررہا ہے کہ یہ بات تلاوت کرنے والے کے لئے نہایت ہی ضروری ہے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

یمد اقل مد قال بہ القراء والا حرم لترک الترتیل المامور بہ شرعا[2]۔

اسے تھوڑا لمبا کرکے پڑھا جائے، قراء کا یہی قول ہے ورنہ مامور بہ ترتیل کی خلاف ورزی ہوگی اور یہ شرعاً حرام ہے۔ (ت)

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ ایک شخص کو قرآن عظیم پڑھا رہے تھے اس نے انما الصدقٰت للفقراء کو بغیر مد کے پڑھا، فرمایا: ما ھٰکذا اقرأنیھا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم (مجھے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے یوں نہ پڑھایا) عرض کی: آپ کو کیا پڑھایا؟ فرمایا: انما الصدقٰت للفقراء مد کے ساتھ ادا کرکے بتایا[3] رواہ سعید بن منصور فی سننہ و الطبرانی فی الکبیر بسند صحیح (اسے سعید بن منصور نے اپنی سنن اور امام طبرانی نے المعجم الکبیر میں صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔ ت)

اتقان میں ہے:

قد اجمع القراء علی مد نوعی المتصل و ذی الساکن اللازم وان اختلفوا فی مقدارہ واختلفوا فی النوعین الاخریین وھما المنفصل وذو الساکن العارض وفی قصرھما[4]۔

تمام قراء مد متصل کی دونوں انواع مد متصل اور ساکن لازم پر متفق ہیں اگرچہ ان کی مقدار میں انھوں نے اختلاف کیا ہے مد کی آخری دو انواع میں اور وہ مد منفصل اور ساکن عارض ہیں اور ان دونوں کی قصر میں بھی ان کا اختلاف ہے۔ (ت)

---

[1] تفسیر مدارک التنزیل المعروف بتفسیر النسفی سورۃ مزمل زیر آیۃ ورتل القرآن الخ دار الکتاب العربیہ بیروت ۴/ ۳۰۳
[2] ردالمحتار فصل فی القرأۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۴۰۰
[3] الاتقان فی علوم القرآن النوع الثانی والثلاثون الخ " " ۱/ ۹۶
[4] " " بحوالہ سنن سعید ابن منصور " " ۱/ ۹۷

marfat.com

حاشا مراد نہ آنست کہ ایں طریق ادا قراءِ
عرب است بلکہ مقصود بیان غلط و خطائے عوام در
ادائے ایں حرف و تنبیہ بر بطلان و تحذیر ازآں ست،
عبارت مولانا قاری در شرح مقدمۂ جزریہ
زیر قول ماتن "والضاد باستطالۃ و مخرج میز من
الظاء وکلہا تجیٔ" فی الظعن ظل ظہر عظم
الحفظ ؛ ایقظ و أنظر عظم ظہر اللفظ
چنان ست قد انفرد الضاد بالاستطالۃ
حتی تتصل بمخرج اللام لما فیہ من
قوۃ الجہر والاطباق والاستعلاء
ولیس فی الحروف ما یعسر علی اللسان
مثلہ وألسنۃ الناس فیہ مختلفۃ فمنہم من
یخرجہ ظاء ومنہم من یخرجہ دالا مہملۃ او
معجمۃ ومنہم من یخرجہ طاء
مہملۃ کالمصریین ومنہم من
یشمہ ذالا ومنہم من یشیر بہا
بالظاء المعجمۃ لکن لما کان
تمییزہ عن الظاء مشکلا بالنسبۃ الی
غیرہ امر الناظم بتمییزہ عنہ نطقا ثم
بین ما جاء فی القرآن بالظاء لفظا الخ [1]
ایں شدت تحفظ علما است بر تمایز حروف و
آنچہ انکہ امام ناظم رحمہ اللہ تعالٰی
کلمات قرآنیہ وارده بظائے معجمہ را ضبط

زبانوں کا جو تذکرہ کیا ہے اس سے مراد یہ ہرگز نہیں ہے
کہ قراءِ عرب کی ادائیگی کا یہ طریقہ ہے بلکہ اس
سے مقصود صرف اسی حرف کی ادائیگی کے بارے
میں عوام کی خطا اور غلطی کی نشان دہی کرنا ہے اور اس کے
بطلان پر تنبیہ اور اس سے پرہیز پر متوجہ کرنا ہے عبارت ملا علی قاری
شرح مقدمہ جزریہ میں ماتن کے اس قول "ضاد میں
استطالہ ہے اور اس کا مخرج ظا سے الگ ہے اور
ظا ان تمام میں ہے، ظعن، ظل، ظہر، عظم الحفظ؛
ایقظ، انظر، عظم، ظہر اللفظ؛ کے تحت یوں ہے کہ ضاد
استطالہ میں منفرد ہے حتی کہ وہ لام کے مخرج کے ساتھ
متصل ہے کیونکہ اس میں قوتِ جہر، اطباق اور استعلاء
پایا جاتا ہے اور حروف میں کوئی حرف ایسا نہیں جس
کی ادائیگی ضاد کی طرح مشکل ہو اس کی ادائیگی میں لوگوں کی
زبان مختلف ہے بعض اسے ظا اور بعض دال یا ذال کے مخرج
سے اور بعض طا کے مخرج سے پڑھتے ہیں جیسے مصری
لوگ، اور بعض اسے ذال کی بو دیتے ہیں بعض ظا سے
ملا کر پڑھ دیتے ہیں لیکن چونکہ اس کا امتیاز دیگر
حروف کی بنسبت ظا سے مشکل ہے اس لئے ناظم
(ماتن) نے صراحۃً اس سے ممتاز کرنے کی بات کی،
پھر وہ مقامات بیان کئے جہاں قرآن مجید میں ظاء لفظاً
استعمال ہوا ہے الخ یہ شدت حروف کے امتیاز
کے تحفظ پر علماء کے کاربند ہونے کے لئے ہے اور وہ
جو امام ناظم رحمہ اللہ تعالیٰ نے کلمات قرآنی ذکر کر دئے

---

[1] منح الفکریہ شرح المقدمۃ الجزریۃ مطلب ادغام المتجانسین مطبوعہ مصطفی البابی مصر ص ۳۸

marfat.com

سوم جو حروف وحرکات کی تصحیح ا ع ، ت ط ، ث س ص ، ح ہ ، ذ ز ظ وغیرہا میں تمیز کرے غرض ہر نقص وزیادت وتبدیل سے کہ مفسد معنی ہو احتراز یہ بھی فرض ہے اور علی التفصیل فرائض نماز سے بھی ہے کہ اس کا ترک مفسد نماز ہے جو شخص قادر ہے اور بے خیالی یا بے پروائی یا جلدی کے باعث اسے چھوڑتا ہے یا سیکھے تو آجائے مگر نہیں سیکھتا ہمارے ائمۂ کرام مذہب رضی اللہ تعالے عنہم کے نزدیک اُس کی نماز باطل اور اس کی امامت کے بطلان اور اس کے پیچھے اوروں کی نماز فاسد ہونے میں تو کلام ہی نہیں علمائے متاخرین نے بنظر تیسیر جو توسیعیں کیں وہ عند التحقیق صورت لغزش وخطا سے متعلق ہیں کہ صحیح جانتا ہے اور صحیح پڑھ سکتا ہے مگر زبان سے بہک کر غلط ادا ہوگیا نہ کہ معاذ اللہ فتویٰ بے پروائی واجازت غلط خوانی و ترک تعلم وکوشش ، جیسا کہ عوام زمانہ بلکہ اکثر خواص میں بھی وبائے عالمگیر کی طرح پھیلا ہوا ہے اور نہ بھی سہی تو وہ عوام کی نمازیں ہیں نہ کہ غلط خوانوں کو امام بنانے کے لئے وہی علماء ، جو وہ توسیعات لکھتے ہیں بطلانِ امامت کی تصریح فرماتے ہیں اور جو قادر ہی نہیں کوشش کرتا ہے محنت کرتا ہے مگر نہیں نکلتا جیسے کچی زبان والے گنوار کہ قاف کو کاف ، ذال کو جیم پڑھیں ۔ صحیح مذہب میں صحیح خواں کی نماز ان کے پیچھے بھی نہیں ہوسکتی تفصیل اس مسئلہ جلیلہ کی جس سے آج کل نہ صرف عوام بلکہ بہت علماء ومشائخ تک غافل ہیں ۔ فقیر غفر اللہ تعالٰے لہٗ کے فتاوٰی میں ہے درمختار میں ہے :

لایصح اقتداء غیر الالثغ بہ ای بالالثغ علی الاصح کمافی البحر عن المجتبی وحرر الحلبی وابن الشحنۃ انہ بعد بذل جھدہ دائما حتما کالامی فلایؤم الامثلہ ولا تصح صلاتہ اذا امکنہ الاقتداء بمن یحسنہ او ترک جھدہ او وجد قدر الفرض مما لالثغ بہ فیہ ھذا ھو الصحیح المختار فی حکم الالثغ وکذا من لایقدر علی التلفظ بحرف من الحروف[1]

اور غیر توتلے کی اقتداء توتلے کے پیچھے اصح قول کے مطابق درست نہیں ہے جیسا کہ البحر الرائق میں مجتبٰے سے منقول ہے (الثغ بروزن افضل اس شخص کو کہتے ہیں جس کی زبان سے ایک حرف کی جگہ دُوسرا نکلے مثلاً ر کی جگہ ل بولے) حلبی اور ابن شحنہ نے تنقیح کی ہے کہ توتلاپن رکھنے والا شخص ہمیشہ صحتِ حروف کے لئے کوشاں رہے ، اس کے بعد وُہ اُمّی کی طرح ہے یعنی وہ اپنے ہم مثل کا امام بن سکتا ہے اور اس کی نماز صحیح نہ ہوگی جب اسے صحیح پڑھنے والے کی اقتدا ممکن ہو یا اس نے کوشش ترک کردی ہو یا بقدر فرض قرأت کی وہ

---

[1] درمختار باب الامامۃ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۸۵

marfat.com

اکثر علمائے متاخرین کہ در محل مشقت رو بہ تیسیر کردہ اند ایں ترخیص را ہم بحق عامیان مقصود داشتند باز حکم جمہور ائمہ نظر کن کہ بریں ابدال ہنگام فساد معنی حکم بفساد نماز فرمودند و ہمیں است مذہب ائمہ ثلاثہ سیدنا الامام الاعظم و امام ابی یوسف و امام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین علی خلاف بینہم فی ما اذا کان مثلہ فی القرآن اولا کما فصلہ فی الغنیۃ باحسن تفصیل فاللہ یجزیہ الجزاء الجلیل در خانیہ و خلاصہ و بزازیہ و غنیہ و حلیہ و خزانۃ المفتین و غیرہا کتب معتمدہ مذہب بکثرت فروع ایں تبدیلہا است کہ در روے حکم بفساد نماز دادہ اند من شاء فلیراجعها فان فی نقلها طولا کبیرا و خود علامہ قاری در شرح جزریہ فرمود (وان تلاقیا) ای الضاد والظاء (البیان) ای فبیان کل منہما لازم ولا یجوز الادغام لبعد مخرجہما قال الیمنی فلو قرأ بالادغام تفسد الصلاۃ وقال ابن المصنف وتبعہ الرومی ولیتحرز عن عدم بیانہما فانہ لو أبدل ضادا بظاء او بالعکس بطلت صلاتہ لفساد المعنی و قال المصری فلو بدل ضادا بظاء فی الفاتحۃ لم تصح قرأتہ بتلک الکلمۃ (ملخصاً) باز کلام ابن الہمام و کلام مذکور منیہ

اکثر علمائے متاخرین جو مشقت کے مقام پر آسانی کی طرف گئے ہیں انھوں نے بھی اس رخصت کو عوام کے حق میں جائز رکھا ہے پھر جمہور ائمہ کا حکم دیکھو انھوں نے اس تبدیلی پر فساد معنی کے وقت فساد نماز کا حکم دیا ہے اور یہی مذہب ائمہ ثلاثہ سیدنا امام اعظم، امام ابو یوسف اور امام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین کا ہے اس اختلاف کے ساتھ کہ اس کی مثل قرآن مجید میں ہے یا نہیں اس کی پوری اور عمدہ تفصیل غنیہ میں ہے پس اللہ تعالٰی انھیں جزائے خیر عطا فرمائے۔ خانیہ، خلاصہ، بزازیہ، غنیہ، حلیہ، خزانۃ المفتین اور دیگر کتب معتمدہ مذہب میں ایسی تبدیلی کے متعدد جزئیات کا ذکر کرکے نماز کے فساد کا حکم بیان کیا گیا جو شخص تفصیل چاہتا ہے ان کی طرف رجوع کرے کیونکہ ان تمام کے نقل کرنے میں طوالت کا خدشہ ہے خود علامہ علی قاری شرح جزریہ میں فرماتے ہیں (اور اگر یہ دونوں اکٹھے ہوں) یعنی ضاد اور ظاء تو ہر ایک کا امتیاز ضروری ہے، ان کے بعد مخرج کی وجہ سے ادغام جائز نہیں یمنی نے کہا کہ اگر کسی نے مدغم کرکے پڑھا تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ ابن مصنف اور ان کی اتباع میں رومی نے کہا ان دونوں کے عدم امتیاز سے احتراز چاہیئے، کیونکہ اگر ضاد کو ظاء سے بدلا یا اس کا عکس کیا تو فساد معنی کی وجہ سے نماز باطل ہو جائے گی، اور مصری نے کہا اگر کسی نے فاتحہ میں ضاد کو ظا سے بدل کر پڑھا تو اس کلمہ کی قرأت درست نہ ہوگی، پھر ابن الہمام اور منیہ کی مذکورہ

۱؎ المنح الفکریۃ شرح المقدمۃ الجزریۃ باب التحذیرات مطبوعہ مصطفی البابی مصر ص ۴۳

marfat.com

رسالہ

نِعم الزّاد لِروم الضاد

(ضاد کے پڑھنے کا بہترین طریقہ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ

مسئلہ ۲۷۲ تا ۲۷۴ از ریاست رام پور محلہ کنڈہ متصل مسجد میاں گاماں مرسلہ مولوی محمد یحییٰ صاحب
۲۴ شوال مکرم ۱۳۱۵ھ

چہ مے فرمایند علمائے دین ومفتیان شرع متین دریں باب کہ در قرأت غیر المغضوب علیہم ولا الضآلین درچند اشخاص نزاع مے مانند واکثر رسائل و فتاوی دریں باب مختلف ہستند بعضے خواندن ضاد را بدال تو راث بین الناس دلیل مے آرند و بعضے برائے تبدیل ظاد زا تشابہ صوت را دلیل مے گردانند وقاری عبد الرحمان مرحوم پانی پتی در رسائل وفتاوی خلاصہ تحقیق بدیں نہج رقم کردہ اند کہ بجائے ضاد دال یا حرفے خواندن محض غلط است ہر حرف خصوصاً ضاد را از مخرج خود مع صفاتش ادا کردن بر ہمہ شخص واجب است دریں ہنگام شور وشغب

علمائے شرع متین اس بارے میں کیا فرماتے ہیں کہ غیر المغضوب علیہم ولا الضآلین کے پڑھنے میں کچھ لوگوں کا اختلاف ہے اکثر رسائل اور فتاوے اس بارے میں مختلف ہیں بعض لوگ توارث بین الناس (معمول) کو دلیل بناتے ہوئے ضاد کو دال کے ساتھ پڑھنے کا کہتے ہیں اور بعض اسے ظا اور زا کے ساتھ تبدیلی کے قائل ہیں اور آواز میں مشابہ ہونے کی دلیل پیش کرتے ہیں قاری عبد الرحمان مرحوم پانی پتی نے کہا کہ رسائل اور فتاوٰی میں اس بارے میں خلاصہ تحقیق یوں بیان کیا گیا ہے کہ ضاد کی جگہ دال یا کوئی

marfat.com

اقول وباللہ التوفیق بتحقیقنا ھذا ظھر لك انخساف ما زعم بعض النحاۃ وھو ابن الاعرابی الکوفی حیث کان یقول جائز فی کلام العرب ان یعاقبوا بین الضاد والظاء فلا یخطئ من یجعل ھذہ فی موضع ھذہ، وینشد ؎

الی اللہ اشکو من خلیل اودّہ
ثلث خلال کلھا لی غائض

بالضاد۔

ویقول ھکذا سمعتہ من فصحاء العرب[1] نقلہ ابن خلکان فی وفیات الاعیان و ذلك لانہ لوکان ما زعمہ صحیحا لما حکم ائمۃ الفقہ وھم ماھم فی جمیع فنون العربیۃ وغیرھا من العلوم الدینیۃ بفساد الصلوۃ فی غیر المغضوب وامثالہ مما یفسد بہ المعنی، ولما فرقوا بینہ وبین ضنین وظنین فاین ھذا مما مر عن الحلیۃ عن الخزانۃ عن الائمۃ ان فی جمیع القرآن تفسد بہ الصلوۃ ماخلا ضنین، ومن سوغ فانما نظر الی التیسیر علی العوام لا انہ صحیح فی فصیح الکلام، اما البیت فلا حجۃ لہ فیہ فقد یکون

اقول (میں کہتا ہوں)، اللہ تعالٰی کی توفیق و عنایت سے جو ہم نے تحقیق کی ہے اس سے ایک نحوی ابن الاعرابی کوفی کے اس قول کی کمزوری بھی واضح ہوجاتی ہے جو اس نے کہا تھا کہ ضاد اور ظاء کو ایک دوسرے کی جگہ کلامِ عرب میں پڑھا جاسکتا ہے تو جو ایک کی جگہ دُوسرے کو پڑھ دے اسے خطاوار نہیں کہا جائیگا اور اس نے یہ شعر پڑھا: ؎

اللہ کے ہاں یہی میری شکایت ہے اپنے محبوب دوست کی تین عادتوں کی، جو سب مجھے ناپسند ہیں۔

(اس شعر میں غائض ضاد کے ساتھ ہے)

اور یُونہی میں نے فصحاءِ عرب سے سُنا ہے، اسے ابنِ خلکان نے وفیات الاعیان میں نقل کیا ہے اور یہ اس لئے ہے کہ اگر ان کا قول درست ہوتا تو یہ تمام ائمہ فقہ جو علومِ دینیہ اور فنونِ عربیہ کے ماہر ہیں غیر المغضوب اور اس جیسے دیگر الفاظ جن میں فسادِ معنی لازم آتا ہے سے نماز کے فاسد ہونے کا حکم جاری نہ کرتے اور ضنین و ظنین اور مذکورہ لفظ کے درمیان فرق نہ کرتے، یہ اس میں سے کہاں ہے جو حلیہ سے خزانہ سے ائمہ کے حوالے سے گزرا کہ ضنین کے علاوہ تمام قرآن میں (جب فسادِ معنی ہو) تو نماز فاسد ہوجائے گی، اور جن لوگوں نے اسے جائز قرار دیا تھا انہوں نے عوام پر آسانی کی خاطر ایسا کیا ہے یہ نہیں کہ ایسا کرنا فی الواقع فصیح کلام میں صحیح ہے، رہا معاملہ شعر کا وہ اس سلسلہ

---

[1] وفیات الاعیان ترجمہ محمد بن زیاد ابن الاعرابی ۶۳۳ مطبوعہ دار الثقافۃ بیروت ۴/۳۰۷

marfat.com

بدال توارث بین الناس را مطلقاً دلیل گردانیده توجیه صحت قولش چه خواهد شد۔

سوم چنانکه صاحب غنیۃ المستملی شرح منیہ در فصل زلۃ قاری بمقام حکم ابدال حرفے بحرفے مدار برصحت وفساد معنی داشتہ بصورتیکہ معنی صحیح از بدل می شود حکم صحت نماز نگاشتہ وجائکہ از بدل فساد معنی شدہ حکم فساد نماز دادہ ہمیں حکم در ابدال ضاد بدال مہملہ ہم جاری خواہد ماند وبہر جائکہ ضاد بدال مہملہ فساد معنی لازم است حکم فساد نماز دادہ خواہد شد یا نہ اگر شق اول مسلم است پس ابدال ضاد بدال مہملہ وبصوت دال خواندن عموماً ومطلقاً چگونہ صحیح خواہد شد واگر شق ثانی است مخصص آں وموجب تخصیص کدام دلیل است۔

بدل کر پڑھنے پر مطلقاً لوگوں کے معمول کو دلیل بناتا ہے اس کے قول کی صحت کی توجیہ کیسے ہوگی ؟

سوم جس طرح صاحب غنیۃ المستملی نے شرح منیہ کی فصل زلۃ القاری میں ایک حرف کو دوسرے حرف سے بدلنے کی صورت میں مدار معنی کی صحت و فساد پر رکھا ہے تو جس صورت میں تبدیلیِ حرف کے باوجود معنی درست ہوگا نماز کی صحت کا حکم دیا جائے گا اور جہاں تبدیلیِ حرف کی وجہ سے معنی فاسد ہوگا وہاں نماز کے فاسد ہونے کا حکم جاری ہوگا اور جب ضاد کو دال پڑھا جائے تو پھر بھی یہی حکم جاری ہوگا جہاں ضاد کو دال پڑھنے سے فساد معنی لازم آئے وہاں نماز کے فساد کا حکم جاری ہوگا یا نہیں ؟ اگر شق اول مسلم ہے تو ضاد کو دال سے بدل کر دال کی آواز میں پڑھنا عموماً و مطلقاً کیسے صحیح ہوگا اور اگر دوسری شق ہے تو اس کا مخصص اور موجبِ تخصیص کون ہے ؟

چہارم کسیکہ از عبارت شرح کبیر ولا الضالین بالظاء المعجمۃ او الدال المہملۃ لا تفسد الخ خواندن دال بجائے ضاد بدون لحاظ تخالف وتباعد معنی علی العموم قیاس کردہ قیاس فاسد خواہد شد یا نہ زیرا کہ دریں آیۂ کریمہ ہل ندلکم علی رجل الخ صاحب شرح کبیر از بدل قرب معنی ثابت کردہ وحکم صحت نماز دادہ وممکن است کہ بدیگر مقام از ابدال ضاد بدال فساد معنی شود معنی آں خواہد شد تباہ شوند یا در "اکواب موضوعۃ" کہ بمعنی بہ ترتیب چیدہ شدہ است ہرگاہ مودوعۃ خواندہ شود معنی آں پدرود کردہ شدہ خواہد شد کہ مشعر بر انقطاع آں ست علی ہذا بسیارے

چہارم جس شخص نے شرح کبیر کی عبارت ولا الضالین بالظاء المعجمۃ او الدال المہملۃ لا تفسد الخ سے ضا کی جگہ دال پڑھنا بغیر لحاظ مخالفت تباعد معنی علی العموم قیاس کیا ہے وہ قیاس فاسد ہے یا نہیں، کیونکہ آیۂ کریمہ ہل ندلکم علی رجل الخ میں صاحب شرح کبیر نے تبدیلی سے قربِ معنی ثابت کیا ہے اور صحتِ نماز کا حکم دیا ہے اور ممکن ہے کہ دوسرے مقام پر ضاد کو دال سے بدلنے سے فسادِ معنی لازم آئے اور اس کا معنی یہ ہوگا کہ وہ تباہ ہو گئے، یا "اکوابِ موضوعۃ" میں کہ اس کا معنی ہے وہ برتن جو ترتیب سے رکھے گئے ہوں، اگر اسے "مودوعۃ" پڑھا جائے جس کا

marfat.com

بالجملة فالفقه لا یوخذ من قول نحوی
خالف نصوص الائمة بل الانصاف عند
من نور الله بصیرته تقدیم
قولهم علی اقوال النحاة فی العربیة
ایضا فان الاجتهاد لا یتاتی
الا لمتصلح منها مقذوف فی قلبه
نور الالهی فاعرف ذلک فانه نفیس
مهم آرے ما را انکار نیست کہ در کلام
عرب معاقبہ میان ض و ظ اصلاً
نیامدہ کلمات عدیدہ بہر دو حرف وارد شدہ چوں
عض الحرب والزمان و عظ الزمان جنگ گزید
وگزند رسانید و تماضوا و تماظوا باہم بجنگ
افتادند و بریک دگر زبان گفتن کشادند و
فاض فلاں و فاظ مرد و بظ الضارب اوتارہ
وبعض چنگ زن او تار را برائے زدن جنبانید
ومہیا نمود و تقریظ و تقریض مدح کردن
بیض و بیظ خایہ مور و بظر و بضر خروسہ الی
غیر ذلک مما عداہ ابن مالک فی کتاب
الاعتضاد فی معرفۃ الظاء والضاد اما این معنی
مستلزم آں نباشد کہ ہر جا ابدال روا بود
چنانکہ میان لام و را جاہا معاقبہ است
در مجمع بحار الانوار آوردہ فیہ کان
یکرہ تعطر النساء و تشبہن
بالرجال اراد عطرا یظہر ریحہ
کما یظہر عطر الرجل وقیل اراد تعطل

بغیظ کو میں کہا، بالجملہ دین وفقہ کا مسئلہ نحوی کے ایسے
قول سے نہیں لیا جا سکتا جو ائمہ کی تصریحات کے خلاف
ہو، بلکہ ہر شخص جسے اللہ تعالےٰ نے نورِ بصیرت سے
نوازا ہے وُہ ائمہ کے اقوال کو فنونِ عربیہ میں بھی نحاۃ
کے اقوال پر مقدم رکھے گا کیونکہ اجتہاد وہ کر سکتا ہے
جس میں اس کی کامل صلاحیت ہو اور اس کا دل
نورِ الٰہی سے پُر ہو، اسے اچھی طرح محفوظ کر لو کیونکہ یہ
نہایت ہی اہم اور قیمتی تحقیق ہے، البتہ ہمیں اس
بات سے ہرگز انکار نہیں کہ کلامِ عرب میں ضاد اور ظا
ایک دوسرے کی جگہ آہی نہیں سکتے بہت سے کلمات
ان دونوں حروف کے ساتھ وارد ہیں مثلاً عض الحرب
والزمان و عظ الزمان (دونوں کا معنی یہ ہے کہ
جنگ نے کاٹا اور تکلیف پہنچائی) تماضو اور تماظوا
آپس میں جنگ وغیرہ کرنا اور ایک دوسرے پر زبان
کھولنا "فاض فلاں" اور "فاظ" فلاں فوت ہوا، بظ
الضارب اوتارہ اور بعض صاحبِ موسیقی کا تار کو بجانے
کے لئے حرکت دینا۔ تقریظ اور تقریض تعریف کرنا۔
بیض اور بیظ مور کا انڈہ ۔ بظر و بضر عورت اور
شرمگاہ الی غیر ذلک وُہ ہیں جنھیں ابن مالک نے
"کتاب الاعتضاد فی معرفۃ الظا والضاد" میں شمار
کیا ہے۔ لیکن یہ اس بات کو مستلزم نہیں کہ ابدال
ہر جگہ جائز ہوگا مثلاً لام اور را کئی مقام پر ایک دوسرے
کی جگہ آتے ہیں۔ مجمع بحار الانوار میں ہے کہ اس حدیث
میں ہے کہ آپ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم خواتین کے
خوشبو لگانے اور مردوں کے ساتھ مشابہت کرنے کو

marfat.com

علیہ و ثناد حق جل و علا و تبارک قرآن عظیم
بلسان عربی مبین بر نبی عربی قرشی صلی
اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرستاد و برائے تلاوت و
استماع و استفاضہ و انتفاع عباد آں صفت کریمہ
قدیمہ خود را بکسوت حروف و اصوات تجلی داد سید عالم
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کما نزل الیہ بصحابہ کرام رسانید
و صحابہ بتابعین و تابعین بہ تبع و ہمچناں قرناً بعد قرناً
و طبقۃ فطبقۃ ہر ہر حرف و حرکت و صفت و ہیأت
براقصے غایات تواتر کہ مافوق آں متصور نیست بما
رسید و الحمد للہ العلی المجید و ذلک قولہ تعالیٰ انا
نحن نزلنا الذکر و انا لہ لحفظون[1]
پس بحمد اللہ چنانکہ در ہیچ کلمہ از کلمات کریمہ اش
احتمال توہمے نیست کہ شاید بجائے الحمد الشکر
نازل شدہ باشد ہمچناں بمنت مولیٰ عز و جل
در ہیچ حرفے از حروف طیبہ اش زنہار جائے ترددے
نیست کہ شاید بمحل لام تعریف میم تعریف بودہ باشد پس
ہمچنانکہ بیقین قاطع میدانیم کہ ا و ع و ق در زبان عربی
جداگانہ است و در قرآن عظیم الا و علا و قلا بر معانی
مختلف برہان وجہ بتیقن جازم می شناسم کہ ض و ظ
و د نیز در لسان عرب سہ حرف متباین است و
در فرقان کریم ضل و ظل و دل بمدلولات متخالفہ پس
ض را ظ یا د خواندن بعینہ ہماں ماند کہ کسے ”ا“ را
ع یا ق خواند دعائے توارث در ادائے د بجائے

اصحاب پر جنہوں نے آپ کی اقتداء کی جبکہ وہ سفر
آخرت کیلئے سامان ہیں۔ اللہ جل جلالہٗ رحمتیں، برکتیں
اور سلامتی آپ پر اور ان سب پر نازل فرمائے اور
زیادہ کرے، قرآن عظیم روشن عربی زبان میں اللہ عز و جل
نے اپنے عربی قریشی نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمایا
اور اس کی تلاوت و سماعت اور اس سے استفاضہ و
نفع کیلئے اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت کریمہ قدیمہ کو حروف و
تجلی اصوات کا لباس پہنا کر اپنے بندوں کو عنایت فرمایا
نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ تک قرآن پاک کو اسی
طرح پہنچا دیا جس طرح وہ نازل ہوا تھا صحابہ نے تابعین تک
تابعین نے تبع تابعین تک اور اسی طرح ہر دور اور ہر طبقہ میں اس کا ہر حرف
ہر حرکت ہر صفت اور ہیئت تواتر کے اعلیٰ درجہ کے
ساتھ ہم تک منقول ہے کہ اس سے بڑھ کر تواتر کا تصور
بھی نہیں ہو سکتا، حمد ہے اللہ کے لئے جو بلند
بزرگی والا ہے اسی سے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد
گرامی ہے " بلاشبہ ہم نے اس ذکر کو نازل کیا ہے
اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں "۔ الحمد للہ قرآن مجید کے
کلمات میں سے کسی ایک کلمہ کے بارے میں بھی ہرگز
کسی قسم کا وہم نہیں کیا جا سکتا کہ شاید الحمد کی جگہ
الشکر نازل ہوا تھا، اسی طرح اللہ تعالیٰ کا شکر ہے
کہ قرآن کے کسی حرف کے بارے میں کوئی شک
تردد نہیں کہ شاید الف لام کی جگہ تعریف کے لئے میم
نازل ہوا تھا، جس طرح ہمیں قطعی یقین ہے کہ ا، ع، ق

---

[1] القرآن ۱۵/۹

marfat.com

ان العرب انما اخذوا ذلك
من العجم لمخالطتھم ایاھم[1]
باز اخراج ش معجمه بجائے ض خالصاً
یا اشماماً در کلام علماء نقلش از عوام
جھال نیز پیدا نیست البته بعض
عامیان زماں که تشابه صوت شنیده اند
بجائے ض ظ بر آوردن مے خواھند
و بعض دیگر که تحفظ کنند و نتواں
چیزے بین الضاد و الظاء برمی آرند
و اولئك امثلھم طریقا
نسأل اللہ ان یرزقنا
الحق فی کل باب
تحقیقا۔

بالجملہ حق واضح ہمیں است که ایں ہمه
حروف باھم متبائن است و
بر ہمه مخرج جدا و ابدال ض باہر حرفیکه
باشد مردود و ناروا ایں حرفے است
که حق جل و علا او را تنہا آفرید
و ہیچ حرفے را قرینش نگردانید و
لہذا سیبویہ گفت و در صفت لولا
الاطباق فی الصاد لکان سینا وفی الظاء

پڑھتے تھے مونث کو خطاب کرتے ہیں منک کی جگہ منش
پڑھتے ہیں، بعض دیگر ایسے لوگ بھی میں نے دیکھے کہ جیم ک
گاف کے ساتھ مثلاً مسجد کو مسگد، جمال کو گمال بولتے
ہیں۔ رضی نے کہا وہ باء جو فاء کی طرح ہے سیرفی کہتا
یہ لغت عجم میں کثرت کے ساتھ مستعمل ہے اور میرا
گمان ہے کہ عرب نے عجم سے اختلاط کی وجہ سے یہ
اخذ کیا ہے پھر ضاد کی جگہ خالصاً یا اشماماً زا پڑھنے
بارے میں جاہل لوگوں نے علماء کے کلام سے جو کچھ نقل
کیا ہے وہ بھی محفوظ نہیں البتہ جن بعض عوام زمان
سے متشابہ صوت سُنا گیا ہے کہ وہ ض کی جگہ ظا
پڑھنا چاہتے ہیں اور بعض دوسرے لوگ ادائیگی کی
طاقت نہ رکھتے ہوئے بھی کوشاں رہتے ہیں ضاد
اور ظا کے درمیان پڑھتے ہیں یہ لوگ بہتر اور اوسط را
پر ہیں، ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمیں ہر
معاملہ تحقیقی حق پر چلنا نصیب کرے (آمین)

بالجملہ حق واضح یہی ہے کہ تمام حروف
آپس میں متبائن اور ان کے مخارج الگ الگ
ہیں لہذا ضاد کا کسی بھی حرف کے ساتھ بدل کر
پڑھنا مردود اور ناجائز ہے۔ اس حرف (ضاد)
کو اللہ تعالیٰ نے اتنا جدا پیدا کیا ہے کہ
کوئی حرف بھی اس کا قریبی نہیں گردانا جاسکتا اسی لئے
سیبویہ نے کہا اور خوب کہا اگر صاد میں اطباق
نہ ہو تو وہ سین بن جائے، اگر ظاء میں نہ ہو تو

---

[1] شرح شافیہ للرضی صفات الحروف مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۳/۲۵۶

marfat.com

وانما الاولی والاصح ان یصل ایاك نعبد وایاك نستعین انتھی فلا اعتبار بمن یفعل ذلك السکت من الجھال المتفقھین بغیر علم[۱] اھ۔

علامہ علی قاری علیہ رحمۃ الباری در منح الفکریہ بعد ایراد عبارت فتاوی الحجۃ مے فرمایند اقول و ما اشتھر علی لسان بعض الجھلۃ من القرآن فی سورۃ الفاتحۃ للشیطان کذا من الاسماء فی مثل ھذہ التراکیب من البناء فخطاء فاحش و اطلاق قبیح ثم سکتھم عن نحو دال الحمد وکاف ایاك وامثالھا غلط صریح[۲] علامہ محمد بن عمر بن خالد قرشی حنفی در رد ایں مزعوم رسالہ مستقلہ نوشت کما ذکرہ کشف الظنون فی ذکر الرسائل۔ من فقیر در عنفوان امر خود پیش از وقوف بریں کلمات ایں سکتات باطلہ را ابطال می کردم و منشاء اختراع آنہا می دانم کہ اگر غرابت سخن مانع نبودے بقلم می سپردم علماء کہ اختلاف السنۂ ناس در ادائے ضاد بیان فرمودہ اند

کہ جب نمازی فاتحہ میں ایاك نعبد وایاك نستعین پر پہنچے تو وہ یہ نہ کرے کہ ایاك پر رک جائے پھر نعبد کہے بلکہ اولیٰ اور اصح یہی ہے کہ ایاك نعبد وایاك نستعین کو متصل کر کے پڑھے انتہی اگر بعض جاہل ان پڑھ لوگ بغیر کسی دلیل کے سکتہ کرتے ہیں تو ان کا ہرگز اعتبار نہیں کیا جائے گا اھ۔

علامہ علی قاری علیہ الرحمۃ الباری منح الفکریہ میں فتاوی الحجہ کی عبارت ذکر کرنے کے بعد کہتے ہیں میں کہتا ہوں بعض جاہل لوگوں کی زبان پر یہ جو مشہور ہے کہ قرآن کی سورۃ فاتحہ میں اس ترکیب سے شیطان کے نام ہیں، یہ بات صراحۃً غلط ہے اور اس کا قبیح پر اطلاق ہے، اور پھر ان کے سکتوں سے مراد الحمد کی د اور ایاك کا کاف ہے اور ان کی مثل دوسرے مقامات ہیں جو نہایت ہی غلط اور باطل ہیں علامہ محمد بن عمر بن خالد قرشی حنفی نے اس باطل خیال کے رد میں ایک مستقل رسالہ لکھا جس کا ذکر صاحب کشف الظنون نے رسائل میں کیا ہے، فقیر نے اپنے ابتدائی دور میں علماء کے مذکورہ ارشادات پر اطلاع نہ ہونے کے باوجود ان سکتوں کا رد کیا۔ اور ان خرافات کے منشاء سے بھی آگاہی حاصل ہے اگر غرابت سخن مانع نہ ہوتی تو میں اسے احاطۂ تحریر میں ضرور لاتا۔ علماء نے ضاد کی ادائیگی میں لوگوں کی مختلف

---

[۱] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی زلۃ القاری مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۴۸۱

[۲] منح الفکریہ شرح المقدمۃ الجزریۃ بیان الوقف علی رؤس الآیۃ سنۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ص ۶۳

marfat.com

علی قاری چہرہ کشود حیث قال تحت قول الماتن والرا بتکریر جعل معنی قولہم ان الرا مکرر ہو ان الراء لہ قبول التکرار لارتعاد طرف اللسان بہ عند التلفظ کقولہم لغیر الضاحک انسان ضاحک یعنی انہ قابل للضحک وفی جعل اشارۃ الی ذلک وتکریرہ لحن فیجب معرفۃ التحفظ عنہ للتحفظ بہ کمعرفۃ السحر لیتجنب عن تضررہ ولیعرف وجہ رفعہ قال الجعبری وطریقۃ السلامۃ انہ یلصق اللافظ ظہر لسانہ باعلی حنکہ لصقا محکما مرۃ واحدۃ ومتی ارتعد حدث من کل مرۃ راء وقال مکی لابد فی القرأۃ من اخفاء التکریر و قال واجب علی القاری ان یخفی تکریرہ ومتی اظہر فقد جعل من الحرف المشدد حروفا ومن المخفف حرفین[1] اھ ببعض اختصار و در وجوب ادا از مخرج بر معنی کہ مسلم است جملہ حروف متساویۃ الاقدام است ہیچ خصوصیت ض را نیست بلکہ تواں گفت کہ چوں ادائے صادق در واخسر

مولانا علی قاری کے اس کلام میں ظاہر ہوئی جو انہوں نے ماتن کے قول "والراء بتکریر جعل" کے تحت کی ہے کہ قراء کے قول "را میں تکرار ہے" کا معنی یہ ہے کہ را تکرار کو قبول کرتا ہے کیونکہ اس کے تلفظ کے وقت طرفِ زبان حرکت کرتی ہے جیسا کہ غیر ضاحک کو انسان ضاحک کہا جائے کہ وہ ضحک کے قابل ہے، اس جعل میں اسی طرف اشارہ ہے اور اس کا تکرار غلط ہے، پس اس کے ساتھ تلفظ کے لئے اس سے بچنے کی معرفت ضروری ہے تاکہ غلطی سے بچا جاسکے، جیسا کہ جادو کا علم اس لئے حاصل کیا جائے تاکہ اس کے نقصان سے بچا جائے اور اس سے دفاع کی معرفت ہوجائے اور اس کو اٹھایا جاسکے جعبری نے کہا سلامتی کا طریقہ یہ ہے کہ تلفظ کرنے والا اپنی زبان کے اوپر والے حصے کو تالو کے بلند حصے کے ساتھ ایک دفعہ مضبوط طریقہ سے ملائے اب جب وہ حرکت کرے گی تو ہر دفعہ را پیدا ہوگا۔ مکی نے کہا ہے قرأت میں اخفاءِ تکریر ضروری ہے اور فرمایا قاری پر لازم ہے کہ اس کے تکرار میں اخفاء کرے اور جب اظہار کرے گا تو حرفِ مشددہ میں کئی حروف پیدا کرے گا اور مخففہ میں دو حروف سے کرے اھ اھ یہ عبارت کچھ اختصار کے ساتھ ہے اور ہر حرف کو اس کے مخرج سے اس طرح ادا کرنے کا وجوب اس معنی پر ہے کہ تمام حروف کا متساوی الاقدام ہونا مسلم ہے اس میں ضاد ہی کی کوئی خصوصیت نہیں بلکہ یہ

---

[1] المنح الفکریہ شرح المقدمۃ الجزریۃ مطلب بیان الحروف المہموسۃ الخ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ص ۱۸

فرمودہ تا بدانند کہ ایں حرف بقرآن عظیم در ہمیں مواد است
وآنچہ غیر اینہا ست ہمہ بضاد است ہمچنان فاضل
ادیب حریری در مقامہ حلبیہ عامہ لغات عرب وارِدہ بظا
را مضبوط نمودجائیکہ فرمود ایھا السّائل عن
الضّاد والظّاء ٭ لکیلا تضلّہ الالفاظ ٭
اِنَّ حفظ الظّاءآت یغنیك فاسمعھا
استماع امرئٍ لہ استیقاظ[1] غیر طائفۃ
فی مخارج ھذہ الحروف و فی
ذلك حرج عظیم والظاھر ان
ھذا مجمل ما فی جمیع الفتاوی
باز فرمود ثم فی الخزانۃ ایضا لو قرأ
ولا الضّالین بالظاء فسدت
صلٰوتہ وعلیہ اکثر الائمۃ منھم
ابو مطیع ومحمد بن مقاتل ومحمد بن
سلام وعبد اللہ بن الازھری وعلی
ھذا القیاس فی جمیع القرآن ٭ لو قرأ
بالظاء مکان الضاد تفسد صلاتہ الا
فی قولہ تعالٰی وما ھو علی الغیب بضنین
بالظاء والضاد فھما قرأتان[2] ببیں
چہ قدر نصوص روشن است کہ ایں تبدیلہا
از کج مج زبانی ہائے کردیاں و ترکیاں و
دہقانیانِ کوفہ وغیرہم عوام واعجام است ولہٰذا

ہیں جن میں ظا ہے تاکہ ہر کوئی جان لے کہ قرآن کریم
میں ظا کے ساتھ یہی کلمات ہیں اور ان کے علاوہ
میں ضاد ہے اسی طرح فاضل ادیب حریری نے
مقامہ حلبیہ میں ظا کے الفاظ عربی ذکر کرتے ہوئے کہا
جس جگہ کہا اے ضاد اور ظا کے بارے میں پوچھنے
والے تاکہ الفاظ میں خلط ملط نہ ہو، اگر تو ظار
کے تمام مقامات محفوظ کرے تو بے نیاز ہو جائیگا
پس اب تو انھیں غور سے سن جس طرح ایک بیدار
آدمی سنتا ہے۔ ایک گروہ نے ان حروف کے مخارج میں تغیر و
تبدل کیا ہے اور اس میں حرج عظیم ہے اور ظاہر
یہ ہے کہ تمام فتاوٰی کا اجمال یہی ہے، پھر فرمایا کہ
خزانہ میں بھی ہے کہ اگر ولا الضالین میں ظار پڑھی
تو نماز فاسد ہو جائے گی، اکثر ائمہ اسی پر ہیں
ان میں سے ابو مطیع محمد بن مقاتل، محمد بن سلام،
عبد اللہ بن الازھری بھی ہیں اسی پر قیاس کرتے
ہوئے کہا کہ تمام قرآن میں ضاد کی جگہ اگر ظار پڑھی
تو نماز فاسد ہو جائے گی البتہ اللہ تعالٰی کا
قول وما ھو علی الغیب بضنین مستثنیٰ ہے کیونکہ
اس میں ظا اور ضاد دونوں کے ساتھ دو قرأتیں آئی
ہیں آپ نے دیکھا کہ کس قدر واضح تصریحات ہیں
کہ یہ تبدیلی کرد، ترک اور کوفہ کے بادیہ نشین وغیرہ عام
اور عجمی لوگوں کی زبانیں گڈمڈ ہونے کی وجہ سے ہے یہی وجہ ہے کہ

---

[1] مقامات حریری مقامہ سادسہ والاربعون المقامہ الحلبیۃ مطبوعہ مصطفٰی البابی مصر ص ۳۹۲
[2] خزانۃ

آوردہ گفت قال الشارح وھذا معنی ماذکر فی فتاوی الحجۃ انہ یفتی فی حق الفقہاء باعادۃ الصلاۃ وفی حق العوام بالجواز اقول وھذا تفصیل حسن فی ھذا الباب واللہ تعالٰی اعلم بالصواب، وفی فتاوٰی قاضیخان ان قرأ غیر المغضوب بالظاء او بالدال تفسد صلاتہ ولا الضالین بالظاء المعجمۃ او الدال المھملۃ لاتفسد ولو بالذال المعجمۃ تفسد (ملخصاً)[۱] در شرح امام شیخ الاسلام زکریا انصاری است (وان تلاقیا) ای الضاد والظاء فقل (البیان) لاحدھما من الاخر لازم للقاری لئلا یختلط احدھما بالاخر فتبطل صلاتہ[۲] سبحٰن اللہ اگر ایں نہج اداقراءِ عرب بودے حکم فساد را چہ گنجائش بود بلکہ قطعاً ادغام روا بودے ونماز مطلقاً اجماعاً صحیح ماندے چنانکہ در ما ھو علی الغیب بضنین وہمچنیں در قول او تعالٰی انکم وما تعبدون من دون اللہ حصب جھنم، حصب و حضب و حطب و حظب بصاد وضاء وطاء وظاء ہرچہ خواند نماز قطعاً صحیح است کہ ایں کلمہ بہر چہار حروف منطبقہ در قرأت آمدہ است کما فی المنح الفکریۃ وغیرھا۔

گفتگو کے بعد کہا شارح نے کہا فتاوٰی حجہ میں جو کچھ مذکور ہے اس کا خلاصہ یہی ہے کہ علماء وفقہاء کے حق میں نماز کے لوٹانے کا فتوٰی دیا جائے گا اور عوام کے حق میں جواز کا، میں کہتا ہوں اس معاملہ میں یہی تفصیل احسن ہے، واللہ اعلم بالصواب۔ اور فتاوٰی قاضی خان میں ہے اگر کسی نے غیر المغضوب میں ظاء یا دال سے بدل کر پڑھا تو نماز فاسد ہوگی اور ولا الضالین میں ظاء یا دال سے بدل کر پڑھا تو نماز فاسد نہ ہوگی اور اگر ذال سے بدل کر پڑھا تو نماز فاسد ہوجائیگی امام شیخ الاسلام زکریا انصاری کی شرح میں ہے (اور اگر یہ دونوں متصل ہوں) یعنی ضاد اور ظاء تو قاری کے لئے دونوں کو الگ الگ کرکے پڑھنا ضروری ہے تاکہ ایک دوسرے کے ساتھ مختلط نہ ہوجائے ورنہ اس کی نماز باطل ہوجائے گی سبحان اللہ اگر اس کی ادائیگی کا یہ طریقہ قراءِ عرب کا ہوتا تو فساد کے حکم کی یہاں کیا گنجائش تھی بلکہ ادغام یقیناً جائز اور نماز مطلقاً بالاتفاق درست ہوتی جیسا کہ ما ھو علی الغیب بضنین میں ہے یہی حکم اللہ تعالٰی کے اس ارشاد گرامی میں ہے انکم وما تعبدون من دون اللہ حصب جھنم۔ یہاں حصب، حضب، حطب اور حظب صاد، ضاد، طاء اور ظاء کے ساتھ جس طرح بھی پڑھ لیا جائے نماز درست ہوگی کیونکہ اس کلمہ کی ان چاروں حروف کے ساتھ قرأت ثابت ہے جیسا کہ منح الفکریہ وغیرہ میں ہے۔ (ت)

---

[۱] المنح الفکریۃ شرح المقدمۃ الجزریۃ باب التحذیرات مطبوعہ مصطفٰے البابی مصر ص ۴۳

[۲] شرح المقدمۃ الجزریۃ ابو زکریا انصاری مع المنح الفکریہ باب التحذیرات مطبوعہ مصطفٰے البابی مصر ص ۴۳

marfat.com

ثانیاً ضاد مشابہ ظا کے نہ دال کے میان ضاد و دال کے صفتوں کا فرق ہے جب ضاد و دال میں صوتاً تغایر ہے تو فصل اُن میں بلا مشقت ممکن۔

فتوٰی ندوہ کی عبارت یوں ہے: ایسی صورت میں نماز فاسد ہوجائے گی کہ ضاد و دال دو حرف متغایر المعنٰی ہیں جن میں امتیاز بلا مشقت ممکن اور ایسی صورت میں فقہاء فسادِ نماز کو لکھتے ہیں شامی میں ہے:

اذا ذکر حرفا مکان حرف وغیر المعنی ان أمکن الفصل بینھما بلا مشقۃ تفسد والا یمکن الا بمشقۃ کالظاء مع الضاد قال اکثرھم لاتفسد[1] (ملخصاً)

جب کسی حرف کی جگہ دوسرا بولا جائے اور معنی بدل جائے اگر ان کے درمیان امتیاز بغیر مشقت کے ممکن ہو تو نماز فاسد، اور اگر امتیاز بغیر مشقت ممکن نہ ہو جیسا کہ ظا اور ضاد کا معاملہ ہے، تو اکثر علماء نے کہا ہے کہ نماز فاسد نہ ہوگی۔ (ت)

پانچ فتووں کا حاصل تو صرف اس قدر ہے اور ایک یعنی پانچویں میں اتنا بیان اور ہے کہ ظا آئین پڑھنا بھی غلط ہے لیکن چونکہ ان میں تشابہ صوتی ہے اور امتیاز متعسر اکثر فقہاء کے نزدیک نماز فاسد نہیں ہوتی لیکن تعمد یہاں بھی مفسد ہے، یہی مذہب مختار ہے کما فی البزازیۃ (جیسا کہ بزازیہ میں ہے۔ ت) ان فتووں کا کیا حال ہے اور یہ ان لوگوں کے موافق و مؤید ہیں یا نہیں، اور جو لوگ ض ہی کا قصد کریں اور ض سمجھ کر پڑھیں مگر بوجہ عدمِ قدرت صاف ادا نہ ہو اور سننے میں دال سے مشابہ ہو تو ان کی نماز ہوگی یا نہیں؟ اور جو قصداً ض کو نہ پڑھے اُس کی نماز کا کیا حکم ہے؟ اور ہنگامِ تغیرِ حرف و تفاوتِ معنی میں جو حکم فساد ہے وہ صرف ض و د و ظ ہی سے خاص ہے یا باقی حروف مثل ا، ع، ت، ط، س، ث، ص، ح، ہ کو بھی عام ہے اگر عام ہے تو آج کل یہ جھگڑا اسی حرف میں کیوں ہے جواب مختصر ہو کہ عوام مطول کو نہیں پڑھتے۔ بینوا توجروا

الجواب

اللھم ھدایۃ الحق والصواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الذی نزہ سبیل الرشاد عن تحریف کل صاد واوعد بالعذاب من حاد وضاد والصلوۃ والسلام علی الکریم الجواد علی مولی العباد مولی المراد و اٰلہ الاسیاد و صحبہ الامجاد ما اھملت الصاد واعجمت الضاد کشف صواب وایضاح جواب کو چند مجمل جملے

---

[1] ردالمحتار مطلب مسائل زلۃ القاری مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۴۶۸

marfat.com

من غاضه اذا نقصه قال الاسود بن
یعفر ؎

اماترینی قد فنیت وغاضنی
مانیل من بصری ومن اجلادی

قال فی تاج العروس معناه نقصنی
بعد تمامی وھذا ابن
الاعرابی قد انشد بنفسه ؎

ولو قد عض معطسه جریری
لقد لانت عریکته وغاضا

وفسره فقال اثر فی انفه حتی یذل
وقد قال ابن سیده فی ذلك البیت
یجوز عندی ان یکون غائض
غیر بدل ولکنه من غاضه ای
نقصه ویکون معناه حینئذ انه
ینقصنی ویتھضمنی[1] نقلھا فی التاج
ایضا وعن ھذا حکم علماؤنا بعدم الفساد
فیما لوقرأ لیغیض بھم الکفار بالضاد
مکان الظاء[2] کما فی الخانیة قال فی
الغنیة لان معناه مناسب ای لینقص
بھم الکفار[3] اھ وکذا قال فی قوله
تعالٰی قل موتوا بغیظکم[4] و

میں ان کی حجت نہیں بن سکتا تو کبھی یہ غاضہ سے آتا ہے
اس وقت اس کا معنی نقص ہوتا ہے چنانچہ اسود بن یعفر نے کہا
کیا تو دیکھتی نہیں کہ میں فنا ہوچکا ہوں اور میری آنکھوں
اور اعضائے عوارضات نے مجھے ناقص کردیا ہے۔

تاج العروس میں ہے: اس کا معنی یہ ہے کہ اس نے
مجھے کمال تک پہنچنے کے بعد ناقص کردیا، اور اس
ابن اعرابی نے خود یہ شعر کہا:

اگر جریری نے اس کی ناک کو کاٹا ہے تو ضرور اس
کی ناک کی ہڈی نرم اور ناقص ہوگی۔

اور اس کی شرح کرتے ہوئے کہا کہ اس نے اس کی ناک
کو داغدار کردیا حتی کہ وہ ذلیل ہوگیا۔ اور ابن سیدہ
نے اس (پہلے) شعر کے متعلق کہا کہ اس میں "غائض"
غاظ' ظ سے نہیں بدلا بلکہ وہ غاض سے ہے جس کا معنی
نقص ہے، لہذا اب معنی یوں ہوگا اس نے مجھے ناقص
کردیا، اس کو تاج العروس نے بھی نقل کیا ہے' اور
اسی بناء پر ہمارے علماء نے فرمایا کہ اگر کسی نے
لیغیظ بھم الکفار میں ظاء کی جگہ ضاد پڑھا
تو نماز فاسد نہ ہوگی، جیسا کہ خانیہ میں ہے
غنیہ میں ہے کہ اس کا معنی مناسب ہی رہتا ہے
یعنی ان سے کافروں میں نقص و اضطراب ہو اھ
اور اسی طرح اللہ تعالٰی کے ارشاد گرامی قل موتوا

---

[1] تاج العروس فصل العین من باب الضاد مطبوعہ احیاء التراث العربی ۵/۶۴-۶۵
[2] فتاوٰی قاضی خان فصل فی قرأۃ القرآن خطاء مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۱/۶۸
[3] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی زلۃ القاری مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۴۸۰
[4] فتاوٰی قاضی خاں فصل فی قرأۃ القرآن خطاء مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۱/۶۹

marfat.com

دوم قاری سے بے قصد تبدیل اگر ض مشابہ د بلکہ عین د ہُوا تو اس پر مطلقاً فسادِ نماز کا حکم غلط و فاسد ہے، عبارتِ امام قاضی میں اگر ذکر ہے تو صرف ایک لفظ کا نہ کہ بر بنائے تباین صورت و سہولت تمیز، حکم مطلق حنفیہ کرام کا اصل مذہب یعنی مذہب مہذب امام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہ کہ جماہیر محققین نے اُسی کی تصحیح کی اُس پر اعتماد فرمایا، خود واضح و آشکار کہ اس میں صرف صلاح و فساد معنی پر بنائے کار تو جہاں ض کی جگہ د پڑھ جانے سے معنی نہ بگڑیں فساد ہرگز نہ ہوگا

مثل افیدوا بتضمین معنی المن والانعام فی قولہ تعالٰی افیضوا علینا من الماء ومثل اکواب مودوعۃ موضع موضوعۃ وراديۃ مودیۃ مکان راضیۃ مرضیۃ کما بینا ہ فی نعم الزاد۔

جیسا کہ اللہ تعالٰی کے ارشادِ گرامی افیضوا علینا من الماء میں افیضوا کی جگہ افیدوا جو احسان و انعام کے معنی پر مشتمل ہے اور اکواب موضوعۃ کی جگہ اکواب مودوعۃ اور راضیۃ مرضیۃ کی جگہ رادیۃ مودیۃ پڑھنا جس پر تفصیلی گفتگو ہم نعم الزاد میں کرچکے ہیں۔ (ت)

یہ علمائے متاخرین کہ عوام کی ہر آسانی کے لئے عسر و یسر تمیز کا لحاظ رکھتے ہیں کیا آسانی تمیز کی حالت میں مطلقاً حکم فساد دیں گے اگرچہ معنی معتبر نہ ہوں یہ اصل مذہب سے آسانی ہُوئی یا اور شدت و گرانی نہیں، ان کا حکم قطعاً اس صورت میں مقصور جہاں معنی بگڑیں اور ان حرفوں میں تمیز آسان ہو، دیکھنے والے اگر کلماتِ علماء پر نظر رکھتے اس امر کے نصوص واضح ملتے، یہی امام اجل قاضی خان اپنے اس فتاوٰی میں فرماتے ہیں:

اذا اخطأ بذکر حرف مکان حرف فی کلمۃ ولم یتغیر المعنی بان قرأ ان المسلمون ان الظالمون وما اشبہ ذلک لم تفسد صلٰوتہ لانہ لا یغیر المعنی، وان ذکر حرفا مکان حرف وغیر المعنی فان امکن الفصل بین الحرفین من غیر مشقۃ کالطاء مع الصاد فقرأ الطالحات مکان الصلحت تفسد صلٰوتہ عند الکل، وان کان لا یمکن

جب خطاءً ایک حرف کی جگہ دوسرا حرف ایک کلمہ میں پڑھ دیا لیکن معنی میں تبدیلی واقع نہ ہوئی مثلاً ان المسلمون اور ان الظالمون اسی کی طرح دیگر مقامات، تو نماز فاسد نہ ہوگی کیونکہ اس سے معنی متغیر نہیں ہوتا اور اگر ایک حرف کی جگہ دوسرا حرف پڑھنے سے معنی میں تبدیلی آجائے تو اگر دونوں حروف کے درمیان بغیر مشقت کے امتیاز ممکن تھا جیسے طا اور صاد یعنی صالحات کی جگہ طالحات پڑھا تو تمام کے نزدیک اس کی نماز فاسد ہوجائیگی اور اگر

marfat.com

النساء باللام وهی من لاحلی علیها ولاخضاب واللام والراء یتعاقبان[1] وزنہار جائز نبود کہ ہر جا خواہند یکے بجائے دیگرے خوانند، علماء تصریح فرمودہ اندکہ در یوم تبلی السرائر سرائل یا در یوم ترجف الارض والجبال بجائے جبال جبار خواند نماز فاسد شود کما فی الخانیۃ و المنیۃ وغیرھما بازایں جملہ کہ گفتہ آمدیم درخصوص ظائے معجمہ است وحاشا کہ جاہلے وکنیزے ودہقانے ازعرب بجائے ض دیا طا مہملتین یا ذیا زا معجمتین برزبان راند سخن من درعرب خالص است نہ در قومے کہ باعجم مخالطہ شدہ ودرزبان نیز خالط و مالط شدند رجعت قہقری را گہگری گویند وثلثہ عشر را تلتعشر وخذکذا را خدکدا خدکدا بکسر کاف ودال مہملۃ الی غیر ذلک من التغیرات المہملۃ و با بعضے ازاعراب واطراف یمن ملاقی شدم کہ ہکذا را ہچا می گفتند ومنک خطاب بانثی را منچ بجیم فارسی وبعضے دیگر دیدم کہ جیم را کاف فارسی مسجد را مسگد وجمال را گمال مے گفتند قال الرضی الباء التی کالفاء قال السیرافی ھی کثیرۃ فی لغۃ العجم واظن

ناپسند فرماتے تھے، یہاں عطر سے وہ خوشبو مراد ہے جو اس طرح مہک دار ہو جو مرد لگاتے ہیں۔

بعض نے کہا کہ یہاں را کی جگہ لام ہے یعنی تعطل النساء لام کے ساتھ، یعنی عورت کا بغیر زیور اور مہندی کے ہونا مراد ہے کہ لام اور را ایک دوسرے کی جگہ مستعمل ہوتے ہیں (یہ اگرچہ جائز ہے) مگر یہ بعض مقام پر جائز نہیں ہوتا کہ جہاں چاہیں ایک کو دوسرے کی جگہ پڑھ لیں۔ علمائے نے تصریح کی ہے کہ یوم تبلی السرائر کی جگہ سرائل یا یوم ترجف الارض والجبال میں جبال کی جگہ جبار پڑھنے سے نماز فاسد ہو جائے گی، جیسا کہ خانیہ اور منیہ وغیرہا میں ہے، پھر یہ تمام گفتگو جو میں نے کی ہے یہ صرف ظاء معجمہ کے لئے خاص ہے ہو سکتا ہے کوئی جاہل، لونڈی یا دیہاتی از عرب ضاد کی جگہ دال، طا، ذال یا زا اپنی زبان پر جاری کر دے کیونکہ ہماری گفتگو عرب خالص میں ہے نہ کہ اس قوم میں جو عجم کے ساتھ ملی ہو اور اس کی زبان خلط ملط ہو گئی ہو مثلاً رجعتِ قہقری کی جگہ رجعتِ گہگری اور ثلثہ عشر کی جگہ تلتعشر، خذ کذا کو خدکدا، خدکدا کاف کے کسرہ اور دال کے ساتھ پڑھتے ہیں ان کے علاوہ دیگر بے مقصد ولایعنی تغیرات یا بعض ایسے بدوی اور یمنی لوگوں سے ملا ہوں جو ہکذا کو ہچا می

---

[1] مجمع بحار الانوار لفظ عطر کے تحت مذکور ہے مطبوعہ مطبع عالی منشی نولکشور لکھنؤ ۳۹۷/۲

[2] فتاوٰی قاضی خان فصل فی قراءۃ القرآن خطاء مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۶۸/۱

marfat.com

فی القرآن وقرب المعنی ولو قرأ بالذال المعجمۃ تفسد لبعد معناہ[1] ملتقطا۔

دونوں کا وجود قرآن میں ہے اور معنی بھی قریب ہے اور اگر ذالین ذال کے ساتھ پڑھا تو نماز فاسد ہوگی کیونکہ اس کے معنی میں بُعد ہے ملخصًا (ت) ۔

ثانی نے فرمایا :

فی فتاوی قاضی خان ان قرأ غیر المغضوب بالظاء او بالدال تفسد صلاتہ ولا الضالین بالظاء المعجمۃ اوالدال المھملۃ لاتفسد ولو بالذال المعجمۃ تفسد[2]۔

فتاوٰی قاضی خان میں ہے اگر کسی نے غیر المغضوب کو ظاء یا دال کے ساتھ پڑھا تو نماز فاسد ہو جائے گی اور ولا الضالین کو ظاء یا دال کے ساتھ پڑھا تو نماز فاسد نہ ہوگی اگر ذال کے ساتھ پڑھا تو نماز فاسد ہو جائے گی ۔ (ت)

اب اس سے استناد کرنے والے دیکھیں کہ عبارت قاضی خان ان دونوں اکابر کی نقل پر اُن کے صریح مخالف و عکس مراد ہے ، ندوے کا دار الافتاء اپنا مبلغ علم دکھائے ورنہ تحقیق بالغ و تنقیح بازغ کے لئے بحمد اللہ تعالٰی فقیر کا رسالہ نعم الزاد ہے۔

چہارم ض و ظ میں دشواری تمیز اس طائفہ حادثہ کو اصلاً مفید نہیں وہ ایک گروہ متاخرین کے نزدیک ہنگام لغزش و خطا سبیل آسانی ہے نہ کہ معاذ اللہ قصداً تبدیل کلام اللہ کی دستاویز جو بالقصد مغضوب کی جگہ مغظوب ، مغدوب ، مغزوب پڑھے اُس کی نماز بلاشبہہ فاسد اور وُہ پڑھنے والے مغضوب و مفسد ، تو یہ سب فتوٰی اس کے حق میں بیکار و نامؤید ۔ علامہ طحطاوی حاشیہ مراقی الفلاح میں فرماتے ہیں :

محل الاختلاف فی الخطأ والنسیان اما فی العمد فتفسد بہ مطلقا بالاتفاق اذا کان مما یفسد الصلاۃ اما اذا کان ثناء فلا یفسد ولو تعمد ذلک افادہ ابن امیر الحاج[3]

محلِ اختلاف خطاء و نسیان کی صورت میں ہے ، رہا عمداً کا معاملہ تو اس صورت میں مطلقاً بالاتفاق نماز فاسد ہوگی بشرطیکہ وہ ایسی قرأت میں ہو جس سے نماز فاسد ہو سکتی ہو اور اگر ایسا معاملہ ثناء میں ہوا تو نماز فاسد نہ ہوگی اگرچہ عمداً ہو ، ابن امیر الحاج نے اس طرح بیان کیا ہے ۔ (ت)

---

[1] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی احکام زلۃ القاری مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۴۷۸
[2] المنح الفکریۃ شرح مقدمہ جزریۃ باب التحذیرات ؍؍ تجارت الکتب بمبئی ص ۴۳
[3] حاشیۃ الطحطاوی علی المراقی باب ما یفسد الصلوٰۃ ؍؍ نور محمد کتب خانہ کراچی ص ۱۸۶

marfat.com

کان ذالا وفی الطاء کان دالا ولخرجت الضاد من الکلام لانہ لیس شئی من الحروف من موضعہا غیرہا[1] اھ نقلہ الرضی و آنکہ از قاری پانی پت نقل کردند۔

اقول تحقیق آنست کہ در صفات حروف بعضے صفات لازم است کہ فقدانش مستلزم فقدان ذات باشد چنانچہ اطباق در ط و انفتاح در ت او قطعاً واجب المراعاۃ ست و بعضے نہ چناں ست اگر بجا نیارند ذات حرف در ہم نخورد چوں تہوع در ہمزہ و تفشی در ش و ہو کما فی المنح انتشار الصوت عند خروجہا حتی تتصل بحروف طرف اللسان منہا مخرج الظاء المشالۃ والحال ان مخرجہا حافۃ اللسان من محاذات وسطہ[2] پس مراعات صفات مطلقاً واجب نیست بلکہ از صفات حروف آنست کہ ترکش واجب است و آں صفت تکریر در رائے مخفف مطلقاً و در مثقلہ بیش از یکبار معنی ایں صفت در را آنست کہ قابل تکرار است نہ آنکہ تکرارش باید بایں معنی بتوفیق اللہ تعالٰی بخاطرم خطور کردہ بود کہ تصریحش در کلام مولٰنا

وہ ذال بن جائے اگر طاء میں نہ ہو تو وہ دال بن جائے اور ضاد کلام سے ہی خارج ہو جائے کیونکہ اس کے متبادل کوئی حرف ہی نہیں اھ اسے رضی نے نقل کیا اور جو انہوں نے قاری پانی پتی سے نقل کیا ہے۔ اس کے بارے میں کہتا ہوں تحقیقی بات یہ ہے کہ حروف کی صفات میں بعض ایسی صفات لازم ہیں جن کے فقدان سے حروف کی ذات کا فقدان لازم آتا ہے مثلاً "طاء" میں اطباق اور "تاء" میں انفتاح اس کی رعایت نہایت ہی ضروری ہے اور بعض حروف ایسے نہیں یعنی اگر انہیں ان صفات سے ادا نہ کیا جائے تو ان کی ذات ختم نہیں، مثلاً ہمزہ میں تہوع اور شین میں تفشی، یہ وہی ہے جو المنح میں ہے کہ اس کے خروج کے وقت آواز کا اس طرح انتشار یہاں تک ہو کہ حروف کے ساتھ طرف لسان متصل ہو جائے، ایسے حروف میں سے ظاء کا مخرج بھی ہے حالانکہ اس کا اصل مخرج اس کے محاذاتِ وسط سے اور حافۂ زبان ہے۔ پس صفاتِ حروف کی رعایت ہر جگہ لازم نہیں بلکہ بعض حروف کی صفات ایسی ہیں جن کا ترک ضروری ہے اور وہ رائے مخففہ میں مطلقاً اور رائے مثقلہ میں ایک بار سے زائد تکرار ہے یعنی را میں اس صفت کی موجودگی کا معنٰی یہ ہے کہ را قابل تکرار ہے یہ نہیں کہ اس میں تکرار ضروری ہے۔ یہ معنی اللہ تعالٰی کی توفیق سے میرے ذہن میں آیا اور اس کی تصریح

---

[1] شرح شافیہ للرضی مخارج الحروف الفرعیہ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۳/ ۲۶۲

[2] المنح الفکریۃ مطلب بیان الحروف المہموسۃ الخ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ص ۱۹

marfat.com

فجری ھذا علی لسانہ او لم یکن ممن یمیز بین الحرفین فظن انہ ادی الکلمۃ کما ھی فغلط جازت صلوتہ و ھو قول محمد بن مقاتل وبہ کان یفتی الشیخ اسمعیل الزاھد وھو احسن لان السنۃ الاکراد واھل السواد والاتراک غیر طائعۃ فی مخارج ھذہ الحروف وفی ذلک حرج عظیم والظاھر ان ھذا مجمل ما فی جمیع الفتاوی[1]۔

کا ارادہ تھا مگر زبان پر از خود جاری ہوگیا یا وہ ان دونوں حرفوں میں امتیاز نہ کرنے والا ہو اور اس کا گمان یہی ہو کہ اس نے کلمہ صحیح ادا کیا ہے لیکن درحقیقت غلط تھا تو اس کی نماز ہو جائیگی، یہی محمد بن مقاتل کا قول ہے اور شیخ اسمٰعیل الزاہد نے اسی پر فتوٰی دیا ہے اور یہی احسن ہے کیونکہ کرد، عراقی اور ترکی لوگوں کی زبانیں ان حروف کی صحیح ادائیگی پر قادر نہیں اور اس میں بہت تنگی ہے، اور ظاہر یہی ہے کہ تمام فتاوٰی جات کی گفتگو کا اجمال بھی یہی ہے۔ (ت)

اقول انما یشیر الی اطلاق الفساد فی العمد انہ مطمح انظارھم جمیعا والا فاطلاق عدمہ فی الخطاء لا یمکن ان یحمل علیہ ما فی جمیع الفتاوی فان منھم من یفصل بعسر الفصل ومنھم من یفرق بقرب مخرج۔

میں کہتا ہوں یہ جو مطلقاً فساد کی طرف اشارہ ہے یہ قصد کی صورت میں ہے کیونکہ ان تمام کی آراء کا مطمح یہی ہے ورنہ خطا کی صورت میں عدمِ فساد کا اطلاق ہوگا اور اس پر ان کے کلام کو محمول نہیں کیا جاسکتا کیونکہ بعض ان میں سے عسرِ امتیاز کے ساتھ اور بعض قربِ مخرج کی بنا پر فرق کرتے ہیں۔ (ت)

منیہ میں ہے:

اما اذا قرأ مکان الذال ظاء او مکان الضاد ظاء او علی القلب فتفسد صلوتہ وعلیہ اکثر الائمۃ وروی عن محمد بن سلمۃ رحمہ اللہ تعالٰی انھا لا تفسد لان العجم لا یمیزون بین ھذہ الحروف وکان القاضی الامام الشھید المحسن یقول الاحسن فیہ ان یقول ان جری

جب کسی نے ذال کی جگہ ظاء یا ضاد کی جگہ ظاء یا اس کا عکس کیا تو اس کی نماز فاسد ہوجائے گی، اور اکثر ائمہ اسی پر ہیں۔ محمد بن سلمہ رحمہ اللہ تعالٰی سے مروی ہے کہ نماز فاسد نہ ہوگی کیونکہ عجمی لوگ ان حروف میں امتیاز نہیں کرسکتے، اور قاضی امام الشہید المحسن فرمایا کرتے تھے کہ احسن یہ ہے کہ یہ کہا جائے کہ اگر زبان پر اس طرح از خود جاری ہوگیا

---

[1] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

marfat.com

از جملہ حروف است حکم وجوب بعارض مشقت در وے
بنسبت سائر حروف در وے تخفیف است فان
المشقة تجلب التیسیر وماضاق امر
الا تسع ولا یکلف اللہ نفسا الا وسعہا[1] وما
جعل علیکم فی الدین من حرج[2] یرید
اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر[3]
والحمد للہ رب العلمین آرے خصوصیت
ض بوجہ عسر او در شدت احتیاج باہتمام در آں
تحفظ وتیقظ در ادائے آنست۔

کہا جاسکتا ہے کہ جب اس کی صحیح ادائیگی دیگر حروف کی
نسبت زیادہ مشکل ہے تو اس مشقت کے پیش نظر
دیگر حروف کے اعتبار سے اس کے حکم وجوبی میں تخفیف
ہوگی کیونکہ مشقت آسانی لاتی ہے۔ ہر مشکل معاملہ میں
گنجائش ہے، اللہ تعالیٰ کسی نفس کو اس کی طاقت سے
بڑھ کر حکم تکلیف نہیں دیتا، اللہ تعالیٰ نے تم پر دین کے
معاملے میں تنگی نہیں رکھی، اللہ تعالیٰ تم پر آسانی کا
ارادہ رکھتا ہے اور تنگی کا ارادہ نہیں فرماتا، اور تمام خوبی
اللہ تعالیٰ کے لئے جو تمام جہانوں کا رب ہے، ہاں
ضاد میں تنگی کی وجہ سے اس کی ادائیگی کے لئے خوب اہتمام
اور تحفظ ہونا چاہیے اور ادائیگی میں ہوش سے کام لیا جائے (ت)

---

[1] القرآن ۲/۲۸۶
[2] القرآن ۲۲/۸۷
[3] القرآن ۲/۱۸۵

marfat.com

پنجم ضاد و دال میں فرق صفات کا ذکر لغو و فضول اور محل بحث سے یکسر معزول، متقدمین کا مسلک معلوم ہے کہ اُن کے یہاں تشابہ و عدم تشابہ پر اصلاً نظر نہیں اور متاخرین قرب مخرج یا عسر تمیز پر لحاظ کرتے ہیں صفات سے انھیں بھی بحث نہیں نہ صفات خواہی نہ خواہی آسانی تمیز کو مستلزم نہ اُن کا تشارک دشواری پر حاکم ط مہملہ دال مہملہ سے سوائے اطباق کے کچھ فرق نہیں اور فرق تمیز کی آسانی مبین اور تائے مثناۃ سے متعدد صفات میں تباین تام اور دشواری فصل منصوص اعلام ط مجہورہ و مستعلیہ مطبقہ قلقلہ ہے اور ت مہموسہ مستفلہ منفتحہ بے قلقلہ خانیہ و خلاصہ و حلیہ و ہندیہ و ردالمحتار وغیرہا میں ہے:

ان کان لایمکن الفصل بین الحرفین الا بمشقة کالطاء مع التاء الخ۔[1]

اگر دو حرفوں کے درمیان مشقت کے بغیر امتیاز ممکن نہ ہو جیسے طاء اور تاء الخ (ت)

شرح جزریہ میں ہے:

قال الرمانی وغیرہ لولا الاطباق لصارت الطاء دالا لانہ لیس بینھما فرق الا الاطباق۔[2]

رمانی وغیرہ نے کہا ہے کہ اگر اطباق نہ ہو تو طاء دال ہو جائے گی اس لئے کہ اطباق کے علاوہ ان دونوں کے درمیان کوئی فرق ہی نہیں۔ (ت)

ششم فتوی ندوی کا قول کہ ضاد و دال دو حرف متغایر المعنی عجیب، الفاظ متغایر المعنی ہیں اگر مسمی مراد تو ان کے لئے معنی کہاں، بھلا بتائیے تو کہ مجرد حرف ض کے کیا معنی ہوئے، اور اگر اسماء مقصود یعنی ضاد و دال تو نہ دو حرف نہ ان میں مقال، شاید یہ کہنا چاہا اور کہنا نہ آیا کہ ض و د دو حرف جداگانہ ہیں کسی کلمے میں اُن کا تغیر معنی کے لئے مستلزم تغایر، یہ معنی فی البطن اگر مقصود بھی ہوں تو اولاً اطلاق ممنوع، ثانیاً ہر تغیر میں تغیر بحدِ فساد مدفوع، دیکھو ضالین و دالین میں کس قدر تغایر معنی ہے مگر محقق حلبی نے تغیر نہ مانا وھذا ابداھة غنی عن ابانة (یہ بات بدیہی ہونے کی وجہ سے محتاجِ بیان نہیں۔ ت)

ہفتم دو حرفوں میں تغایر صوت ہرگز سب کے لئے سہولت تمیز کو مستلزم نہیں ح و خ کی آوازیں کتنی جدا ہیں مگر ترک کو اُن میں تمیز سخت دشوار۔ غنیہ میں ہے:

ذکر محمد بن الفضل فی فتاواہ ان الترک لایمکنہ اقامة الحاء الا بمشقة الخ۔[3]

محمد بن فضل نے اپنے فتاوی میں تحریر کیا کہ ترک لوگوں کیلئے حاء کی ادائیگی مشقت کے بغیر ممکن نہیں الخ (ت)

---

[1] ردالمحتار مطلب مسائل زلۃ القاری مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۴۶۶

[2] المنح الفکریۃ شرح المقدمۃ الجزریۃ مطلب بیان ان الاسنان علی اربعۃ اقسام مطبوعہ تجارت الکتب جامع محلہ بمبئی ص ۱۵

[3] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی احکام زلۃ القاری مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۸۲-۴۸۱

marfat.com

الجام الصاد عن سنن الضاد [۱۳۱۷]

(ضاد کے طریقوں سے روکنے والے کے منہ میں لگام دینا)

مسئلہ ۲۷۷: از دربھنگہ محلہ اسمٰعیل گنج ڈاک خانہ لہریاسرائے مرسلہ مولوی محمد یسین صاحب
۱۰ جمادی الاخری ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ان اطراف بنگالہ وغیرہ میں کچھ لوگ ایسے پیدا ہوئے ہیں کہ ض معجمہ کو قصداً ظ یا ذ بلکہ تر معجمات پڑھتے ہیں اور اسی کا دوسروں کو امر کرتے ہیں اور عام عوام ہندوستان میں جس طرح یہ حرف ادا کیا جاتا ہے جس سے بُوئے دال مہملہ پیدا ہوتی ہے اُس سے نماز مطلقاً فاسد و باطل بتاتے ہیں اور اپنے دعووں کی سند میں اہلِ ندوہ وغیرہ ہندیان زمانہ کے چھ فتوے دکھاتے ہیں جن کا خلاصہ کلام و محصل مرام نماز میں ض کو مشابہ د مہملہ پڑھنے پر حکمِ فساد اور اس پر ان دو وجہ سے استناد ہے:

اوّلاً فی فتاوی قاضی خان:

ولوقرأ الظآلین بالظاء وبالذال لاتفسد صلاتہ ولوقرأ الدآلین بالدال تفسد[۱]۔

اگر الضآلین کو الظآلین یا الذآلین پڑھا تو نماز فاسد نہ ہوگی اور اگر دآلین دال کے ساتھ پڑھا تو فاسد ہوجائے گی۔ (ت)

---

[۱] فتاوی قاضی خان فصل فی قرأۃ القرآن خطأ الخ مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۱/ ۶۹

marfat.com

خطا وزلت میں ہے کہ لغزش زبان سے باوصف قدرت ایک حرف کی جگہ دوسرا نکل جائے اور یہاں صاف صورت عجز ہے کہ یہ ظالین یا اس کے مشابہ والین پڑھنے والے ہرگز ادائے ضٖ پر قادر نہیں جس طرح فوائد الاکمل و حلیہ کی عبارت گزری کہ

ان السنۃ الاکراد واھل السواد والاتراک غیرطائعۃ فی مخارج ھذہ الحروف[1]

کرد، عراقی اور ترک لوگوں کی زبانیں ان حروف کی ادائیگی پر قادر نہیں۔ (ت)

فتاوٰی امام قاضی خان وغیرہ کی عبارت اوپر گزری کہ اس قول کو اذا اخطأ بذکر حرف مکان حرف[2] (یعنی اگر ایک حرف کی جگہ دوسرا حرف خطاءً زبان سے نکل گیا۔ ت) میں ذکر فرمایا اب محقق علی الاطلاق کا ارشاد اجل واجلے سنیے، فتح میں فرماتے ہیں:

اما الحروف فاذا وضع حرفا مکان غیرہ فاما خطأ واما عجزا فالاول ان لم یغیر المعنی لاتفسد وان غیر فسدت فالعبرۃ فی عدم الفساد عدم تغیر المعنی، وحاصل ھذا ان کان الفصل بلا مشقۃ تفسد وان کان بمشقۃ قیل تفسد واکثرھم لاتفسد ھذا علی رأی ھؤلاء المشائخ، ثم لم تنضبط فروعھم فاورد فی الخلاصۃ ماظاھرہ التنافی للمتامل فالاولی قول المتقدمین والثانی وھو الاقامۃ عجزا کالحمد للہ الرحمٰن الرحیم بالھاء فیھا اعوذ بالمھملۃ الصمد بالسین ان کان یجھد اللیل والنہار فی تصحیحہ ولایقدر فصلوتہ جائزۃ ولو ترک جھدہ ففاسدۃ ولا

رہا معاملہ حروف کا، تو جب ایک حرف کو کسی دوسرے حرف کی جگہ رکھ دیا جائے تو یہ خطاءً ہوگا یا عجزاً، پہلی صورت میں اگر معنی نہیں بدلا تو نماز فاسد نہیں ہوگی اور اگر معنی بدل گیا ہو تو نماز فاسد ہوجائے گی، پس نماز کے عدمِ فساد میں معنی کے تبدیل نہ ہونے کا اعتبار ہے، اس کلام کا حاصل یہ ہے کہ اگر حروف میں امتیاز بغیر مشقت کے ممکن ہو تو نماز فاسد ہوگی اور اگر اس میں مشقت ہو تو بعض نے کہا نماز فاسد ہوگی لیکن اکثر کے نزدیک نماز فاسد نہ ہوگی، یہ ان مشائخ کی رائے کے مطابق ہے، پھر ان کی تمام فروعات وجزئیات کو منضبط نہیں۔ پس خلاصہ میں ایسی چیز کو وارد کیا گیا ہے جو بظاہر صاحبِ غور وفکر کے ہاں منافی ہے، پس متقدمین کا قول اولیٰ ہے اور دوسری صورت

---

[1] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

[2] فتاوٰی قاضی خان فصل فی قرأۃ القرآن خطاءً الخ مطبع نونکشور لکھنؤ ١/ ٦٨

marfat.com

ملحوظ ہیں :

اوّل ض ظ ذ ز معجمات سب حروف متباینہ متغائرہ ہیں ان میں کسی کو دوسرے سے تلاوتِ قرآن میں قصداً بدلنا اس کی جگہ اُسے پڑھنا نماز میں ہو خواہ بیرونِ نماز حرام قطعی وگناہِ عظیم، افترا علی اللہ وتحریفِ کتابِ کریم ہے۔ فقیر نے اپنے رسالہ نعم الزاد لروم الضاد میں اس پر دلائل قاہرہ باہرہ قائم کئے ہیں یہاں تک کہ امام اجل ابوبکر محمد بن الفضل فضلی و امام برہان الدین محمود صاحب ذخیرہ وغیرہ و علامہ علی قاری مکی رحمہم اللہ تعالٰی تصریح فرماتے ہیں کہ جو قصداً ض کی جگہ ظ پڑھے کافر ہے، محیط برہانی میں ہے :

سئل الامام الفضلی عمن یقرأ الظاء المعجمۃ مکان الضاد المعجمۃ اوعلی العکس فقال لایجوز امامتہ ولو تعمد یکفر۔[1] (ملخصا)

امام فضلی سے اس شخص کے بارے میں سوال کیا گیا جس نے ضاد کی جگہ ظا یا ظا کی جگہ ضاد پڑھا تو فرمایا اس کی امامت جائز نہیں اور اگر اس نے قصداً ایسا کیا تو یہ کفر ہے۔ (ت)

منح الروض الازہر میں ہے : امّا کون تعمدہ کفرا فلا کلام فیہ[2] (عمداً ایسا کرنا کفر ہے اس میں کوئی شک نہیں۔ ت) عالمگیری میں ض کی جگہ ز عمداً پڑھنے کو کفر لکھا

حیث قال سئل عمن یقرأ الزاء مقام الضاد وقرأ اصحاب الجنۃ مقام اصحٰب النار قال لایجوز امامتہ ولو تعمد یکفر[3] اھ فی النسخۃ الھندیۃ الضاد المعجمۃ و فی المصریۃ الصاد وکلاھما محتمل والحکم واحد لایتبدل۔

عبارت یہ ہے سوال یہ کیا گیا کہ کوئی ضاد کی جگہ زا اور اصحب النار کی جگہ اصحب الجنۃ پڑھے تو کیا حکم ہے؟ فرمایا اس کی امامت جائز نہیں اور اگر اس نے ایسا عمداً کیا تو اسے کافر قرار دیا جائے گا اھ اس فتاوٰی کے ہندوستانی نسخہ میں ضاد اور مصری میں صاد ہے اور ان دونوں کا احتمال ہے حکم ایک ہی ہوگا اس میں کوئی فرق نہیں آئے گا۔ (ت)

اس طائفہ حادثہ کا حکم تو یہیں سے ظاہر ہوگیا۔

---

[1] منح الروض الازہر شرح فقہ اکبر بحوالہ المحیط فصل فی القرأۃ والصلٰوۃ مطبوعہ مطبع قیومی کانپور ص ۲۰۵
[2] منح الروض الازہر شرح فقہ اکبر فصل فی القرأۃ والصلٰوۃ مطبوعہ مطبع قیومی کانپور ص ۲۰۵
[3] فتاوٰی ہندیہ الباب التاسع فی احکام المرتدین مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۲۸۱

marfat.com

وفی التاتارخانیة عن الحاوی حکی عن الصفار انه کان یقول الخطاء اذا دخل فی الحروف لایفسد لان فیه بلوی عامة الناس لانهم لایقیمون الحروف الا بمشقة اھ وفیها اذا لم یکن بین الحرفین اتحاد المخرج ولا قرب به الا ان فیه بلوی العامة لاتفسد عند بعض المشائخ[1] اھ مختصرا وقد مر تمامہ۔

تاتارخانیہ میں حاوی سے منقول ہے کہ امام صفار کہا کرتے تھے کہ حروف میں خطا ہو جائے تو نماز فاسد نہیں ہوتی کیونکہ اس میں عوام الناس کو شدید ضرورت ہے کیونکہ وہ مشقت کے بغیر ان حروف کو ادا نہیں کرسکتے اھ، اسی میں ہے جب دو حرفوں کے درمیان اتحادِ مخرج اور قربِ مخرج نہ ہو البتہ اس میں عموم بلوی ہو تو بعض مشائخ کے ہاں نماز فاسد نہ ہوگی اھ اختصاراً اور تمام عبارت پیچھے گزر چکی ہے۔ (ت)

حلیہ میں ہے:

قال بعضهم لا تفسد منهم ابو القاسم الصفار ومحمد بن سلمة وکثیر من المشائخ افتوا به لعموم البلوی فان العوام لا یعرفون مخارج الحروف[2]۔

بعض علماء نے کہا کہ نماز فاسد نہیں ہوگی، انہی میں سے شیخ ابوالقاسم الصفار اور محمد بن سلمہ ہیں، اور کثیر مشائخ نے ضروریاتِ عامہ کی بنا پر اسی پر فتوی دیا ہے کیونکہ عوام مخارج حروف سے واقفیت نہیں رکھتے۔ (ت)

اس قول پر تو صراحۃً عکس مراد ہوتا تھا۔ یہاں ظ خاص طائفہ قلیلہ ذلیلہ وہابیہ پڑھتے ہیں اور دیا مشابہ د ہیں عام ابتلا خود انھیں فتووں سے سائل نے نقل کیا کہ ایک بلاعام اس زمانے میں یہ ہوگئی ہے کہ ض کو بصورت د پڑھتے ہیں اب تو لازم تھا کہ ان ظائیوں ندویوں کے بھائیوں کی نماز فاسد کرتے اور عامہ عوام کی نماز صحیح الحمد للہ تلك عشرة کاملة وقد بقی خبایا فی زوایا لولا ان السائل اوصی بالاجمال لاتینا بها (تمام تعریف اللہ تعالٰی کے لئے ہے یہ دس کامل دلائل مکمل ہیں، ابھی کچھ دلائل خفا کے گوشے میں رہ گئے ہیں اگر سائل نے اجمالاً لکھنے کا نہ کہا ہوتا تو ہم ان کا بھی تذکرہ کردیتے۔ ت) یہاں تک ان فتووں کی حالتیں ظاہر ہوگئیں اور یہ بھی کہ وہ اس طائفہ حادثہ کو مفید اصلاً نہیں، امور مسئولہ میں صرف اس کا جواب رہا کہ یہ نزاع خاص اس حرف میں کیوں ہے جہل اور عوام اہلسنت کے جہلا کا علم ض کا دشوار ترین

---

[1] ردالمحتار مطلب مسائل زلۃ القاری مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۴۶۸

[2] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

marfat.com

الفصل بین الحرفین الا بمشقة قال اکثرھم لاتفسد صلوتہ[1] اھ مختصرا۔

دونوں حرفوں کے درمیان مشقت کے بغیر امتیاز ممکن نہ تھا تو اکثر علماء کا قول یہی ہے کہ نماز فاسد نہ ہوگی اھ اختصارا۔ (ت)

اسی طرح فتاوٰی ہندیہ میں فتاوٰی خانیہ سے منقول، ابن امیر الحاج حلیہ شرح منیہ میں فرماتے ہیں :

فی الخانیة والخلاصة انہ ان لم یتغیر المعنی جاز مطلقا وان تغیر المعنی فان لم یشق التمییز بین الحرفین فسدت عند الکل وان شق فاکثرھم لاتفسد[2]۔

خانیہ اور خلاصہ میں ہے اگر معنی میں تبدیلی نہیں آئی تو نماز (مطلقاً) ہر حال میں جائز، اور اگر معنی میں تبدیلی آجائے تو اب ان دونوں حروف کے درمیان امتیاز مشکل نہیں تو تمام کے نزدیک نماز فاسد، اور اگر امتیاز میں مشقت ہے تو اکثر کے نزدیک فاسد نہ ہوگی۔ (ت)

سوم قطع نظر اس سے کہ دال و مشابہ دال میں فرق بدیہی دعوٰی میں یہ تھا اور سند میں وہ۔ اور قطع نظر اس سے کہ عبارتِ خلاصہ میں اگر دال مہملہ ہے تو مستدل کے صریح خلاف، اور معجمہ ہے تو مہملہ کا ذکر اصلاً نہیں، تو سند دعوٰی سے بے علاقہ صاف ہمیں عبارت قاضی خاں سے بحث کرنی ہے جس سے فتوی ندوہ نے بھی استناد کیا اس عبارت میں دال و ذال کے صرف اسماء لکھے ہیں انھیں صفت مہملہ و معجمہ سے مقید نہ فرمایا اور نقول خصوصاً مطابع میں نقاط کا تغیر کوئی نئی بات نہیں مگر علامہ محقق ابراہیم حلبی نے غنیہ شرح منیہ اور علامہ محقق مولانا علی قاری مکی نے منح فکریہ شرح مقدمہ جزریہ میں یہی عبارت قاضی خاں بتصریح اہمال و اعجام نقل فرمائی جس میں صراحۃً مذکور کہ ضالین کی جگہ دالین بہ دال مہملہ پڑھے تو نماز نہ جائے گی اور ذالین بہ ذال معجمہ پڑھے تو جاتی رہے گی، اول نے فرمایا ہے :

ھذا فصل وھو ابدال احد ھذہ الاحرف الثلثة اعنی الضاد والظاء والذال من غیرہ فلنورد ما ذکرہ فی فتاوٰی قاضی خان من ھذہ القبیل قرأ ولا الضآلین بالظاء المعجمة اوالدال المھملة لاتفسد لوجود لفظھما

اس کی تفصیل یہ ہے کہ ان تین حروف یعنی ضاد، ظاء اور ذال کو کسی دوسرے حرف سے تبدیل کرکے پڑھنا اس سلسلہ میں فتاوٰی قاضی خان میں جو کچھ بیان ہوا اس کا عنقریب ہم تذکرہ کرتے ہیں اگر ضالین کی جگہ ظالین اعجاما یا دالین اہمالا پڑھا تو نماز فاسد نہ ہوگی کیونکہ ان

---

[1] فتاوٰی قاضی خان فصل فی قرأة القرآن خطأ الخ مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۱/ ۶۸

[2] حلیة المحلی شرح منیة المصلی

marfat.com

شریک و نظیر سے پاک نرالا اور اھد کے معنی معاذ اللہ بزدل کمزور فی القاموس الاھد الجبان زاد فی تاج العروس الضعیف[۱] (قاموس میں ہے الاھد بزدل، تاج العروس میں کمزور کا اضافہ کیا ہے۔ت)

ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

(ان میں بڑا فرق ہے یہ کہاں اور وہ کہاں)

لاجرم اس قدر تجوید کہ ہر حرف دوسرے سے ممتاز اور تبدیل و تلبیس سے احتراز ہو ہر مسلمان پر لازم ہے تصحیح مخارج و اقامۂ حروف کا اہتمام فرض متحتم علمائے متاخرین کا فتوٰی معاذ اللہ پروانہ بے پروائی نہیں کہ قرآن کو کھیل بنائے اور خلاف ما انزل اللہ جو جی میں آئے پڑھ لینا مناسب با وصف قدرتِ تعلم تعلّم نہ کرنا اور اس امر اہم کو ہلکا سمجھنا غلط خوانیِ قرآن پر جمے رہنا کون جائز کہے گا، اس سہل انگاری کی ایک نظیر سُن چکے اللہ کو احد ماننا عین اسلام اور معاذ اللہ اھد کہنا صریح دشنام، مانا کہ تمہیں قصدِ دشنام نہیں پھر اس سے کیا ہُوا کفر سے بچ گئے بات کی شناعت کیا جاتی رہے گی، تعریف کیجئے اور اسی کا قصد ہو مگر لفظ وُہ نکلیں جو صریح ذم ہوں کیا علمائے متاخرین اسے حلال بتا گئے ہیں؟ کلّا، واللہ، حاشا للہ صحیح حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اذا نعس احدکم وھو یصلی فلیرقد حتی یذھب عنہ النوم فان احدکم اذا صلی وھو ناعس لایدری لعلہ یذھب یستغفر فیسب نفسہ[۲]۔ رواہ مالک والبخاری ومسلم وابوداؤد والترمذی وابن ماجۃ عن ام المؤمنین الصدیقۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا۔

جب تم میں کسی کو نماز میں اونگھ آئے تو سو جائے یہاں تک کہ نیند چلی جائے کہ اونگھتے میں پڑھے گا تو کیا معلوم شاید اپنے لئے دعائے مغفرت کرنے چلے اور بجائے دعا بددعا نکلے۔ اسے امام مالک، بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ نے حضرت ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کیا ہے۔

جب اونگھتے میں نماز سے منع کیا کہ احتمال ہے شاید اپنے لئے دعائے بد نکل جائے اگرچہ قصد دعا ہے تو خود جاگتے میں خود اللہ عزوجل کی شان میں سخت گستاخی کا کلمہ نہ فقط احتمالاً بلکہ تجربۃً بارہا مُنہ سے نکالنا کیونکر گوارا ہوسکے اگرچہ قصد ثنا ہے۔ اتقان شریف میں ہے:

من المھمات تجوید القراٰن وھو اعطاء

تجوید قرآن اہم امور میں سے ہے اور وہ حروف کو

---

[۱] تاج العروس شرح قاموس فصل الھاء من باب الدال مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۵۴۴

[۲] مؤطا الامام مالک ما جاء فی صلوٰۃ اللیل " میر محمد کتب خانہ کراچی ص ۱۰۰

صحیح بخاری باب الوضوء من النوم " قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۳۴

marfat.com

حلیہ میں ہے:

ثم ماسنذکر من الخلاف من المتقدمین والمتاخرین فی ھذا علی ما فی الخانیۃ ینبغی ان یکون محلہ ما اذا لم یتعمد فتنبہ لہ[1]۔

پھر اس مسئلہ میں ہم متقدمین و متاخرین کا جو اختلاف خانیہ کے حوالے سے بیان کریں گے اس کا محل و مقام اسی صورت میں ہے جو عمداً نہ ہو، تو اس پر توجہ کرو۔ (ت)

پانچویں فتوی کی عبارت سوال میں مذکور، اس میں تو صراحۃً تعمدِ ظ پر حکمِ فسادِ مسطور، پھر اُسے مفید سمجھنا کس قدر عقل و فہم سے دور، اس خاص جزئیہ کی عبارتیں بکثرت ہیں، حلیہ میں خزانۃ الفتاوی وغیرہا سے منقول:

غیر المغضوب بالظاء و الظلمین بالذال او بالضاد قال بعضھم لا تفسد ھم ابو القاسم الصفار و محمد بن سلمۃ و کثیر من المشائخ افتوا بہ لعموم البلوی فان العوام لا یعرفون مخارج الحروف وقال الامام ابو المحسن والقاضی الامام ابو عاصم ان تعمد ذلک تفسد وان جری علی لسانہ اولم یکن ممن یمیز بین الحرفین لا تفسد وھو المختار[2]۔

اگر غیر المغضوب کو ظاء کے ساتھ، الظالمین کو ذال یا ضاد کے ساتھ پڑھا تو بعض علماء کی رائے یہ ہے کہ نماز فاسد نہ ہوگی ان کے اسماء یہ ہیں ابو القاسم الصفار، محمد بن سلمہ اور متعدد مشائخ نے عموم بلوی کی وجہ سے اسی پر فتوی دیا ہے کیونکہ عوام مخارج حروف سے آگاہ نہیں ہوتے اور امام ابو المحسن اور قاضی امام ابو عاصم نے کہا اگر ایسا عمداً کیا تو نماز فاسد ہوگی اور اگر زبان پر از خود جاری ہوگیا یا دونوں حروف میں امتیاز کرنے والا نہیں تو نماز فاسد نہ ہوگی اور یہی مختار ہے۔ (ت)

اسی میں خزانۃ الاکمل سے ہے:

اذا قرأ مکان الظاء ضادا او مکان الضاد ظاء فقال القاضی المحسن الاحسن ان یقال ان تعمد ذلک تبطل صلاتہ عالما کان او جاھلا اما لو کان مخطئا اراد الصواب

جب کسی نے ظاء کی ضاد یا ضاد کی جگہ ظاء پڑھا تو قاضی محسن نے کہا احسن یہ ہے کہ اگر اس نے عمداً ایسا کیا تو کہا جائے کہ نماز باطل ہے خواہ وہ عالم ہو یا جاہل، لیکن اگر خطاءً ایسا ہوا یعنی درست پڑھنے

---

[1] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

[2] ایضاً

marfat.com

علی المعنی کا نام ہے اور نظم یہ حروف بہ ترتیب معروف اور باہم متباین اور تبدیل جز مستلزم تبدیل کل فان المولف من مباین مباین للمولف من مباین اخر (ایک مباین حروف کا مجموعہ دوسرے مباین حروف کے مجموعے کے مباین ہوتا ہے۔ ت) میں نہیں جانتا کہ اس تبدیل قصدی و تحریف کلام اللہ میں کیا تفاوت مانا جائے گا۔ یہی منشا ہے امام فضلی و امام محمود و علامہ قاری وغیرہم کے اُس حکم کا کہ جو قرآن مجید میں ض عمداً ظ سے بدلے کافر ہے۔

اقول ولاحاجة الی استثناء وما هو علی الغیب بضنین فان ههنا لیس اقامة الظاء مقام الضاد لان المکان لیس مکانها خاصة بل مکانهما جمیعا علی التوارد حیث قرئ بهما فی القراٰن فکان مثل صراط و سراط و بسطة و بصطة و یبسط و یبصط و مصیطر و مسیطر الی اشباه ذلك بخلاف مغضوب مغظوب و بخلاف سجیل وصجیل فانه تبدیل۔

اقول میری رائے یہ ہے کہ وما هو علی الغیب بضنین کو مستثنٰی کرنے کی ضرورت ہی نہیں کیونکہ یہاں ظاء کو ضاد کی جگہ رکھنا لازم نہیں آتا کیونکہ یہ صرف ضاد ہی کا مقام نہیں بلکہ یکے بعد دیگرے دونوں کی جگہ ہے کیونکہ ان دونوں حروف کے ساتھ قراءتِ قرآنی ثابت ہے جیسے صراط اور سراط، بسطة اور بصطة، یبسط اور یبصط، مصیطر اور مسیطر اور ان کے ہم مثل دیگر الفاظ، بخلاف مغضوب اور مغظوب کے اور بخلاف سجیل اور صجیل کے کیونکہ یہاں تبدیلی ہے۔ (ت)

پس جزماً لازم کہ ہر حرف میں خاص حرف منزل من اللہ ہی کا قصد کریں اور اسی کے مخرج سے اسے نکالنا چاہیے مخرج ضاد زبان کی دہنی یا بائیں کروٹ ہے یوں کہ اکثر پہلوئے زبان حلق سے نوک کے قریب تک اسی جانب کی اُن بالائی داڑھوں کی طرف جو وسط زبان کے محاذی ہیں قریب ملاصق ہوتا ہوا کچلیوں کی طرف دراز ہو یہاں تک کہ شروع مخرج لام تک بڑھے زبان کی کروٹ داڑھوں سے متصل ہوتی باقی زبان اس حرکت میں اوپر کو میل کرکے تالو سے نزدیکی پائے دانتوں یا زبان کی نوک کا اُس میں کچھ حصہ نہیں وہ ان قوی حرفوں میں ہے جو ادا ہوتے وقت اپنے مخرج پر اعتماد قوی مانگتے ہیں جس قدر سانس ان کی آواز میں سینے سے باہر آتی ہے سب کو اپنی کیفیت میں رنگ لیتے ہیں کہ کوئی پارۂ سانس کا اُن کے ساتھ جدا چلتا معلوم نہیں ہوتا جب تک اُن کی آواز ختم نہ ہولے سانس بند رہے گی ایسے حرفوں کو مجہورہ کہتے ہیں اور ان کے خلاف کو مہموسہ جن کا جامع فَحَثَّهٗ شَخْصٌ سَکَتَ ہے یا سَتَشْحَثُكَ خَصْفَهْ مثلاً تائے مثلثہ کو مکرر کرکے بولے ثلث تو آواز ثا کے ساتھ ایک حصہ ساکن کا جدا معلوم ہوگا نفس بند نہ ہوا مجہورہ میں ایسا نہیں بلکہ تمام سانس جو

marfat.com

علی لسانه ولم یکن ممیزا وفی زعمه انه ادی الکلمة علی وجهها لا تفسد وکذا روی عن محمد بن مقاتل والشیخ الامام اسماعیل الزاهد[1]۔

اور وہ امتیاز کرنے والا نہ تھا اور اس کا گمان یہی تھا کہ اس نے کلمہ کو صحیح طور پر ادا کیا ہے تو نماز فاسد نہ ہوگی، محمد بن مقاتل اور شیخ امام اسمٰعیل الزاہد سے بھی اسی طرح مروی ہے۔ (ت)

بزازیہ میں دربارۂ مغضوب و ذالین وظالین ہے:

قال القاضی ابو الحسن والقاضی ابو عاصم ان تعمد فسد وان جری علی لسانه او کان لایعرف التمیز لایفسد وھو اعدل الاقاویل وھو المختار[2]۔

قاضی ابوالحسن اور قاضی ابو عاصم نے کہا کہ اگر ایسا عمداً کیا تو نماز فاسد ہوجائے گی اور اگر زبان پر از خود اس طرح جاری ہوگیا یا وہ امتیاز نہ کرسکتا تھا تو نماز فاسد نہ ہوگی اور یہ تمام اقوال میں معتدل ہے اور یہی مختار ہے۔ (ت)

اسی طرح ہندیہ میں اس سے منقول۔

اقول والظاھر ان ھذہ الاختیارات ترجع الی شق الجواز عند الخطأ اما الفساد عند العمد فینبغی الاتفاق علیه کما تقدم ما یفیدہ عن الحلیة والتصریح به عن الطحطاوی وھو معنی استظھار الاکمل انه مجمل ما فی جمیع الفتاوی کیف واذا جعلوا التعمد من الردة فما بقاء الصلٰوة ھذا واضح جدا۔

اقول (میں کہتا ہوں) ظاہر یہ ہے کہ تمام اختلافات میں مختار اقوال جواز کی طرف اسی صورت میں راجح ہوتے ہیں جب ایسا معاملہ خطاءً واقع ہو۔ رہا معاملہ عمداً کا تو اس صورت میں فسادِ نماز پر اتفاق ہے جیسا کہ حلیہ کے حوالے سے افادہ کے طور پر گزرا۔ اور طحطاوی کی تصریح گزری، اور اکمل کا بطور استظہار کہنا کہ "تمام فتاوی جات کا اجمال یہی ہے" کا معنی بھی یہی ہے اور یہ کیسے نہ ہو حالانکہ انھوں نے عمداً ایسا کرنے سے ارتداد کا حکم لگایا ہے تو نماز کے باقی رہنے کا کیا معنی! اور یہ نہایت ہی واضح ہے۔ (ت)

---

[1] منیة المصلی فصل فی زلة القاری مطبوعہ مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور ص ۴۲۱

[2] فتاوٰی بزازیہ علٰی حاشیۃ فتاوٰی ہندیۃ فصل فی زلة القاری مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۴/۴۲

marfat.com

پھر ایسی حالت میں عندالانصاف اشتراک صفات خواہ اشتباہ اصوات کسی کی تخصیص نہیں ہوسکتی کہ براہِ عجز ہے اختیاری نہیں اور غیر اختیاری پر حکم جاری نہیں کما قدمنا فی جعل الاتراک الحاء خاءً وعوام عصر العلامۃ الشامی القاف ھمزۃ (جیسا کہ ہم نے پیچھے بیان کیا کہ ترک لوگ حاء کو خاء اور علامہ شامی کے زمانہ کے لوگ ق کو ہمزہ بنادیتے ہیں) واضح ہوا کہ یہ طائفہ جدیدہ جس نے قصداً ضاد پڑھنا ٹھہرالیا ان کی نماز تو باجماع ائمۂ متقدمین و اتفاق اقوال مذکورہ متاخرین کبھی ولاالضالین تک نہیں پہنچنے پاتی پہلی ہی رکعت میں مغضوب کی جگہ مغظوب پڑھا اور نماز رخصت ہوئی اب افعال بے معنی کئے جاؤ۔ اسی طرح اگر کوئی جاہل حرف منزل ض کا قصد نہ کرے بلکہ عمداً اس کو دال خواہ کوئی حرف پڑھنا ٹھہرالے اس کی نماز بھی مغدوب سے آگے نہ چلے گی تعلم مخرج و طریق ادا و قصد صحیح بقدر قدرت ہر شخص کو لازم پھر جو کچھ ادا ہو افتوٰی تیسیر صحت پر حاکم۔

نسأل اللہ تیسیر کل عسیر انہ ولیہ وعلیہ قدیر وصلی اللہ تعالٰی علی البشیر والنذیر والہ وصحبہ۔

ہم اللہ تعالٰی سے سوال کرتے ہیں وہ ہر مشکل کو آسان فرمادے کیونکہ وہی مالک ہے اور اس پر وہ قادر ہے، اللہ کی رحمتیں نازل ہوں اس ذاتِ اقدس پر جو بشیر و نذیر ہے آپ کی آل اور اصحاب پر بھی۔ (ت)

بالجملہ عمداً ظا یا دال دونوں حرام، جو قصد کرے کہ بجائے ض ظ یا د پڑھوں گا ان کی نماز کبھی تمام فاتحہ تک بھی نہ پہنچے گی مغدوب مغظوب کہتے ہی بلاشبہہ فاسد و باطل ہوجائے گی اور جو حرف منزل ہی کا قصد رکھتا اور اسی کو ادا کرنا چاہتا ہے پھر اگر ایسی جگہ غلطی پڑے جس سے معنی نہ بدلے تو نماز فاسد نہ ہوگی اور اگر معنی بدل گئے تو دو حال سے خالی نہیں یا تو یہ شخص ادائے حرف پر قادر تھا براہِ لغزش زبان یا جہلاً یا سہواً زبان سے نکل گیا تو ہمارے مذہب سیدنا امام اعظم رحمہ اللہ تعالٰی و محرر مذہب سیدنا امام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہ کے نزدیک نماز مطلقاً فاسد، اور اگر یہ بدلا ہوا کلمہ قرآن مجید میں نہیں تو امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کا بھی اتفاق ہو کر اجماع ائمۂ متقدمین کہ نماز باطل ہے اور متاخرین کے اقوال کثیرہ و مضطرب ہیں۔

مسئلہ ۲۷۸ از دلیر گنج پرگنہ جہاں آباد ضلع پیلی بھیت مرسلہ خلیفہ الٰہی بخش ۱۸ رجب ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اکثر جہلا کو قواعد تجوید سے انکار رہے اور ناحق جانتے ہیں۔

الجواب

تجوید بنص قطعی قرآن و اخبار متواترۂ سید الانس والجان علیہ وعلٰی آلہ افضل الصلوٰۃ والسلام و اجماع تام صحابہ و تابعین و سائر ائمہ کرام علیہم الرضوان المستدام حق و واجب اور علم دین شرع الٰہی ہے قال اللہ

marfat.com

ان سے زیادہ ہمزہ وق کی آوازوں کا تباین ہے مگر علامہ شامی فرماتے ہیں ہمارے زمانے کے عوام پر اُن میں تمیز کمال مشکل ہے۔ ردالمحتار میں ہے:

فی التتارخانیۃ اذا لم یکن بین الحرفین اتحاد المخرج ولا قرب بہ الا انہ فیہ بلوی العامۃ کالذال مکان الصاد والظاء مکان الضاد لاتفسد عند بعض المشائخ اھ قلت فینبغی علی ھذا عدم الفساد فی ابدال القاف ھمزۃ کما ھو لغۃ عوام زماننا فانھم لایمیزون بینھما ویصعب علیھم جدا کالذال مع الزاء وھذا کلہ قول المتاخرین اھ[1]

تتارخانیہ میں ہے جب دو حرفوں کے درمیان اتحادِ مخرج نہ ہو اور نہ ہی قربِ مخرج ہو مگر اس صورت میں ضرورت عامہ ہو مثلاً صاد کی جگہ ذال یا ضاد کی جگہ ظاء پڑھا تو بعض مشائخ کے نزدیک نماز فاسد نہ ہوگی اھ میں کہتا ہوں اس بناء پر قاف کو ہمزہ کے ساتھ بدلنے میں جیساکہ ہمارے زمانے کے عوام کی زبان ہے بھی فساد نہیں ہونا چاہئے کیونکہ وہ ان دونوں کے درمیان امتیاز نہیں کرسکتے جیسے ذال اور زاء کے درمیان فرق کرنا ان پر نہایت ہی دشوار و مشکل ہے، یہ تمام متاخرین کے قول پر ہے اھ باختصار (ت)

ان عبارات سے واضح ہُوا کہ دشواری تمیز میں ہر قوم کے لئے اُس کا حال معتبر ہے۔ قربِ مخرج یا تشابہ وغیرہ کچھ ضرور نہیں تو عوام ہند اگر ض و د میں تمیز پر قادر نہیں تو وُہ ان کے لئے اسی مشقت فصل کی فصل میں ہیں جس میں ض و ظ و ت و ط کا شمار ہوا اب عبارت شامی منقولہ فتوی ندوہ اور اس کے مثل تمام عبارات بحث سے محض بیگانہ بلکہ استناد کرنے والوں کے صریح خلاف مراد ہوں گی اور دالین پر بطور متاخرین حکم جواز دیا جائے گا اور قصداً مغضوب پڑھنے والے پر باتفاق متقدمین و متاخرین حکم بطلانِ نماز۔

ہشتم یہاں تک مدارک ابنائے عصر پر کلام تھا مگر جانِ برادر عربی عبارت میں مِنْ عَلٰی فِیْ کا ترجمہ سمجھ لینا اور بات ہے اور مقاصد و مراد و مرام علمائے اعلام تک رسائی اور ؎

این سعادت بزورِ بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

مشقت جس سے فتوی ندوہ نے استناد کیا اس بحث سوال سے اصلاً متعلق ہی نہیں علماء کا وہ قول صورت

---

[1] ردالمحتار مطلب مسائل زلۃ القاری مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۴۶۸

marfat.com

افحسب الذین کفروا اور دوسری رکعت میں ۲۹ پارہ کا آخری رکوع ان المتقین فی ظلل پڑھا اس سے زیادہ پڑھنے پر مقتدی نہایت شاکی ہوئے، اور ایک مولوی صاحب نے فرمایا کہ یہ امام گنہگار ہوتے ہیں اتنا بڑا رکوع پڑھنے سے ایسی صورت اور ایسے وقت میں نہیں چاہئے منع آیا ہے، پست ہمت مقتدیوں کی شکایت شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ اور امام صاحب پر شرعاً کیا الزام اور گناہ ہے؟ سو آدمی کی جماعت میں دو مقتدی علیل پیرانہ سالی کی وجہ سے زیادہ شکایت اور امام کو برا جانیں وہ بھی الزام دینے سے گنہگار ہیں یا نہیں؟

الجواب

نمازِ حضر یعنی غیر سفر میں ہمارے ائمہ سے تین روایتیں ہیں،

اوّل فجر و ظہر میں طوال مفصل سے دو سورتیں پوری پڑھے ہر رکعت میں ایک سورت اور عصر و عشاء میں اوساطِ مفصل سے دو سورتیں اور مغرب میں قصارِ مفصل سے۔ مفصل قرآن کریم کے اس حصہ کو کہتے ہیں جو سورۂ حجرات سے اخیر تک ہے اس کے تین حصے ہیں حجرات سے بروج تک طوال، بروج سے لم یکن تک اوساط، لم یکن سے ناس تک قصار۔

دوم فجر و ظہر میں سورۃ فاتحہ کے علاوہ دونوں رکعت کی مجموع قرأت چالیس پچاس آیت ہے، اور ایک روایت میں ساٹھ آیات سے سو تک۔ اور عصر و عشا کی دونوں رکعت کا مجموعہ پندرہ بیس آیت، اور مغرب میں مجموعہ دس آیتیں۔

سوم کچھ مقرر نہ رکھے جہاں وقت و مقتدیان و امام کی حالت کا مقتضی ہو ویسا پڑھے، مثلاً نمازِ فجر میں اگر وقت تنگ ہو یا مقتدیوں میں سے کوئی شخص بیمار ہے کہ بقدرِ سنّت پڑھنا اس پر گراں گزرے گا یا بوڑھا ضعیف ناتواں یا کسی ضرورت والا ہے کہ دیر لگانے میں اس کا کام حرج ہوتا ہے اسے نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو گا تو جہاں تک تخفیف کی حاجت سمجھے تخفیف کرے، خود حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے نمازِ فجر میں ایک بچے کے رونے کی آواز سن کر اس خیالِ رحمت سے کہ اس کی ماں جماعت میں حاضر ہے طولِ قرأت سے ادھر بچہ پھڑکے گا اِدھر ماں کا دل بیچین ہو گا صرف قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس سے نماز پڑھا دی صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلٰی آلہٖ واصحابہٖ وبارک وسلم اجمعین، اور اگر دیکھے کہ وقت میں وسعت ہے اور نہ کوئی مقتدیوں میں بیمار نہ ویسا کامی تو بقدرِ سنّت قرأت ان روایات میں پہلی اور تیسری روایت مختار و معمول بہا ہے وانا اقول لاخلاف بینھما وانما الثالثۃ تقیید الاولی کما لایخفی (میری رائے میں ان دونوں روایات کے درمیان کوئی تعارض نہیں تیسری پہلی کو مقید کر رہی ہے جیسا کہ واضح ہے۔ ت) تو حاصل مذہب معتمد یہ قرار پایا کہ جب گنجائش بوجہ وقت خواہ بیماری وضعف وحاجت مقتدیان کم دیکھے تو قدر گنجائش

marfat.com

یسعہ ان یترك فی باقی عمرہ۱ھ[1] مختصراً۔ کہ یہ عمل عجز اُہو مثلاً الحمد ﷲ ، الرحمٰن الرحیم میں ھا کے ساتھ، اعوذ میں دال کے ساتھ اور الصمد میں سین کے ساتھ پڑھتا ہے، اس صورت میں اگر اس نے تصحیح کے لئے شب وروز محنت کی اور قادر نہ ہوسکا تو اس کی نماز درست ہوگی اور اگر جد وجہد ترک کردی تو نماز فاسد ہوگی اور اس کے لئے باقی عمر میں جد وجہد کو ترک کرنے کی گنجائش نہیں اھ اختصاراً" (ت)

دیکھو خطا وعجز کو صاف دو صورتیں متقابل قرار دیا اور وُہ فرق مشقت کا قول صرف صورت خطا میں ذکر کیا صورتِ عجز میں اس تفرقے کا اصلاً نام نہ لیا بلکہ س و ص و د و ذ کی مثالوں سے حروف متشابہ الصوت و غیر متشابہ دونوں کا یکساں حکم ہونا صراحۃً ظاہر فرمادیا تو بحالت عجز مغضوب مغدوب بلکہ بالفرض مغکوب مغوب سب کو قطعاً ایک حکم شامل اور حرف ض دو حرف کا فرق باطل۔

نہم مانا کہ نہ ظاہر طائفہ جدیدہ کی قصدیت پر نظر ہوئی نہ دال عوام پر، نہ اقوالِ علماء میں فرق عجز و خطا وغیرہ پر اور باتباع بعض علمائے متاخرین ارشاد اقدس اصل ائمہ مذہب رضی اللہ تعالٰی عنہم مصحح ومختار جمہور محققین بھی پسند نہ آیا یہ سب مسلم مگر متاخرین کا صرف ایک ہی قول تفرقہ مشقت نہ تھا متعدد اقوال تھے از انجملہ امام قاضی ابوعاصم وامام محمد ابن مقاتل وامام اسمٰعیل زاہد وغیرہم اکابر اماجد کا قول بہت باقوت تھا جس پر امام زاہد نے فتوی دیا، امام محسن وصاحبِ خزانۃ الاکمل نے احسن کہا، خزانۃ الفتاوٰی وحلیہ وغیرہما میں مختار بتایا، وجیز کردری و ہندیہ وغیرہما میں اعدال الاقاویل فرمایا کہ یہ سب عبارات زیرِ امرِ چہارم گزریں یعنی اگر خطاءً ایک حرف کی جگہ دوسرا زبان سے نکل گیا یا تمیز نہیں جانتا تو نماز فاسد نہیں، اس قول میں مشقت وغیرہ کا کچھ تفرقہ نہ تھا صرف خطاءً یا عدم تمیز پر حکم ہے اس تقدیر پر واجب تھا کہ ظ و د کا ایک حال ہو اور بحال عدم تعمد صحت نماز پر فتوی دیا جائے کون سی فقہی نظر موجب ہوئی کہ قولِ متاخرین ہی لینا تھا تو یہ قول جلیل نہ لیا جائے حالانکہ اس کی قوتِ جلیلہ شانے دارد، پھر جس مصلحت کے لئے قول ائمہ متقدمین سے عدول ہوا یعنی عوام پر آسانی، وہ بھی اسی میں اتم وازید، ہاں اگر منظور ہی یہ ہو کہ وہابیہ غیر مقلدین ندوی کے برادران مغلین کی نمازیں درستی پائیں اور عوام اہلسنت کی نمازیں برباد جائیں، اس لئے وہ قول تفرقہ اختیار کیا تو اختیار رہے۔

دہم بلکہ یہاں ایک اور قول باقوت تھا جسے امام ابوالقاسم صفار وامام محمد بن سلمہ وغیرہما اجلہ ائمہ نے اختیار فرمایا اور بہت مشائخ نے اُس پر فتوی دیا کہ نظر عموم بلوی پر ہے جہاں ابتلائے عام ہو صحت پر فتوی دیں گے اسی شامی میں یہیں تھا :

---

[1] فتح القدیر شرح ہدایہ فصل فی القرأۃ مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۲۸۱

marfat.com

الزیادۃ علی القرأۃ المسنونۃ فانہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نھی عنہ وکانت قرأتہ ھی المسنونۃ فلا بد من کون ما نھی عنہ غیر ماکان دابہ الا لضرورۃ[1] اھ وباقی ماذکرنا من المسائل معروفۃ فی الدرالمختار وردالمحتار وغیرھما من الکتب المتداولۃ فلاحاجۃ بایراد العبارات۔

میں طوالت وہ زیادتی ہے جو قرأت مسنونہ پر ہو، کیونکہ آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ایسی ہی زیادتی سے منع فرمایا ہے اور آپ کی قرأت قرأۃ مسنونہ ہی تھی لہذا جس سے آپ نے روکا وہ اس مسنونہ کے علاوہ ہوئی مگر ضرورت کے وقت اھ اور دیگر مسائل جو ہم نے ذکر کئے وہ درمختار، ردالمحتار اور دیگر متداول کتب میں معروف ہیں اس لئے تمام عبارات کے تذکرے کی ضرورت نہیں۔ (ت)

واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۴۸۱ ۲۷ شوال ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے نماز میں بعد الحمد للہ اور تین یا زائد آیتوں کے کہا قال رسول اللہ پھر رکوع کردیا یا قرآن مجید اور تلاوت کی تو اس صورت میں نماز ہوئی یا نہیں؟ اور سجدۂ سہو کی حاجت ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

اگر اس لفظ سے اُس نے کسی شخص کی بات کا جواب دینے کا قصد کیا مثلاً کسی نے پوچھا فلاں حدیث کس طرح ہے اُس نے کہا قال رسول اللہ اور معاً نماز کا خیال آگیا خاموش ہو رہا یا ابتداءً کسی سے خطاب کا ارادہ کیا مثلاً کسی کو کوئی فعلِ ممنوع کرتے دیکھا اسے حدیثِ ممانعت سنانی چاہی اس کے خطاب کی نیت سے کہا قال رسول اللہ پھر یاد آگیا آگے نہ کہا تو ان دو صورتوں میں ضرور نماز فاسد ہوجائے گی

کما نصوا علیہ فیما ھو ذکر و ثناء محض کلا الٰہ الا اللہ ولاحول ولا قوۃ الا باللہ و انا الیہ راجعون وغیر ذلک اذا قصد بہ الجواب او الخطاب فکیف مالیس کذلک۔

جیسے کہ فقہاء نے ان الفاظ کے بارے میں تصریح کی ہے جو کہ فقط ذکر و ثناء ہی ہیں مثلاً لا الٰہ الا اللہ، لاحول ولا قوۃ الا باللہ اور انا للہ وانا الیہ راجعون اور دیگر کلمات جب ان سے مقصد کسی کا جواب یا کسی کو خطاب ہو تو ان کلمات کا کیا حال ہوگا جو محض ذکر و ثنا نہیں۔ (ت)

---

[1] فتح القدیر شرح ہدایہ باب الامامۃ مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۳۰۵

marfat.com

حروف ہونا تو ظاہر ادا نہ ہوسکنے میں وُہ علما اور یہ جہلا برابر مگر فرق یہ ہے کہ ہمارے عوام نے معاذ اللہ کلام اللہ و تحریف حرف منزل من اللہ کا قصد نہ کیا وہ یہی چاہتے ہیں کہ جو حرف یہاں اللہ عزّوجل نے اتارا ہے اسی کو پڑھیں اُسی کا ارادہ کرتے اُسی کی نیت رکھتے اور اپنے زعم میں یہی سمجھتے ہیں کہ یہ حرف جہاں تک ہم سے ادا ہوسکتا ہے اس کی یہی آواز ہے بخلاف علمائے وہابیہ کو کہاں تاب کہ عجز و جہل کے طعنے سہیں، دقتوں دشواریوں کی کشاکش میں رہیں وہاں تو مذہب کی بنا ہی آرام پروری ہے۔ تراویح کی آٹھ، وتر کی ایک رکعت میں قسمت سے انھیں اوروں کے قول مل گئے ورنہ اصل مقصود ہی آرام نفس ہے۔ جاڑا لگتا ہے تیمم کرلو، جماع میں انزال نہ ہو غسل نہ کرو، سال دو سال عورت کی خبر نہ آئے عورت کا نکاح کردو، تین طلاقیں ایک جلسہ میں کہیں بے حلالے سمجھو، چھ چیز کے سوا سب میں سود روا، خون و مردار وغیرہ دو ایک چیزیں ناپاک، باقی تمام اشیا حتی کہ شراب بھی طاہر۔ بے باک رفع ضرورت کو زنا سے خود اپنی بیٹی، رضاعی، بھتیجی، سوتیلی خالہ سب حلال بلکہ سگی پھوپھی کے لئے بھی یہی خیال۔ انتہائے آرام طلبی یہ کہ وضو میں سر سے عمامہ دشوار اور پرہی سے مسح کرلو، مولیٰ سبحنہٗ وتعالیٰ نے وامسحوا برءوسکم فرمایا تم بعمامتکم سمجھو، وہ تو وہ مشکل یہ ہے کہ ہاتھوں کے لئے حکم غسل آیا اور ان کے دھونے سے آستینیں دھونا دشوار تر کہ پہنچے بھی بھیگے اور کپڑا بھی تر، ورنہ انھیں ایدیکم کی جگہ آستینکم بنالینا کیا دشوار تھا، یہاں ایک غیر مقلد صاحب کا قول تھا صاحبو تم نے تہجد میں آپ دشواریاں لگالی ہیں ہماری تو جاڑے میں جب آنکھ کھلی تکیے پر ہاتھ مار کر منہ پر پھیر لئے اور چارپائی پر بیٹھے بیٹھے دو رکعتیں پڑھیں اور لحاف میں دُبک رہے۔ مسلمانو کریمہ "لم تجدوا ماءً" کے معنی سمجھے یعنی جب چارپائی پر رکھا ہوا گھڑا نہ ملے تو تکیہ پر ہاتھ مار لو اگرچہ نام کو مٹی نہ غبار، نہ تکیہ دار کو مرض نہ آزار، ولا حول و لا قوۃ الا باللہ الواحد القہار۔ یوں بھی جبکہ وہ قصدی تحریف ہے اور یہ عجز یا جہل یا خطا کی تصحیف، تو وہی احق بالانکار ہے اور عوام کا ان کے علما سے اعلم ہونا واضح و آشکار، اصل اس قدر ہے، آگے افراط و تفریط واجب الحذر۔ یہ جواب امور مسئولہ ہے اور اس مسئلۂ خاص میں حق تحقیق حقیق بالقبول و عطر تنقیح اکابر فحول یہ ہے کہ مولیٰ عزوجل و تبارک و تعالیٰ نے قرآن عظیم اتارا اور ہمیں بحمد اللہ اس کے نظم و معنی دونوں سے متعبد کیا ہر مسلمان پر حق ہے کہ اُسے جیسا اترا ویسا ہی ادا کرے، حرف کی آواز بدلنے میں بیشمار جگہ الفاظ مہمل رہتے یا معنی کچھ سے کچھ ہوجاتے ہیں یہاں تک کہ معاذ اللہ کفر و اسلام کا فرق ہوجاتا ہے آواز صحیح سے جو معنی تھے ایمان تھے اور بدلنے پر جو پیدا ہوئے اُن کا اعتقاد صریح کفر تو معاذ اللہ وہ کلام اللہ کیونکر ہوا، آج کل یہاں عوام بلکہ کثیر بلکہ اکثر خواص نے اس امر خطیر میں مداہنت و بے پروائی اپنا شعار کرلی فقیر نے بگوش خود مولوی صاحبوں، اصحاب وعظ و درس و فتوی کو خاص پنچایت میں برملا پڑھتے سنا قل ھو اللہ اھد حالانکہ ہرگز نہ اللہ نے اھد فرمایا نہ امین وحی علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے اھد پہنچایا نہ صاحب قرآن صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اھد پڑھایا پھر یہ قرآن کیونکر ہوا، احد کے معنی ایک اکیلا

marfat.com

الجواب

(۱) نماز جائز ہے مگر قصداً کرے تو حرام و گناہ۔

(۲) ہاں سنّتِ متوارثہ ہے جبکہ اس سے پہلے فتحہ یا ضمہ ہو۔

(۳) تھوڑا دراز کرنا تو مستحب ہے اسے مدِ تعظیم کہتے ہیں اور زیادہ دراز کرنا کہ حدِ اعتدال سے خروجِ فاحش ہو مکروہ اور اگر معاذ اللہ تان کے طور پر ہو کہ کچھ حروف زوائد پیدا ہوں مثل اُاُ تو مفسدِ نماز ہے۔

(۴) جائز ہے۔

(۵) بے حاجت سجدہ سہو نماز میں زیادت اور ممنوع ہے مگر نماز ہو جائے گی۔ ہاں اگر یہ امام ہے تو جو مقتدی مسبوق تھا یعنی بعض رکعات اُس نے نہیں پائی تھیں وہ اگر اس سجدہ بے حاجت میں اس کا شریک ہوا تو اس کی نماز جاتی رہے گی لانہ اقتدی فی محل الانفراد (کیونکہ اس نے محل انفراد میں اس کی اقتدا کی۔ ت)

(۶) دونوں ہاتھوں میں کچھ فاصلہ ہو،

فی الدر المختار یبسط یدیہ حذاء صدرہ نحو السماء لانہا قبلۃ الدعاء ویکون بینہما فرجۃ[1] فی رد المحتار ای وان قلت قنیۃ[2] واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

دُرمختار میں ہے وہ اپنے دونوں ہاتھ اپنے سینہ کے برابر آسمان کی طرف پھیلائے کیونکہ آسمان دُعا کا قبلہ ہے اور ان کے درمیان فاصلہ ہو۔ ردالمحتار میں ہے اگرچہ تھوڑا فاصلہ ہی ہو، قنیہ (ت)

مسئلہ ۴۸۸ از شہر کہنہ بانس بریلی کانکر ٹولہ ۱۷ شوال ۱۳۱۹ھ

نماز چار رکعت میں زید اس طرح پڑھتا ہے اول رکعت میں بعد سورۂ فاتحہ سورۂ یٰسٓ شریف، دوسری میں سورۂ دخان شریف، تیسری میں سورۂ تنزیل، چوتھی میں سورۂ ملک، اس طرح سے یہ نماز پڑھنا خلافِ ترتیب ہوگا یا نہیں اور تنزیل سے کون سی سورۃ مراد ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

یہ نماز اسی ترتیب سے حدیث میں حفظِ قرآن کے لئے ارشاد ہوئی ہے، جامع ترمذی شریف میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے مروی ہے سورۂ تنزیل سورۂ الٓمٓ تنزیل السجدہ ہے۔

---

[1] درمختار فصل واذا اراد الشروع فی الصلٰوۃ الخ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۷۷

[2] ردالمحتار فصل فی بیان تالیف الصلٰوۃ " مصطفی البابی مصر ۱/۳۷۵

marfat.com

الحروف حقوقها ورد الحرف الی مخرجہ واصلہ ولا شك ان الامۃ کماھم متعبدون بفھم معانی القراٰن واقامۃ حدودہ ھم متعبدون بتصحیح الفاظہ واقامۃ حروفہ علی الصفۃ المتلقاۃ من ائمۃ القراءۃ المتصلۃ بالحضرۃ النبویۃ وقد عد العلماء القراءۃ بغیر تجوید لحناً[1] ملخصا۔

ان کے حقوق دینا اور ہر حرف کو اس کے مخرج اور اصل کی طرف لوٹانا ہے، بلاشبہ امتِ مسلمہ جس طرح معانی قرآن کے فہم اور حدود قرآنی کے نفاذ میں پابند ہے اسی طرح وہ قرآن کے الفاظ کی تصحیح اور انھیں اسی طریقہ وصفت پر ادا کرنے کی بھی پابند ہے جس طرح ان کو قرأت کے ائمہ نے ادا کیا جن کا سلسلۂ سند نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تک متصل ہے اور علما نے بغیر تجوید کے قرآن پڑھنے کو لحن قرار دیا ہے ملخصاً۔ (ت)

دیکھو کیسی تصریح ہے کہ علمائے کرام قرأت بے تجوید کو لحن بتاتے ہیں اور احسن الفتاوٰی فتاوٰی بزازیہ میں فرمایا: ان اللحن حرام بلا خلاف[2] لحن سب کے نزدیک حرام ہے۔ ولہذا ائمۂ دین تصریح فرماتے ہیں کہ آدمی سے کوئی حرف غلط ادا ہوتا ہے تو اس کی تصحیح وتعلم میں اُس پر کوشش واجب، اگر کوشش نہ کرے گا معذور نہ رکھیں گے اور نماز نہ ہوگی، بلکہ جمہور علما نے اس سعی کی کوئی حد مقرر نہ کی اور حکم دیا کہ تاعمر شبانہ روز ہمیشہ جہد کئے جائے کبھی اس کے ترک میں معذور نہ ہوگا، یہی قول امام ابراہیم ابن یوسف وامام حسین بن مطیع کا ہے محیط میں اسی کو مختار الفتوٰی فرمایا، خانیہ وخلاصہ وفتح القدیر ومراقی الفلاح وفتاوی الحجۃ وجامع الرموز ودرمختار وردالمحتار وغیرہا میں اسی پر جزم کیا، علامہ ابن الشحنہ نے اسی کو محرر بتایا، علامہ ابراہیم حلبی نے غنیہ میں اسی کو معتمد فرمایا، اگرچہ امام برہان محمود نے ذخیرہ میں اس کو مشکل بتایا، امام ابن امیر الحاج نے اسی پر تعویل کی، علامہ طحطاوی نے حاشیہ مراقی الفلاح میں اسی طرف میل کیا کما بیناکل ذلك فی فتاونا (جیسا کہ یہ سارے کا سارا ہمارے فتاوٰی میں بیان کیا گیا ہے۔ ت) تو کیونکر جائز کہ جہد وسعی بالائے طاق ہر سے سے حرف منزل من القرآن کا قصد ہی نہ کریں بلکہ عمداً اسے متروک ومہجور اور اپنی طرف سے دوسرا حرف اس کی جگہ قائم کردیں ھذا مما لایبیحہ شرع ولادین والعیاذ باللہ رب العالمین (شریعت اور دین اس کی ہرگز اجازت نہیں دیتے اللہ تعالٰی کی پناہ جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے۔ ت)

فقیر کہتا ہے غفر اللہ تعالٰی لہ بعد اس کے کہ عرش تحقیق مستقر ہوچکا کہ قرآن نظم ومعنی جمیعا بلکہ نظم دال

---

[1] الاتقان فی علوم القرآن النوع الثانی من المہمات تجوید القرآن مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۱۰۰

[2] فتاوٰی ہندیہ بحوالہ بزازیہ الباب الرابع فی الصلوٰۃ والتسبیح وقراءۃ القرآن الخ نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۱۷

marfat.com

مگر ناقص ہوئی کہ واجب ترک ہوا الحمد شریف تمام و کمال پڑھنا ایک واجب ہے اور اس کے سوا کسی دوسری سورت سے ایک آیت بڑی یا تین آیتیں چھوٹی پڑھنا واجب ہے' اگر الحمد للہ بھولا تھا اور واجب اول کے ادا کرنے سے باز رکھا گیا تو واجب دوم کے ادا سے عاجز نہ تھا فقط ایک ہی آیت پر قناعت کرکے رکوع کر دینے میں قصداً ترک واجب ہوا'

علی ماھو الظاھر وترتیب السورۃ علی الفاتحۃ واجب ثالث کما ان ترک الفصل بینھما باجنبی واجب رابع فاسقاط وجوب السورۃ للعجز عن الفاتحۃ لایظھر فیما یظھر واللہ تعالٰی اعلم۔

جیسا کہ واضح ہے فاتحہ اور سورت میں ترتیب تیسرا واجب جس طرح ان کے درمیان اجنبی کے ساتھ ترکِ فصل چوتھا واجب ہے پس بظاہر فاتحہ سے عاجز آنا وجوبِ سورت کے اسقاط کا سبب نہیں بن سکتا، واللہ تعالٰی اعلم (ت)

اور جو واجب قصداً چھوڑا جائے سجدۂ سہو اس کی اصلاح نہیں کرسکتا تو واجب ہے کہ نماز دوبارہ پڑھے، ہاں اگر ایسا بھولا کہ نہ بقیہ فاتحہ یاد آتا ہے نہ قرآن عظیم سے کہیں کی آیتیں اور ناچار رکوع کر دیا اور سجدے میں جانے تک فاتحہ و آیات یاد نہ آئیں تو اب سجدۂ سہو کافی ہے اور اگر سجدہ کو جانے سے پہلے رکوع میں خواہ قومہ بعد الرکوع میں یاد آجائیں تو واجب ہے کہ قرأت پوری کرے اور رکوع کا پھر اعادہ کرے اگر قرأت پوری نہ کی تو اب پھر قصداً ترک واجب ہوگا اور نماز کا اعادہ کرنا پڑے گا اور اگر قرأت بعد الرکوع پوری کر لی اور رکوع دوبارہ نہ کیا تو نماز ہی جاتی رہی کہ فرض ترک ہوا'

وذلک لان الرکوع یرتفض بالعود الی القراءۃ لانھا فریضۃ وکل مایقرأ ولو القراٰن العظیم کلہ فانما یقع فرضا کما نصوا علیہ۔

اس لئے کہ قرأت کی طرف لوٹنے کی وجہ سے رکوع ختم ہوگیا کیونکہ قرأت فرض ہے اور قرأت جتنی بھی کی جائے خواہ تمام قرآن پاک کی قرأت ہو اس سے ایک ہی فرض ادا ہوگا جیسا کہ اس پر فقہا نے تصریح کی ہے (ت)

(۳) جبکہ امام پہلا قعدہ بھول کر اٹھنے کو ہوا اور ابھی سیدھا نہ کھڑا ہوا تھا تو مقتدی کے بتانے میں کوئی حرج نہیں بلکہ بتانا ہی چاہیے، ہاں اگر پہلا قعدہ چھوڑ کر امام پورا کھڑا ہو جائے تو اس کے بعد اسے بتانا جائز نہیں اگر مقتدی بتائے گا تو اس کی نماز جاتی رہے گی اور اگر امام اس کے بتانے پر عمل کرے گا تو سب کی جائے گی کہ پورا کھڑا ہو جانے کے بعد قعدۂ اولٰی کے لئے لوٹنا حرام ہے تو اب مقتدی کا بتانا محض بیجا بلکہ حرام کی طرف بلانا اور بلاضرورت کلام ہوا اور وہ مفسد نماز ہے قرأت میں صحیح لقمہ دینا مطلقاً جائز ہے نماز فرض ہو خواہ نفل امام تین آیات سے زائد پڑھ چکا ہو خواہ کم تو اس صورت میں لقمہ دینے سے مقتدی کی نماز میں کچھ نقصان نہیں، ہاں اگر وہ غلطی کہ امام نے کی مغیر معنی مفسد نماز

marfat.com

شروع تلفظ کے وقت موجود ہوا انھیں کی آواز سے بھر جاتی ہے اور جب تک اُس کا تلفظ ختم ہو دوسری نہیں آتی جیسے ثر ثر ثر ظ ظ ظ یونہی ضضضض یہ امر قوت اعتماد کو لازم ہے کہ دہن یا حلق کے کسی حصے پر اعتماد قوی بے آواز بھی حابس دم ہے کما لا یخفی جب اس جگہ سے اس طور پر حرف نکلے گا تو وہ ض ہی ہوگا نہ اُس کا غیر۔ فرق جو پڑتا ہے اُس کا منشا انھیں سے کسی بات کا رہ جانا ہے مثلاً زبان اگلے دانتوں کو لگی یا زبان کی نوک سے کام لیا کہ وہ آغاز مخرج لام کی طرف جھکی۔ پہلوئے زبان کا وسط داڑھوں کی جانب خلاف کو چلا حالانکہ اُن کی طرف میل درکار تھا یا زبان تالو کی طرف نہ اٹھائی یا اٹھانا چاہی مگر حرف کی دشواری وغرابت آڑے آئی کہ زبان دب گئی کماینبغی انطباق نہ ہوا جس طرح لڑائی میں ناتجربہ کار کا ہاتھ باوصف قصد جھجک کر اوچھا پڑتا ہے یا اعتماد میں ضعف رہا یا مخرج لام تک استطالہ نہ ہوا یہ بیان دل پر لکھنے اور عمل میں رکھنے کا ہے کہ ان شاء اللہ تعالٰی صحت ادا میں بہت مددگار ہے و باللہ التوفیق اب بعد اس کے کہ آدمی صرف منزل من اللہ ہی کا قصد کرے اور اس کا مخرج و طریقہ استعمال جان بھی لے ادا کرنے والے مشابہت دے سے تو اس تقریر آخری کا خیال کرکے بچ سکتے ہیں اور اگر آدمی تا آخر جو کچھ ہم نے محررہ صفات میں بیان کیا اُس سب کے مراعات ٹھیک طور پر ہو جائے تو یقیناً اب جو حرف نکلے گا وہ خالص صحیح و فصیح ض ہوگا اگرچہ ناواقف سننے والا اپنی ناشناسائی کے باعث اسے کچھ سمجھے یا کچھ نہ سمجھے اور بقدر قدرت اُس کے برتنے میں کمی بھی نہ کرے تو اب جو کچھ بھی ادا ہوگا صحتِ نماز کا فتوی دیں گے کہ عسر متحقق ہو لیا اور عذر واضح ہو چکا اور عسر جانب یسر ہے،

قال اللہ تعالٰی لا یکلف اللہ نفسا الا وسعھا[1] وقال اللہ تعالٰی یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر[2] وقال تعالٰی ما جعل علیکم فی الدین من حرج[3] وقال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یسروا ولا تعسروا بشروا ولا تنفروا[4] رواہ الشیخان عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

اللہ تعالٰی کا ارشاد گرامی ہے اللہ تعالٰی کسی جان پر بوجھ نہیں ڈالتا مگر اس کی طاقت بھر۔ دوسرا فرمان ہے اللہ تعالٰی تم پر آسانی چاہتا ہے اور تم پر دشواری نہیں چاہتا۔ تیسرے مقام پر فرمایا اس نے تم پر دین میں کوئی تنگی نہیں رکھی۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے آسانی پیدا کرو، مشکل میں نہ ڈالو، محبتیں پیدا کرو، نفرت نہ دلاؤ۔ اسے بخاری و مسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے (ت)

---

[1] القرآن ۲/۲۸۶　[2] القرآن ۲/۱۸۵　[3] القرآن ۲۲/۷۸

[4] صحیح بخاری باب قول النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یسروا ولا تعسروا مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۹۰۴

marfat.com

(۲) سوائے لفظ آمین کے اور جو کچھ پڑھے تو کس قدر آواز سے پڑھنا چاہئے ؟

(۳) حقہ، تمباکو پینے والے کے مُنہ کی بُو نمازمیں دوسرے نمازی کو معلوم ہُوئی تو کوئی قباحت تو نہیں ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

(۱ - ۲) آمین سب کو آہستہ کہنا چاہئے امام ہو خواہ مقتدی خواہ اکیلا یہی سنّت ہے، اور مقتدی کو سب کچھ آہستہ ہی پڑھنا چاہئے آمین ہو خواہ تکبیر، خواہ تسبیح ہو خواہ التحیات و درود، خواہ سبحٰنک اللّٰھم وغیرہ۔ اور آہستہ پڑھنے کے یہ معنٰی ہیں کہ اپنے کان تک آواز آنے کے قابل ہو اگرچہ بوجہ اس کے کہ یہ خود بہرا ہے یا اس وقت کوئی غل شور ہو رہا ہے کان تک نہ آئے اور اگر آواز اصلاً پیدا نہ ہوئی صرف زبان ہلی تو وہ پڑھنا پڑھنا نہ ہوگا اور فرض واجب و سنّت و مستحب جو کچھ تھا وہ ادا نہ ہوگا فرض ادا نہ ہُوا تو نماز ہی نہ ہُوئی اور واجب کے ترک میں گنہگار ہوا اور نماز پھیرنا واجب رہا، اور سنّت کے ترک میں عتاب ہے اور نماز مکروہ اور مستحب کے ترک میں ثواب سے محرومی پھر جو آواز اپنے کان تک آنے کے قابل ہو گی وہ غالب یہی ہے کہ برابر والے کو بھی پہنچے گی اس میں حرج نہیں ایسی آواز آنی چاہئے جیسے راز کی بات کسی کے کان میں مُنہ رکھ کر کہتے ہیں ضرور ہے کہ اس سے ملا ہُوا جو بیٹھا ہو وہ بھی سُنے گا مگر اسے آہستہ ہی کہیں گے، واللہ تعالٰی اعلم۔

(۳) مُنہ میں بدبُو ہونے کی حالت میں نماز مکروہ اور ایسی حالت میں مسجد میں جانا حرام ہے جب تک منہ صاف نہ کرلے، اور دوسرے نمازی کو ایذا پہنچنی حرام ہے اور دوسرا نمازی نہ بھی ہو تو بدبو سے ملٰئکہ کو ایذا پہنچتی ہے، حدیث میں ہے:

ان الملٰئکۃ تتاذی بمایتاذی بہ بنو اٰدم[1]۔ کیونکہ ملائکہ ہر اس شے سے اذیت پاتے ہیں جس سے بنی آدم اذیت پاتے ہیں۔ (ت)

واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۴۹۵: الحمد شریف قرآن شریف سے ہے نماز میں کیوں واجب کی گئی؟ اور سورت کا ملانا کیوں فرض رکھا گیا اور اگر مصلّی الحمد بھول جائے تو اس پر سجدۂ سہو واجب ہوتا ہے اور آیتیں پڑھنا بھول جائے تو نماز جاتی رہتی ہے اُس کے بدلے میں سجدۂ سہو نہیں رکھا گیا اس کی کیا وجہ ہے اور الحمد واجب ٹھہری اور مقتدی پیچھے امام کے الحمد نہیں پڑھتا اور الحمد کے نہ پڑھنے سے سجدۂ سہو لازم آتا ہے تو اُس مقتدی کی نماز بغیر سجدۂ سہو کئے ہوئے کیونکر صحیح ہو جاتی ہے؟ بینوا توجروا۔

---

[1] صحیح مسلم باب نہی من اکل ثوماً او بصلاً الخ قدیمی کتب خانہ اصح المطابع کراچی ۱/ ۲۰۹

marfat.com

تعالیٰ ورتل القرآن ترتیلا[1] (اللہ تعالٰی کا فرمان ہے اور قرآن کو خوب ٹھہر ٹھہر کر پڑھو۔ت) اسے مطلقاً ناحق بتانا کلمۂ کفر ہے والعیاذ باللہ تعالٰی۔ ہاں جو اپنی ناواقفی سے کسی قاعدے پر انکار کرے وہ اس کا جہل ہے آسے آگاہ و متنبہ کرنا چاہیے واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۴۷۹ از بریلی محلہ ذخیرہ مرسلہ محبت حسین یکم ربیع الاول ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ اکثر نمازی معنیٰ نماز کے نہیں جانتے ہیں اور نہ کلمہ شریف کے معنیٰ جانتے ہیں پس جاننا معنیٰ کلمہ شریف اور نماز کے اوپر عمل کرنا بہت ہی ضرور ہے پس اگر اہلِ عرب اور عربی جاننے والے عربی میں پڑھیں اور باقی اہلِ زبان اپنی اپنی زبان میں عربی کا ترجمہ کرکے پڑھیں تو نماز درست اور صحیح ہے یا نہیں یعنی انگریزی خواں انگریزی میں اور ناگری والے ناگری میں اور اردو والے اردو میں پنجگانہ نماز پڑھیں۔ بیّنوا توجروا (بیان کرو اور اجر پاؤ۔ت)

الجواب

گمراہی کہہ کر نہیں آتی، گمراہی کا پہلا پھاٹک یہی ہے کہ آدمی کے دل سے اتباعِ سبیل مومنین کی قدر نکل جائے تمام اُمتِ مرحومہ کو بیوقوف جانے اور اپنی رائے الگ جانے، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے زمانۂ اقدس میں یہی عجمی لوگ مشرف با سلام ہوئے حضرت بلال حبشی تھے حضرت صہیب رومی، حضرت سلمان فارسی و ابوہریرہ وغیرہم رضی اللہ تعالٰی عنہم جمیعا اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کے زمانہ میں جو ہزاروں بلادِ عجم فتح ہوئے لاکھوں عجمی مشرف با سلام ہوئے کبھی بھی حکم فرمایا؟ کہ تم لوگ اپنی زبان میں نماز پڑھا کرو، اب تیرہ سو برس کے بعد یہ مصلحت بعض ہندی بے علموں کو سوجھی اس قدر کا ملاحظہ اتنا سمجھنے کو کافی ہے کہ یہ الہامِ رحمٰن نہیں بلکہ وسوسۂ شیطان ہے، قرأتِ قرآن فرض ہے اور وہ خاص عربی ہے غیر عربی میں ادا نہ ہوگی اور نماز نادرست ہوگی اور اس کے ماورا میں گنہگاری ہے، ہاں جو عاجزِ محض ہو تو مجبوری کی بات جُدا ہے واللہ سبحٰنہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۴۸۰ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کی عادت ہمیشہ نمازِ مغرب میں باقرأت ایک یا نصف رکوع یا سورۂ والضحٰی یا الہٰکم یا والشمس حالتِ امامت میں پڑھنے کی ہے بعض مقتدی اس کو ناپسند کرتے ہیں اور بعض اس طریقہ کو ناپسند بوجہ طوالت، ایسی صورت میں امام اپنی عادت کے موافق کرے یا مقتدیوں کی تابعداری اختیار کرے اور یہ سورتیں ایسے وقت میں کچھ زیادہ تو نہیں ہیں، ایک روز نمازِ مغرب میں زید نے ۱۶ پارہ کا ۳ رکوع

---

[1] القرآن ۷۳/ ۵

marfat.com

فی ردالمحتار اما بسورۃ طویلۃ بحیث یلزم منه اطالۃ الرکعۃ الثانیۃ فلا یکرہ[1] شرح المنیۃ الخ فی الدر اطالۃ الثانیۃ علی الاولٰی یکرہ تنزیھا اجماعا ان بثلث اٰیات ان تقاربت طولا وقصرا والا اعتبر الحروف والکلمات واعتبر الحلبی فحش الطول لا عدد الاٰیات، واستثنی فی البحر ما وردت به سنۃ واستظھر فی النفل عدم الکراھۃ مطلقا وان باقل لا یکرہ لانه صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم صلی بالمعوذتین[2] واللہ سبحٰنه وتعالٰی اعلم۔

(چھوڑ دینا) مکروہ ہے اور ردالمحتار میں ہے کہ اگر وہ چھوڑی جانے والی سورت اتنی بڑی ہے کہ اس سے دوسری رکعت کا پہلی رکعت سے نہایت ہی طویل ہونا لازم آتا ہو تو پھر مکروہ نہیں شرح المنیۃ الخ درمختار میں دوسری رکعت کو پہلی پر تین آیتوں کی مقدار لمبا کرنا بالاجماع مکروہ تنزیہی ہے اگر دونوں رکعتوں کی آیتیں بڑی اور چھوٹی ہونے میں قریب قریب ہوں اگر آیتیں ایک سی نہ ہوں تو حروف اور کلمات کا اعتبار ہوگا۔ اور حلبی نے فحش طول کا اعتبار کیا ہے نہ کہ آیتوں کے شمار کا۔ اور بحرالرائق میں ان سورتوں کو مستثنیٰ کہا ہے جن کے متعلق حدیث وارد ہے (یعنی ان کے پڑھنے میں کراہت نہیں ہے) اور نفلوں میں مطلقاً (یعنی اس کے متعلق حدیث وارد ہو یا نہ ہو) عدمِ کراہت کو ترجیح ہے اگر دوسری رکعت کی زیادتی تین آیات سے کم ہو تو مکروہ نہیں، کیونکہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے معوذتین سے فجر کی نماز پڑھائی ہے واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۴۹۸: اس میں کیا حکمت ہے کہ فرضوں کی دو رکعت خالی اور دو رکعت بھری پڑھی جاتی ہے اور سنّت اور نفلوں میں چاروں بھری۔

الجواب

نماز میں صرف دو ہی رکعت میں تلاوتِ قرآن مجید ضرور ہے سنّت ونفل کی ہر دو رکعت نماز جداگانہ ہے لہذا ہر دو رکعت میں قراءت لازم ہوکر چاروں بھری ہوگئیں واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۴۹۹: زید نے اوّل وقت نماز پڑھی اور بعد فراغ سنن مغرب سے دو رکعت نفل جماعت سے بالجہر سوا پارے سے پڑھے پھر اُس کے متصل نمازِ عشاء کا وقت آیا یہ دونوں نفل جو مابین عشاء ومغرب با جماعت جہر سے پڑھے جائز ہیں یا نہیں؟

الجواب

اگر اس جماعتِ نفل میں صرف دو یا زیادہ سے زیادہ تین مقتدی تھے اور ان میں کسی پر اتنی قراءت

[1] ردالمحتار فصل ویجہر الامام مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۴۰۲
[2] درمختار " مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۸۰

marfat.com

پرعمل کرے ورنہ وہی طوال واوساط و قصار کا حساب ملحوظ رکھے اور قلت گنجائش کے لئے زیادہ مقتدیوں کا ناتواں یا کام کا ضرورت مند ہونا درکار نہیں بلکہ صرف ایک کا ایسا ہونا کافی ہے یہاں تک کہ اگر ہزار آدمی کی جماعت ہے اور صبح کی نماز ہے اور خوب وسیع وقت ہے اور جماعت میں ۹۹۹ آدمی دل سے چاہتے ہیں کہ امام بڑی بڑی سورتیں پڑھے مگر ایک شخص بیمار یا ضعیف بوڑھا یا کسی کام کا ضرورت مند ہے کہ اس پر تطویل بار ہوگی اسے تکلیف پہنچے گی تو امام کو حرام ہے کہ تطویل کرے بلکہ ہزار میں اس ایک کے لحاظ سے نماز پڑھائے جس طرح مصطفےٰ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے صرف اس عورت اور اس کے بچّے کے خیال سے نمازِ فجر معوذتین سے پڑھا دی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، اور معاذ ابن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر تطویل میں سخت ناراضی فرمائی یہاں تک کہ رخسارہ مبارک شدّتِ جلال سے سرخ ہوگئے اور فرمایا:

افتان انت یا معاذ افتان انت یا معاذ افتان انت یا معاذ[1] کما فی الصحاح وغیرھا وفی الھدایۃ مرفوعا لقولہ علیہ الصلٰوۃ والسلام من ام قوما فلیصل بھم صلٰوۃ اضعفھم فان فیھم المریض والکبیر وذا الحاجۃ[2]

کیا تُو لوگوں کو فتنہ میں ڈالنے والا ہے، کیا تُو لوگوں کو فتنہ میں ڈالنے والا ہے کیا تُو لوگوں کو فتنہ میں ڈالنے والا ہے اے معاذ! جیسا کہ صحاح وغیرہا میں ہے اور ہدایہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ جو شخص کسی قوم کا امام بنے وہ انھیں ان کے ضعیف کے اعتبار سے نماز پڑھائے کیونکہ ان میں مریض، بوڑھے اور صاحبِ حاجت بھی ہوں گے (ت)

اس بیان سے واضح ہُوا کہ امام کا مغرب میں سورۂ والشمس یا والضحٰی یا اول میں الحسب الذین کفروا دوسری میں ان المتقین یہ دونوں رکوع پڑھنا خلافِ سنّت اور تینوں سے الگ ہوا کہ نہ یہ قصار مفصل سے ہے نہ دونوں رکعت میں صرف دس آیت نہ یہی کہ مقتدیوں پر گراں نہ گزرا ایسی حالت میں مقتدیوں کی شکایت برمحل ہے اور امام پر ضرور الزام ہے ہاں الھٰکم التکاثر ایک رکعت میں اور اس سے پہلی میں القارعۃ یا دوسری میں والعصر پڑھنا مطابق سنّت ہے یہاں مقتدیوں کی شکایت حماقت ہے مگر اُس حالت میں کہ کوئی بیمار یا بوڑھا ناتواں اس قدر کا تحمل نہ رکھتا ہو تو وہاں اس سے بھی تخفیف کا حکم ہے فی فتح القدیر قد بحثنا ان التطویل ھو فتح القدیر میں ہے ہم نے اس پر بحث کی ہے کہ قرأۃ

---

[1] صحیح بخاری باب اذا طول الامام الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۹۸-۹۷ ، ۲/ ۹۰۲

[2] الہدایۃ باب الامامۃ " المکتبۃ العربیۃ کراچی ۱/ ۱۰۱

marfat.com

مسئلہ ۵۰۱ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ صبح کی نماز طلوعِ آفتاب سے کس قدر پہلے ہونا چاہئے اور کتنی آیتیں پڑھنا چاہیے اور اگر کوئی خرابی نماز میں ہوجائے تو کیا اُسی آیت کو جو کہ پہلے پڑھی گئی اُس کی مقدار پڑھنا چاہئے یا کم، بینوا توجروا۔

الجواب

نمازِ صبح میں بحالِ گنجائش وقت و عدمِ عذر چالیس سے ساٹھ آیت تک پڑھنا چاہئے اور طلوعِ آفتاب سے اتنے پہلے ختم ہوجانا چاہئے کہ اگر نماز میں کوئی خرابی ظاہر ہو تو چالیس آیتوں سے قبل طلوع اعادہ ہوسکے اور اس کے لئے دس منٹ کافی ہیں اور اگر وقت کم رہ گیا اور خرابی ظاہر ہوئی تو بقدرِ گنجائش وقت آیات پڑھے اگرچہ سورۂ کوثر و اخلاص ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۵۰۲ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے نماز پڑھائی والعصر ان الانسان لفی خسر الاالذین میں الا پڑھ کے وقف کیا پھر الاالذین اٰمنوا سے آخر تک ختم کیا نماز درست ہے یا نہیں وقیل من (سکتہ) راق وظن انہ الفراق میں سکتہ کیسا ہے اور لفظ من کے نون کو راق کی را میں ادغام نہ کرنا کیسا ہے؟

الجواب

نماز ہوگئی ہر آیت پر وقف جائز ہے اگرچہ آیت لا ہو ہماری یعنی امام حفص کی قرأت میں نون پر سکتہ ہے کہ ادغام سے کلمہ واحدہ نہ مفہوم ہو۔ مراق بروزن براق اور تمام باقی قراء ادغام کرتے ہیں، تو دونوں ہیں مگر یہاں عوام کے سامنے ادغام نہ کرے کہ وہ معترض نہ ہوں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۵۰۳ از موضع گھورنی ڈاک خانہ کرشن گڑھ ضلع ندیا ۶ جمادی الاولٰی ۱۳۳۶ھ

ض را مشابہ صوت ظ معجمہ باید خواند یا مماثل صوت دال مہملہ، وہر کہ دال محض خواند نمازش روا بود یا نہ و دریں ملک را تقریباً ہمہ خواص و عوام مشابہ دال می خوانند و خوانندۂ ض مشابہ ظ ازبس قلیل بینوا توجروا۔

ض کو ظاء معجمہ کی آواز یا دال مہملہ کی آواز کے مشابہ پڑھنا چاہئے اور جو اسے محض دال پڑھے اس کی نماز درست ہوگی یا نہ؟ ہمارے ملک میں تقریباً تمام خواص و عوام اسے دال کے مشابہ پڑھتے ہیں ظاء کے مشابہ بہت قلیل لوگ پڑھتے ہیں جواب دے کر اجر پاؤ۔ (ت)

الجواب

صوت ایں حرف را خالق عزوجل از ہمہ حروف جدا

اللہ تعالٰی نے اس حرف کی ادائیگی اور آواز کو دوسرے

marfat.com

اور اگر یہ صورتیں نہ تھیں تو اس کا جزئیہ اس وقت نظر میں نہیں اور ظاہر کلام علمائے کرام سے یہ ہے کہ اگر یہ شخص بہ تشدد خوانی کا عادی تھا اُس عادت کے مطابق زبان سے قال رسول اللہ نکلا تو نماز فاسد ہوگئی لانہ من کلامہ و لیس ثناء او دعاء بل اخبار (کیونکہ یہ اس کا اپنا کلام ہے ثنا اور دعا نہیں بلکہ خبر دینا ہے ۔ت) اور اگر ایسا نہ تھا تو نماز فاسد نہ ہوگی کہ یہ جملہ آیہ کریمہ کا ٹکڑا ہے قال اللہ تعالٰی فقال لھم رسول اللہ ناقۃ اللہ وسقیٰھا[1] (اللہ تعالٰی کا ارشاد مبارک ہے تو ان سے اللہ کے رسول نے فرمایا اللہ تعالٰی کے ناقہ اور اس کی پینے کی باری سے بچو ۔ت) بحر الرائق و درمختار وغیرہما میں ہے :

لوجری علی لسانہ نعم ان کان ھذا الرجل یعتاد فی کلامہ نعم تفسد صلٰوتہ و ان لم یکن عادۃ لہ لا تفسد لان ھذہ الکلمۃ فی القراٰن فتجعل منہ[2]۔

اگر کسی کی زبان پر لفظ نعم جاری ہوگیا تو اگر وہ آدمی ایسا ہے جو اپنے کلام میں لفظ نعم کو اکثر لاتا رہتا ہے تو نماز فاسد ہوگی، اور اگر اس کلمہ کو ذکر کرنا اس کی عادت نہیں تو نماز فاسد نہ ہوگی، کیونکہ یہ کلمہ قرآن پاک میں موجود ہے لہٰذا اسے کلام کی بجائے قرآن پاک کا حصہ ہی سمجھا جائے گا۔ (ت)

اور سجدۂ سہو کی کسی حالت میں حاجت نہیں مگر یہ کہ صورت اخیرہ پائی گئی ہو جس میں جوازِ نماز ہے اور بوجہ سہو اتنی دیر تک چپکا کچھ سوچتا رہا ہو جس قدر دیر میں ایک رکن ادا ہو سکے تو اس سکوت کے باعث سجدۂ سہو لازم آئے گا کما فی التنویر (تنویر میں اسی طرح ہی ہے ۔ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۴۸۲ تا ۴۸۷ ۱۰ جمادی الاولٰی ۱۳۱۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں :

(۱) اللہ کے الف کو حذف کرکے پڑھے تو جائز ہے یا نہیں ؟

(۲) الف کے لام کو پُر کرنا سنّت ہے یا نہیں ؟

(۳) الفِ اللہ کو تکبیرات میں کچھ دراز کرکے پڑھنا جائز ہے یا نہیں ؟

(۴) قعدۂ اولٰی میں شک ہُوا مگر یقین نہیں اور سجدۂ سہو کا کیا تو نماز جائز ہے یا نہیں ؟

(۵) جس نماز میں سہو نہ ہُوا اور سجدہ سہو کا کیا تو نماز جائز ہے یا نہیں ؟

(۶) ہاتھ ملاکر دُعا چاہیے یا علیحدہ علیحدہ کرکے ۔ بیّنوا توجروا۔

---

[1] القرآن ۹۱/ ۱۳

[2] البحر الرائق باب یفسد الصلوٰۃ الخ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۸

marfat.com

قصداً اسی حرف کا ہو جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ ہے مگر زبان معاون نہ بنی اور ظا یا دال ادا ہو گیا جیسے کہ عوام اہلِ ہند و بنگالہ کا معاملہ آخری صورت میں اسی طرح ہے اور اگر قصداً اُس کی جگہ کوئی دوسرا حرف پڑھا تو اس کا حکم شدید ترین ہوگا کیونکہ یہ تو اللہ تعالیٰ کے کلام میں تبدیلی کرنا ہے جیسا کہ بعض غیر مقلدین نے تصریح کی کہ ضاد کو نہ پڑھا جاسکے تو ظاء پڑھے۔ امام ابوبکر محمد بن فضل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مذکورہ صورت میں کفر کا حکم جاری فرمایا ہے جیسا کہ منح الروض الازہر میں موجود ہے، ہم نے اس موضوع پر ایک مختصر مگر جامع رسالہ لکھا ہے جس کا نام الجام الصاد عن سنن الضاد رکھا ہے۔ اس مسئلہ کی تفصیل وہاں خوب کی ہے وباللہ التوفیق واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۵۰۴: از رادھن پور گجرات قریب احمد آباد مرسلہ حکیم محمد میاں صاحب ۱۷ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۶ھ

جمعہ کی اذان کے بعد بہت آدمی مسجد میں جمع ہو کر سورۂ کہف پڑھتے ہیں بلند آواز سے اور بغیر پڑھے جو لوگ ہیں یعنی اَن پڑھ نمازی بھی ہوتے ہیں جن کو کلام مجید پڑھنا ہی نہیں آتا وہ نمازی سورۂ کہف شوق سے سنتے ہیں اور بعض نمازی جو دیر سے آتے ہیں وہ نفل پڑھ کر سُنتے ہیں نفل پڑھنے والے کہتے ہیں سورۂ کہف بلند آواز سے مت پڑھو ہمارے نفل میں خرابی آتی ہے نفل کا ثواب زیادہ ہے یا سورۂ کہف پڑھنے کا، بعد ختم ہونے سورۂ کہف کے تمام نمازی سنتیں پڑھتے ہیں مولوی مذکور فرماتے ہیں زور سے ہرگز مت پڑھو نفل نماز میں خرابی آتی ہے آیا سورۂ کہف کو بلند آواز سے پڑھیں یا نہیں یا نفل نماز کو چھوڑ دیں؟

الجواب

حدیث صحیح میں قرآن مجید بآواز ایسی جگہ پڑھنے سے جہاں لوگ نماز پڑھ رہے ہوں ممانعت فرمائی ہے اور قرآن عظیم نے حکم فرمایا ہے کہ جب قرآن پڑھا جائے کان لگا کر سنو اور چُپ رہو¹، تو ایسی جگہ جہر سے پڑھنا ممنوع اور دو یا زیادہ آدمیوں کا بآواز پڑھنا اور شدید ممنوع کہ مخالف حکم قرآن اور قرآن عظیم کی بے حرمتی ہے ان لوگوں کو چاہیے کہ آہستہ پڑھیں اور نفل پڑھنے والے نفل سے نہیں روکے جاسکتے نفل نماز مستحب تلاوت سے افضل ہے کہ اُس میں تلاوت بھی ہے رکوع سجود بھی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۵۰۵: از کھنوڑہ ڈاک خانہ خاص ضلع ہوشیار پور مرسلہ امجد علی خاں صاحب معرفت مولوی شفیع احمد صاحب متعلم مدرسہ اہلسنت ۱۲ جمادی الاخریٰ ۱۳۳۶ھ

زید کہتا ہے کہ مخارج حروف معلوم کرنا اور ان سے حروف نکالنا فرض ہے، ہاں باوجود کوشش کے اگر

---

¹ القرآن ۷/ ۲۰۴

marfat.com

روایت ترمذی میں یہی پورا نام آیا ہے اس میں خلافِ ترتیب اصلاً نہیں کہ نفل کا ہر شفع نماز جداگانہ ہے اور شک نہیں کہ ترتیبِ قرآن عظیم میں یٰسین شریف حم الدخان سے مقدم ہے اور تنزیل السجدہ سورہ ملک سے، تو رعایت ترتیب ہر شفع میں ہوگئی اگر چاروں کے لحاظ سے سب میں پہلے تنزیل السجدہ ہے پھر یٰسٓ پھر دخان پھر ملک یہ مخالف ترتیب نہیں کہ ہر شفع صلاۃ علیحدہ ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۴۸۹ ۲ رمضان المبارک ۱۳۳۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی شخص نماز میں سورہ فاتحہ میں لفظ نستعین اور مستقیم کی جگہ نسعین اور مسقیم بدون تاء کے پڑھے تو اس کی نماز باطل ہوگی یا مکروہ یا نہیں، جواب دیجئے موجبِ ثواب ہے۔

الجواب

نماز ہوجائے گی لاجل الادغام (ادغام کی وجہ سے۔ت) مگر کراہت ہے لاجل الاحداث فلا ادغام صغیرا فی الفاتحۃ کما نص علیہ فی غیث النفع (کیونکہ اس نے یہ خود ایجاد کیا ہے فاتحہ میں ادغام نہیں ہے جیساکہ غیث النفع میں اس پر تصریح موجود ہے۔ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۴۹۰ ۲۰ ربیع الاول شریف ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین وشرع متین ان مسائل میں کہ سورۂ فاتحہ سے ایک آیت کا تلاوت کرنا نماز میں فرض ہے یا اس کے ماسوا دوسری سُورت میں سے ایک آیت پڑھنا فرض ہے مثلاً زید نے نماز پڑھی اور فقط الحمد للہ رب العٰلمین پڑھ کر بھول گیا اور رکوع وسجود کیا اور سجدۂ سہو کیا سلام پھیرا اس حالت میں نماز زید کی ہوئی یا نہیں؟ اور نیز دوسری صورت یہ ہے کہ امام صاحب نے نماز پڑھائی اور وہ تشہد کرنا اول کا بھول گئے اور مقتدی نے دو مرتبہ کھڑے ہونے امام سے پیشتر کہا التحیات للہ مگر امام صاحب کھڑے ہوگئے اور قرأت بالجہر پڑھی اور فقط سورۂ فاتحہ پڑھ کر رکوع گیا اور سجدۂ سہو کیا اس صورت میں مقتدی کی نماز میں کوئی نقصان آیا یا نہیں؟ اور نیز اس صورت میں کہ امام صاحب قرأت میں بھول گئے اور مقتدی نے لقمہ دیا اور امام صاحب نے نہیں لیا تو نماز مقتدی میں کوئی نقصان آیا یا نہیں؟ اور وقتِ ظہر میں اگر جماعت ہورہی ہو تو شریک ہوجاوے اور چار رکعت سنّت جو رہیں ان کا پڑھنا کس وقت اولٰی ہے آیا دو پہلے پڑھے یا چار؟ بینوا توجروا۔

الجواب

قرآن مجید کی ایک آیت سورۂ فاتحہ سے ہو خواہ کسی سورت سے پڑھنا فرض ہے نہ خاص فاتحہ کی تخصیص ہے نہ کسی سورت کی، جو فقط الحمد للہ رب العٰلمین پڑھ کر بھول گیا اور رکوع کر دیا نماز کا فرض ساقط ہوجائیگا

marfat.com

مسئلہ ۵۰۷ از مارہرہ مطہرہ ضلع ایٹہ درگاہ شریف مرسلہ صاحبزادہ حضرت سید شاہ محمد میاں صاحب دامت برکاتہم
والانامہ میں متعلق تجوید ارشاد جناب ہے دو ایک حرف کہ دوسرے سے تبدیل اگر عجزاً ہو تو مذہب صحیح و معتمد میں مفسدِ نماز ہے جبکہ مفسد معنی ہو یا امام ابی یوسف کے الخ مجھے اس میں یہ تامل ہے کہ الثغ کی نماز صحیح ہے جبکہ وہ اپنی سعی و کوشش اور صحیح حروف نکالنے میں کوتاہی نہ کرتا ہو اس کوشش کے بعد کوئی تقیید مفسد معنی یا غیر مفسد معنی کی خود جناب نے بھی اپنے اصلاح رسالہ مباحث امامت میں نہیں زائد فرمائی۔

الجواب

الثغ کی نماز جبھی تو صحیح ہے کہ وہ تصحیح حرف میں کوشش کئے جائے یہ بھی بے تعلیم صحیح ناممکن، یہی تعلیم تجوید ہے تو اس کی فرضیت قطعاً ثابت، اگر صحیح کو نہ سیکھے یا سیکھے اور اس کے ادا کرنے کی کوشش نہ کرے تو نماز ضرور باطل ہوگی تو علم و عمل دونوں فرض ہوئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۵۰۸ از اردہ نگلہ ڈاک خانہ اچھنیرہ ضلع آگرہ
حرف ضاد کو بصورتِ دواد یعنی دال پر پڑھتے ہیں یہ صحیح ہے یا غلط؟ اگر غلط ہے تو نماز فاسد ہوتی ہے یا نہیں؟ اور اکثر لوگ ض اور ظ میں بسبب ہونے مشابہت کے فرق نہیں کرسکتے ان کی نماز درست ہوتی ہے یا نہیں؟

الجواب

یہ حرف نہ د ہے نہ ظ صورتیں تین ہیں،
(۱) قصداً حرف منزّل من اللہ کی تبدیل کرے یہ دواد والوں میں نہیں وہ اپنے نزدیک ضاد ہی پڑھتے ہیں نہ یہ کہ اس سے ہٹ کر دال مفخم اس کی جگہ بالقصد قائم کرتے ہیں البتہ ظاوالوں میں ایسا ہے اُن کے بعض نے تصریحاً لکھ دیا کہ ض کی جگہ ظ پڑھو اور سب مسلمانوں اس پر عمل پیرا ہو جاؤ، یہ حرام قطعی ہے اور اشد اخبث کبیرہ بلکہ امام اجل ابوبکر فضلی وغیرہ اکابر ائمہ کی تصریح سے کفر ہے کما فی منح الروض الازھر والفتاوی العلمگیریۃ وغیرھما (جیسا کہ منح الروض الازہر، فتاوی عالمگیری اور دیگر کتب میں ہے۔ ت) ان کی نماز پہلی ہی بار مغضوب پڑھتے ہی ہمیشہ باطل ہے۔
(۲) خطأً تبدیل ہو یعنی ادائے ض پر قادر ہے اسی کا قصد کیا اور زبان بہک کر دال یا ظ ادا ہوئی اس میں متاخرین کے اقوال کثیرہ و مضطرب ہیں اور ہمارے امام مذہب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ مذہب ہے کہ اگر فسادِ معنی ہو تو نماز فاسد ورنہ صحیح۔
(۳) یہ کہ عجزاً تبدیل یعنی قصد تو ض کا کرتا ہے مگر ادا نہیں کرسکا دیا ظ ادا ہوتی ہے اور ہندوستان

marfat.com

تھی اور مقتدی نے بتایا اور اس نے نہ لیا اُسی طرح غلط پڑھ کر آگے چل دیا تو امام کی نماز جاتی رہی اور اس کے سبب سے سب مقتدیوں کی بھی گئی اور اگر غلطی مفسدِ نماز نہ تھی تو سب کی نماز ہوگئی اگرچہ امام غلطی پر قائم رہا اور لقمہ نہ لیا اور امام نے صحیح پڑھا مقتدی کو دھوکا ہُوا کہ اُس نے غلط بتایا تو اس مقتدی کی نماز ہر طرح جاتی رہی پھر اگر امام نے نہ لیا تو امام اور دیگر مقتدیوں کی نماز صحیح رہی اور اگر لے لیا تو سب کی گئی۔ ظہر کی پہلی سنتیں نہ پڑھی ہوں تو علماء کے دو قول ہیں اور دونوں باقوت ہیں ایک یہ کہ فرض کے دو سنتیں پہلے پڑھے پھر وہ چار پڑھے اور دوسرے اس کا عکس کہ فرض کے بعد پہلے چار پہلی پڑھے پھر دو، اور پہلا قول زیادہ قوی ہے لمطابقۃ لنص الحدیث الصریح (کیونکہ وہ حدیث صریح کے الفاظ کے مطابق ہے۔ ت) واللہ سبحٰنہ وتعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۴۹۱ ۱۴ شوال ۱۳۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نمازِ فجر و عشا میں سورہ طوال پڑھنا مسنون ہے یا نہیں ؟ اور اگر ایسے وقت کہ ابتدائی وقت ہو اور طولیٰ بآسانی پڑھی جائے گی اور الم تر وغیرہ سے پڑھا دے اور مقتدی جماعت سے محروم رہیں تو جماعت خلاف سنّت اور مخالفت سے جماعت مکروہ ہوگی یا نہیں ؟ بینوا توجروا

الجواب

قرآن عظیم سورہ حجرات سے آخر تک مفصل کہلاتا ہے اس کے تین حصے ہیں حجرات سے بروج تک طوال مفصل، بروج سے لم یکن تک اوساط مفصل، لم یکن سے ناس تک قصار مفصل۔ سنّت یہ ہے کہ فجر و ظہر میں ہر رکعت میں ایک پوری سورت طوال مفصل سے پڑھی جائے اور عصر و عشا میں ہر رکعت میں ایک کامل سُورت اوساط مفصل سے اور مغرب کے ہر رکعت میں ایک سورت کاملہ قصار مفصل سے۔ اگر وقت تنگ ہو یا جماعت میں کوئی مریض یا بوڑھا یا کسی شدید ضرورت والا شریک جس پر اتنی دیر میں ایذا و تکلیف و حرج ہوگا تو اس کا لحاظ کرنا لازم ہے جس قدر میں وقت مکروہ نہ ہونے پائے اور اس مقتدی کو تکلیف نہ ہو اُسی قدر پڑھیں اگرچہ صبح میں انا اعطینا و قل ھو اللہ احد ہوں یہی سنّت ہے اور جب یہ دونوں باتیں نہ ہوں تو اس طریقہ مذکورہ کا ترک کرنا اور صبح یا عشا میں قصار مفصل پڑھنا ضرور خلافِ سنّت و مکروہ ہے مگر نماز ہو جائے گی واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۴۹۲ تا ۴۹۴ ۱۲ ربیع الآخر ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اِس مسئلہ میں کہ امام کے پیچھے مقتدی لفظِ آمین کو کس قدر آواز سے کہے اگر برابر والے نمازی جو اس سے دوسرے یا تیسرے درجے پر ہیں سنیں تو کوئی حرج ہے یا نہیں ؟

marfat.com

دریں صورت فسادِ معنی نیست ۔ واللہ تعالٰی اعلم ان میں سے بعض وہ ہیں جن سے شیئ عجیب صادر ہوتی ہے کہ جب وُہ پھٹتے ہیں تو اس سے نہریں جاری ہوتی ہیں ، الغرض اس صورت میں فسادِ معنی نہیں ۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۵۱۱ از الہ آباد محلہ نخاس کہنہ پرمکان دعوم شاہ صاحب مرسلہ محمد ناظم آزاد حقانی مظفر پوری مقیم حال الہ آباد ۱۱ رمضان المبارک ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین وشرع متین اس مسئلہ میں کہ نمازِ جمعہ میں امام الحمد کی تین آیتوں سے زیادہ پڑھ چکا ہو اور قرأت سے رُک گیا ہو پیچھے سے کسی مقتدی نے لقمہ دیا اس نے بجائے لقمہ لینے کے خود سورت کو اعادہ کیا جس آیت پر رُکا تھا اس آیت کو نکال کر سورت کو پُورا کیا بعدآں رکوع وسجود وغیرہ کیا بعد میں لقمہ دینے والے مقتدی سے امام نے کہا کہ تمھاری نماز باطل ہوگئی ، اب سوال یہ ہے کہ اس صورت میں مقتدی کو لقمہ دینا چاہئے یا نہیں ؟ اور ایسی صورت میں امام کو لقمہ لینا جائز ہے یا نہیں ؟ اور صورتِ مسؤلہ میں مقتدی کی نماز ہو گئی یا نہیں ؟

الجواب

مقتدی وامام سب کی نماز ہوگئی ، مقتدی لقمہ دے سکتا ہے اگرچہ امام سَو آیتیں پڑھ چکا ہو یہی صحیح ہے ، امام نے جس خیال پر نمازِ مقتدی باطل مانی امام کی خود کب ہُوئی ، اگر وُہ خیال صحیح ہو تو امام کی بھی باطل ہوئی کہ لقمہ دینا کلام ہے اور وہ باجازتِ شرع جائز رکھا گیا ، اگر تین آیتوں کے بعد اجازتِ شرع نہ تھی تو مقتدی کی نماز گئی اور اس کے لقمہ دینے سے امام کو یاد آگیا تو اس نے خارج از نماز سے تعلیم پاکر آیت پڑھی اور شروع سورت سے اعادہ کرنا اس یاددہانی کو باطل نہیں کرسکتا تو امام کی اپنی بھی گئی اور اس کے سبب سے سب کی گئی ۔ رہا یہ کہ صرف اس مقتدی کی نماز باطل ہُوئی امام وجماعت کی ہوگئی یہ محض باطل ہے اور صحیح وہ ہے کہ سب کی ہوگئی ،

دُرمختار میں ہے :

فتحہ علی امامہ فانہ لایفسد مطلقا لفاتح واٰخذ بکل حال الا اذا سمعہ المؤتم من غیر مصل ففتح بہ تفسد صلاۃ الکل[1]۔

مقتدی کا اپنے امام کو لقمہ دینا نماز کے لئے مطلقاً ہر حال میں فاسدِ نماز نہیں ہوتا ، مطلقاً کا مطلب یہ ہے کہ نہ لقمہ دینے والے کی نماز ٹوٹتی ہے اور نہ لینے والے کی ، اور ہر حال میں اس کا مطلب یہ ہے برابر ہے امام اس قدر پڑھ چکا ہو جس سے نماز درست ہوتی ہے یا نہ پڑھ چکا ہو

---

[1] دُرمختار باب مایفسد الصلٰوۃ الخ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۹۰

الجواب

سورۃ ملانا بھی فرض نہیں، نہ اس کے ترک سے نماز جائے وہ بھی مثل فاتحہ واجب ہی ہے اور اس کے ترک کی بھی سجدۂ سہو سے اصلاح ہوجاتی ہے جبکہ بھول کر ہو، یہی حال فاتحہ کا ہے، تو یہ مسئلہ ہی سائل کو غلط معلوم ہے جس کی بنا پر طالب فرق ہے، فرض صرف ایک آیت کی تلاوت ہے سورۂ فاتحہ سے ہو یا کسی سورت سے۔

قال اللہ تعالیٰ فاقرءوا ماتیسر من القراٰن[1] اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے قرآن سے جو آسان ہو وہ پڑھو۔(ت)

سورۂ فاتحہ اور فرضوں کی پہلے دو رکعتوں میں ضم سورت کا وجوب سیّد عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی مواظبت اور بعض احادیث احاد قولیہ سے ثابت ہُوا یہ وجوب ہمارے ائمہ کے نزدیک صرف امام و منفرد پر ہے مقتدی پر نہیں تو لزوم سجدہ کی کوئی وجہ نہیں نہ ترک قصدی میں نہ سہو مقتدی سے اُس پر سجدہ لازم آئے گا اگرچہ دس واجب ترک ہوں، واللہ تعالےٰ اعلم۔

مسئلہ ۴۹۶ ۲۶ صفر ۱۳۱۷ھ

امام نے نماز جمعہ میں ایک آیت پڑھی بسبب بھول جانے کے اُس کو دُوسری بار پڑھ کر دوسری آیتوں کی طرف منتقل کیا ایسی صورت میں نماز مکروہ تحریمی یا تنزیہی یا جائز بلاکراہت یا سجدۂ لازم ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

جبکہ بمجبوریٔ سہو تھا کچھ کراہت نہیں اور اگر آیت کے یاد کرنے میں بقدر رکن ساکت نہ رہا تو سجدۂ سہو بھی نہیں ورنہ سجدہ لازم ہے کما فی الدرالمختار[2] (جیسا کہ دُرمختار میں ہے۔ت) واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۴۹۷ کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ نماز میں مثل سورہ واللیل کے درمیان چھوڑ کر پڑھنا اگرچہ سہواً ہو کیسا ہے مثلاً رکعت اولیٰ میں والشمس اور رکعت ثانیہ میں والضحٰی پڑھے۔

الجواب

فرضوں میں قصداً چھوٹی سورت بیچ میں چھوڑ دینا مکروہ ہے اور سہو آ اصلاً کراہت نہیں واللیل والشمس سے پانچ آیت زائد ہے ایسی صورت میں کراہت نہیں،

فی الدرالمختار یکرہ الفصل بسورۃ قصیرۃ اھ[3] درمختار میں ہے کہ چھوٹی سورت کے ساتھ فاصلہ

---

[1] القرآن ۷۳/ ۲۰

[2] درمختار | باب سجود السہو | مطبوعہ مجتبائی دہلی | ۱/ ۱۰۲

[3] درمختار | فصل ویجہر الامام | " " " | ۱/ ۸۱

marfat.com

باطل، غیر المغضوب کے غ کو لوگ زیر پڑھتے بلکہ صحیح ادا پر قادر نہ ہونے کے سبب بُوئے کسرہ پیدا ہوتی ہے اور یہ مفسدِ نماز نہیں۔ داڑھی کتروانے والے کو امام بنانا گناہ ہے اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی، اور مغرور متکبر اس سے بھی بدتر جبکہ وہ علی الاعلان تکبر سے معروف و مشہور ہو۔ وقف کی حالت میں رحمتہ پڑھا جائے گا اور رحمتہ کوئی چیز نہیں، اور رحمتہ میں سنت یہ ہے کہ محض کسرہ نہ ہو بلکہ خفیف بوئے یا پیدا ہو نہ یہ کہ بالکل ی اس کا فرق ادا زبان سے سُن کر معلوم ہو سکتا ہے تحریر میں آنے کا نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۵۱۴، ۵۱۵ از شہر مسئولہ احسان علی طالب علم مدرسہ منظر الاسلام ۵ شوال ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ پارہ دوم نواں رکوع تیسری آیت یعنی کان الناس امۃً واحدۃً میں واحدۃً کو باظہار تنوین پڑھنا چاہیے یا وقف کے ساتھ یعنی واحدۃً یا واحدہ۔

(۲) اول رکعت میں ایک بڑی آیت اور دوسری رکعت میں دو تین چار چھوٹی آیتیں پڑھ سکتے ہیں یا نہیں جیسے آیت مذکور کو پوری اول رکعت میں پڑھا اور دوسرے میں ام حسبتم ان تدخلوا الجنۃ سے دو آیتیں وما تفعلوا من خیر فان اللہ بہ علیم تک، تو جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

دونوں صورتیں جائز ہیں یہاں علامت وقف ہے اور وصل اولیٰ ہے۔

(۲) بیشک جائز بلا کراہت ہے اور یہ صورت خاصہ ان خاص آیتوں سے کہ سورۃ میں لکھی عین عدل ہے کہ یہ دو آیتیں اُس آیت کے تقریباً بالکل مساوی ہیں۔ واللہ تعالےٰ اعلم

مسئلہ ۵۱۶ از شہر بریلی مدرسہ منظر الاسلام مولوی احسان علی صاحب ۱۱ شوال ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ آیت مایجوز بہ الصلوٰۃ کتنی مقدار ہے؟

الجواب

وُہ آیت کہ چھ حرف سے کم نہ ہو اور بہت نے اُس کے ساتھ یہ بھی شرط لگائی کہ صرف ایک کلمہ کی نہ ہو تو ان کے نزدیک مُدھَامّتٰن اگرچہ پوری آیت اور چھ حرف سے زائد ہے جوازِ نماز کو کافی نہیں، اسی کو منیہ و ظہیریہ و سراج وہاج و فتح القدیر و البحر الرائق و درمختار وغیرہا میں اصح کہا اور امام اجل اسبیجابی و امام ملک العلماء ابوبکر مسعود کاشانی نے فرمایا کہ ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک صرف مدھامّتٰن سے بھی نماز جائز ہے اور اس میں اصلاً ذکر خلاف نہ فرمایا درمختار میں ہے،

اقلھا ستۃ احرف ولو تقدیرا کلم یلد اس آیت کے کم از کم چھ حروف ہوں اگرچہ وُہ

marfat.com

طویل گراں تکلیف وہ نہ تھی تو یہ جماعت و قرائت جائز بلا منع و کراہت ہوئی ورنہ مکروہ و ممنوع، بحرالرائق میں ہے:

قال شمس الائمۃ الحلوائی ان کان سوی الامام ثلثۃ لایکرہ بالاتفاق وفی الاربع اختلف المشائخ والاصح انہ یکرہ[1] اھ ھکذا فی شرح المنیۃ۔

امام شمس الائمہ حلوائی فرماتے ہیں جماعت نفل میں اگر امام کے علاوہ تین افراد ہوں تو بالاتفاق کراہت نہیں، چار میں مشائخ کا اختلاف ہے، اصح یہی ہے کہ مکروہ ہے اھ شرح المنیہ میں اسی طرح ہے۔ (ت)

اُسی میں ہے:

والظاھر انھا فی تطویل الصلوٰۃ کراھۃ تحریم للامر بالتخفیف وھو للوجوب الا لصارف ولادخال الضرر علی الغیر[2] اھ واللہ تعالٰی اعلم۔

ظاہر یہی ہے کہ نماز میں طوالت مکروہ تحریمی ہے کیونکہ تخفیف کے لئے امر وارد ہے جو سوائے صارف کے وجوب کےلئے ہوتا ہے اور اس لئے کہ یہاں غیر کو نقصان ہوتا ہے اھ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۵۰۰: از بنارس تھانہ بھلوپورہ محلہ احاطہ روہیلہ مرسلہ عبدالرحمٰن رفوگر ۲۸ محرم ۱۳۳۲ھ

حضرت کی خدمت میں یہ عرض ہے کہ اذاجاء کے آخر میں جو پڑھا کرتے تھے انہ کان توابا کے پاس پڑھا کرتے تھے مولٰنا امجد علی صاحب تو وہ ذرا سا لکھ دیجئے گا، فقط۔

الجواب

مستحب طریقہ یہ ہے کہ آخر سورہ میں اگر نام الٰہی ہے جیسے سورہ اذاجاء میں انہ کان توابا تو اس پر وقف نہ کرے بلکہ رکوع کی تکبیر اللہ اکبر کا ہمزہ وصل گرا کر اس سورہ کا آخری حرف لام اللہ سے ملادے جیسے اذاجاء میں توابانِ اللہ اکبر، بقیام کی حالت میں کہے اور دونوں لام سے ملتا ہوا رکوع کے لئے جھکنے کی حالت میں اس طرح کہ رکوع پورا نہ ہونے تک اکبر کی ر ختم ہوجائے یونہی سورہ والتین میں احکم الحاکمین کے ن کو زبر دے کر اللہ اکبر کے ل میں ملادے، اور جس سورہ کے آخر میں نام الٰہی نہ ہو اور کوئی لفظ نامِ الٰہی کے مناسب بھی نہ ہو وہاں یکساں ہے چاہے وصل کرے یا وقف، جیسے الم نشرح میں فارغب اللہ اکبر اور جہاں کوئی لفظ اسمِ الٰہی کے نامناسب ہو جیسے سورہ کوثر کے آخر میں ھو الابتر وہاں فصل ہی چاہئے وصل نہ چاہئے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[1] البحرالرائق باب الامامۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۳۴۵

[2] " " " " " ۱/۳۵۱

marfat.com

بالاٰیة التامة طویلة کانت او قصیرۃ کقولہ تعالٰی مدھامّتٰن وما قالہ ابوحنیفۃ اقیس۔ [1]

ایک مکمل آیت ہے وہ آیت لمبی ہو یا چھوٹی۔ جیسے اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے مدھامّتٰن اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالٰی نے جو کچھ فرمایا ہے وہی زیادہ قرینِ قیاس ہے۔ (ت)

اقول اظہر یہی ہے مگر جبکہ ایک جماعت اُسے ترجیح دے رہی ہے تو احتراز ہی میں احتیاط ہے خصوصاً اس حالت میں کہ اس کی ضرورت نہ ہوگی مگر مثل فجر میں جبکہ وقت قدر واجب سے کم رہا ہو ایسے وقت ثم نظر کہ بالاجماع ہمارے امام کے نزدیک اداے فرض کو کافی ہے مدھامّتٰن سے جلد ادا ہو جائے گا کہ اس میں حرف بھی زائد ہیں اور ایک مد متصل ہے جس کا ترک حرام ہے، ہاں جسے یہی یاد ہو اُس کے بارے میں وُہ کلام ہوگا اور احوط اعادہ۔ واللہ تعالٰی۔

مسئلہ ۵۱۷ مسئولہ احسان علی مظفر پوری طالب علم مدرسہ منظر الاسلام بریلی بتاریخ ۳ ذی الحجہ ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ آیت ۵ پر ٹھہرنا یا رکوع یا وقف کرنا کیسا ہے کیا قباحت ہے اگر جس آیت پر ۵لا ہے اُس پر رکوع کر دیا تو جائز ہے یا نہیں، مثلاً اُوپر سے پڑھتا آیا اور صُمٌّ بکمٌ عمیٌ فھم لایرجعون پر رکوع کر دیا تو جائز ہے یا کچھ حرج بھی ہے؟

الجواب

ہر آیت پر وقف مطلقاً بلاکراہت جائز بلکہ سنّت سے مروی ہے، رہا رکوع اگر معنے تام ہو گئے جیسے آیت مذکورہ میں کہ اس کے بعد دوسری مستقل تمثیل ارشاد ہے جب تو اصلاً حرج نہیں، اگر معنی بے آیت آئندہ کے ناتمام ہیں تو نہ چاہئے خصوصاً امثال فویل للمصلین ۵لا میں کہ نہایت قبیح ہے اور ثم رددنٰہ اسفل سافلین ۵لا میں قبیح اس سے کم ہے نماز بہرحال ہو جائے گی۔

مسئلہ ۵۱۸ از مانیاوالا ڈاک خانہ قاسم پور گڈھی ضلع بجنور مرسلہ سیّد کفایت علی صاحب ۵ ربیع الاوّل شریف ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام نے پہلی رکعت میں قل اعوذ برب الناس پڑھی دُوسری میں قل اعوذ برب الفلق پڑھی اور آخر میں سجدۂ سہو کیا اس مسئلہ کا حکم بیان فرمائیے۔ بینوا توجروا۔

---

[1] بدائع الصنائع فصل فی ارکان الصلوٰۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۱۲

marfat.com

آفریدہ است حقیقۃً ہیچ حرف مشابہ او نیست فرض قطعی
آنست کہ مخرجش آموزد و طرز ادایش یاد گیرد و قصد
حرف منزل من اللہ کند و از پیش خویش نہ ظا خواند
نہ دال کہ ہر دو مباین اوست و شبانہ روز سعی موفور
بجائے آورد تا آنکہ می کوشد ہر چہ برآید روا باشد لا یکلف
اللہ نفسا الا وسعہا[1] فاما اگر بر صحیح قادر نہ شود امامت
صحیح نتواں کرد در فتاوٰی خیریہ است امامۃ الالثغ
بالفصیح فاسدۃ فی الراجح الصحیح[2] و بر او فرض باشد کہ
تا پس صحیح خواندن نماز تواں یافت تنہا نہ گزارد کہ
در اقتدا از قرأت بے نیاز باشد و آنکہ مخرج نیاموخت
یا در صحیح او سعی نہ کرد اگر از زبانش ظا یا دال ادا شود
ہر چہ بافساد معنی شود نماز فاسد شود و رنہ نے و اگر بہر دو
فساد معنی رو نماید چنانکہ مغظوب و مغدوب بہر دو فاسد
شود ایں ہم آنگاہ ہست کہ قصد حرف منزل من اللہ کند
و زباں یاوری ندہد ظا یا دال ادا شود چنانکہ صورت اخیرہ
در عوام ہند و بنگالہ است و اگر بالقصد بجائے او حرفے
دیگر نشاندن خواہد حکم او سخت تر شود زیرا کہ تبدیل
کلام اللہ میکند چنانکہ بعض نا مقلداں تصریح کردہ اند کہ
ضاد نتواں ظا خواند امام اجل ابوبکر محمد ابن الفضل رحمہ اللہ
تعالٰی علیہ دریں صورت حکم کفر فرمودہ است کما فی منح الروض
الازہر و مارا دریں مسئلہ رسالہ ایست مختصرہ جامعۃ
الجام الصاد عن سنن الضاد آنجا ایں را رنگ تفصیل

تمام حروف سے جدا پیدا فرمایا ہے حقیقی طور پر کوئی بھی
اس کے مشابہ نہیں اس لئے فرض قطعی یہ ہے کہ اس
کا مخرج سیکھا (جانا) جائے، اس کی ادائیگی کا طریقہ
یاد کیا جائے اور اس حرف کا ارادہ کیا جائے جو اللہ کی طرف
سے نازل ہے، اپنی طرف سے نہ اسے ظا پڑھا جائے
اور نہ ہی دال، کیونکہ یہ دونوں اس کے مخالف ہیں
شبانہ روز کی محنت و کوشش کے بعد جو پڑھا جا سکے
وہ درست ہوگا کیونکہ اللہ تعالٰی کسی جان پر بوجھ نہیں
ڈالتا مگر اس کی طاقت بھر۔ اگر حرف کی صحیح ادائیگی
پر قادر نہ ہوا تو اس کو امامت کرانا درست نہیں،
فتاوٰی خیریہ میں ہے کہ توتلے کا فصیح کی امامت کرنا
راجح اور صحیح مذہب میں فاسد ہے اور ایسے شخص پر
فرض ہے کہ وہ کسی صحیح کی اقتدار میں نماز ادا کرے
اگر اقتدار ممکن ہو تنہا نہ پڑھے کیونکہ اقتدار کی صورت
میں وہ قرأت سے بے نیاز ہو جائے گا، اور وہ
شخص جس نے ض کا مخرج نہ سیکھا یا اس کی صحت
کے لئے کوشش نہ کی ہو اگر اس کی زبان سے ضاد کی
جگہ ظا یا دال ادا ہو جس کے ساتھ فسادِ معنی ہو گا اس
سے نماز بھی فاسد ہوگی اور جس کے ساتھ فسادِ معنیٰ نہ ہو گا
اس سے نماز ہو جائے گی' اگر دونوں صورتوں میں فسادِ
معنیٰ ہو مثلاً مغظوب اور مغدوب تو دونوں صورتوں
میں نماز فاسد ہوگی۔ یہ تمام اس وقت ہے جب اس سے

---

[1] القرآن ۲/۲۸۶
[2] فتاوٰی خیریہ کتاب الصلوٰۃ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱/۱۰

marfat.com

(۱) امام کو قرأت میں مغالطہ لگا اور امام ایک آیت کلاں یا ایک چھوٹی تین آیت سے زیادہ پڑھ چکا ہے باوجود اس کے کوئی مقتدی امام کو لقمہ دے اور بتادے تو امام کو لقمہ لینے میں یا مقتدی کو لقمہ دینے میں کوئی نماز میں فساد یا نقصان نہ آوے گا؟

(۲) امام کو متشابہ لگا اور اوپر کی دو ایک آیت کو لوٹایا اور دُہرایا تو اس صورت میں دُہرانے سے نماز میں کچھ خلل تو نہ آئے گا؟ اور آئے گا تو کیا سجدہ سہو کرنے سے جبر نقصان ہو جائے گا یا نہیں؟

الجواب

کسی کے نماز میں صحیح بتانے سے کچھ فساد نہ آئے گا اگرچہ ہزار آیتیں پڑھ چکا ہو دُہرانے سے کچھ نقصان نہیں، ہاں اگر تین بار سبحان اللہ کہنے کی قدر چپکا کھڑا سوچتا رہا تو سجدہ سہو آتا، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۵۲۲ از ریاست رام پور دُکان مُلّا حمید محلہ کنڈہ مرسلہ محمد اسد الحق صاحب ۱۳ رمضان ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ قل ھو اللہ احد میں دال پر تنوین ہے اس کو کسرہ دے کر مابعد سے وصل کر کے نماز میں پڑھے، ہوگئی یا نہیں؟ اور گناہ تو نہیں؟ ضروری ہے یا جائز یا منع؟

الجواب

نون تنوین کو کسرہ دے کر لام میں ملا کر پڑھنا جائز ہے کوئی حرج نہیں، نہ اس سے نماز میں کوئی خلل، اور یہاں وقف بھی ج کا ہے جو وصل کی اجازت دیتا ہے۔ وھو اللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۵۲۳ از سرائے چھبیلہ ضلع بلند شہر مرسلہ راحت اللہ امام مسجد جامع ۱۹ رمضان ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام قرأت میں مما قالوا وکان عند اللہ وجیھا کی جگہ وکان الخ پڑھ جائے تو نماز درست ہوگی یا نہیں مگر اوّل مما قالوا پڑھا پھر خیال ہوا کہ کانوا ہے۔

الجواب

نماز ہر طرح ہوگئی کہ فساد معنی نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۵۲۴ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ یہاں راجکوٹ میں الرحمٰن پڑھتے ہیں اور ۲۰ رکعت تراویح سورۂ رحمٰن میں ہی ختم کرتے ہیں پہلی رکعت میں چار آیات اور دوسری میں دو آیات تو اس سے نماز فاسد ہوتی ہے یا نہیں؟

الجواب

یوں سولھویں رکعت میں یہ دونوں آیتیں واقع ہوں گی فبای الاء ربکما تکذبان ذواتا افنان بہتر یہ ہے کہ ان کے ساتھ ایک آیت اور ملائی جائے کہ ان میں صرف ستائیس حرف ہیں اور ردالمحتار میں

marfat.com

ما ینبغی ادا نہ ہوئے تو اس قدر میں معذور رہیگا اور اگر مخارج ہی نہیں معلوم یا معلوم ہیں نکالتا نہیں تو نماز ہرگز نہ ہوگی اگر صحیح ہے تو اکثر مسلمان فرض کو چھوڑدیں یا کسی حرام کے مرتکب ہوں تو ان کے اس فعل سے ساقط یا حلال نہ ہوجائے گا یوں تو اکثر مسلمان نماز ہی نہیں پڑھتے اور جو پڑھتے ہیں اُن میں اکثر مواظبت نہیں کرتے سو میں ننانوے ۹۹ یا اس کے قریب غیبت سے پرہیز نہیں کرتے تو قولِ زید صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب

زید کے اقوال مذکورہ سب صحیح ہیں سوائے اتنے لفظ کے کہ اگر مخارج معلوم نہیں تو نماز صحیح نہ ہوگی مخارج معلوم ہونا ضرور نہیں حروف صحیح ادا ہونا ضرور ہے بہتیرے ہیں کہ سُن سُن کر صحیح پڑھتے ہیں اگر اُن سے پوچھا جائے تو مخارج بتا نہیں سکتے اردو زبان والا ہر جاہل اپنی زبان کے حروف ٹھیک ادا کرتا ہے اور مخرج نہیں بتا سکتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۵۰۰: ازبریلی مرسلہ حضرت محمد میاں صاحب مدظلہ العالی

یہ ارشاد فرمائیں کہ قرآن کریم کی اس قدر تجوید کہ ہر حرف اپنے غیر سے ممتاز رہے فرض عین ہے کتب فقہ میں مذکور ہے اگر ہے تو کس کتاب میں کس جگہ؟ جناب کی نظر میں اس بارہ میں صرع تصریح کس کتاب کی ہے؟ اور اگر کوئی حدیث اس بارہ میں اس وقت پیشِ نظر ہو تو اُس کا ارشاد ہو۔

الجواب

تمام کتابوں میں تصریح ہے کہ ایک حرف کی جگہ دوسرے سے تبدیل اگر عجزاً ہو تو مذہب صحیح ومعتمد میں اور خطأً ہو تو ہمارے ائمہ مذہب کے نزدیک مفسد نماز ہے جبکہ مفسد معنی ہو یا امام ابی یوسف کے نزدیک جبکہ وہ کلمہ قرآن کریم میں نہ ہو اور اس سے بچنا بے تعلم تمایز حروف ناممکن اور فساد نماز سے بچنا فرض عین ہے قال اللہ تعالیٰ ولا تبطلوا اعمالکم[1] (اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے تم اپنے اعمال باطل نہ کرو۔ ت)

مقدمۂ امام جزری میں ہے:

اذ واجب علیھم محتم قبل الشروع اوّلا ان یعلموا مخارج الحروف والصفات، لینطقوا بافصح اللغات[2]۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

قرآن پاک میں شروع ہونے سے پہلے اوّلاً قاریان قرآن پر حروف کے مخارج وصفات (ذاتیہ وعرضیہ) کا جاننا قطعاً ضروری ہے تاکہ قاریانِ قرآن صحیح ترین لغات کے ساتھ قرآن پاک کا نطق کرسکیں (یعنی پڑھ سکیں)۔ (ت)

---

[1] القرآن ۴۷/۳۳

[2] مقدمہ جزریہ خطبۃ الکتاب مطبوعہ سعیدیہ کتب خانہ قصہ خوانی بازار پشاور ص ۴

marfat.com

سورت اوّل سے پڑھے تو اس پر بسم اللہ کہنا مستحب ہے اور کچھ آیتیں کہیں اور سے پڑھے تو اس پر کہنا مستحب نہیں، اور قیام کے سوا رکوع و سجود و قعود کسی جگہ بسم اللہ پڑھنا جائز نہیں کہ وہ آیۂ قرآنی ہے اور نماز میں قیام کے سوا اور جگہ کوئی آیت پڑھنی ممنوع ہے۔ واللہ تعالٰے اعلم

مسئلہ ۵۲۸ از شہر محلہ سوداگران مسئولہ مولوی احسان علی مرحوم طالب علم مدرسہ منظر الاسلام ۱۸ صفر ۱۳۲۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اوّل رکعت میں ایک رکوع یا سورہ پڑھی دوسری رکعت میں اگر اس سے مقدم کی سورہ یا رکوع زبان پر سہواً جاری ہو جائے تو اس کو پڑھے یا مؤخر کی سورہ یا رکوع پڑھے اس کو چھوڑ کر اگر پڑھ کر نماز تمام کر لی تو ہوئی یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

زبان سے سہواً جس سورہ کا ایک کلمہ نکل گیا اسی کا پڑھنا لازم ہو گیا مقدم ہو خواہ مکرر، ہاں قصداً تبدیلِ ترتیب گناہ ہے اگرچہ نماز جب بھی ہو جائے گی، واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۵۲۹ از تحصیل اترولی ضلع علی گڑھ مسئولہ محمد حسین محرر جوڈیشل ۱۶ جمادی الاولی ۱۳۳۹ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم

ایک مسئلہ پر بحث درپیش ہے اور آپس میں مباحثہ لفظی ہو رہا ہے وہ یہ کہ امام نے بوقت نمازِ مغرب رکعت اوّل میں سورۃ دھر قرأت کی اور اس قدر پڑھا اور سہو ہو گیا پھر رکوع کر دیا ویطاف علیھم بآنیۃ من فضۃ واکواب کانت قواریرا ۵ قواریرا من فضۃ نشانی آیت پر حرف ؏ موجود ہے امام اعظم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں اس قدر قرأت پڑھنے سے نماز ہو گی یا نہیں؟

الجواب

نماز بے تکلف بلا کراہت ہو گئی، تین آیات کی قدر سے واجب ادا ہو جاتا ہے اور یہ تو پندرہ آیتیں ہو گئیں بلکہ مغرب میں اتنی تطویل مناسب بھی نہ تھی کہ اس میں قصارِ مفصل یعنی لم یکن سے آخر تک ہر رکعت میں ایک سورت پڑھنے کا حکم ہے یہ اُس سے زائد ہو گیا، تنویر و درمختار میں ہے:

یسن فی الحضر لامام ومنفرد طوال المفصل فی الفجر والظھر واوساطہ فی العصر والعشاء وقصارہ فی المغرب ای فی کل

(مقیم ہونے کی صورت میں امام و منفرد دونوں کو نمازِ فجر اور ظہر کی نماز میں طوال مفصل اور عصر و عشاء میں اوساط مفصل اور نمازِ مغرب میں قصار مفصل پڑھنا مسنون ہے یعنی ہر رکعت میں

marfat.com

میں اکثر دُواؤ والے ایسے ہی ہیں ان پر فرض عین ہے کہ ض کا مخرج اور اس کا طریقہ ادا سیکھیں اور شبانہ روز حد درجے کی کوشش اُس کی تصحیح میں کریں جب تک کوشاں رہیں گے اُن کی نماز صحیح کہی جائے گی، جبکہ صحیح خواں کے پیچھے اقتداء پر قادر نہ ہوں اور اس وقت تک امثال کی امامت بھی ہو سکے گی اور جب کوشش اُکتا کر چھوڑیں یا یاسرے سے کوشاں نہ ہوں اُن کی اپنی بھی باطل اور ان کے پیچھے اوروں کی بھی باطل، یہی حکم ظائیوں کا ہے جبکہ قصداً تبدیل نہ کرتے ہوں یہ خلاصہ حکم ہے اور تفصیل ہمارے رسالہ الجام الصاد عن سنن الضاد میں ہے، واللہ تعالےٰ اعلم۔

مسئلہ ۵۰۹ از جڑودہ ضلع میرٹھ مرسلہ سید صابر جیلانی صاحب

کیا سورۂ تبّت کا نماز میں پڑھنا بہتر ہے؟

الجواب

سورۂ تبّت کے پڑھنے میں استغفر اللہ اصلاً کوئی حرج نہیں۔

مسئلہ ۵۱۰ از شہر بریلی محلہ سوداگران مدرسہ منظر الاسلام مولوی محمد افضل صاحب

۶ جمادی الاخری ۱۳۳۷ھ

چہ می فرمایند علمائے دین دریں مسئلہ کہ "لَمَا یتفجر منہ الانھٰر" خواندہ شد لَمَّا، نماز شد بغیر کراہت یا نہ؟

اس مسئلہ میں علمائے دین کی کیا رائے ہے کہ ایک شخص نے لَمَا یَتَفَجَّرُ مِنْہُ الْاَنْھٰر میں لَمَّا شد کے ساتھ پڑھا نماز بغیر کراہت کے درست ہوگی یا نہیں؟

الجواب

نماز درست باشد و بجال سہو زلت کراہت نیست و حذف جزا برائے دلالت بر عظمت شانش شائع است قال اللہ تعالٰی فلما اسلما و تلہ للجبین و نادینہ ان یا ابراھیم[1] جزا ذکر نفرمود ہمچناں ایں جا تاویل شود کہ و ان منھا ما یکون منہ شئی عجیب لمّا یتفجر منہ الانھٰر بالجملہ

نماز درست ہوگی، بھول اور پھسل جانے کی صورت میں کراہت نہیں، اس کی عظمتِ شان کے پیشِ نظر جزا کا حذف مشہور و معروف ہے، اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے فَلَمَّآ اَسْلَمَا وَتَلَّہٗ لِلْجَبِیْنِ وَنَادَیْنٰہُ اَنْ یّٰٓاِبْرٰھِیْمُ یہاں جزا کو ذکر نہیں فرمایا اسی طرح مذکورہ مقام میں تاویل ہو سکتی ہے کہ

---

[1] القرآن ۳۷/ ۱۰۳

marfat.com

السریۃ اتفاقا بل یستمع اذا جھر وینصت اذا اسر[1]۔ واللہ تعالٰی اعلم

سری نمازمیں، اور نہ ہی سری نماز میں فاتحہ بالاتفاق (یعنی اس پر ائمہ ثلثہ کا اتفاق ہے)، بلکہ جب امام جہراً پڑھے تو مقتدی سُنے اور جب امام سراً پڑھے تو مقتدی چُپ رہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۵۳۳ - ۵۳۴ ازہزار ضلع بلذانہ اسٹیشن لبسوہ متعلق ملکہ پور مسئولہ سراج الدین ۱۳ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ :

(۱) آیت قرآن شریف کے ٹکڑے ٹکڑے کرکے نماز میں پڑھنے کے متعلق شرع شریف میں کیا حکم ہے ؟

(۲) سورہ یٰسٓ شریف میں سلٰم قولا کی جگہ سلام قولا پڑھنا یا سلام پر آیت کرنا صحیح کس طرح پر ہے ؟

الجواب

(۱) سائل نے صاف بات نہ لکھی کہ ٹکڑے کرنے سے کیا مراد ہے، اگر آیت بڑی ہے اور ایک سانس میں نہیں پڑھ سکتا تو جہاں سانس ٹوٹ جائے مجبوراً وقف کرے گا موقع موقع پر ٹھہرتا ہوا چلا جائے گا، ہاں بلاضرورت بے موقع ٹھہرنا خلافِ سنّت ہے، واللہ تعالٰی اعلم

(۲) دونوں صحیح اور دونوں جائز ہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۵۳۵ از جے پور بیرون اجمیری دروازہ مکان عبدالواحد خاں مسئولہ حامد حسن قادری ۱۴ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ زید کا خیال ہے کہ عام لوگ تکبیر انتقال نماز میں اللہ اکبر کی را کو اس قدر کھینچتے ہیں کہ اس کی وجہ سے نماز میں نقصان واقع ہوتا ہے اللہ اکبر کی را کو اس طرح خارج کرنا کہ عام لوگ بجائے ر کے دال محسوس کریں کیسا ہے ؟

الجواب

اکبر میں ر کو د پڑھنا مفسدِ نماز ہے کہ فسادِ معنی ہے، اور یہ بات کہ وہ ر پڑھتا ہے اور سب سُننے والے د سنتے ہیں بہت بعید ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۵۳۶ از شہر ممباسہ ضلع مشرقی افریقہ دکان حاجی قاسم اینڈ سنز مسئولہ حاجی عبداللہ حاجی یعقوب ۲۶ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اول رکعت میں سورہ کفرون پڑھی دوسری میں

---

[1] درمختار فصل ویجہر الامام مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۸۱

marfat.com

البتہ اس صورت میں تمام کی نماز فاسد ہوجائے گی جب متقدی نے کسی غیر نمازی سے سنا اور اپنے امام کو لقمہ دے دیا اور امام نے لے لیا۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

قولہ بکل حال ای سواء قرأ الامام ما تجوز بہ الصلاۃ ام لا انتقل الی اٰیۃ اخری ام لا تکرر الفتح ام لا ھو الاصح نھر، قولہ الا اذا سمعہ المؤتم الخ فی البحر عن القنیۃ یجب ان تبطل صلاۃ الکل لان التلقین من خارج اھ واقرہ فی النھر[1] واللہ تعالٰی اعلم۔

مصنّف کے قول "بکل حال" سے مراد یہ ہے کہ خواہ امام نے اتنی قرأت کرلی ہو جس سے نماز ہوجاتی ہے یا نہ کی ہو، وہ کسی دوسری آیت کی طرف منتقل ہوگیا یا نہ، خواہ لقمہ بار بار دیا گیا ہو یا نہ، اصح یہی ہے نہر۔ اس کا قول الا اذا سمعہ المؤتم الخ بحر میں قنیہ سے ہے کہ تمام کی نماز باطل ہوجانا ضروری ہے کیونکہ اس صورت میں خارج نماز شخص سے تلقین پائی گئی، اور اسے نہر میں ثابت رکھا گیا، واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۵۱۲ از ضلع سیونی چھپرہ محلہ قاضی قریب مسجد خفیہ مرسلہ ظہور الحسن طالب علم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ تجوید سے پڑھنا فرض ہے کیونکہ قرآن کا صحیح طور سے پڑھنا فرض ہے، تو صحیح پڑھنا بغیر تجوید کے آہی نہیں سکتا تو اس وجہ سے تجوید بھی فرض ہے بتائیے کہ کون حق پر ہے؟ فقط محمد ظہور الحسن طالب علم

الجواب

بلاشبہہ اتنی تجوید جس سے تصحیح حروف ہو اور غلط خوانی سے بچے فرض عین ہے، بزازیہ وغیرہ میں ہے اللحن حرام بلا خلاف[2] (لحن بلا خلاف حرام ہے۔ ت) جو اسے بدعت کہتا ہے اگر جاہل ہے اُسے سمجھا دیا جائے، اور دانستہ کہتا ہے تو کفر ہے کہ فرض کو بدعت کہتا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۵۱۳ جو شخص حافظ ہو قاری نہ ہو اعراب میں غلطی کرتا ہو یعنی زیر کا زبر جیسے غیر المغضوب کے غ پر زیر پڑھتا ہو اور ایاک کے کاف پر زیر پڑھتا ہو نماز مکروہِ تحریمی ہوسکتی ہے یا نہیں؟ اور معنی بدلتے ہیں یا نہیں اور داڑھی بھی کترواتا ہے اور مغرور و متکبر ہو جس ہ پر کھڑا زیر ہو جیسے ربہٖ اس کو آیت آجانے پر وقف کے وقت ربہ پڑھے یا ربہٖ۔

الجواب

ایاک نعبد و ایاک نستعین میں اگر کاف کو زیر پڑھے گا معنی فاسد ہوں گے اور نماز

---

[1] ردالمحتار باب ما یفسد الصلوٰۃ الخ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۴۶۰

[2] فتاوٰی ہندیہ بحوالہ بزازیۃ الباب الرابع فی الصلوٰۃ والتسبیح و قراءۃ القرآن الخ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۱۷

marfat.com

مغرب وخفتن و فجر وجمعہ وعیدین درمیان قرأت سہ آیۃ یا زائد از سہ آیۃ سہو کرد ومقتدی او رامیان نماز مذکورہ بالا لقمہ داد او لقمہ مقتدی خود گرفت نماز امام ومقتدی درست شد یا نہ ۔ بینوا توجروا

فرماتے ہیں کہ امام نمازِ مغرب، عشاء، فجر، جمعہ اور عیدین میں قرأت کرتے ہُوئے تین آیات یا تین آیات سے زائد پڑھ کر بھُول گیا ایسی صورت میں مقتدی نے لقمہ دیا اور امام نے اس کا لقمہ قبول کرلیا تو امام اور مقتدی کی نماز درست ہوگی یا نہ؟ بینوا توجروا (ت)

الجواب

صحیح است مطلقا در ہر نماز و بہرحال اگرچہ بعد سہ آیت باشد ہمیں است قول صحیح فی الدر المختار فتحہ علی امامہ لایفسد مطلقا بفاتح و اٰخذ بکل حال[1] اھ فی ردالمحتار ای سواء قرأ الامام قدر مایجوزبہ الصلوٰۃ ام لا انتقل الی اٰیۃ اخری ام لاتکرر الفتح ام لاھو الاصح نھر[2]۔ واللہ سبحٰنہ تعالٰی اعلم۔

نماز مطلقاً درست ہے ہر نماز میں ہر حال میں لقمہ دینا اگرچہ وُہ تین آیات کے بعد ہو درست اور صحیح قول یہی ہے ۔ درمختار میں ہے امام کو لقمہ دینے سے نماز فاسد نہیں ہوتی نہ لقمہ دینے والے کی اور نہ لینے والے کی ہر حال میں الخ ردالمحتار میں ہے خواہ امام نے اتنی قرأت کرلی ہو جس سے نماز ہوجاتی ہے یا نہ کی ہو امام کسی اور آیت کی طرف منتقل ہوچکا ہو یا نہ ہوا ہو، لقمہ بار بار ہو یا نہ، اصح یہی ہے نہر۔ واللہ سبحٰنہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۵۴۰: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کا ان شانئك کو نماز میں انا شانئك یا لہٗ کو لاہٗ یا لھم کو لاھم مغفرۃ باشباع فتحہ یا الحمد للہ الحمد لیلہ باشباع کسرہ یا قل کو قول باشباع ضمہ پڑھنا عمداً یا سہواً مفسدِ صلوٰۃ ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

عمداً گناہِ عظیم ہے اور سہواً معاف اور فسادِ نماز کسی حالت میں نہیں لان الاشباع لغۃ مرقوم من العرب کالاکتفاء عن المدۃ بالحرکۃ کما نص علیہ فی الغنیۃ وغیرھما (کیونکہ اشباع عرب کی معروف لغت ہے جیسا کہ مدہ کی جگہ حرکت پر اکتفاء کرلیا جاتا ہے غنیہ اور دیگر کتب میں اس پر تصریح ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[1] درمختار | باب مایفسد الصلوٰۃ ومایکرہ فیہا | مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی | ۹۰/۱

[2] ردالمحتار | " " " " | " مصطفی البابی مصر | ۴۶۰/۱

marfat.com

الاذا کانت کلمۃ فالاصح عدم الصحۃ[1] لفظاً نہ ہوں بلکہ تقدیراً ہوں مثلاً لم یلد (کہ اصل میں لم یولد تھا) مگر اس صورت میں کہ جب وہ آیت صرف ایک کلمہ پر مشتمل ہو تو اصح عدمِ صحتِ نماز ہے(ت)

ہندیہ میں ہے :

الاصح انہ لایجوز کذا فی شرح المجمع لابن ملك، وھکذا فی الظھیریۃ والسراج الوھاج وفتح القدیر[2]۔

اصح یہی ہے کہ اس سے نماز جائز نہیں شرح مجمع لابن مالک میں اسی طرح ہے۔ ظہیریہ، السراج الوہاج اور فتح القدیر میں بھی یُوں ہی ہے۔(ت)

فتح القدیر میں ہے :

لوکانت کلمۃ اسماً اوحرفاً نحو مدھامتٰن ص ق ن فان ھذہ اٰیات عند بعض القراء اختلف فیہ علی قولہ والاصح انہ لایجوز لانہ یسمی عادا لاقارئا[3]۔

اگر وہ آیت ایک کلمہ پر مشتمل ہے خواہ اسم ہو یا حرف مثلاً مدھامتٰن، ص، ق،ن کیونکہ یہ بعض قراء کے نزدیک آیات ہیں ان کے قول پر اس میں اختلاف ہے اور اصح یہی ہے کہ یہ جوازِ نماز کے لئے کافی نہیں کیونکہ ایسے شخص کو قاری نہیں کہا جاتا بلکہ شمار کرنے والا کہا جاتا ہے۔(ت)

بحرالرائق میں اسے ذکر کرکے فرمایا :

کذا ذکرہ الشارحون وھو مسلم فی ص ونحوہ اما فی مدھامتٰن فذکر الاسبیجابی وصاحب البدائع انہ یجوز علی قول ابی حنیفۃ من غیر ذکر خلاف بین المشائخ[4]۔

شارحین نے اسے یُوں ہی بیان کیا ہے اور یہ بات ص وغیرہ میں تو مسلم ہے مگر مدھامتٰن کے بارے میں اسبیجابی اور صاحبِ بدائع نے کہا ہے کہ امام ابوحنیفہ کے قول کے مطابق یہ جوازِ نماز کے لئے کافی ہے اور انہوں نے مشائخ کے درمیان کسی اختلاف کا ذکر نہیں کیا۔(ت)

بدائع میں ہے :

فی ظاھر الروایۃ قدر ادنی المفروض

ظاہر الروایہ کے مطابق فرض قراءۃ کی مقدار کم از کم

---

[1] درمختار فصل ویجہر الامام مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۸۰

[2] فتاوٰی ہندیہ الباب الرابع فی صفۃ الصلوٰۃ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۶۹

[3] فتح القدیر شرح الہدایہ فصل فی القراءۃ ؍؍ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۲۸۹

[4] البحرالرائق شرح کنز الدقائق فصل واذا اراد الدخول فی الصلوٰۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۳۳۸

marfat.com

ساٹھ ستّر سے زیادہ نہیں مسجد نہیں بھر سکتی مگر عید کے موقع پر گاؤں والے شریک ہوتے ہیں اور مسجد بھر جاتی ہے۔

(۱) جمعہ کی ادا کے لئے شہر شرط ہے یا نہیں؟

(۲) شہر کس کو کہتے ہیں اکبر مساجد کی تعریف روایت مذہب ہے یا نہیں؟

(۳) جب قدرت اجرائے حدود شرط ہے اور بالفعل ضرور نہیں تو توانی کی وجہ سے تعریف مذکور کو اختیار کرنا اور ظاہر مذہب کو ترک کرنا کیونکر صحیح ہو سکتا ہے؟

(۴) علمائے حنفیہ کے اختلاف کی وجہ سے احتیاطی ظہر تجویز ہوئی مگر جہاں حنفی مذہب کے موافق تحقق شروط نہ ہو اور دیگر مذاہب کے موافق ہو وہاں کیونکر جائز نہیں۔ خروج اختلاف کی علت دونوں جگہ موجود ہے اعنی وہاں بھی جمعہ اور احتیاطی ظہر پڑھ لینا چاہئے؟

(۵) کل موضع لہ امیر و قاض الخ (ہر وہ مقام جہاں کوئی ایسا امیر اور قاضی ہو الخ۔ت) سے استدلال عدم جواز جمعہ دارِ حرب پر ہو سکتا ہے یا نہیں؟

(۶) کیفیتِ مذکور کی رُو سے کہاں جمعہ جائز ہے اور کہاں نہیں؟

(۷) جہاں ناجائز ہے انھیں منع کیا جائے یا نہیں، اور ان کی ظہر کا کیا حکم ہے؟

(۸) جہاں بادشاہ مسلمان نہ ہو وہاں جمعہ کا کیا حکم ہے اور حکومت کفار میں جمعہ کیوں جائز؟

(۹) یہ ملک دارِ حرب ہے یا نہیں؟

(۱۰) دارِ حرب کی کیا تعریف اور کس طور سے دارِ حرب دارِ اسلام بنتا ہے اور دارِ اسلام دارِ حرب؟

(۱۱) جہاں شروطِ جمعہ نہ پائے جائیں وہاں عید کی نماز کا کیا حکم، اگر جائز نہیں تو پڑھ لینے سے کیا خرابی ہے اگر اپنے مذہب کے طور پر واجب نہیں تو دوسرے مذہب مثل شافعی رحمہ اللہ تعالٰی کے تو واجب ہے اور خروج عن الاختلاف ہو جائے گا؟

(۱۲) ہماری جگہ شہر گنا جاتا ہے اور ایک مسجد ہے مصلی باشندے اسے بھر نہیں سکتے، یہاں جمعہ کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

جمعہ کے لئے ہمارے ائمہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کے اتفاق و اجماع سے شہر شرط ہے شہر کی صحیح تعریف مذہب حنفی میں یہ ہے جو خود امامِ مذہب سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے ارشاد فرمائی، وہ آبادی جس میں متعدد محلے اور دوامی بازار ہوں اور وہ ضلع یا پرگنہ ہو اُس کے متعلق دیہات ہوں اور اس میں کوئی حاکم بااختیار ایسا ہو کہ اپنی شوکت اور اپنے یا دوسرے کے علم کے ذریعہ سے مظلوم کا انصاف ظالم سے لے سکے۔

marfat.com

الجواب

اگر بھول کر ایسا کیا نماز میں حرج نہیں اور سجدہ سہو نہ چاہیئے تھا اور قصداً ایسا کیا تو گنہگار ہوگا نماز ہوگئی سجدہ سہو اب بھی نہ چاہیئے تھا توبہ کرے، پہلی میں اگر سورۂ ناس پڑھی تھی تو اُسے لازم تھا کہ دوسری میں بھی سورۂ ناس ہی پڑھتا کہ فرض کی دونوں رکعتوں میں ایک ہی سُورت پڑھنا صرف خلافِ اولیٰ ہے اور ترتیب اُلٹا کر پڑھنا حرام ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۵۱۹ از بیکانیر مارواڑ محلہ مہاوتان مرسلہ قاضی تمیز الدین صاحب ۹ ربیع الاول شریف ۱۳۳۸ھ

میں نے ایک معلم صاحب کی زبانی سُنا ہے کہ نماز میں تین آیت شریف سے کم مضمون پڑھا جائیگا یعنی دو آیت شریف پڑھی جائے گی تو نماز نہیں ہوگی اگر غلطی سے پڑھی گئی تو نماز کو دُہرانا چاہیئے ، ایک امام نے پہلی رکعت میں ایک رکوع پڑھا دوسری رکعت میں وان یکاد الذین کفروا لیزلقونك بابصارھم لما سمعوا الذکر ویقولون انہ لمجنون وما ھو الا ذکر للعٰلمین تو قبلہ وکعبہ یہ دوسری رکعت میں جو پڑھا گیا وُہ میں نے لکھا ہے یہ صرف دو آیت شریف ہیں آیا نماز صحیح ہوگئی یا نہیں یا دُہرانا پڑے گی ۔ بینوا توجروا ۔

الجواب

نماز میں ایک آیت پڑھنا فرض ہے مثلاً الحمد للہ رب العٰلمین اس کے ترک سے نماز نہ ہوگی اور پُوری سورۂ فاتحہ اور اس کے بعد متصلاً تین آیتیں چھوٹی چھوٹی یا ایک آیت کہ تین چھوٹی کے برابر ہو پڑھنا واجب ہے اگر اس میں کمی کرے گا نماز تو ہو جائے گی یعنی فرض ادا ہو جائے گا مکروہ تحریمی ہوگی، بھُول کر ہے تو سجدۂ سہو واجب ہوگا اور قصداً ہے تو نماز پھیرنی واجب ہوگی، اور بلا عذر ہے تو گنہگار بھی ہوگا مثلاً تین آیتیں یہ ہیں ثم نظر ثم عبس ثم ادبر واستکبر[1] یا یہ الرحمٰن ۝ علم القراٰن ۝ خلق الانسان[2] ۝ ظاہر ہے کہ وُہ دو آیتیں وان یکاد الذین کفروا بلکہ اس میں کی پہلی ہی آیت ان تین چھوٹی آیتوں سے بڑی ہے تو نماز مع واجب ادا ہوگئی دُہرانے کی حاجت نہیں واللہ تعالیٰ اعلم ۔

مسئلہ ۵۲۰ ۵۲۱ ۲۴ ربیع الاول شریف ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں :

---

[1] القرآن ۸۰/۱
[2] القرآن ۵۵/۱

marfat.com

الصفار وهذا اقرب الاقاویل الی الصواب [1]

کے قول کے مطابق ہے اور تمام اقوال میں سے یہ رائے صواب کے زیادہ قریب ہے۔ (ت)

اور محصل ایک ہے کہ عادۃً والی وقاضی ایسی ہی جگہ ہوتے ہیں جس میں آبادی کثیر ہو اور اسے تعدد محلہ و وجود اسواق لازم اور ہر گاؤں میں نیا حاکم مقرر کرنا نہ معہود ہے نہ متیسر بلکہ گرد و پیش کے دیہات آبادی کبیرہ کے حاکم کے متعلق کر دئے جاتے ہیں اسے ضلع یا کم از کم پرگنہ ہونا لازم۔ غنیہ میں ہے:

صاحب الهداية ترك ذكر السكك والرساتيق بناء على الغالب اذ الغالب ان الامير والقاضي شانه القدرة على تنفيذ الاحكام واقامة الحدود لا يكون الا في بلد كذلك فالحاصل ان اصح الحدود ما ذكره في التحفة لصدقه على مكة والمدينة وانهما الاصل في اعتبار المصرية [2]۔

صاحب ہدایہ نے محلوں اور بازاروں کا ذکر اس لئے ترک کیا ہے کہ غالب یہی ہے کہ ایسے حاکم اور قاضی جو احکام کا نفاذ اور حدود کا قیام کر سکتے ہیں وہ ایسے شہر میں ہی ہوتے ہیں جو بڑا ہو، حاصل یہ ہے کہ تحفہ میں بیان کردہ شہر کی تعریف اصح ہے کیونکہ وہ مکہ اور مدینہ پر صادق آتی ہے اور شہر ہونے میں یہ دونوں اصل ہیں۔ (ت)

پھر ظاہر ہے کہ ان کتب میں تنفیذ و اقامت سے قدرت مراد ہے کہ حاکم کا خلافِ حکم کرنا شہر کو شہر ہونے سے خارج نہیں کرتا، ولہذا علامہ محقق ابراہیم حلبی نے اسی سے پہلے غنیہ میں فرمایا:

الحد الصحيح ما اختاره صاحب الهداية انه الذي له امير وقاض ينفذ الاحكام ويقيم الحدود والمراد القدرة على اقامة الحدود ماصرح به في تحفة الفقهاء عن ابي حنيفة رضي الله تعالى عنه [3]۔

صحیح تعریف وہ ہے جسے صاحبِ ہدایہ نے اختیار کیا ہے وہ یہ ہے کہ ایسا شہر ہو جس میں حاکم و قاضی ہو جو احکام کا نفاذ اور حدود کا قیام کرے اور اس سے مراد قیامِ حدود پر قدرت ہے، جیسا کہ تحفۃ الفقہاء میں امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حوالے سے منقول ہے۔ (ت)

امام اکمل نے عنایہ میں فرمایا: المراد بالامير وال يقدر على انصاف المظلوم من الظالم [4] (امیر سے

---

[1] فتاوٰی غیاثیہ باب الجمعۃ وشرائطہ مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ ص ۳۹

[2] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی صلوۃ الجمعۃ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۵۱

[3] " " " " " " ص ۵۵۰

[4] العنایۃ مع فتح القدیر باب صلوۃ الجمعۃ " مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۲/۲۴

marfat.com

کم از کم تیس حرف درکار بتائے وان کان فیہ کلام بیناہ علی ھامشہ مع ان المقروات فیھما ثلثون (اگرچہ اس میں کلام ہے جیسے ہم نے حاشیہ ردالمحتار میں تحریر کیا ہے علاوہ ازیں ان آیات میں مقروات تیس ۳۰ ہیں۔ت)
واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۵۲۵ از نوشہرہ تحصیل جامپور ضلع ڈیرہ غازیخاں مسئولہ عبدالغفور صاحب ۴ محرم ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نماز ظہر وعصر میں جو قرأت بالجہر نہیں پڑھی جاتی باقی شام اور عشاء اور فجر کی نماز میں بالجہر پڑھی جاتی ہے اس کی وجہ اور رموزات سے مطلع فرمائیے؟

الجواب

یہ احکام ہیں بندے کو حکم ماننا چاہئے حکمت کی تلاش ضرور نہیں۔ اس کے دو سبب بتائے جاتے ہیں ایک ظاہری کہ کفار قرآن عظیم سن کر بیہودہ بکا کرتے ظہر وعصر دونوں وقت ان کی بیداری وبیکاری کے تھے اس لئے ان میں قرأت خفی ہوئی کہ وہ سن کر کچھ بک نہیں، فجر وعشا کے وقت وہ سوئے ہوتے تھے اور مغرب کے وقت کھانے میں مشغول، لہذا ان میں قرأت بالجہر ہوئی، مگر یہ سبب چنداں قوی نہیں۔ دوسرا سبب صحیح وقوی باطنی وہ ہے جو ہم نے اپنے رسالے انھار الانوار میں ذکر کیا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۵۲۶ از شہر کہنہ محلہ کانکر ٹولہ مسئولہ ننھے خاں صاحب ۱۵ محرم ۱۳۳۹ھ

قرأت کتنی فرض ہے اور واجب اور سنت اور مستحب کہاں تک؟

الجواب

قرأت ایک آیت فرض ہے اور الحمد اور اس کے بعد اس کے متصل ایک آیت بڑی یا تین ۳ آیتیں چھوٹی پڑھنا واجب، اور فجر وظہر میں حجرات سے بروج تک دونوں رکعتوں میں دو ۲ سورتیں، اور عصر وعشاء میں بروج سے لم یکن تک، اور مغرب میں لم یکن سے ناس تک سنت یا ان کی مقدار دوسرے مقام سے، اور جماعت میں کوئی مریض یا ضعیف وغیرہ ایسا ہو کہ تطویل سے مشقت ہوگی تو اس کے حالت کی رعایت واجب اور نوافل میں جس قدر تطویل اپنے اوپر شاق نہ ہو مستحب ہے، واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۵۲۷ از شہر محلہ ملوکپور مسئولہ شفیق احمد خاں صاحب ۲۶ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہر نماز میں کتنی مرتبہ اور کس کس مقام پر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھنا چاہئے؟

الجواب

سورہ فاتحہ کے شروع میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سنت ہے اور اس کے بعد اگر کوئی

marfat.com

وجامع واسواق ومفت وسلطان اوقاض یقیم الحدود وینفذ الاحکام وقریب منہ ما فی المضمرات وفیہ انہ الاصح[1]۔

جامع مسجد، بازار، مفتی، حاکم یا ایسا قاضی ہو جو حدود کا قیام اور احکام کا نفاذ کر سکے۔ مضمرات کے الفاظ بھی اسی کی تائید کرتے ہیں اور اسی میں ہے کہ یہی اصح ہے۔ (ت)

اکابر نے اس کی یہ توجیہ فرمائی کہ حاکم عالم نہ ہو تو عالم کا ہونا بھی لازم۔ غیاثیہ میں ہے:

قال الشمس الائمۃ السرخسی ظاھر المذھب ان المصر الجامع مافیہ جماعات الناس واسواق التجارات وسلطان او قاض یقیم الحدود وینفذ الاحکام ای یقدر علی ذلک و یکون فیہ مفت ان لم یکن القاضی او السلطان بنفسہ مفتیا[2]۔

شمس الائمہ سرخسی فرماتے ہیں کہ ظاہر مذہب یہ ہے کہ جامع شہر وُہ ہوگا جس میں کچھ محلے ہوں اور بازار تجارات، سلطان یا قاضی جو حدود کو قائم اور احکام کو نافذ کرے یعنی اس میں ان کے قیام اور نفاذ کی قدرت ہو اور اگر قاضی یا سلطان خود مفتی نہ ہوں تو وہاں کسی نہ کسی مفتی کا ہونا بھی ضروری ہے (ت)

امام طاہر بخاری نے فرمایا:

قال امام السرخسی فی ظاھر المذھب عندنا ان یکون فیہ سلطان و قاض لاقامۃ الحدود وتنفیذ الاحکام ویشترط المفتی اذا لم یکن القاضی او الوالی مفتیا[3]۔

امام سرخسی نے فرمایا ہے کہ ظاہر مذہب میں ہمارے ہاں یہی ہے کہ وہاں اقامتِ حدود اور تنفیذِ احکام کے لئے قاضی یا سلطان کا ہونا ضروری ہے اور جب قاضی یا والی خود مفتی نہ ہو تو وہاں امام سرخسی نے مفتی کا ہونا شرط قرار دیا ہے۔ (ت)

امام مذہب نے اس طرف خود ہی اشارہ فرمایا تھا کہ لعلمہ وعلم غیرہ (وہ قاضی خود عالم ہو یا عالم اس کا معاون ہو۔ ت) فتح میں فرمایا:

اذا کان القاضی یفتی ویقیم الحدود اغنی عن التعدد[4]۔

جب قاضی خود فتوٰی دیتا ہو اور حدود نافذ کرتا ہو تو وہاں الگ مفتی کا ہونا ضروری نہیں۔ (ت)

---

[1] جامع الرموز | فصل صلوٰۃ الجمعۃ | مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران | ۱/۲۶۲
[2] فتاوٰی غیاثیہ | باب الجمعۃ وشرائطہا | ر مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ | ص ۳۸
[3] خلاصۃ الفتاوٰی | الفصل الثالث والعشرون فی صلوۃ الجمعۃ | مطبوعہ مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ | ۱/۲۰۷
[4] فتح القدیر | باب صلوٰۃ الجمعۃ | مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر | ۲/۲۵

marfat.com

مالکعۃ سورۃ۔[1] | ایک سورۃ ان سورتوں میں سے جو مذکور ہوئیں پڑھے (ت)

درمختار میں ہے:

من الحجرات الی اٰخر البروج و منها الی اٰخر لم یکن اوساطه و باقیه قصاره[2]۔ واللّٰه تعالٰی اعلم۔ | حجرات سے آخر بروج تک طوال مفصّل، بروج سے لم یکن کے آخر تک اوساط مفصل اور سورتوں کا بقیہ حصّہ قصار مفصل کہلاتا ہے۔ واللّٰہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۵۳۰ از شہر محلہ سوداگران مدرسہ منظر الاسلام ۱۷ جمادی الثانی ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام کو تین آیتوں کے بعد غلطی ہوئی معنٰی بگڑ گیا جبکہ سورۂ یوسف شریف میں چار آیات کے بعد رَاَیْتُھُمْ کی جگہ رَاَیْتَھُمْ پڑھا اس حالت میں نماز ہو گئی یا نہیں؟

الجواب

فسادِ معنٰی اگر ہزار آیت کے بعد ہو نماز جاتی رہے گی، مگر یہاں رأیتھم میں ت کا زبر پڑھنا مفسدِ نماز نہیں۔ واللّٰہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۵۳۱ و ۵۳۲ از بروگ مسئولہ محمد علی ۶ رجب المرجب پنجشنبہ ۱۳۳۹ھ

قبلہ وکعبہ جناب مولوی صاحب دام اظلالکم، السلام علیکم بعد ادائے آداب دست بستہ تسلیمات گزارش خدمت میں یہ ہے کہ نمازِ ظہر وعصر کے وقت امام کے پیچھے مقتدی کو حسبِ معمول پڑھنا چاہیے یا سکوت واجب ہے؟

(۲) نمازِ مغرب وعشا کے فرضوں کی ادائگی میں مقتدی کو چاروں رکعتوں میں سکوت لازم ہے یا اوّل کی دو میں اور آخر کی دو میں نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

مطلقاً کسی نماز کی کسی رکعت میں مقتدی کو قرأت اصلاً جائز نہیں قطعاً خاموش کھڑا رہے، صرف سبحٰنك اللّٰھم شامل ہوتے وقت پڑھے جبکہ امام نے قرأت جہر شروع نہ کی ہو۔ درمختار میں ہے:

المؤتم لا یقرأ مطلقا ولا الفاتحة فی | مقتدی مطلقاً قرأت نہ کرے نہ جہری نمازمیں نہ

---

[1] و [2] درمختار فصل ویجہر الامام مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۸۰

marfat.com

اهله وزیادۃ[1]

نہ ہو، یہ درست نہیں کیونکہ مکہ اور مدینہ دونوں کی مساجد وہاں کے لوگوں اور مزید دوسرے لوگوں کے لئے کافی ہیں (ت)

اسے ابن شجاع ثلجی نے امام ابویوسف رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی سے روایت کیا، ہدایہ میں تعریف ظاہر الروایۃ بیان کرکے فرمایا:

هذا عند ابی یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ وعنہ انهم اذا اجتمعوا فی اکبر مساجدهم لم یسعهم والاول اختیار الکرخی وهو الظاهر والثانی اختیار الثلجی[2]

یہ امام ابویوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہے اور انہی سے مروی ہے کہ جب وہاں کے وہ لوگ جن پر جمعہ فرض ہے سب سے بڑی مسجد میں جمع ہوں تو وہ مسجد ناکافی ہو، پہلے قول کو امام کرخی نے پسند فرمایا اور یہی ظاہر ہے اور دوسرے کو امام ثلجی نے پسند فرمایا۔ (ت)

خود امام ابویوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے الفاظ کہ امام ملک العلماء نے بدائع پھر امام ابن امیر الحاج نے حلیہ میں ذکر کئے یہ ہیں کہ فرمایا:

اذا اجتمع فی قریۃ من لایسعهم مسجد واحد بنی لهم جامعا ونصب لهم من یصلی بهم الجمعۃ[3]۔

جب کسی قریہ کے لوگ ایک مسجد میں جمع ہوں اور وہ مسجد ان کے لئے کافی نہ ہو تو ان کے لئے جامع مسجد بنائی جائے اور وہاں کوئی ایسا شخص مقرر کیا جائے جو انہیں جمعہ پڑھائے۔ (ت)

بدیہی ہے کہ بنی او نصب کی ضمیریں سلطان اسلام کی طرف ہیں اور اسی پر وہ حدیث ناطق جس سے طبقۃ فطبقۃ ہمارے ائمہ وعلماء اسی باب شرائط جمعہ میں استدلال فرماتے رہے کہ لہ امام عادل او جائر (اس کے لئے امام عادل یا ظالم ہو۔ت) مبسوط امام سرخسی میں ہے:

لنا مارویناه من حدیث جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ولہ امام جائر او عادل فقد شرط رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

ہماری دلیل وہ روایت ہے جو حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ اس کے لئے امام ظالم یا عادل کا ہونا ضروری ہے تو نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ

---

[1] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی صلوۃ الجمعۃ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۵۰

[2] الہدایۃ باب صلوۃ الجمعۃ ؍ المکتبۃ العربیۃ کراچی ۱/۱۴۸

[3] بدائع الصنائع فصل فی بیان شرائط الجمعۃ ؍ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۲۵۹

marfat.com

کوثر کی ایک آیت پڑھی پھر اس کو چھوڑ کر اخلاص پڑھی، ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اور نماز میں کچھ خلل واقع ہوگیا یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

نماز تو ہوگئی مگر ایسا کرنا ناجائز تھا، جس سورت کا ایک لفظ زبان سے نکل جائے اُسی کا پڑھنا لازم ہوجاتا ہے خواہ وہ قبل کی ہو یا بعد کی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۵۳۷ ازماناوادار کاٹھیاواڑ مرسلہ ماسٹر اسمٰعیل صاحب ۲ شوال ۱۳۳۹ھ

نماز میں قرآن شریف اس طرح پڑھنا کہ اول میں الم تر، دوسری میں قل ھو اللہ، تیسری میں لایلف، چوتھی میں پھر قل ھو اللہ مکروہ تنزیہی ہے یا نہیں حالانکہ الم تر کے بعد لایلف اور پھر ترتیب وار بھی پڑھ سکتا ہے۔

الجواب

نوافل میں مکروہ نہیں کہ اس کی ہر دو رکعت نماز علیحدہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۵۳۸ از دھمی پور ضلع بہیڑی مرسلہ مستقیم خاں ۲۴ رمضان المبارک ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی حافظ مسجد میں تراویح میں کلام مجید صحیح پڑھتا ہو اور اچانک اس کے پیچھے دُوسرا کوئی حافظ اس کو بہکانے کو آجائے تو ایسا کرنا اور نماز میں آکر فساد ڈالنا جائز ہے یا ناجائز؟ بینوا توجروا

الجواب

اگر فی الواقع اس نے دھوکا دینے اور نماز خراب کرنے کے لئے قصداً غلط بتایا تو سخت گناہِ عظیم میں مبتلا ہوا اور شرعاً سخت سزا کا مستحق ہے، ایسے لوگ جو مسجد میں آکر فساد ڈالیں اور ناجائز غل مچائیں اور بلاوجہ فوجداری پر آمادہ ہوں جیسا کہ سائل نے بیان کیا موذی ہیں اور موذی کی نسبت حکم ہے کہ اُسے مسجد میں نہ آنے دیا جائے کما نص علیہ العلامۃ البدر العینی فی عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری وعنہ فی الدر المختار وغیرہ (جیسا کہ علامہ بدرالدین عینی نے عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری میں تصریح کی ہے اور اس کے حوالے سے درمختار وغیرہ میں بھی مذکور ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۵۳۹

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

چہ می فرمایند جوہر شناسان نکات فرقانی و دقیقہ رسان علم حبیب رحمانی اندریں باب کہ امام در قرآت نماز

(قرآنی نکات اور حبیبِ خدا کے ارشاداتِ عالیہ سے آگاہ و واقف اہلِ علم و دانش اس بارے میں کیا

وہاں بضرورت مسلمان جمع ہو کر جسے ان تین نمازوں کا امام مقرر کرلیں گے پڑھائے گا اور یہ فرض وواجب ادا ہوجائیگا تنِ کنز میں ہے: شرط ادائھا السلطان او نائبہ[1] (جمعہ کی ادائیگی کے لئے حاکم یا اس کے نائب کا ہونا شرط اور ضروری ہے۔ ت) غنیہ میں ہے:

الشرط الثانی کون الامام فیھا السلطان او من اذن لہ السلطان[2]

دوسری شرط یہ ہے کہ جمعہ کا امام خود سلطان یا ایسا شخص ہو جسے سلطان نے اجازت دی ہو۔ (ت)

جامع الرموز میں ہے:

اقامۃ الجمعۃ حق الخلیفۃ الا انہ لم یقدر علی ذلک فی کل الامصار فیقیم غیرہ نیابۃ[3]۔

جمعہ کا قیام خلیفۂ وقت کی ذمہ داری ہے چونکہ وہ تمام شہروں میں امامت پر قادر نہیں ہوسکتا لہٰذا اسکے حکم سے اس کا کوئی نہ کوئی نائب ہونا چاہیے۔ (ت)

درمختار میں ہے:

ونصب العامۃ الخطیب غیر معتبر مع وجود من ذکر، اما مع عدمھم فیجوز للضرورۃ[4]۔

اشخاص مذکورہ کے ہوتے ہُوئے عوام کا خطیب مقرر کرنا معتبر نہیں، ہاں اگر اشخاص مذکورہ (خلیفہ وقاضی یعنی سلطان یا قاضی) نہ ہوں تو ضرورتاً عوام کا خطیب مقرر کرلینا جائز ہوگا۔ (ت)

جامع الفصولین میں ہے:

کل مصر فیہ وال من مسلم من جھۃ الکفار تجوز فیہ اقامۃ الجمع والاعیاد واما فی بلاد علیھا ولاۃ کفار فیجوز للمسلمین اقامۃ الجمع والاعیاد[5]۔ (ملخصا)

ہر وُہ شہر جہاں کافروں کی طرف سے مسلمان والی مقرر ہو وہاں جمعہ اور عیدین قائم کرنا جائز، رہا معاملہ ان شہروں کا جہاں کافر حاکم ہوں تو وہاں عامۃ المسلمین جمعہ اور عیدین کی نمازیں قائم کرسکتے ہیں۔ (ت)

ایسی ہی جگہ جہاں تحقیق بعض شرائط میں شبہہ ہو احتیاطی رکعتیں رکھی ہیں نہ بربنائے مراعات خلاف

---

[1] کنز الدقائق — باب صلوٰۃ الجمعۃ — مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی — ص ۴۸

[2] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی — فصل فی صلوٰۃ الجمعۃ — ر سہیل اکیڈمی لاہور — ص ۵۵۳

[3] جامع الرموز — فصل صلوٰۃ الجمعۃ — مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران — ۱/۲۶۳

[4] درمختار — باب الجمعۃ — مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی — ۱/۱۱۰

[5] جامع الفصولین — الفصل الاول فی القضاء الخ — ر اسلامی کتب خانہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی — ۱/۱۴

marfat.com

مسئلہ ۵۴۱: مسئولہ احمد شاہ صاحب از موضع نگریا سادات ضلع بریلی یکم ذی الحجہ ۱۳۲۹ھ

اگر امام نماز پڑھاتا ہو اور وہ کسی صورت میں درمیان کے دو ایک لفظ چھوڑ گیا ہو تو وہ نماز صحیح ہوگی یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

اگر ان کے ترک سے معنی نہ بگڑے تو صحیح ہوگی ورنہ نہیں، پھر اگر یہ سورۃ سورۃ فاتحہ ہے تو اُس میں مطلقاً کسی لفظ کے ترک سے سجدۂ سہو واجب ہوگا جبکہ سہواً ہو ورنہ اعادہ۔ اور اور کسی سُورت سے اگر لفظ یا الفاظ متروک ہُوئے اور معنی فاسد نہ ہوئے اور تین آیت کی قدر پڑھ لیا گیا تو اس چھُوٹ جانے میں کچھ حرج نہیں واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۵۴۲: مسئولہ مولوی عبدالجلیل صاحب متوطن بنگال ۱۵ صفر ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے دو رکعت فجر کی فرض پڑھائی بعد الحمد شریف کے ضم سورت میں کسی لفظ کو تین مرتبہ تکرار کیا بوجہ مشتبہ ہونے کے، اب اس کی نماز شرعاً درست ہے یا نہیں؟ اگر اُس کا بقول شخصے اعادہ کیا جائے اگر اور لوگ آکر اقتدا کریں بعد والوں کی نماز درست ہے یا نہیں؟

الجواب

لفظ کے تکرار سے نماز میں فساد نہیں آتا اعادہ میں جو نئے لوگ ملیں گے اُن کی نماز نہ ہوگی لانہ مفترض خلف متنفل (کیونکہ وہ نفل پڑھنے والے کے پیچھے فرض ادا کر رہے ہیں۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۵۴۳ تا ۵۵۴: از جنوبی افریقہ ٹرنسوال مقام کروگرس ڈروپ بکس ۳۳ مرسلہ ایم ایم داؤد احمد موسیٰ جی سالوجی ۱۴ رمضان ۱۳۳۶ھ

اولاً تحریر حال ملک ٹرنسوال کرتا ہوں کہ اسئلہ ذیل کے جواب میں سہولت ہو یہاں پر حکومتِ کفار ہے اور یہاں کے باشندے بھی کفار ہیں، ہاں کچھ لوگ مسلمان شافعی المذہب بھی ہیں باقی مسلمان انڈیا کے تاجر وغیرہ ہیں مگر مجموعہ مسلمان کفار کی نسبت بہت کم ہیں، گاؤں کا تو میں ذکر نہیں کرتا مگر اس ملک کے شہروں میں تخمیناً مفصلہ ذیل تعداد ہوگی کسی جگہ دس بیس کسی جگہ تیس چالیس کسی جگہ اسّی نوّے سوائے ایک شہر کے میرے خیال کے موافق کہیں چار سو پانسو کا مجمع نہ ہوگا، مساجد کا یہ حال ہے کہ کہیں تو کرایہ میں مکان لیا ہوا ہے اور اُس میں نمازِ جمعہ و عید ادا کی جاتی ہے اور کسی جگہ مسجد ہے مگر بوجہ قلت وہ بھی نہیں بھرتی البتہ ایک جگہ تین مسجدیں ہیں اور مسلمانوں کی جماعت بڑی ہے تخمیناً پانچ سو سے کم نہ ہوگی نماز جمعہ و عید سب جگہ ادا کی جاتی ہے عید کے موقع پر گاؤں کے مسلمانان وہ شریک نماز ہو کر تعداد بڑھا دیتے ہیں میرے علم میں یہاں کبھی اسلامی حکومت نہیں ہُوئی اور حکام کی طرف سے کوئی حکم شرعی یہاں جاری نہیں مگر نمازِ جمعہ و عید کو منع نہیں کرتے جس جگہ کے لئے یہ تحریر کی جاتی ہے وہ بھی شہر ہے اور ایک مسجد بھی ہے تعدادِ مسلمانان

marfat.com

ما اذا تعددت فی المصر الواحد وجهل اسبق او علمت المعیة علی القول بعدم جواز التعدد وهی واقعة اهل مَرْو فیفعل ما فعلوه قال المحسن امرتهم باداء الاربع بعد الجمعة حتما احتیاطا۔[1]

بھی ہے کہ ایک شہر میں متعدد مقامات پر جمعہ ہوتا ہے اور سب سے پہلے ہونے والے سے آگاہی نہیں یا معیت کا علم ہے لیکن اس قول پر ہے جس میں متعدد مقامات پر جمعہ جائز نہیں اور اہلِ مَرو کا معاملہ اسی طرح کا ہے پس آدمی انہی کی طرح کرے۔ محسن نے فرمایا کہ ایسی صورت میں جمعہ کے بعد چار رکعت کی ادائیگی ان کے لئے احتیاطاً ضروری ہے۔ (ت)

غنیہ میں ہے:

اما من حیث جواز التعدد وعدمه فالاول هو الاحتیاط لان فیه قوی اذ الجمعة جامعة للجماعات ولم تکن فی زمن السلف تصلی الا فی موضع واحد من المصر وکون الصحیح جواز التعدد للضرورة للفتوی لا یمنع شرعیة الاحتیاط للتقوی۔[2]

رہا مسئلہ جواز تعدد اور عدم جواز تعدد کا تو پہلے قول میں احتیاط ہے کہ اس میں قوت ہے کیونکہ جمعہ نام ہے تمام جماعتوں کے جمع کرنے کا، اور زمانۂ اسلاف میں شہر میں فقط ایک ہی جگہ جمعہ ادا کیا جاتا رہا ہے ضرورت کے لئے متعدد جگہ جمعہ کے جواز پر فتوٰی کا صحیح ہونا اس بات سے مانع نہیں کہ تقوٰی کے پیشِ نظر شرعاً احتیاطاً چار رکعت کا ادا کرنا جائز نہ ہو۔ (ت)

منحۃ الخالق میں ہے:

هو مبنی علی ان ذلك الاحتیاط ای الخروج عن العهدة بیقین لتصریحه بان العلة اختلاف العلماء فی جوازها اذا تعددت وفیه شبهة قویة۔[3]

وہ اسی احتیاط پر مبنی ہے یعنی آدمی کے ذمے سے فریضہ بالیقین ساقط ہوجائے کیونکہ ان کی تصریح ہے کہ اس کی علت متعدد مقامات پر جوازِ جمعہ میں علماء کا اختلاف ہے اور اس میں اشتباہ قوی ہے۔ (ت)

ظاہراً عیدین کی نماز مذہب امام شافعی میں سرے سے واجب ہی نہیں نہ شہر میں نہ گاؤں میں اگرچہ

۱؎ حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

۲؎ غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی صلٰوۃ الجمعۃ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۵۲

۳؎ منحۃ الخالق مع البحر الرائق باب صلٰوۃ الجمعۃ " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۱۴۳

marfat.com

امام علاء الدین سمرقندی نے تحفۃ الفقہاء اور امام ملک العلما ابوبکر مسعود نے بدائع میں اسی کی تصریح فرمائی غنیہ شرح منیہ میں ہے:

صرح فی تحفۃ الفقہاء عن ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ انہ بلدۃ کبیرۃ فیھا سکک واسواق ولھا رساتیق وفیھا والٍ یقدر علی انصاف المظلوم من الظالم بحشمتہ وعلمہ او علم غیرہ یرجع الناس الیہ فیما یقع من الحوادث وھذا ھو الاصح[1]۔

تحفۃ الفقہاء میں امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حوالے سے تصریح ہے کہ بڑے شہر سے مراد وہ بڑی آبادی ہے جس میں محلے اور بازار ہوں، اس کے متعلق کچھ دیہات ہوں، وہاں کوئی ایسا با اختیار شخص ہو جو اپنی حشمت اور علم یا دوسرے کے علم کے ذریعے مظلوم کو ظالم سے انصاف دلا سکے اور لوگ حوادثات کی صورت میں اس کی طرف رجوع کریں اور یہی اصح ہے۔ (ت)

کتب جلیلہ معتمدہ میں ظاہر الروایہ یعنی مذہب مہذب حنفی سے بالالفاظِ مختلفہ جتنی نقول ہیں سب کا مآل یہی ہے مثلاً ہدایہ و متنِ کنز میں فرمایا:

ھو کل موضع لہ امیر و قاض ینفذ الاحکام ویقیم الحدود[2]۔

ہر وہ مقام جہاں کوئی ایسا امیر یا قاضی ہو جو احکام نافذ کر سکے اور حدود کا اجرا کر سکے۔ (ت)

اس میں سکک و اسواق و رساتیق کا ذکر نہیں اور عبارت آتیہ غیاثیہ میں بجائے سکک جماعات ہیں اور رساتیق مذکور نہیں، اُسی کی دوسری عبارت میں فتاوٰی سے رساتیق کا ذکر فرمایا سکک و اسواق کو ترک کیا کہ

فی الفتاوی لو صلی الجمعۃ فی قریۃ بغیر مسجد جامع والقریۃ کبیرۃ لھا قری وفیھا وال وحاکم جازت الجمعۃ بنوا المسجد اولم یبنوہ وان کان بخلاف ذلک لایجوز وھذا قول ابی القاسم

فتاوٰی میں ہے اگر کسی نے قریہ میں بغیر جامع مسجد کے جمعہ پڑھا اور قریہ اتنا بڑا ہو جس کے کچھ دیہات ہوں اور اس میں کوئی حاکم والی بھی موجود ہو تو نمازِ جمعہ درست ہوگی خواہ وہ مسجد بنائیں یا نہ بنائیں، اور اگر اس کے خلاف ہو تو جمعہ درست نہ ہوگا یہ شیخ ابوالقاسم الصفار

---

[1] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی صلٰوۃ الجمعۃ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۵۰

[2] کنز الدقائق باب صلٰوۃ الجمعۃ " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۴۷

marfat.com

نیز درمختار باب العیدین میں ہے :

لایکبرفی طریقھا ولایتنفل قبلھا مطلقا وکذا بعدھا فی مصلاھا فانہ مکروہ عندالعامۃ وھذاللخواص اماالعوام فلایمنعون من تکبیر ولاتنفل اصلا لقلۃ رغبتھم فی الخیرات بحر وفی ھامشہ بخط ثقۃ ان علیا رضی اللہ تعالٰی عنہ رأی رجلا یصلی بعد العید فقیل اما تمنعہ یاامیرالمومنین فقال اخاف ان ادخل تحت الوعید قال اللہ تعالٰی ارأیت الذی ینھی عبدا اذا صلّی۔[1]

نمازِ عید کے لئے عیدگاہ کو جاتے ہوئے راستے میں تکبیرات نہ کہے اور اس سے پہلے نفل نہ پڑھے کیونکہ یہ اکثر علماء کے نزدیک مکروہ ہیں اور یہ معاملہ خواص کا ہے، رہا عوام کا معاملہ تو انھیں نہ تکبیر سے روکا جائے اور نہ ہی نفل پڑھنے سے کیونکہ بھلائی میں ان کی رغبت بہت کم ہوتی ہے بحر اور اس کے حاشیہ میں ثقہ تحریر میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے ایک شخص کو عید کے بعد نماز ادا کرتے ہوئے دیکھا آپ سے عرض کیا گیا اے امیرالمومنین! اسے آپ منع کیوں نہیں کرتے؟ آپ نے فرمایا : مجھے خوف آتا ہے کہ کہیں میں اللہ تعالٰی کی بیان کردہ اس وعید کے تحت داخل نہ ہوجاؤں ارشادِ باری تعالٰی ہے : کیا آپ نے اس کو نہیں دیکھا جو بندے کو نماز پڑھنے سے منع کرتا ہے۔(ت)

دارِحرب حکومت اسلام سے دارالاسلام ہوجاتی ہے اور عیاذاً باللہ عکس کے لئے فقط حکومت کفر کافی نہیں بلکہ شرط ہے کہ وہ جگہ کسی طرف دارالحرب سے متصل ہو اور کوئی مسلم یا ذمی پہلے امان پر نہ رہے اور شعائر اسلام اُس سے بالکل بند کردئے جائیں والعیاذ باللہ تعالٰی جب شعائر اسلام سے کچھ بھی باقی ہے بدستور دارالاسلام رہے گی۔ تنویر میں ہے :

لاتصیر دارالاسلام دارحرب الا باجراء احکام الشرك وباتصالھا بدارالحرب وبان لایبقی فیھا مسلم او ذمی بالامان الاول ودارالحرب تصیر دارالاسلام باجراء احکام اھل الاسلام فیھا وان بقی فیھا کافر اصلی وان لم تتصل بدارالاسلام۔[2]

دارالاسلام اس وقت دارالحرب بنتا ہے جب وہاں احکامِ شرک جاری ہوں (یعنی معاذ اللہ وہاں شعائرِ اسلام بالکل ختم کردئے جائیں) اور وہ جگہ کسی طرف سے دارالحرب سے متصل ہو اور وہاں کوئی مسلمان اور ذمی پہلے امان پر نہ رہے اور دارالحرب اس وقت دارالاسلام بنتا ہے جب وہاں احکامِ اسلام جاری ہوں اگرچہ وہاں کافر اصلی موجود ہوں اور اگرچہ وہ کسی طرف سے دارالاسلام کے ساتھ متصل بھی نہ ہو۔(ت)

---

[1] دُرمختار شرح تنویرالابصار باب العیدین مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۱۴

[2] درمختار فصل فی استیمان الکافر " " " " ۱/۳۴۷

marfat.com

ایسا والی مراد ہے جو ظالم سے مظلوم کو انصاف دلانے پر قادر ہو۔ ت) اسی طرح درمختار میں بلفظ یقدر تعبیر کیا اور خود نص امام مذہب سے اُس کی تصریح گزری، لہذا امام شمس الائمہ سرخسی نے مبسوط میں یُوں تعبیر فرمایا:

ظاھر المذھب (عندنا) ان یکون فیہ سلطان وقاضی لاقامۃ الحدود وتنفیذ الاحکام[1]۔

(مصر جامع کی تعریف میں) ہمارے ہاں ظاہر مذہب کے مطابق وہاں اقامتِ حدود اور احکام کے نفاذ کے لئے کسی حاکم یا قاضی کا ہونا ضروری ہے (ت)

پھر ہدایہ وغیرہا میں امیر و قاض اور مبسوط میں سلطان و قاض دو لفظ ہیں کہ عادۃً والی شہر اور ہوتا ہے اور وہ قاضی مقرر کرتا ہے اور مقصود فیصلہ مقدمات ہے و لہذا امام مذہب نے ذکر والی پر اقتصار فرمایا اور وہی سلطان سے مراد اس پر اس حدیث سے استناد اربع الی الولاۃ منھا الجمعۃ[2] (چار چیزیں حکمرانوں کی ذمہ داری ہے ان میں سے ایک جمعہ ہے۔ ت) جواہر اخلاطی وغیرہ میں نائب والی بھی اضافہ فرمایا کہ وفیھا وال او نائبہ یقدر علی انصاف المظلوم الٰی قولہ وھو الاصح[3] (وہاں والی یا اس کا ایسا نائب ہو جو مظلوم کو انصاف دلانے پر قادر ہو، آگے چل کر فرمایا اور یہی اصح ہے۔ ت) اور علامہ قاسم نے تصحیح القدوری پھر علامہ حصکفی نے درمنتقی پھر علامہ شامی نے ردالمحتار میں کہا: یکتفی بالقاضی عن الامیر[4] (امیر کی جگہ قاضی ہی کافی ہے۔ ت) یہاں قاضی کے ساتھ مفتی کی شرط نہ کی کہ اُن زمانوں میں قاضی نہ ہوتے مگر علماء۔ ردالمحتار میں ہے:

لم یذکر المفتی اکتفاء بذکر القاضی لان القضاء فی الصدر الاول کان وظیفۃ المجتھدین[5]۔

ذکر قاضی پر اکتفا کرتے ہُوئے مفتی کا ذکر نہیں کیا کیونکہ صدر اول میں قضاء (فیصلہ کرنا) ائمہ مجتہدین کی ہی ذمہ داری ہوتی تھی۔ (ت)

اور بعض نے شرطِ مفتی اضافہ کی۔ جامع الرموز میں ہے:

ظاھر المذھب ان ما فیہ جماعات الناس

ظاہر مذہب یہ ہے کہ شہر وہ جہاں کچھ محلے

---

[1] مبسوط سرخسی	باب صلوٰۃ الجمعۃ	مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت	۲۳/۲
[2] "	"	" " "	۲۵/۲
[3] جواہر الاخلاطی	فصل فی صلوٰۃ الجمعۃ	غیر مطبوعہ نسخہ	ص ۲۴
[4] ردالمحتار	باب الجمعۃ	مطبوعہ مصطفی البابی مصر	۵۹۰/۱
[5] "	"	" " "	"

marfat.com

تجری فیھا احکام اھل الاسلام وذکر اللامشی فی واقعاتہ انھا صارت دار السلام بھذہ الاعلام الثلثۃ فلا تصیر دار حرب مابقی شیئ منھا وذکر الامام ناصر الدین فی المنشور ان دار الحرب صارت دار الاسلام باجراء احکام الاسلام فما بقیت علقۃ من علائق الاسلام یترجح جانب الاسلام[1] انتھی وللہ الحمد واللہ تعالٰی اعلم۔

اس میں بعض احکامِ اسلامی کا اجرا ہوجائے، اور لامشی نے واقعات میں ذکر کیا ہے کہ ان تین علامات کے پائے جانے پر وُہ دارالاسلام بن جاتا ہے لیکن وہ دارالحرب اس وقت تک نہیں بن سکتا جب تک ان میں سے ایک کا وجود وہاں باقی رہے اور امام ناصر الدین نے منشور میں کہا ہے کہ احکامِ اسلامی کے اجرا سے وہ دارالاسلام بن جاتا ہے اور جب تک قرائنِ اسلام میں سے کوئی ایک پایا جائے تو جانب اسلام کو ہی ترجیح ہوگی انتہی اور تمام تعریف اللہ تعالٰی کے لئے ہے واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۵۵۵ ازقلعہ چھرہ ضلع علی گڑھ مسئولہ مقبول احمد صاحب ۴ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ ایک حافظ صاحب نے نماز میں پڑھا ورحمۃ للمؤمنین ولایزید نون کو ساکن پڑھا اور سانس توڑدی پُورا وقف کیا یہ خیال تھا کہ یہاں آیت ہے پھر اپنے کئے پر اصرار کیا، دوسرے صاحب نے کہا یہاں لا ہے وصل ضرور تھا حافظ صاحب نے خیال نہ کیا انھوں نے نماز کا اعادہ کیا حافظ صاحب نے کہا اعادہ درست نہیں گو عمداً غلط پڑھا لیکن معنی میں کچھ فساد نہیں ہوا نماز صحیح ہے انھوں نے کہا عمداً کا یہ مطلب نہیں ہے کہ قرآن کرجان کر غلط پڑھو یہ تو سخت گناہ ہوگا، حافظ نے کہا گناہ ہوگا لیکن نماز صحیح ہے ارشاد فرمائیے کہ اعادہ درست ہُوا یا وہی نماز صحیح ہے جس کتاب سے سند ہو اُس کا پُورا پتا تحریر ہو۔ بینوا توجروا

الجواب

وقف ووصل میں اتباع بہتر ہے مگر اس کے نہ کرنے سے نماز میں اصلاً کچھ خلل نہیں آتا خصوصاً ایسی جگہ کہ کلام تام ہے قصداً وقف میں بھی حرج نہیں اعادہ محض بے معنی تھا ہاں قصدِ مخالفت البتہ گناہ بلکہ بعض صورتوں میں سب سے سخت تر حکم کا مستوجب ہوگا مگر وہ مسلمان سے متوقع نہیں، عالمگیریہ میں ہے:

اذا وقف فی غیر موضع الوقف اوابتدأ فی غیر موضع الابتداء ان لم

جب ایسی جگہ وقف کیا جو وقف کی جگہ نہ تھی یا وہاں سے شروع کیا جو شروع کا مقام نہ تھا، اگر معنی میں

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی الدرالمختار فصل فی استیمان الکافر مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت ۲/ ۴۶۱

marfat.com

بالجملہ عبارات مختلف ہیں اور مقصود واحد۔ ان تمام عبارات اور ان کے امثال صدہا اور خود نص صریح امام مذہب سے جس طرح جمعہ کے لئے اشتراط مصر ظاہر یونہی احکام وحدود مفتی کے الفاظ اور ان کی تفاریع مذکورہ کتب مذہب سے روشن کہ شہر سے یقیناً اسلامی شہر مراد ہے نہ یہ کہ مثلاً بت پرستوں کا کوئی شہر ہو بادشاہ بت پرست اور دس لاکھ کی آبادی سب بت پرست، چار پانچ مسلمان وہاں تاجرانہ جائیں اور پندرہ بیس دن ٹھہرنے کی نیت کریں اور اُن پر وہاں جمعہ قائم کرنا فرض ہو جائے جبکہ وہ بادشاہ مانع نہ آتا ہو ہرگز شرع مطہر سے اُس کا کوئی ثبوت نہیں عمومات قطعاً اجماعاً مخصوص ہیں اور ظاہر الروایہ و اصل مذہب کی تعریفات یقیناً اسلامی شہر سے خاص بلکہ وہ ضعیف روایت نادرہ مرجوحہ مہجورہ مالا یسع اکبر مساجدہ اھلہ (اس مقام کی سب سے بڑی مسجد وہاں مقیم لوگوں کے لئے ناکافی ہو۔ت)، کہ محققین کے نزدیک اصلاً وجہ صحت نہیں رکھتی اور بعذر توانی فی الحدود اس کے اختیار کی راہ اُسی ارادہ قدرت سے مسدود اور ظاہر الروایۃ و نص صریح امام اعظم مصحح و مرجح کے ہوتے ہوئے روایت نوادر کی طرف رجوع بوجوہ ممنوع و مدفوع کما حققنا کل ذٰلك فی فتاوٰنا (جیسا کہ ہم نے اپنے فتاوٰی میں اس کی تحقیق کر دی ہے۔ت) اس سے زیادہ اُس کی غلطی کیا ہوگی کہ اُس پر مکہ معظمہ و مدینہ طیبہ ہی گاؤں ہو جاتے ہیں اور اُن میں زمانہ اقدس سے آج تک جمعہ ناجائز و باطل قرار پاتا ہے۔ مجمع الانہر میں ہے:

قالوا ان ھذا الحد غیر صحیح عند المحققین[1]۔ — بلاشبہہ یہ تعریف محققین کے نزدیک صحیح نہیں ہے۔(ت)

غنیہ میں ہے:

الفصل فی ذٰلك ان مکۃ والمدینۃ مصران تقام بھما الجمعۃ من زمنہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الی الیوم فکل موضع کان مثل احدھما فھو مصر وکل تفسیر لا یصدق علی احدھما فھو غیر معتبر حتی الذی اختارہ جماعۃ من المتاخرین وھو مالو اجتمع اھلہ فی اکبر مساجدہ لایسعھم فانہ منقوض بھما اذ مسجد کل منھما یسع

اس میں تفصیل یُوں ہے کہ مکہ اور مدینہ دونوں شہر ایسے ہیں جن میں حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی ظاہری حیات سے لے کر آج تک جمعہ ادا کیا جاتا رہا ہے تو جس جگہ اس طرح کے انتظامات ہوں گے وہ شہر ہے اور جو تعریف ان میں سے کسی ایک پر صادق نہیں آئے گی وہ معتبر نہیں ہو سکتی حتی کہ متاخرین کی ایک جماعت نے جو اختیار کیا ہے شہر کی تعریف یہ ہے کہ وہاں کے لوگ سب سے بڑی مسجد میں اگر جمع ہوں تو وہ مسجد لوگوں کے لئے کافی

---

[1] مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر باب الجمعۃ مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/۱۶۶

marfat.com

تراویح کی دو یا زائد جماعتیں ایک مسجد میں ایک وقت میں جبکہ ایک کی آواز سے دوسرے کو اشتباہ نہ ہو، دُور دُور فاصلے پر ہوں جیسی مکہ معظمہ مسجد الحرام شریف میں ہوتی ہیں جائز ہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۵۵۹: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے نماز میں آخر سورۂ بقرہ پڑھا اور بجائے ربنا لاتواخذنا ربنا ولا تواخذنا یعنی بازدیا دحرف واوٗ سہواً پڑھ گیا تو نماز اس کی ہوئی یا نہیں؟

الجواب

ہُوئی لانھا لم تؤثر خللا فی المعنی (کیونکہ اس سے معنی میں خلل واقع نہیں ہوتا۔ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۵۶۰: امام نے غیر المغضوب پڑھا اور علیھم ازراہِ سہو چھُوٹ گیا نماز صحیح ہُوئی فاسد؟

الجواب

نماز صحیح ہوگئی فرض اُتر گیا لصحۃ المعنی فان حذف امثال الصلات شائع کثیرا ومنہ المغفور بعنی المغفور لہ کما فی ط بل رأیتہ فی حدیث عن ابی بکر الصدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ (معنی درست ہونے کی وجہ سے، کیونکہ صلہ کا حذف مشہور وکثیر ہے اسی طرح لفظ مغفور ہے اصلاً مغفور لہ ہے جیسا کہ ط میں ہے بلکہ میں نے یہ اس حدیث میں بھی دیکھا ہے جو سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے۔ت) مگر واجب کہ قرأت سورۂ فاتحہ بتمامہا تھی اس کی ادا میں قصور ہوا سجدۂ سہو چاہئے تھا اگر نہ کیا اعادہ نماز چاہئے۔ ردالمحتار میں علامہ رحمتی سے ہے:

بترك شیئ منھا اٰیۃ اواقل ولو حرفا لا یکون اٰتیا بکلھا الذی ھو الواجب[1]۔ فاتحہ سے کوئی آیت چھوٹ گئی یا اس سے کم اگرچہ ایک حرف ہو تو ایسے شخص کو تمام فاتحہ (جو واجب تھی) کا پڑھنے والا اقرار نہیں دیا جا سکتا۔(ت)

واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۵۶۱ و ۵۶۲: ۱۶ جمادی الاخرٰی ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس لفظ کے بارے میں کہ اگر یومن قبلکم کو یوذکم پڑھا جائے تو کیا خرابی اور کس قسم کا گنہگار ہوگا، خطبۂ اولٰی میں لکھا ہے یرزقکم اور قاری صاحب پڑھتے ہیں یومنکم اس لئے میں غلطی پکڑتا ہوں اس میں اگر میرا قصور ہو تو میں تسلیم کروں اور قاری صاحب کی غلطی ہو تو ان پر کیا؟ لفظ فاطمۃ الزھراء مدچار الف ہے

---

[1] ردالمحتار باب صفۃ الصلوٰۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۳۳۸

marfat.com

الامام لالحاقه الوعید بتارك الجمعة[1]۔

علیہ وسلم نے تارکِ جمعہ پر وعید کے لاحق ہونے کو امام کے ساتھ مشروط فرمایا ہے۔ (ت)

فتح القدیر میں ہے:

الحدیث رواہ ابن ماجۃ وغیرہ حیث شرط فی لزومھا الامام کما یفیدہ قید الجملۃ الواقعۃ حالا[2]۔

اس حدیث کو ابن ماجہ وغیرہ نے روایت کیا ہے اس میں جمعہ کے لزوم کے لئے امام کا ہونا شرط قرار دیا ہے جیسے کہ اس کا فائدہ بطور حال واقع ہونے والے جملہ کی قید سے حاصل ہو رہا ہے۔ (ت)

غرض بوجوہ ظاہر ہُوا کہ محلیت جمعہ کو اسلامی شہر ہونا لازم ومن ادعی خلافہ فعلیہ البیان (اور جو شخص اس کے خلاف کا مدعی ہے اس پر دلیل کا لانا ضروری ہے۔ ت) شہر کی نسبت عرفاً بھی باعتبار آبادی ہوتی ہے یا بلحاظ سلطنت، مثلاً جس شہر میں نہ سید آباد ہیں نہ اُس میں سیدوں کی عملداری ہے، یہ ہر گز اُسے سیدوں کا شہر نہیں کہہ سکتے، یُونہی جبکہ وہاں عام آبادی کفار رہیں اور اسلامی سلطنت نہ اب ہے نہ کبھی تھی تو اگرچہ اس بنا پر کہ حکام کی طرف سے مسلمانوں کو پناہ اور نماز وغیرہ کی اجازت ہے انھیں امان کے شہر کہیں مگر مسلمانوں کے شہر نہ کہلائیں گے تو اعم منتفی ہے چہ جائے اخص، لہذا محلِ جمعہ وعیدین نہیں ہو سکتے، عیدین کے لئے بھی سوائے خطبہ وہی شرائط ہیں جو جمعہ کے واسطے تنویر الابصار و درمختار باب العیدین میں ہے:

تجب صلاتھما علی من تجب علیہ الجمعۃ بشرائطھا المتقدمۃ سوی الخطبۃ[3]۔

عیدین کی نماز جمعہ کی سابقہ شرائط کے ساتھ سوائے خطبہ کے انھی لوگوں پر واجب ہے جن پر نمازِ جمعہ واجب ہے۔ (ت)

ہاں جہاں ثابت ہو کہ پہلے کبھی اسلامی سلطنت تھی مسلمانوں کا آزاد خود مختار شہر تھا اور دونوں صورتوں میں غیر مسلم نے مسلط ہو کر شعائرِ اسلام بند نہ کئے وہ بدستور اسلامی شہر وملک رہے گا جیسے تمام بلادِ ہندوستان، اور وہاں حسبِ سابق جمعہ فرض اور عیدین واجب رہیں گے لیکن جمعہ وعیدین کی اقامت کو یہ ضرور ہے کہ بادشاہ یا والی خود امامت فرمائے یا دوسرے کو ان نمازوں میں اپنا نائب ٹھہرا کر امام بنائے، جہاں یہ صورت میسر رہے

---

[1] مبسوط سرخسی | باب صلوٰۃ الجمعۃ | مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت | ۲/۲۵

[2] فتح القدیر | " | " نوریہ رضویہ سکھر | ۲/۲۷

[3] درمختار | باب العیدین | " مطبع مجتبائی دہلی | ۱/۱۱۴

marfat.com

قولہ نشکروك ونکفروك ونترك يعبد[1] انتھی مختصرا۔

نہ ہوگی کیونکہ اس میں حرکت فتحہ کا اشباع ہے۔ عین الائمہ نے کہا اگر کسی نے سورہ اخلاص میں لم یالد پڑھا تو اعادۂ نماز احوط ہے اور اگر کوئی نشکروك، نکفروك اور نترُوك پڑھے تو وہ اعادہ کرے انتہی مختصرا (ت)

اور ہمارے ائمۂ متقدمین رضی اللہ تعالٰی عنہم کے قضیۂ مذہب پر تفصیل ہے اگر وہ محل محل اشباع ہے جیسے مقاماتِ وقف مثلاً نعبدُ کی جگہ نعبدُو (اگرچہ وہاں وقف نہ ہو جیسے اللہُ اکبر میں اللہُو) یا اشباع ہوا کہ وقف و وصل کی تبدیل اصلاً مفسد نہیں کما فی الھندیۃ والدر المختار وغیرھما (جیسا کہ ہندیہ، درمختار اور دیگر کتب میں ہے۔ت) یا فیہ، عنہ، منہ، یدخلہ، تشکروہ وانہ میں اشباع ہوا تو قطعاً مفسد نہیں ورنہ اگر اشباع سے معنی بتغیر فاحش متغیر ہوجائیں جیسے ربّنا کی جگہ رابّنا یا اللہُ اکبر میں کلمہ جلالت کے عوض اٰللہ یا اکبر کی جگہ اکبار یا قول اصح میں اکبار یا کلمہ مہمل ہوجائے جیسے بجائے نعبد نَاعبُدُ یا الحمد کی جگہ الحامدُ بسکون میم تو فساد ہے ورنہ نہیں، خانیہ میں ہے:

لوقرأ ایاك نعبد واشبع ضم الدال حتی یصیر واوالم تفسد صلاتہ[2]

اگر کسی نے ایاك نعبد کو اس طرح پڑھا کہ ضمۂ دال میں اشباع کیا حتی کہ وہ واؤ ہوگیا تو اس کی نماز فاسد نہ ہوگی۔(ت)

وجیز کردری میں ہے:

لوزاد حرفا لایغیر المعنی لاتفسد عندھما وعن الثانی روایتان کما لوقرأ وانھی عن المنکر بزیادۃ الیاء أو انارادوہ والیك بزیادۃ واو أو رودھا علی بزیادۃ الواو أو یتعد حدودہ یدخلہ نارا او ان غیر افسد[3] الخ

اگر کسی حرف کا اضافہ کردیا مگر معنی نہ بدلا تو صاحبین کے نزدیک نماز فاسد نہ ہوگی اور دوسرے (یعنی امام ابو یوسف) سے دو روایتیں ہیں جیسا کہ کسی نے وانہ عن المنکر کو وانھی عن المنکر الف کی زیادتی کے ساتھ یا انارادوہ والیك میں واؤ کی زیادتی کے ساتھ یا رودھا علی میں واؤ کی زیادتی کے ساتھ یا یتعد حدودہ یدخلہ ونارا میں یدخلہ کی ہ کے بعد واؤ یتعدی کو یا پڑھا اور اگر معنی بدل جائے تو نماز فاسد ہوجائے گی الخ (ت)

---

[1] قنیہ، فتاوٰی قنیۃ باب فی الحذف والزیادۃ المطبعۃ المشتہرۃ بالمہانیدۃ ص ۲۳

[2] فتاوٰی قاضی خاں فصل فی قرأۃ القرآن خطاء الخ مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۱/۶۸

[3] فتاوٰی بزازیۃ مع الفتاوی الھندیۃ الثانی عشر فی زلۃ القاری مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۴/۴۵

marfat.com

فی المذہب کافی ومحیط وعلمگیریہ میں ہے:

فی کل موضع وقع الشك فی جواز الجمعة لوقوع الشك فی المصر وغیرہ واقام اهله الجمعة ینبغی ان یصلوا بعد الجمعة اربع رکعات[1] الخ۔

ہر وہ مقام جہاں شہر وغیرہ کسی شرط کے ہونے میں شک کی بنا پر جوازِ جمعہ میں شک ہوا اور وہاں کے لوگ نمازِ جمعہ پڑھتے ہوں تو وہاں کے لوگوں کو چاہیے کہ وُہ جمعہ کے بعد چار رکعت (بنیتِ ظہر) ادا کریں الخ (ت)

فتح القدیر وبحر الرائق میں ہے:

قد وقع الشك فی بعض قری مصر مما لیس فیها وال وقاض نازلان بها بل لها قاض یسمی قاضی الناحیة وهو قاض یولی الکورة باصلها فیاتی القریة احیانا فیفصل ما اجتمع فیها من التعلقات وینصرف ووال کذلك هل هو مصر نظرا الی ان لها والیا وقاضیا اولا نظرا الی عدمهما بها واذا اشتبه علی الانسان ذلك ینبغی ان یصلی اربعا بعد الجمعة[2] الخ

شک واقع ہوا ہے مصر کے بعض علاقوں میں جہاں والی اور قاضی مستقل نہیں بلکہ ان کے لئے ایک عارضی قاضی ہو جسے "قاضی ناحیہ" کہا جاتا ہے یعنی وہ بالاصل ضلع کا قاضی ہے جو اس قریہ میں کبھی کبھی آتا ہے! اور جمع شدہ معاملات کے فیصلے کرکے واپس چلا جاتا ہے اسی طرح کا والی ہے کیا انھیں شہر کہا جائے گا؛ اس بنا پر کہ ان کا والی اور قاضی ہے یا شہر نہیں کہا جائیگا؛ اس بنا پر کہ وُہ دونوں یہاں رہتے نہیں، لہذا جب اس طرح کا کسی انسان پر اشتباہ پیدا ہو جائے تو اسے وہاں جمعہ کے روز چار رکعت (بنیت ظہر) ادا کرنی چاہئیں الخ (ت)

شہر میں متعدد جمعے ہوں اور سابق نامعلوم تو اس میں احتیاطی رکعات کا حکم جنھوں نے دیا وہ بھی مجرد رعایت خلاف کے لئے نہیں کہ ایک امر مستحب ہے بلکہ شدّت قوت خلاف کے باعث جس کے سبب برأۃ عہدہ بالیقین نہیں ان کے نزدیک یہاں احتیاط اسی معنی پر ہے۔ حلیہ میں ہے:

قد یقع الشك فی صحة الجمعة بسبب فقد شروطها ومن ذلك

بعض اوقات شرائطِ جمعہ نہ پائے جانے کی وجہ سے صحتِ جمعہ میں شک واقع ہو جاتا ہے ان میں یہ صورت

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ، الباب السادس عشر فی صلوۃ الجمعۃ، مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۱۴۵
[2] فتح القدیر، باب صلوۃ الجمعۃ، ر مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۲/۲۵

marfat.com

مد الراء من اکبر والهاء من الجلالة وقد قال فی البحر عن المبسوط لومد هاء الله فهو خطأ لغة وکذا لومد راءه[1] اھ۔

اقول ویؤیدہ ما یأتی فی الدر من المفسدات عن البزازیة شرعا ان القراءة بالالحان تفسد ان غیر المعنی والا لا اھ وکتبت علی قوله تأمل ما نصه فانه خلاف المنقول عندنا کما علمت وغایته ان یکون مترددا بین الاشباع وھو غیر مفسد للمعنی کما قدمنا عن الخانیة وبین جمع اللاھی وھو مغیر وبالاحتمال لم یثبت التغییر کما تدل علیه فروع جمة لاتکاد تحصی وسیصرح به المحشی فی المفسدات[2] حیث یقول عند الاحتمال ینتفی الفساد لعدم تیقن الخطأ[3] اھ فالوجه ما هو المنقول۔

اُس میں ہے:

مد اور اسم جلالت کی ہا میں مد کے درمیان کوئی فرق ظاہر نہیں ہو رہا، بحر میں مبسوط کے حوالے سے ہے اگر لفظ اللہ کی ھا میں مد کی تو یہ لغۃً غلط ہے اگر اکبر کی را میں مد کی تو اس کا معاملہ بھی یوں ہی ہے اھ

اقول (میں کہتا ہوں) شرعی طور پر اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے جو بزازیہ کے حوالے سے درمختار میں نماز کے مفسدات میں آرہا ہے کہ الحان کے ساتھ قرأت نماز کو فاسد کردیتی ہے اگر معنی میں تبدیلی آجائے ورنہ نہیں اھ اور میں نے ان کے لفظ "تامل" پر یہ حاشیہ لکھا جس کے الفاظ یہ ہیں یہ ہمارے نزدیک خلاف منقول ہے جیسا کہ آپ جان چکے زیادہ سے زیادہ اس میں تردد پیدا ہوتا ہے درمیان اشباع کے، اور اشباع کی صورت میں معنی میں فساد پیدا نہیں ہوتا جیسا کہ ہم خانیہ کے حوالے سے بیان کرچکے ہیں اور درمیان لاھی کی جمع کے، اور وہ مغیر المعنی ہے، مگر محض احتمال کے ساتھ تبدیلی ثابت نہیں ہوجاتی جیسا کہ اس پر بے شمار جزئیات دال ہیں اور عنقریب محشی آگے مفسداتِ نماز میں اس بات کی تصریح کررہے ہیں، عبارت یہ ہے احتمال کے وقت فسادِ نماز نہ ہوگا کیونکہ غلطی کا یقین نہیں اھ پس بہتر وہی ہے جو منقول ہے۔

---

[1] جد الممتار فصل اذا اراد الشروع المجمع الاسلامی مبارک پور ۱/۳۳۸
[2] " " " ۱/۳۳۸ "
[3] ردالمحتار مصطفی البابی، مصر ۱/۴۶۸

marfat.com

اسلامی ہو، ہاں سنّت ہے، اور غیر اسلامی آبادی اُن کے نزدیک بھی محلِ جمعہ وعیدین نہیں، اور سب سے قطع نظر ہو تو رعایت خلاف وہاں تک ہے کہ اپنے مذہب کا مکروہ لازم نہ آئے نہ کہ فاسد و ناجائز محض۔ ایک گناہ تو یہ ہوا، پھر جمعہ کہ صحیح نہیں نفل بتداعی ہُوئے اور یہ بدعت ہے، پھر جہاں ظُہر فرض ہے اور جماعت واجب اگر جمعہ کے سبب ظہر اصلاً نہ پڑھیں تارکِ فرض ہوں، اور تنہا تنہا بلکہ بذریعہ رکعات احتیاطی پڑھیں تو ترک جماعت کے سبب تارک واجب کہ اول ہر بار اور ثانی بعد تکرار کبیرہ ہے۔ دُرِمختار میں ہے:

یندب للخروج عن الخلاف لکن بشرط عدم لزوم ارتکاب مکروہ مذھبہ[1]۔

اس طرح عمل کرنا کہ خلاف نہ رہے مستحب ہے لیکن شرط یہ ہے کہ وہاں ایسی چیز کا ارتکاب لازم نہ آئے جو اس کے اپنے مذہب میں مکروہ ہو۔ (ت)

بااین ہمہ اپنا یہ مسلک ہے کہ ایسی جگہ عوام جس طرح بھی اللہ و رسول کا نام لیں روکا نہ جائے نہ خود شرکت کی جائے اگر عدمِ شرکت میں فتنہ نہ ہو ورنہ بہ نیت نفل مشارکت ممکن کہ اختار اھونھما (دونوں میں سے آسان کا اختیار رکھا گیا ہے۔ ت) درمختار میں ہے:

کرہ تحریما وکل مالا یجوز مکروہ صلاۃ مع شروق الا العوام فلا یمنعون من فعلھا لانھم یترکونھا والاداء الجائز عند البعض اولی من الترک کما فی القنیۃ وغیرھا[2]۔

یہ مکروہ تحریمہ طلوعِ آفتاب کے وقت مطلق نماز اور ہر وہ عمل جو جائز نہیں وہ مکروہ ہے، مگر عوام لوگوں کو اس وقت کی نماز کی ادائیگی سے روکا نہ جائے کیونکہ وُہ بالکل ہی ترک کر دیں گے، اور ادا جائز بعض علماء کے نزدیک بالکل چھوڑ دینے سے بہتر ہے، جیسا کہ قنیہ وغیرہا میں ہے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

وعزاہ صاحب المصفی الی الامام حمید الدین عن شیخہ الامام المحبوبی والی شمس الائمۃ الحلوانی وعزاہ فی القنیۃ الی الحلوانی والنسفی[3]۔

صاحبِ مصفی نے اس قول کی نسبت امام حمید الدین کی طرف کرتے ہُوئے کہا کہ انہوں نے اسے اپنے استاد امام محبوبی کے حوالے سے بیان کیا ہے اور شمس الائمہ حلوانی کی طرف بھی اسے منسوب کیا ہے اور قنیہ میں اسے حلوانی اور نسفی کی طرف منسوب کیا ہے۔ (ت)

---

[1] درمختار | کتاب الطہارۃ | مطبوعہ مجتبائی دہلی | ۲۷/۱

[2] " | کتاب الصلوٰۃ | " " | ۶۱/۱

[3] ردالمحتار | " | " مصطفی البابی مصر | ۲۷۳/۱

marfat.com

اوالباء پاء ھل تفسد فتأمل فیه کثیرا ثم تقرر رأیه علی انه لحن مفسد قلت ینبغی ان لاتفسد علی مااختارہ المتأخرون انه اذاتقارب المخرج لایکون لحنا مفسدا[1] الخ ملخصا۔

بار کی جگہ پار پڑھتا ہے کیا اس کی نماز فاسد ہوگی یا نہیں؟ انھوں نے بڑے غوروفکر کے بعد اپنی اس پختہ رائے کا اظہار کیا کہ یہ لحن ہے جو مفسد نماز ہے، میں کہتا ہوں اس صورت میں نماز فاسد نہیں ہونی چاہئے جیساکہ متاخرین نے اس بنا پر اسے اختیار کیا ہے کہ جب مخارج قریب ہوں تو لحن مفسد نہیں ہوتا الخ تلخیصاً (ت)

یہ مسئلہ مسئلۂ الثغ ہے اور اس کی تفصیل وتحقیق ہمارے فتاوٰی میں ہے اور عامہ ائمہ کا مفتی بہ یہی ہے کہ اس کی امامت صحیح نہیں اور نماز اُس کے پیچھے فاسد ہے۔

فی الخیریة امامة الالثغ بالفصیح فاسدة فی الراجح الصحیح[2]۔

فتاوٰی خیریہ میں ہے کہ الثغ (توتلا) کا صحیح پڑھنے والے کا امام ہونا راجح اور صحیح قول کے مطابق فاسد ہے، (یعنی درست نہیں)۔ (ت)

تو پی لیلة القدر پڑھنے والے کے پیچھے صحیح خواں کی نماز باطل ہے اور اُسے امام کرنا حرام، ھذا جملة الکلام وللتفصیل غیر ذلک من المقام (یہ خلاصہ کلام ہے اور تفصیل کے لئے اس کے علاوہ مقام ہے۔ ت) واللّٰہ سبحٰنه وتعالٰی اعلم۔

---

[1] قنیہ، فتاوٰی قنیة باب زلة القاری المطبعة المشتهرة بالمهاندنیة ص ۶۲

[2] فتاوٰی خیریة کتاب الصلوٰة مطبوعہ بیروت ۱/۱۰

marfat.com

جامع الرموز میں ہے :

لاخلاف ان دار الحرب یصیر دار الاسلام باجراء بعض احکام الاسلام فیھا و اما صیرورتھا دار الحرب نعوذ باللہ منہ فعندہ بشروط احدھا اجراء احکام الکفر اشتھارا بان یحکم الحاکم بحکمھم ولا یرجعون الی قضاۃ المسلمین کما فی الخیرۃ و الثانی الاتصال بدار الحرب و الثالث زوال الامان الاول وقال شیخ الاسلام و الامام الاسبیجابی ان الدار محکومۃ بدار الاسلام ببقاء حکم واحد فیھا کما فی العمادی وغیرہ[1]

اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ بعض احکامِ اسلامی کے اجراء سے دار الحرب دار الاسلام بن جاتا ہے لیکن دار الاسلام کا نعوذ باللہ دار الحرب بننے کے لئے امام صاحب کے ہاں کچھ شرائط ہیں، ان میں سے ایک یہ ہے کہ احکامِ کفر اعلانیہ جاری ہوں مثلاً حاکم کفر کے مطابق فیصلہ کرے اور لوگ مسلمان قاضیوں سے رجوع نہ کرسکیں جیسا کہ خیرۃ میں ہے، دوسری یہ کہ وُہ جگہ دار الحرب کے ساتھ متصل ہو، تیسری یہ کہ پہلی امان ختم ہوجائے، شیخ الاسلام اور امام اسبیجابی کہتے ہیں اگر وہاں ایک حکم بھی اسلام کا باقی ہے تو اسے دار الاسلام ہی کہا جائے گا جیسا کہ عمادی وغیرہ میں ہے۔ (ت)

طحطاوی علی الدر میں ہے :

ذکر الاستروشنی فی فصولہ عن ابی الیسر ان دار الاسلام لاتصیر دار الحرب مالم یبطل جمیع ما بہ صارت دار الاسلام، ذکرہ فی احکام المرتدین و ذکر الاسبیجابی فی مبسوطہ ان دار الاسلام محکوم بکونھا دار الاسلام فیبقی ھذا الحکم ببقاء حکم واحد فیھا ولا تصیر دار حرب الا بعد زوال القرائن و دار الحرب تصیر دار الاسلام بزوال بعض القرائن وھو ان

شیخ استروشنی نے اپنی فصول میں شیخ ابو الیسر سے بیان کیا ہے کہ دار الاسلام اس وقت تک دار الحرب نہیں بن سکتا جب تک وہ تمام احکام باطل نہ ہوجائیں جن کی وجہ سے وُہ دار الاسلام بنا تھا اس کو احکامِ مرتدین میں ذکر کیا ہے اور اسبیجابی نے اپنی مبسوط میں ذکر کیا ہے کہ دار الاسلام اس وقت تک دار الاسلام ہی رہے گا جب تک اس میں کوئی ایک حکمِ اسلام موجود ہو اور وہ تمام قرائن اور شعائر کے زوال کے بعد ہی دار الحرب بنے گا لیکن دار الحرب بعض قرائن کے زوال سے دار الاسلام بن جاتا ہے وہ اس طرح کہ

---

[1] جامع الرموز کتاب الجہاد مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۴/ ۵۵۶

marfat.com

کلمہ پڑھاتا ہے اور محمد رسول اللہ بظاہر اس کی زبان سے نہیں سُنا جاتا ہے اور وُہ امامت بھی کرتا ہے ایسے شخص کے پیچھے نمازِ اُمتتِ محمدیہ حنفیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی درست ہے یا نہیں ؟

الجواب

صوفیہ کرام نے تصفیۂ قلب کے لئے ذکر شریف لا الٰہ الا اللہ رکھا ہے کہ تصفیہ حرارت پہنچانے سے ہوتا ہے اور کلمہ طیبہ کا یہ جُز گرم و جلالی ہے اور دُوسرا جزء کریم سرد خُنک جمالی ہے، اگر ایسے ہی موقع پر صرف لا الٰہ الا اللہ کی تلقین کرتا ہے تو کچھ حرج نہیں اور اگر خود کلمہ طیبہ پڑھنے میں صرف لا الٰہ الا اللہ کافی سمجھتا ہے اور محمد رسول اللہ کہنے سے احتراز کرتا ہے تو اس کی امامت ناجائز ہے کہ یہ ذکر پاک محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے معاذ اللہ بے پرواہی پر دلیل ہے اور اگر واقعی اسے محمد رسول اللہ کہنے سے انکار ہے یا یہ ذکر کریم اُسے مکروہ و ناگوار ہے تو صریح کافر و مستوجب تخلید فی النار، والعیاذ باللہ تعالیٰ، واللہ تعالےٰ اعلم۔

مسئلہ ۵۶۶ ۴ جمادی الاخری ۱۳۱۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اگر امام نماز پڑھائے جماعت کی اور اللہ آواز سے کہے اور اکبر نہ کہے کہ کسی مقتدی کو نہ سنائی دے جائز یا ناجائز ؟

الجواب

اللہ اکبر پُورا با آواز کہنا مسنون ہے سنّت ترک ہوئی نماز میں کراہت تنزیہی آئی مگر نماز ہو گئی، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۵۶۷ از ورڈ ضلع نینی تال ڈاک خانہ کچھا مرسلہ عبدالعزیز خاں ۴ رمضان المبارک ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے رباعی نماز سے ایک رکعت آخری پائی اور وُہ شخص قعدۂ اولیٰ کے واسطے دُوسری رکعت میں قعدہ کرے گا، یا اس کو چاہئے کہ دوسری میں قعدہ کرے یا تیسری میں اور اگر تیسری میں قعدۂ اولیٰ کیا تو اس پر سجدۂ سہو آئے گا یا نہیں ؟ بینوا توجروا۔

الجواب

قول ارجح میں اسے یہی چاہئے کہ سلامِ امام کے بعد ایک ہی رکعت پڑھ کر قعدۂ اولیٰ کرے پھر دوسری بلا قعدہ پڑھ کر تیسری پر قعدۂ اخیرہ کرے، درمختار میں ہے :

یقضی اول صلاتہ فی حق قرأۃ واٰخرھا فی حق تشھد فمدرک رکعۃ من غیر فجر یاتی

مسبوق قرأت کے باب میں اپنی نماز کا اول اور تشہد کے باب میں اپنی نماز کا آخر پڑھے (یعنی فوت شدہ نماز کو قرأت کے حق میں شروع نماز سمجھے اور تشہد کے

marfat.com

یتغیر به المعنی تغیرا فاحشا نحو ان یقرأ ان الذین اٰمنوا وعملوا الصلحت ووقف ثم ابتدأ بقوله اولئك هم خیر البریة لاتفسد بالاجماع بین علمائنا ھکذا فی المحیط[1] واللہ تعالٰی اعلم

فحش تبدیلی نہیں آئی مثلاً ان الذین اٰمنوا وعملوا الصلحٰت پڑھ کر وقف کیا پھر اولئك الخ سے ابتداء کی تو ہمارے علماء کا اتفاق ہے کہ نماز فاسد نہ ہوگی، محیط میں اسی طرح ہے۔ (ت)

مسئلہ ۵۵۶: از گنگرالہ ضلع بدایوں مرسلہ یٰسین خان ۷ ذی الحجہ ۱۳۳۶ھ

(۱) درمیان میں ایک سورت ترک کرنے سے نماز میں کچھ حرج ہے یا نہیں؟

(۲) امام نے آٹھ دس آیتیں پڑھ کر ایک یا دو آیتیں ترک کرکے پھر قرأت شروع کی اور دس بارہ آیتیں پڑھ کر رکوع کیا نماز میں کچھ حرج ہوا؟

الجواب

(۱) چھوٹی سورت بیچ میں چھوڑنا مکروہ ہے جیسے اذا جاء کے بعد قل ھو اللہ اور بڑی سورت ہو تو حرج نہیں جیسے والتین کے بعد انا انزلنا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

(۲) اس سے نماز میں حرج نہیں جبکہ سہواً ہو اور قصداً دو ایک آیت بیچ میں چھوڑ دینا مکروہ ہے، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۵۵۷: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ نمازِ فرض میں تین آیت کے بعد لقمہ دینا چاہئے یا نہیں؟ اور تراویح نماز ایک مسجد میں دو مصلّے پر جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

امام جہاں غلطی کرے مقتدی کو جائز ہے کہ اُسے لقمہ دے اگرچہ ہزار آیتیں پڑھ چکا ہو، یہی صحیح ہے، ردالمحتار میں ہے: الفتح علی امامہ غیر منھی عنہ بحر[2] (اپنے امام کو لقمہ دینا منع نہیں، بحر۔ ت) اُسی میں ہے:

سواء قرأ الامام قدر مایجوز بہ الصلوٰۃ ام لا انتقل الی اٰیۃ اخری ام لا تکرر الفتح ام لا ھو الاصح نھر[3]

خواہ امام نے اتنی قرأت کرلی ہو جو نماز کے لئے کافی تھی یا نہ کی ہو، خواہ وہ دوسری آیۃ کی طرف منتقل ہوگیا یا نہ ہوا ہو، لقمہ بار بار دیا ہو یا ایک ہی بار دیا ہو اصح یہی ہے نہر۔ (ت)

---

[1] فتاوٰی ہندیہ الفصل الخامس فی زلۃ القاری مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۸۱

[2] ردالمحتار مطلب مسائل زلۃ القاری " مصطفی البابی مصر ۱/۴۹۰

[3] " " " " " " " " "

marfat.com

اندھا ہو کہ زیادتِ علم کے باعث کراہتِ نابینائی زائل ہوجاتی ہے، ہاں فاسق و بدمذہب کی امامت بہرحال مکروہ اگرچہ سب حاضرین سے زیادہ علم رکھتے ہوں۔ یوُں ہی اگر حرف ایسے غلط ادا کئے کہ نماز گئی تو امامت جائز ہی نہیں اگرچہ عالم ہی ہو۔ درمختار میں ہے:

الاحق بالامامۃ الاعلم باحکام الصلوٰۃ فقط صحۃ و فسادا بشرط اجتنابہ للفواحش الظاہرۃ[1] اھ ملخصا

امامتِ نماز کے زیادہ لائق وہ شخص ہے جو فقط احکامِ نماز مثلاً صحت و فسادِ نماز سے متعلق مسائل سے زیادہ آگاہ ہو بشرطیکہ وہ ظاہری گناہوں سے بچنے والا ہو اھ تلخیصاً (ت)

کافی میں ہے:

الاعلم بالسنۃ اولی الا ان یطعن علیہ فی دینہ[2]۔

جو شخص سنّت سے زیادہ واقف ہو وُہ امامت کے لئے سب سے بہتر ہوتا ہے، مگر اس صورت میں نہیں جب اس کے دین پر اعتراض ہو۔ (ت)

بحرالرائق میں ہے:

قید کراھۃ امامۃ الاعمی فی المحیط وغیرہ بان لایکون افضل القوم فان کان افضلھم فھو اولی[3]

محیط وغیرہ میں تصحیح امامت اعمٰی کی کراہت اس بات سے مقید کی ہے کہ جب وہ قوم سے افضل نہ ہو، اگر وہ افضل ہو تو اس کا امام بننا بہتر ہے (ت)

ردالمحتار میں ہے:

اما الفاسق فقد عللوا کراھۃ تقدیمہ بانہ لایھتم لامر دینہ، وبان فی تقدیمہ للامامۃ تعظیمہ وقد وجب علیھم اھانتہ شرعا ولا یخفی انہ اذا کان اعلم من غیرہ لاتزول العلۃ فانہ لایؤمن ان یصلی بھم

فاسق کی امامت کے مکروہ ہونے کی فقہاء نے یہ علت بیان کی ہے کہ وُہ اپنے دین کی تعظیم و اہتمام نہیں کرتا اور یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ امامت کے لئے اس کی تقدیم میں تعظیم ہوگی حالانکہ شرعاً لوگوں پر اسکی اہانت کا حکم ہے۔ واضح رہے کہ جب فاسق دوسروں سے زیادہ

---

[1] درمختار | باب الامامۃ | مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی | ۱/۸۲

[2] کافی

[3] بحرالرائق | باب الامامۃ | مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی | ۱/۳۴۸

marfat.com

قاری صاحب نے بے مد کے ادا کیا، کیا یہ لفظ میں خطا ہے؟ اس کے اول لفظ شدائد میں چار الف اس نے دراز نہیں کیا اس میں کیا ہے؟

الجواب

اگر خطبہ[1] میں اس نے یمنکم کی جگہ یمنکم کو بلا تشدید کاف پڑھا تو ضرور غلط پڑھا اور گرفت صحیح ہے مگر خطبہ میں ایسی غلطی کا اثر نماز پر نہیں پڑتا نماز ہو جائے گی اور یمنکم کو بہ تشدید کاف پڑھا تو غلطی بھی نہیں کقولہ تعالیٰ الم نخلقکم من ماء مھین۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ یہ مد[2] متصل ہے اور متصل واجب ہے تلاوت میں اس کا ترک حرام ہے کما نص علیہ فی رد المحتار (جیسے کہ ردالمحتار میں اس پر تصریح ہے۔ ت) مگر خطبہ کا حکم تلاوت کا سا نہیں ہو سکتا وہ ایک بات چیت ہے کہ امام مقتدیوں سے کرتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۵۶۳ ازجوناگڑھ سرکل مدار المہام مرسلہ مولوی امیر الدین صاحب ۲۰ رجب ۱۳۱۶ھ

ایک مسجد کا امام آیۂ اذا نودی للصلٰوۃ من یوم الجمعۃ کو جموعۃ مع الواؤصاف پڑھتا ہے اور فی لیلۃ القدر کو پی لیلۃ الکھدر صاف پڑھتا ہے اب نماز ہوئی ہے یا نہیں؟ اور ایسے شخص کو امام بنانا چاہئے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

یہ سوال دو مسئلوں پر مشتمل:

مسئلہ اولیٰ اشباع حرکات کہ اُن سے حروف پیدا ہو جائیں مثلاً فتحہ سے الف، ضمہ سے واو، کسرہ سے یاء۔ اس میں متاخرین سے روایات مختلف ہیں۔ عین الائمہ کرابیسی و جاراللہ زمخشری نے کہا اگر والصلوات کی جگہ والصلاوات پڑھا نماز فاسد نہ ہوگی۔ عین الائمہ نے کہا نؤمن کو نؤمین پڑھنے میں فساد نہیں۔ زمخشری نے کہا ھدیت کو ھادیت پڑھنا مفسد نہیں، اور انھیں عین الائمہ نے کہا لم یلد کو لم یالد پڑھا تو اعادۂ نماز احوط ہے، انھیں نے کہا اگر نشکرک یا نکفرک یا نترک میں اشباع کر کے نشکورک، نکفورک، نتروک پڑھا نماز کا اعادہ کرے۔ قنیہ میں ہے:

علک وجار اللہ والصلاوات لا تفسد علک ولو قرأ نستعینک او نؤمین بک لا تفسد جار اللہ لو قرأ فی من ھادیت لا تفسد لانہ اشباع للفتحۃ علک فی الاخلاص لم یالد فالاعادۃ احوط وفی

عین الائمہ کرابیسی اور جاراللہ زمخشری نے کہا کہ اگر کسی نے والصلوات کی جگہ والصلاوات پڑھا تو نماز فاسد نہ ہوگی، عین الائمہ نے کہا اگر کسی نے نستعینک اور نؤمین بک پڑھا تو نماز فاسد نہ ہوگی۔ جاراللہ نے کہا اگر ھدیت کو ھادیت پڑھا تو اس میں نماز فاسد

marfat.com

مانصبت الاوسط المساجد وھی قد عینت لمقام الامام اھ وفی التاتارخانیۃ ویکرہ ان یقوم فی غیر المحراب الا لضرورۃ اھ ومقتضاہ ان الامام لوترك المحراب وقام فی غیرہ یکرہ ولوکان قیامہ وسط الصف لانہ خلاف عمل الامۃ وھوظاھر فی الامام الراتب دون غیرہ والمنفرد فاغتنم ھذہ الفائدۃ[1] اھ

ہوتے ہیں اور یہ امام کے کھڑے ہونے کے لئے متعین ہوتے ہیں اھ اور تاتارخانیہ میں ہے امام کا ضرورت کے بغیر محراب کے علاوہ کسی جگہ کھڑا ہونا مکروہ ہے اھ اس کا تقاضا یہ ہے کہ اگر امام محراب چھوڑ کر کسی دوسری جگہ کھڑا ہوگیا اگرچہ اس کا قیام وسطِ صف میں ہو تب بھی مکروہ ہوگا کیونکہ یہ عمل امت کے خلاف ہے، اور یہ بات مقرر امام کے بارے میں ہے، اگر امام مقرر نہیں یا تنہا نمازی ہے (تو پھر یہ پابندی نہیں)، پس اس فائدہ کو قیمتی جان اھ (ت)

اُسی میں ہے:

عن المعراج عن الحلوانی عن ابی اللیث لایکرہ قیام الامام فی الطاق عند الضرورۃ بان ضاق المسجد علی القوم[2] اھ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

معراج سے وہ حلوانی سے امام ابواللیث کے حوالے سے فرماتے ہیں کہ امام کا ضرورت کے وقت طاق میں کھڑا ہونا مکروہ نہیں مثلاً اگر مسجد نمازیوں کے لئے تنگ ہو تو ایسا کیا جاسکتا ہے اھ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۵۷: از پیلی بھیت مسجد جامع مرسلہ مولوی احسان صاحب ۳۰ رجب ۱۳۰۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کو کہ نہ حافظِ قرآن ہے نہ مسائل دان نہ علمِ قرأت سے واقف ایک معمولی اردوخواں بلکہ بازار میں کتب فروشی ونعلین فروشی کی دکان کرنے والا ہے ایک مسجد کا امام بننا چاہتا ہے حالانکہ دو عالم متقی ومحتاط اسی مسجد میں اور بھی موجود ہیں اور مہتمم مسجد واکثر نمازی اس شخص کی امامت سے راضی نہیں اس صورت میں ایسے امام کے حق میں کیا حکم ہے اور ان علماء کی اقتداء کی نسبت کیا ارشاد ہے؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

صورتِ مسئولہ میں اُس شخص کو امام بننا جائز نہیں اگر امامت کرے گا گنہگار ہوگا کہ جب لوگ اُس کی امامت اس وجہ سے ناپسند رکھتے ہیں کہ اُس سے زیادہ علم والے موجود ہیں تو اُسے امامت کرنا شرعاً منع ہے

---

[1] و [2] ردالمحتار باب مایفسد الصلوٰۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۴۷۸

marfat.com

درمختار میں ہے:

كبّر بالحذف اذ مد احد الهمزتين مفسد و تعمده كفر وكذا الباء في الاصح[1]۔

شروع میں اللہ اکبر کہے ہمزوں کو حذف کرنے کے ساتھ (یعنی بڑھا کر لمبا کر کے نہ پڑھے) کیونکہ دونوں ہمزوں میں سے کسی ایک کو لمبا کرنا نماز کو فاسد کر دیتا ہے اور اگر عمداً لمبا کرتا ہے تو کفر ہے، اور اصح قول کے مطابق اکبر میں بار کو لمبا کرنا بھی مفسدِ نماز ہے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

المد في الله فان كان في اوله لم يصر به شارعا وافسد الصلوة لو في اثنائها وان في وسطه كره وفي اخره فهو خطأ ولا يفسد ايضا والمد في اكبر في اوله مفسد وفي وسطه افسد وقال الصدر الشهيد يصح وفي اٰخره قد قيل يفسد كذا في الحلية ملخصا اقول وينبغي الفساد بمد الهاء لانه يصير جمع لاه كما صرح به بعض الشافعية تامل[2] اھ ما في ردالمحتار ملخصا و رأيتني كتبت على قوله قد قيل يفسد ما نصه۔

اقول لا يظهر الفرق بين

لفظ اللہ میں مد کا معاملہ یُوں ہے کہ اگر اول میں ہو تو اس سے نماز شروع کرنے والا نہ ہوگا اور وہ نماز کو فاسد کر دے گا اگر ایسا دورانِ نماز ہو۔ اور اگر مد لفظ اللہ کے درمیان میں ہو تو مکروہ ہے اور لفظ اللہ کے آخر میں ہو تو وہ خطا ہے اور وہ نماز کو بھی فاسد نہیں کرتا، اگر مد لفظِ اکبر میں ہو اگر مد ابتداء میں ہو تو نماز فاسد۔ اور اگر وسط میں ہو تو وہ نماز کو فاسد کر دے گا۔ اور صدر الشہید کہتے ہیں کہ نماز صحیح ہوگی اگر مد آخر میں ہو تو کہا گیا ہے کہ نماز فاسد کر دے گا کذا فی الحلیہ تلخیصاً، میں کہتا ہوں ہاء کی مد سے بھی فسادِ نماز ہونا چاہئے کیونکہ اس صورت میں وہ لاہ کی جمع ہو جاتا ہے جیسے کہ اس پر بعض شوافع نے تصریح کی ہے اچھی طرح غور کرو اھ یہ ردالمحتار کی عبارت کا خلاصہ ہے مجھے یاد آرہا ہے کہ میں نے اس کی عبارت قد قیل یفسد پر یہ حاشیہ لکھا ہے الفاظ یہ ہیں:

اقول (میں کہتا ہوں) اکبر کی راء کی

---

[1] درمختار فصل واذا اراد الشروع فی الصلوٰۃ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/ ۷۰

[2] ردالمحتار " " " " مصطفی البابی مصر ۱/ ۳۵۴

marfat.com

وابن ماجة عن عبد الله ابن عمر رضی الله تعالیٰ عنہ وفی الباب عن ابن عباس وعن عمرو ابن حارث وعن جنادة ابن امیة وعن ابی امامة الباهلی رضی الله تعالیٰ عنهم۔

ہوں۔ اس کو ابوداؤد اور ابن ماجہ نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ اور اس بارے میں حضرت ابن عباس، حضرت عمرو بن حارث، حضرت جنادہ بن امیہ اور حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بھی حدیث مروی ہے۔

دوسری حدیث میں ہے،

من ام قوما وفیهم اقرأ لکتاب الله منه واعلم لم یزل فی سفال الی یوم القیامة[۱]۔ اخرجه العقیلی عن ابن عمر رضی الله تعالیٰ عنه والله تعالیٰ اعلم۔

جو کسی قوم کی امامت کرے اور اُن میں وہ شخص موجود ہو جو اس سے زیادہ قاریٔ قرآن و ذی علم ہے وہ قیامت تک پستی و خواری میں رہے گا۔ اس کو عقیلی نے ابن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے نقل کیا ہے۔

مسئلہ ۵۷۱

۱۲ ربیع الاول شریف ۱۳۱۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید ایک مسجد میں ہمیشہ سے امامت کے واسطے معین ہے اور ایک شخص اس سے افضل کسی شہر سے آیا چند آدمیوں نے چاہا کہ یہ شخص فاضل ہے اس وقت کی نماز یہی پڑھائے، امام قدیم سے پوچھا کہ آپ کی اجازت ہے یا نہیں؟ اس نے انکار کیا، مگر چند آدمیوں نے اس مسافر کو کھڑا کردیا یہ لوگ اور مسافر امام قدیم کے مؤاخذہ دار ہوئے یا نہیں۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب

اگر امام قدیم مثل غلط خوانی قرآن بحد افساد نماز یا بدمذہبی مثل وہابیت وغیر مقلدی یا فسق ظاہر مانند شراب نوشی و زنا کاری کوئی خلل ایسا نہ ہو جس کے باعث اُسے امام بنانا شرعاً ممنوع ہو تو اس مسجد کی امامت اُسی کا حق ہوتی ہے اُس کے ہوتے دُوسرے کو اگرچہ اُس سے زیادہ علم و فضل رکھتا ہو بے اس کی اجازت کے امام بننا بنانا شرعاً ناپسندیدہ و خلافِ حکمِ حدیث و فقہ ہے، حضور پُرنور سیّدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لایؤمن الرجل فی سلطانه[۲]۔ رواه احمد ومسلم عن ابی مسعود رضی الله تعالیٰ عنه۔

امام مسجد کی موجودگی میں کوئی دوسرا شخص امامت نہ کرائے۔ اس حدیث کو امام احمد اور امام مسلم نے حضرت ابومسعود رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ (ت)

---

[۱] کتاب الضعفاء الکبیر ترجمہ نمبر ۱۹۶۳ الہیثم بن عقاب کوفی مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ۴/ ۳۵۵

[۲] صحیح مسلم باب من احق بالامامۃ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۳۶

marfat.com

قولہ بالالحان ای بالنغمات وحاصلہا کما فی الفتح اشباع الحرکات لمراعات النغم (قولہ ان غیر المعنی) کما لوقرأ الحمد للہ رب العلمین واشبع الحرکات حتی اتی بواو بعد الدال وبیاء بعد اللام والھاء وبالف بعد الراء ومثلہ قول المبلغ ربنا لک الحامد بالالف بعد الراء لان الراب ھو زوج الام کما فی الصحاح والقاموس[1] اھ۔

اس کی عبارت بالالحان سے مراد نغمات ہیں اور فتح کے مطابق اس کا حاصل یہ ہے "نغمہ کی رعایت کرتے ہوئے حرکات میں اشباع پیدا کرنا" اور اس کی عبارت "ان غیر المعنی" سے مراد یہ ہے جیسا کہ کسی نے الحمد للہ رب العلمین پڑھتے ہوئے حرکات میں اتنا اشباع کیا کہ دال کے بعد واو، لام اور ہا کے بعد یاء اور راء کے بعد الف بڑھا دیا اسی طرح کسی مبلغ (آواز پہنچانے والے) نے ربنا لک الحامد پڑھا یعنی را کے آگے الف بڑھا دیا کیوں کہ راب کا معنی ماں کے شوہر کے ہیں، جیسا کہ صحاح اور قاموس میں ہے اھ (ت)

اقول ذکر اتیان الواو بعد الدال والیاء بعد الھاء وقع فی غیر موقعہ لما علمت انہما محل الاشباع، ولا یتغیر فیہ المعنی وانما مشی المحشی رحمہ اللہ تعالٰی علٰی ماظن سابقا فی اشباع ھاء الجلالۃ وقد علمت انہ خلاف المقصود۔

اقول (میں کہتا ہوں) یہاں دال کے بعد واؤ اور ھا کے بعد یاء کا تذکرہ اس محل و مقام کے مناسب نہیں کیونکہ ان دونوں حرفوں میں اشباع ہے مگر معنی تبدیل نہیں ہوتا۔ محشی رحمہ اللہ تعالٰی اپنے سابقہ گمان پر چلے ہیں جو انھیں اسم جلالت کی ہاء کے بارے میں ہُوا تھا اور آپ نے جان لیا کہ یہ خلاف مقصود ہے۔ (ت)

مختار محققین قول ائمہ متقدمین ہے کما بینہ فی الغنیۃ (جیسا کہ غنیہ میں بیان کیا ہے۔ت) اور ظاہرا لفظ جموعۃ شق ثانی سے ہے کہ اس کے معنی معلوم نہیں واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ثانیہ حروف کو کچی زبان سے ادا کرنا یہ اگر ایسی جگہ ہو کہ فسادِ معنی لازم نہ آئے جیسے لا تقھر کی جگہ لا تکھر تو امام اعظم و امام محمد کے نزدیک مطلقاً مفسد نہیں ورنہ معتمد ائمہ مذہب مطلقاً فساد ہے اور پ یا چ یا گ بولنے میں فساد اظہر کہ یہ حروف کلام اللہ تو کلام اللہ کلام عرب ہی میں نہیں۔ قنیہ میں:

سألت استاذنا برھان الائمۃ المطرزی عمن قرأ فی صلاتہ کلمۃ فیہا جیم بالچیم

میں نے اپنے استاذ برہان الائمہ المطرزی سے اس شخص کے بارے میں پُوچھا جو نماز میں جیم کی جگہ چ یا

---

[1] ردالمحتار باب یفسد الصلوٰۃ الخ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۴۶۸

marfat.com

اور عورتیں اُس کے گھر کی دھوبلا پوش ہیں اور پرستش رسمِ ہنود کی کرتی ہیں، اُس کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں؟ اور اگر ایسا لڑکا نمازِ جنازہ پڑھائے تو درست ہے یا نادرست؟ بینوا توجروا۔

الجواب

اگر فی الواقع اس کے یہاں کی عورات غیر خدا کو پُوجتی ہیں یعنی حقیقۃً دوسرے کی عبادت کہ شرک حقیقی ہے (نہ صرف وہ بعض رسومِ جاہلیت یا افعالِ جہالت کہ حدِ فسق و گناہ سے متجاوز نہیں گو اہلِ تشدد انھیں بنام شرک و پرستش غیر تعبیر کریں) اور وہ اس شرکِ حقیقی پر مطلع اور اس پر راضی ہے تو خود کافر و مرتد ہے فان الرضا بالکفر کفر (کیونکہ کفر کے ساتھ رضامندی بھی کفر ہے۔ت) اس تقدیر پر وہ بالغ ہو خواہ نابالغ کسی بچے کی بھی کوئی نماز اس کے پیچھے صحیح نہیں ہوسکتی نہ اس کے پڑھنے سے نمازِ جنازہ کا فرض ساقط ہو فان الکافر لیس من اھل العبادۃ اصلا (کیونکہ کافر عبادت کا ہرگز اہل نہیں۔ت) اور اگر ان عورات کے افعال حدِ کفر تک نہیں یا ہیں مگر یہ اُن پر راضی نہیں تو مسلمان ہے پس اگر فی الواقع نابالغ ہے تو نابالغین کی نماز اُس کے پیچھے صحیح نہیں اگرچہ نمازِ جنازہ ہی ہو، ہاں جنازہ میں امامت کرے گا تو ظاہراً نماز فرض کفایہ بھی ادا ہوجائے گی کہ گو اوروں کی نماز اس کے پیچھے نہ ہو اس کی اپنی تو ہوگئی سقوطِ فرض کے لئے اسی قدر بس ہے کہ نمازِ جنازہ میں جماعت شرط نہیں، ولہذا اس میں عورت کی امامت سے بھی فرض ساقط ہوجاتا ہے۔

فی الدر المختار لایصح اقتداء رجل بامرأۃ وخنثی وصبی مطلقا ولو جنازۃ[1]۔

درمختار میں ہے کہ کسی مرد کا کسی عورت، خنثٰی یا بچّے کی اقتداء کرنا صحیح نہیں، اگرچہ وہ نمازِ جنازہ ہی کیوں نہ ہو۔(ت)

اُسی کے صلاۃ الجنائز میں ہے:

لوام بلاطہارۃ والقوم بہا اعیدت وبعکسہ لا کما لوامت امرأۃ ولو امۃ لسقوط فرضہا بواحد[2]۔

اگر امام نے بغیر طہارت کے نماز پڑھائی اور قوم باطہارت تھی تو نماز لوٹائی جائے گی اگر اس کے برعکس ہو تو نہیں جیسا کہ کسی عورت نے امامت کرائی خواہ وہ لونڈی ہی ہو کیونکہ شخص واحد سے فرض ساقط ہوگیا۔(ت)

ردالمحتار میں ہے:

---

[1] درمختار | باب الامامۃ | مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی | ۱/۸۴
[2] ؍؍ | باب صلوٰۃ الجنائز | ؍؍ ؍؍ ؍؍ | ۱/۱۲۱

marfat.com

باب الامامة

(امامت کا بیان)

مسئلہ ۵۶۴ اگر امام رفع یدین کرتا ہے اور آمین پکارتا ہے اور سب مقتدی حنفی المذہب ہیں کہ آمین بالجہر اور رفع یدین نہیں کرتے اور مقتدی اس کی امامت سے پناہ مانگتے ہیں مگر وہ نماز جبراً پڑھاتا ہے اور کہتا ہے کہ میں اس فعل کو ہرگز نہیں چھوڑوں گا خواہ میرے پیچھے کوئی نماز نہ پڑھے اور وہ علم بھی رکھتا ہے پس ایسے امام کے واسطے کیا حکم ہے اس کے پیچھے نماز ہوگی یا نہیں؟ کیا حکم شرع شریف دیتی ہے؟

الجواب

ان بلاد میں آمین بالجہر و رفع یدین والے غیر مقلدین ہیں اور غیر مقلدین گمراہ بد دین اور ان کے پیچھے نماز ناجائز، کما حققنا فی النہی الاکید عن الصلوٰۃ وراء عدی التقلید (اس کی پوری تحقیق ہم نے اپنے رسالے النہی الاکید عن الصلوٰۃ وراء عدی التقلید میں کی ہے۔ت) (جو آگے آرہا ہے) اور اگر بالفرض کوئی سُنّی صحیح العقیدہ شافعی المذہب بھی آگیا ہو تو اسے ہرگز حلال نہیں کہ کراہت جمیع جماعت و نفرت جملہ مقتدیان کے ساتھ بالجبر اُن کی امامت کرے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: تین شخصوں کی نماز ان کے کانوں سے بالشت بھر اُوپر نہیں اُٹھتی یعنی مردود ہے قبول بارگاہ کی طرف بلند نہیں کی جاتی واحد منہم من ام قوما وھم لہ کارھون[1] اُن میں ایک وہ ہے جو لوگوں کی امامت کرے اور وہ ناراض ہوں ——— (دوسرا وہ غلام ہے جو اپنے آقا سے بھاگ جائے، تیسری وہ عورت ہے جو رات اس طرح گزارے کہ اس کا شوہر اس پر غضبناک رہے۔

مسئلہ ۵۶۵ ایک شخص حافظِ قرآن ہے مگر آدھا کلمہ لا الٰہ الا اللہ پڑھتا ہے اور خود ولی بن کر عورتوں مردوں کو نصف

---

[1] المصنف لعبد الرزاق باب الآبق من سیدہ مطبوعہ المجلس العلمی بیروت ۱۱/۲۴۷

marfat.com

معلنا۔
وہ فاسق معلن ہو۔ (ت)
اور نمازِ جنازہ میں اسے امام کرنا اور بھی زیادہ معیوب کہ یہ نماز بغرضِ دُعا و شفاعت ہے اور فاسق کو شفاعت کیلئے مقدم کرنا حماقت، تاہم اگر پڑھائے گا تو جوازِ نماز وسقوطِ فرض میں کلام نہیں کما لایخفی (جیسا کہ مخفی نہیں ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم بالصواب۔

مسئلہ ۵۷۳ ۲۷ ربیع الاول شریف ۱۳۰۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جس نے امام کے ساتھ کچھ رکعتیں نہ پائیں بعد سلامِ امام وُہ اپنی رکعاتِ باقیہ ادا کرتا ہے اس صورت میں کسی نے اس کی اقتدا کی تو اس اقتدا کرنے والے کی نماز صحیح ہوگی یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

نہ۔ فی تنویر الابصار المسبوق منفرد فیما یقضیہ الا فی اربع لا یجوز الاقتداء بہ[1]
(تنویر الابصار میں ہے مسبوق منفرد ہے اس نماز میں کہ قضا کرتا ہے یعنی وہ نماز جو امام کے ساتھ نہیں ملی اس کے پڑھنے میں منفرد ہے مگر چار مسئلوں میں کہ وہ مثل مقتدی کے، اوّل مسئلہ یہ ہے کہ اس کی اقتداء جائز نہیں۔ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۵۷۴ یکم جمادی الآخری ۱۳۰۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ سُود خور کے پیچھے نماز کا کیا حکم ہے؟ اور اسے امام مقرر کرنا چاہیے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

سود خور فاسق ہے اور فاسق کے پیچھے نماز ناقص و مکروہ اگر پڑھ لی تو پھیری جائے اگرچہ مدت گزر چکی ہو، و لہذا اسے ہرگز امام نہ کیا جائے جہاں امامت کرتا ہو بشرط قدرت معزول کرکے امام متقی صحیح العقیدہ صحیح القراءۃ مقرر کریں، اگر قدرت نہ پائیں تو جمعہ کے لئے دوسری مسجد میں جائیں، یوں ہی پنجگانہ میں خواہ اپنی دوسری جماعت یہیں کرلیں۔ صغیری میں ہے: یکرہ تقدیم الفاسق کراھۃ تحریم[2] (فاسق کی تقدیم (یعنی امامت) مکروہ تحریمی ہے۔ ت) مراقی الفلاح میں ہے:

---

[1] درمختار شرح تنویر الابصار باب الامامۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۸۶
[2] صغیری شرح منیۃ المصلی مباحث الامامت مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ص ۲۶۲

marfat.com

بركعتين بفاتحة وسورة وتشهد بينهما وبرابعة الرباعي بفاتحة فقط ولا يقعد قبلها[1]

حق میں امام کے ساتھ پڑھی ہُوئی کو بھی ملائے) پس نمازِ فجر کے علاوہ ایک رکعت پانے والا دو رکعات میں فاتحہ اور سُورت دونوں پڑھے اور ان کے درمیان تشہد بیٹھے اور چار رکعتوں والی نماز کی چوتھی رکعت میں صرف فاتحہ پڑھے اور چوتھی رکعت سے پہلے تشہد نہ بیٹھے (ت)۔

مگر اس کا عکس بھی کیا کہ دو پڑھ کر بیٹھا پہلی پر قعدہ نہ کیا پھر تیسری پر قعدہ اخیرہ کیا تو یُوں بھی نماز جائز ہوگی سجدۂ سہو لازم نہ آئے گا۔ ردالمحتار میں ہے:

قال في شرح المنية ولو لم يقعد جاز استحسانا لا قياسا ولم يلزمه سجود السهو لكون الركعة اولى من وجه[2]

شرح المنیہ میں ہے کہ اگر وہ پہلی رکعت پر قعدہ نہ بیٹھا تو استحساناً جائز ہے قیاساً نہیں اور چونکہ یہ من وجہ پہلی رکعت ہے لہذا اس پر سجدۂ سہو لازم نہ ہوگا۔ (ت)

اقول (میں کہتا ہوں۔ ت) یہ فیصلہ بعینہا فتوٰی سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ ہے کما ذکرہ محرر المذهب محمد رحمه الله تعالٰی (جیسا کہ محررِ مذہب امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی نے ذکر کیا ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۵۶۸ ۱۷ جمادی الاولٰی ۱۳۰۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک اندھا ہے لیکن حافظ قرآن اور قاری ہے اور مسائلِ روزہ نماز سے بھی اچھی طرح واقف ہے اور نیز آیاتِ قرآن مجید کا ترجمہ کر سکتا ہے اور بہت سی حدیثیں بھی جانتا ہے اور اس لیاقت کا کوئی شخص اس محلہ میں نہیں ہے اُس کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

ہر جماعت میں سب سے زیادہ مستحقِ امامت وہی ہے جو اُن سب سے زیادہ مسائل نماز و طہارت جانتا ہے اگرچہ اور مسائل میں بہ نسبت دوسروں کے کم علم ہو مگر شرط یہ ہے کہ حروف اتنے صحیح ادا کرے کہ نماز میں فساد نہ آنے پائے اور فاسق و بدمذہب نہ ہو، جو شخص ان صفات کا جامع ہو اس کی امامت افضل، اگرچہ

---

[1] دُرمختار باب الامامۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۸۶
[2] ردالمحتار ″ ″ مصطفی البابی مصر ۱/۴۴۱

marfat.com

تحریم لعدم اعتنائه باموردینه وتساهله فی الاتیان بلوازمه فلا یبعد منه الاخلال ببعض شروط الصلٰوة وفعل ماینافیها بل هو الغالب بالنظر الی فسقه ولذا لم تجز الصلوة خلفه اصلا عند مالك ورواية عن احمد[1] الخ واللّٰہ تعالٰی اعلم۔

فاسق کو مقدم کر دیا تو گنہگار ہوں گے اس بنا پر کہ فاسق کا مقدم کرنا مکروہِ تحریمی ہے کیونکہ وہ امورِ دین کی پروا نہیں کرتا اور دین کے لوازمات پر عمل کرنے سے تساہل برتتا ہے لہذا اس سے بعید نہیں کہ وہ نماز کے بعض شرائط فوت کردے اور نماز کے منافی عمل کرے بلکہ اس کے فسق کے پیشِ نظر غالب گمان یہی ہے، یہی وجہ ہے کہ امام مالک اور ایک روایت کے مطابق امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ تعالٰی کے نزدیک فاسق کے پیچھے نماز قطعاً جائز نہیں الخ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۵۷۵: مسئولہ مرزا باقی بیگ صاحب رام پوری ۴ صفر ۱۳۰۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام کو دَر میں یعنی دو ستون کے بیچ میں کھڑا ہونا کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

مکروہ ہے۔

فی مکروهات الصلوة من ردالمحتار عن معراج الدراية باب الامامة الاصح ماروی عن ابی حنیفة انه قال اکره للامام ان یقوم بین الساریتین (الی قوله) لانه بخلاف عمل الامة انتهی[2]۔

ردالمحتار کے مکروہاتِ صلٰوۃ میں معراج الدرایہ کے باب الامامت کے حوالے سے ہے کہ امام ابوحنیفہ سے اصح طور پر یہی مروی ہے کہ میں امام کے دو ستونوں کے درمیان کھڑے ہونے کو مکروہ جانتا ہوں (آگے چل کر فرمایا) کیونکہ یہ عملِ اُمت کے خلاف ہے انتہی (ت)

واللہ سبحنہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۵۷۶: از اُجین گوالیار مرسلہ مولوی یعقوب علی خاں ۱۵ جمادی الاخری ۱۳۰۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ سنّت وجماعت اس مسئلہ میں کہ زید مسائلِ فقہ سے محض ناواقف اور نہ عبورِ حدیث وتفسیر، باوجود ان اوصاف کے بلا دلائل شرعیہ بیان کرے کہ جو مرد اپنی بی بی سے قربت کرے

---

[1] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی الامامۃ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۱۳
[2] ردالمحتار مطلب مکروہات الصلوٰۃ ، مصطفی البابی مصر ۱/۴۷۸

marfat.com

بغیر طہارۃ فھو کالمبتدع تکرہ امامتہ بکل حال[1] الخ۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

صاحبِ علم ہو تو یہ علت زائل نہیں ہوجاتی کیونکہ ممکن ہے وُہ بغیر طہارت کے ہی نماز پڑھا دے بہر حال وہ بدعتی کی طرح ہے جس کی امامت ہر حال میں مکروہ ہے الخ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۵۶۹: از چھاؤنی کامٹی ضلع ناگپور مرسلہ حافظ محمد یقین الدین صاحب رضوی ۱۹ شعبان ۱۳۰۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جن مسجدوں میں کئی درجے ہوں اور ہر درجہ سہ درجہ پنج درجہ امام کو اُن کی ہر محراب و در میں کھڑا ہونا مکروہ ہے یا صرف اندرونی محرابوں یا وسطانی دروں میں۔ بینوا توجروا

الجواب

محرابیں وہی ہیں جو وسط میں قیامِ امام کی علامت کے لئے بنائی جاتی ہیں باقی جو فرجے دو ستون کے درمیان ہوتے ہیں در ہیں اور امام کو بلاضرورت تنگی مسجد، ہر محراب و در میں کھڑا ہونا مکروہ ہے، پھر اطراف کے دروں میں قیام نافیِ کراہت نہیں بلکہ بسا اوقات اور کراہتوں کا باعث ہوگا کہ امام راتب کو محراب چھوڑ کر ادھر اُدھر کھڑا ہونا مکروہ ہے اور اگر مسجد کی صف پُوری ہُوئی تو اس صورت میں امام وسط صف کے محاذی نہ ہوگا یہ ہر امام کے لئے مکروہ ہے اگرچہ غیر راتب ہو، تنویر الابصار میں ہے: کرہ قیام الامام فی المحراب مطلقا[2] اھ ملخصا (امام کا محراب میں کھڑا ہونا مطلقاً مکروہ ہے اھ تلخیصاً۔ ت) بحر الرائق میں ہے: مقتضی ظاھر الروایۃ الکراھۃ مطلقا[3] (ظاہر الروایۃ کا تقاضا یہی ہے کہ یہ مطلقاً مکروہ ہے۔ ت) ردالمحتار میں ہے:

فی معراج الدرایۃ من باب الامامۃ الاصح ماروی عن ابی حنیفۃ انہ قال اکرہ للامام ان یقوم بین الساریتین اوزاویۃ اوناحیۃ المسجد اوالی ساریۃ لانہ بخلاف عمل الامۃ اھ وفیہ ایضا السنۃ ان یقوم الامام ازاء وسط الصف الاتری ان المحاریب

معراج الدرایہ کے باب الامامت میں ہے کہ امام صاحب سے جو کچھ مروی ہے اس میں اصح یہ ہے کہ امام کا دو ستونوں کے درمیان یا مسجد کے کسی گوشے میں یا مسجد کی کسی ایک جانب یا کسی ستون کی طرف کھڑا ہونا مکروہ ہے کیونکہ یہ اُمّت کے عمل کے خلاف ہے اھ اور اس میں یہ بھی ہے کہ امام کا وسطِ صف میں کھڑا ہونا سنّت ہے کیا آپ نہیں دیکھتے کہ محراب مساجد کے درمیان میں

---

[1] ردالمحتار باب الامامۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۴۱۴

[2] درمختار شرح تنویر الابصار باب مایفسد الصلوٰۃ ؍؍ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۹۲

[3] بحرالرائق ؍؍ ؍؍ ؍؍ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۲۶

marfat.com

ثانیاً و ثالثاً مسئلہ مسجد میں خدا و رسول پر دو افترا اور کئے ایک یہ کہ اس مسجد میں نماز حرام، دوسرا یہ کہ وہ آدمی سنگسار کیا جائے۔ پہلے افترا سے وہ ان لوگوں میں داخل ہوا جنھیں قرآنِ عظیم نے فرمایا:

ومن اظلم ممن منع مسٰجد الله ان یذکر فیها اسمه وسعٰی فی خرابها[1]

اُس سے بڑھ کر ظالم کون جو خدا کی مسجدوں کو ان میں یادِ الٰہی ہونے سے روکے اور ان کی ویرانی میں کوشش کرے۔ (ت)

اور دُوسرے سے وہ بے گناہ مسلم کے ناحق قتل کا فتوٰی دینے والا ہوا، علما صاف اجازت دیتے ہیں کہ حاجت کے وقت غیر اوقات نماز میں حفاظت کے لئے دروازۂ مسجد بند کرنا جائز ہے۔

کرہ غلق باب المسجد الا لخوف علی متاعه به یفتی[2] درمختار۔

مسجد کے سامان کو چوری سے محفوظ کرنے کے لئے مسجد کو بند رکھنا جائز ہے ورنہ بلا ضرورت مسجد کو بند رکھنا مکروہ ہے۔ اسی پر فتوٰی ہے۔ درمختار (ت)

هذا هو الصحیح[3] تبیین الحقائق والمسألة فی الفتح والبحر والنهر وغیرها عامة کتب المذهب۔

یہی صحیح ہے، تبیین الحقائق۔ اور یہ مسئلہ فتح، بحر، نہر اور دیگر مشہور کتبِ مذہب میں یونہی مذکور ہے۔ (ت)

ہاں بے حاجت یا غیر وقت حاجت خصوصاً اوقاتِ نماز میں بند کرنا ممنوع اور بند کرنے والا گناہگار مگر نہ ایسا کہ سنگسار کرنے کے قابل، اور یہ سخت جہالتِ فاحشہ دیکھئے کہ اُس مسجد میں نماز حرام۔ سبحٰن اللہ! اُس نے تو ایک آدھ وقت دروازہ بند کیا یہ ہمیشہ کو تیغا کئے دیتا ہے وہ سنگسار کرنے کے قابل ہُوا یہ کس سزا کے لائق ہوگا۔

رابعاً بے علم و فہم ترجمہ قرآن مجید میں دخل دینا گناہِ کبیرہ ہے، خود قرآن مجید فرماتا ہے:

ام تقولون علی الله ما لا تعلمون[4]

یا تم اللہ کے بارے میں وہ بات کہتے ہو جو تم نہیں جانتے۔ (ت)

حدیث میں ہے سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من قال فی القراٰن بغیر علم فلیتبوأ مقعده من

جو بغیر علم کے قرآن میں زبان کھولے وہ اپنا گھر

---

[1] القرآن ۲/۱۱۴
[2] درمختار باب ما یفسد الصلوٰۃ الخ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۹۳
[3] تبیین الحقائق فصل کرہ استقبال القبلۃ بالفرج الخ " المطبعۃ الکبرٰی الامیریۃ بولاق مصر ۱/۱۶۸
[4] القرآن ۲/۸۰

marfat.com

درمختار میں ہے،

لو ام قوما وھم لہ کارھون ان الکراھۃ لفساد فیہ اولانھم احق بالامامۃ منہ کرہ لہ ذلک تحریما الخ[1]

اگر کوئی کسی قوم کا امام بنا حالانکہ وہ لوگ اس کو برا جانتے ہیں تو اگر ان کی نفرت امام کے اندر کسی خرابی کی وجہ سے ہے یا اس وجہ سے کہ وہ لوگ بہ نسبت امام مذکور کے امامت کے زیادہ مستحق ہیں تو اس شخص کو امام ہونا مکروہِ تحریمی ہے الخ۔ (ت)

پس شخص مذکور ہرگز امامت نہ کرے بلکہ جو سُنّی صحیح العقیدہ غیر فاسق کہ حروف بقدر صحت نماز ٹھیک ادا کرتا اور وہاں کے نمازیوں میں سب سے زیادہ مسائلِ نماز کا علم رکھتا ہو اسی کو امام کیا جائے کہ حق صاحبِ حق کو پہنچے اور مقتدیوں کی نماز بھی خوبی و خوش اسلوبی پائے۔ حدیث شریف میں ہے:

ان سرکم ان تقبل صلٰوتکم فلیؤمکم علماؤکم[2] رواہ الطبرانی فی الکبیر عن مرثد الغنوی رضی اللہ تعالٰی عنہ وفی الباب عن ابی عمرو[3] عن ابی امامۃ الباھلی رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

اگر تمھیں اپنی نماز مقبول ہونا منظور ہے تو چاہئے کہ تمھارے علماء تمھاری امامت کریں۔ اس کو طبرانی نے المعجم الکبیر میں حضرت مرثد غنوی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے اور اس مسئلہ کے بارے میں حضرت ابوعمرو اور حضرت ابوامامہ الباہلی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بھی حدیث بیان کی گئی ہے۔

کیا یہ شخص جس کے جہل کے باعث اکثر نمازی اس کی امامت سے ناراض ہیں اُن سخت وعیدوں سے خوف نہیں کرتا جو ایسے امام کے حق میں آئیں، حضور پُرنور سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ثلثۃ لایقبل اللہ منھم صلٰوۃ من تقدم قوما وھم لہ کارھون[3]۔ اخرجہ ابو داؤد

تین شخص ہیں جن کی نماز اللہ تعالٰی قبول نہیں فرماتا ایک وہ جو لوگوں کی امامت کرے اور وہ اسے ناپسند رکھتے

---

[1] درمختار — باب الامامۃ — مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی — ۱/۸۳

[2] مجمع الزوائد — " — " دارالکتاب بیروت — ۲/۶۴

المعجم الکبیر — ما اسند مرثد الغنوی — مطبوعہ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت — ۳/۳۲۸

نوٹ: المعجم الکبیر میں فلیؤمکم علماءکم کی جگہ فلیؤمکم خیارکم ہے اور مجمع الزوائد فلیؤمکم علماءکم ہے اس لئے مجمع الزوائد سے حوالہ نقل کیا ہے (نذیر احمد سعیدی)

[3] سنن ابی داؤد — باب الرجل یؤم القوم وہم لہ کارھون — مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور — ۱/۸۸

marfat.com

ولذا قلنا لیس لمن صلی علیہا ان یعید مع الولی لان تکرارھا غیر مشروع وان صلی من لہ حق التقدم او من لیس لہ حق التقدم وتابعہ الولی لا یعید وان صلی الولی بحق بان لم یحضر من یقدم علیہ لا یصلی غیرہ بعدہ[1] اھ ملخصا۔

اپنے حق کی وجہ سے ہے نہ کہ اسقاطِ فرض کے لئے اسی وجہ سے ہم کہتے ہیں کہ جس نے پہلے جنازہ پڑھ لیا ہو وہ ولی کے ساتھ اعادہ نہ کرے کیونکہ جنازہ کا تکرار مشروع نہیں۔ اگر جنازہ کسی ایسے شخص نے پڑھایا جس کو ولی پر حقِ تقدم تھا (مثلاً قاضی یا نائب یا امام مسجد) یا اس شخص نے پڑھایا جس کو ولی پر حقِ تقدم نہ تھا مگر ولی نے شرکت کرلی تو پھر جنازہ کا اعادہ نہیں کیا جاسکتا اور اگر ولی نے اپنے استحقاق کے بموجب جنازہ پڑھایا بایں طور پر کہ وہاں اور کوئی صاحب حقِ تقدم نہیں تھا تو اس کے بعد کوئی دوبارہ جنازہ نہیں پڑھ سکتا اھ ملخصاً (ت)

اور پانچ تکبیریں تو ہمارے ائمہ اربعہ بلکہ جمہور ائمہ کے نزدیک منسوخ ہیں بلکہ امام ابوعمر یوسف بن عبدالبر مالکی نے فرمایا چار پر اجماع منعقد ہوگیا ولہذا ہمارے علماء کرام حکم فرماتے ہیں کہ امام پانچویں تکبیر کہے تو مقتدی ہرگز ساتھ نہ دیں خاموش کھڑے رہیں، یہی صحیح ہے، اور بعض روایات میں تو یہاں تک ہے کہ وہ تکبیر پنجم کہے تو یہ سلام پھیر دیں کہ اتباعِ منسوخ کا رد خوب واضح ہوجائے۔

فی الدرالمختار لو کبر امامہ خامسا لم یتبع لانہ منسوخ فیمکث المؤتم حتی یسلم معہ اذا سلم بہ یفتی[2]۔

درمختار میں ہے اگر مقتدی کے امام نے پانچویں تکبیر کہی تو وہ امام کی اتباع نہ کرے کیونکہ یہ منسوخ ہے پس مقتدی ٹھہرا رہے اور امام کے ساتھ سلام پھیرے، اسی پر فتوٰی ہے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

وروی عن الامام انہ یسلم للحال ولا ینتظر تحقیقا للمخالفۃ[3] ط۔

امام اعظم سے یہ بھی مروی ہے کہ مقتدی فی الفور سلام کہہ دے امام کا انتظار نہ کرے تاکہ کھلی مخالفت ہوجائے ط۔ (ت)

زید کی یہ حرکت بھی وہی جہل وجرأت ہے یا غیر مقلدی کی آفت وعلت۔ بہرحال اس کے اقوال مذکورہ سوال

---

۱ درمختار	باب صلوٰۃ الجنازۃ	مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی	۱/۱۲۳
۲ "	"	" " "	۱/۱۲۲
۳ ردالمحتار	"	" مصطفی البابی مصر	۱/۶۴۵

marfat.com

دوسری حدیث میں ہے:

من زار قوما فلا یؤمھم ولیؤمھم رجل منھم[1] رواہ احمد وابوداؤد والترمذی والنسائی عن مالک ابن الحویرث رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

جو شخص کسی قوم کا مہمان ہے وہ ان کی امامت نہ کروائے بلکہ اس قوم میں سے کوئی شخص ان کا امام بنے۔ اس کو احمد، ابوداؤد، ترمذی اور نسائی نے حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ (ت)

درمختار میں ہے:

صاحب البیت ومثلہ امام المسجد الراتب اولی بالامامۃ من غیرہ مطلقا[2] الخ

صاحبِ خانہ اور مقرر امام مسجد کا امامت کروانا دوسرے لوگوں سے مطلقاً بہتر ہے الخ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

ای وان کان غیرہ من الحاضرین من ھو اعلم واقرأ منہ[3]

یعنی اگرچہ حاضرین میں سے کوئی شخص اس گھر والے یا مقرر کردہ امام مسجد سے زیادہ عالم اور قاری ہو۔ (ت)

پس صورت مستفسرہ میں اگر اس امام قدیم میں اس قسم کا کوئی خلل نہ تھا تو بلاشبہ باوصف اُس کی ممانعت کے اس مسافر کا امام بننا ناحق اسکے حق میں دست اندازی کرنا ہُوا اور یہ خود اور وہ چند آدمی جنھوں نے ایسی حالت میں اسے امام بنایا مبتلائے کراہت ومخالف حکم شریعت ہُوئے۔ واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم

مسئلہ ۵۷۲: از سیتاپور محلہ تامس گنج مرسلہ حضور نور العارفین صاحب دام ظلہم المعین ۱۹ ربیع الاول شریف ۱۳۰۹ ہجری

بخدمت علمائے متبحرین ملتمس ہُوں مثلاً کوئی لڑکا کہ عمر اس کی تیرہ[13] یا چودہ[14] برس کی ہے اور وہ قرآن شریف پڑھا ہے لیکن کبھی نماز نہیں پڑھتا اور باوجود ہونے متصل مسجد مکان کے بیٹھا رہتا ہے اور نماز جمعہ کی قصداً نہیں پڑھتا اور نابالغ ہے اور اپنے گھر کی عورات کو لے کر میلہ ہنود میں جیسے کہ میلہ کنبھ اور میلہ ردنا وغیرہ میں جاتا ہے

---

[1] سنن ابوداؤد | باب امامۃ الزائر | مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور | ۱/۸۸

[2] درمختار | باب الامامۃ | " مطبع مجتبائی دہلی | ۱/۸۳

[3] ردالمحتار | " | " مصطفی البابی مصر | ۱/۴۱۳

marfat.com

مسئلہ ۵۷۹ ازعلی گڑھ کارخانہ مہر مرسلہ حافظ عبداللہ صاحب ٹھیکیدار ۶ جمادی الاولیٰ ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کوئی مولوی مقلدین حنفیہ کو ذریۃ الشیطان اور کتاب وسنت کا منکر لکھے اور غیر مقلدی کی اشاعت میں ہمہ تن مصروف ہو اور مسائل خلافیہ مقلدین کا سخت مخالف اور غیر مقلدین کا حامی اور معاون ہو اور مسائل حنفیہ کو مثلاً آمین بالخفا کو اپنی تحریرات میں خرافات لکھے اور بعض اوقات کسی مصلحت دنیوی سے اپنے آپ کو حنفی المذہب ظاہر کرے ایسے شخص کی اقتدا اور اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ اور ایسے شخص کو حنفی کہا جائیگا یا نہیں؟

دوم جس امام شہر سے شہر کے مسلمان بوجہ شرعی ناراض ہوں اور اس کے پیچھے نماز نہ پڑھیں تو اس حالت میں اُس کا امام ہونا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

اللھم انا نعوذبک من الشیطن الرجیم

جو ذریۃ الشیطان، کتاب وسنت کا منکر حنفیہ کرام خصہم اللہ تعالٰی باللطف والاکرام کا نام رکھتا ہے پر ظاہر کہ وہ گمراہ خود کاہے کو حنفی ہونے لگا اگرچہ کسی مصلحت دنیوی سے براہِ تقیہ شنیعہ اپنے آپ کو حنفی المذہب کہے کہ اُس کے افعال و اقوال مذکورۂ سوال اُس کی صریح تکذیب پر دال، منافقین بھی تو زبان سے کہتے تھے: نشھد انک لرسول اللہ[1] ہم گواہی دیتے ہیں کہ حضور اللہ کے رسول ہیں۔ مگر ان ملاعنہ کے گفتار و کردار اس جھوٹے اقرار کے بالکل خلاف تھے، قرآنِ عظیم نے اُن کے اقرار کو ان کے منہ پر مارا:

واللہ یعلم انک لرسولہ واللہ یشھد ان المنفقین لکذبون[2]۔ اللہ خوب جانتا ہے کہ تم بیشک اس کے رسول ہو اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ منافق جھوٹے ہیں۔

ایسے شخص کی اقتدا اور اسے امام بنانا ہرگز روا نہیں کہ وہ مبتدع گمراہ بدمذہب ہے اور بدمذہب کی شرعاً توہین واجب اور امام کرنے میں عظیم تعظیم تو اُس سے احتراز لازم۔ علامہ طحطاوی حاشیہ دُرمختار میں نقل فرماتے ہیں:

من شذ عن جمھور اھل الفقہ والعلم و السواد الاعظم فقد شذ فیما یدخلہ فی یعنی جو شخص جمہور اہل علم وفقہ وسوادِ اعظم سے جُدا ہوجائے وہ ایسی چیز میں تنہا ہُوا جو اُسے دوزخ میں لیجائیگی

---

[1] القرآن ۶۳/۱

[2] القرآن ۶۳/۱

marfat.com

قال الامام الاستروشنی فی کتاب احکام الصغار الصبی اذا غسل المیت جاز[1] اھ ای یسقط بہ الوجوب فسقوط الوجوب بصلاتہ علی المیت اولی لانہا دعاء وھو اقرب للاجابۃ من المکلفین۔

امام استروشنی نے کتاب احکام الصغار میں تصریح کی ہے کہ بچہ اگر کسی میت کو غسل دے تو جائز اھ یعنی اس سے وجوب ساقط ہو جائیگا لہذا میت پر بچے کی نماز سے وجوب نماز بطریقِ اولیٰ ساقط ہو جائے گا کیونکہ نمازِ جنازہ دُعا ہے اور بالغ لوگوں کی بہ نسبت بچّے کی دُعا جلدی قبول ہوتی ہے۔(ت)

اُسی میں ہے:

نقل فی الاحکام عن جامع الفتاوٰی، سقوطہا بفعلہ کرد السلام[2] اھ وتمام تحقیقہ فیہ من الامامۃ ومن الجنائز۔

لیکن احکام میں جامع الفتاوٰی سے منقول ہے کہ بچّے کے نماز جنازہ پڑھانے سے اس کا سقوط ہوجاتا ہے جیسا کہ بچّہ اگر سلام کا جواب دے تو اس کے سلام کا جواب دینا درست ہے اھ اور اس بارے میں تمام تحقیق باب الامامۃ اور باب الجنائز میں ہے۔(ت)

اور اگر بالغ ہے تو ہر نماز یہاں تک کہ فرائض پنجگانہ بھی اس کے پیچھے ہو تو جائیں گے کہ داڑھی مونچھ شرط صحتِ امامت نہیں بلوغ درکار ہے اور وہ ظہور آثار مثل احتلام وغیرہ سے لڑکوں میں بارہ برس کی عمر سے ممکن لیکن جبکہ وُہ تارک الصلوٰۃ اور بلاتاویل تارکِ جمعہ ہے اور بے عذر صحیح ترک مسجد اور ہنود کے میلوں میں جانے اور اپنی عورات کو لے جانے کا عادی ہے تو بوجوہ کثیر فاسق ہے کہ ان میں سے ہر امر فسق کے لئے کافی، تو اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے کہ پڑھی جائے تو شرعاً اس کا اعادہ مطلوب۔

لما صرحوا بہ من کراھۃ الصلوٰۃ خلف الفاسق وان کل صلوٰۃ ادیت مع کراھۃ فانہا تعاد وجوبا لو تحریمۃ وندبا لو تنزیھۃ وقد اختار المحقق الحلبی کراھۃ التحریم فی الفاسق وھو قضیۃ الدلیل لاسیما اذا کان

جیسا کہ فقہا نے اس بات کی تصریح کی ہے کہ فاسق کے پیچھے نماز مکروہ ہے، اور ہر وُہ نماز جو کراہت کے ساتھ ادا کی جائے تو مکروہ تحریمی کی صورت میں اس کا لوٹانا واجب اور تنزیہی کی صورت میں لوٹانا مستحب ہوتا ہے اور محقق حلبی نے اقتدارِ فاسق کے مکروہِ تحریمی ہونے کو مختار قرار دیا ہے اور یہی دلیل کا تقاضا ہے خصوصاً جبکہ

---

[1] و [2] ردالمحتار باب صلوٰۃ الجنائز مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۶۴۱

marfat.com

تو ایسے شخصوں کو امام کرنا گویا دینِ اسلام ڈھانے میں سعی کرنا ہے العیاذ باللہ تعالٰی۔ سنن ابن ماجہ میں جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں :

لا یؤمن فاجر مؤمنا الا ان یقھرہ بسلطانہ یخاف سیفہ او سوطہ[1]۔

ہرگز کوئی فاجر کسی مومن کی امامت نہ کرے مگر یہ کہ وہ اُسے اپنی سلطنت کے زور سے مجبور کر دے کہ اس کی تلوار یا تازیانہ کا ڈر ہو۔ (ت)

صغیری شرح منیہ میں ہے :

یکرہ تقدیم الفاسق کراھۃ تحریم وعند مالک لایجوز تقدیمہ وھو روایۃ عن احمد وکذا المبتدع[2]۔

فاسق کی تقدیم مکروہ تحریمی ہے اور امام مالک رحمہ اللہ تعالٰی کے نزدیک فاسق کی تقدیم جائز ہی نہیں، امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے بھی ایک روایت اسی طرح ہے، بدعتی شخص کا حکم بھی یہی ہے۔ (ت)

مراقی الفلاح میں ہے :

فتجب اھانتہ شرعا فلا یعظم بتقدیمہ للامامۃ واذا تعذر منعہ ینتقل عنہ الٰی غیر مسجدہ للجمعۃ وغیرھا[3]۔

شرعاً فاسق کی اہانت لازم ہے پس امامت کے لئے مقدم کرکے اس کی تعظیم نہ کی جائے، اگر اس کی تقدیم سے روکنا دشوار ہو تو جمعہ اور دیگر نمازوں کے لئے کسی دوسری مسجد کی طرف چلا جانا چاہئے۔ (ت)

حاشیہ طحطاوی علی الدر المختار میں ہے : الکراھۃ فی الفاسق تحریمۃ علی ماسبق[4] (امامتِ فاسق میں کراہت تحریمی ہے جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔ ت) محقق علی الاطلاق فتح میں فرماتے ہیں :

روی محمد عن ابی حنیفۃ وابی یوسف رحمھما اللہ تعالٰی ان الصلٰوۃ خلف اھل الاھواء لاتجوز[5]۔

امام محمد نے امام ابوحنیفہ اور امام ابویوسف رحمہم اللہ تعالٰی سے نقل کیا ہے کہ اہلِ بدعت کے پیچھے نماز جائز نہیں۔ (ت)

---

[1] سنن ابن ماجہ باب فرض الجمعۃ مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ص ۷۷

[2] صغیری شرح منیۃ المصلی مباحث الامامۃ " مطبع مجتبائی دہلی ص ۲۶۴

[3] مراقی الفلاح شرح نور الایضاح مع حاشیۃ الطحطاوی۔ فصل فی بیان الاحق بالامامۃ۔ مطبوعہ نور محمد تجارت کتب کراچی ص ۱۶۵

[4] حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح " " " " " " " " "

[5] فتح القدیر باب الامامۃ مطبوعہ مطبع نوریہ رضویہ سکھر ۱/۳۰۴

marfat.com

کرہ امامۃ الفاسق العالم لعدم اهتمامه بالدین فتجب اهانته شرعا فلا یعظم بتقدیمه للامامة واذا تعذر منعه ینتقل عنه الی غیر مسجده للجمعة وغیرها۔[1]

فاسق عالم کی امامت مکروہ ہے کیونکہ وہ دین کی اتباع کا اہتمام نہیں کرتا لہذا شرعاً اس کی تذلیل واجب ہے پس امامت کے لئے تقدیم کی صورت میں اس کی تعظیم درست نہیں جب اس کا روکنا دشوار ہو تو ایسے حضرات کو جمعہ وغیرہ کے لئے دوسری مسجد میں چلے جانا چاہئے۔ (ت)

طحطاویہ میں ہے:

تبع فیه الزیلعی ومفادہ کون الکراھۃ فی الفاسق تحریمیة۔[2]

زیلعی نے اس میں اسی کا اتباع کیا اس کا مفاد یہ ہے کہ فاسق کے امام ہونے میں کراہت تحریمی ہے (ت)

حاشیہ درمختار میں فرمایا:

فی تقدیمه تعظیمه وقد وجب علیهم اهانته شرعا ومفاد ھذا کراھۃ التحریم فی تقدیمه[3] اھ ابوالسعود۔

فاسق کی تقدیم میں اس کی تعظیم ہے حالانکہ شرعاً اس کی اہانت ان پر لازم ہے، یہ بات اس پر دال ہے کہ فاسق کی تقدیم مکروہِ تحریمہ ہے اھ ابوالسعود۔ (ت)

کبیری میں ہے:

لواستویا فی العلم والصلاح واحدھما اقرأ فقدموا الاخر اساؤا ولا یاثمون فالاساءة لترک السنة وعدم الاثم لعدم ترک الواجب لانھم قدموا رجلا صالحا کذا فی فتاوی الحجة وفیه اشارة الی انھم لوقدموا فاسقا یاثمون بناء علی ان کراھۃ تقدیمه کراھۃ

اگر دو شخص علم وصلاح میں برابر ہوں مگر ایک صاحبِ تجوید ہو تو اگر دوسرے کو امام بنالیا تو وہ اساءت کے مرتکب ہُوئے البتہ گناہ گار نہ ہوں گے۔ اساءت ترکِ سنّت کے سبب ہے اور عدمِ گناہ عدم ترکِ واجب کی وجہ سے ہے کیونکہ انہوں نے ایک صالح شخص کو امام بنایا ہے، فتاوٰی حجہ میں اسی طرح ہے اسی میں اس طرف اشارہ بھی ہے کہ اگر انھوں نے کسی

---

[1] مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی فصل فی بیان الاحق بالامامۃ مطبوعہ اصح المطابع کراچی ص ۱۶۵
[2] حاشیۃ الطحطاوی علی المراقی الفلاح " " " " " " "
[3] حاشیۃ الطحطاوی علی الدرالمختار باب الامامۃ " دارالمعرفۃ بیروت ۱/۲۴۳

اسی طرح جامع الرموز و مجمع الانہر و حاشیہ طحطاویہ علی مراقی الفلاح وغیرہ میں ہے والتفصیل فی رسالتنا المذکورۃ (اس کی تفصیل ہمارے مذکورہ رسالے میں ہے۔ ت) واللہ الموفق سبحٰنہ و تعالٰی اعلم۔

جواب سوال دوم صورتِ مسئولہ میں اُسے امام ہونا حلال نہیں، جو اسے امام بنائے گا گناہگار ہوگا۔ حضور پُرنور سیدعالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ثلثۃ لایقبل اللہ منھم صلوۃ من تقدم قوما وھم لہ کارھون[1] رواہ ابوداؤد ابن ماجۃ عن ابن عمرو ابن خزیمۃ عن انس والترمذی وحسنہ عن ابی امامۃ وابن ماجۃ وابن حبان عن ابن عباس وفی الباب عن طلحۃ التیمی رضی اللہ تعالٰی عنھم عند الطبرانی فی الکبیر۔

تین شخصوں کی نماز اللہ تعالٰی قبول نہیں فرماتا ایک وہ جو کسی قوم کی امامت کرے اور وہ اُسے ناپسند رکھتے ہوں۔ اس کو ابوداؤد اور ابن ماجہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے، ابن خزیمہ نے حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اور ترمذی نے اسے حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کرکے حسن کہا ہے۔ ابن ماجہ اور ابن حبان نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا ہے، اور اس مسئلہ میں طبرانی نے کبیر میں حضرت طلحہ التیمی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بھی روایت کیا ہے۔ (ت)

درمختار میں ہے:

لوام قوما وھم لہ کارھون ان الکراھۃ لفساد فیہ اولانھم احق بالامامۃ منہ کرہ لہ ذلک تحریما[2]۔

اگر کسی نے کسی قوم کی امامت کی حالانکہ وہ قوم اسے ناپسند کرتی ہو خود اس میں فساد کی وجہ سے کراہت ہو یا اس لئے کہ دیگر لوگ فاسق سے زیادہ امامت کے اہل تھے اس صورت میں فاسق کا امام بننا مکروہِ تحریمی ہے۔ (ت)

واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

---

[1] سنن ابی داؤد باب الرجل یؤم القوم وھم لہ کارھون مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۸۸

[2] درمختار باب الامامۃ ؍؍ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۸۳

marfat.com

اور جب تک نہ نہاوے موردِ لعنت ہے اور کہے کہ جو شخص دروازۂ مسجد کو بحفاظتِ مسجد بعد نمازِ عشا قفل کرے اُس مسجد میں نماز قطعی حرام ہے وہ آدمی سنگسار کیا جائے اور بغیر علم احادیث و تفسیر ترجمہ قرآن مجید کرے اور فرض کو سنّت اور واجب کو مستحب بیان کرکے جھُوٹے حوالے کتاب کے دے اور بعد ہونے نماز جنازہ بارہ دوم تکبیر پانچ منسوخہ سے نماز جنازہ پڑھاوے اور بلا وقفیت مسائل وارکان نماز پیش امامی کرے نماز اس کے پیچھے جائز ہے یا نہیں؛ اور جائز کو ناجائز کہے اُس کے حق میں اور اُس کے ممد و معاون کے حق میں شرعاً کیا حکم ہے؟ احکموا اللہ بحوالۃ الکتاب (اللہ تعالیٰ کا حکم بیان کرو حوالہ کتاب کے ساتھ۔ ت)

الجواب

زید جاہل سخت جری، بیباک ہے۔

اوّلاً اس کا علی الاطلاق کہنا کہ جو اپنی بی بی سے قربت کرے جب تک نہ نہائے معاذ اللہ موردِ لعنت ہے شریعت مطہرہ پر سخت افترائے ناپاک ہے حکم صرف اس قدر ہے کہ مھما امکن (جتنا جلدی ممکن ہو۔ ت) نہانے میں تعجیل مندوب و محبوب ہے اگر نہ نہائے تو وضو کر رکھے کہ جہاں جنب ہوتا ہے وہاں فرشتے آنے سے احتراز کرتے ہیں مگر غسل میں تعجیل نہ کرنے والا معاذ اللہ موردِ لعنت ہونا درکنار سرے سے گنہگار بھی نہیں جب تک تاخیر باعث فوتِ نماز یا دخول وقت کراہت تحریمی نہ ہو، خود صاحبِ شرع صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے تعلیم جواز کے لئے بعض اوقات بلکہ خاص شبہائے ماہِ مبارک رمضان میں صبح تک تاخیر غسل فرمائی ہے کہ حضور پُرنور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے اس فعل سے اُمّت کو دو مسئلہ تخفیف ورحمت معلوم ہوں ایک یہی غسل میں تعجیل گو بہتر ہے پر واجب نہیں نماز تک تاخیر کا اختیار رکھتا ہے دُوسرے یہ کہ بحالتِ جنابت صبح کرنے سے روزے میں کوئی خلل یا نقص نہیں آتا۔ احمد و بخاری و مسلم ام المومنین صدیقہ و ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی:

ان النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کان یصبح جنبا من جماع ثم یغتسل ویصوم زاد فی روایۃ فی رمضن[1]

نبی اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم (بعض اوقات) جماع کی وجہ سے جنبی حالت میں صبح کرتے پھر غسل کرتے اور روزہ رکھتے تھے، ایک روایت میں رمضان کا بھی اضافہ ہے۔ (ت)

---

[1] صحیح بخاری — باب الصائم یصبح جنبا — مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی — ۱/ ۲۵۸
صحیح مسلم — باب صحۃ صوم من طلع علیہ الفجر — " " " — ۱/ ۳۵۴
مسند امام احمد بن حنبل — مروی عن عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا — مطبوعہ دار الفکر بیروت — ۶/ ۳۱۳

marfat.com

الشعرانی قدس سرہ الربانی فی المیزان (جیسا اسے ہمارے سردار امام اجل والقطب عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ الربانی نے میزان میں نقل کیا ہے۔ت) رہا مذہب سیدنا امام شافعی رضی اللہ تعالٰی عنہ اُس پر صحت نماز سمجھ لینا نری ہوس ہی ہوس ہے ایک اس مسئلہ میں ان سے توافق سہی پھر کیا ان کے یہاں ایک ہی مسئلہ ہے صدہا مسائل طہارت و صلوٰۃ خلافیہ ہیں جن پر اطلاع تام اُسی مذہب کے عالم متبحر کا کام خصوصاً ان بلاد میں کہ نہ اس مذہب کے علماء نہ کتب بھلا یُوں نہ مانے تو بتائے تو کہ مذہب شافعی میں نواقض وفرائض وضو وغسل وفرائض داخلی وخارجی ومفسدات نماز بتفصیل صُوَر وشقوق وتنقیح اقوال قدیم وجدید ونصوص ووجوہ وتصحیح وترجیح شیخین وغیرہا کیا کیا ہیں اپنے مذہب کس قدر ہیں اور جب نہیں بتا سکتا اور بیشک نہ بتا سکے گا تو مجہول شیئ کی مراعات کیونکر ممکن پھر کہاں سے اطمینان پایا کہ ان کے مذہب پر نماز صحیح ہی ہوگی نہیں نہیں بلکہ بوجہ کثرت خلاف وتکثر حوادث موقعہ فی الاختلاف عادۃً کہیں نہ کہیں وقوع مخالفت ہی مظنون کما لایخفی علی المتدرب ومن لم یقتنع فلیجرب (جیسا کہ ہر صاحب فہم پر واضح ہے اور اگر کوئی اس پر قناعت نہیں کرتا تو وہ خود تجربہ کرے۔ت) اور جب ایسا ہُوا اور کیوں نہ ہوگا تو بیٹھے بٹھائے ازیں سو راندہ ازاں سو ماندہ، نہ اِدھر کے ہُوئے نہ اُدھر کے ہوئے، ایک مذہب پر بھی نماز صحیح نہ ہُوئی، درمختار میں ہے،

لاباس بالتقلید عند الضرورۃ لکن بشرط ان یلتزم جمیع مایوجبہ ذلک الامام لما قدمنا ان الحکم الملفق باطل بالاجماع[1]

ضرورت کے وقت دوسرے امام کی تقلید میں کوئی حرج نہیں البتہ یہ شرط ہے کہ ان تمام امور کا التزام جن کو اس امام نے اس عمل کے واسطے واجب قرار دیا ہے، کیونکہ ہم پہلے بیان کرچکے کہ وُہ حکم جو دو مذہب سے مخلوط ہو وہ بالاجماع باطل ہے۔(ت)

غرض لاأقل اس بیباکی کا اتنا حاصل کہ تین مذہب پر تو دانستہ نماز باطل کرلی اور چوتھے پر صحت کی خبر نہیں فانا للہ وانا الیہ راجعون۔ مولٰی تعالٰی جنھیں توفیق خیر رفیق فرماتا ہے وہ ہر امر میں جہاں تک اپنے مذہب کا مکروہ لازم نہ آئے بقیہ مذاہب کا بھی لحاظ رکھتے ہیں مثلاً محتاط حنفی وشافعی ہرگز مسح کل راس و ولاء و دلک ترک نہ کریں گے کہ آخر مسنون تو ہم بھی جانتے ہیں اور امام مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ کے نزدیک ان کے بغیر طہارت ونماز ہی باطل، تو کیا مقتضائے عقل ہے کہ سنّت چھوڑے اور ایک امام دین کے نزدیک نماز ہی سے منہ موڑے ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم ولہذا علمائے مذاہبِ اربعہ رحمہم اللہ تعالٰی تصریح فرماتے ہیں کہ خروج عن الخلاف بالاجماع مستحب مگر بیباک لوگوں کے نزدیک سنّتِ مصطفٰے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ترک، اپنے امام مذہب کی مخالفت تین مذاہب حقہ پر نمازوں کا بطلان چوتھے پر صحت میں شک وجہالت، یہ سب بلائیں آسان ہیں اور بندھی

---

[1] درمختار كتاب الصلوٰۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۶۲

marfat.com

الناس[1]. رواہ الترمذی وصححہ عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما۔ | جہنم میں بنالے۔ اسے ترمذی نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کرکے صحیح قرار دیا۔

خامساً سادساً سابعاً بے سمجھے بُوجھے مسائلِ شرعیہ میں مداخلت کرنا غلط سلط جو مُنہ پر آیا فرض کو سنّت، واجب کو مستحب، ناجائز کو جائز بتادینا بھی گناہِ عظیم ہے۔ حدیث شریف میں ہے حضور سیّدِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اجرؤکم علی الفتیا اجرؤکم علی النار[2]۔ اخرجہ الدارمی عن عبید اللہ بن ابی جعفر مرسلا۔ | جو تم میں فتوٰی پر زیادہ بیباک ہے آتشِ دوزخ پر زیادہ جری ہے۔ اس کو دارمی نے عبید اللہ بن ابوجعفر سے مرسلاً ذکر کیا ہے۔

ثامناً تاسعاً عاشراً کتابوں کے جھُوٹے حوالے دینا کذب وافتراء اور وہ بھی علماء پر بعدہ بھی ... در دین میں، یہ سب سخت گناہ ہیں، مسائل میں علما پر افتراء، شرع پر افتراء اور شرع پر افتراء خدا پر افتراء۔

قال اللہ تعالٰی لا تقولوا لما تصف السنتکم الکذب ھذا حلال وھذا حرام لتفتروا علی اللہ الکذب ان الذین یفترون علی اللہ الکذب لا یفلحون[3]۔ | ارشادِ ربانی ہے اور نہ کہو اسے جو تمہاری زبانیں جھوٹ بیان کرتی ہیں یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے کہ اللہ تعالٰی پر جھُوٹ باندھو، بے شک جو اللہ تعالٰی پر جھُوٹ باندھتے ہیں ان کا بھلا نہ ہوگا۔ (ت)

اور جنازہ کی نماز جب ایک بار ہو چکی تو ہمارے علمائے کرام کے نزدیک اس کا اعادہ جائز نہیں مگر یہ کہ صاحبِ حق یعنی ولیِ میّت کے بے اذن دیئے عام لوگوں سے کسی نے پڑھا دی اور ولی شریک نہ ہُوا تو اُسے اعادہ کا اختیار ہے پھر بھی جو پہلے پڑھ چکے اب نہ ملیں کہ اس کی تکرار مشروع نہیں۔

فی الدرالمختار فان صلی غیر الولی ممن لیس لہ حق التقدم علی الولی ولم یتابعہ الولی اعاد ولو علی قبرہ ان شاء لاجل حقہ لا لاسقاط الفرض | درمختار میں ہے اگر نمازِ جنازہ ولی کے علاوہ کسی ایسے شخص نے پڑھا دی جس کو ولی پر مقدم ہونے کا حق نہ تھا اور ولی نے اس کی متابعت نہ کی تو ولی اگر چاہے تو قبر پر بھی اعادہ کرسکتا ہے یہ اعادہ اس کے

---

[1] جامع الترمذی باب ماجاء فی الذی یفسر القرآن برأیہ مطبوعہ کتب خانہ رشیدیہ امین کمپنی دہلی ۲/ ۱۱۹

[2] سنن الدارمی باب الفتیا وما فیہ من الشدۃ ” نشر السنۃ ملتان ۱/ ۵۳

[3] القرآن ۱۶/ ۱۱۶

marfat.com

تمیز نہیں رکھتے اور قرأت میں وہ غلطیاں کرتے ہیں جن سے نماز فاسد ہوتی ہے جب تک کوئی سُنّی صحیح القرأت نہ ملے اسی شخص کی اقتدا کریں فان تصحیح الصلوٰۃ اھم من دفع الکراھۃ (کیونکہ نماز کی تصحیح دفع کراہت سے اہم ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

سوال مکرر

مکرر یہ کہ چونکہ سائل نے یہ سوال اپنے ہاتھ سے لکھا ہے لہذا بعض امر پوشیدہ کیا وہ یہ کہ اس شخص کے عقائد بھی کچھ ٹھیک نہیں یعنی عقیدہ غیر مقلدی وغیرہ کا رکھتا ہے سُنّی صحیح العقیدہ نہیں ہے اس میں جو حکم ہو تحریر فرمائیے کہ نماز اس کے پیچھے پڑھیں یا نہیں اور یہ جو اس نے لکھا ہے وہاں لوگ قرآن غلط پڑھتے ہیں تو ایسے سب نہیں ہیں کہ اتنی غلطی کریں کہ نماز نہ ہو، ہاں قاری پُورے طور سے نہیں جیساکہ حق قاری ہونے کا ہے۔

الجواب

فاسق العقیدہ کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے خصوصاً غیر مقلد کہ اُن کی طہارت وغیرہ کسی بات کا کچھ اعتبار نہیں تو ان کے پیچھے نماز محض ناجائز ہے کما حققناہ فی رسالتنا النھی الاکید عن الصلوٰۃ وراء عدی التقلید (جیساکہ اس کی تحقیق ہم نے اپنے رسالے "النھی الاکید عن الصلوٰۃ وراء عدی التقلید" میں کی ہے۔ ت) پس اگر حال یُوں ہے تو صورت متفسرہ میں مسلمانوں پر واجب قطعی کہ اس شخص کو امامت سے معزول کریں اور اس کے پیچھے ہرگز ہرگز اپنی نمازیں برباد نہ کریں واللہ سبحٰنہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۵۸۲ از موضع بکہ جیبلی والا علاقہ جاگل تھانہ ہری پور ڈاک خانہ نجیب اللہ خاں مرسلہ مولوی شیر محمد صاحب ۲۳ رمضان المبارک ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص مولوی حافظ ہوکر روزہ نہ رکھے اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

جو بے عذر شرعی روزہ نہ رکھے فاسق ہے اور فاسق کے پیچھے نماز مکروہ تو اگر دوسرے شخص متقی کے پیچھے نماز مل سکے تو اُس کے پیچھے نہ پڑھے یہاں تک کہ جُمعہ بھی۔ لانہ بسبیل من التحول کما افادہ المولی المحقق حیث اطلق فی الفتح[1] (کیونکہ ایسی صورت میں دوسری مسجد کی طرف منتقل ہونا جائز ہے جیساکہ فاضل محقق نے فتح میں بیان کیا ہے۔ ت) ورنہ پڑھ لے، فانہ اولی من الانفراد[2] کما فی

---

[1] فتح القدیر — باب الامامۃ — مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر — ۱/۳۰۴

[2] ردالمحتار — باب الامامۃ — مطبوعہ مصطفی البابی مصر — ۱/۴۱۳

marfat.com

شاہد عدل کہ وہ فاسق وبیباک ہے اور فاسق کے پیچھے نماز مکروہ ناقص وخراب ہوتی ہے۔

صرح بہ فی الغنیۃ شرح المنیۃ والیہ اشار فی فتاوی الحجۃ و ربما جنح الیہ فی رد المحتار واوضحناہ فی رسالتنا النھی الاکید عن الصلوۃ وراء عدی التقلید۔

غنیہ شرح منیہ میں اس پر تصریح ہے اور اسی کی طرف فتاوی الحجہ میں اشارہ ہے اور رد المحتار میں اسی کی طرف میلان ہے، اور ہم نے اس کی وضاحت اپنے رسالے النھی الاکید عن الصلوۃ وراء عدی التقلید میں کی ہے۔ (ت)

پس حتی الامکان ہرگز اس کی اقتدا نہ کریں اور جتنی نمازیں اس کے پیچھے پڑھ چکے ہوں سب پھیریں اور ان باتوں پر جو اس کے ممد ومعاون ہیں وہ بھی جرم وگناہ میں اس کے شریک ہیں۔

قال اللہ تعالی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان[1]۔

اللہ تعالی نے فرمایا گناہ اور حد سے بڑھنے میں ایک دوسرے کی مدد نہ کرو۔

واللہ تعالی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ ۵۷۷

۱۸ محرم الحرام ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید حافظِ قرآن ہے مگر نوکری خانساماں (بیرا) گیری کرتا ہے اب اس نوکری سے اس نے توبہ کی اور اب اس کے پیچھے لوگ نماز پڑھنے سے کراہت کرتے ہیں آیا کراہت کرنا اُن لوگوں کا جا ہے یا بیجا ہے؛ صاف صاف کتاب اللہ وحدیثِ رسول صلی اللہ تعالی علیہ وسلم سے فرمائیے۔ بینوا توجروا

الجواب

اگر صرف اس وجہ سے کراہت کرتے ہیں کہ اس نے وہ نوکری کی تھی اگرچہ اب توبہ کرلی تو اُن کی کراہت بیجا ہے کہ کوئی گناہ بعد توبہ باقی نہیں رہتا۔ حدیث میں ہے حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں،

التائب من الذنب کمن لا ذنب لہ[2]۔

گناہ سے توبہ کرنے والا اس شخص کی طرح ہوجاتا ہے جس نے کوئی گناہ نہ کیا ہو۔ (ت)

واللہ سبحنہ وتعالی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

---

[1] القرآن ۵/۲

[2] سنن ابن ماجہ باب ذکر التوبہ مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ص ۳۲۳

marfat.com

غرض جب وہ ایسے امور سے بری اور اُس کی اقتدا صحیح ہو اُس وقت بھی ان باتوں میں اس کی متابعت نہ کرے جو اپنے مذہب میں یقیناً ناجائز و نامشروع قرار پاچکی ہیں اگر متابعت کرے گا تو اُس کی نماز اس نامشروع کی مقدار کراہت پر مکروہِ تحریمی یا تنزیہی ہوگی کہ پیروی مشروع میں ہے نہ غیر مشروع میں۔ ردالمحتار میں ہے:

تکون المتابعۃ غیر جائزۃ اذا کانت فی فعل بدعۃ او منسوخ اومالا تعلق لہ بالصلٰوۃ[1]

امام کی متابعت بدعت، عمل منسوخ اور ہر اس عمل میں جائز نہیں جس کا تعلق نماز سے نہ ہو۔ (ت)

پھر خزائن الاسرار پھر حاشیہ شامی میں ہے: انما یتبعہ فی مشروع دون غیرہ[2] (امام کی متابعت مشروع میں جائز لیکن غیر مشروع میں جائز نہیں۔ ت) مجمع الانہر و حاشیہ طحطاویہ میں ہے: ماکان مشروعا یتابعہ فیہ وماکان غیر مشروع لا[3] (ہر مشروع عمل میں امام کی متابعت ہوگی مگر غیر مشروع میں نہیں۔ ت) اسی طرح ترکِ سنّت میں امام کی پیروی نہیں بلکہ موجب اساءت و کراہت ہے اگر وہ چھوڑے مقتدی بجالائے جبکہ اس کی بجاآوری سے کسی واجب فعل میں امام کی متابعت نہ چھوٹے ولہذا علماء فرماتے ہیں اگر امام وقتِ تحریمہ رفع یدین یا تسبیح رکوع و سجود یا تکبیر انتقال یا ذکر قومہ ترک کرے تو مقتدی نہ چھوڑے

کما نص علیہ فی نظم الزندویسی والخانیۃ والخلاصۃ والبزازیۃ والھندیۃ وخزانۃ المفتین وفتح القدیر والغنیۃ والدرالمختار وحاشیۃ الدرر للعلامۃ شرنبلالی وغیرھا وھذا نص البزازیۃ ملخصا تسعۃ اشیاء اذا ترک الامام اتی بھا المأموم رفع الیدین فی التحریمۃ وتکبیرۃ الرکوع او السجود او التسبیح فیھما او التسمیع الخ۔[4]

نظم زندویسی، خانیہ، خلاصہ، بزازیہ، ہندیہ، خزانۃ المفتین، فتح القدیر، غنیہ، درمختار اور حاشیہ درر للعلامہ شرنبلالی اور دیگر کتب میں اس پر تصریح ہے۔ عبارت بزازیہ کا خلاصہ یہ ہے کہ نو ایسی اشیاء ہیں جن کو امام ترک کردے تو مقتدی ان کو بجالائے، تکبیر تحریمہ کے موقعہ پر ہاتھوں کا اٹھانا، رکوع یا سجدہ کے لئے تکبیر یا ان دونوں میں تسبیح یا تسمیع (سمع اللّٰہ لمن حمدہ کہنا) الخ (ت)

---

[1] ردالمحتار مطلب مہم فی تحقیق متابعۃ الامام مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۳۴۸
[2] ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۱/۳۴۹
[3] حاشیۃ الطحطاوی علی الدرالمختار باب الوتر والنوافل ؍؍ دارالمعرفۃ بیروت ۱/۲۸۱
[4] فتاوٰی بزازیۃ مع الفتاوٰی الھندیۃ نوع من الثانی فی صلی المغرب مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۴/۵۸

marfat.com

النار فعليكم معاشر المؤمنين باتباع الفرقة الناجية المسماة باهل السنة والجماعة فان نصرة الله تعالٰی و حفظه وتوفيقه فی موافقتهم وخذلانه وسخطه ومقته فی مخالفتهم وهذه الطائفة الناجية قد اجتمعت اليوم فی مذاهب اربعة وهم الحنفيون والمالكيون والشافعيون والحنبليون رحمهم الله تعالٰی ومن كان خارجا عن هذه الاربعة فی هذا الزمان فهو من اهل البدعة والنار۔[1]

تو اے گروہِ مسلمین! تم پر فرقۂ ناجیہ اہلسنت و جماعت کی پیروی لازم ہے کہ خدا کی مدد اور اس کا حافظ و کارساز رہنا موافقت اہلسنت میں ہے اور اس کا چھوڑ دینا اور غضب فرمانا اور دشمن بنانا سُنیوں کی مخالفت میں ہے اور یہ نجات دلانے والا گروہ اب چار مذہب میں مجتمع ہے حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی، اللہ تعالٰی ان سب پر رحمت فرمائے۔ اس زمانہ میں ان چار سے باہر ہونے والا بدعتی جہنمی ہے۔

اور ان لوگوں کے بدعتی ہونے کا روشن بیان ہم نے اپنے رسالہ النھی الاکید میں لکھا من شاء فلیرجع الیھا (جو شخص تفصیل چاہتا ہے وہ ہمارے اس رسالہ کا مطالعہ کرے۔ ت) اور حدیث میں ہے حضور پُرنور سیدِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من وقر صاحب بدعة فقد اعان علی هدم الاسلام[2]۔ رواه ابن عساكر و ابن عدی عن ام المؤمنين الصديقة وابو نعيم فی الحلية والحسن بن سفيٰن فی مسنده عن معاذ بن جبل والسنجری فی الابانة عن ابن عمر وكابن عدی عن ابن عباس والطبرانی فی الكبير و ابو نعيم فی الحلية عن عبد الله بن بسر رضی الله تعالٰی عنهم موصولا والبيهقی فی الشعب عن ابراهيم بن ميسرة المكی التابعی الثقة مرسلا۔

جو کسی بدعتی کی توقیر کرے اس نے دینِ اسلام کے ڈھانے میں مدد کی۔ اس کو ابن عساکر اور ابن عدی نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے اور ابونعیم نے حلیہ میں، حسین بن سفیٰن نے اپنی سند میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالٰی عنہ سے سنجری نے ابانہ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے، اور مثل ابن عدی کے حضرت حضرت ابن عباس سے، اور طبرانی نے کبیر میں، ابونعیم نے حلیہ میں حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ تعالٰی عنہم سے متصلاً روایت کیا ہے اور امام بیہقی نے شعب الایمان میں ابراہیم بن میسرہ مکی تابعی ثقہ سے اسے مرسلاً روایت کیا ہے (ت)

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار کتاب الذبائح مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۴/ ۱۵۳

[2] شعب الایمان حدیث ۹۴۶۴ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۷/ ۶۱

marfat.com

تکبیرات فی صلٰوۃ الجنازۃ لایتابعہ لظہور خطیئۃ بیقین لان ذلک کلہ منسوخ[1] اھ نقلہ فی عید ردالمحتار۔

یا تکبیراتِ جنازہ پانچ کہتا ہے تو مقتدی اس کی اتباع نہ کرے کیونکہ اس کا غلطی پر ہونا یقینی ہے کیونکہ یہ تمام منسوخ ہیں اھ ردالمحتار کے باب العید میں اس کو نقل کیا ہے۔ (ت)

جلالی پھر شرح المقدمۃ الکیدانیۃ للقہستانی پھر جنائز حاشیۂ شامی میں ہے:

لا تجوز المتابعۃ فی رفع الیدین فی تکبیرات الرکوع[2]۔

تکبیراتِ رکوع کے موقعہ پر امام کے رفع یدین کرنے کی اتباع جائز نہیں۔ (ت)

قومہ میں ہاتھ اٹھا کر دُعا مانگنا شافعیہ کے نزدیک نمازِ فجر کی رکعت اخیرہ میں ہمیشہ اور وتر کی تیسری میں صرف نصف اخیر شہرِ رمضان المبارک میں ہے کہ وہ ان میں دعائے قنوت پڑھتے ہیں۔ قنوتِ فجر تو ہمارے ائمہ کے نزدیک منسوخ یا بدعت، بہرحال یقیناً نامشروع ہے۔ لہذا اس میں پیروی ممنوع، اور جب اصل قنوت میں متابعت نہیں تو ہاتھ اٹھانے میں کہ اس کی فرع ہے اتباع کے کوئی معنی نہیں مگر اصل قومہ رکوع فی نفسہ مشروع ہے لہذا وہ جب تک نمازِ فجر میں قنوت پڑھے مقتدی ہاتھ چھوڑے چُپکا کھڑا رہے۔

درمختار میں ہے:

یاتی الماموم بقنوت الوتر ولو بشافعی یقنت بعد الرکوع لانہ مجتہد فیہ لا الفجر لانہ منسوخ بل یقف ساکتا علی الاظہر مرسلا یدیہ[3]۔

مقتدی وتروں میں دعاءِ قنوت پڑھے اگرچہ اس نے ایسے شافعی المذہب امام کی اقتدار میں نماز شروع کی جو رکوع کے بعد قنوت پڑھنے والا ہو کیونکہ یہ معاملہ اجتہادی ہے البتہ فجر میں قنوت نہ پڑھے کیونکہ وہ منسوخ ہے، بلکہ وہ مقتدی مختار قول کے مطابق ہاتھ چھوڑے خاموش کھڑا رہے۔ (ت)

علامہ شرنبلالی نورالایضاح میں فرماتے ہیں:

اذا اقتدی بمن یقنت فی الفجر قام معہ فی قنوتہ ساکتا علی الاظہر

اگر کسی نے ایسے امام کی اقتدا کی جو فجر میں قنوت پڑھتا ہے تو مختار قول کے مطابق اس کے ساتھ خاموش

---

[1] بدائع الصنائع فصل فی بیان قدر صلٰوۃ العیدین الخ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۲۷۸

[2] ردالمحتار مطلب المراد بالمجتہد فیہ ″ مصطفی البابی مصر ۱/۳۴۸

[3] درمختار باب الوتر والنوافل ″ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۹۴

marfat.com

غیاث المفتی پھر مفتاح السعادۃ پھر شرح فقہ اکبر میں سیدنا امام ابو یوسف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے :

لا تجوز خلف المبتدع[1] (بدعتی کے پیچھے نماز جائز نہیں۔ ت)

فقیر غفر اللہ تعالیٰ نے ان حضرات غیر مقلدین کے پیچھے نماز جائز و ممنوع ہونے کے باب میں ایک مفصل رسالہ مسمّی بہ النہی الاکید عن الصلٰوۃ وراء عدی التقلید لکھا اور اس میں مقدمات مذکورہ کو اس وجہ پر تحقیق اور متعدد دلائل قاہرہ سے ان کے پیچھے نماز ممنوع ہونے کا ثبوت دیا۔

ازانجملہ یہ کہ انھوں نے نماز و طہارت وغیرہا کے مسائل میں آرام نفس کی خاطر وہ باتیں ایجاد کی ہیں جو مذاہب اربعہ عموماً مذہب مہذب حنفی خصوصاً کے بالکل خلاف ہیں مسح سر کے عوض پگڑی کا مسح کافی مانتے ہیں، لوٹے بھر پانی میں تولہ بھر پیشاب پڑ جائے اُس سے وضو جائز ٹھہراتے ہیں کہ یہ مسائل اور ان کے امثال ان کی کتب میں منصوص ہیں، پھر دین میں ان کی بیباکی و سہل انگاری و بے احتیاطی و آرام جوئی مشہور و مشہود و عام گروہ اہل حق بالخصوص حضرات حنفیہ کے ساتھ ان کا تعصب معروف و معہود تو ہرگز مظنون نہیں کہ یہ برعایت مذہب حنفیہ اپنے ان مسائل پر عمل سے بچیں بلکہ بحالتِ امامت بنظرِ تعصب و عداوت اس کا خلاف ہی مظنون۔ پھر جمہور ائمۂ کرام ارشاد فرماتے ہیں کہ شافعی المذہب کی اقتدا بھی اُسی حالت میں صحیح ہوسکتی ہے کہ مواضع خلاف میں مذہب حنفیہ کی رعایت کرتا ہو حنفیہ سے بغض نہ رکھتا ہو ورنہ اصلاً جائز نہیں تو یہ بد مذہب کہ چاروں مذہب سے خارج و مہجور اور رعایت مذہب حنفیہ سے سخت نفور اور بغض و تعصب میں معروف و مشہور، ان کے پیچھے نماز کیونکر روا ہوسکتی ہے۔ فتاوٰی عالمگیری میں ہے :

الاقتداء بشافعی المذھب انما یصح اذا کان الامام یتحامی مواضع الخلاف بان یتوضأ من الخارج النجس من غیر السبیلین کالفصد ولا یکون متعصبا ولا یتوضأ فی الماء الراکد القلیل وان یغسل ثوبہ من المنی ویفرك الیابس منہ ویمسح ربع رأسہ ھکذا فی النھایۃ والکفایۃ ولا یتوضأ بالماء القلیل الذی وقعت فیہ النجاسۃ کذا فی فتاوٰی قاضی خان[2] اھ ملخصا۔

شافعی المذہب (امام) کی اقتدا اس وقت جائز ہے جب وہ مواضع خلاف سے بچتا ہو مثلاً غیر سبیلین سے خارج نجاست مثلاً رگ کاٹنے کی وجہ سے وضو کرتا ہو، مسلک میں متعصب نہ ہو، کھڑے تھوڑے پانی سے وضو نہ کرنے والا ہو، منی لگنے کی صورت میں کپڑا دھوتا ہو یا خشک ہوجانے کی صُورت میں اسے کھُرچ دیتا ہو، سر کے چوتھائی حصے کا مسح کرتا ہو، نہایہ اور کفایہ میں اسی طرح ہے اور اس تھوڑے پانی سے وضو جائز نہ سمجھتا ہو جس میں نجاست واقع ہوئی ہو فتاوٰی قاضی خاں میں اسی طرح ہے اھ تلخیصاً (ت)

---

[1] شرح الفقہ الاکبر — خطبۃ الکتاب — مطبوعہ مصطفی البابی مصر — ص ۵

[2] فتاوٰی ہندیہ — الفصل الثالث فی بیان من یصلح اماما لغیرہ — نورانی کتب خانہ پشاور — ۱/۸۴

marfat.com

بلکہ درمختار میں ہے :

ھو ای الوضع سنۃ قیام لہ قرار فیہ ذکر مسنون فیضع حالۃ الثناء وفی القنوت لا فی قیام بین رکوع وسجود وتکبیرات العید مالم یطل القیام فیضع سراجیۃ[1] اھ ملخصاً۔

وُہ یعنی ہاتھ باندھنا اس قیام کی سنّت ہے جس میں طول اور کوئی ذکر مشروع ہو (یعنی جس کے پڑھنے کا حکم ہو خواہ وُہ ذکر فرض، واجب یا سنّت ہو) پس ثناء اور قنوت کے موقع پر ہاتھ باندھے جائیں، رکوع اور سجود کے درمیان (یعنی قومہ میں) اور تکبیراتِ عید کے قیام میں ہاتھ نہ باندھے جب تک قیام کو طویل نہ کرے، اگر طویل کرے تو باندھ لے، سراجیہ اھ ملخصاً (ت)

حاشیہ علامہ طحطاوی میں ہے :

ظاھرہ یعم ای قیام طال وعلیہ فیضع فی قیام صلٰوۃ التسبیح الذی بین الرکوع والسجود[2]۔

بظاہر اس میں عموم ہے یعنی ہر وہ قیام جو طویل ہو، تو اسی عموم کی بناء پر نماز تسبیح کے رکوع اور سجدوں کے درمیان ہاتھ باندھ لینے چاہئیں کیونکہ یہاں قیام طویل ہے۔ (ت)

یوں ہی ہمارے ائمہ کا اجماع ہے کہ آمین میں سنّت اخفا ہے اور اس کی بجاآوری میں امام سے کسی واجب فعلی میں مخالفت نہیں تو کیوں ترک کی جائے۔

اقول وتحقیق المقام علی ما علمنی الملك العلام ان السنن لا حظ لہا فی المتابعۃ الا بالتبع وذلك لان معنی متابعتك غیرك جعلك نفسك تابعا لہ والتبعیۃ انما تتصور بشیئین احدھما فی نفس اتیان شیئ بمعنی انہ ان فعلہ فعلت وان ترکہ ترکت والاخر فی وقتہ فلا تتقدم علیہ ولا تسبقہ

اقول (میں کہتا ہوں)، مالک علام کی عطا سے تحقیق مقام یہ ہے کہ سُنن میں تبعاً اتباع ہوتی ہے یہ اس لئے کہ تیرا غیر کی متابعت کرنے کا معنی یہ ہے کہ تُو نے اپنی ذات کو اس کے تابع بنادیا ہے، اور یہ تابعیت دو چیزوں وجہ سے متصور ہوگی، ایک یہ کہ شے کو بجالانا اس طریقہ سے کہ اگر اس نے کیا تو تو بھی کرے اگر اس نے ترک کیا تو تُو بھی ترک کرے دوسری وقت میں کہ تو اسی وقت کرے نہ اس سے آگے ہو اور نہ اس سے پہلے

---

[1] درمختار | فصل واذا اراد الشروع الخ | مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی | ۱/۷۴

[2] حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار | " | " دار المعرفۃ بیروت | ۱/۲۱۸

marfat.com

مسئلہ ۵۸۰ از بدایوں مروہی محلہ مرسلہ شیخ محمد حسین صاحب ۹ جمادی الاخری ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ جو شخص حنفی ہو کر مسح میں امام شافعی رحمہ اللہ تعالٰی کا طریقہ عمل میں لائے یعنی چند بال چھو لینے پر اکتفا کرے اُس وقت میں کہ پگڑی باندھے ہو تو اُس کی نماز اور اس کے پیچھے نماز کیسی ہے؟

الجواب

صورت متفسرہ میں اگر یہ شخص واقعی شافعی ہوتا تاہم حنفیہ کی نماز اُس کے پیچھے محض باطل تھی نہ کہ ایسے آزاد لوگ کہ کہیں ہی میں نہیں،

فی الھندیۃ الاقتداء بشافعی المذھب انما یصح اذا کان الامام یتحامی مواضع الخلاف بان یمسح ربع راسہ ھکذا فی النھایۃ والکفایۃ ولایتوضأ بالماء القلیل الذی وقعت فیہ النجاسۃ کذا فی فتاوٰی قاضی خان ولا بالماء المستعمل ھکذا فی السراجیۃ اھ ملخصا[1]۔

ہندیہ میں ہے شافعی المذہب امام کی اقتداء تب جائز ہے کہ وہ مواضع خلاف سے بچنے والا ہو مثلاً چوتھائی سر کا مسح کرے۔ اسی طرح نہایہ اور کفایہ میں ہے، اور اس قلیل پانی سے وضو بھی نہ کرتا ہو جس میں نجاست واقع ہوئی ہے، فتاوٰی قاضی خان میں اسی طرح ہے، اور نہ ماءِ مستعمل سے وضو کرتا ہو، سراجیہ میں یہی ہے اھ تلخیصاً (ت)

اور اس کی اپنی نماز بھی ہمارے ائمہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کے طور پر تو ظاہر کہ محض باطل ہے اور ہم بلاشبہ یہی حکم دیں گے،

فانا انما نفتی بمذھبنا وان کان مذھب غیرنا ما کان کما نص علیہ فی الخلاصۃ والاشباہ وفی الدر المختار ورد المحتار وغیرھا من الاسفار۔

ہم تو اپنے مذہب کے مطابق ہی فتوٰی دیں گے اگرچہ غیر کا مذہب جیسا بھی ہو۔ یہی تصریح خلاصہ، اشباہ، درمختار اور ردالمحتار وغیرہ معتبر کتب میں ہے۔ (ت)

مگر یہاں اور مذاہب پر بھی خیر نہیں سیدنا امام مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ تو ہماری ہی طرح باطل ہی فرمائیں گے کہ ان کے یہاں پورے سر کا مسح فرض ہے، یُوں ہی سیدنا امام احمد رضی اللہ تعالٰی عنہ کہ اُن سے بھی اظہر الروایات فرضیت استیعاب ہے کما نقلہ الامام المولی الاجل القطب سیدی عبدالوھاب

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ الفصل الثالث فی بیان من یصلح اماماً لغیرہ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۸۴

marfat.com

يصلی بصلاته فيما هو محجور فيه عن التقدم عليه والاستبداد دونه وما هو حقيقة الا الواجبات الفعلية اذ هی موضوع الاقتداء اصالة كما نص عليه فی الغنية واشار اليه فی المرقاة[1] تحت قوله صلی الله تعالٰی عليه وسلم انما جعل الامام ليؤتم به ففيها القدوة حقيقة ومنها يسری الٰی غيرها وان سری كوجوب ترك سنة يلزم من فعلها مخالفة الامام فی واجب فعلی فليس ذلك للمتابعة فی ترك السنة بل فی الواجب المذكور كعدم جواز ان ياتی بسنن الركوع قبل ركوع الامام فانه لا يفعلها الا فی الركوع ولا ركوع له قبل ركوعه فعن هذا امتنع تقديمها علی ركوعه لا علی فعلية السنن كما علمت وهذا معنی قولنا لاحظ لها من المتابعة الا بالتبع واذ قد تبين هذا ولله الحمد ظهر ان المقتدی ياتی بالسنن علی مذهب نفسه دون مذهب الامام فان المستبد انما يعمل

پر جاری ہوگی، رہا یہ معاملہ کہ مقتدی نے امام کی نماز میں اقتدا کا التزام کیا تھا تو یہ ان امور میں ہوگا جن میں امام پر تقدم منع ہے اور جن میں مقتدی امام کے بغیر مستقل حیثیت نہیں رکھتا اور وہ امور حقیقۃً واجباتِ فعلیہ ہی ہیں کیونکہ اصالۃً یہی موضوعِ اقتدا ہیں جیسا کہ اس پر غنیہ میں تصریح ہے۔ مرقات میں حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے اس ارشاد گرامی "امام اس لئے بنایا جاتا ہے کہ اس کی اتباع کی جاتے" کے تحت بھی اسی طرف اشارہ کیا ہے تو ان واجبات میں اقتدا حقیقۃً ہے اور ان کے علاوہ میں ان کی وجہ سے ہے مثلاً اس سنت کا ترک واجب ہوگا جس کو بجالانے سے واجب فعلی میں امام کی مخالفت لازم آئے تو یہ ترکِ سنت میں متابعت کی بنا پر نہیں ہے بلکہ واجب مذکور میں مطابقت کی بنا پر ہے جیسا کہ مقتدی سننِ رکوع کو امام کے رکوع سے پہلے بجا نہیں لا سکتا کیونکہ وہ انھیں رکوع کے علاوہ ادا نہیں کر سکتا، اور امام کے رکوع سے پہلے مقتدی کو رکوع کی اجازت نہیں ہے تو اس وجہ سے ان سنن کا امام کے رکوع سے پہلے بجالانا منع ہوگیا، نہ یہ کہ سنن کو بجالانا منع ہے جیسا کہ تو جان چکا ہے ہمارے قول کہ "سنن میں اتباعِ امام تبعاً ہی ہے" کا معنٰی یہی ہے۔ الحمد للہ جب یہ چیز واضح ہوگئی تو یہ بھی واضح ہوگیا کہ مقتدی سنن کی بجا آوری اپنے مذہب کے مطابق کرے گا نہ کہ

---

[1] مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ باب ما علی الماموم الخ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۳/۹۴

marfat.com

ہوئی پگڑی کے پیچ ذرا سست ہو جانا دشوار۔ اللہ عزوجل ہدایت بخشے۔ واللہ سبحٰنہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم وحکمہ عزشانہ احکم۔

مسئلہ ۵۸۱ از شہر کہنہ بریلی ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کو شوق قرآن وحدیث کا نہایت درجہ کا ہے مگر بسبب فکر معاش کے نہیں ہوسکتا ہے اور اقرار کرتا ہے کہ اگر خداوند کریم میری اس فکر کو دُور کردے تو میں اس شوق کو عمر بھر نہیں چھوڑوں گا اور کبھی بچپن سے شوق راگ وغیرہ کا اس زید کو نہیں تھا اور اب جس وقت سے ایک بزرگ کامل یعنی مولوی فضل الرحمٰن صاحب سے مرید ہُوا ہے اس درجہ کا شوق راگ وغیرہ کا اس کو ہوگیا ہے کہ بیان سے باہر یعنی رنڈی اگر ناچتی ہو تو وہاں کھڑا ہو جاتا ہے اور ستار کا اس قدر شوق ہے کہ رات کے ۹ بجے فرصت ہوتی ہے فکر معاش سے تو اس وقت سے لے کر ۲ بجے رات تک بلکہ بعض روز تمام رات ستار بجاتا ہے، اور اگر منع کرو تو کہتا ہے میرے واسطے دعا کرو تاکہ خداوند کریم مجھے اپنی محبت عنایت کرے، اور اگر دریافت کرو کہ جناب مولوی صاحب نے ان چیزوں کا حکم تم کو دیا ہے؟ تو کہتا ہے کہ نہیں ؎

مبادا ہیچ دل بے عشق بازی
اگر باشد حقیقی یا مجازی

(خدا کرے کہ کوئی دل بغیر عشق کے نہ رہے
خواہ عشق حقیقی ہو یا مجازی)

اور قرآن مجید اچھا جانتا ہے عمدہ جاننے میں شک نہیں بلکہ اس کے مقابلے میں اس جگہ پر لوگ غلط پڑھتے ہیں ایسے شخص کے پیچھے نماز صحیح ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

نماز اس شخص کے پیچھے اگرچہ بلاشبہ صحیح ہے۔

لما تقرر فقھا وحدیثا وکلاما من جواز الصلٰوۃ خلف کل بر وفاجر[1] کیونکہ فقہی، حدیثی اور کلامی طور پر ثابت ہوچکا ہے کہ ہر نیک اور فاجر کے پیچھے نماز جائز ہے (ت)

مگر کراہت رکھتی ہے لہذا دوسرے شخص کو جو ایسے امور سے خالی اور باوجود اس کے سُنّی صحیح العقیدہ وقاری صحیح القرآت ہو امام مقرر کریں، ہاں اگر یہ بیان سچ ہے کہ وہاں اس شخص کے علاوہ سب غلط خواں ہیں یعنی حروف میں

---

[1] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی الامامۃ وفیہا مباحث مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۱۴

marfat.com

علی مذهب غیرہ احق واحری واللّٰه تعالٰی اعلم وعلمه اتم واحکم۔

ہے، پس دیگر مذہب پر جرأت کا ترک ہی زیادہ مناسب و لائق ہے، اللّٰہ تعالٰی سب سے بہتر جانتا ہے اس کا علم اتم اور سب سے کامل ہے (ت)

مسئلہ ۵۸۴ ازملک آسام ضلع جوہاٹ ڈاک خانہ گنٹگا مقام سرائے بہی مرسلہ سید محمد صفار الدین صاحب ۱۰ ربیع الاول شریف ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عدیم البصر کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

بلاشبہہ جائز ہے مگر اولٰی نہیں مکروہ تنزیہی ہے جبکہ حاضرین میں کوئی شخص صحیح العقیدہ غیر فاسق قرآن مجید صحیح پڑھنے والا اس سے زائد یا اس کے برابر مسائلِ نماز وطہارت کا علم رکھتا ہو ورنہ وہ عدیم البصر ہی اولٰی و افضل ہے جو باوصف صفات مذکورہ باقی حاضرین سے اُس علم میں زائد ہو۔ ہندیہ میں ہے:

الاولی بالامامة اعلمهم باحکام الصلٰوة هکذا فی المضمرات، وهو الظاهر هکذا فی البحر الرائق، هذا اذا علم من القرأة قدر ما تقوم به سنة القرأة هکذا فی التبیین، ولم یطعن فی دینه کذا فی الکفایة، وهکذا فی النهایة، ویجتنب الفواحش الظاهرة وان کان غیرہ اورع منه کذا فی المحیط، وهکذا فی الزاهدی، وان کان متبحرا فی علم الصلٰوة لکن لم یکن له حظ فی غیرہ من العلوم فهو اولی کذا فی الخلاصة۔[1]

امامت کے لئے سب سے بہتر وہ ہے جو احکامِ نماز سے زیادہ آگاہ ہو۔ مضمرات میں یہی ہے، اور مختار بھی یہی ہے، بحرالرائق میں اسی طرح ہے۔ یہ اس وقت ہے جب اتنی قرأت سے واقف ہو جس سے قرأتِ مسنونہ ادا ہوجاتی ہو، تبیین میں اسی طرح ہے۔ کفایہ اور نہایہ میں ہے کہ اس کے دین پر طعن نہ ہو۔ محیط اور زاہدی میں ہے کہ وُہ فواحشِ ظاہری سے بچنے والا ہو اگرچہ کوئی دوسرا اس سے زیادہ صاحبِ ورع ہو۔ خلاصہ میں ہے اگر وہ مسائلِ نماز کے بارے میں نہایت ہی ماہر ہو لیکن وہ دیگر علوم میں واقفیت نہ رکھتا ہو تو پھر وہی اولٰی ہے (ت)

اسی میں ہے:

تجوز امامة الاعرابی والاعمی والعبد

اعرابی، نابینا اور غلام کی امامت جائز ہے

---

[1] فتاوٰی ہندیہ الفصل الثانی فی بیان من هو احق بالامامة مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۸۳

marfat.com

ردالمحتار عملا بقول من یقول ان الکراھة فیه تنزیھة (کیونکہ اقتدار تنہا نماز ادا کرنے سے اولیٰ ہے جیسا کہ ردالمحتار میں ہے تاکہ اس کے قول پر عمل ہوجائے جو اسے مکروہ تنزیہی کہتا ہے۔ ت) اور پڑھ کر پھر پھیرلے لما ذھب الیه کثیر من العلماء ان الکراھة فیه تحریمیة[2] وھو الذی حققه فی الغنیة وغیرھا وھو الاظھر کما بیناہ فی فتاونا (کیونکہ اکثر علماء کے نزدیک اس میں کراہت تحریمی ہے جیسا کہ غنیہ وغیرہا میں ثابت ہے اور یہی مختار ہے اسے ہم نے اپنے فتاوی میں بڑی تفصیل سے لکھا ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۵۸۳ از کلکتہ دھرم تلہ ۶ مرسلہ جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب ۲۶ صفر ۱۳۱۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر امام شافعی المذہب ہو اور مقتدی حنفی تو اُن امور میں جو حنفی کو جائز نہیں جیسے آمین بالجہر کہنا اور رفع یدین اور قومہ میں ہاتھ اٹھا کر دُعا مانگنا امام کی متابعت کرے یا نہ کرے؟ اور ایسے ہی مقتدی شافعی المذہب کو اپنے مذہب کے خلاف امور میں امام حنفی المذہب کی متابعت چاہئے یا نہیں؟ اور اگر متابعت کرے تو اس کی نماز کا کیا حال؟ بینوا توجروا۔

الجواب

حنفی جب دوسرے مذہب والے کی اقتدار کرے جہاں اس کی اقتدار جائز ہو کہ اگر امام کسی ایسے امر کا مرتکب ہو جو ہمارے مذہب میں ناقض طہارت یا مفسد نماز ہے جیسے آب قلیل متنجس یا مستعمل سے طہارت یا چوتھائی سر سے کم کا مسح یا خونِ فصد وریم زخم و قے وغیرہا نجاسات غیر سبیلین پر وضو نہ کرنا یا قدر درم سے زائد منی آلودہ کپڑے سے نماز پڑھنا یا صاحبِ ترتیب ہوکر باوصف یاد فائتہ و وسعت وقت بے قضائے فائتہ نماز وقتی شروع کردینا یا کوئی فرض ایک بار پڑھ کر پھر اُسی نماز میں امام ہوجانا تو ایسی حالت میں تو حنفی کو سرے سے اُس کی اقتداء جائز ہی نہیں اور اس کے پیچھے نماز محض باطل،

کما نص علیه فی عامة کتب المذھب بل فی الغنیة اما الاقتداء بالمخالف فی الفروع کالشافعی فیجوز مالم یعلم منه ما یفسد الصلاة علی اعتقاد المقتدی علیه الاجماع انما اختلف فی الکراھة اھ[1]

جیسا کہ اس پر عامہ کتب مذہب میں تصریح ہے بلکہ غنیہ میں ہے فروعات میں مخالف مثلاً شافعی المسلک کی اقتداء اس وقت جائز ہوگی جب اس سے ایسے عمل کا علم نہ ہو جو اعتقادِ مقتدی میں مفسدِ نماز ہو جواز پر اجماع ہے البتہ کراہت میں اختلاف ہے اھ (ت)

---

[1] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی الامامۃ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۱۳

[2] ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ص ۶ ۱۳

marfat.com

وھو اعمٰی[1]۔ حالانکہ وہ نابینا تھے (ت)

علماء فرماتے ہیں انھیں امام مقرر کرنے کی یہی وجہ ہے کہ حاضرین میں سب سے یہی افضل تھے بحرالرائق میں ہے:

قید کراھۃ امامۃ الاعمٰی فی المحیط وغیرہ بان لایکون افضل القوم فان کان افضلھم فھو اولٰی وعلی ھذا یحمل تقدیم ابن ام مکتوم لانہ لم یبق من الرجال الصالحین للامامۃ فی المدینۃ احد افضل منہ حینئذ ولعل عتبان بن مالك کان افضل من کان یؤمہ ایضاً اھ[2]۔

محیط وغیرہ میں امامتِ اعمٰی کے مکروہ ہونے کے لئے یہ قید لگائی گئی ہے کہ وہ اعمٰی اس قوم سے افضل نہ ہو، اگر وہ دوسروں سے افضل ہے تو وہی بہتر ہوگا اور حضرت ابن مکتوم رضی اللہ تعالٰی عنہ کی تقدیم کو بھی اسی بات پر محمول کیا جاتا ہے کہ اس وقت مدینہ منورہ میں ان سے بڑھ کر امامت کا اہل کوئی نہیں تھا، ممکن ہے حضرت عتبان بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ بھی دوسرے لوگوں سے افضل ہوں۔

قلت وقد سمعت انہ کان من الاصحاب البدریین رضی اللہ تعالٰی عنھم اجمعین فان لم یکن فی من کان یؤمھم من شھد بدرا کان افضلھم بالیقین۔

قلت (میں کہتا ہوں)، آپ نے سن لیا ہے کہ وہ اصحابِ بدر رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین میں سے تھے اگر ان کے مقتدیوں میں کوئی بھی اصحابِ بدر میں سے نہ تھا تو وہ بالیقین ان سے افضل ہوئے (ت)

واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۵۸۵ تا ۵۸۸ ازشاہجہانپور محلہ بابوزئی مرسلہ شاہ فخر عالم صاحب قادری ۲۲ ربیع الآخر شریف ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس باب میں کہ مسجد میں بحکم والی ملک (زید) جو حافظِ قرآن ومتشرع ہے قدیم سے خدمتِ امامت بجالاتا ہے اور اس کی تنخواہ پاتا ہے لیکن بکر جو دوسرے سررشتہ کا ملازم ہے اور اس کے پاس باوجودیکہ کوئی حکم فسخ امامت زید کا نہیں ہے اور نہ بکر کو حکم امامت کا والی ملک کے یہاں سے ملا اور عموماً مقتدیان بکر کی امامت سے بوجوہاتِ ذیل ناراضمند ہیں:

(۱) یہ کہ بکر بعض اوقات رقص طوائف دیکھ لیتا ہے۔

---

[1] مسند احمد بن حنبل مروی از مسند انس بن مالک مطبوعہ دار الفکر بیروت ۳/۱۹۲
سنن ابو داؤد باب امامۃ الاعمٰی مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۸۸

[2] بحرالرائق باب الامامۃ " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۳۴۸

marfat.com

یوں ہی تکبیراتِ عیدین میں رفع یدین فی الدر یرفع یدیہ فی الزوائد ان لم یرامامہ ذٰلک الخ[1] (درمختار میں ہے تکبیرات زوائد میں اپنے ہاتھ بلند کرے خواہ امام اس عمل کو جائز نہ سمجھتا ہو الخ۔ ت) اور اگر رکوع وسجود میں ایک ہی تسبیح کہہ کر سر اٹھائے تو مقتدی بھی ناچار سنّتِ تثلیث ترک کرے ورنہ قومہ وجلسہ کی متابعت میں خلل آئیگا

هو الصحيح كما فى الخانية والخلاصة والخزانة والوجيز والفتح والبحر وغيرها من الاسفار الغر وهذا نظم الدر انه مما يبتنى على لزوم المتابعة فى الاركان انه لو رفع الامام راسه من الركوع او السجود قبل ان يتم الماموم التسبيحات الثلث وجب متابعته[2]۔

یہی صحیح ہے جیسا کہ خانیہ، خلاصہ، خزانہ، وجیز، فتح، بحر وغیرہ معتبر کتابوں میں ہے، درمختار کے الفاظ یہ ہیں ارکانِ نماز میں امام کی پیروی لازم ہونے پر یہ مسئلہ مبنی ہے کہ اگر امام نے اپنا سر رکوع وسجود سے مقتدی کی تین تسبیحات مکمل ہونے سے پہلے اٹھالیا تو مقتدی پر متابعتِ امام لازم ہے۔ (ت)

شرح منیہ علامہ ابراہیم حلبی وحاشیہ سیّد ابن عابدین میں ہے:

الاصل عدم وجوب المتابعة فى السنن فعلا فكذا تركا وكذا الواجب القولى الذى لا يلزم من فعله المخالفة فى واجب فعلى كالتشهد وتكبير التشريق بخلاف القنوت وتكبيرات العيدين اذ يلزم من فعلها المخالفة فى الفعل وهو القيام مع ركوع الامام الخ[3] اھ ملخصا۔

اصل یہ ہے کہ سنن میں امام کی متابعت جس طرح فعلاً لازم نہیں اسی طرح ترکاً بھی لازم نہیں، یہی حکم اس واجب قولی کا ہے کہ جس کے بجالانے سے کسی واجب فعلی کی مخالفت لازم نہ آئے مثلاً تشہد اور تکبیراتِ تشریق بخلاف دعا قنوت اور تکبیراتِ عیدین کے کیونکہ ان کے بجالانے سے فعل میں مخالفت لازم آتی ہے، یعنی ایسی صورت میں امام رکوع میں ہوگا اور مقتدی حالتِ قیام میں ہوگا الخ اھ تلخیصاً۔ (ت)

جب یہ اصول معلوم ہولئے تو اُن تینوں فروع کا حکم بھی انھیں سے نکل سکتا ہے رکوع وغیرہ میں رفع یدین ہمارے ائمہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کے نزدیک منسوخ ہوچکا ہے اور منسوخ پر عمل نامشروع، تو اس میں متابعت نہیں۔ امام ملک العلماء ابوبکر مسعود کاشانی قدس سرہ الربانی بدائع میں فرماتے ہیں:

لو اقتدى بمن يرفع يديه عند الركوع او بمن يقنت فى الفجر او بمن يرى خمس

اگر کسی نے ایسے امام کی اقتدا کی جو رکوع کے وقت رفع یدین کرتا ہے یا نمازِ فجر میں قنوت پڑھتا ہے

---

[1] درمختار | باب العیدین | مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی | ۱/ ۱۱۶
[2] " " | فصل واذا اراد الشروع الخ | " " " | ۱/ ۷۵
[3] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی | فصل فی الامامۃ | مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور | ص ۵۲۸

marfat.com

بتقدیمہ للامامة واذا تعذر منعه ینتقل عنه الی غیر مسجدہ للجمعة وغیرھا[1]

مقدم کرکے اس کی تعظیم نہ کی جائے اور جب اسے امامت سے روکنا متعذر ہو تو جمعہ وغیرہ کے لئے آدمی کسی دوسری مسجد میں چلا جائے۔(ت)

غنیہ میں ہے:

فی فتاوی الحجة اشارة الی انهم لو قدموا فاسقا یاثمون[2] اھ ملخصا

فتاوی الحجہ میں ہے اس سے اشارہ ہے کہ اگر لوگوں نے فاسق کو امام بنایا تو تمام گنہ گار ہوں گے اھ ملخصاً (ت)

ردالمحتار میں ہے:

بقی لوکان مقتدیا بمن یکرہ الاقتداء به ثم شرع من لاکراهة فیه هل یقطع ویقتدی به استظهر ط ان الاول لو فاسقا لایقطع ولو مخالفا وشك فی مراعاته یقطع اقول والاظهر العکس لان الثانی کراهته تنزیهیة کالاعمی والاعرابی بخلاف الفاسق فانه استظهر فی شرح المنیة انها تحریمیة لقولهم ان فی تقدیمه للامامة تعظیمه وقد وجب علینا اهانته بل عند مالك و روایة عن احمد لاتصح الصلوٰة خلفه[3] اھ قلت والحکم فیما نحن فیه ابین واظهر علی کلا الاستظهارین کما لایخفی من حال ذلك الافسق الاطغی۔

باقی رہا یہ معاملہ کہ اگر کسی نے اقتداء کی اس شخص کی جس کی اقتداء مکروہ تھی پھر ایسے شخص نے نماز شروع کی جس میں کراہت نہ تھی تو کیا نماز قطع کردے اور دوسرے کی اقتداء کرے؟ ط نے اس کو ترجیح دی ہے کہ اگر اول فاسق ہو (یعنی مخالف نہ ہو) تو نماز قطع نہ کرے اور اگر وہ مخالف ہو اور رعایتِ نماز میں شک ہو تو قطع کردے، میں کہتا ہوں مختار اس کا عکس ہے کیونکہ دوسری (یعنی مخالف کی) صورت میں کراہت تنزیہی ہے جیسا کہ نابینا اور اعرابی کی امامت میں ہے بخلاف فاسق کے کہ اس کے بارے میں شرح منیہ میں ہے کہ مختار یہی ہے کہ اس کی امامت مکروہ تحریمی ہے کیونکہ فقہا کہتے ہیں کہ اس کو امام بنانے کی بنا پر اس کی تعظیم ہوگی حالانکہ ہم پر اس کی اہانت لازم ہے بلکہ امام مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ کے نزدیک اور ایک روایت کے مطابق امام احمد رضی اللہ عنہ کے نزدیک فاسق کے پیچھے نماز جائز ہی نہیں اھ قلت (میں کہتا ہوں) جس کے بارے

---

[1] مراقی الفلاح مع حاشیة الطحطاوی فصل فی بیان الاحق بالامامة مطبوعہ نور محمد تجارت کتب کراچی ص ۱۶۵
[2] غنیة المستملی شرح منیة المصلی فصل فی الامامة " سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۱۳
[3] ردالمحتار باب ادراک الفریضہ " مصطفی البابی مصر ۱/۵۲۵

marfat.com

ویرسل یدیہ فی جنبیہ۔[1] کھڑا رہے اور اپنے ہاتھ اپنے پہلوؤں کی طرف چھوڑ دے۔ (ت)

اور نمازِ وتر میں اگر شافعی کے پیچھے اقتدا باقی رہے (کہ وہ وتر کے دو ٹکڑے کرتے ہیں پہلے تشہد پر سلام پھیر کر اخیر رکعت اکیلی پڑھتے ہیں اگر امام نے ایسا کیا جب تو رکعت قنوت آنے سے پہلے ہی اس کی اقتدا قطع ہوگئی اب نہ وہ امام نہ یہ مقتدی، نہ اس کے وتر صحیح کہ اس کی وسط نماز میں عمداً سلام واقع ہوا فی الدرالمختار صح الاقتداء فیہ بشافعی لم یفصلہ بسلام لا ان فصلہ علی الاصح[2] اھ ملخصا درمختار میں ہے وتر میں حنفی کو اس شافعی کی اقتدا درست ہے جو وتر کو سلام کے ساتھ جُدا نہ کرے (یعنی دو رکعت پر سلام نہ پھیرے) اگر امام نے وتر کو دوگانہ کے بعد سلام پھیر کر جُدا کیا تو اصح قول کے مطابق اس کی اقتدا درست نہیں ہے اھ ملخصاً) جب ایسا نہ ہوا اور اقتدار قائم رہے) تو اگرچہ شافعیہ قنوت قومہ میں پڑھتے ہیں اور ہمارے مذہب میں اس کا محل قبل رکوع، مگر ہمارے علماء نے تمام متون و شروح و فتاوٰی میں مقتدی کو حکم دیا کہ یہاں قنوت میں متابعت کرے، اور اس کا منشا وہی کہ اسے بالکل نامشروع نہیں ٹھہراتے والمسئلۃ منصوص علیہا بدلیلہا فی الھدایۃ والکافی وسائر الشروح (اس مسئلہ سے متعلق عبارات بمع دلائل ہدایہ، کافی اور دیگر شروح میں موجود ہیں۔ ت)

رہا یہ کہ مقتدی اس حالت میں اتباعِ امام کرے یا اتباعِ مذہبِ امام یعنی ہاتھ باندھے یا چھوڑے یا دعا کی طرح اٹھائے، کیا کرنا چاہئے، اس کی تصریح نظرِ فقیر سے نہ گزری، نہ اپنے پاس کی کتبِ موجودہ میں اس سے تعرض پایا، ظاہر یہ ہے کہ مثل قیام ہاتھ باندھے گا کہ جب اسے قنوت پڑھنے کا حکم ہے تو یہ قیام ذی قرار و صاحبِ ذکر مشروع ہوا اور ہر ایسے قیام میں ہاتھ باندھنا نقلاً و شرعاً سنّت اور عقلاً و عرفاً ادبِ حضرت اور ترکِ سنّت میں امام کی پیروی نہیں،

وقد یؤید ذلک اطلاقہم قاطبۃ سنیۃ الوضع فی حالۃ القنوت کما فی عامۃ الکتب المذھبۃ فیکون متناولا لھذا القنوت المخصوص ایضاً۔ اس کی تائید فقہا کی ان عبارات سے ہوتی ہے جن میں ہے کہ قنوت کے موقع پر ہاتھ باندھنا سنّت ہے جیساکہ عام کتبِ مذہب میں ہے تو وہ حکم اس مخصوص قنوت کو بھی شامل ہوگا۔ (ت)

---

[1] نورالایضاح — باب الوتر — مطبوعہ مطبع علیمی لاہور — ص ۳۸

[2] درمختار — باب الوتر والنوافل — ؍؍ ؍؍ مجتبائی دہلی — ۱/۹۴

marfat.com

علی من تعدی علی وظیفۃ امام ساتب فصلی فیھا قھرا علی صاحبھا وعلی الماموین امکن ان یقال حینئذ ان ذلک کبیرۃ لان غصب المناصب اولی بالکبیرۃ من غصب الاموال المصرح فیہ بانہ کبیرۃ اھ[1] ملخصا۔

مقرر امام پر زیادتی کی اور اس پر اور مقتدیوں پر جبراً اپنی امامت کو مسلط کیا تو اس وقت کہا جا سکتا ہے کہ یہ عمل کبیرہ گناہ ہے کیونکہ مناصب کا غصب کرنا بطریق اولیٰ کبیرہ ہے اس غصب سے جو مال کا ہو جس کے کبیرہ ہونے پر تصریح موجود ہے اھ ملخصاً (ت)

واللہ سبحٰنہ وتعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۵۸: از کلکتہ دھرم تلا نمبر ۶ مرسلہ جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب ۵ جمادی الاٰخری ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو امام نماز پڑھانے پر نوکر ہے اس کی اقتدا کی جائے یا جماعت ترک کی جائے؟ بینوا توجروا

الجواب

قطعاً اقتدا کی جائے اس عذر پر ترکِ جماعت ہرگز جائز نہیں متقدمین کے نزدیک جو اُجرت لے کر امامت کرنے والے کے پیچھے نماز میں کراہت تھی اس بنا پر کہ اُن کے نزدیک امامت پر اُجرت لینا ناجائز تھا وہ بھی ایسی نہ تھی جس کے باعث ترکِ جماعت کا حکم دیا جائے اب کہ فتوٰی جواز اجرت پر ہے تو وہ کراہت بھی نہ رہی طحطاوی میں زیرِ قول درمختار تکرہ خلف من ام باجرۃ قہستانی (اس شخص کے پیچھے نماز مکروہ ہے جو اُجرت لے قہستانی۔ ت) فرمایا:

ھذا مبنی علی بطلان الاستئجار علی الطاعات وھی طریقۃ المتقدمین والمفتی بہ جوازہ خوف تعطیل الشعائر حلبی و ابو السعود[2]۔

یہ حکم اس پر مبنی ہے کہ عبادات پر اجرت لینا جائز نہیں (باطل ہے) اور یہ متقدمین کا طریقہ تھا اب مفتیٰ بہ قول یہ ہے کہ اُجرت لینا جائز ہے ورنہ شعائر اسلامی کے معطل ہونے کا خوف ہے حلبی و ابو السعود (ت)

اسی طرح ردالمحتار وغیرہا میں ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۵۹: از مارہرہ مطہرہ ضلع ایٹہ مرسلہ حضرت سید ظہور حیدر میاں صاحب ۱۱ جمادی الاٰخری ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کو بہت رکوع اور سورتیں یاد ہیں جن سے وہ نماز پڑھاتا

---

[1] الزواجر عن اقتراف الکبائر الکبیرۃ السادسۃ والثمانون مطبوعہ دارالفکر بیروت ۱/۲۴۰

[2] حاشیۃ الطحطاوی باب الامامۃ ؍؍ دارالمعرفۃ بیروت ۱/۲۴۴

marfat.com

اليه وان لم يكن فعلك متوقفا على
فعله ولا متقيدا بتقدمه بل تفعله
وان لم يفعل وتبادر اليه وان لم
ياخذ فيه بعد فما انت تابع له بل
انت مستقل بنفسك غير تابع ولا متابع
وهذا ظاهر جدا واذ قد علمت
ان اتيان الماموم بالسنن
غير متقيد باتيان الامام بل
ياتي بها ان تركها كما اسمعناك
عليه نصوص الائمة ، ومن لازم ذلك
جواز التقدم عليه مع الندب
اليه لجواز ان يرجع الامام بعد
الترك الى الفعل كما اذا ركع فصوب
راسه وطبق اكفه اوضم اصابعه
اوبقي صامتا غير مسبح والماموم
قد فعل كل ذلك بطلب الشرع ثم
عاد الامام فسوى واخذ وخرج و
سبح فقد تقدم فعل الماموم وهو فيه
غير ملوم بل اليه مندوب وهو منه
معتمد محسوب فقد ثبت ان لا مدخل
للمتابعة في السنن والمستحبات
بل الماموم مستبد فيها
غير داخل تحت حكم الامام
ولم يتناوله تحكيمه اياه
على ذاته، والتزامه ان

اور تیرا ایسا فعل جو اس کے فعل پر موقوف نہ ہو اور نہ ہی
اس کے تقدم کے ساتھ مقید ہو بلکہ آپ اسے کر سکتے
ہیں اگرچہ امام اسے نہ کرے، اسی طرح آپ اس کی
طرف بڑھ سکتے ہیں اگرچہ امام ابھی تک اس میں شروع نہیں
ہوا۔ تو آپ اس میں کسی معنی میں بھی تابع
نہیں بلکہ آپ کی اس میں مستقل حیثیت ہے نہ کہ تابع
اور متابع کی، اور یہ بات نہایت ہی ظاہر ہے اور جب
آپ یہ جان چکے کہ مقتدی کا سنن پر عمل امام کے بجالانے
کے ساتھ مقید نہیں بلکہ امام کے ترک کی صورت میں مقتدی
انھیں بجالاسکتا ہے جیسا کہ ہم نے بہت سے ائمہ کے
اقوال سے آپ پر واضح کیا ہے اس کا لازمی تقاضا یہ ہے
کہ مقتدی کیلئے امام پر تقدم جائز جب مقتدی اس شئی کو مستحب
بھی جانے کیونکہ ہوسکتا ہے کہ امام ترک کے بعد اسے بجالائے
مثلاً امام نے رکوع میں سرپست کر دیا، اپنی دونوں ہتھیلیاں
بند کر لیں، یا انگلیاں متصل رکھیں یا تسبیح
کہے بغیر خاموش رہا حالانکہ مقتدی ان تمام کو
بجا لایا کیونکہ شرعاً یہ تمام مطلوب تھیں پھر امام لوٹا اور
اس نے سر برابر کیا، ہتھیلیوں سے گھٹنے پکڑے،
انگلیوں میں انفصال کیا اور تسبیح کہی تو یہاں اگرچہ مقتدی
نے پہلے عمل کیا لیکن یہ غیر مناسب نہیں لہذا اسے
ملامت نہ کی جائے گی بلکہ یہ اس کے لئے مستحب ہے
اور اس پر اسے ثواب ملے گا، پس اس سے ثابت
ہو گیا کہ سنن اور مستحبات میں متابعت کا کوئی دخل
نہیں، بلکہ مقتدی ان میں مستقل ہے اور وہ امام کے
حکم کے تحت داخل نہیں اور نہ ہی اس کی تحکیم اس کی ذات،

marfat.com

بترکہ اللفظ فضلا عن المعنی۔

الفاظ میں کوئی تبدیلی نہیں آتی چہ جائیکہ معنی میں تبدیلی آئے۔(ت)

(۳) جن حروف مد یا لین پر مد نہیں مثلاً قال یقول قیل قول خیر۔ ان پر مد کرنا بھی موجب فساد نہیں جبکہ حد سے زیادہ نہ ہوں، ہاں حد سے متجاوز ہو جیسے گانے میں زمزمہ کھینچا جاتا ہے تو آپ ہی مطلقاً مفسد ہے اگرچہ مد ہی کی جگہ ہو،

فی الخانیۃ لوقرأ القرآن فی صلاتہ بالحان ان غیر الکلمۃ تفسد صلٰوتہ لما عرف فان کان ذلک فی حروف المد واللین وھی الیاء والالف والواؤ لایغیر المعنی الا اذا فحش آھ[1] فی رد المحتار قولہ بالالحان ای بالنغمات وحاصلھا کما فی الفتح اشباع الحرکات لمراعات النغم[2]۔

خانیہ میں ہے اگر نماز میں الحان کے ساتھ قرآن پڑھا اگر کلمہ میں تبدیلی آگئی تو نماز فاسد ہو جائے گی جیسا کہ معروف ہے پس اگر وہ الحان حروف مد اور لین میں ہوا جو کہ یاء، الف اور واؤ ہیں تو معنی میں تبدیلی نہیں ہوگی البتہ اس صورت میں آئے گی جب وہ حد سے متجاوز ہو اھ رد المحتار میں ہے قولہ بالالحان یعنی نغمہ کے ساتھ پڑھنا اور اس کا حاصل فتح کے مطابق نغمہ کی رعایت کی خاطر حرکات میں اشباع کرنا ہے۔(ت)

(۴) کھڑے کو پڑا پڑھنا بھی مفسد نہیں،

فی القنیۃ قع حم قرأ وتعال جدک بغیر یاء لاتفسد وعن جار اللہ مثلہ لان العرب یکتفی بالفتحۃ عن الالف اکتفاءھم بالکسرۃ عن الیاء ولوقرأ اعذ باللہ لاتفسد صلاتہ ایضا لاکتفائھم بالضمۃ عن الواو[3]۔

قنیہ میں ہے قع حم کے ہاں اگر کسی نے تعالٰی جدک یاء کے بغیر پڑھا تو نماز فاسد نہ ہوگی اور جار اللہ سے بھی یہی منقول ہے کیونکہ اہلِ عرب الف کی جگہ فتحہ پر اکتفا کرلیتے ہیں جیسا کہ یاء کی جگہ کسرہ پر اکتفاء کرتے ہیں اور اگر اعوذ باللہ کی جگہ اَعُذُ باللہ پڑھا تو بھی نماز فاسد نہ ہوگی کیونکہ اہلِ عرب واؤ کی جگہ ضمہ پر اکتفاء کرلیتے ہیں۔(ت)

عک وجار اللہ والصلاوات لاتفسد وکذا لوقرأ وطور سنین بحذف الیاء

عین الائمہ کرابیسی اور جار اللہ زمخشری کے نزدیک اگر کسی نے والصلوات کی جگہ والصلاوات پڑھا

---

[1] فتاوٰی قاضی خان — فصل فی قرأۃ القرآن خطأ — مطبوعہ نولکشور لکھنؤ — ۱/۷۵

[2] رد المحتار — باب مایفسد الصلوٰۃ الخ — ر مصطفی البابی مصر — ۱/۴۶۶

[3] قنیہ فتاوٰی قنیۃ — باب فی حذف الحرف والزیادۃ — المطبعۃ المشتھرۃ بالمھانندیۃ — ص ۶۳

marfat.com

برائی نفسہ هذا اینبغی التحقیق واللہ تعالٰی ولی التوفیق اتقن هذا فانك لا تجدہ فی غیر هذا التحریر و هو علم عزیز فی کلم یسیر۔

امام کے مذہب کے مطابق، کیونکہ مستقل حیثیت رکھنے والا اپنی رائے کے مطابق عمل کرتا ہے۔ تحقیق کا حق یہی تھا، اللہ تعالٰی ہی توفیق کا مالک ہے اسے اچھی طرح پختہ کرلو کیونکہ ایسی تحقیق اس تحریر کے علاوہ تمھیں کہیں نہیں ملے گی، اور یہ آسان ترین کلمات میں نہایت ہی اعلٰی علم ہے۔ (ت)

ولہذا حرمین طیبین زادہما اللہ تعالٰی شرفاً و تکریماً میں مرئی و مشاہد ہے کہ ایک امام کے پیچھے چاروں مذہب والے نماز پڑھتے اور ان امور میں سب اپنے مذہب پر عمل کرتے ہیں حنفی امام حنفی کے پیچھے زیر ناف ہاتھ باندھے ہے، اُس کے دہنے بازو پر شافعی سینے پر ہاتھ رکھے، بائیں بازو پر مالکی ہاتھ کھولے ہوئے ہے کوئی کسی پر انکار نہیں کرتا، اور کیوں ہو کہ بحمد اللہ ہم چاروں حقیقی بھائی ایک ماں باپ کی اولاد ہیں باپ ہمارا اسلام ماں ہماری سنّت سنیہ سیّد الانام علیہ وعلٰی آلہٖ افضل الصلوٰۃ والسّلام، انکار تو ان گمراہوں پر ہے جو تقلید ائمہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کو معاذ اللہ شرک وحرام بتاتے اور مذاہب حقّہ راشدہ اہل حق کا نام چوراہہ رکھتے ہیں۔ وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون[1] (عنقریب ظالم جان لیں گے کہ وہ کس کروٹ پلٹا کھائیں گے۔ت) ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم وصلی اللہ تعالٰی علٰی سیدنا و مولانا محمد و اٰلہ وصحبہ وعلماء حزبہ اجمعین۔ رہا یہ کہ ایسی صورت میں شافعی کو کیا چاہئے، یہ علماء شافعیہ سے پُوچھا جائے۔ خلاصہ و درمختار میں ہے:

ولو قیل للحنفی ما مذهب الامام الشافعی فی کذا وجب ان یقول قال ابو حنیفۃ کذا[2] اھ۔

اگر کسی حنفی سے سوال کیا جائے کہ امام شافعی کا مسلک فلاں مسئلہ کے بارے میں کیا ہے تو جواباً یہ کہنا واجب ہے کہ امام ابوحنیفہ کا موقف یہ ہے اھ

اقول ولا شك ان الرجل بمذهبه ادری و امر الفتیا امر ادھی فترك اجتراء

اقول (میں کہتا ہوں) اس میں کوئی شک نہیں کہ ہر آدمی اپنے مذہب کو خوب جانتا ہے اور فتوٰی جاری کرنے کا معاملہ نہایت ہی سخت اور دشوار

---

[1] القرآن ۲۶/ ۲۲۷

[2] درمختار باب العدۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۵۶

marfat.com

یوں ہی تصریح فرماتے ہیں کہ جو شخص وقف و وصل کی رعایت نہ رکھتا ہو اُسے امام نہ ہونا چاہئے۔

فی الھندیۃ عن المحیط من یقف فی غیر مواضعہ ولا یقف فی مواضعہ لا ینبغی لہ ان یؤم۔[1]

ہندیہ میں محیط کے حوالے سے ہے کہ وہ شخص جو غیر وقف کی جگہ وقف کرے اور وقف کی جگہ وقف نہ کرے اسے امام نہیں ہونا چاہئے۔ (ت)

(۶) پڑے کو کھڑا پڑھنے سے اگر معنی فاسد نہ ہوں جیسے اتلُ اُدعُ یرضَہ لم یخشَ فانہ لا تاسَ علیہ لا تمشِ یعباد کو اتل، ادع، یرضہ لم یخش وانہ لا تاس علیہ لا تمش یعبا دِ پڑھنا تو نماز فاسد نہ ہوگی۔

فی الغنیۃ ان زاد حرفا ان لم یغیر المعنی بان قرأ وامر بالمعروف وانھی عن المنکر بزیادۃ الالف فی اللفظ بعد الھاء لا تفسد[2] اھ ملخصا۔

غنیہ میں ہے اگر کسی نے ایسے حرف کا اضافہ کیا جس سے معنی میں تبدیلی نہ آئے مثلاً وأمر بالمعروف وانھی عن المنکر میں ہاء کے بعد الف پڑھا تو نماز فاسد نہ ہوگی اھ ملخصاً۔ (ت)

ورنہ فاسد،

کما قدمنا عن الخانیۃ وفی الدر ومنھا ای من المفسدات القراءۃ بالالحان ان غیر المعنی[3] الخ فی رد المحتار قولہ ان غیر المعنی کما لو قرأ الحمد للہ رب العٰلمین واشبع الحرکات حتی اتی بواو بعد الدال وبیاء بعد اللام والھاء وبالف بعد الراء ومثلہ قول المبلغ ربنا لک الحامد بالف بعد الراء لان الراب ھو زوج الام کما فی الصحاح والقاموس وابن الزوجۃ یسمی ربیبا[4] اھ۔

جیسا کہ ہم پہلے خانیہ کے حوالے سے بیان کر چکے ہیں اور درمختار میں ہے مفسداتِ نماز میں سے قراءۃ بالالحان بھی ہے بشرطیکہ معنی تبدیل ہوجائے الخ ردالمحتار میں ہے کہ ماتن کے قول ان غیر المعنی کی مثالیں یوں ہیں کہ الحمد للہ رب العلمین میں اگر کسی نے حرکات میں اشباع کیا وہ یوں کہ دال کے بعد واو، لام اور ہاء کے بعد یا اور راء کے بعد الف پیدا ہوگیا اسی طرح ہے مکبر کا قول "ربنا لک الحامد" یعنی راء کے بعد الف پڑھ دیا کیونکہ راب ماں کے شوہر کو کہا جاتا ہے جیسا کہ صحاح اور قاموس میں ہے، اور زوجہ کے بیٹے کو ربیب کہا جاتا ہے اھ (ت)

---

[1] فتاوٰی ہندیہ الفصل الثالث فی بیان من یصلح اماما لغیرہ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۸۶/۱
[2] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی بیان احکام زلۃ القاری مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۳۸۴
[3] درمختار باب ما یفسد الصلوٰۃ الخ " مجتبائی دہلی ۹۰/۱
[4] ردالمحتار " " " مصطفی البابی مصر ۴۶۶/۱

marfat.com

الا انها تکرہ[1] اھ ملخصا۔ البتہ مکروہ ہے اھ ملخصاً (ت)

بحر میں ہے، کراہت تنزیہہ۔ خانیہ میں ہے: غیرھم اولٰی (ان کے علاوہ کی امامت اولٰی ہے۔ ت)

حضرت عتبان بن مالک انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہ باجازت حضور پرنور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اپنی قوم کی امامت فرماتے،

فی الصحیحین واللفظ لمسلم عن ابن شھاب ان محمود بن الربیع الانصاری حدثہ ان عتبان بن مالک وھو من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ممن شھد بدرا من الانصار انہ اتی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فقال یا رسول اللہ انی قد انکرت بصری و انا اصلی لقومی[2] الحدیث فی اتیانہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الٰی بیتہ وصلاتہ فیہ لیتخذہ مصلی۔

بخاری ومسلم میں ہے اور مسلم کے الفاظ یہ ہیں ابن شہاب بیان کرتے ہیں کہ محمود بن ربیع انصاری سے مروی ہے کہ حضرت عتبان بن مالک جو انصاری اور بدری صحابیِ رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہیں وہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے عرض کیا یا رسول اللہ! میری آنکھیں جواب دے گئی ہیں حالانکہ میں اپنی قوم کو نماز پڑھاتا ہوں الی آخر الحدیث تو آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان کے گھر تشریف لائے نماز ادا فرمائی تاکہ وہ اس جگہ کو اپنی نماز کی جگہ بنالیں۔ (ت)

حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ تعالٰی عنہ کو حضورِ اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے سفر کو تشریف لیجاتے وقت دو بار مدینہ طیبہ پر نیابت عطا فرمائی کہ باقی ماندہ لوگوں کی امامت کرتے،

عزاہ فی البحر الٰی صحیح ابن حبان[3] قلت اخرج احمد وابوداؤد عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم استخلف ابن ام مکتوم علی المدینۃ مرتین یصلی بھم

بحر میں اس کی نسبت صحیح ابن حبان کی طرف ہے میں کہتا ہوں امام احمد اور ابوداؤد نے حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو دو مرتبہ مدینہ طیبہ میں اپنا خلیفہ مقرر فرمایا

---

[1] فتاوٰی ہندیہ الفصل الثالث فی بیان من یصلح اماما لغیرہ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۸۵

[2] صحیح مسلم باب الرخصۃ فی التخلف الخ " قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۳۳

[3] بحرالرائق باب الامامۃ " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۳۴۸

marfat.com

ایاك بتشدد کاف نہیں ورنہ نہیں جیسے ماودعك بتخفیف دال اکبر بتشدید راء،

فی الغنیۃ تخفیف المشدد الاصل فیہ انہ ان کان لایغیر المعنی کأن قرأ وقتلوا تقتیلا لاتفسد وان غیر بان ترك التشدید فی رب الفلق ونحوہ فاختیار عامۃ المشائخ انہا تفسد کذا فی الخلاصۃ وذلك التفصیل علی قول المتقدمین وتقدم انہ الاحوط وحکم تشدید المخفف کحکم عکسہ وکذلك اظہار المدغم وعکسہ فالجمیع فصل واحد[1] اھ ملخصا۔

غنیہ میں ہے کہ جو لفظ مشدد کو مخفف پڑھنے میں قاعدہ یہ ہے کہ اس کو مخفف پڑھنے سے اگر معنی میں تبدیلی نہیں آتی مثلاً قتلوا تقتیلا (شد کے بغیر پڑھا تو نماز فاسد نہ ہوگی اور اگر معنی بدل جاتا ہے مثلاً رب الفلق وغیرہ میں شد کو ترک کردیا تو عام مشائخ کے ہاں مختار یہی ہے کہ نماز فاسد ہوگی کذا فی الخلاصہ، اور یہ تفصیل متقدمین کے قول کے مطابق ہے اور پہلے گزر چکا کہ اسی میں زیادہ احتیاط ہے، مخفف کو شد کے ساتھ پڑھنا یا مشدد کو مخفف پڑھنا دونوں کا حکم ایک جیسا ہے۔ اسی طرح مدغم کا اظہار یا اس کا عکس ہو تو ان تمام صورتوں کا ایک ہی حکم ہے اھ ملخصاً (ت)

اقول ھکذا فی کتب اخری حکم الفساد بتخفیف الراء وعندی فیہ وقفۃ فقد قال فی القاموس قد یخفف[2] اھ ونقلہ الصاغانی عن ابن الانباری وانشد المفضل ؎

وقد علم الاقوام ان لیس فوقہ
رب غیر من یعطی الحظوظ ویرزق[3]

نقلہ فی لسان العرب وغیرہا کما فی التاج۔

اقول (میں کہتا ہوں) اسی طرح دیگر کتب میں رب کے مخفف پڑھنے پر فسادِ نماز کا حکم دیا گیا ہے اور میرے نزدیک اس میں توقف ہے، کیونکہ قاموس میں ہے کہ اس میں کبھی کبھی تخفیف کی جاتی ہے اھ اسے صاغانی نے ابن الانباری سے نقل کیا ہے اور مفضل نے یہ شعر کہا ہے: ؎

ان اقوام نے یہ جان رکھا ہے کہ ان سے اوپر رب کے سوا کوئی نہیں جو رزق اور نعمتیں عطا کرے۔

تاج العروس کے مطابق یہ شعر لسان العرب میں وغیرہا میں منقول ہے۔ (ت)

---

[1] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی بیان احکام زلۃ القاری مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۴۸۸
[2] القاموس المحیط فصل الراء من باب الراء " مصطفی البابی مصر ۱/۷۲
[3] تاج العروس من جواہر القاموس فصل الراء من باب الباء مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۲۶۰

marfat.com

(۲)، کفار و مشرکین کے میلوں ٹھیلوں اور دیوالی کی شب جو ہنود میں صورت لچھمن کی ہوتی ہے اور خبائث دیوتاؤں کی پوجا کی جاتی ہے شریک ہو کر وہ بھی سب کے ساتھ مہورت کا روپیہ چڑھاتا ہے اور علاوہ تنخواہ اپنی مقررہ کے خلاف حکم لوگوں سے نذرانہ بھی لیتا ہے۔

(۳)، محفل میلادِ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اور قیام کو بدعت سیئہ بتلاتا ہے اور محفل یازدہم حضرت غوث الثقلین محبوبِ سبحانی کرنے اور پڑھنے والے کو بدعتی اور گنہگار کہتا ہے اور شیرینی محفل میلاد کو بُرا جانتا ہے۔

(۴)، شرفا و نجبا کی توہین اور غیبت کو فخر سمجھتا ہے اور مولوی ابوالمنصور صاحب دہلوی کی نسبت جو امامِ وقت کہے جاتے ہیں ان کی تصنیف پر جو سب علماء دیکھ چکے ہیں اور کوئی حرف زن نہیں ہوا مگر بکر نے فتویٰ کفر کا دے دیا ہے پس مقتدیان وغیرہ کے دلوں میں جو بکر کی طرف سے بوجوہات بالا کراہت آگئی ہے اس واسطے بکر کے پیچھے نماز نہ پڑھنے میں کوئی حرج تو نہیں ہے اور بکر اپنی امامت کے باعث مقتدیان وغیرہ کو تارکِ جماعت دیکھتا مگر پھر بھی اپنی امامت نہیں چھوڑتا ہے اور اس کے امام حکمی کو جس کا ذکر اوپر آچکا امامت کرنے کا موقع نہیں آنے دیتا پہلے خود امام بن جاتا ہے تو بکر کس گناہ کا مرتکب کہا جائے گا، فقط، بینوا توجروا۔

الجواب

صورۃ مستفسرہ میں بکر کا فاسق فاجر مرتکب کبائر بدعتی گمراہ خائب وخاسر ہونا تو بداہۃً ظاہر اور اگر لچھمن کو روپیہ معاذ اللہ بطورِ عبادت بھینٹ چڑھاتا ہے تو قطعاً یقیناً مرتد کافر اور اس فعل ملعون کے بدترین فسق و فجور قریب بکفر ہونے میں تو کلام ہی نہیں بہرحال اُس کے پیچھے نماز نہ پڑھنے میں کیا حرج ہوتا بلکہ اقتدا میں حرج اور سخت حرج ہے جو اسے امام کرے گا گنہگار ہوگا مسلمان اس فاسق بددین کے پیچھے نماز ہرگز ہرگز نہ پڑھیں جہاں تک قدرت ہو اُسے امامت سے دفع کریں قدرت نہ پائیں تو اپنی جماعت جُدا کریں اور جبکہ امام معین یعنی زید اور عامہ اہل مسجد انھیں کے ساتھ ہیں تو جماعت اولیٰ اِنھیں کی جماعت ہوگی اگرچہ وہ پہلے پڑھ جائے بلکہ جبکہ اس کے اسلام میں شک ہے تو انھیں بدرجۂ اولیٰ جائز ہے کہ وہ جس وقت امامت کر رہا ہو اُسی وقت اُسی مسجد میں یہ اپنی جماعت قائم کریں اور اگر یہ ایسا کریں تو اس جماعت کے مقتدیوں کو چاہیئے فوراً نیت توڑ کر اس میں آملیں اگر ایسا نہ کریں گے تو انھیں اپنی نماز پھیرنی ہوگی یوں ہی آج تک جتنی نمازیں لوگوں نے دانستہ خواہ نادانستہ اس کے پیچھے پڑھی ہیں سب پھیریں، اور اگر مسلمان نہ اُسے امامت سے دفع کر سکتے ہیں نہ اُس مسجد میں اپنی جماعت اس سے پہلے یا ساتھ یا بعد کر سکتے ہیں تو انھیں روا ہے کہ اس مسجد میں نماز نہ پڑھیں دوسری مسجد میں جا کر شریکِ جماعت ہوں۔ مراقی الفلاح میں ہے:

کرہ امامۃ الفاسق العالم لعدم اھتمامہ بالدین فتجب اھانتہ شرعا فلا یعظم	فاسق کی امامت مکروہ ہے کیونکہ وہ اہتمام دین نہیں کرتا پس شرعاً اس کی اہانت ضروری ہے تو امامت میں

marfat.com

سلقوکم او بعدھا خا کقولہ یسخرون یجوز مکان السین صادا اوزاء واما التی بعدھا دال ان کانت الصاد ساکنۃ کقولہ یصدر یجوز بالسین والزاء واما التی تکون متحرکۃ کقولہ الصمد لا یجوز قرأتہ بالسین ولو قرأ بالسین تفسد صلاتہ وعلی ھذا یخرج کثیر من المسائل انتہی۱؎۔

یا کسی کلمہ میں س کے بعد ق ہو جیسے سلقوکم، یا اس کے بعد خاء معجمہ ہو جیسے یسخرون، تو ایسی صورت میں س کی جگہ ص یا ز پڑھنا جائز ہوگا، لیکن اگر ص کے بعد د مہملہ ہو تو اگر صاد ساکن ہو مثلاً یصدر تو اسے سین یا زاء پڑھنا جائز، اور اگر صاد متحرک ہے جیسے الصمد تو اب اسے سین پڑھنا جائز نہیں، اگر کسی نے سین پڑھا تو اس کی نماز فاسد ہوجائے گی، اسی ضابطہ پر بہت سے مسائل کی تخریج ہوتی ہے انتہی۔ (ت)

خانیہ میں ہے:

عن ابی منصور العراقی کل کلمۃ فیھا عین اوحاء اوقاف اوطاء اوتاء وفیھا سین اوصاد فقرأ السین مکان الصاد اوالصاد مکان السین جاز اھ۲؎۔

ابو منصور عراقی کہتے ہیں ہر وہ کلمہ جس میں عین، حاء، قاف، طاء یا تاء ہو اور اس کلمہ میں سین یا صاد ہو تو ایسی صورت میں اگر کسی نے صاد کی جگہ سین یا سین کی جگہ صاد پڑھا تو جائز ہوگا اھ (ت)

اقول ھکذا ھو فی الخانیۃ طابع کلکتۃ ۱۸۳۵ء المیلادیۃ باھمال العین والحاء جمیعا وکذا ھو فی الغنیۃ طابع استامبول ۱۲۹۵ الھجریۃ ومثلہ فی البزازیۃ طابع مصر سنۃ ۱۳۱۰ھ وفی الخانیۃ طابع مصر من تلک السنۃ باعجام الخاء واھمال العین وھو الموافق لما فی عنایۃ القاضی حاشیۃ العلامۃ الخفاجی علی البیضاوی طبع مصر سنۃ ۱۲۸۳ھ تحت قولہ

اقول (میں کہتا ہوں) خانیہ مطبوعہ کلکتہ ۱۸۳۵ میلادیہ میں یوں ہی عین مہملہ اور حاء مہملہ دونوں کا ذکر ہے، اسی طرح غنیہ مطبوعہ استنبول ۱۲۹۵ھ میں ہے، اور بزازیہ مطبوعہ مصر ۱۳۱۰ھ میں بھی اسی طرح کے الفاظ ہیں، مگر خانیہ مطبوعہ مصر سن مذکورہ میں خاء معجمہ اور عین مہملہ کا ذکر ہے، اور یہ اس کے مطابق ہے جو علامہ خفاجی نے عنایۃ القاضی حاشیہ بیضاوی مطبوعہ مصر ۱۲۸۳ھ میں اللہ تعالٰی کے ارشاد گرامی الصراط المستقیم کے تحت لکھا ہے وہ فرماتے ہیں

۱؎ حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

۲؎ فتاوٰی قاضی خان فصل فی قرأۃ القرآن خطأ مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۱/ ۶۸

marfat.com

میں ہم گفتگو کر رہے ہیں دونوں مختار اقوال کے مطابق اس کا حکم نہایت ہی واضح ہے جیساکہ اس بدتر فاسق اور بدتر باغی کے حال سے آشکارا ہے۔ (ت)

درمختار میں ہے :

کل صلوٰۃ ادیت مع کراھۃ التحریم تجب اعادتھا[1]۔

ہر وُہ نماز جو کراہتِ تحریمی کے ساتھ ادا کی جائے اس کا اعادہ واجب ہوتا ہے۔ (ت)

بلکہ جیساکہ اپنے دیگر اقوال وافعال مذکورہ سوال کے باعث خاطی و بزہ کار اور اس بھینٹ کے سبب بدترین و ناپاک ترین اشرار، یُوں ہی اس امامت میں بھی کہ بناراضی مقتدیان ہے مخالف شرع وگنہگار ہے۔

حدیث میں ہے حضور سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں :

ثلثۃ لعنھم اللہ من تقدم قوما وھم لہ کارھون وامرأۃ باتت وزوجھا علیھا ساخط ورجل سمع حی علی الصلاۃ حی علی الفلاح فلم یجب[2]۔ رواہ الحاکم فی المستدرک۔

تین شخص ہیں جن پر اللہ تعالٰی کی لعنت ہے ایک وہ کہ لوگوں کی امامت کو کھڑا ہو جائے اور وُہ اس سے ناخوش ہوں، دوسری وہ عورت کہ رات گزارے اس حالت میں کہ اس کا شوہر اُس سے ناراض ہے، تیسرا وہ شخص کہ حی علی الصلوٰۃ و حی علی الفلاح سنے اور نماز کو حاضر نہ ہو۔ اسے حاکم نے مستدرک میں روایت کیا۔ (ت)

خصوصاً ایسی امامت تو اور بھی سخت ہے کہ بلاوجہ شرعی امام معین کا منصب چھین کر جبراً لوگوں کی امامت کرے ائمہ دین نے اسے کبیرہ گناہوں میں شمار فرمایا، ابن حجر مکی زواجر عن اقتراف الکبائر میں فرماتے ہیں :

الکبیرۃ السادسۃ والثمانون امامۃ الانسان لقوم وھم لہ کارھون، عد ھذا من الکبائر مع الجزم بہ وقع لبعض ائمتنا وکانہ نظر الی ما فی ھذہ الاحادیث وھو عجیب منہ، فان ذلک مکروہ نعم ان حملت تلک الاحادیث

چھیاسیواں کبیرہ گناہ یہ ہے کہ آدمی کا ان لوگوں کی امامت کروانا جو اسے پسند نہ کرتے ہوں اس عمل کو ہمارے بعض ائمہ نے بالجزم کبائر میں شمار کیا ہے شاید انہوں نے یہ ان احادیث کی روشنی میں کیا ہو، لیکن یہ عجیب ہے کیونکہ یہ عمل مکروہ ہے البتہ ایک صورت ایسی ہے جب ان احادیث کو اس شخص پر محمول کیا جائے جس نے

---

[1] درمختار باب صفۃ الصلوٰۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۷۱

[2] الزواجر عن اقتراف الکبائر بحوالہ مستدرک الکبیرۃ السادسۃ والثمانون دارالفکر بیروت ۱/۲۳۹

marfat.com

کقاضی خان وغیرہ وفرعوا علیہ الفروع فافھم ترشد[1]۔

اور اس پر کئی فروعات کی تخریج کی پس اچھی طرح سمجھ لو تو رہنمائی پاؤ گے۔(ت)

اگرچہ علمائے متاخرین ان تین میں بھی کہیں بعض کہیں اکثر بغرض آسانی جانب جوازِ نماز گئے اور بکثرت فروع میں ان کے اقوال خود مختلف و مضطرب رہے،

کما یظھر بالرجوع الی الغنیۃ والنظر الی اقوالھم المنقولۃ فی الفتاوی مع سبر الفروع وردھا الی الاصول۔

جیسا کہ غنیہ کے مطالعہ سے اور ان کے فتاوی میں منقول اقوال میں غور کرنے سے ظاہر ہوتا ہے باوجود اصول پر فروعات کے جاری اور رَد ہونے کے۔(ت)

(۹) س، ص وغیرہما حرف کی تبدیل جس میں آج کل اکثر عوام مبتلا ہیں جب بطور عجز ہو یعنی ص کہنا چاہیں تو س ہی ادا ہو ص نہ نکال سکیں جیسا کہ یہاں عوام کا جنھوں نے قواعدِ ادا نہ سیکھے اور اس فرض عین کے تارک رہے یہی حال ہے تو اس صورت میں اگرچہ ان کی اپنی نماز ہوجانے پر فتوی ہے جبکہ سیکھنے پر کوشش کئے جائیں اور جو حرف نہیں نکال سکتے اس سے خالی کوئی سورت یا آیت پاتے ہوئے سوائے فاتحہ ایسا کلام جس میں وہ حرف آئے ہیں نہ پڑھیں اور صحیح خوان کی اقتدا ملتے ہوئے جُدا نماز ادا نہ کریں مگر یہ حکم صرف اُن کی اپنی نماز ان شرطوں کے ساتھ جائز ہونے کے لئے ہے صحیح خواں کی امامت نہیں کرسکتے نہ اُس کی نماز ان کے پیچھے ہوگی یہی مذہب صحیح ہے اور یہی قول جمہور ائمہ ہے جن میں متاخرین بھی شامل ہیں۔ فتاوٰی خیریہ میں ہے:

الراجح المفتی بہ عدم صحۃ امامۃ الالثغ لغیرہ ممن لیس بہ لثغۃ[2]۔

راجح اور مفتی بہ قول یہی ہے کہ الثغ (توتلے) کی امامت اس شخص کے لئے جائز نہیں جس میں توتلاپن نہ ہو۔(ت)

اسی میں ہے:

امامۃ الالثغ للفصیح فاسدۃ فی الراجح الصحیح[3]۔

الثغ (توتلے) کی امامت فصیح کے لئے راجح اور صحیح قول کے مطابق فاسد ہے۔(ت)

اسی میں ہے:

قد اباہ اکثر الاصحاب لما لغیرہ من الصواب[4]۔

اس کا اکثر علماء نے انکار کیا ہے جبکہ اس کا غیر اس سے بہتر و درست پڑھنے والا موجود ہو۔(ت)

---

[1] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی بیان احکام زلۃ القاری مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۴۹۳

[2] تا [4] فتاوٰی خیریہ کتاب الصلوٰۃ " دارالمعرفۃ بیروت ۱/۱۰

marfat.com

ہے مگر اسے کھڑے پڑے مدو شد وقف رہا و پر چنداں خیال عبور نہیں اپنے نسیان کی وجہ سے مجبور ہے کہ حافظ یا قاری کو سنا کر صاف بھی کرتا ہے تاہم بڑے رکوع یا سورت نقصان حافظہ یا کمی علم عربی قواعد قرأت کے سبب امور مذکورہ کا خیال نہیں رہتا ہاں چھوٹے رکوعوں سورتوں پر اکتفا کرے تو کسی قدر عبور رہ سکتا ہے مگر صبح وعشا وغیرہ میں جو طوال اوساط کا حکم ہے اُس کی رعایت نہ ہوگی زید سین وصاد میں بھی غلطی کرتا ہے اس صورت میں زید کی امامت درست ہے یا مکروہ ؟ اور کھڑا پڑا ادا نہ ہونے سے نماز تو مکروہ نہ ہوگی اور اگر ہر نماز میں قصار پر قناعت کرے تو کیا حکم ہے ؟ دوسرا شخص بکر ہے جو تمام امورِ قرأت حسبِ قواعد ملحوظ رکھتا ہے مگر بوجہ اپنے کسی فعل ناجائز مثل نشہ ممنوع شرعی میں معلن ہونے کے امامت سے انکار کرکے زید کو جو بوجہ غلطی سین وصاد و عدم رعایت امور مذکورہ معذور ہے امام کرنا چاہتا ہے اور خود انکار کرتا ہے ایسی صورت میں اس کا اپنی امامت سے انکار اور زید کو امام کرنا درست ہے یا نہیں اور ان دونوں میں لائق امامت کون ہے ؟ بینوا توجروا

الجواب

اس مسئلہ میں جواب سے پہلے چند مسائل کا معلوم کرنا ضرور :

(۱) وقف کی غلطی کہ وصل کی وقف، وقف کی جگہ وصل کرے۔ یہ اصلاً مفسدِ نماز نہیں اگرچہ وقف لازم پر ٹھہرے

کما نص علیہ فی الهندیة وفی المنیة وشرحها للعلامة الحلبی الوقف فی غیر موضعه و الابتداء من غیر موضعه لایوجب فساد الصلٰوة عند عامة علمائنا (الٰی ان قال بعد ذکر الامثلة) فالصحیح عدم الفساد فی ذلك كله لما تقدم و لانه نظم القرآن[1] اھ ملخصا۔

جیسا کہ ہندیہ، منیہ اور اس کی شرح للعلامہ حلبی میں تصریح ہے کہ ہمارے اکثر علماء کے نزدیک غیر وقف کی جگہ وقف اور غیر شروع کی جگہ شروع کرنے سے نماز فاسد نہیں ہوتی (آگے چل کر مثالیں ذکر کرنے کے بعد کہا) صحیح یہ ہے کہ ان تمام صورتوں میں فساد نہیں، اس دلیل کے پیشِ نظر جو گزر چکی اور اس لئے کہ یہ نظمِ قرآن میں اھ ملخصاً (ت)

(۲) جن حروف مدہ پر مد ہے جیسے جآء، تنوٓء، جآئ، یآیہا، قآلوآانا، فی ایآم، دآبة، آمین وہاں مد نہ کرنا بھی اصلاً مفسد نہیں،

فان ذلك من محسنات التجوید ولا دخل له فی المعنی بل فی اللفظ ایضا بحیث یتغیر

کیونکہ یہ حسنِ تجوید میں سے ہے اس کا معنی میں بلکہ الفاظ میں بھی کوئی دخل نہیں کیونکہ اس کے ترک سے

---

[1] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل زلۃ القاری مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۴۸۰

marfat.com

(۱۰) فجر و ظہر میں طوال مفصل، عصر و عشا میں اوساط کا پڑھنا اگرچہ سنّت ہے کما نص علیہ فی المتون (جیسا کہ اس پر متون میں تصریح ہے۔ ت) مگر نہ ایسا ضروری کہ عذر سے بھی ترک نہ کیا جائے۔ صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ ایک بچہ جس کی ماں شریک جماعت تھیں اس کے رونے کی آواز سُن کر حضور پُرنور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فجر کی نماز صرف معوذتین سے پڑھائی۔ علماء یہاں منجملہ اعذار ملال قوم و بد آوازیِ امام تک شمار کرتے ہیں کہ کریہہ الصوت ہو تو چھوٹی سورتوں پر قناعت کرے تاکہ مقتدیوں کو ناگوار نہ ہو۔ درمختار میں ہے :

اختار فی البدائع عدم التقدیر و انہ یختلف بالوقت والقوم والامام[1]۔

بدائع میں مقدار مقرر نہ کرنے کو پسند کیا ہے اور یہ وقت، امام اور قوم کے باعث قرأت کا حال مختلف ہو جاتا ہے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے :

قولہ والامام ای من حیث حسن صوتہ وقبحہ[2]۔

قولہ والامام یعنی اس سے امام کی آواز کا اچھا یا بُرا ہونا مراد ہے۔ (ت)

تو قرآن عظیم کو اپنے اغلاط اور اپنی اور مقتدیوں کی نماز کو فساد سے محفوظ رکھنا تو اعظم اعذار اور اہم کا ہے۔

(۱۱) فاسق کے پیچھے نماز مکروہ ہے بحرالرائق و درمختار و معراج الدرایہ و مجتبٰی وغیرہا میں اس کراہت کو تنزیہی اور غنیہ و فتاوٰی حجہ و مراقی الفلاح و فتح اللہ المعین وغیرہا میں تحریمی ٹھہرایا اور یہی کلام امام زیلعی کا مفاد،

کما بیناہ فی رسالتنا النھی الاکید عن الصلوۃ وراء عدی التقلید وغیرھا من تحریراتنا۔

جیسا کہ ہم نے اس کی تفصیل اپنے رسالے النھی الاکید عن الصلوۃ وراء عدی التقلید اور دیگر تحریرات میں کی ہے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے :

ھو کالمبتدع تکرہ امامتہ بکل حال بل مشی فی شرح المنیۃ علی ان

فاسق بدعتی کی طرح ہے اس کی امامت ہر حال میں مکروہ ہے، بلکہ شرح المنیہ میں ہے کہ اس

---

[1] درمختار فصل و یجہر الامام مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۸۰

[2] ردالمحتار " " " " مصطفی البابی مصر ۱/۴۰۰

marfat.com

لا تفسد عک ولو قرأ نستعنک او ونؤمین بک لا تفسد[1] اھ وفی الغنیۃ اذا کان الحذف علی وجه الترخیم الجائز فی العربیۃ نحو ان یقرأ یا مالك بحذف الكاف فلا تفسد اجماعا و كذا اذا لم یكن من اصول الكلمة كما اذا قرأ الواقعة بغیرھا وكذا ان كان من الاصول و لم یتغیر المعنی كان یقرأ تعالٰی جد ربنا باللام مع حذف الیاء فی تعالٰی لا تفسد بالاتفاق[2]اھ

اور اسی طرح اگر کسی نے وطور سنین یاء کو حذف کرکے پڑھا تو نماز فاسد نہ ہوگی۔ عین الائمہ کرابیسی کے نزدیک اور اگر "نستعنك" یا "ونؤمین بك" پڑھا تو نماز فاسد نہ ہوگی اھ اور غنیہ میں ہے اگر حذف بطور ترخیم ہو جو اہلِ عرب کے ہاں جائز ہے مثلاً یا مالك کے کاف کو حذف کرکے پڑھا تو بالاتفاق نماز فاسد نہ ہوگی اسی طرح جب وہ حرف کلمہ کے اصلی حروف میں سے نہ ہو مثلاً لفظ الواقعہ کو ہاء کے بغیر پڑھا اسی طرح اگر وُہ حرف کلمہ کے حروف اصلی میں سے ہو مگر معنٰی میں تبدیلی نہ آئے مثلاً تعالٰی جد ربنا میں تعالٰی کے یاء کو حذف کرکے صرف لام کے ساتھ پڑھا تو بالاتفاق نماز فاسد نہ ہوگی اھ (ت)

ان چاروں باتوں سے اگرچہ فسادِ نماز نہیں مگر کراہت ضرور ہے کہ آخر قرآنِ عظیم کا غلط پڑھنا ہے یہاں تک کہ علمائے کرام نے فرمایا، مد کا ترک حرام ہے۔ تو کھڑے کو پڑا پڑھنا بدرجۂ اولٰی حرام ہوگا کہ اس میں تو جو ہر لفظ میں کمی ہوگئی بخلاف مد کہ امر زائد تھا،

فی الدر عن الحجۃ فی النفل لیلا له ان یسرع بعد ان یقرأ کما یفھم[3] اھ قال السیدان العلامتان الطحطاوی والشامی قوله کما یفھم ای بعد ان یمد اقل مد قال به القراء والاحرم لترك الترتیل المامور به شرعا[4]۔

درمختار میں الحجہ کے حوالے سے ہے کہ رات کے وقت نوافل میں اتنا تیز پڑھ سکتا ہے کہ پڑھا ہوا سمجھا جاسکے اھ ہمارے دونوں سید علامہ طحطاوی اور شامی فرماتے ہیں اس کا قول کما یفھم سے مراد یہ ہے کہ وُہ مد کی کم از کم مقدار ضروری ہے یہ بات قراء نے بتائی ہے ورنہ یہ عمل حرام ہوگا کیونکہ اس میں اس ترتیل کا ترک لازم آتا ہے جس کا شرعاً حکم ہے۔ (ت)

---

[1] قنیہ، فتاوٰی قنیۃ باب فی حذف الحرف والزیادۃ مطبعۃ مشتھرۃ بالمھانندیۃ ص ۶۳

[2] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی بیان احکام زلۃ القاری مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۴۸۵

[3] درمختار فصل ویجھر الامام الخ " مجتبائی دہلی ۱/۸۰

[4] ردالمحتار " " " مصطفی البابی مصر ۱/۴۰۰

marfat.com

چھوٹی چھوٹی بعض سورتیں جو زید کو خوب صاف و صحیح یاد ہوں۔ انھیں پر اکتفا کرنے میں زید سے وہ خرابیاں واقع نہ ہوتی ہوں، ان سین وصاد وغیرہما حروف بھی ٹھیک ادا کرلیتا ہو، تو واجب بلکہ لازم ہے کہ ہمیشہ انھیں سورتوں پر قناعت کرے ان کے سوا اور ہرگز ہرگز نہ پڑھے جن میں کراہت درکنار نوبت تا بہ فساد پہنچے اور جب اس تدبیر سے وہ خرابیاں زائل ہوں تو اس تقدیر پہ زید ہی کی امامت رکھیں کہ ہر نماز میں چھوٹی سورتوں پر اقتصار ترک سنت سہی مگر بعذر قوی ہے، اور عذر دافع کراہت، بخلاف بکر کہ اس کے پیچھے بسبب فسق کراہت بلکہ سخت کراہت ہے، تو زید ہی اولیٰ بامامت ہے۔ اگر کوئی سورت زید کو صاف نہیں یاد قصار پر اقتصار میں بھی وہی خرابیاں پیش آتی ہیں اگرچہ کم ہوں تو اسے ہرگز امام نہ کیا جائے۔ کہ جب پڑے کو کھڑا، مخفف کو مشدّد، مشدد کو مخفف، س کو ص، ص کو س پڑھنے کی عادت ہے تو یہ امور ایسی جگہ بھی ضرور واقع ہوں گے جن سے ہمارے ائمہ مذہب رضی اللہ تعالٰی عنہم کے نزدیک نماز بالکل باطل ہو جائے گی۔ اس کے کوئی معنی نہیں کہ اغلاط کا عادی وہیں غلطی کرے جہاں معنی نہ بدلیں اور جہاں فسادِ معنی ہوتا وہاں نہ کرتا ہو، غلطی اپنے قصد و اختیار کی نہیں کہ جہاں چاہی کی جہاں نہ چاہی نہ کی، نہ بے علم آدمی یہ سمجھ سکتا ہے کہ کہاں معنی بگڑیں گے کہاں نہیں، خصوصاً جبکہ س و ص کی تبدیلی برنبائے عجز ہو کہ عاجز لاجرم کہیں ٹھیک نہ پڑھے گا، اس تقدیر پر اس کے پیچھے نماز اصل مذہب اور تصحیح ائمہ محققین پر فاسد و باطل ہے، اور بحالتِ عجز تو جمہور ائمہ کے نزدیک امامت صحیح خواں کی اس میں اصلاً لیاقت نہیں بلکہ صحیح کے ہوتے ہوئے اس کی خود اپنی نماز نہ ہوگی کہ باوصف قدرت اس نے اس کی اقتدا چھوڑ دی، بخلاف بکر کہ اگرچہ فاسق سہی مگر جبکہ صحیح خواں ہے تو اس کے پیچھے نماز باتفاق اصحاب صحیح ہے۔ رہی کراہت اُس کا علاج اعادہ سے ممکن بلکہ جب دوسرا کوئی قابلِ امامت نہیں تو کراہت بھی نہیں کہ عذر و ضرورت نافی کراہت ہیں۔ اور اسی سبب سے احسن و اہم یہ کہ بکر اپنے رب جل وعلا سے ڈرے اپنے حال پہ رحم کرے فسق و نافرمانی بادشاہ قہار سے تائب ہو کہ اس کے پیچھے نماز بر وقت محبوب و مناسب ہو اگر روزِ قیامت کا اندیشہ نہیں تو اس مجلس اسلامی میں صدارت نہ ملنے کی غیرت چاہیئے۔ آدمی اگر دنیا والوں کے کسی جلسہ میں جائے تو کوشش کرے گا کہ کوئی حرکت ایسی نہ ہو جو لوگ اچھی جگہ بٹھلانے کے قابل نہ سمجھیں اور اگر کسی مجلس میں صدر کی جگہ سے ہاتھ پکڑ کر اٹھا دیا جائے کس قدر غیرت آئے گی ندامت ہوگی تو یہ اللہ عزوجل کے دربار میں صدر مقام ہے۔ یہاں کیوں نہ غیرت کو کام میں لائیے کہ کارکنانِ بارگاہ سلطانی صدر جگہ سے ہاتھ پکڑ کر اٹھا نہ دیں، اللہ تعالٰی توفیق خیر رفیق عطا فرمائے۔ آمین واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۵۹۱ از ریاست رامپور مولوی امداد حسین برادر مولانا ارشاد حسین صاحب ۱۲۹۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر امام کوئی مستحب ترک کرے تو کیا مقتدیوں پر اس کا ترک بحکم متابعت واجب ہوتا ہے اور دلیل یہ کہ متابعت فرض ہے اور وہ فعل مستحب، اور قاعدہ کلیہ ہے کہ

marfat.com

اقول هذا هو الموافق لکلام اصحابنا المتقدمین وقاعدتهم الغیر المنخرمۃ المختارۃ للمحققین فلا علیك مما یوجد من خلاف ذلك فی بعض الفروع المنقولۃ عن المتاخرین نعم ماذکر فی الرباب فعندی فیه وقفۃ فانه القیاس فی اسم فاعل الربوبیۃ وان کان فی الاستعمال بمعنی اخر واهل اللغۃ لایذکرون المشتقات القیاسیۃ ولا هی موقوفۃ علی السماع والالم تکن قیاسیۃ والقیاس لایرد الا بالنص علی هجرانه لاجرم قال فی تاج العروس هو اسم فاعل من ربه یربه ای تکفل بامرہ[۱] اھ و صحۃ الصلٰوۃ تعتمد علی احتمال معنی صحیح ولکان ثم احتمالات فاسدۃ کما نص علیه هو وغیرہ ففی ردالمحتار عند الاحتمال ینتفی الفساد لعدم تیقن الخطأ[۲] اھ وفی الغنیۃ التحقیق فیه العمل بصحۃ المعنی بوجه محتمل و عدمها کما قررنا انه قاعدتهم الغیر المنخرمۃ[۳] اھ فافهم۔

اقول (میں کہتا ہُوں) یہ گفتگو ہمارے متقدمین علماء کے کلام اور محققین کے اختیار کردہ ان کے پختہ ضابطہ کے مطابق ہے لہذا متاخرین سے اس کے خلاف جو جزئیات منقول ہیں آپ ان کی طرف متوجہ نہ ہوں البتہ لفظ رباب کے بارے میں جو کچھ ذکر ہُوا اس میں مجھے توقف ہے کیونکہ قیاساً یہ ربوبیت سے اسم فاعل کا صیغہ ہے اگرچہ کسی دوسرے معنی کے لئے بھی مستعمل ہے اور اہلِ لغت مشتقات قیاسیہ کا ذکر کرتے ہی نہیں اور نہ ہی وہ سماع پر موقوف ہوتے ہیں ورنہ وہ قیاسی ہی نہ رہیں اور قیاس کو اس وقت رَد کیا جا سکتا ہے جب اس کے ترک پر نص ہو۔ لاجرم تاج العروس میں ہے کہ رباب ربہ یربہ سے اسم فاعل ہے جس کا معنی دوسرے کے معاملے کا کفیل ہونے کے ہیں اھ اور صحتِ نماز کا اعتبار صحتِ معنی کے احتمال پر ہوتا ہے اگرچہ وہاں احتمالات فاسدہ بھی ہوں، جیسا کہ اس پر شامی وغیرہ نے تصریح کی ہے۔ ردالمحتار میں ہے احتمال کے وقت فساد منتفی ہوجاتا ہے کیونکہ خطا کا یقین نہیں رہتا اھ غنیہ میں ہے تحقیق اس مسئلہ میں یہ ہے کہ کسی طور صحتِ معنی کے احتمال اور عدمِ احتمال پر عمل ہوگا جیسا کہ ہم نے فقہا کا وُہ ضابطہ بیان کیا ہے جو ٹوٹنے والا نہیں اھ فافہم (ت)

(۷) یُوں ہی مشدّد کو مخفّف، مخفف کو مشدد پڑھنا فسادِ معنی میں فسادِ نماز ہے جیسے ظللنا بتخفیف لام

---

[۱] تاج العروس من جواہر القاموس فصل الراء من باب الباء مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/۲۶۲

[۲] ردالمحتار مطلب مسائل زلۃ القاری ،، مصطفی البابی مصر ۱/۴۶۸

[۳] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فی بیان احکام زلۃ القاری ،، سہیل اکیڈمی لاہور ص ۴۸۴

marfat.com

مستحب مانحن فیہ سے محض بیگانہ اور اس کلیہ دلیل کے صریح ناقض، نظم زندویسی کی وہ روایت ہے جسے علامہ ابن امیر الحاج حلبی نے شرح منیہ میں نقل فرمایا :

حیث قال تسعۃ اشیاء اذا لم یفعلها الامام لایترکها القوم رفع الیدین فی التحریمۃ و الثناء ما دام الامام فی الفاتحۃ وتکبیر الرکوع والسجود والتسبیح فیهما والتسمیع وقراءۃ التشهد والسلام وتکبیرات التشریق[1] اھ (ملخصا)

ان کی عبارت یہ ہے کہ نو اشیاء ایسی ہیں اگر امام انھیں نہ کرے تو قوم ترک نہ کرے تحریمہ کے لئے رفع یدین، ثنا کا پڑھنا بشرطیکہ امام فاتحہ میں ہو، رکوع کی تکبیر، سجود کی تکبیر، ان دونوں میں تسبیح، سمع اللہ لمن حمدہ کہنا، قراءۃ تشہد، سلام اور تکبیراتِ تشریق اھ ملخصاً۔(ت)

کہ اگر ہر فعل و ترک میں متابعت امام فرض ہو، تو جس طرح مستحب مزاحم فرض نہیں ہو سکتا، سنن بھی بلکہ واجبات بھی صلاحیتِ مزاحمت نہیں رکھتے تو ان نو چیزوں میں ائمہ کا یہ حکم کہ اگر امام نہ کرے جب بھی مقتدی نہ چھوڑیں کیونکر صحیح ہوتا قلت والاستقراء یمنع الحصر والعدد لاینفی الزائد ولعبارۃ اخری (میں کہتا ہوں تتبع و تلاش نو میں حصر کے منافی ہے لیکن عدد اقل، اکثر کے منافی نہیں اور دوسری طرح گفتگو یوں ہے۔ت)

متابعت امام صرف افعالِ نماز میں منظور ہے یا جو بات نماز سے کچھ علاقہ نہیں رکھتی اس میں بھی ضرور ہے۔ برتقدیر ثانی اگر امام کھجلائے تو مقتدیوں میں بھی خارش مچ جائے، یا اگر امام احیاناً ٹھنڈی سانس لے تو مقتدیوں کو بھی دھونکنی لگ جائے۔ اور برتقدیر اول کیا ترک مستحب بھی افعالِ نماز میں معدود ہے جس میں متابعت حتماً مقصود ہے۔

ثم اقول بلکہ اگر نظر دقیق کو رخصتِ تدقیق دی جائے تو اس لزوم متابعت کی سلب کلیت درکنار کلیت سلب واضح اور آشکار۔

لماذکرنا من انه لامتابعۃ فی مالا تعلق له بالصلوٰۃ وترك المستحب کذلك وما یترائی من النقض بما اذا استلزم فعله مخالفۃ الامام فی واجب فعلی فانه یجب متابعۃ

اس بنا پر جو ہم نے ذکر کیا کہ ان چیزوں میں متابعت نہیں ہے جن کا نماز سے تعلق نہیں اور ترک مستحب بھی اسی طرح ہے مجھے یہ ظاہر ہوا ہے کہ اس صورت کے ساتھ اعتراض درست نہیں کہ جس کے فعل سے

---

[1] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی الامامۃ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۲۸

ف : ابن امیر الحاج کی شرح منیہ مجھے نہیں مل سکی۔ نذیر احمد سعیدی

marfat.com

(۸) س ص وغیرہما حروف کی باہم تبدیل میں بھی فسادِ معنی ہی پر لحاظ ہے بحالتِ عدمِ فساد نماز فاسد نہیں خصوصاً جب خاص لفظ زبانِ عرب میں دونوں طرح ہو جیسے صراط و سراط وہ تبدیل کسی قاعدۂ عرب کے موافق ہو جیسے وہ ہر کلمہ جس میں سین کے بعد ط مہملہ یا غین معجمہ یا ق یا خ معجمہ واقع ہو اس میں سین کو ص پڑھنا صحیح ہے بعض نے قبل و بعد کی قید نہیں لگائی اور رت کی معیت میں بھی سین اور صاد کی باہم تبدیل دونوں جانب سے جائز بتائی، بعض نے کہا جس کلمہ میں ص کے بعد ط مہملہ یا غ معجمہ یا سین کے بعد ق یا خ معجمہ ہو وہاں ان میں ہر ایک کے عوض دوسرا اور ز معجمہ بھی جائز، اور جس ص کے بعد د مہملہ ہو اگر ص ساکن ہے تو اس کی جگہ س یا ز روا اور متحرک ہے تو ناجائز و مفسدِ نماز، قنیہ میں ہے:

متی سألت جار الله عمن قرأ وصطا او واصبغ اوصقرا او مصخرات بالصاد مکان السین فقال لا تفسد لان کل کلمۃ وقع فیھا بعد السین طاء او غین او قاف او خاء جاز ان یبدل السین صاداً اھ[1]

جار اللہ سے جب میں نے پوچھا کہ کوئی شخص وسطاً کو وصطاً، اسبغ کو اصبغ، سقر کو صقر اور مسخرات کو مصخرات یعنی س کی جگہ ص پڑھتا ہے تو اس کا کیا حکم ہے؟ فرمایا نماز فاسد نہ ہوگی کیونکہ ہر وہ کلمہ جس میں سین کے بعد طاء، غین، قاف یا خا آجائے تو اس سین کو صاد کے ساتھ بدلنا جائز ہے۔ (ت)

اسی طرح حلیہ میں اس سے نقل فرمایا:

وضبط الحروف فقال کل کلمۃ وقع فیھا بعد السین طاء مھملۃ او غین معجمۃ او قاف او خاء معجمۃ جاز ان یبدل فیھا السین صاداً[2]

اور حروف کا ضابطہ اس کے متعلق فرمایا ہر وہ کلمہ جس میں سین کے بعد ط مہملہ یا غین معجمہ یا ق یا خ معجمہ واقع ہو وہاں سین کو صاد کے ساتھ بدلنا جائز ہے۔ (ت)

اُسی میں ہے:

وفی المبتغی ومن قرأ مکان الصاد سینا ینظر ان کان صاد بعدھا طاء کالصراط و بعدھا غین کقولہ واصبغ او سین بعدھا قاف کقولہ

المبتغی میں ہے وہ شخص جس نے صاد کی جگہ سین پڑھا وہاں غور کیا جائے گا اگر صاد کے بعد طاء مہملہ ہے مثلاً صراط، یا اس کے بعد غین معجمہ ہو مثلاً واصبغ

---

[1] قنیہ، فتاوٰی قنیۃ باب زلۃ القاری الخ مطبعۃ مشتہرۃ بالمھانندیۃ ص ۶۱

[2] حلیہ المحلی شرح منیۃ المصلی

marfat.com

على الكراهة اذ لا كلام فى كراهة الصلوٰة خلف الفاسق والمبتدع هذا اذا لم يؤد الفسق والبدعة الى حد الكفر اما اذا ادى اليه فلا كلام فى عدم جواز الصلاة خلفه[1]

اور بدعتی کے پیچھے نماز کے مکروہ ہونے میں کوئی کلام نہیں لیکن یہ اس صورت میں ہے کہ اس کا فسق اور بدعت حدِ کفر تک نہ پہنچے ہوں، اگر حدِ کفر تک پہنچ جائیں تو ان کے پیچھے نماز کے عدمِ جواز میں کوئی کلام نہیں۔ (ت)

اور اسی طرح بحرالرائق میں محیط اور خلاصہ اور مجتبٰی سے منقول ہے؛

حيث قال وقيده فى المحيط والخلاصة والمجتبى وغيرها بان لاتكون بدعته تكفره فان كانت تكفره فالصلاة خلفه لاتجوز[2]

اس کے الفاظ ہیں کہ محیط، خلاصہ اور مجتبٰی وغیرہ میں اسے اس قید کے ساتھ مقید کیا ہے کہ وہ بدعت حدِ کفر تک نہ پہنچانے والی ہو اگر اس سے وہ کافر ہوگیا ہے تو اس کے پیچھے نماز ہرگز جائز نہیں (ت)

اور جب امامِ مسجد وہابی المذہب ہو اور اسے منع کرنے اور امامت سے باز رکھنے پر قدرت حاصل نہ ہو تو اس مسجد کو چھوڑ کر چلا جائے اور دوسری مسجد میں جس کا امام ایسے خبائث سے پاک ہو نماز پڑھے۔ بحرالرائق میں ہے؛

وذكر الشارح وغيره ان الفاسق اذا تعذر منعه يصلى الجمعة خلفه وفى غيرها ينتقل الى مسجد اخر وعلل له فى المعراج بان فى غير الجمعة يجد اماما غيره فقال فى فتح القدير يكره الاقتداء به فى الجمعة اذا تعددت اقامتها فى المصر على قول محمد هو المفتى به[3] قلت فاذا كان هذا حكم الفاسقين فى الاعمال فما ظنك بالفاسقين فى العقائد والله

شارح وغیرہ نے ذکر کیا ہے کہ جب فاسق کو امامت سے روکنا دشوار ہو تو جمعہ کی نماز اس کی اقتداء میں پڑھ لی جائے اور دیگر نمازوں کے لئے کسی دوسری مسجد میں چلا جائے، معراج میں اس کی دلیل یہ بیان کی ہے کہ جمعہ کے علاوہ میں دوسرا امام میسر آسکتا ہے، اور فتح القدیر میں ہے اس بناء پر اگر جمعہ شہر میں متعدد جگہ ہوتا ہو تو جمعہ میں بھی اقتداء مکروہ ہوگی، اور امام محمد کے قول کے مطابق ایسا کرنا جائز ہے اور اسی پر فتوی ہے قلت (میں

۱؎ شرح عقائد النسفیۃ — مسئلہ ان الفاسق لیس من اہل الولایۃ — مطبوعہ مطبع شرکۃ الاسلام دارالاشاعت قندھار ص ۱۱۵

۲؎ بحرالرائق — باب الامامۃ — مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۳۴۹

۳؎ ایضاً

marfat.com

تعالٰی الصراط المستقیم حیث قال لغۃ قریش ابدال السین صادا ھنا وفی کل موضع بعدھا عین او خاء او قاف باطراداھ والظاھر مما عن القنیۃ والحلیۃ مفسرا اعجامھا جمیعا فلیحرر۔

کہ اس مقام پر بلکہ ہر وہ مقام جہاں اس کے عین، خاء معجمہ یا قاف ہو وہاں سین کو صاد کے ساتھ بدل کر پڑھنا لغتِ قریش ہے اور یہ مستعمل ہے اھ قنیہ اور حلیہ کے حوالے سے جو کچھ تفصیلاً گزرا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سب معجمہ ہوں، پس اسے اچھی طرح محفوظ کرو۔ (ت)

پچھلے تین مسائل میں کہ بحالتِ فسادِ معنی فسادِ نماز کا حکمِ مذکور ہمارے امام صاحب مذہب اور ان کے اتباع ائمہ متقدمین رضی اللہ تعالٰی عنہم کا مذہب تھا اور وہی احوط و مختار ہے اجلہ محققین نے اُسی کی تصریح فرمائی

ومعلوم ان الفتوی متی اختلف وجب الرجوع الی قول الامام کما نص علیہ فی البحر والدر وحواشیہ وغیرھا من اسفار الکرام۔

اور یہ بات معلوم ہے کہ جب اختلاف ہو تو فتوٰی میں قولِ امام کی طرف رجوع کیا جائے گا جیسا کہ اس پر بحر، در اور دیگر مبارک کتب میں تصریح موجود ہے۔ (ت)

غنیہ میں ہے:

الاولی الاخذ فیہ بقول المتقدمین لانضباط قواعدھم وکون قولھم احوط واکثر الفروع المذکورۃ فی کتب الفتاوی منزلۃ علیہ[2]

بہتر یہ ہے کہ اختلافی صورت میں متقدمین کے قول کو لیا جائے کیونکہ ان کے قواعد نہایت مضبوط ہیں اور ان کے اقوال بہت ہی محتاط ہوتے ہیں اور کتب فتاوٰی کی اکثر فروعات اسی پر مبنی ہیں۔ (ت)

اُسی میں ہے:

ھذا بناء علی مختار المتقدمین وھو المختار[3]

یہ متقدمین کے قولِ مختار کی بناء پر ہے اور درحقیقت یہی مختار ہے۔ (ت)

اُسی میں ہے:

ھذا ملخص قاعدۃ المتقدمین وھو الذی صححہ المحققون من اھل الفتاوی

یہ قاعدۂ متقدمین کا خلاصہ ہے اور اسی کو اہل فتوٰی محققین مثلاً قاضی خان وغیرہ نے صحیح قرار دیا

---

[1] عنایۃ القاضی حاشیۃ الشہاب علی البیضاوی تحت الصراط المستقیم مطبوعہ دار صادر بیروت ۱/۱۳۱

[2] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی بیان احکام زلۃ القاری مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۴۷۷

[3] " " " " " " " " ص ۴۸۳

marfat.com

مناسب تھا یا نہ اور سب نمازوں میں یعنی نمازِ پانچ وقتی اور جمعہ کی اور جنازہ کی ان سب نمازوں میں امام ہونا ان دونوں میں سے کون لائق ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

فی الواقع جبکہ ان بلاد میں حکام اسلام سلطان والی وقاضی مفقود ہیں اور جب وہ نہیں تو ان کے نائب کہاں، اور اولیائے میت حسبِ تصریحِ سائل محض جاہل تھے تو صورتِ مستفسرہ میں امام مسجد کو سب پر تقدم اور اسی کو امام کرنا مستحب و بہتر تھا۔

تنویرالابصار ورد المحتار یقدم فی الصلاۃ علیہ السلطان (ثم نائبہ کما فی الفتح) ثم القاضی (فی الفتح ثم خلیفۃ الوالی ثم خلیفۃ القاضی ومثلہ فی الامداد عن الزیلعی) ثم امام الحی[۱] اھ ملتقطا وفی الدر تقدیم الولاۃ واجب وتقدیم امام الحی مندوب فقط بشرط ان یکون افضل من الولی والا فالولی اولی[۲] الخ۔

تنویرالابصار اور ردالمحتار میں ہے نمازِ جنازہ میں سلطان مقدم ہے (پھر اس کا نائب جیسا کہ فتح میں ہے)، پھر قاضی (فتح میں ہے پھر والی کا نائب پھر قاضی کا نائب اور امداد میں زیلعی کے حوالے سے اسی طرح ہے) پھر محلہ کا امام اھ تلخیصا، اور در میں ہے حکام کی تقدیم واجب اور محلہ کے امام کی تقدیم فقط مندوب ہے بشرطیکہ وہ ولی سے افضل ہو ورنہ ولی اولٰی ہوگا الخ (ت)

شخص دیگر کا ترکِ جماعت تو صرف گناہ تھا کہ بعد اعادہ گناہ کبیرہ موجبِ فسق ہوا اور تعزیہ رائجہ بنانے کو اچھا جاننا بدعت شیعہ کی تحسین اور حضرت امیر المومنین سیدنا مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم کو حضرات شیخین رضی اللہ تعالٰی عنہما سے افضل بتانا رفض و بدمذہبی، یہی وجوہ اس شخص کے پیچھے نماز کے سخت مکروہ ہونے کو کافی تھے۔ خلاصہ وفتح القدیر وہندیہ وغیرہا میں ہے: ان فضل علیا علیہما فمبتدع[۳] (اگر کوئی شخص سیدنا علی رضی اللہ تعالٰی عنہ کو دونوں خلفاء پر فضیلت دیتا ہے تو وہ بدعتی ہے۔ ت) ارکانِ اربعہ میں ہے:

اما الشیعۃ الذین یفضلون علیا

وہ شیعہ لوگ جو حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ کو

---

[۱] ردالمحتار باب صلوٰۃ الجنائز مطبوعہ مصطفٰے البابی مصر ۱/۶۴۹

نوٹ: ہلالین کے اندر والی عبارت ردالمحتار کی ہے اور باہر والی تنویرالابصار کی ہے جو حاشیہ ردالمحتار پر موجود ہے۔

[۲] درمختار باب صلوٰۃ الجنائز مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۲۳

[۳] خلاصۃ الفتاوٰی الفصل الخامس عشر فی الامامۃ الخ ،، مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۱/۱۴۹

marfat.com

بزازیہ میں ہے:

ان امکنہ ان یتخذ اٰیات خالیۃ عن تلک الحروف فعل والا سکت وان وجد اٰیات خالیۃ عن لثغتہ ومع ذلک قرأ ما فیہا لثغتہ لایجوز وعلی قیاس ما ذکرنا فی المسئلۃ الاولٰی ان بدل حرفا بحرف ولم یقدر لا یفسد وبہ ناخذ وکذا المستقین مکان المستقیم الا ان غیرہ لایقتدی بہ[1]۔

اگر اس کے لئے ممکن ہے تو ایسی آیات پڑھے جو ان حروف سے خالی ہوں ورنہ ساکت رہے اور اگر وہ ایسی آیات (جن میں اس کو توتلا پن نہیں ہوتا) پر قادر ہونے کے باوجود وہ آیات پڑھتا ہے جن میں توتلا پن ہوتا ہے، تو یہ جائز نہیں، اور پہلے مسئلہ میں ہم نے جو کچھ بیان کیا اس پر قیاس کرتے ہوئے اگر اس نے ایک حرف کو کسی حرف کے ساتھ بدل دیا اور درست پڑھنے پر قادر نہ ہو تو فسادِ نماز نہیں آئے گا، اسی پر ہمارا عمل ہے، اسی طرح وہ جس نے مستقیم کی جگہ مستقین پڑھا، مگر کوئی دوسرا اس کی اقتدا نہ کرے۔ (ت)

غنیہ میں محیط، فتاوٰی حجہ، فتاوٰی خانیہ وغیرہا کی عبارات لکھ کر فرمایا:

الحاصل ان اللثغ یجب علیہم الجہد دائما وصلٰوتہم جائزۃ ماداموا علی الجہد ولکنہم بمنزلۃ الامیین فی حق من یصحح الحرف الذی عجزوا عنہ لایجوز اقتدائہ بہم ولا تجوز صلٰوتہم اذا ترکوا الاقتداء بہ مع قدرتہم وانما تجوز صلاتہم مع قرأۃ تلک الحروف اذا لم یقدروا علی قرأۃ ما تجوز بہ الصلٰوۃ مما لیس فیہ تلک الحروف واما لو قدروا مع ھذا اقرأوا تلک الحروف فصلٰوتہم فاسدۃ ایضاً ھذا ھو الذی علیہ الاعتماد[2]۔

الحاصل توتلا پن رکھنے والے پر ہمیشہ تصحیحِ حروف کی جدوجہد کرنا ضروری ہے اور جب تک ایسے لوگ جدوجہد کرتے رہیں گے ان کی نمازیں درست ہونگی اور حروف کو صحیح ادا کرنے والے کے حق میں اُمّی کی طرح ہیں لہذا صحیح ادا کرنے والے کو ان کی اقتداء نہیں کرنی چاہئے اور یہ لوگ صحیح پڑھنے والے کی اقتداء پر قادر ہونے کے باوجود اگر اقتدا ترک کریں تو ان کی نماز نہ ہوگی اور ان کی اپنی نماز ان حروف کی قرأت کے ساتھ تبھی ہوگی جب یہ قرآن کے کسی اتنے حصے پر قادر نہ ہوں جتنے میں نماز جائز ہوجائے اور اس حصے میں وہ حروف بھی نہ ہوں اور اگر اتنی قرأت کی قدرت کے باوجود انہی حروف کو پڑھتے ہیں تو بھی ان کی نماز فاسد ہوگی یہ وہ ہے جس پر اعتماد ہے۔ (ت)

---

[1] فتاوٰی بزازیہ مع الفتاوی الہندیۃ الثانی عشر فی زلۃ القاری مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۴/۴۴

[2] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی بیان احکام زلۃ القاری " سہیل اکیڈمی لاہور ص ۴۸۳

marfat.com

ان کی طرف راغب اور متوجہ کرتا ہے تو کہہ دیتا ہے مجھے تو قال اللہ وقال الرسول سے غرض ہے نہ اُن کے مسائل سے، گویا اُس کے نزدیک سُنّی علما جو مسجد میں وعظ کہتے ہیں وعظ اُن کا قال اللہ وقال الرسول کے خلاف ہے جو اُسے نہیں سنتا اور جب اُن کے مجامع میں شریک ہونے اور اس مذہب کی تائید وتقویت سے تعرض کیا جاتا ہے تو کبھی انکار کرتا ہے اور جب انکار سے چارہ نہیں پاتا تو توبہ کرتا ہے مگر افعال مذکورہ بدستور رکھتا ہے چنانچہ ایک سال میں تین بار توبہ کی اور ہر بار اُنھیں افعال کا مرتکب رہا، تیسری بار توبہ کے بعد ایک سُنّی واعظ کو کہ بعد نماز جمعہ کے وعظ کے لئے منبر پر بیٹھ لئے تھے وعظ سے روکا اور مذہب کے ایک عیار کو ایک مثنوی پڑھنے کو بٹھا دیا جس کی تصنیف کا باعث عوام کو مغالطہ دہی اور انھیں دامِ فریب میں لینا اور اپنے مذہب کی طرف گرویدہ کرنا ہے اور اس میں وہ عیاری وچالاکی کی ہے جس کی حقیقت عوام اور ناواقفوں کی سمجھ میں نہیں آسکتی مگر مصنف مثنوی کو سب اہلسنّت پہلے سے اپنا مخالف مذہب جانتے تھے لہذا واعظ سُنّی کو اُٹھا کر اُس شخص کو بٹھانا اور وعظ سے روک کے اسی کی مثنوی پڑھوانا باعثِ برہمی اہلسنت کا ہوا اور جو لوگ اس کی ظاہری باتوں اور بار بار کی توبہ کے فریب میں تھے اُن پر حال اس کا منکشف ہو گیا اور نماز اُس کے پیچھے چھوڑ دی اور جو واقف ہوتا جاتا ہے اس مسجد میں نماز کو نہیں آتا روز بروز جماعت میں کمی اور مسجد کی ویرانی اور خرابی ہوتی جاتی ہے ہر وہ لوگ کہ احوال واقعی سے آگاہ اور اس کی چالاکیوں اور عیاریوں سے واقف نہیں اُس کے پیچھے نماز پڑھتے آتے ہیں اور بعض اشخاص جنھیں نماز سے کام نہ دین سے غرض بعض وجوہ نفسانی سے مسلمانوں کی نماز اور مسجد کی خرابی گوارا کر کے اس کی حمایت بیجا اور امامت قائم رہنے پر اصرار کرتے ہیں آیا اُس شخص کو سُنّی کہا جائے گا یا دُوسرے مذہب میں شمار کیا جائے گا یا کسی میں نہیں، اور باوجود ان سب امورات کے اُس کی توبہ کا اعتبار ہو گا یا نہیں، اور ایسے شخص کے پیچھے نماز کا کیا حکم ہے اور مسلمانوں کو اُسے امامت سے موقوف کر کے کسی شخص سُنّی صحیح العقیدہ واقف مسائل وقواعد قرأت کو جس کی امامت پر کوئی فتنہ اور اختلاف اور جماعت کی کمی اور مسجد کی ویرانی نہ ہو اس کی جگہ مقرر کرنا اور اس کی حمایت کرنے والوں کو حمایت سے باز آنا ضرور ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

جو شخص مسائل نماز سے جاہل ہو اس کی امامت میں احتمال قوی نماز کے فساد وخرابی کا ہے کہ اس سے اکثر باتیں ایسی واقع ہوں گی جن سے نماز فاسد ہو جائے گی یا اس میں نقصان آئے گا اور وہ بسبب جہالت کے اُن پر مطلع نہ ہو گا اور ان کی اصلاح نہ کر سکے گا اسی طرح جو شخص مخارج وصفات وحروف وقواعد تجوید سے آگاہ نہ ہو عجب نہیں کہ اُس کے پڑھنے میں قرآن میں ایسا تغیر واقع ہو جائے جو بالاتفاق یا ایک مذہب پر موجب فساد نماز کا ہو کیا بلاضرورت ایسے شخص کو امام کرنا نماز میں کہ عماد اسلام وافضل اعمال ہے بے احتیاطی

marfat.com

كراهة تقديمه كراهة تحريم لما ذكرنا[1]

کی تقدیم مکروہ تحریمی ہے اس دلیل کی بنا پر جو ہم نے ذکر کردی۔ (ت)

(۱۲) جماعت اہم واجبات اور اعظم شعائرِ اسلام سے ہے، تو فسقِ امام کے سبب ترکِ جماعت نہ چاہئے ادائے جماعت کے لئے اس کے پیچھے پڑھ لیں اور دفع کراہت کے لئے اعادہ کریں۔

فی الفتح عن المحیط وفی البحر عن الفتاوی وفی الدر عن النھر عن المحیط، صلی خلف فاسق اومبتدع نال فضل الجماعۃ[2] اھ فی ردالمحتار افاد ان الصلوۃ خلفھما اولی من الانفراد[3] الخ ومثلہ فی البحر عن السراج فی الفاسق وفی الفتح، الحق التفصیل بین کون تلک الکراھۃ کراھۃ تحریم فتجب الاعادۃ او تنزیہ فتستحب۔

فتح میں محیط سے، بحر میں فتاوٰی سے اور درمختار میں نہر سے محیط کے حوالے سے ہے فاسق یا بدعتی کی اقتدا میں نماز ادا کرنے سے جماعت کا ثواب مل جاتا ہے اھ ردالمحتار میں ہے کہ اس سے یہ فائدہ حاصل ہوا کہ ان کی اقتدا میں نماز تنہا نماز پڑھنے سے اولٰی ہے الخ اور بحر میں معراج کے حوالے سے فاسق کے بارے میں یہی رائے ہے اور فتح القدیر میں بھی اسی طرح ہے حق یہ ہے کہ اس میں تفصیل ہے اگر مکروہِ تحریمی ہے تو اعادہ واجب، اور اگر تنزیہی ہے تو اعادہ مستحب ہے۔ (ت)

بلکہ جب اس کے سوا نہ کوئی امامت کے قابل ہو نہ دوسری جگہ جماعت ملے تو اس کے پیچھے کراہت بھی نہ رہے گی

فی الدر ھذا ان وجد غیرھم والا فلاکراھۃ، بحربحثا[4] اھ قال الشامی قد علمت انہ موافق للمنقول عن الاختیار وغیرہ[5]۔

درمختار میں ہے کہ یہ کراہت اس وقت ہے جب ان کے علاوہ کوئی دوسرا امام ان سے میسر ہو ورنہ کوئی کراہت نہیں، بحر میں اسی طرح بحث ہے اھ۔ امام شامی نے فرمایا کہ آپ نے جان لیا کہ یہ اختیار وغیرہ سے منقول کے موافق ہے۔ (ت)

جب یہ مسائل معلوم ہوگئے تو حکم مسئلہ منکشف ہوگیا۔ زید و بکر دونوں کے پیچھے نماز کم سے کم مکروہ تو ضرور ہے، پس اگر کوئی تیسرا قابلِ امامت خالی از کراہت ملے تو اس کی اقتدا کریں، اور اگر کوئی نہ ہو تو اگر

---

[1] ردالمحتار	باب الامامۃ	مطبوعہ مصطفی البابی مصر	۱/ ۴۱۴
[2] درمختار	"	" مطبع مجتبائی دہلی	۱/ ۸۳
[3] ردالمحتار	"	" مصطفی البابی مصر	۱/ ۴۱۵
[4] درمختار	"	" مطبع مجتبائی دہلی	۱/ ۸۳
[5] ردالمحتار	"	" مصطفی البابی مصر	۱/ ۴۱۵

marfat.com

علی قلوبھم اکنۃ ان یفقھوہ وفی اٰذانھم وقراً[1]

جو آگے بھیجا اس کے ہاتھوں نے، بیشک ہم نے کر دیے اُن کے دلوں پر پردے اُس کے سمجھنے سے اور ان کے کانوں میں ٹینٹ۔

مسلمانوں کے ساتھ عیاری وچالاکی اور انھیں دھوکے دینا فریب میں ڈالنا ایسے افعال کر کے جن کے سبب لوگوں کی نمازان کے پیچھے خراب ہو اُن کی تسکین کے لئے بظاہر توبہ کرنا اور انھیں باتوں کا مرتکب رہنا فتنہ ہے کہ اللہ کے نزدیک قتلِ ناحق سے زیادہ سخت ہے اور عذابِ جہنم کا موجب۔

قال اللہ تعالٰی والفتنۃ اکبر من القتل[2]

اللہ تعالٰی کا ارشادِ گرامی ہے اور فتنہ قتل سے بدتر ہے

وقال اللہ تعالٰی ان الذین فتنوا المؤمنین والمؤمنات ثم لم یتوبوا فلھم عذاب جھنم ولھم عذاب الحریق[3]

اور اللہ تعالٰی کا یہ بھی فرمان ہے بلاشبہ وہ لوگ جو مومن مردوں اور مومن خواتین کو فتنہ میں ڈالتے ہیں پھر توبہ نہیں کرتے ان کے لئے جہنم کا عذاب ہے اور ان کے لئے جلانے والا عذاب ہے۔ (ت)

حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

"جب فاسق کی مدح کی جاتی ہے عرشِ خدا کانپ جاتا ہے اور حق سبحانہٗ تعالٰی اس کی طرف سے منہ پھیر لیتا ہے[4]۔"

رواہ ابن ابی الدنیا فی ذم الغیبۃ وابویعلی فی مسندہ والبیہقی فی شعب الایمان عن انس بن مالک وابن عدی فی الکامل عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنھما۔

اس کو ابن ابی الدنیا نے کتاب ذم الغیبۃ میں، ابویعلٰی نے مسند میں اور بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اور ابن عدی نے کامل میں حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا ہے۔ (ت)

جب فاسق کی مدح خدا کو اس قدر ناپسند ہے تو رؤسائے اہل بدعت کی تعریف کس قدر موجب اس کی ناراضگی کی ہوگی بدل اہلِ بدعت سے محبت وعقیدت سے دُور دُور سے ان کے پاس جانا اُن کی ترویج

---

[1] القرآن ۱۸/ ۵۷
[2] القرآن ۲/ ۲۱۷
[3] القرآن ۸۵/ ۱۰
[4] شعب ایمان باب فی حفظ اللسان مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ۴/ ۲۳۰

marfat.com

مستحب مزاحم فرض نہیں ہوسکتا ۔ بیّنوا توجروا

الجواب

متابعتِ امام ہر فعل و ترک میں علی الاطلاق فرض و واجب کیا معنی مسنون اور مستحب بھی نہیں بلکہ بعض صورتیں خلافِ اولیٰ اور بعض میں محض ناجائز ہوتی ہے،

فی رد المحتار والمتابعة لیست فرضا بل تکون واجبة فی الفرائض والواجبات الفعلیة وتکون سنة فی السنن وکذا فی غیرها عند معارضة سنة وتکون خلاف الاولٰی اذا عارضها واجب اٰخر اوکانت فی ترك لایلزم من فعله مخالفة الامام فی واجب فعلی کرفع الیدین للتحریمة ونظائرہ وتکون غیر جائزۃ اذا کانت فی فعل بدعة او منسوخ اومالا تعلق لہ بالصلٰوۃ اصلا[1] الخ

ردالمحتار میں ہے متابعتِ امام فرض نہیں بلکہ فرائض اور واجباتِ فعلیہ میں واجب، سُنن میں سنّت، اور اسی طرح ان کے علاوہ میں سنت کے معارضہ کی صورت میں اور متابعت خلاف اولٰی ہے جب اس کے ساتھ واجب آخر کا معارضہ ہو جائے، یا ایسی چیز کے ترک میں جس کے فعل سے واجب فعلی میں امام کی مخالفت لازم نہ آئے مثلاً تحریمہ کے لئے رفع یدین کرنا اور اس کی دیگر نظائر اور متابعت فعل بدعت، منسوخ یا ایسے عمل میں جس کا نماز سے کوئی تعلق نہ ہو ناجائز ہے الخ (ت)

پھر اگر اس مستحب متروک الامام کے فعل سے کسی واجب فعلی میں مخالفت امام لازم نہ آئے تو اس کا فعل ہی اولٰے اور انسب ہوگا۔ اور وہ مستحب درجہ استحباب سے بھی نہ گرے گا، چہ جائیکہ بسبب ترک متابعت، حرام یا ہلکے درجے کا مکروہ ہی ہو جائے۔ کیا اگر امام ادب نظر کی مراعات نہ کرے تو مقتدی بھی آنکھیں پھاڑے دیوارِ قبلہ کو دیکھتے رہیں، کیا اگر امام بحالتِ قیام پاؤں میں فصل زیادہ رکھے تو مقتدی بھی ٹانگیں چیرے کھڑے رہیں۔ کیا اگر ایسا نہ کریں تو بحکم متابعت تارکِ واجب و آثم و گنہگار رہوں گے لایقول به عاقل فضلا عن فاضل (اس کا قول کوئی عاقل نہیں کرسکتا چہ جائیکہ کوئی فاضل کرے۔ ت) اسی قبیل سے ہے عمامہ باندھنا مسواک وغیرہ کرنا وغیر ذلك من الاٰداب والحسنات التی لایستلزم فعلها مخالفة الامام فی واجب فعلی (اس کے علاوہ وہ آداب وحسنات جن کے بجا لانے سے واجب فعلی میں امام کی مخالفت لازم نہیں آتی۔ ت) اور یہیں سے ظاہر ہوگئی اس دلیل کی شناعت، اور یہ قاعدہ مسلمہ تعارض واجب و فرض و

---

[1] ردالمحتار مطلب مہم فی تحقیق متابعة الامام مطبوعہ مصطفٰی البابی مصر ۱/ ۳۴۸

marfat.com

فتح القدیر وعلی ھذا فیکرہ الاقتداء بہ فی الجمعۃ اذا تعددت اقامتہا فی المصر علی قول محمد وھو المفتی بہ لانہ بسبیل من التحول[1] (حینئذ)

بقیہ نمازوں میں دوسرا امام میسر آسکتا ہے تو فتح القدیر میں کہا کہ اس بنا پر نمازِ جمعہ میں بھی فاسق کی اقتدا مکروہ ہوگی کیونکہ امام محمد کے قول کے مطابق شہر میں متعدد جگہ جمعہ ادا کیا جاسکتا ہے۔ اور اسی قول پر فتوٰی ہے لہذا جمعہ میں بھی دوسری جگہ منتقل ہونا ممکن ہے۔ (ت)

معہذا تکثیر جماعت شرع کو مطلوب ہے اسی واسطے جن کی امامت میں احتمال لوگوں کی قلت رغبت و کمی جماعت کا تھا اُن کی اقتدا، مکروہ ٹھہری مثل اعرابی وغلام وولد الزنا پس جس شخص سے لوگ اپنے دین کی وجہ سے تنفر تام رکھیں اور جو اس کے حال سے آگاہ ہوتا جائے نماز چھوڑتا جائے اس کی امامت شرع کو کیونکر پسند آئے گی۔

فی البحر الرائق واما الکراھۃ فمبنیۃ علی قلۃ رغبۃ الناس فی الاقتداء بھؤلاء فیؤدی الی تقلیل الجماعۃ المطلوب تکثیرھا تکثیرا للاجر[2]

البحر الرائق میں ہے کراہت کی وجہ یہ ہے کہ ان کی اقتداء کی رغبت لوگوں میں کم پائی جاتی ہے اس وجہ سے جماعت میں حاضری کم لوگوں کی ہوگی حالانکہ کثرتِ اجر کے پیشِ نظر جماعت میں کثیر افراد کی حاضری مطلوب ہے۔ (ت)

علاوہ بریں افعال مذکورہ زید مجرد فسق ہی نہیں بلکہ دلیل واضح ہیں اس پر کہ وہ سخت بدعتی غالی مکلب اور مذہب حق کا دشمن اور خلقِ خدا کو گمراہ کرنے والا ہے تو اب کراہت بہ نسبت پہلے کے بہت زائد ہوگئی کہ فسق فی الاعمال وفسق فی العقائد میں زمین وآسمان کا فرق ہے، کبیری شرح منیہ میں ہے:

ویکرہ تقدیم المبتدع ایضا لانہ فاسق من حیث الاعتقاد وھو اشد من الفسق من حیث العمل لان الفاسق من حیث العمل یعترف بانہ فاسق ویخاف ویستغفر بخلاف المبتدع والمراد بالمبتدع من یعتقد شیئا علی خلاف مایعتقدہ اھل السنۃ والجماعۃ[3]

بدعتی کو امام بنانا بھی مکروہ ہے کیونکہ وہ اعتقاد کے لحاظ سے فاسق ہے اور ایسا آدمی عملی فاسق سے بدتر ہے کیونکہ عملی فاسق اپنے فسق کا اعتراف کرتا ہے اور ڈرتا ہے اور اللہ سے معافی کا خواستگار رہتا ہے بخلاف بدعتی کے اور بدعتی سے وہ شخص مراد ہے جو اہلسنت وجماعت کے عقائد کے خلاف کوئی دوسرا عقیدہ رکھتا ہو۔ (ت)

---

[1] بحر الرائق باب الامامۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۳۴۹

[2] ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۱/ ۳۴۸

[3] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی الامامۃ الخ ؍؍ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۱۴

marfat.com

الامام فی ترکہ کما صرح بہ العلماء فلیس ینقض فی الحقیقۃ لانہا انما ھی فی فعل ذالك الواجب ولزم من اتیانہ ترك ھذا المستحب فالامام ترکہ قصداً او سھواً والمقتدی لایترکہ لمحض ان الامام ترکہ بل لانہ لوفعلہ لفاتہ ما ھو اھم و الزم فصح قولنا لا یلزم المتابعۃ فی ترك المستحب مطلقا ای من حیث ھو ھو فافھم فانہ احری بہ واللہ سبحانہ وتعالی اعلم۔

واجب فعلی میں امام کی مخالفت لازم آرہی ہو کیونکہ اس صورت میں امام کی متابعت اس کے ترک ہیں. واجب ہوگی جیسا کہ علما نے تصریح کی ہے پس یہ حقیقۃً اعتراض ہی نہیں کیونکہ یہ تو فعل واجب کی متابعت کا معاملہ تھا اور اس کے بجالانے سے اس مستحب کا ترک ہُوا پس امام اگر مستحب کو قصداً یا سہواً ترک کرے تو مقتدی محض اس لئے ترک نہیں کرسکتا کہ امام نے ترک کیا ہے بلکہ وہ اس لئے ترک کرے گا کہ اگر وُہ اس مستحب کو بجالاتا ہے تو اس سے جو اہم اور زیادہ لازم ہے وہ فوت ہوجائے گا، پس ہمارا قول "مستحب بحیثیت مستحب کے ترک میں امام کی متابعت لازم نہیں" صحیح ٹھہرا پس اسے اچھی طرح سمجھ لو کیونکہ یہی اس مقام کے لائق ہے۔ واللہ سبحانہٗ وتعالٰی اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۵۹۲ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ وہابیہ کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ اور اگر کسی مسجد کا امام وہابی المذہب ہو تو اس کی اقتدا کرنا بہتر ہے یا اس مسجد کو چھوڑ کر دوسری مسجد میں نماز پڑھنا بینوا توجروا۔

الجواب

ان دیار میں وہابی اُن لوگوں کو کہتے ہیں جو اسمٰعیل دہلوی کے پیرو اور اُس کی کتاب "تقویۃ الایمان" کے معتقد ہیں یہ لوگ مثل شیعہ خارجی معتزلہ وغیرہم اہلسنّت وجماعت کے مخالف مذہب ہیں ان میں سے جس شخص کی بدعت حدِ کفر تک نہ ہو یہ اُس وقت تھا اب کبرائے وہابیہ نے کھلے کھلے ضروریاتِ دین کا انکار کیا اور تمام وہابیہ اُس میں اُن کے موافق یا کم از کم اُن کے حامی یا اُنھیں مسلمان جاننے والے ہیں اور یہ سب صریح کفر ہیں، تو اب وہابیہ میں کوئی ایسا نہ رہا جس کی بدعت کفر سے گری ہوئی ہو خواہ غیر مقلد ہو یا بظاہر مقلد نسأل اللہ العفو والعافیۃ (ہم اللہ تعالٰی سے معافی اور عافیت کا سوال کرتے ہیں۔ ت) نماز اس کے پیچھے مکروہ تحریمی ہے اور جو اس حد تک پہنچ گئی تو اقتدا اس کی اصلاً صحیح نہیں۔ شرح عقائد نسفی میں ہے:

ما نقل عن بعض السلف من المنع عن الصلوٰۃ خلف المبتدع فمحمول

بعض اسلاف سے یہ جو منقول ہے کہ بدعتی کے پیچھے نماز منع ہے یہ کراہت پر محمول ہے کیونکہ فاسق

marfat.com

جو لوگ ایسے شخص کی حمایت کرتے ہیں نماز کے دشمن اور مسجد کی ویرانی اور اہل اسلام کے عمدہ شعار یعنی نماز کی بربادی چاہنے والے ہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۵۹۵ از رنگون مرسلہ سید انتظام علی صاحب ۵ ذی الحجہ ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ میں: ایک شخص کا دہنا ہاتھ ٹوٹ گیا ہے اس وجہ سے نیت باندھتے وقت ہاتھ اسکا گوش تک نہیں پہنچتا کہ اس کو مس کرے، اس سبب سے بعض لوگ اُس کے پیچھے اقتدا کرنے سے انکار کرتے ہیں کیا موافق ان لوگوں کے اس کے پیچھے نماز نہیں ہوسکتی؟

الجواب

خیال مذکور غلط ہے اُس کے پیچھے جوازِ نماز میں کلام نہیں، ہاں غایت یہ ہے کہ اس کا غیر اولٰی ہونا ہے وہ بھی اُس حالت میں کہ یہ شخص تمام حاضرین سے علم مسائل نماز و طہارت میں زیادت نہ رکھتا ہو ورنہ یہی احق و اولٰی ہے۔

فی ردالمحتار تحت قولہ تکرہ خلف امرد وسفیہ ومفلوج وابرص الخ وکذلک اعرج یقوم ببعض قدمہ فالاقتداء بغیرہ اولی تاتارخانیۃ وکذا اجذم برجندی ومجبوب وحاقن ومن لہ ید واحدۃ فتاوی الصوفیۃ عن التحفۃ[1] اھ وفی الدر یکرہ امامۃ الاعمی الا ان یکون اعلم القوم فھو اولی[2] اھ ملخصا واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

ردالمحتار میں ماتن کے قول "امرد، بیوقوف، مفلوج اور ابرص کے پیچھے نماز مکروہ ہے" الخ کے تحت ہے یہی حکم اس لنگڑے کا ہے جو اپنے قدم کے بعض حصے پر قیام کرتا ہو، پس اس صورت میں غیر لنگڑے کی اقتداء بہتر ہوگی، تاتارخانیہ صاحبِ جذام کا بھی یہی حکم ہے، برجندی، مقطوع الذکر، پیشاب روکنے والا اور شخص جس کا ایک ہی ہاتھ ہو اس کا بھی یہی حکم ہے۔ فتاوٰی صوفیہ میں تحفہ کے حوالے سے یہی ہے اھ اور درمختار میں ہے نابینا شخص کی امامت مکروہ ہے سوائے اس صورت کے کہ وہ قوم میں سب سے زیادہ عالم ہو تو اس صورت میں وہی امامت کے زیادہ لائق و افضل ہے اھ ملخصاً واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۵۹۶ ایک شخص کی جوان بی بی بے پردہ باہر نکلتی ہے بلکہ بازار میں بیٹھ کر کچھ سودا بیچا کرتی ہے پس اُس

---

[1] ردالمحتار مطلب فی امامۃ الامرد مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۴۱۶

[2] درمختار باب الامامۃ " مطبع مجتبائی دہلی ۱/۸۳

marfat.com

تعالیٰ اعلم۔ کہتا ہوں) جب اعمال میں فسق رکھنے والوں کا یہ حکم ہے تو عقائد میں فسق رکھنے والوں کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہوگا! واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۵۹۳ از شہر کہنہ بریلی مرسلہ مولوی غلام محمد صاحب پنجابی ۸ شعبان المعظم ۱۳۱۲ھ

ایک جنازہ وقت غروب شمس کے پاس مسجد کے موجود ہوا اور وہ جنازہ اہل سنت وجماعت کا تھا حال یہ ہے کہ وارث میت کے من کل الوجوہ جاہل تھے حتی کہ نماز سے اور امام اس مسجد کا پانچوں وقت نماز تاکید سے پڑھاتا ہے اور کتب درسیہ متداولہ میں بھی تعلیم وتعلم رکھتا ہے اور خالص سنت وجماعت ہے اور خالص حنفی ہے اور اُس امام کا یہ عقیدہ منعقد ہوا ہے خدا ایک ہے مثل اس کے متصور نہیں ہوسکتا ہے اور سب انبیاء علیہم السلام صادق ہیں خصوصاً حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بزرگی میں سب سے زیادہ ہیں اور بعد سب انبیاء علیہم السلام کے بزرگی میں سب سے زیادہ حضرت ابوبکر صدیق ہیں پھر حضرت عمر ہیں پھر حضرت عثمان ہیں پھر حضرت علی ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہم، اور کرامت اولیاء اللہ کی بھی برحق ہے خلاصہ جو طریقہ اہلسنت وجماعت کا ہے وہ اُس امام میں موجود ہے اور ایک شخص اور ہے کتب درسیہ پڑھے ہے یا نہیں واللہ اعلم بالصواب مگر دعوٰی ہے اور تعلیم وتعلم بھی کسی کتاب کا نہیں ہے اور اُس شخص کا عقیدہ یہ ہے کہ بزرگی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سب آدمی سے زیادہ ہے مگر حضرت علی اور بی بی فاطمہ اور حضرت امام حسن وحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے زیادہ نہیں ہے بلکہ یہ سب پانچ تن بزرگی میں برابر ہیں اور بزرگی حضرت علی کی سب اصحاب سے زیادہ ہے اور وہ شخص نماز پانچ وقت جماعت سے نہیں پڑھتا ہے بلکہ محض جمعہ کے دن جماعت سے پڑھتا ہے اور تعزیہ بنانے کو بھی اچھا کہتا ہے وقت جنازہ کے یہ دونوں مولوی مذکور موجود تھے اور دونوں کو ورثائے میت نے بلایا تھا اور دونوں کو حکم جنازہ پڑھانے کا کیا اور سوا امام کے دوسرا مولوی امام بن گیا اس وقت امام نے کہا لائق امامت جنازہ کے میں ہوں چونکہ سلطان اور قاضی اس وقت میں نہیں ہیں اور یہی بات شرح وقایہ اور ہدایہ اور سب کتابوں میں موجود ہے عبارت مسئلہ مذکورہ کی یہ ہے:

والاحق بالامامۃ السلطان ثم القاضی ثم امام الحی ثم الولی کما فی العصبات۔

امامت کا زیادہ حقدار سلطان ہے پھر قاضی پھر محلہ کا امام پھر ولی، اس ترتیب سے جو عصبات میں ہے (ت)

اور وہ مولوی اس مسئلہ کو نہ مانا اور امام بنا اور امام الحی نے اس کے پیچھے نماز نہ پڑھی اس وجہ سے کہ اس نے اس مسئلہ محررہ کو نہ مانا اور بلحاظ عقائد مذکورہ محررہ کے امام الحی نے اس کے پیچھے نماز ترک کی۔ آیا امام ہونا نماز جنازہ کا امام الحی مولوی کو لائق تھا یا دوسرے مولوی کو، اور نماز کا ترک کرنا امام الحی کا ایسے شخص کے پیچھے

marfat.com

مسئلہ ۵۹۷ تا ۵۹۹ از مارہرہ مطہرہ مرسلہ حضرت میاں صاحب قبلہ حضرت سید شاہ ابوالحسین احمد نوری میاں مدظلہم الاقدس ۳۰ ذی الحجہ ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ:

(۱) توتلے کے پیچھے نماز کیسی ہے؟

(۲) ہکلے کے پیچھے نماز کیسی ہے؟

(۳) ایک شخص تھوڑی سی افیون بغرضِ دوا کھاتا ہے اور اس کے سبب اسے نشہ نہیں ہوتا ایسے کی امامت مکروہ ہے یا نہیں؟

الجواب

(۱) مذہب صحیح میں غیر توتلے کی نماز اُس کے پیچھے باطل ہے، خیریہ میں ہے: امامۃ الالثغ بالفصیح فاسدۃ فی الراجح الصحیح[۱] (توتلے کی امامت فصیح (غیر توتلے) کے لئے راجح اور صحیح قول کے مطابق فاسد ہے۔ ت)

(۲) اگر ہکلا نماز میں نہ ہکلائے جیسے بعض لوگوں کا ہکلانا وقت غضب سے مخصوص ہوتا ہے صرف غصہ میں ہکلانے لگتے ہیں ویسے صاف بولتے ہیں یا بعض کا ہکلانا بے پروائی کے ساتھ ہوتا ہے اگر تحفظ و احتیاط کریں تو کلام صاف ادا ہو ایسے لوگوں کو دیکھا گیا ہے کہ باتوں میں ہکلاتے ہیں اور اذان و نماز و تلاوت میں اس کا کچھ اثر نہیں پایا جاتا ایسی صورت میں تو کلام نہیں کہ وہ حق نماز میں خود فصیح ہے اور جو ہر جگہ ہکلائے اس کی تین۳ قسمیں ہیں:

ایک۱ وہ کہ ان کی تکرار میں بعض حروف معین ہیں مثلاً کاف یا چ یا پ کہ جہاں رُکیں گے ان ہی حروف کی تکرار کریں گے یا گھبرا کر ایں ایں کرنے لگتے ہیں ان کے پیچھے تو فسادِ نماز بدیہی ہے۔

دوسرے۲ وہ کہ جس کلمہ پر رُکتے ہیں اُسی کے اوّل حرف کی تکرار کرتے ہیں، اس صورت میں اگرچہ حرف خارج نہیں بڑھتا بلکہ اُسی کلمہ کا ایک جزو مکرر ادا ہوتا ہے مگر ازانجا کہ حرف بوجہ تکرار لغو و مہمل و خارج عن القرآن رہ گیا اس کے پیچھے بھی نماز فاسد ہے، درمختار میں توتلے کے پیچھے فسادِ نماز کا حکم لکھ کر فرماتے ہیں:

وھو الصحیح المختار فی حکم الالثغ وکذا من لایقدر علی التلفظ (توتلے کے بارے میں مختار اور صحیح حکم یہی ہے اور اسی طرح وہ شخص ہوگا جو حروف تہجی میں سے کسی حرف کی ادا پر

---

[۱] فتاوٰی خیریہ کتاب الصلوٰۃ دارالمعرفۃ بیروت ۱/۱۰

marfat.com

على الشيخين ولا يطعنون فيهما اصلا كالزيدية فتجوز خلفهم الصلٰوة لكن تكره كراهة شديدة۔[1]

شیخین (حضرت ابوبکر و حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما) پر فضیلت دیتے ہیں اور ان پر ہرگز طعن و تشنیع بھی نہیں کرتے مثلاً فرقہ زیدیہ کے لوگ، تو ان کے پیچھے نماز جائز ہے لیکن سخت مکروہ۔ (ت)

مگر بیانِ سائل اگر سچا ہے تو حضرات آلِ عبا رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا معاذ اللہ ہمسر و ہم مرتبہ بنانا تو خود کفرِ صریح اور دوسرا کفرِ صریح یعنی آلِ عبا کو انبیاءِ سابقین علیہم الصلاۃ والسلام پر تفضیل کو مستلزم۔ اس تقدیر پر تو امامت کیسی، وہ شخص اصلاً وقطعاً کسی نماز میں یا عبادت یا نیک کام کی خود لیاقت نہیں رکھتا کہ کفار کا کوئی حسنہ مقبول نہیں بلکہ حقیقۃً اُن سے صدورِ عبادت معقول نہیں اس صورت میں اس کے پیچھے ترکِ نماز نہ صرف مناسب بلکہ فرضِ قطعی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۵۹۴ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید مسائلِ نماز سے جاہل اور مخارج و صفات و قواعدِ قرأت سے محض ناواقف اور اس پر غیر عامل، ایک بڑی مسجد کی امامت کرتا ہے عقیدہ کا بھی سُنّی نہیں ہے بلکہ ان لوگوں کی ترویج مذہب میں مصروف رہتا ہے جن میں تقیہ ہے اور ان کے مذہب کی ترویج میں ہر قسم کی چالاکی و بیباکی اور عوام کو مغالطہ دہی گو ارتکاب حرام ہوئے تکلف کرتا ہے اور اس مذہب کے علماء و عمائد کی مدح و ستائش اور عوام کو ہر طرح اُن کی طرف متوجہ اور مائل کرتا ہے اور ان کے مذہبی مشوروں میں شریک ہونا ہے اُس مذہب والے کیسی ہی بات کہہ دیں گو حدِ کفر تک پہنچی ہو اُس کو مقبول و مسلّم اور اس کی ترویج میں بجان و دل ساعی اور اس مذہب کے اہلِ علم کے پاس مسافت دُور و دراز قطع کرکے جاتا ہے اور اگر کوئی سُنّی عالم مسجد میں وعظ کہے تو ناخوش ہوتا ہے اور اکثر اوقات شریک نہیں ہوتا اور علمائے اہلسنّت کی اہانت اور ان پر افتراء و بہتان اور خلق کو ان کی عقیدت سے باز رکھنا اس کا شیوہ ہے کہ ان حالات سے رفتہ رفتہ صدہا و ہزارہا اہلسنت واقف ہوگئے ہیں بایں ہمہ اس غرض سے کہ امامت اور جو منافع دنیویہ اُس سے حاصل ہوتے ہیں قائم رہیں اور نیز اس خیال سے کہ سُنّیوں میں ملا رہ کر عوام کو بتدریج دام میں لائے اور اپنے مذہب کو خفیہ طور پر پھیلائے اس درجہ تقیہ کرتا ہے کہ سُنّیوں کے مجامع و مجالس میں بظاہر شریک رہتا ہے اور سُنّیوں کے سامنے دوسرے مذہب پر تبرا اور اُن کے علماء و عمائد کو خاص مسجد میں فحش گالیاں برملا دیتا ہے اور جب کہا جاتا ہے کہ اگر تو فی الواقع اس مذہب میں نہیں تو ان کے مسائل تجھے کیوں معلوم ہیں اور ان کے بیان کی عوام کے سامنے کیوں تعریف اور

---

[1] رسائل الارکان فصل فی الجماعت مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ ص ۹۹

marfat.com

بیٹھتے بیٹھتے اُونگھ جاتا ہو یا کسی وقت گردن ڈھلتے یا آنکھیں چڑھ جاتیں اُن میں لال ڈورے پڑتے ہوں جسے یہ لوگ اپنی اصطلاح میں کیف وسرور کہتے ہیں تو یہ سب صورتیں حرام ہیں اور اُن کا مرتکب فاسق اور اس کے پیچھے نماز مکروہ بلکہ اگر صرف اتنا ہی ہوتا کہ جس دن نہ کھاتے جمائیاں آئیں، اعضا شکنی ہو، دورانِ سر ہو، تاہم حرمت میں شک نہیں کہ ترک پر خمار پیدا ہونا صاف بتا رہا ہے کہ استعمال بطور دوا نہیں نفس اس کا خوگر ہو گیا ہے اور بلا غرض مرض اپنی طلب وشوق سے اُسے مانگتا ہے اور یہ صورت خود ناجائز ہے اگرچہ نشہ نہ ہو بلکہ حقیقۃً یہ حالت اُسی کو پیدا ہوگی جس دماغ میں افیون اپنا عمل ناجائز کرتی ہو ورنہ مجرب دوا کا ترک خمار نہیں لاتا، ہاں اگر ان سب حالتوں سے پاک ہے اور واقعی صرف حالتِ مرض میں بقصد دوا اتنی قلیل مقدار پر استعمال کرتا ہے کہ نہ اس کے کھانے سے سرور آتا ہے اور نہ چھوڑنے سے خمار، تو اس کے پیچھے نماز مکروہ نہیں۔ ردالمحتار میں ہے:

البنج والافیون استعمال الکثیر المسکر منه حرام مطلقا واما قلیل فان کان للهو حرم وان للتداوی فلا[1] انتهی ملتقطا۔

بھنگ اور افیون کا استعمالِ کثیر کہ اس سے نشہ پیدا ہو تو ہر حال میں حرام ہے، اگر قلیل ہو تو لہو کے لئے حرام ہے اور بطور دوائی حرام نہیں انتہی تلخیصاً (ت)

واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۶۰۰: ۲۴ صفر المظفر ۱۳۱۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ایک زمین اپنی بنام مسجد وقف کی ایک زمانے تک مہتمم مسجد کے قبضہ میں رہی اور کرایہ مسجد میں خرچ ہوتا رہا پھر باغوائے بعض ہنود زید نے ایک کچہری میں کرایہ داروں پر خود کرایہ پانے کا دعوی کیا مہتمم مسجد جس کے متعلق اس زمین کا اہتمام تھا اور وہی مسجد کا امام ہے مسجد کے نام کے کرایہ نامہ وغیرہ کاغذات اُس کے پاس تھے اس کچہری میں موافق مسجد رہا کہ دعوی خارج ہوا زید نے پھر دوسری کچہری میں دعوی مالکیت کیا اب وہ مہتمم زید سے مل گیا مقدمہ کی پیروی نہ کی نہ مسجد کی طرف سے کاغذات ثبوت پیش کئے عدمِ پیروی کی وجہ سے مقدمہ خلاف مسجد تجویز ہوا مسلمانوں نے مسجد کی طرف سے اپیل کیا اس کچہری میں، کاغذات سے مہتمم نے صاف انکار کردیا کہ زمین قبضۂ مسجد سے نکل گئی اس صورت میں مہتمم مذکور مسجد کا مہتمم یا امام رکھے جانے کے قابل ہے یا نہیں؟ اسے امام مقرر کرنا کیسا ہے؟ اور اب کہ مسلمان اس کی اس حرکت کے باعث ناراض ہیں اُسے امام بننا کیسا ہے؟ بینوا توجروا

الجواب

صورت مذکورہ میں وہ مہتمم خائن مجرم فاسق ہے اسے مہتمم رکھنا حرام، امام بنانا گناہ، اسے امام

[1] ردالمحتار کتاب الاشربۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۵/۳۲۵

marfat.com

اور امرِ شرع میں مداہنت وسہل انگاری نہیں، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان سرکم ان یقبل اللّٰہ صلاتکم فلیؤمکم خیارکم فانھم وفدکم فیما بینکم وبین ربکم[1] رواہ الحاکم فی المستدرک۔

اگر تمھیں خوش آئے کہ خدا تمھاری نماز کو قبول کرے تو چاہیئے کہ تمھارے بہتر تمھاری امامت کریں کہ وہ تمھارے سفیر ہیں تمھارے اور تمھارے رب کے درمیان۔ اسے حاکم نے مستدرک میں روایت کیا۔ (ت)

زید کے اکثر افعالِ مذکورہ فی السوال فسق وگناہ کبیرہ ہیں اور خدا ورسول کی نافرمانی وناراضی کے باعث خلقِ خدا کو گمراہ کرنا راہِ حق سے پھیرنا علمائے اہلسنت کی اہانت وتحقیر، اُن پر افتراء وبہتان، خدا ورسول جن کی تعظیم کا حکم دیں خلقِ خدا کو ان کی عقیدت سے باز رکھنا فحش گالیاں خود کبیرہ ہیں موجب فسق مسقطِ شہادت خصوصاً جبکہ مسجد میں ہوں جہاں دنیا کا مباح کلام بھی نیکیوں کو ایسا کھاتا ہے جیسے[2] آگ لکڑی کو کما ورد فی الحدیث عن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم (جیسا کہ حدیث میں نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے منقول ہے۔ ت) وعظ علما سے ناخوش ہونا اور انھیں وعظ سے منع کرنا ظلم عظیم ہے، حق سبحانہ، تعالٰی فرماتا ہے:

ومن اظلم ممن منع مسٰجد اللّٰہ ان یذکر فیھا اسمہ وسعٰی فی خرابھا[3]۔

کون زیادہ ظالم ہے اس سے جو روکے خدا کی مسجدوں کو اس بات سے کہ ان میں ذکر کیا جائے اُس کا نام اور کوشش کرے اُن کے ویران ہونے میں۔

اسی طرح وعظِ علما کو مکروہ سمجھ کے نہ سُننا اور وہاں سے چلا جانا، اللہ تعالٰی فرماتا ہے:

ومن اظلم ممن ذکر باٰیٰت ربہ فاعرض عنھا ونسی ما قدمت یداہ انا جعلنا

اور کون زیادہ ستمگار ہے اس سے جو نصیحت کیا گیا اپنے رب کی آیتوں سے تو ان سے منہ پھیر لیا اور بھول گیا

---

[1] مستدرک للحاکم کتاب المغازی والسرایا مطبوعہ دارالفکر بیروت ۳/ ۲۲۲
نوٹ: مستدرک میں "ان یقبل اللّٰہ صلٰوتکم" کی جگہ "ان تقبل صلٰوتکم" ہے۔ نذیر احمد سعیدی

[2] احیاء علوم الدین فضیلۃ المسجد الخ مطبوعہ مطبعۃ المشھد الحسینی قاہرہ ۱/ ۱۵۲
نوٹ: احیاء علوم الدین سے کافی جد وجہد کے بعد یہ حدیث ان الفاظ کے ساتھ ملی ہے: "الحدیث فی المسجد یاکل الحسنات کما تأکل البھائم الحشیش" (مسجد میں دنیاوی گفتگو نیکیوں کو اس طرح کھا جاتی ہے جس طرح جانور گھاس پھوس کھا جاتے ہیں)۔ اس حدیث میں آگ، لکڑی کا ذکر نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم نذیر احمد سعیدی

[3] القرآن ۲/ ۱۱۴

marfat.com

کہ فقہا بعد ان فرضوں کے جن کے بعد تطوع ہے ترک استقبال قبلہ کو منع لکھتے ہیں اور لکھتے ہیں کہ ان فرضوں کے بعد اُسی ہیأت پر رہے اور فوراً تطوع میں مصروف رہے اس پر خلیل الرحمان نے یہ کہا کہ تعامل حرمین میں بھی یوں ہی ہے میں نے کتابوں میں دیکھا تو کہیں ممانعت نہ ملی صرف اتنا ملا کہ جن فرضوں کے بعد تطوع ہے مقدار اللھم انت السلام سے زیادہ توقف نہ کرے اس مسئلہ میں جو حضور کے نزدیک صواب ہو افادہ فرمائیے تاکہ میں اس کے مطابق عمل کروں بلکہ مناسب تو یہ ہوگا کہ عربی عبارت میں بطور اختصار اس کو قلمبند فرمائیے۔

الجواب

الحمد للہ وحدہ السنۃ المتوارثۃ للامام من لدن امام الانام سید الرسل الکرام علیہ وعلیہم افضل الصلوٰۃ والسلام ھو الانصراف من القبلۃ لمن اراد مکثا ما بعد السلام کل الصلوٰۃ فی ذلک متساویۃ الاقدام وصرح بذلک وبکراھۃ بقائہ مستقبل القبلۃ بعد التمام غیر واحد من العلماء العظام فالحق معکم وما زعم مخالفکم فقد افتری فیہ علی الفقہاء الفخام قال المولی المحقق محمد بن محمد بن محمد الشھیر بابن امیر الحاج فی الحلیۃ شرح المنیۃ ناقلا عن الذخیرۃ اذا کان فرغ الامام من صلاتہ اجمعوا علی انہ لایمکث فی مکانہ مستقبل القبلۃ سائر الصلوات فی ذلک علی السواء قال وقد صرح غیر واحد بانہ یکرہ لہ ذلک اھ[1] وقد اخرج الامام ابوداود فی

سب تعریف اللہ کے لئے جو وحدہٗ لاشریک ہے امام الانام سید الانبیاء نبی اکرم علیہ وعلیہم افضل الصلوٰۃ والسلام کی ظاہری حیات سے لے کر اب تک امام کے لئے بطور سنت منقول ہے کہ جو شخص سلام کے بعد کچھ ٹھہرنے کا ارادہ رکھتا ہو تو وہ قبلہ سے رُخ پھیرے۔ قدیم زمانہ سے یہ حکم تمام نمازوں میں برابر چلا آرہا ہے اور تکمیل نماز کے بعد اس کے لئے قبلہ رُخ رہنا مکروہ ہے۔ ان دونوں باتوں کی تصریح بڑے بڑے علمائے اسلام نے فرمائی، پس حق تمہارا ساتھ ہے، اور تمہارے مخالف نے جو کچھ کہا ہے وہ فقہائے کرام پر تہمت ہے، ہمارے نہایت ہی فاضل محقق محمد بن محمد بن محمد المعروف ابن امیر الحاج حلیہ شرح منیہ میں ذخیرہ کے حوالے سے لکھتے ہیں جب امام نماز سے فارغ ہوجائے تو سب علماء کا اتفاق ہے کہ وہ اپنی جگہ پر قبلہ رُخ نہ ٹھہرا رہے اور اس حکم میں تمام نمازیں برابر ہیں اور فرمایا کہ قبلہ رُخ رہنے کی کراہت پر متعدد علما نے تصریح کی ہے اھ اور امام ابوداؤد نے سُنن میں، حاکم نے مستدرک میں ابورمثہ رضی اللہ

[1] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

marfat.com

مذہب میں ساعی رہنا اور سُنیوں کی تعزیر کو اُنھیں گالیاں دینا اُس مذہب پر تبرا کرنا ذوالوجہین ہونا ہے جس پر وعید شدید وارد، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں :

ذوالوجہین کو قیامت میں دو زبانیں آگ کی دی جائیں گی۔[1]

قرآن مجید اس حرکتِ شنیعہ کی مذمت سے مشحون ہے۔

قال اللہ عزوجل یخدعون اللہ والذین اٰمنوا وما یخدعون الا انفسھم وما یشعرون۔[2]

اللہ تعالٰی نے فرمایا دھوکا دینا چاہتے ہیں خدا اور مسلمانوں کو اور حقیقت میں نہیں فریب میں ڈالتے مگر اپنی جانوں کو اور انھیں خبر نہیں۔

اور فرماتا ہے :

اذا لقوا الذین اٰمنوا قالوا اٰمنّا و اذا خلوا الٰی شیٰطینھم قالوا انا معکم انما نحن مستھزءون۔[3]

جب مسلمانوں سے ملیں کہتے ہیں ہم مسلمان ہیں اور جب اپنے شیطانوں کے پاس اکیلے ہوں تو کہیں ہم تمہارے ساتھ ہیں ہم تو یونہی ٹھٹھا کرتے ہیں۔

الغرض زید کے فاسق ہونے میں کوئی شبہ نہیں اور نماز فاسق کے پیچھے مکروہ ہے۔ علما حکم دیتے ہیں کہ اُس کے پیچھے نماز نہ پڑھے بلکہ دوسری مسجد میں چلا جائے، اور جن لوگوں کے نزدیک جمعہ چند مسجدوں میں جائز نہیں ہوتا وہ بضرورت جمعہ میں اُس کی اقتدا روا رکھتے ہیں اگر کسی طرح اُس کا امامت سے روکنا نہ بن پڑے، امام علامہ محقق علی الاطلاق کمال الدین محمد بن الہمام رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ فرماتے ہیں جبکہ قولِ مفتی بہ یہ ٹھہرا کہ جمعہ بھی چند مسجدوں میں ہو جاتا ہے تو نمازِ جمعہ میں بھی اُس کی اقتدا مکروہ ہے کہ دُوسری مسجد میں چلا جانا میسر ہے،

فی البحر الرائق وذکر الشارح وغیرہ ان الفاسق اذا تعذر منعه یصلی الجمعة خلفه وفی غیرھا ینتقل الی مسجد اٰخر وعلل له فی المعراج بان فی غیر الجمعة یجد اماما غیرہ فقال فی

بحر الرائق میں ہے شارح وغیرہ نے یہ ذکر کیا ہے کہ جب فاسق کو امامت سے ہٹانا دشوار ہو تو جمعہ اُس کی اقتدا میں پڑھ لیا جائے البتہ دوسری نمازوں کے لئے کسی دوسری مسجد میں چلا جانا چاہیے، اور معراج میں اس کی علت یہ بیان کی کہ جمعہ کے سوا وہ

---

[1] مجمع الزوائد　باب فی ذی الوجہین واللسانین　مطبوعہ دار الکتاب العربیہ بیروت　۸/۹۵

[2] القرآن ۲/۹

[3] القرآن ۲/۱۴

marfat.com

مسئلہ ۶۰۳ از تحصیل جل گاؤں جامود ضلع آکولہ ملک برار مرسلہ حاجی شیخ عبدالرحیم ولد تاج محمد صاحب ۲۱ ربیع الاول شریف ۱۳۱۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مبروص کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں یعنی جس کا تمام جسم عارضۂ برص سے سفید ہوگیا ہو اس کی امامت کے لئے کیا حکم ہے اور اس ملک دکن میں اکثر لوگ ماہِ محرم الحرام میں سواری اپنے مکان پر بٹھالیتے ہیں اور اس کو فعل صاحب کی سواری کہتے ہیں اکثر لوگ اس سے منتیں مانگتے ہیں اور چڑھاوا وغیرہ بہت کچھ چڑھاتے ہیں کیا ایسے شخص کے پیچھے جو اپنے مکان پر سواری بٹھائے نماز جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

ایسے برص والے کے پیچھے نماز مکروہ ہے فی الدر المختار تکرہ خلف ابرص شاع برصہ[1] (درمختار میں ہے ایسے برص والے کے پیچھے نماز مکروہ ہے جس کا برص پھیل گیا ہو۔ت) سواری مذکور بٹھانا اور اس سے منتیں مانگنا بدعت جہال ہے کہ فسق عقیدہ یا فسق عمل سے خالی نہیں اور اہلِ بدعت وفساق کے پیچھے نماز سخت مکروہ ہے فی ردالمحتار الفاسق کالمبتدع تکرہ امامتہ بکل حال[2] الخ (ردالمحتار میں ہے کہ فاسق بدعتی کی طرح ہے اس کی امامت ہر حال میں مکروہ ہے۔ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۶۰۴ از بدایوں مدرسہ قادریہ ۶ جمادی الاخری ۱۳۱۴ھ

کیا فرمایا ہے شرع مطہر نے اس مسئلہ میں کہ بخشش ولدالحرام المومن کی ہوگی یا نہیں اور بشرط قابلیت امامت کے نماز میں امام بنایا جائے گا یا نہیں؟ اور طریقہ از روئے قواعد طریقت کے بانسبت اور مرتبہ عرفان پاسکتا ہے یا نہیں؟ اور استخلاف اس طریقہ کا جائز ہے یا نہیں؟ یعنی شیخ اپنے کا درصورت حصول قابلیت جانشین ہوسکتا ہے یا نہیں؟ اور شیخ کو سندِ خلافت اس کو دینا جائز ہوگا یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

ہر مومن جس کا خاتمہ ایمان پر ہو اور مومن عنداللہ وہی قابلِ مغفرت ہے اور اس کا انجام یقیناً جنت کما نطقت بہ النصوص واجمعت علیہ علماء السنۃ والجماعۃ (جیسا کہ اس پر نصوص کی تصریح اور علمائے اہلسنت وجماعت کا اجماع ہے۔ت) ولدالزنا کی امامت مکروہِ تنزیہی یعنی خلافِ اولٰی ہے جبکہ وہ سب حاضرین میں مسائلِ طہارت ونماز کا علم زائد نہ رکھتا ہو،

---

[1] درمختار باب الامامۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۸۳

[2] ردالمحتار " مصطفی البابی مصر ۱/۴۱۴

marfat.com

یہاں تک تو مجرد کراہت تھی اب جبکہ اُس کے حالات سے معلوم ہُوا کہ اپنا وہ کوئی عقیدہ نہیں رکھتا بلکہ بعض اہلِ بدعت جو بات کہہ دیں وہ اس کے نزدیک مسلّم ہوتی ہے حتی کہ ان کے کفریات کو مسلّم رکھتا ہے اور اس کی ترویج میں بجان و دل ساعی ہوتا ہے تو معلوم ہُوا کہ بدعت اُس کی حدِ کفر تک پہنچی ہے اور انتہا اس کے عقیدہ زائغہ کی نہیں معلوم ہو سکتی بلکہ جب اپنے اُن پیشواؤں کو بھی گالیاں دیتا اور ان کے مذہب سے تبرّا کرتا ہے تو ظاہر اس کے حال سے یہ ہے کہ وُہ محض زندیق ملحد بے دین ہے جسے کسی خاص کسی مذہب سے غرض نہیں بلکہ مجرد مخالفت دینِ اسلام و مذہب اہلِ سنّت منظور ہے ایسے شخص کے پیچھے نماز قطعاً باطل و حرام ہے۔

فی البحر الرائق قیدہ فی المحیط والخلاصۃ والمجتبی وغیرھا بان لایکون بدعتہ تکفرہ فان کانت تکفرہ فالصلاۃ خلفہ لا تجوز۔[1]

بحر الرائق میں ہے محیط، خلاصہ، مجتبٰی وغیرہ میں ہے اس کی بدعت حدِ کفر تک نہ پہنچتی ہو، اگر اس کی بدعت حدِ کفر تک پہنچتی ہو تو اس کے پیچھے نماز جائز نہ ہوگی (ت)

کبیری میں ہے:

انما یجوز الاقتداء بہ مع الکراھۃ اذا لم یکن ما یعتقدہ یؤدی الی الکفر اما لو کان مؤدیا الی الکفر فلا یجوز اصلاً۔[2]

کراہت کے ساتھ اس کی اقتداء اسی صورت میں جائز ہے جب اس کا اعتقاد حدِ کفر تک نہ پہنچائے اگر وُہ حدِ کفر تک پہنچاتا ہے تو بالکل اس کے پیچھے نماز جائز نہ ہوگی۔ (ت)

اور بعد امتحان و تجربہ کے ظاہر کہ فریبِ مسلمانان کے لئے توبہ کرتا ہے اور ان عقائد و مکائد سے باز نہیں آتا ہرگز اس کی توبہ پر اعتبار نہ ہوگا خصوصاً امرِ نماز میں کہ تمام اعمال سے افضل و اتم ہے۔ جو لوگ ایسی توبہ پر اعتماد کرتے ہیں ان سے پوچھا جائے اگر کسی شخص کے چور ہونے کا تمہیں یقین ہوگیا ہو اور وہ بار بار توبہ کرکے پھر چوریاں کرتا ہو آیا اس کی توبہ پر مطمئن ہو کر پھر بھی اپنا مال اسے سپرد کردو گے افسوس مالِ دنیوی کہ اللہ کے نزدیک محض حقیر و ذلیل ہے تمہاری نگاہ میں ایسا عزیز ٹھہرا کہ جس امر میں اس کے نقصان کا وہم بھی ہو اُس سے پرہیز کرو اور نماز کہ اللہ کو نہایت محبوب اور اس کے نزدیک بس عظیم ہے اس میں یہ مداہنت اگر بالفرض اس کی توبہ سچی اور صدق باطن سے ہو تاہم جب حال اس کا مشتبہ ہو چکا تو خواہ مخواہ اس کے پیچھے نماز پڑھنے کا کس نے فرض و واجب کیا، کیا ایسا کوئی شخص نہیں ملتا جو ان معائب سے بری اور اس کے پیچھے نماز بلا اشتباہ درست ہو، اور

---

[1] بحر الرائق باب الامامۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۳۴۹
[2] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی الامامۃ الخ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۱۴

marfat.com

تقدیمہ کراھۃ تحریم لعدم اعتنائہ بامور دینہ وتساھلہ فی الاتیان بلوازمہ فلا یبعد منہ الاخلال ببعض شروط الصلاۃ وفعل ماینافیہا بل ھو الغالب بالنظر الی فسقہ[1]

اس لئے کہ اس کی تقدیم برائے امامت مکروہ تحریمی ہے کیونکہ وُہ امورِ دینیہ میں لاپرواہی برتتا ہے اور نماز کے لوازمات کی ادائیگی میں تساہل سے کام لیتا ہے ممکن ہے وُہ نماز کی بعض شرائط ادا نہ کرے (یعنی چھوڑ دے) یا ایسا عمل کردے جو نماز کے منافی ہو، بلکہ ایسا کرنا اس کے فسق کے پیشِ نظر اغلب ہے۔ (ت)

اور اگر وُہ لوگوں میں عام طور پر زانی مشہور ہو جب بھی اس کے امام بنانے سے احتراز چاہئے کہ اس صورت میں لوگ اُس کی امامت سے نفرت کریں گے یہ امر باعث تقلیل جماعت ہوگا کہ مقاصد شرع کے خلاف ہے،

کما کرھوا امامۃ ولد الزنا لاجل ذلک وان لم یکن الاثم منہ۔

جیسا کہ فقہا نے اسی حکمت کے پیشِ نظر ولدِ زنا کی امامت کو مکروہ قرار دیا ہے اگرچہ گناہ اس کی (اپنی ذات کی) طرف سے نہیں ہوا۔ (ت)

واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۶۰۶: از گورکھپور محلہ شاہ معروف مکان مولوی محمد مسعود العاقبۃ محمد عبدالقیوم صاحب مرحوم ۲۷ ربیع الاول شریف ۱۳۱۵ھ

بہرے کی امامت جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

عدمِ جواز کی کوئی وجہ نہیں حیث لامانع، ہاں غیر بہرا کہ مرجحات راجحات امامت میں بہرے سے کم نہ ہو افضل و اولٰی ہے کہ نماز میں جس طرح حفظ طہارت بدن و ثوب و مصلی و تصحیح جہت قبلہ کے لئے حاسہ بصر کی حاجت ہوتی ہے جس کے سبب بینا کو اندھے بلکہ ضعیف البصر پر ترجیح دی گئی،

فی الدر یکرہ امامۃ الاعمی ونحوہ الاعشی نہر[2] فی رد المحتار ھو سیئ البصر لیلا ونہارا

درمختار میں ہے نابینے کی امامت مکروہ ہے، اسی طرح اعشٰی (ضعیف البصر) کی بھی نہر۔ ردالمحتار میں اعشٰی کا معنٰی رات اور دن کو کم دیکھنے والا لکھا ہے۔

---

[1] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی الامامۃ الخ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۱۳

[2] درمختار باب الامامۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۸۳

marfat.com

شخص کے پیچھے نماز کا کیا حکم ہے؟

الجواب

اگر باہر نکلنے میں اس کے کپڑے خلافِ شرع ہوتے ہیں مثلاً باریک کہ بدن چمکے یا اوچھے کہ سترِ عورت نہ کریں جیسے اونچی کُرتی پیٹ کھلا ہوا یا بے طوری سے اوڑھے پہنے جیسے دوپٹہ سر سے ڈھلکا، یا کچھ حصہ بالوں کا کھلا، یا زرق برق پوشاک جس پر نگاہ پڑے اور احتمالِ فتنہ ہو یا اس کی چال ڈھال بول چال میں آثارِ بدوضعی پائے جائیں اور شوہر ان باتوں پر مطلع ہو کر باوصفِ قدرت بندوبست نہیں کرتا تو وہ دیّوث ہے اور اس کے پیچھے نماز مکروہ،

فان الدیوث من لا یغار علی امرأته او محرمه[1] کما فی الدر المختار وھو فاسق واجب التعزیر فی الدر لو اقر علی نفسه بالدیاثة او عرف بھا لا یقتل مالم یستحل ویبالغ فی تعزیره[2] الخ والفاسق تکرہ الصلاۃ خلفه۔

دیّوث ہر وہ شخص ہے جس کو اپنی بیوی اور محرم پر غیرت آتی ہو (اس کے پاس غیر مرد کے آنے سے) جیسا کہ دُرمختار میں ہے ایسا شخص فاسق ہے اور اس پر تعزیر واجب ہے، درمختار میں ہے کہ اگر کوئی اپنی ذات کے بارے میں دیّوث ہونے کا اقرار کرتا ہے یا اس فعل قبیح میں معروف ہُوا تو اسے قتل نہیں کیا جائے گا جب تک وہ دیوثت کو حلال نہ جانے، لیکن تعزیر میں مبالغہ کیا جائے گا الخ اور فاسق کے پیچھے نماز مکروہ ہے۔ (ت)

اور اگر ان شناعتوں سے پاک ہے تو اس کے پیچھے نماز میں کوئی حرج نہیں،

فان المرأۃ نفسھا لا تفسق بمجرد کونھا برزۃ تخالط الرجال حتی انھا تصلح مزکیة معدلة للشھود فلا شنعته بذلك علی زوجھا فی الھندیة یقبل تعدیل المرأۃ لزوجھا وغیرہ اذا کانت امرأۃ برزۃ تخالط الناس وتعاملھم کذا فی المحیط السرخسی[3] واللہ تعالٰی اعلم۔

کیونکہ عورت بذاتہا بے پردہ رہنے اور مردوں سے اختلاط کی وجہ سے فاسق نہیں ہوتی حتی کہ وہ گواہوں کی تعدیل اور تزکیہ کی صلاحیت رکھتی ہے تو اس بنا پر اس کے خاوند پر کوئی اعتراض نہ ہوگا۔ ہندیہ میں ہے کہ اس عورت کی خاوند وغیرہ کے بارے میں تعدیل قبول کی جائے گی جب وہ ایسی ہو کہ باپردہ باہر آئے اور مردوں سے اختلاط اور معاملات کرے، محیط سرخسی میں اسی طرح ہے واللہ تعالٰی اعلم (ت)

---

[1] و [2] درمختار | باب التعزیر | مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی | ۱/ ۳۲۸

[3] فتاوٰی ہندیۃ | الباب الثانی فی الجرح والتعدیل | مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور | ۳/ ۵۲۸

marfat.com

تو اس کی اپنی ہو جائے گی جبکہ کسی صحیح خواں کے پیچھے اقتدا نہ پا سکے نہ ایسی کوئی آیت ملے جسے وہ صحیح پڑھ سکے اور یہ دونوں بہت نادر ہیں تاہم صحیح مذہب پر صحیح خواں کی نماز اس کے پیچھے کسی طرح صحیح نہیں۔ کما حققناہ فی فتاوٰنا (جیسا کہ ہم نے اس کی تحقیق اپنے فتاوٰی میں کی ہے۔ ت) درمختار :

لا تصح صلاتہ اذا امکنہ الاقتداء بمن یحسنہ او ترک جھدہ او وجد قدر الفرض مما لا لثغ فیہ ھذا ھو الصحیح المختار فی حکم الالثغ وکذا من لا یقدر علی التلفظ بحرف من الحروف[1]

اس کی نماز اس صورت میں صحیح نہ ہوگی جب اسے ایسے شخص کی اقتداء ممکن ہو جو احسن انداز میں قرآن پڑھ سکتا ہے یا اس نے محنت و کوشش برائے صحتِ حروف ترک کردی یا وہ بقدر فرض قرأت وہ آیتیں حاصل کرلے جس میں تتلانا نہیں پایا جاتا، توتلے کے بارے میں یہی صحیح تنقیح و مختار حکم ہے اور اس شخص کا بھی یہی حکم ہے جو حروف تہجی میں سے کسی حرف کے صحیح تلفظ پر قادر نہ ہو۔ (ت)

خیریہ وغیرہا میں ہے :

الراجح المفتی بہ عدم صحۃ امامۃ الالثغ لغیرہ ممن لیس بہ لثغۃ[2]

راجح اور مفتی بہ قول یہی ہے کہ توتلے کی امامت غیر توتلے کے لئے صحیح نہیں ہے۔ (ت)

اور اگر یہ معنی کہ صحیح وہ بھی پڑھتا ہے مگر اس کی قرائت و تجوید اس سے بہتر ہے تو اس صورت میں اگر اس کی کراہت اس حد تک ہے کہ لوگوں کو نفرت پیدا کرے تو اس کی امامت مکروہ ہے ۔

فان من مسائل کراھۃ الامام مفرعۃ علی ھذا الاصل وھو ان من کان فیہ تنفیر الناس وقلۃ رغبتھم فامامتہ مکروھۃ کولد بغی و ابرص شاع برصہ وغیرھما۔

کیونکہ کراہتِ امامت کے بعض مسائل اس ضابطہ پر مبنی ہیں وہ ضابطہ یہ ہے کہ ہر وہ شخص جس کے ساتھ لوگوں کو نفرت اور قلتِ رغبت ہو اس کی امامت مکروہ ہے مثلاً ولد الزنا اور برص والا ایسا شخص کہ جس کا مرضِ برص پھیل گیا ہو وغیرہما (ت)

ولہذا تبیین میں فرمایا :

کل من کان اکمل فھو افضل لان

ہر وہ شخص جو ہر لحاظ سے اکمل ہو وہی افضل ہوگا کیونکہ

---

[1] درمختار | باب الامامۃ | مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی | ۱/۸۵

[2] فتاوٰی خیریہ | کتاب الصلوٰۃ | " دار المعرفۃ بیروت | ۱/۱۰

marfat.com

یحرف من الحروف او لایقدر علی اخراج الفاء الابتکرار[1] | قادر نہ ہو یا ف کو بدون مکرر کرنے کے ادا نہ کرسکے۔ (ت)

نورالایضاح ومراقی الفلاح میں ہے:

لایصح اقتداء من بہ الفأفأۃ بتکرار الفاء والتمتمۃ بتکرار التاء فلایتکلم الابہ[2] اھ ملخصا | اس شخص کی اقتدا درست نہیں جس کو فأفأۃ کا عارضہ ہو یعنی ف کو تکرار سے پڑھتا ہو یا تمتمۃ کا عارضہ ہو یعنی ت کو تکرار سے پڑھتا ہو یعنی جب بھی ایسے حروف کو بولتا ہے تو وہ حرف تکرار سے ادا ہوتا ہے اھ ملخصاً (ت)

تیسرے[3] وہ کہ ہکلاتے وقت نہ کوئی حرف غیر نکالتے ہیں نہ اسی حرف کی تکرار کرتے ہیں بلکہ صرف رک جاتے ہیں اور جب ادا کرتے ہیں تو ٹھیک ادا کرتے ہیں ایسوں کے پیچھے نماز صحیح ہے۔ ہندیہ میں ہے:

الذی لایقدر علی اخراج الحروف الابالجھد ولم یکن لہ تمتمۃ اوفأفأۃ فاذا اخرج الحروف اخرجھا علی الصحۃ لایکرہ ان یکون اماما ھکذا فی المحیط[3]۔ | وہ شخص جو کوشش کے بغیر ادائے حروف پر قادر نہ ہو نہ تو وہ تکرارِ ت کرتا ہو اور نہ ہی تکرارِ ف تو جب حروف ادا کرتا صحیح ادا کرتا ہے، تو ایسے شخص کو امام بنانا مکروہ نہیں۔ محیط میں یونہی ہے۔ (ت)

رہا یہ کہ کوئی کراہت بھی ہے یا نہیں۔ ظاہر ہے کہ اگر اُن کا رُکنا اتنی دیر نہ ہوتا جس میں ایک رکن ادا کرلیا جائے جب تو کراہت کی کوئی وجہ نہیں اور اگر اتنی دیر ہو تو اگرچہ بوجہ سہو اس قدر سکوت موجب سجدۂ سہو ہے اور بلاعذر کراہت تحریم کما یظھر من التنویر والدر والغنیۃ ورد المحتار (جیسا کہ تنویر، در، غنیہ اور ردالمحتار میں اس کا بیان واضح ہے۔ ت) اور اگر ان کا رکنا بعذر ہے جس طرح جمائی یا چھینک یا کھانسی وغیرہا اعذار کے باعث بعض اوقات سکوت بقدر ادائے رُکن ہو جاتا ہے تو ظاہراً یہاں وہ حکم نہیں، ہاں اس میں شک نہیں کہ ان کا غیر ان سے اولٰی ہے جبکہ یہ سبب حاضرین سے اعلم باحکام طہارت ونماز نہ ہوں واللہ تعالٰی اعلم۔

(۳) نشہ جو ہمارے محاورہ میں سکر وتفتیر دونوں کو عام ہے اور بنص حدیث دونوں حرام اُس کے یہی معنی نہیں کہ زمین وآسمان یا مرد وعورت میں امتیاز نہ رہے یہ تو اس کی انتہا ہے اور نشہ کی ابتدا انتہا دونوں حرمت میں یکساں پس اگر اس افیون کے سبب کچھ بھی اس کی عقل میں فتور یا حواس میں اختلال پیدا ہو تو کسی وقت پینک آتی ہو

---

[1] درمختار | باب الامامۃ | مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی | ۱/ ۸۵

[2] مراقی الفلاح شرح نورالایضاح مع الحاشیۃ الطحطاویۃ | باب الامامۃ | مطبوعہ نور محمد تجارت کتب کراچی | ص ۱۵۷

[3] فتاوٰی ہندیۃ | الفصل الثالث فی بیان من یصلح اماما لغیرہ | ؍؍ نورانی کتب خانہ پشاور | ۱/ ۸۶

marfat.com

الجواب

ضرور فاسق و مستحقِ عذاب ہے، صحیح حدیث میں ہے :

نھی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عن کل مسکر ومفتر۔[1] رواہ الامام احمد وابوداود عن ام المؤمنین ام سلمۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا بسند صحیح۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ہر چیز کہ نشہ لائے اور ہر چیز کہ عقل میں فتور ڈالے حرام فرمائی۔ اسے امام احمد اور امام ابوداود نے بسندِ صحیح ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کیا ہے۔

اگر افیونی پینک کے زور میں ہو جب تو اُس کی خود نماز باطل اور اُس کے پیچھے اوروں کی بھی محض باطل۔ اللہ تعالٰی فرماتا ہے :

لاتقربوا الصلٰوۃ وانتم سکٰری حتی تعلموا ماتقولون۔[2]

نماز کے قریب نہ جاؤ اس حال میں کہ تم نشہ میں ہو یہاں تک کہ جان لو کہ تم کیا کہہ رہے ہو۔ (ت)

اور اگر ہوش میں ہو جب بھی اُس کے پیچھے نماز ممنوع ہے،

لان الصلٰوۃ خلف الفاسق تکرہ کراھۃ تحریم[3] کما حققہ فی الغنیۃ وغیرھا۔

کیونکہ فاسق کے پیچھے نماز مکروہِ تحریمی ہے جیسا کہ اس مسئلہ کی تحقیق غنیہ وغیرہ میں کی ہے۔ (ت)

اگر پڑھ لی ہو تو نماز پھیرنی ضرور ہے اگرچہ فجر خواہ عصر خواہ مغرب کا وقت ہو،

فان کل صلاۃ ادیت مع کراھۃ تحریم تعاد وجوبًا[4] کما فی الدر وغیرہ بل وکذا علی قول من قال بالتنزیہ فان الاعادۃ اکمال لاتنفل کما لایخفی واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم۔

کہ ہر وہ نماز جو کراہتِ تحریمی کے ساتھ ادا کی گئی ہو اس کا اعادہ واجب ہوتا ہے جیسا کہ درمختار وغیرہ میں ہے بلکہ اس کے قول پر بھی یہی حکم ہے جو اسے مکروہ تنزیہی قرار دیتا ہے کیونکہ اعادہ اکمال ہے فالتو اور بیفائدہ نہیں جیسا کہ واضح ہے واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم (ت)

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب الاشربہ باب ماجاء فی السکر مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۱۶۳

[2] القرآن ۴/۴۳

[3] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی الامامۃ الخ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۱۳

[4] درمختار باب صفۃ الصلٰوۃ ر مطبع مجتبائی دہلی ۱/۷۱

marfat.com

بننا ناجائز، اگر امامت کرے گا اس کی نماز قبول نہ ہوگی، درمختار میں:

ینزع وجوبا بزازیۃ لو الواقف درر فغیرہ بالاولٰی غیر مامون[1]۔ وقف شدہ مال چھیننا واجب ہے کذا فی البزازیہ اگر واقف پر اطمینان نہ ہو یعنی خائن ہو کذا فی الدرر تو خیانت کی صورت میں غیر واقف سے مال چھیننا بطریق اولٰی جائز ہوگا۔ (ت)

غنیہ میں ہے: لو قدموا فاسقا یاثمون[2] (اگر لوگوں نے فاسق کو (امامت کے لئے) مقدم کردیا تو گنہگار ہوں گے۔ ت) رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: تین شخصوں کی نماز قبول نہیں ہوتی من ام قوما وھم لہ کارھون[3] ایک وہ جو کسی قوم کی امامت کرے اور وہ اس کی امامت سے راضی نہ ہوں۔ یعنی جبکہ یہ ناراضی اُس میں کسی نقص شرعی کی وجہ سے ہو جیسا کہ یہاں ہے کما فی الدر[4] وغیرہ (جیسا کہ دُرمختار وغیرہ میں ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۶۰۱: از مونڈیا ضلع بریلی غرہ محرم الحرام ۱۳۱۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ جو شخص رشوت لیتا ہے اس کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے اور جو شخص اپنی زوجہ کو باہر نکلنے سے منع نہیں کرتا اور پردہ نہیں کراتا اس کے پیچھے نماز پڑھنا چاہئے یا نہیں؟

الجواب

رشوت لینا حرام ہے اور رشوت لینے والے کے پیچھے نماز سخت مکروہ ہے، اور اگر عورت بے ستر نکلتی ہے جیسے بلادِ ہندیہ کے ننگے کپڑے اور شوہر اس کا باوصف اطلاع وقدرت باز نہیں رکھتا تو فاسق ہے اور اس کے پیچھے نماز مکروہ ورنہ نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۶۰۲: از پیلی بھیت محلہ منیر خاں مرسلہ مولانا وصی احمد صاحب محدث سورتی ۲۲ ربیع الاول ۱۳۱۴ھ

میں بعد فرضِ ظہر ومغرب وعشا کے سلام پھیرتے ہی یمین ویسار کی جانب رُخ کرکے اللھم انت السلام ومنک السلام پڑھ کر سنتیں پڑھا کرتا ہوں مولوی حبیب الرحمن سہارنپوری نے مجھ سے کہا

---

[1] درمختار کتاب الوقف مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۸۳
[2] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی الامامۃ ؍؍ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۱۳
[3] المعجم الکبیر جنادۃ بن ابی امیہ ترجمہ ۲۱۵ ؍؍ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۲/ ۲۸۲
[4] درمختار باب الامامۃ ؍؍ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۸۳

marfat.com

والاعمی والعبد وولد الزنا والفاسق کذا فی الخلاصة الا انها تکرہ[1] وفی شرح الوقایة امامة بندہ واعرابی وفاسق و اعمی ومبتدع وولد الزنا جائز بودے مکروہ باشد[2] وفی جامع الرموز فان ام عبد او اعرابی او فاسق او اعمی او مبتدع او ولد الزنا[3] ای ولد یحصل من وطئ حرام لعینه) کرہ وفی ملتقی الابحر تکرہ امامة العبد والاعرابی والاعمی والفاسق والمبتدع وولد الزنا الخ[4]

(۳) اگر بد پنداشتن بباعث امر شرعی باشد امامت شخص بد پنداشتۂ قوم مکروہ تحریمی ست لما فی العلمگیریة وقاضی خاں رجل ام قوما وهم له کارهون فان کانت الکراهة لفساد فیه اولانهم احق بالامامة منه کره له ذلك[5]

عالمگیری میں ہے اعرابی، نابینا، غلام، ولدِ زنا اور فاسق کی امامت جائز ہے، اسی طرح خلاصہ میں ہے مگر مکروہ ہے۔ شرح الوقایہ میں ہے غلام، اعرابی، نابینا، بدعتی اور ولدِ زنا کی امامت جائز مگر مکروہ ہے۔ جامع الرموز میں ہے اگر غلام، اعرابی، نابینا، فاسق، بدعتی اور ولد الزنا (یعنی وہ بیٹا جو وطی حرام لعینہ سے حاصل ہو) نے امامت کرائی تو اس کی امامت مکروہ ہے۔ ملتقی الابحر میں ہے غلام، اعرابی، نابینا، فاسق، بدعتی اور ولدِ زنا سب کی امامت مکروہ ہے الخ۔

(۳) اسے بُرا جاننے کی وجہ اگر کسی امر شرعی کے باعث ہو تو اس کی امامت مکروہِ تحریمی ہوگی، کیونکہ عالمگیری اور قاضی خاں میں ہے وہ شخص جس نے کسی قوم کی امامت کرائی حالانکہ وُہ قوم اسے پسند نہیں کرتی پس اگر کراہت خود اُس شخص میں کسی فساد کی وجہ سے ہو یا اس وجہ سے کہ اس سے دوسرے افراد امامت کے زیادہ لائق ہوں تو ان دونوں صورتوں میں شخص مذکور کو امامت کرانا مکروہ ہے۔

---

۱ فتاوٰی ہندیہ — الفصل الثالث فی بیان من یصلح اماما لغیرہ — مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۸۵
۲ شرح الوقایة — فصل فی الجماعة — مطبوعہ المکتبة الرشیدیہ دہلی ۱/ ۱۷۵
۳ جامع الرموز — فصل یجہر الامام — مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۱/ ۱۷۲
۴ ملتقی الابحر — فصل حکم الجماعة — مطبوعہ مؤسسة الرسالة بیروت ۱/ ۹۴
۵ فتاوٰی ہندیہ — الفصل الثالث فی بیان من یصلح اماما لغیرہ — مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۸۶-۸۷

ف: مجیب رحمۃ اللہ علیہ نے شرح وقایہ کی عبارت نقل نہیں کی صرف مفہوم بزبان فارسی ذکر کیا ہے نیز بعد والی عبارت میں قوسین کے درمیان جامع الرموز عبارت نقل کی ہے جبکہ قوسین سے باہر والی عبارت نقایہ یعنی جامع الرموز کے متن کی ہے اور شرح وقایہ کی عبارت بھی نقایہ کی عبارت جیسی ہے۔ (نذیر احمد سعیدی)

marfat.com

سنند والحاکم فی المستدرك عن ابی رمثة رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ قال صلیت ھذہ الصلٰوۃ اومثل ھذہ الصلٰوۃ مع النبی صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم قال وکان ابوبکر و عمر یقومان فی الصف المقدم عن یمینہ۔ وکان رجل قد شھد التکبیرۃ الاولی من الصلاۃ یشفع فوثب الیہ عمر فاخذ بمنکبیہ فھزہ ثم قال اجلس فانہ لم یھلك اھل الکتاب الا انھم لم یکن بین صلوتھم فصل فرفع النبی صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم بصرہ فقال اصاب اللّٰہ بك یا ابن الخطاب[1] (ملخصًا) قلت فھذا نص عن صاحب الشریعۃ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم فی الانفتال عن القبلۃ بعد صلوۃ یتبعھا تطوع فلا وجہ للنھی عنہ و ان خص بعض کراھۃ المکث مستقبلا بما لاتھوی بعدہ کما فی الغنیۃ عن الخلاصۃ و اللّٰہ سبحٰنہ و تعالیٰ اعلم۔

تعالیٰ عنہ سے روایت کیا، فرمایا کہ میں نے یہ یا اسکی مثل نماز نبی اکرم صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ ادا کی اور فرمایا کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہما امام کے پاس صفِ اوّل میں کھڑے ہوتے تھے اور ایک آدمی جو تکبیر اولیٰ سے نماز میں شامل ہُوا تھا اُٹھ کر دُو رکعت نماز ادا کرنی شروع کر دی حضرت عمر اس کی طرف فی الفور بڑھے اس کے کاندھے کو پکڑ کر حرکت دی اور کہا بیٹھ جاؤ اہلِ کتاب نہیں ہلاک ہُوئے مگر اس لئے کہ وہ اپنی نمازوں کے درمیان فاصلہ نہ کرتے تھے۔ نبی اکرم صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نظرِ مبارک اٹھا کر دیکھا اور فرمایا اے ابن خطاب اللّٰہ تعالیٰ نے تیری رہنمائی فرمائی ہے قلت (میں کہتا ہوں) یہ صاحبِ شریعت صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف سے اس بات پر نص ہے کہ جس نماز کے بعد نوافل ہوں اس میں بھی امام قبلہ سے رُخ موڑے اور قبلہ رخ سے موڑنے پر کوئی نہی وارد نہیں (یعنی انصراف سے منع کرنے کی کوئی وجہ نہیں) اگرچہ بعض حضرات نے قبلہ رُخ بیٹھنے کی کراہت کو اس صورت کے ساتھ خاص کیا جبکہ وہ امام بیٹھنے کے بعد کوئی نماز نہ پڑھنا چاہتا ہو جیسا کہ غنیہ میں خلاصہ کے حوالہ سے ہے واللّٰہ سبحٰنہ و تعالیٰ اعلم (ت)

---

[1] سنن ابو داؤد باب فی الرجل یتطوع فی مکانہ الخ مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۱۴۴
المستدرک للحاکم کتاب الصلوٰۃ لم یھلک اہل الکتاب الخ 〃 دارالفکر بیروت ۱/۲۷۰

marfat.com

جواب سوال دوم ہمچنیں غلام و دہقانی و کور اگر درحاضرین غیر ایناں کسے صالح امامت نیست خود واجب بود تقدیم ایناں زیرا کہ اگر نکند جماعت از دست رود و واجب فوت شود و ایں ناروا بود اگر دیگرے نیز حاضر است اما ایناں در علم مسائلِ نماز و طہارت برو رجحان و زیادت دارند ہم ایناں احق و اولی بامامت باشند چہ جائے کراہت باشد بلکہ کراہت در تقدیم دیگرے باشد کہ کمتر از ایشان است آرے اگر آں دیگر از ایشاں داناتر یا ہر دو در علم مذکور ہمسر و برابر اند آں گاہ امامت ایشاں مکروہ باشد و از مکروہے تنزیہی بیش نیست یعنی خلاف اولیٰ ست و اگر امام نمایند روا باشد و باک ندارد در تنویر الابصار و درمختار است یکرہ تنزیھا امامۃ عبد واعرابی واعمی الا ان یکون ای غیر الفاسق اعلم القوم فھو اولی (وولد الزنا) ھذا ان وجد غیرھم والا فلا کراھۃ بحر بحثا[1] ملخصا۔ در بحر الرائق از مجتبیٰ شرح قدوری و معراج الدرایہ شرح ہدایہ ست ھذہ الکراھۃ تنزیھیۃ لقولہ فی الاصل امامۃ غیرھم احب الی[2] ہمدریں باز در فتاوٰی اسعدیہ وغیرہ است فالحاصل انہ یکرہ لھؤلاء التقدم ویکرہ الاقتداء بھم کراھۃ تنزیہ ان وجد

جواب سوال دوم غلام، دیہاتی اور نابینا کا حکم بھی یہی ہے اگر حاضرین میں سے کوئی دوسرا امامت کے لائق نہ ہو تو خود بخود ان کو مقدم کرنا واجب ہوگا ورنہ جماعت فوت ہوجائے گی جو واجب ہے اور جماعت کو فوت کرنا جائز نہیں اور اگر کوئی دوسرا بھی لائق امامت حاضر ہو لیکن یہ لوگ مسائلِ نماز و طہارت میں اس پر فوقیت رکھتے ہوں تو پھر بھی ان ہی کو امام بنانا اولیٰ ہے چہ جائیکہ ان میں کراہت ہو بلکہ ایسی صورت میں دوسرے کو مقدم کرنا مکروہ ہوگا، کیونکہ وُہ دوسرا ان سے ادنیٰ ہے البتہ اگر دوسرا ان سے زیادہ دانا اور صاحبِ علم ہو یا دونوں مذکورہ علم میں ہمسر اور برابر ہوں تو اس وقت ان کی امامت مکروہ ہوگی اور وہ بھی مکروہ تنزیہی، اس سے زیادہ نہیں، یعنی خلافِ اولیٰ ہوگی، اگر ان کو امام بنا لیا جائے تو جائز ہے، کوئی حرج نہیں۔ تنویر الابصار اور درمختار میں ہے امامتِ غلام، اعرابی، نابینا، مکروہ تنزیہی ہے مگر جب وُہ مذکورہ افراد فاسق کے علاوہ دوسروں سے زیادہ صاحبِ علم ہوں تو یہی لوگ امامت کے لائق ہیں (اور ولدِ زنا) یعنی ولدِ زنا کی امامت بھی مکروہ ہے مذکورہ افراد کی امامت اس وقت مکروہ ہے جب ان کے سوا کوئی شخص لائقِ امامت موجود ہو ورنہ کوئی کراہت نہیں اس مسئلہ کی بحث بحر الرائق میں

---

[1] درمختار باب الامامۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۸۳/۱

[2] بحر الرائق " " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۳۴۹/۱

marfat.com

فی الدر المختار کرہ امامۃ عبد واعرابی و ولد الزنا الٰی قولہ الا ان یکون اعلم القوم[1]۔

درمختار میں ہے غلام، اعرابی، ولدالزنا کی امامت مکروہ ہے، البتہ اس صورت میں مکروہ نہیں جبکہ وہ دوسری قوم سے زیادہ صاحبِ علم ہو۔ (ت)

پھر یہ بھی اس صورت میں ہے کہ دُوسرا قابلِ امامت موجود ہو اور اگر حاضرین میں صرف وہی لائقِ امامت ہے تو اُسے امام بنانا واجب ہوگا مرتبہ عرفان اہلِ حق کے نزدیک وہی ہے واللہ یختص برحمتہ من یشاء[2] (اور اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے اپنی رحمت کے لئے مختص فرمالیتا ہے۔ ت) ولدالزنا پر خود اس گناہ کا الزام نہیں الزام زانی اور زانیہ پر ہے،

وقد سئل سید الطائفۃ جنید البغدادی رضی اللہ تعالٰی عنہ ھل یزنی العارف فاطرق مَلِیّا ثم قال وکان امر اللہ قدرا مقدورا۔

سیدالطائفہ حضرت جنید بغدادی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے پوچھا گیا کیا عارف زنا کرسکتا ہے؟ آپ "تلبیہ" کہتے ہُوئے چل پڑے اور کہا اللہ کا امر مقدر و مقرر ہوچکا ہے۔ (ت)

اس کا استخلاف جبکہ وہ اس کا اہل ہو نظر شیخ عارف بصیر پر ہے اگر مصلحت دیکھے تو ممنوع نہیں اگر حال اس کا مشہور اور عامہ خلائق اس سے نفور نہوں اور سمجھے کہ کار دعوت الی اللہ اور ہدایت خلق اللہ بسبب تنفر ناس منتظم نہ ہوگا تو احتراز فرمائے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۶۰۵: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کی ایک بی بی زینب غیر منکوحہ اور دو بیبیاں صغرٰی و کبرٰی منکوحہ ہیں زید عرصہ آٹھ سال سے بی بی زینب غیر منکوحہ سے بلا لحاظ و پاس اس کی عدم منکوحیت اور بلا شرم و حجاب اپنے ہمسروں اور ہمچشموں کے مباشر اور ہم صحبت رہتا ہے اس صورت میں زید کی امامت جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

اگر اس کا زانی ہونا ثابت و متحقق ہو جب تو اُسے امام بنانے کی ہرگز اجازت نہیں کہ زانی فاسق ہے اور فاسق کو امام کرنا منع ہے، غنیہ میں ہے:

لوقدموا فاسقا یاثمون بناءً علی ان الکراھۃ

اگر لوگوں نے فاسق کو امام بنایا تو لوگ گنہگار ہوں گے

---

[1] درمختار باب الامامۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۸۳

[2] القرآن ۲/۱۰۵

marfat.com

تنزیھیۃ کما فی البحر[1] در حاشیہ علامہ سید احمد طحطاوی بر مراقی الفلاح از شرح علامہ سید محمد ازہری از علامہ سید احمد حموی است کراھۃ الاقتداء بالعبد وما عطف علیہ تنزیھیۃ ان وجد غیرھم والا فلا[2] اھ باوصف ایں تصریحات جلیلہ بکراہت تحریم جائے زدن چنانکہ از دو ملایان گنگوہی و غازی پوری برخلاف رشد امامت سرزدہ باطل محض است واصلے ندارد وکانھما اغترا باطلاق الکراھۃ فی الھدایۃ وغیرھا جاھلین بما صرح بہ الشراح فی خصوص المسألۃ وغیرھا من ان حمل المطلق علی المنع غیر کلی بل کثیرا ما یطلقون والمراد خصوص التنزیہ وربما یطلقون والمقصود الاعم اعنی ما یشتمل النوعین الاتری انھم یسردون مکروھات الصلاۃ سردا ویدخلون الکل تحت قولھم کرہ وفیھا من کلا النوعین ولذا قال فی الدر المختار ھذہ تعم التنزیھیۃ التی مرجعھا خلاف الاولی فالفارق

نے کی ہے۔ حاشیہ درر وغرر للعلامہ شرنبلالی میں ہے کہ ولدِ زنا کی امامت مکروہ ہے۔ میں کہتا ہوں اس سے کراہت تنزیہی مراد ہے جیسا کہ بحر میں ہے۔ مراقی الفلاح کے حاشیہ میں علامہ سید احمد طحطاوی نے شرح علامہ سید محمد ازہری سے اور انہوں نے علامہ سید احمد حموی کے حوالے سے لکھا کہ غلام اور اس کے دیگر معطوفات کی اقتداء کرنا مکروہ تنزیہی ہے بشرطیکہ ان کے علاوہ کوئی دوسرا لائقِ امامت موجود ہو ورنہ مکروہ تنزیہی بھی نہیں اھ۔ ان واضح تصریحات کے باوجود کراہت تحریم کے ساتھ فتوٰی جڑ دینا مناسب نہیں ہے جیسا کہ دو ملّا حضرات گنگوہی اور غازی پوری سے درست امامت کے خلاف جو بیان سرزد ہُوا وہ باطل محض ہے اس کی کوئی اصل نہیں، گویا انہوں نے ہدایہ وغیرہ میں کراہت کے اطلاق سے دھوکا کھایا اور خصوصاً اس مسئلہ اور اس جیسے دیگر مسائل کے تحت شارحین کی ان تصریحات سے جاہل رہے کہ مطلق کا منع پر محمول کرنا کُلی نہیں بلکہ اکثر اوقات مطلقاً کراہت ذکر کرتے اور مراد کراہت تنزیہی ہوتی ہے بہت دفعہ کراہت کو مطلقاً ذکر کرتے ہیں اور اس سے مقصود تحریمی اور تنزیہی دونوں کا عموم ہوتا ہے کیا آپ نہیں دیکھتے کہ فقہاء جب مکروہاتِ نماز بیان کرتے ہیں تو تمام کو وہ لفظ "کرہ" کے عنوان کے تحت لاتے ہیں

---

[1] حاشیہ دُرر وغرر للعلامۃ الشرنبلالی فصل فی الامامۃ مطبوعہ مطبعۃ احمد کامل الکائنۃ فی دار السعادۃ مصر ۱/۸۶-۸۵

[2] حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح فصل فی بیان الاحق بالامامۃ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۱۶۴

marfat.com

قاموس فھذا ذکرہ فی النھر بحثا اخذا من تعلیل الاعمٰی بانہ لایتوقی النجاسۃ[1]۔
قاموس، اس کا ذکر نہر میں اعمٰی کی علت کی بناء پر کیا گیا ہے کہ یہ بھی نجاست سے محفوظ نہیں رہ سکتا۔ (ت)

یوں ہی حاسہ سمع کی بھی ضرورت پڑتی ہے اگرچہ نہ دواماً مگر نادر، بھی نہیں کہ انسان سے نسیان نادر نہیں اور وقتِ سہوامام اصلاح مقتدیوں کے بتانے سے ہوتی ہے اور وہ سمع پر موقوف جب اس کا حس سامعہ موقوف ہے تو ان صورتوں کا وقوع متوقع جن میں اس کے نہ سننے کے سبب نماز فاسد یا مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہوجائے مثلاً قعدہ اخیرہ چھوڑکر اُٹھا مقتدیوں کا بتانا نہ سُنا زائد کا سجدہ کرلیا فرض باطل ہوگئے یا اولٰی چھوڑا اور بتانے پر مطلع نہ ہوکر سلام پھیر دیا سجدۂ سہو کیلئے بتایا گیا تو سمجھا کہ کوئی کچھ بات کرتا ہے تکلم کر بیٹھا، نماز بوجہ ترک واجب واجب الاعادہ رہی یا قرأت میں وہ غلطی کی جس سے معنی میں تغیر اور نماز میں فساد ہو فتح مقتدیین سُن کر صحیح کا ارادہ کرلیتا تو اصلاح ہوجاتی علی ماذکر فی الحلیۃ من احد القولین وھو الایسر الارفق کما لایخفی۔
اس قول کی بنا پر جو حلیہ میں دو قولوں میں سے ایک ذکر ہے اور یہی آسان اور نرم ہے جیسا کہ مخفی نہیں (ت)
اس نے نہ سنا اور نماز فاسد کرلی الی غیر ذلک من وجوہ کثیرۃ (اس کے علاوہ متعدد وجوہ ہیں۔ ت) تو امامت کے لئے اصلح واولٰی وہی ہے جو وجوہ نقص سے خالی ہو لاجرم امام زیلعی نے تبیین الحقائق میں فرمایا کل من کان اکمل فھو افضل[2] (جو بھی ہر لحاظ سے اکمل ہوگا وہی افضل ہوگا۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۶۰۷: ایک شخص کریہہ الصوت اور بہرا ہے، دوسرا شخص کلام شریف اس سے اچھا پڑھتا ہے اور کریہہ الصوت نہیں ہے اور بہرا بھی نہیں ہے یعنی حواسِ خمسہ اس کے صحیح ہیں تو حالت مساوی العلم ہونے کے ان دونوں میں شرعاً مرجح لائق امامت کون ہوسکتا ہے بینوا بالبراھین والکتاب توجروا یوم الحساب (دلائل و براہین اور کتاب اللہ سے بیان کرو اور روزِ حساب اجر پاؤ۔ ت)

الجواب

اگر اس شخص کے اس سے قرآن مجید اچھا پڑھنے سے مراد کہ یہ حروف مخارج سے صحیح ادا کرتا ہے اور وہ نہیں جیسے آج کل عالمگیر وبا پھیلی ہے ا، ع۔ ہ، ح۔ ت، ط۔ ث، س، ص۔ ذ، ض، ظ میں تمیز نہیں کرتے جب تو اس بہرے کے پیچھے نماز ہی نہیں ہوتی اگر باوصف قدرت کے سیکھے تو ادا کرسکے مگر نہ سیکھا غلط پڑھتا ہے جب تو نہ اس کی اپنی نماز ہوئی نہ اس کے پیچھے کسی دوسرے کی، اور اگر عاجز ہے جیسے توتلا وغیرہ

---

[1] ردالمحتار باب الامامۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۴۱۴
[2] تبیین الحقائق باب الامامۃ والحدث فی الصلوٰۃ ″ مطبعہ کبرٰی امیریہ بولاق مصر ۱/ ۱۳۴

marfat.com

ممنوع ومکروہ تحریمی ست ، درمتن محقق غزی وشرح
مدقق علائی ست ولو ام قوما وھم لہ کارھون
ان الکراھۃ لفساد فیہ اولانھم احق
بالامامۃ منہ کرہ لہ ذلک تحریما
لحدیث ابوداؤد لایقبل اللہ صلوۃ
من تقدم قوما وھم لہ
کارھون وان ھو احق لاوالکراھۃ
علیھم[1] درمراقی الفلاح علامہ شرنبلالی از
کتاب التجنیس والمزید للامام صاحب الہدایہ ست
لو ام قوما وھم لہ کارھون
فھو علی ثلثۃ اوجہ ان کانت الکراھۃ
لفساد فیہ اوکانوا احق بالامامۃ منہ
یکرہ وان کان ھو احق بھا
منھم ولا فساد فیہ ومع ھذا یکرھونہ
لایکرہ لہ التقدم لان الجاھل
والفاسق یکرہ العالم والصالح[2]
اقول تحقیق مقام آنست کہ اینجا دو چیز ست یکے
فعل آنکس کہ بخودی خود بناگواری قوم پیش رفت
وایشاں را مکروہ بہ اقتدائے خود داشت
دوم نماز راپس او علماکہ درصورت مذکورہ حکم بکراہت
تحریم فرمودہ اند براطلاق خودش ناظر براول ست
یعنی آنکس را ایں چنیں کردن روا نیست اگر میکند

زیادہ لائق اور حقدار ہے ایسی صورت میں جس شخص کو
امام بنانا قوم مکروہ جانے اس شخص کو امام بننا ممنوع اور
مکروہ تحریمی ہے۔ محقق غزی کے متن اور شرح مدقق
علائی میں ہے اگر کسی شخص نے قوم کی امامت کی حالانکہ
وہ لوگ اسے ناپسند کرتے ہوں تو اگر لوگوں کی نفرت
امام کے اندر کسی خرابی کی بنا پر ہو یا وہ لوگ بہ نسبت امام
کے امامت کے زیادہ حقدار ہوں تو ایسی صورت
میں اس شخص کا امام ہونا مکروہ تحریمی ہے اس کی دلیل
حدیثِ ابوداؤد ہے جس میں فرمایا ہے "اللہ تعالٰی
اس شخص کی نماز قبول نہیں فرماتا جو لوگوں کا امام بنا
حالانکہ لوگ اسے ناپسند کرتے تھے" اور اگر وہ امام
ہی امامت کا زیادہ حق رکھتا ہو تو اس پر کراہت
نہیں بلکہ لوگوں کا نفرت کرنا مکروہ ہوگا۔ علامہ شرنبلالی
نے مراقی الفلاح میں صاحبِ ہدایہ کی کتاب التجنیس و
المزید کے حوالے سے ذکر کیا ہے اگر کسی شخص نے قوم
کی امامت کی حالانکہ وہ لوگ اسے ناپسند کرتے ہوں
تو اس کی تین صورتیں ہیں: (۱) اگر کراہت خود
امام میں فساد کی وجہ سے ہو (۲) یا دوسرے لوگ
اس سے امامت کے زیادہ حقدار اور لائق ہوں تو اس کا
امام بننا مکروہ ہے (۳) اور اگر وہ امام ہی دوسروں
سے زیادہ لائق امامت ہو اور بذاتِ خود اس میں کوئی
فساد بھی نہ ہو اس کے باوجود لوگ اسے ناپسند کرتے

---

[1] درمختار باب الامامۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۸۳
[2] مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی " نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۱۶۴

marfat.com

المقصود کثرۃ الجماعۃ ورغبۃ الناس فیہ اکثر[1] مقصود کثرت جماعت اور اس میں اکثر لوگوں کی رغبت ہے۔ (ت)

اور اگر یہ بھی نہیں تاہم تساوی علم پر غیر بہرا اس سے احق و اولیٰ ہے۔

اوّلاً تجوید قرأت میں اُس سے زائد ہے۔ درمختار میں ہے:

الاحق بالامامۃ تقدیما بل نصبا الاعلم باحکام الصلٰوۃ ثم الاحسن تلاوۃ وتجویدا للقراءۃ[2]۔ امامت میں آگے بڑھنے کے بلکہ ہمیشہ کے لئے امام مقرر کرنے میں زیادہ مستحق و لائق وہ شخص ہے جو صحت و فسادِ نماز کے مسائل سے زیادہ آگاہ ہو (علم میں اگر برابر ہوں تو) پھر زیادہ لائقِ امامت وہ شخص ہے جو تلاوت اور تجویدِ قرأت کے لحاظ سے اچھا ہو۔ (ت)

ثانیاً اُس کا بہرا ہونا بھی اُس کی ترجیح کی ایک وجہ ہے کما بیناہ فی المسئلۃ الاولیٰ (جیسا کہ مسئلہ اولیٰ میں ہم اسے بیان کر آئے۔ ت)

ثالثاً بہ نسبت اس کے خوش آوازی اور زیادہ مؤید ہے ولہٰذا وہ بھی مرجحاتِ امامت سے شمار کی گئی۔ نورالایضاح مراقی الفلاح میں ہے: ثم الاحسن صوتا للرغبۃ فی سماعہ للخشوع[3] (پھر وہ شخص جس کی آواز حسین ہو کیونکہ اس کے سُننے میں رغبت اور خضوع پیدا ہوتا ہے۔ ت) لوگ اگر اس کے ہوتے ہوئے اس بہرے کو امام کریں گے، شرعاً بُرا کریں گے، درمختار میں ہے: لوقدموا غیر الاولی ساء وابلا اثم[4] (اگر لوگوں نے غیر اولیٰ کو مقدم (پیش امام) کر دیا تو بغیر گناہ کے ان لوگوں نے بُرا کیا (یعنی ترکِ سنّت کی وجہ سے بُرا کیا اور گنہگار نہ ہوئے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۶۰۸: از براہیم پور ۱۲ ربیع الآخر شریف ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ افیونی کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں، اور اگر اس نماز کے پھیرنے کا حکم ہو تو فقط ظہر و عشا کی پھیری جائے گی یا فجر و عصر و مغرب کی بھی، اور افیون کھانی کیسی ہے افیونی فاسق و مستحقِ عذاب ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

---

[1] تبیین الحقائق باب الامامۃ والحدث فی الصلٰوۃ مطبوعہ المطبعۃ الکبرٰی الامیریہ بولاق مصر ۱/۱۳۴
[2] درمختار باب الامامۃ ؍؍ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۸۲
[3] مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی فصل فی بیان الاحق بالامامۃ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۱۶۴
[4] درمختار باب الامامۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۸۳

marfat.com

اولیٰ بود چنانکہ امثلہ اش گزشتہ دوم خارجی و آں مکروہ پنداشتن قوم است مر تقدم اورا، باز ذاتی بر دو صنف است یکے لحق الشرع چوں فسق و ابتداع و جہل، دوم لحق الغیر چوں حضور صاحب البیت یا امام الحی یا قاضی یا سلطان کہ خلو اینکس ازمزیتے کہ دیگرے دارد حامل بر کراہت شد ازیں کراہت ذاتی است وموجب او مرعات حق غیراست پس گویا ایں صنف برزخ است میان ذاتی و خارجی، ونسبت میان اینہا اعنی ہر دو قسم تقسیم اول عموم وخصوص من وجہ است، جائے ذاتی یافتہ شود نہ خارجی چوں رضائے قوم بتقدم غلامے عامی وجائے بالعکس چوں کراہت قوم تقدم عالمے تقی را بعداوت نفسانی وجاہا باہم آیند وتاثیر ذاتی در نفس نماز است واثر خارجی بر ذات امام یا قوم نہ بر نماز، ووقوع اثرش بر امام مشروط بوجود اول ست ورنہ خود بر قوم بازگردد بخلاف اول کہ تاثیرش در نماز موقوف بر وجہ ثانی نیست، اگر قوم بتقدیم فاسق وولد الزنا جاہل راضی شوند نماز از کراہت بری نشود ہمچناں اگر میہماناں برضائے خود شاں یکے از ایشاں را بامامت برگیرند بے رضائے صاحب خانہ کراہت نہ رود، وحکم اول متنوع بتحریم وتنزیہ است وحکم دوم در حق امام دائما تحریم دارد وہمہ مندفع میشود برضائے قوم لارتفاع العلۃ بخلاف اول کہ در صنف اول او رضائے وعدم رضائے کسے را دخلے نیست لکونہ حقا للشرع المطہر آرے در صنف ثانی رضائے صاحب حق نافی کراہت شود گو رضائے دیگراں نباشد لقولہ صلی اللہ تعالیٰ

ان کی رضا کے ساتھ مقید ہو حتی کہ اگر وہ ناپسند کریں تو نماز بھی مکروہ تحریمی ہوگی، تو قوم کی وجہ کراہت جو کسی وجہ شرعی کی بنا پر پیدا ہوتی اس کا وبال بھی انھی پر ہوگا کیونکہ وہ ان کے گناہ کے ارتکاب کی وجہ بنی ہے اگر ایسا نہ ہوتا تو یہ گناہ بھی نہ ہوتا اور جیسا کہ معاملہ آپ نے دیکھ لیا اور ان پر گناہ کا لوٹنا اس کراہت میں ہے جو مستند دلیل سے ثابت ہے، جیسا کہ آپ نے جان لیا، الغرض کراہت کا سبب دو طرح پر ہے، ایک ذاتی کہ اس شخص کے اندر ایسی بات پائی جاتی ہو کہ شرعی طور پر اس کی امامت مطلقاً یا جماعت حاضرہ میں ممنوع یا خلاف اولیٰ ہو، جیسا کہ اس کی مثالیں گزریں۔ دوم سبب خارجی ہے وہ یہ کہ قوم خاص اس کے امام بننے کو ناپسند جانتی ہو پھر ذاتی کی دو صورتیں ہیں ایک حق شرع کی بنا پر مثلاً فاسق ہونا، بدعتی ہونا اور جاہل ہونا۔ دوم غیر کے حق کی وجہ سے مثلاً صاحب خانہ، امام محلہ، قاضی یا سلطان کا موجود ہونا، کیونکہ اس صورت میں یہ شخص اس اضافی چیز سے خالی ہے جو دوسرے میں ہے لہذا اس وجہ سے کراہت آئے گی اس وجہ سے یہ ذاتی ہے اور اس کی وجہ حق غیر کی رعایت ہے گویا یہ قسم ذاتی اور خارجی کے درمیان برزخ کی طرح ہے اور تقسیم اول کی دو اقسام کے درمیان عموم وخصوص من وجہ کی نسبت ہے، ایک جگہ ذاتی ہو خارجی نہ ہو مثلاً قوم کا عام غلام کے تقدم پر راضی ہونا، اور دوسری جگہ اس کا عکس ہے مثلاً قوم کا عداوت نفسانی کی وجہ سے متقی عالم کے تقدم کو ناپسند کرنا، اور بعض مقامات پر ان دونوں کا

marfat.com

مسئلہ ۶۰۹ تا ۶۱۲: از کلکتہ مسجد دھرم تلا مرسلہ حافظ محمد عظیم صاحب ۱۲ جمادی الاولٰی ۱۳۱۵ھ

تسلیم بصد تکریم کے بعد خدمت عالی میں عرض رساں ہوں آپ کے اصافِ حمیدہ کی تحریر سے بندہ قاصر ہے جناب کے خدمت میں نہ عرض کے لائق نہ طاقت چونکہ اس وقت ایک فتوٰی پر آپ کے دستخط اور مہر کی اشد ضرورت ہوئی خدمت عالی میں عرض رسا ہوں کہ عنداللہ وعندالرسول اپنے خاص دستخط اور مُہر سے زینت بخشیں اس عاجز کو آپ کی قدم بوسی کی ازحد تمنا ہے دُعا فرمائیں، فتوٰی یہ ہے:

ما قولکم رحمکم اللہ تعالٰی اندریں کہ بامامت کدام شخص اولٰی است وامامت حرام زادہ مکروہ تحریمی است یا نہ وامامت شخص بدپنداشتہ قوم مکروہ تحریمی است یاچہ واگر کسے درمسجد از امام حی افضل باشد بامامت کدام اولی است۔ بینوا توجروا

تم پر اللہ تعالٰی کی رحمت ہو اس مسئلہ کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے کہ امامت کے لئے افضل شخص کون ہوتا ہے؟ حرامزادہ کی امامت مکروہِ تحریمی ہے یانہیں؟ جس شخص کو قوم بُرا جانے اس کی امامت مکروہِ تحریمی ہے یا کیا ہے؟ اگر مسجد میں محلہ کے امام سے کوئی افضل شخص موجود ہو تو امام کس کو بنانا اولٰی ہے؟ (ت)

الجواب

(۱) ہرکہ عالم تر د رسنّت نماز بود در امامت آں اولٰے است پس ازآں اقرأ ثم اورع ثم معمر است کما فی الھدایۃ والعلمگیریۃ وملتقی الابحر وجامع الرموز۔

(۱) ہروہ شخص جو طریقہ نماز میں زیادہ عالم وآگاہ ہے وہ امامت کے زیادہ لائق ہے اس کے بعد سب سے اچھا قاری، پھر سب سے صاحبِ تقوٰی، پھر زیادہ عمر والا لائقِ امامت ہے ہدایہ، عالمگیری، ملتقی الابحر اور جامع الرموز میں اسی طرح ہے۔

(۲) امامت حرامزادہ مکروہ تحریمی است لما فی الھدایۃ یکرہ تقدیم العبد والاعرابی والفاسق والاعمٰی وولد الزنا لانہ لیس لہ اب یشفقہ فیغلب علیہ الجھل ولان فی تقدیم ھؤلاء تنفیر الجماعۃ فیکرہ[1] وفی العلمگیریۃ وتجوز امامۃ الاعرابی

(۲) حرام زادہ کی امامت مکروہ تحریمی ہے ہدایہ میں ہے غلام، اعرابی، فاسق، نابینا اور ولد زنا کی امامت مکروہ ہے کیونکہ اس کا شفیق باپ نہیں جو اسے تعلیم دیتا لہذا اس پر جہالت غالب ہوگی اور (دوسری بات یہ ہے) کہ ایسے افراد کی تقدیم سے لوگ جماعت سے نفرت کرینگے لہذا ان میں سے ہر ایک کا امام بنا مکروہ ہے،

---

[1] الہدایۃ باب الامامۃ مطبوعہ المکتبۃ العربیۃ کراچی ۱/۱۰۱

marfat.com

کرتی ہو تو کراہت ان لوگوں پر ہوئی جو ناپسند کر رہے ہیں (اور امام اور امامت دونوں اس (کراہت) سے بری ہوں گے، باقی تینوں کا بھی یہی حکم ہے جیسا کہ بحر میں بیان کیا ہے، اور درمختار میں اسے پسند کیا ہے، اور اختیار وغیرہ میں اس پر نص موجود ہے جیسا کہ گزرا، اگرچہ نہر میں اس کی مخالفت ہے مگر نص کے مقابل کسی کا قول نہیں چل سکتا اور اللہ تعالٰی حقیقتِ حال سے زیادہ آگاہ ہے۔ (ت)

جواب سوال چہارم اگر امام الحی از وجوہ خلل خالی است ہموں اولی است مگر در حضرت سلطان مسلمین و قاضی شرع و والی اسلام کہ اینان را برو تقدیم ست فی الدر المختار[1] اعلم ان صاحب البیت و مثلہ امام المسجد الراتب اولی بالامامۃ من غیرہ مطلقا الا ان یکون معہ سلطان او قاض فیقدم علیہ لعموم ولایتہما وصرح الحدادی بتقدیم الوالی علی الراتب اھ قال العلامۃ الطحطاوی فی حاشیۃ المراقی قال فی البنایۃ ھذا فی الزمن الماضی لان الولاۃ کانوا علماء وغالبھم کانوا صلحاء واما فی زماننا فاکثر الولاۃ ظلمۃ جھلۃ[2] اھ ورأیتنی کتبت علی ھامشہ مانصہ اقول نعم ولکن الفتنۃ اکبر من القتل بلی ان رضوا بتقدیم غیرھم فلا کلام وان کانوا علماء صلحاء کما اذا اذن صاحب البیت لغیرہ واللہ تعالٰی اعلم اھ ماکتبت علیہ

جواب سوال چہارم اگر محلہ کا امام اسباب و وجوہ خلل سے خالی ہو تو اسی کا امام بننا بہتر ہے مگر اس صورت میں جب مسلمانوں کا حاکم، قاضی شرع اور والیِ اسلام موجود ہوں کیونکہ ان حضرات کو امام محلہ پر تقدیم کا حق حاصل ہے۔ دُرمختار میں ہے: واضح رہے کہ صاحبِ خانہ اور اسی طرح مسجد کا مقررہ امام امامت کے لئے ہر حال میں دوسرے لوگوں سے اولٰی ہیں مگر اس صورت میں کہ جب صاحبِ خانہ یا امامِ معیّن کے ساتھ سلطان یا قاضی ہو تو بادشاہ اور قاضی کے تصرف وولات کے عام ہونے کی وجہ سے ان کو مقدم کیا جائیگا اور حدادی نے والی کو امامِ معیّن پر مقدم کرنے کی تصریح کی ہے اھ اور علامہ طحطاوی نے حاشیہ مراقی میں فرمایا بنایہ میں ہے یہ حکم زمانۂ ماضی میں تھا کیونکہ حکمران (اصحابِ اختیار) علماء اور صلحاء ہوتے تھے، ہمارے دور میں والی اکثر ظالم اور جاہل ہیں اھ مجھے یاد آرہا ہے اس پر میں نے حاشیہ لکھا ہے جس کی عبارت یہ ہے **اقول** (میں کہتا ہوں) یہ ٹھیک ہے لیکن فتنہ قتل سے بڑھ کر ہے، ہاں اگر

---

[1] درمختار باب الامامۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۸۳

[2] حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح فصل فی بیان الاحق بالامامۃ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۱۶۳

marfat.com

(۴) امامت امام حی اولٰی بود اگرچہ غیرش در مسجد افضل است لما فی العلمگیریۃ دخل مسجدا من ھو اولی بالامامۃ من امام المسجد فامام المحلۃ اولٰی[1] وفی المنیۃ لودخل فی المسجد من ھو اولی بالامامۃ فامام المحلۃ اولی[2] ھکذا حکم الکتاب والیہ المرجع والمآب واللہ اعلم بالصواب المستخرج المذنب ابو نعیم محمد نقی عفی عنہ اسلام آبادی الجیب المصیب فقیر محمد امانت اللہ غازی پوری۔ الجواب صحیح بندہ رشید احمد عفی عنہ اصاب من اجاب محمد قادر بخش سہسرامی عفی عنہ۔ صح من اجاب حررالفقیر ابو البرکات غازیپوری۔ ما فیہ حق، امام الدین عفی عنہ۔

محلہ کے مقرر امام کو امام بنانا اولٰی ہے اگرچہ کوئی دوسرا شخص افضل موجود ہو جیسا کہ عالمگیری میں ہے ایک ایسا شخص مسجد میں داخل ہُوا جو محلہ کے امام سے افضل ہے تو محلہ کے امام کو ہی امام بنانا اولٰی ہے، اور منیہ میں ہے اگر مسجد میں ایسا شخص آیا جو امام مقرر سے افضل ہو تو محلے کا امام ہی بہتر ہوگا، کتاب کا حکم بھی یہی ہے اور یہی مرجع اور جائے پناہ ہے۔ واللہ اعلم بالصواب المستخرج المذنب ابو نعیم محمد نقی عفی عنہ اسلام آبادی الجیب المصیب فقیر محمد امانت اللہ غازی پوری۔ الجواب صحیح بندہ رشید احمد عفی عنہ اصاب من اجاب محمد قادر بخش سہسرامی عفی عنہ۔ صح من اجاب حررالفقیر ابو البرکات غازیپوری۔ اس میں جو کچھ ہے وہ حق ہے۔ امام الدین عفی عنہ۔

الجواب

اولٰی بامامت کسے است کہ مسائل نماز و طہارت داناتر است درتنویر است الاحق بالامامۃ الاعلم باحکام الصلوٰۃ[3] در دُرمختار است بشرط اجتنابہ للفواحش الظاھرۃ[4] ودر ردالمحتار از کافی وغیرہ است الاعلم بالسنۃ اولی ان یطعن علیہ فی دینہ[5]۔

امامت کے لئے وہ شخص لائق اور بہتر ہے جو مسائلِ نماز وطہارت میں زیادہ آگاہی رکھتا ہو، تنویر میں ہے امامت کا زیادہ حقدار وُہ ہے جو احکام نماز سے زیادہ آگاہ ہو۔ درمختار میں ہے بشرطیکہ وہ ظاہری گناہوں سے بچنے والا ہو۔ ردالمحتار میں کافی کے حوالے سے ہے سنت (یعنی طریقۂ نماز) سے زیادہ آگاہی رکھنے والا شخص امامت کے لئے بہتر ہے بشرطیکہ اس کے دین پر کوئی طعن نہ کرتا ہو۔

---

[1] فتاوٰی ہندیہ الفصل الثانی فی بیان من ھو احق بالامامۃ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۸۳

[2] منیہ یہ عبارت سعیِ بسیار کے باوجود مشہور منیۃ المصلی سے نہ مل سکی، معلوم ہوتا ہے اس سے کوئی اور منیہ مراد ہے جو کہ مجھے دستیاب نہیں۔ نذیر احمد

[3] درمختار باب الامامۃ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۸۲

[4] " " " " " " " "

[5] ردالمحتار " " " " مصطفی البابی مصر ۱/۴۱۲

marfat.com

ذکراً تصح امامتہ لمثلہ من ذکر و انثی و خنثی[1] | درست ہے یعنی اس کا اپنے ہم مثل مذکر، مونث اور خنثی کا امام بننا درست ہے۔ (ت)

مگر بالغوں کی امامت مذہبِ اصح میں مطلقاً نہیں کر سکتا حتی کہ تراویح و نافلہ میں بھی۔

فی ردالمحتار لایصح اقتداء الرجل بصبی مطلقا ولو فی نفل علی الاصح[2] | ردالمحتار میں ہے اصح قول کے مطابق بالغ مرد کا بچے کی اقتداء کرنا ہر حال میں درست نہیں اگرچہ نفل ہوں (ت)

ہدایہ میں ہے:

المختار انہ لا یجوز فی الصلوات کلھا[3]۔ | مختار قول یہ ہے کہ سب نمازوں میں اس کی امامت درست نہیں۔ (ت)

اُس حافظ بالغ پر اس حیلہ میں بربنائے مذہب اصح ضرور کراہت ہے لاشتغالہ بما لایصح (بسبب ایسے عمل میں مشغول ہونے کے جو صحیح نہیں ہے۔ ت) درمختار میں ہے:

صلاۃ العید فی القری تکرہ تحریما ای لانہ اشتغال بما لایصح[4]۔ | دیہاتوں میں عید ادا کرنا مکروہِ تحریمی ہے کیونکہ یہ ایسے عمل میں مصروف ہونا ہے جو نادرست ہے (ت)

مذہب اصح میں اُن بالغین پر اعادہ میں اسا٫ت کیا ہوتی بلکہ ترکِ اعادہ میں اساءت ہے استاذ وغیر استاذ سب اس حکم میں برابر ہیں، ہاں اگر حافظ صحیح خواں سوا نابالغ کے نہ ملتا ہو تو باتباعِ مشائخِ بلخ سنّت ختم حاصل کرلیں فان الاداء علی قول خیر من الترک مطلقا (کیونکہ ایک قول کے مطابق ادا کرنا مطلقاً ترک کرنے سے بہتر ہے۔ ت)

درمختار میں ہے:

الاداء الجائز عند البعض اولی من الترک کما فی القنیۃ وغیرھا[5]۔ | بعض کے نزدیک جائز ادا، ترک سے اولیٰ ہے، جیسا کہ قنیہ وغیرہا میں ہے۔ (ت)

پھر مناسب یہ ہے کہ بلحاظِ مذہب اصح اعادۂ تراویح کرلیں لیحصل الاحتیاط بالمقدر المیسور (تاکہ بقدر

---

[1] ردالمحتار	باب الامامۃ	مطبوعہ مصطفی البابی مصر	۱/ ۴۲۷
[2] درمختار	"	" مجتبائی دہلی	۱/ ۸۴
[3] الہدایۃ	"	" المکتبۃ العربیۃ کراچی	۱/ ۱۰۳
[4] درمختار	باب العیدین	" مطبع مجتبائی دہلی	۱/ ۱۱۴
[5] درمختار	کتاب الصلوٰۃ	" " "	۱/ ۶۱

marfat.com

غیرهم والا فلا کراهة[1] در رد المحتار از اختیار شرح مختار و شرح الملتقی للبهنسی و شرح درر البحار است لوعدمت ای علة الکراهة بان کان الاعرابی افضل من الحضری والعبد من الحر وولد الزنا من ولد الرشدة والاعمی من البصیر فالحکم بالضد[2] ملخصاً در جامع الرموز است فان ام عبد او اعرابی او ولد الزنا کره ذلک کراهة تنزیه وفی الاختیار لوکانوا افضل من ضدهم فالحکم بالضد[3] در خانیہ است تجوز امامة الاعرابی والاعمی والعبد وولد الزنا وغیرهم اولٰی[4] در شرح نقایہ علامہ برجندی است المراد به الکراهة التنزیهیة علی ما صرح به فی الزاهدی[5] در حاشیہ درر وغرر للعلامۃ الشرنبلالی است وکرہ امامة ولد الزنا اقول الکراهة

میں ہے اھ ملخصاً بحرالرائق میں مجتبٰی شرح قدوری اور معراج الدرایہ شرح ہدایہ سے ہے یہ کراہت کراہتِ تنزیہیہ ہے کیونکہ اصل (کتاب) میں ان کا قول ہے کہ ان کے علاوہ کی امامت مجھے زیادہ پسند ہے، پھر اس کے بعد فتاوٰی اسعدیہ وغیرہ کی عبارت یُوں ہے حاصل یہ ہے کہ ان کی تقدیم مکروہ ہے اور ان کا غیر موجود ہو تو ان کی اقتداء مکروہ تنزیہی ہے ورنہ کوئی کراہت نہیں۔ ردالمحتار میں اختیار شرح مختار، شرح الملتقی للبہنسی اور شرح درر البحار سے ہے اگر علتِ کراہت معدوم ہو مثلاً اعرابی شہری سے، غلام آزاد سے، ولدِ زنا ولدِ رشد سے اور نابینا بینا سے افضل ہو تو حکم اس کے برعکس ہوگا۔ جامع الرموز میں ہے اگر غلام یا اعرابی یا ولدِ زنا امام بنا تو یہ مکروہ تنزیہی ہے۔ اور اختیار میں ہے اگر یہ افراد مذکورہ اپنے مخالف سے افضل ہوں تو حکم اس کے برعکس ہوگا۔ خانیہ میں ہے اعرابی، نابینا، غلام اور ولدِ زنا کی امامت جائز ہے اور ان کے علاوہ کی اولٰی ہے۔ علامہ برجندی کی شرح نقایہ میں ہے کراہت سے مراد کراہت تنزیہی ہے جیسا کہ اس بات کی تصریح زاہدی

---

[1] بحرالرائق | باب الامامۃ | مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی | ۱/۳۴۹

فتاوٰی اسعدیہ | کتاب الصلوٰۃ | مطبوعہ مطبع خیریہ مصر | ۱/۱۰

نوٹ: اس عبارت کے آخری حصہ یعنی ان وجد الخ میں تلخیص اور تبدیلی ہے تفصیل کیلئے دونوں کتابیں ملاحظہ ہوں۔ نذیر احمد

[2] ردالمحتار | باب الامامۃ | مطبوعہ مصطفی البابی مصر | ۱/۴۱۴

[3] جامع الرموز | فصل یجہر الامام | مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران | ۱/۱۷۲-۱۷۳

[4] فتاوٰی قاضی خان | فصل فیمن یصح الاقتداء الخ | مطبوعہ نولکشور لکھنؤ | ۱/۴۴

[5] شرح النقایہ للعلامۃ البرجندی | فصل یجہر الامام فی الجمعۃ الخ | ″ ″ ″ | ۱/۱۱۷

marfat.com

مکروہ، جب اس کے فسق و بیباکی کی حالت یہ ہے تو کیا اعتبار کہ بے وضو نماز پڑھا دیتا ہو یا جاڑے کے دنوں میں خواہ ویسے ہی نہانے کی کاہلی سے بے نہائے امامت کرلیتا ہو، آخر بے غسل کے نماز پڑھنا عدت میں نکاح جائز کردینے سے زیادہ نہیں ہے۔ غنیہ شرح منیہ میں ہے:

انھم لوقدموا فاسقا یاثمون بناء علی ان کراھة تقدیمه کراھة تحریم لعدم اعتنائه بامور دینه وتساھله فی الاتیان بلوازمه فلا یبعد منه الاخلال ببعض شروط الصلاۃ وفعل ماینا فیھا بل ھو غالب بالنظر الی فسقه ولذا لم تجز الصلوٰۃ خلفه اصلا عند مالک و ھو روایة عن احمد[1]

کیونکہ اگر لوگوں نے کسی فاسق کو مقدم (امام) کردیا تو اس بنا پر گنہگار ہوں گے کہ اس تقدیم کی کراہت مکروہ تحریمی ہے کیونکہ امورِ دینیہ میں لاپروائی برتتا ہے اور امورِ دینیہ کے تقاضوں اور لوازمات کو پورا کرنے میں تساہل سے کام لیتا ہے، بعید نہیں کہ وہ نماز کے بعض شرائط کو خالی چھوڑنے کا ارتکاب کرتا ہو اور نماز کے منافی بعض اعمال بجالاتا ہو، بلکہ اس کے فسق کے پیشِ نظر ایسا کرنا غالب گمان ہے اسی لئے امام مالک کے نزدیک اس کے پیچھے نماز ہوتی ہی نہیں۔ امام احمد بن حنبل سے بھی ایک روایت یوں ہی ہے۔ (ت)

اور خود معاملہ نماز میں اس کی بیباکی اور طہارت نجاست سے بے پروائی اُسی بیان سے ظاہر جو سائل نے لکھے کہ ناپاک کپڑے مسجد میں دھونے والوں کو منع نہیں کرتا بلکہ منع کرنے کو بُرا کہتا ہے اور لڑنے پر آمادہ ہوتا ہے توجس کی یہ حالت ہے اس کے پیچھے نماز کی اصلاً اجازت نہیں ہوسکتی واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۶۱۵: ازبنارس محلہ کندی گرٹولہ مسجد بی بی راجی متصل شفاخانہ مرسلہ مولوی حکیم عبدالغفور صاحب ۲۰ محرم الحرام ۱۳۱۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ شہر بنارس میں ایک مسجد متصل کچہری دیوانی جس میں نماز وقتیہ و جمعہ ہوتا ہے، عرصہ دراز سے ایک جلسہ بایمائے حاکم ضلع بغرض انہدام مسجد مذکور اہل اسلام نے کیا منجملہ اور باتوں کے بیان کیا گیا کہ مسجد کا کھودنا بمعاوضہ مکان دیگر ازروئے کتب فقہ جائز ہے تو یہ مسجد کھود ڈالی جائے بعوض اس کے دوسری مسجد سرکار کی جانب سے تیار کردی جائے حالانکہ مسجد کا کھودنا ازروئے فقہ جائز نہیں ہے۔ عالمگیریہ میں ہے:

لوکان مسجد فی محلة ضاق علی اھله و لایسعھم ان یزیدوا فیه فسألھم بعض

اگر محلہ کی مسجد اہلِ محلہ پر تنگ ہوگئی ہو اور وہ لوگ اس میں کشادگی نہ کرسکتے ہوں تو اس مسئلہ کے متعلق بعض

---

[1] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی الامامۃ الخ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۱۳

marfat.com

الدلیل فان نھیا ظنی الثبوت ولا صارف فتحریمیة والا فتنزیھة[1] قال الشامی نقلاعن البحر المکروہ تنزیھا مرجعہ الی ماترکہ اولی وکثیرا ما یطلقونہ کما ذکرہ فی الحلیة فحینئذ اذا ذکروا مکروھا فلابد من النظرفی دلیلہ[2] الخ۔

حالانکہ ان میں دونوں نوعیت کے مکروہات ہوتے ہیں، اسی لئے درمختار میں کہا کہ یہ مکروہ تنزیہی کو شامل ہے جس کا انجام و مآل ترکِ اولیٰ ہوتا ہے، پس ان دونوں میں فرق دلیل کی بنیاد پر ہوگا، یعنی اگر دلیل کراہت وہ ممانعت شرعی ہو جس کا ثبوت ظنی ہو اور نہ ہی تحریم سے استحباب کی طرف پھیرنے والا کوئی امر ہو تو مکروہ تحریمی ورنہ تنزیہی اھ امام شامی نے بحر سے نقل کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ مکروہِ تنزیہی کا مآل ترکِ اولیٰ ہوتا ہے اور اکثر اوقات اس کو مطلقاً ذکر کرتے ہیں، حلیہ میں اسی طرح مذکور ہے، لہذا جب فقہاء کسی مقام پر مکروہ کا تذکرہ کریں تو اس کی دلیل میں نظر غائر کرنا ہوتا ہے الخ (ت)

جواب سوال سوم کراہت قوم اگر بلاوجہ شرعی ست چنانکہ امامت عالمی صالح را بسبب بعض منازعات دنیویہ خودشاں مکروہ دارند یا امامت عبد و اعمی و امثالھارا بانکہ افضل و اعلم قوم باشند بد پندارند نگاہ کراہت ایشاں باشد و درحق امامت اثرے ندارد، واگر بوجہ شرعی است چنانکہ امام فاسق یا مبتدع ست یا بحالِ عدم اعلمیت یکے از اربعہ مذکورین اعنی عبد و اعرابی و ولدالزنا و اعمی است یا آنکہ در قوم کسے ست بوجہ مرجحات شرعیہ مثل زیادت علم وجودت قرآت وغیرھما احق و اولیٰ ازوست دریں حالت ہیچ کس را باوصف مکروہ داشتن قوم بامامت پیش رفتن

جواب سوال سوم اگر قوم کی کراہت شرعی عذر کے بغیر ہو جیسا کہ صالح اور عالم کی امامت کو اپنے بعض دنیوی تنازعے کی وجہ سے مکروہ سمجھتے ہوں یا غلام، نابینا وغیرہ کی امامت کو مکروہ سمجھتے ہوں حالانکہ وہ قوم سے افضل ہوں، تو ایسی صورت میں قوم کی اپنی ناپسندیدگی کوئی معنی نہیں رکھتی لہذا ان افراد کی امامت میں وہ اثرانداز نہ ہوگی، اگر کراہت کسی شرعی عذر سے ہو مثلاً امام فاسق یا بدعتی ہو یا چار مذکور افراد غلام، اعرابی، ولدزنا اور نابینا دوسروں سے افضل و اعلم نہ ہوں یا قوم میں کوئی ایسا شخص موجود ہو جس میں شرعی ترجیحات ہوں، مثلاً علم زیادہ رکھتا ہے، تجوید و قرأت کا ماہر ہے تو یہ خود امامت کے

---

[1] درمختار — باب مایفسد الصلوٰۃ الخ — مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۹۱

[2] ردالمحتار — 〃 〃 〃 — 〃 مصطفی البابی مصر ۱/۴۷۲

آگر دین و ایمان گنوا کر حکام پر جبر و اکراہ کا طوفان اٹھا کر بحیلۂ کاذبہ اکراہ چاہیں مسجد ڈھائیں چاہے خدا و رسول کو گالیاں سنائیں چاہے دو کے آتے تین گائیں وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون[1] (عنقریب ظالم لوگ جان لیں گے کہ کس کروٹ پلٹا کھائیں گے۔ ت) ایسے لوگ نہ عند اللہ معذور ہو سکتے ہیں نہ عند الحکام مجبور نہ۔

مبادا دل آں فرومایہ شاد

کہ از بہر دنیا دہد دیں بباد

(اس کمینے کا دل کبھی خوش نہ ہو جو دنیا کی خاطر دین کو ہوا کے حوالے کر دیتا ہے۔ ت)

خردمند انصاف پسند حاکموں کی نگاہ میں بھی دین فروش نہایت ذلیل و خوار ہوتا ہے کہ جس نے ذرا سی خوشامد کے لئے دین جیسی عزیز چیز کو خیرباد کہا اس سے جو ہو جائے تھوڑا ہے، جس نے ادنیٰ طمع کے واسطے حاکم حقیقی جل جلالہ سے رُوگردانی کی اس سے حاکم دنیوی کے ساتھ خیر خواہی کی توقع کیا ہے خسر الدنیا والاٰخرۃ ذٰلک ھو الخسران المبین[2] (دنیا و آخرت کا گھاٹا یہی صریح نقصان ہے۔ ت) اور مسئلہ اکراہ میں یوں بے قید الفاظ جو خدا اور رسول کی جناب میں مُنہ بھر کر اس شخص نے کہے وہ بھی اس کے سُوئے ادب و قلّتِ دین پر دال ہیں شرع مطہر میں خوفِ جان کے وقت بھی حکم عزیمت یہی ہے کہ کسی طرح اصلاً کلمۂ کفر زبان سے نہ نکالے اور رخصت یہ کہ حتی الامکان توریہ کرکے پہلودار بات سے جان بچائے، اگر توریہ پر قادر تھا اور اُسے چھوڑ کر صریح کلمۂ کفر بولا قطعاً یقیناً کافر ہو جائے گا، دُرمختار میں ہے:

ان اکرہ علی الکفر باللہ تعالٰی او بسب النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بقطع او قتل رخص لہ ان یظہر ما امر بہ علی لسانہ و یوری و قلبہ مطمئن بالایمان، وان خطر بہ لہ التوریۃ ولم یور کفر وبانت دیانۃ وقضاء، نوازل و جلالیۃ ویوجر لو صبر لترکہ الاجراء المحرم[3] الخ باختصار۔

اگر کسی کو مجبور کر دیا گیا کہ وہ اللہ تعالٰی کے ساتھ معاذ اللہ کفر کرے یا نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو معاذ اللہ گالی دے ورنہ اسے قتل کر دیا جائے گا یا اس کا کوئی عضو کاٹ دیا جائیگا تو اسے اجازت ہے کہ زبان پر ایسے کلمات کو جاری کر دے جن کا مطالبہ کیا گیا ہو لیکن توریہ (یعنی حتی الامکان پہلودار بات کے ذریعے جان بچائے) سے کام لے اور اس کا دل ایمان پر مطمئن اور قائم رہے اور اگر اس کے دل میں توریہ کا خیال آیا مگر اس نے توریہ نہ کیا تو وہ کافر ہو جائے گا اور اس کی عورت قضاءً د

---

[1] القرآن ۲۶/ ۲۲۷

[2] القرآن ۲۲/ ۱۱

[3] درمختار کتاب الاکراہ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۱۹۶

marfat.com

گناہگار می شود و نماز خود او خالی از ثواب رود و ہذا معنی
قولہم کرہ لہ ذلک ویکرہ لہ التقدم و اما ثانی پس تابع
آں وجہ شرعی است کہ در آنکس حاصل و ایشاں را بر وجہ
حق بر کراہت حامل است کما عددناہ بعضہ آں وجہ
اگر در نماز موجب کراہت تحریم است کالفسق والبدعۃ
وغیرھما نماز نیز مکروہ تحریمی باشد ورنہ مجرد و تنزیہی
کما فی العبد ونظرائہ الا تری
انہم یصرحون بکراھۃ امامۃ
ھؤلاء تنزیھا ویرسلون ذلک ارسالا
ولا یقیدونہ بتقدمھم برضی القوم
بل یعللونہ بان فیہ تنفیر الجماعۃ
وانما النفرۃ تنشؤ عن کراھتھم ذلک
فدل ان الصلاۃ لا تکرہ الا تنزیھا
وان کان التقدم مکروھا لہ
تحریما لانھم کارھون ولو ان التنزیہ
کان مقیدا برضاھم حتی لو
کرھوا کرھت الصلاۃ ایضا تحریما
لکانت کراھتھم التی نشأت عن وجہ
شرعی ایضا عائدۃ علیھم بالوبال حیث
وقعتھم فی ارتکاب ماثم لم یکن
لو لم تکن وھو کما تری وانما العود
علیھم فی کراھۃ لا عن مستند صحیح
کما علمت بالجملہ موجب کراہت دو گونہ است
یکے ذاتی کہ خود در آنکس وجہے باشد کہ شرعاً
امامت او مطلقاً یا در جماعت حاضرہ ممنوع یا خلاف

ہوں تو اس کا امام ہونا مکروہ نہیں کیونکہ جاہل اور فاسق،
عالم اور صالح افراد کو ناپسند کرتے ہیں الخ **اقول** (میں
کہتا ہوں) تحقیق مقام یہ ہے کہ یہاں دو چیزیں ہیں، ایک
یہ کہ کوئی شخص خود بخود لوگوں کی نفرت کے باوجود آگے
بڑھے اور لوگوں کو اپنی اقتدا میں نماز ادا کرنے پر مجبور کرے
دوسری چیز ایسے امام کے پیچھے نماز کا معاملہ ہے، علماء
نے صورتِ مذکور میں جو مکروہ تحریمی کا حکم لگایا ہے اس کا
اطلاق پہلے کی طرف لوٹ رہا ہے یعنی اس شخص کے لئے
ایسا کرنا جائز نہیں، اگر اس نے ایسا کیا تو گناہگار
ہوگا اور اسکی نماز ثواب سے خالی رہے گی فقہاء کے ذکر کردہ
الفاظ "کرہ لہ ذلک ویکرہ لہ التقدم" کا یہی معنی ہے
دوسری چیز کہ اس شرعی وجہ کے تابع ہے جو اس آدمی
میں حاصل ہے اور لوگوں کو کراہت پر بطریق حق راغب
کرتی ہے جیسا کہ ہم نے اس میں سے بعض کا بیان کیا ہے
اگر یہ وجہ نماز میں کراہتِ تحریمی کا موجب ہو مثلاً فسق اور
بدعت وغیرہ تو نماز بھی مکروہِ تحریمی ہوگی ورنہ مکروہ تنزیہی
جیسا کہ غلام اور اس کے ہم مثل میں تنزیہی ہے۔ کیا آپ نہیں
دیکھتے کہ فقہائے نے ان لوگوں کی امامت کے مکروہ تنزیہی
ہونے پر تصریح کی ہے اور فقہاء نے اس میں ارسال و اطلاق
سے کام لیا اور ان کے تقدم کو قوم کی رضا کے ساتھ مقید
نہیں کیا بلکہ اس کی علت یہ بیان کی اس میں جماعت کو
متنفر کرنا لازم آتا ہے اور نفرت ان کے ناپسند کرنے
کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے اب اس بات واضح کردیا کہ نماز
صرف مکروہ تنزیہی ہوگی اگرچہ اس کا امام بننا مکروہ تحریمی
تھا کیونکہ لوگ اسے ناپسند کرتے تھے، اگر مکروہ تنزیہی

marfat.com

خلاف ہے ایسی عورتوں سے پرہیز کرو۔ تو وہ کہتے ہیں ہم جوان ہیں جب ہم کو شہوت ہوتی ہے تو ہم کیا کریں نکاح پڑھا لیتے ہیں۔ اور وہاں اکثر آدمی اسی کے موافق پڑے ہُوئے ہیں جن کی عورتوں کا ذکر ہوچکا اس کے پیچھے نماز اور امامت اس آدمی کی کیسی ہے ؟

الجواب

ران کھولنا حرام ہے، اور اس آزاد عورت کو سر کھولنا بھی حرام ہے۔ وہ عورتیں ان حرکات کی وجہ سے فاسقہ ہیں۔ اور شوہر پر فرض ہے کہ اپنی عورت کو فسق سے روکے۔ اللہ تعالٰی فرماتا ہے ؛

یاایھا الذین اٰمنوا قوا انفسکم و اھلیکم نارا[1]۔ اے ایمان والو ! بچاؤ اپنی جانوں کو اور اپنے گھر والوں کو آگ سے۔

اور رسول اللہ صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں ؛

کلکم راع وکلکم مسئول عن رعیتہ[2]۔ تم سب اپنے متعلقین کے سردار و حاکم ہو اور ہر حاکم سے روزِ قیامت اس کی رعیت کے باب میں سوال ہوگا۔

تو یہ مرد کہ انھیں منع نہیں کرتے خود فاسق ہیں اور فاسق کے پیچھے نماز مکروہ ہے اور اسے امام بنانا گناہ ہے۔ غنیہ میں ہے :

لو قدموا فاسقا یاثمون[3]۔ اگر لوگوں نے فاسق کو امام بنایا تو وہ گنہ گار ہوں گے۔ (ت)

بلکہ جب اس کی عورت بازار میں ران کھولے پھرتی ہے اور وہ منع نہیں کرتا تو دیوث ہے۔

فی الدر المختار دیوث من لایغار علی امرأتہ او محرمہ[4]۔ دُرِّمختار میں ہے وہ شخص دیّوث ہوتا ہے جو اپنی بیوی اور کسی محرم پر غیرت نہ کھائے۔ (ت)

ہاں اگر یہ منع کرے روکے جس قدر اپنی قدرت اس رسم شنیع کے مٹانے سے ہے صرف کرے اس پر عورت نہ مانے تو مرد پر الزام نہ رہے گا، قال اللہ تعالٰی : لاتزر وازرۃ وزر اخرٰی[5] (کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[1] القرآن ۶۶/ ۶
[2] صحیح بخاری — باب الجمعۃ فی القرٰی والمدن — مطبوعہ قدیمی کتب خانہ اصح المطابع کراچی ۱/ ۱۲۲
[3] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی — فصل فی الامامۃ — ر سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۱۳
[4] درمختار — باب التعزیر — ر مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۲۸
[5] القرآن ۶/ ۱۶۴

marfat.com

علیہ وسلم الا باذنہ[1] وفی ردالمحتار عن التاتارخانیۃ اضیاف فی دار یرید ان یتقدم احدھم ینبغی ان یتقدم المالک فان قدم واحدا منھم لعلمہ وکبرہ فھو افضل[2] الخ اغتنم ھذا التحریر فلعلک لا تجدہ ھذہ التجدید غیر ھذا التحریر پس اعمی مثلاً اعلم قوم نباشد وقوم ہم بتقدیم او راضی نے انگاہ تقدم مراورا مکروہ تحریمی بود ونماز پس او مکروہ تنزیہی واگر قوم بتقدیم او راضی شود کراہت اولیٰ مرتفع شود وثانیہ باقی واگر اعلم قوم است پس بحال رضائے قوم ہیچ کراہتے نیست وحال کراہت خود برکار ہین است وامام وامامت بری مثلہ فی ذلک نظر ائمۃ الثلثۃ علی مابحثہ فی البحر واختارہ فی الدر وقد ثبت منصوصا فی الاختیار وغیرہ کما مر وان خالفہ فی النہر فلیس مع النص لاحد مقال واللہ تعالٰی اعلم بحقیقۃ الحال۔

اجتماع ہوتا ہے، ذاتی کا اثر نماز پر پڑتا ہے، خارجی کا اثر ذاتِ امام یا قوم پر ہوگا نماز پر نہیں خارجی کا وقوعِ اثر امام پر وجودِ اول سے مشروط ہے ورنہ خود قوم پر اثر لوٹ جائے گا بخلاف پہلی (یعنی ذاتی) کے کہ اس کی تاثیر نماز پر وجہِ ثانی پر موقوف نہیں، اگر کوئی قوم فاسق یا جاہل ولدزنا کے تقدم پر راضی ہوجاتی ہے تو نماز کراہت سے بری (خالی) نہیں ہوگی۔ اسی طرح اگر مہمان صاحبِ خانہ کی رضا کے بغیر اپنے میں سے کسی ایک کو امام بنائیں تو کراہت ختم نہ ہوگی۔ پہلی صنف کا حکم تحریم وتنزیہی پر منقسم ہے اور دوسری صنف میں امام کے حق میں دائماً تحریم کا حکم ہے اور قوم کی رضامندی پر یہ حکم مرفوع ہوگا کیونکہ اس صورت میں قوم کی رضامندی سے علت ختم ہوجائے گی بخلاف پہلی صنف کے کہ اس میں کسی کی رضا یا عدم رضا کا دخل نہیں کیونکہ وہ شریعتِ مطہرہ کا حق ہے، ہاں دوسری صنف میں صاحبِ حق کی رضا کراہت کے منافی ہوجائیگی اگرچہ دیگر لوگ راضی نہ ہوں، کیونکہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ اس کے اذن سے امام ہوسکتا ہے۔ ردالمحتار میں تاتارخانیہ سے ہے کہ کسی گھر میں اگر مہمان کسی کو امام بنانا چاہیں تو مناسب یہی ہے کہ صاحبِ خانہ کو امام بنایا جائے، اگر صاحبِ خانہ ان میں سے کسی کو علم یا بزرگی کی بنا پر امام بنائے تو افضل ہے الخ۔ پس اس تفصیلی گفتگو کو غنیمت جان، کیونکہ اس تحریر کے علاوہ اس مسئلہ سے متعلق تفصیلی گفتگو کہیں نہیں ملے گی، پھر نابینا مثلاً جو قوم سے زیادہ عالم نہ ہو اور قوم اس کے تقدم پر راضی نہ ہو تو اس کا امام بننا مکروہ تحریمی ہوگا اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تنزیہی ہوگی، اگر قوم اس کے تقدم پر راضی ہو تو پہلی کراہت ساقط دوسری باقی رہے گی۔ اور اگر قوم سے زیادہ عالم ہو تو قوم کی رضا کی صورت میں کوئی کراہت نہ ہوگی، اور اگر قوم ناپسند

---

[1] جامع الترمذی باب من احق بالامامۃ مطبوعہ امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۱/۳۲

[2] ردالمحتار باب الامامۃ مطبوعہ مصطفے البابی مصر ۱/ ۴۱۳ ص

marfat.com

اور مُردے کے کپڑے وغیرہ جو بہ نیت تصدق دئے جاتے ہیں اگر یہ لینے والا محتاج ہے یا غنی ہے اور دینے والے کو اس کا غنی ہونا معلوم ہے یا وہاں بطور رسم امام نماز یا مُلّائے مسجد کو یہ چیزیں دی جاتی ہیں خواہ وہ محتاج ہو یا نہیں تو لینا جائز ہے اگرچہ غنی کے لئے کراہت سے خالی نہیں، اور اگر یہ شخص غنی ہے اور دینے والا محتاج کو دینا چاہتا ہے اور اس نے اپنے آپ کو محتاج جتا کر اُس سے لے لئے تو حرام ہے۔

کمالایخفی وقد نبہ فی الحدیقۃ الندیۃ شرح الطریقۃ المحمدیۃ علی ادق من ھذا۔ جیسا کہ مخفی نہیں ہے اور حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ میں اس سے بھی بڑھ کر سخت تنبیہ ہے۔ (ت)

اور گناہِ کبیرہ خواہ ابتدائً کبیرہ ہو یا بعد عادت کبیرہ ہو جائے موجبِ فسق ہے، اور فاسق معلن کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی، اُسے امام بنانا گناہ ہے کما حققہ المحقق الحلبی فی الغنیۃ (جیسا کہ محقق حلبی نے غنیہ میں اس کی تحقیق کی ہے۔ ت) ہاں گناہِ کبیرہ خفیہ ہو یا علانیہ فاسق کر دینے میں برابر ہے مگر ایسا خفیہ جس پر بندے مطلع نہ ہوں بندے اس پر حکم نہیں کر سکتے کہ بے جانے حکم کیونکر ممکن کما اوضحہ فی الدر المختار من الشھادۃ فی بیان تقییدھم شرب الخمر بالادمان (جیسا کہ درمختار میں شہادت سے متعلق گفتگو میں جہاں انھوں نے فقہاء کا شرب خمر کو دوام شرب کے ساتھ مقید کرنے کو بیان کیا ہے۔ ت) اور مسلمان پر بدگمانی خود حرام ہے جب تک ثبوتِ شرعی نہ ہو، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۶۱۸ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ جو شخص اسمٰعیل دہلوی مصنفِ تقویۃ الایمان کو حق جانتا ہو اُس کے پیچھے نماز پڑھنا چاہئے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

اگر اس کے ضلالت وکفریات پر آگاہی ہو کر اُسے اہلِ حق جانتا ہو تو خود اُس کی مثل گمراہ بددین ہے اور اُس کے پیچھے نماز کی اجازت نہیں، اگر نادانستہ پڑھ لی ہو تو جب اطلاع ہو اعادہ واجب ہے،

کما ھو الحکم فی سائر اعداء الدین من المبتدعین الفسقۃ المرتدۃ المفسدین۔ جیسا کہ یہی حکم تمام ان اعداء دین کا ہے جو بدعتی، فاسق، مرتد اور فساد پھیلانے والے ہیں۔ (ت)

اور اگر آگاہ نہیں تو اُسے اس کے اقوال ضالہ دکھائے جائیں، اس کی گمراہی بتائی جائے، رسالہ الکوکبۃ الشھابیۃ بطور نمونہ مطالعہ کرایا جائے۔ اگر اب بعد اطلاع بھی اُسے اہلِ حق کہے تو وہی حکم ہے، اور اگر توفیق پائے حق کی طرف فاخوانکم فی الدین (تو وہ تمہارے دینی بھائی ہیں۔ ت) واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جلمجدہ اتم واحکم۔

marfat.com

واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔ یہ خود کسی کو امام بنانے پر رضامند ہوں تو کوئی کلام ہی نہیں، اگرچہ یہ حضرات خود علماء وصلحاء ہی ہوں جیسا کہ صاحبِ خانہ اگر اپنے غیر کو اجازت دے دے تو کوئی اعتراض نہیں واللہ تعالٰی اعلم اھ میرا حاشیہ ختم ہوا، واللہ سبحٰنہ وتعالٰی۔

مسئلہ ۶۱۳ مرسلہ حافظ مولوی امیر اللہ صاحب ۳ شعبان ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے حفظ قرآن شریف کیا اور عمر اس کی تقریباً ۱۵ برس کی ہے یعنی ۳ ماہ کم ہیں اور احتلام نہ ہونا ظاہر کرتا ہے وللاکثر حکم الکل (اور اکثر کے لئے کُل کا حکم ہوتا ہے۔ ت) حدِ بلوغ میں داخل ہو کر امامتِ تراویح بغرض ختم قرآن رجال کی کرا سکتا ہے اور بالغین کی درصورت عدم بلوغ امامتِ تراویح کرا سکتا ہے مثلاً زید مذکور کے ولی نے کسی حافظ بالغ کو نوکر رکھا اور بعد کو کہا کہ اس نابالغ کا قرآن شریف تراویح میں سن اس اجیر نے بوجہ اقتدا اس نابالغ کے قصد کیا کہ میں تراویح کا اعادہ کروں گا اس حیلہ سے اس فاعل پر کوئی کراہت ہے یا نہیں، اکثر نابالغین امامتِ تراویح حسبِ تجویزِ مشائخ بلخ کرتے ہیں درصورت عدمِ جواز کیا ان کا حکم یعنی اُن رجال کا جو تراویح باقتدائے نابالغ ادا کریں اعادہ ہے یا نہیں؟ درصورت اعادہ ان پر کوئی اسا ءت ہے یا نہیں؟ خصوصاً یہ مقتدی حافظ ہو کر جماعت نابالغ کرے بوجہ استاد ہونے کے اور اعادہ کرے تو اس پر کیا ہجنت وقباحت؟

الجواب

جبکہ ہنوز پندرہ سال کامل نہیں اور وہ احتلام نہ ہونا ظاہر کرتا ہے تو اس کی تکذیب کی کوئی وجہ نہیں قول اس کا واجب القبول ہے اور تحدیدات میں وللاکثر حکم الکل نہیں کہہ سکتے ورنہ تحدید باطل ہو جائے اور آٹھ برس میں بھی حکم بلوغ ہو کہ پندرہ کا اکثر وہ بھی ہے غرض پورے تمام پندرہ درکار ہیں ایک دن بھی کم ہو تو بے اقرار یا ظہور آثار حکم بلوغ نہیں ہو سکتا،

فی الدرالمختار فان لم یوجد فیھما شیئ فحتی یتم لکل منھما خمس عشرۃ سنۃ بہ یفتی[1]

درمختار میں ہے اگر دونوں (یعنی لڑکا اور لڑکی) میں کوئی علامت پائی جائے تو ہر ایک کے لئے پندرہ سال عمر کا کامل ہونا ضروری ہے اور اسی پر فتوٰی ہے (ت)،

نابالغوں کی امامتِ تراویح تو درکنار، فرائض بھی کر سکتا ہے،

فی ردالمحتار غیر البالغ فان کان ردالمحتار میں ہے غیر بالغ اگر مذکر ہو تو اس کی امامت

---

[1] درمختار فصل بلوغ الغلام الخ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۱۹۹

marfat.com

درمختار میں ہے:

دیوث من لا یغار علی امرأتہ او محرمہ[1]۔ جو اپنی عورت یا اپنی کسی محرم پر غیرت نہ رکھے وہ دیوث ہے۔

اسی طرح اگر عورت جوان اور محلِ فتنہ ہے اور اس کے باہر پھرنے سے فتنہ اٹھتا ہے اور یہ مطلع ہو کر باز نہیں رکھتا جب بھی کھلا دیوث ہے اگرچہ پورے ستر کے ساتھ باہر نکلتی ہو، ان سب لوگوں کو امام بنانا گناہ ہے اور ان کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی قریب بحرام ہے نہ پڑھی جائے اور پڑھ لی تو اعادہ ضرور ہے۔ کما حققہ فی الغنیۃ وفصلناہ فی فتاوٰنا (جیسا کہ اس کی تحقیق غنیہ میں ہے اور ہم نے اپنے فتاوٰی میں اس پر تفصیلی گفتگو کی ہے۔ ت) اور حرامی کے پیچھے نماز مکروہ تنزیہی اور خلافِ اولٰی ہے جبکہ وہ سب حاضرین سے زیادہ مسائلِ نماز و طہارت نہ جانتا ہو، اگر امام نہ ملے تو ضرور اس کے پیچھے پڑھی جائے۔ اس عذر سے ترکِ جماعت جائز نہیں فان الواجب لا یترک لاجل (واجب کو کسی وجہ سے ترک نہیں کیا جاسکتا۔ ت) خلاف اولٰی اور دفع کراہت کے لئے اعادہ مستحب ہے[2] کما بینہ فی الدر المختار (جیسا کہ درمختار میں اس کو بیان کیا ہے۔ ت) واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۶۲۰ از نجیب آباد مرسلہ حافظ محمد ایاز صاحب ۲۰ جمادی الاخرٰی ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اور مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کو مرض بواسیر کا ہے اور مسّے کثرت سے ہوگئے ان میں سے آلائش رنگ زردی مائل خارج ہوتی ہے و نیز کثرت مسّوں سے اخراجِ ریح فضلہ براز کا دھبّا بھی کپڑے پر آجاتا ہے کہ بوجہ ہجوم مسّوں کی وجہ سے وقت اجابت کسی جگہ اندر الجھا ہوا رہ جاتا ہے ان دونوں حالتوں میں کپڑا ہر وقت نجس رہتا ہے، زید مذکور ہر طرح انتظام مثل لنگوٹ باندھنا دو یا تین پاجامے رکھنا اور ران کا وقتاً فوقتاً دھو کر پاک رکھنا یہ سب کچھ کر چھوڑا مگر کچھ نہ ہوسکا خاص کر سفر میں اس سے زیادہ دقتیں پیش آتی ہیں اور خصوصاً امامت کرنا اگرچہ وہ امامت سے درگزر کرتا ہے مگر اس صورت میں وہ کیا کرسکتا ہے کہ ادائے نماز فرض کے واسطے کھڑا ہوا اور بعد کو اور نمازی آکر مقتدی بن گئے بجز اس کے کیا چارہ کہ نماز ادا کرے، ان دقتوں کی حالت میں زید مذکور کو کیا کرنا چاہئے کہ جس سے بے کراہت نماز ادا کرے اور وہ کپڑا حکم پاکی کا رکھے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

اگر حالت ایسی ہے کہ کپڑا پاک کرے یا بدلے تو فرض نہ پڑھنے پائے گا کہ پھر نجس ہوجائے گا یعنی براز ساڑھے چار ماشہ سے زائد یا وہ زرد پانی روپیہ بھر کی مساحت سے زیادہ آجائے گا تو دھونے کی کوئی ضرورت

---

[1] درمختار باب التعزیرات مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۲۸

[2] " باب صفۃ الصلٰوۃ " " " ۱/۷۱

marfat.com

آسانی احتیاط حاصل ہوجائے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۶۱۴: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ زید کی بیوی کچھ روز علیحدہ رہی اب اس نے زید کو چھوڑ کر بکر سے نکاح کرنا چاہا اور اب ہندہ زید کے پاس جاکر دو چار روز رہی اس سے طلاق نامہ لکھوا لائی اس جگہ کے جو صاحب پیش امام ہیں اور وہی قاضی بھی ہیں ان کو طلاق نامہ دکھایا پیش امام صاحب نے خود بھی پڑھا اور لوگوں نے بھی پڑھ کر پیش امام صاحب کو سنایا اور سب نے مع مادر ہندہ پیش امام صاحب سے کہا جب تک عدت کے دن پورے نہ ہوں نکاح نہیں ہوسکتا، پیش امام صاحب نے فرمایا کہ تم لوگ نہیں جانتے ہو ضرور نکاح ہوجائیگا۔ چنانچہ رات کو مولوی صاحب پیش امام نے بکر کے خود گھر جاکر نکاح پڑھ دیا بلکہ ہندہ کی والدہ اس نکاح میں بلانے سے بھی نہیں آئی نکاح بطمع نفسانی پڑھایا گیا اور پہلے بھی اس قسم کے دو چار نکاح امام صاحب اور پڑھ چکے ہیں۔ امام صاحب مولوی ہیں اور اکثر اس قسم کے فتوے بھی دیتے رہتے ہیں مسجد کے اندر بوجہ پمپ ہونے کے پانی کی کثرت ہے بازار اور محلہ کے آدمی اپنے گھروں کے کپڑے دھوتے ہیں پاک ناپاک چھینٹیں مسجد کے گھڑے لوٹے فرش مسجد پر پڑتی ہیں دوسرا آدمی کپڑے دھونے والوں کو منع کرتا ہے تو مولوی صاحب منع کرنے والے کو برا کہتے ہیں اور مارنے کو اس آدمی کے آمادہ ہوتے ہیں مسجد میں روزمرہ دھوبی گھاٹ رہتا ہے اکثر لوگ مسجد کے اندر خط یعنی حجامت بھی بنواتے ہیں مگر مولوی صاحب کسی کے مانع نہیں آتے، دو برس سے مولوی صاحب اس مسجد میں مقرر ہیں چار مہینے اس جگہ رہتے ہیں باقی آٹھ ماہ باہر اور شہروں میں وعظ کہتے ہیں اور اپنی اوگھائی کرتے ہیں غرض یہاں سے بھی اپنی تنخواہ سال تمام کی لیتے ہیں۔ جو کوئی ان سے کہتا ہے کہ مولوی صاحب پیچھے آپ کے یہاں پر نماز پڑھانے والا میسر نہیں آتا ہم لوگوں کو بہت تکلیف ہوتی ہے تو فرماتے ہیں ہم تو ایسے ہی رہیں گے اس مسجد کی تنخواہ میں پشم پر مارتا ہوں۔ اور جن لوگوں کی عورتیں باہر کی پھرنے والی ہیں اُن کو مولوی صاحب نماز پڑھانے کی اجازت فرماتے ہیں۔ فقط، جواب سے مشرف فرمائیے۔

الجواب

جس شخص کے وُہ حالات وعادات واقوال وافعال ہوں وُہ نرا فاسق ہی نہیں بلکہ کھلا گمراہ بددین ہے۔ عدت کے اندر نکاح ناجائز وحرام قطعی ہے جس کی حرمت پر خود قرآنِ عظیم ناطق؛

قال اللہ تعالیٰ والمطلقت یتربصن بانفسھن ثلثۃ قروء۔[1] اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے وہ عورتیں جو مطلقہ ہوجائیں وُہ اپنے آپ کو تین حیض تک روکے رکھیں۔ (ت)

مسلمانوں پر فرض ہے کہ اُس کو مسجد سے معزول کریں، اسے امام بنانا گناہ ہے اور اس کے پیچھے نماز کم از کم سخت

---

[1] القرآن ۲/ ۲۲۸

marfat.com

کی ہے۔ ت) اور جب اُس کی اپنی نہ ہوگی تو قواعد داں وغیر قواعد داں کسی کی اس کے پیچھے نہ ہوسکے گی فان صلوٰۃ المأموم مبتنیۃ علی صلوٰۃ الامام (کیونکہ مقتدی کی نماز امام کی نماز پر مبنی ہے۔ ت) اور اگر وہ غلطی یوں ہے کہ حرف بروجہ صحیح ادا نہیں کرسکتا جس طرح آج کل عام دہقانیوں اور بہت شہریوں کا حال ہے تو اب جمہور متاخرین کا بھی فتوٰی اسی پر ہے کہ اس کے پیچھے صحیح خواں کی نماز باطل کما افادہ العلامۃ الغزی والعلامۃ الخیر الرملی وغیرھما (جیسے علامہ غزی اور علامہ خیر رملی اور دیگر علمائے نے اس کا تذکرہ کیا ہے۔ ت) اور جب اس کی اپنی نہ ہوگی اور اگر عجز یوں ہے کہ سیکھنے کی کوشش نہ کی یا کچھ دنوں کرکے چھوڑ دی اگر لپٹا رہتا تو اُمید تھی کہ آجاتا جب تو ایسی غلطی ان کے نزدیک بھی خود اس کی اپنی نماز کو بھی باطل کرے گی کما فی الخلاصۃ والفتح وغیرھما عامۃ الکتب (جیسے خلاصہ، فتح اور ان کے علاوہ عام کتب میں ہے۔ ت) غرض ایسا شخص امام بنانے کے لائق نہیں وقد فصلنا القول فی تلك المسائل فی عدۃ مواضع من فتاوٰنا (ہم نے ان مسائل پر اپنے فتاوٰی میں متعدد جگہ پر تفصیل سے لکھا ہے۔ ت) اور اگر ایسی غلطی نہیں کرتا جس سے فسادِ معنی ہو تو نماز خود اس کی بھی صحیح اور اس کے پیچھے اور سب کی صحیح، پھر اگر حالت ایسی ہے کہ تجوید کے امور ضروریہ واجبات شرعیہ ادا نہیں ہوتے جن کا ترک موجب گناہ ہے جیسے مدِ متصل بقدر ایک الف وغیرہ فما فصلنا فی فتاوٰی لنا فی خصوص الترتیل (جس کا ہم نے اپنے فتاوٰی میں ترتیل کے تحت تفصیلاً ذکر کیا ہے۔ ت) جب بھی اُسے امام نہ بنایا جائے گا نماز اس کے پیچھے بشدت مکروہ ہوگی لاشتمالھا علی امر مؤثم وکونہ فاسقا بتمادیہ علی ترك واجب متحتم (کیونکہ وُہ ایسے امر پر مشتمل ہے جو گناہ ہے اور اس کا فاسق ہونا اس شک میں ڈالتا ہے کہ کہیں وہ حتمی واجب کا ترک نہ کر بیٹھے۔ ت) اور اگر ضروریات سب ادا ہو لیتے ہیں صرف محسنات زائدہ مثل اظہار اخفاء روم واشمام وتفخیم وترقیق وغیرہا میں فرق پڑتا ہے تو حرج نہیں، ہاں قواعد دان کی امامت اولیٰ ہے لان الامام کلما کان اکمل کان افضل (وہ شخص جو ہر لحاظ سے اکمل ہو وہی افضل امام ہوگا۔ ت) واللہ سبحٰنہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۶۲۲: از بنگالہ سلہٹ موضع پیام مرسلہ جناب سورج میاں صاحب معرفت مولوی سلطان الدین
۱۴ شعبان ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عمرو سے زید نے دربارہ جائداد مشترک فیہ بینہما نزاع مقدمہ کچہری کیا عمرو فتحیاب ہُوا زید اس گاؤں کا امام ہے اب عمرو نے بوجہ تعصب ومخاصمت کے تمام اس کے مقتدیوں کو کہا کہ زید نے کچہری میں واسطے فتحیابی اپنے مقدمہ کے جھوٹ بولا تم لوگ اب اس کے پیچھے نماز مت پڑھو وہ اب امامت کے قابل نہیں رہا، تب مقتدیوں نے عمرو سے کہا کہ تم اس کے جھوٹ بولنے کا کوئی ثبوت پیش کرو ہنوز کوئی شاہد نہیں پیش کیا گیا ہے، دعوٰی بلادلیل ہے اور آج تک کبھی زید نے جھوٹ کلمہ اپنی زبان سے

marfat.com

الجیران ان یجعلوا ذلک المسجد لہ لیدخلہ فی دارہ ویعطیھم مکانہ عوضا ماھو خیر لہ فیسع فیہ اھل المحلۃ قال محمد رحمہ اللہ تعالٰی لایسعھم ذلک۔[1]

پڑوسی یہ کہتے ہوں کہ مسجد کو ان میں سے کوئی ایک حاصل کرے اور اپنے گھر میں شامل کرے اور اس کے عوض متبادل بہتر جگہ مسجد کے لئے خریدے تاکہ اہلِ محلہ مسجد میں کشادگی حاصل کرسکیں۔ امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی نے فرمایا ایسا کرنا ان کے لئے جائز نہیں ہے۔ (ت)

اُس جلسہ میں بعض وُہ بھی شریک تھے جو بنارس کے مولوی صاحب کہلاتے ہیں انھوں نے معلوم نہیں کس غرض سے مسجد مذکور کے کھودنے کے واسطے رائے دی اور دستخط بھی کئے بلکہ مولوی صاحب موصوف سے لوگوں نے دریافت کیا تو مولوی صاحب نے جواب دیا کھودنے کے واسطے رائے نہ دیتا تو کیا بیڑیاں اپنے پیروں میں ڈالتا، حالتِ اکراہ میں تو دو خدا اور جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو گالیاں دینا جائز ہیں۔ حالانکہ کسی قسم کا اکراہ حاکمِ ضلع کی جانب سے نہ تھا صرف اہلِ اسلام سے امر مذکور الصدر میں رائے طلب کی گئی تھی، مولوی صاحب نے اکراہ کو قطعَ اَو قتلَ کے ساتھ مقید نہیں کیا اور نہ توریہ کو کہا جس کی قید کتبِ فقہ میں ہے۔ الغرض ایسی ایسی باتیں مولوی صاحب نے بیان کیں جس سے عوام کے گمراہ ہوجانے کا خیال ہے۔ حنفیوں پر اکثر طعنے بھی مخالفین کے ہونے لگے کہ تمہارے یہاں ایسے ایسے گندے مسائل ہیں۔ مولوی صاحب کو امام نماز کا ازروئے شرع و مصلحت بنانا چاہئے یا نہیں؟ بینوا بالکتاب وتوجروا یوم الحساب۔

الجواب

یہ شخص بنص قطعی قرآن شریف فاسق وفاجر ہے۔ قال اللہ تعالٰی:

ومن اظلم ممن منع مسٰجد اللہ ان یذکر فیھا اسمہ وسعٰی فی خرابھا۔[2]

اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جو باز رکھے خدا کی مسجدوں کو اُن میں نامِ خدا لئے جانے سے اور کوشش کرے ان کی ویرانی میں۔

عذر اکراہ محض جھوٹا ہے، جو کمیٹیاں رائے زنی کے لئے مقرر کی جاتی ہیں ہرگز حکّام کی طرف سے گلے پر چھُری نہیں رکھی جاتی کہ اگر تم نے یُوں رائے نہ دی تو قتل کردئے جاؤ گے یا زبان کاٹ لی جائے گی یا ہاتھ قلم کردئے جائیں گے، بلکہ رائے زنی کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ ہر شخص آزادانہ اپنی رائے ظاہر کرے۔ ہاں دنیا پرست جیفہ خور خوشامد میں

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ　الباب الحادی عشر فی المسجد الخ　مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور　۲/ ۴۵۷
[2] القرآن　۲/ ۱۱۴

marfat.com

علاوہ بریں جب آدمی کا حق مارا جاتا ہو اور وہ بغیر کسی ایسے اظہار کے جو بظاہر خلاف واقع ہے حاصل نہ ہوسکتا ہو تو اپنے احیائے حق کے لئے ایسی بات کا بیان شرعاً جائز ہے اگرچہ سامع اُسے کذب پر محمول کرے۔ درمختار میں ہے:

الکذب مباح لاحیاء حقه و دفع الظلم عن نفسه[1] الخ وتمام تحقیقه فی ردالمحتار عن تبیین المحارم عن الامام حجة الاسلام۔

اپنے حق کے حصول اور اپنے آپ سے ظلم کو دُور کرنے کے لئے کذب مباح ہے الخ اور اس کی پوری تفصیل امام حجۃ الاسلام کی تبیین المحارم کے حوالے سے ردالمحتار میں ہے (ت)

بالجملہ صورت مذکورہ میں صرف بیان مدعاعلیہ کوئی چیز نہیں اگر کسی گواہ سے بھی ثابت ہو کہ زید نے اپنے دعوی یا تائیدِ دعوی میں کوئی بات خلاف کہی تو اس سے واقعی کاذب و فاسق ہونا ثابت نہیں ہوتا، ہاں اگر شہادتِ شرعیہ سے زید کا کذاب فاسق بے حرمت ہونا پایۂ ثبوت کو پہنچے تو بیشک اُسے امام بنانا ممنوع اور اس کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ ہوگا کما ھو حکم الفاسق (جیسا کہ فاسق کا حکم ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۶۲۳ از شہر کہنہ مرسلہ سید عبدالواحد متھراوی ۲۰ ذیقعدہ ۱۳۱۷ھ

عورت کا اپنے خاوند کے ساتھ ایک ہی مصلّے پر فرض نماز پڑھنا بایں صورت کہ خاوند امام ہو اور عورت مقتدی، کیا حکم رکھتا ہے؟

الجواب

اگر عورت اس قدر پیچھے کھڑی ہے کہ اس کی ساق مرد کی ساق یا کسی عضو کے محاذی نہیں تو اقتدا صحیح ہے اور دونوں کی نماز ہوجائے گی اور اگر برابر ہے کہ نہ بیچ میں کوئی حائل ہے نہ کوئی اتنا فاصلہ جس میں ایک آدمی کھڑا ہوسکے اور عورت کی ساق مرد کی ساق یا کسی عضو کے محاذی ہے تو اس صورت میں اگر مرد نے اُس کی امامت کی نیت نہ کی تو مرد کی نماز صحیح ہے اور عورت کی فاسد، اور اگر مرد نے وقت تحریمہ نیتِ امامتِ زن کی تھی تو دونوں کی گئی۔ فتاوٰی امام قاضیخان میں ہے:

المرأۃ اذا صلت مع زوجها فی البیت ان کان قدمها بحذاء قدم الزوج لاتجوز صلاتهما بالجماعة وان کان قدماها

کسی خاتون نے جب اپنے خاوند کے ساتھ گھر میں نماز ادا کی ہو اگر اس کے قدم خاوند کے قدم کے مقابل ہوں تو دونوں کی نماز باجماعت جائز نہ ہوگی اور اگر اس کے قدم

---

[1] درمختار فصل فی البیع من کتاب الحظر والاباحۃ مجتبائی دہلی ۲/ ۲۵۲

marfat.com

دیانۃً بائنہ ہوجائیگی نوادل اور جلالیہ، اور اگر صبر و ہمت سے کام لے تو اجر پائے گا کیونکہ وہ اس نے حرام کام کے ارتکاب کا ترک کیا ہے الخ اختصاراً (ت)

ایسے شدید فاسق کو افضل الاعمال نماز و مناجات بارگاہِ بے نیاز میں اپنا امام بنانا سخت حماقت اور دین میں بے احتیاطی وجرأت ہے، جب وُہ ادنیٰ طمع یا خوشامد کے لئے مسجد ڈھانے کے لئے موجود ہے تو ادنیٰ تکلیف یا کاہلی کے باعث بے نہائے یا بے وضو نماز پڑھاتے اسے کیا لگتا ہے، ایسے کو امام بنانے والے گنہگار رہوں گے، مسلمانوں کو چاہئے ہرگز ہرگز اس کے پیچھے نماز نہ پڑھیں۔ اگر ناواقفی میں پڑھ لی تو اعادہ کریں۔ غنیہ شرح منیہ میں ہے:

لوقدموا فاسقا یاثمون بناء علی ان کراھۃ تقدیمہ کراھۃ تحریم لعدم اعتنائہ بامور دینہ وتساھلہ فی الاتیان بلوازمہ فلا یبعد منہ الاخلال ببعض شروط الصلٰوۃ وفعل ماینافیھا بل ھوالغالب بالنظر الی فسقہ[1]۔

اگر لوگوں نے فاسق کو امام بنادیا تو وہ اس بنا پر گنہگار ہوں گے کہ ایسے شخص کو امام بنانا مکروہ تحریمی ہے کیونکہ فاسق امورِ دینیہ میں لاپروائی برتتا ہے اور دین کے لوازمات کو بجالانے میں سُستی کرتا ہے۔ پس ایسے شخص سے یہ بعید نہیں کہ وہ نماز کے بعض شرائط چھوڑ دے اور نماز کے منافی عمل کو بجالائے، بلکہ ایسا کرنا اس کے فسق کے پیشِ نظر اغلب ہے۔ (ت)

امام بنانا درکنار، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں: "ایسے کی صحبت سے دُور بھاگو، اُسے اپنے سے دُور رکھو کہیں وُہ تمھیں بہکا نہ دے، فتنہ میں نہ ڈال دے۔" صحیح مسلم شریف میں ہے: ایاکم وایاھم لایضلّونکم ولا یفتنونکم[2] (تم اپنے آپ کو ان فساق سے بچاؤ تاکہ وہ تمھیں گمراہ نہ کردیں اور فتنہ میں نہ ڈال دیں۔ ت) اللہ تعالٰی مسلمانوں کو ہدایت وتوفیق بخشے۔ واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم

مسئلہ ۶۱۶ از ملک اپر برہما چھاؤنی مٹکینہ مرسلہ حاجی ہادی یار خاں ۶ صفر ۱۳۱۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین وحامیانِ دین اس مسئلہ میں کہ اس ملک میں رسم ہے کہ عورتیں بازار میں دُکان کرتی ہیں اور باہر نکلتی ہیں سر کھول کر، اور بجائے پاجامہ کے تہمد باندھتی ہیں، چلتے میں ان کا جسم ران تک معلوم ہوتا ہے مردوں کو، اور مرد اُن کے منع نہیں کرتے، اور جب ان کے شوہروں سے کہا گیا کہ شرع کے

---

[1] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی الامامۃ الخ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۱۳

[2] صحیح مسلم باب النہی عن الروایۃ عن الضعفاء الخ ” نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱/۱۰

marfat.com

کی نیت کی ہو کہ نماز شروع کرنے کے بعد، اور اگر امام نے عورت کی امامت کی نیت نہیں کی تو اس خاتون کی نماز فاسد ہوگی اھ اختصاراً (ت) ۔ واللہ تعالیٰ اعلم ۔

مسئلہ ۶۲۴ ۲۹ ذیقعدہ ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ سُود خور اور رشوت خور اور جس شخص کی بی بی بے حجاب رہتی ہے اور جو شخص جُھوٹی گواہی دیتا ہے اور جو شخص بعض اوقات نماز پڑھتا ہے ان سب کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں ؟ جواز و عدمِ جواز کی کیا دلیل ہے ؟

الجواب

سُود خور اور رشوت خور اور جھُوٹی گواہی دینے والا اور قصداً بعض اوقات نماز چھوڑنے والا یہ سب فاسق ہیں اور فاسق کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے ۔

کما فی الغنیۃ عن الحجۃ واقرہ فی ردالمحتار وتفصیلہ فی رسالتنا النھی الاکید عن الصلاۃ ورای عدی التقلید ۔

جیسا کہ غنیہ میں فتاوٰی حجہ سے مروی ہے ردالمحتار میں اسے ثابت رکھا ، اور اس کی تفصیل ہمارے اپنے رسالے " النھی الاکید عن الصلاۃ ورای عدی التقلید " میں ہے ۔ (ت)

اور جس کی عورت بے پردہ نکلتی ہے اسی طرح کہ جن اعضاء کا چھپانا فرض ہے ان میں سے کچھ ظاہر ہوتا ہے مثلاً سر کے بال یا بازو یا کلائی یا گلا یا پیٹ یا پنڈلی کا حصّہ خواہ یُوں کہ ان مواقع پر کپڑا ہی نہ ہو یا ہو تو باریک کہ ستر نہ کرسکے یا باہر نہیں نکلتی مگر گھر میں غیر محرم بکثرت آتے جاتے ہیں اور وُہ ایسی ہی حالت میں رہتی ہے اور شوہر ان امور پر مطلع ہے اور منع نہیں کرتا تو وُہ خود دیوث ہے فاسق ہے ۔

فان الدیوث کما فی الحدیث وکتب الفقہ کالدر وغیرہ من لایغار علی اھلہ[1] ۔

حدیث اور کتب فقہ مثل درمختار وغیرہ کے مطابق دیّوث وہ شخص ہوتا ہے جو اپنی بیوی پر غیرت نہیں کھاتا ۔ (ت)

اور اگر ایسا نہیں بلکہ تمام بدن کے پورے سترِ عورت کے ساتھ گھر میں کسی نامحرم مثلاً جیٹھ ، دیور ، بہنوئی یا اپنے چچا خالہ ماموں پھوپھی کے بیٹوں کے سامنے ہوتی ہے یا کم قوم لوگوں کی عورات جو خُوب موٹے اور ڈھیلے کپڑے پہنے سارا بدن ڈھانکے اپنی ضرورتوں کے لئے باہر آتی جاتی ہیں یا عورت تو بے حجابی اسی طرح کرتی ہے مگر مرد اسے اپنی حدِ قدرت تک روکتا ہے منع کرتا ہے اور وہ نہیں مانتی ، تو ان صورتوں میں شوہر پر کچھ الزام نہیں اور اس وجہ سے

---

[1] درمختار باب التعزیر مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۲۸

مسئلہ ۶۱۷: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص ایک مسجد کا امام ہے اور وہ کارہائے مندرجہ ذیل سے روزی پیدا کرتا ہے، مُردہ کا نہلانا اور اس کی اجرت لینا، سوم میں قرآن مجید پڑھنا اور ناخواندہ لوگوں سے قرآن مجید پڑھوانا اور اس کی اُجرت لینا، مُردے کے کپڑے وغیرہ لینا اور فروخت کرنا، اور سُود کھانا خفیہ طور سے۔ اس کے پیچھے نماز جائز ہے یا ناجائز؟ اور دوسرا شخص جس کو عام لوگ جانتے ہیں کہ اس کی روزی ناجائز ہے اُس کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

سُود لینا گناہ کبیرہ ہے، یُوں ہی جس ناجائز طریقہ سے روزی حاصل کی جائے وُہ یا تو سرے سے خود ہی کبیرہ ہوگا یا بعد عادت کے کبیرہ ہو جائے گا۔ ناخواندہ لوگوں سے پڑھوا کر اُجرت لیتا ہے کے معنی سائل نے یہ بیان کئے کہ بے پڑھوں کو بُلاتا ہے اور براہِ فریب اُن کی قرآن خوانی ظاہر کرکے اُجرت لیتا ہے یہ صورت خود کبیرہ کی ہے اور تلاوتِ قرآن کریم پر اُجرت لینا ہی ناجائز ہے کما حققہ السید المحقق الشامی فی رد المحتار وشفاء العلیل (جیسا کہ سید محقق شامی نے ردالمحتار اور شفاء العلیل میں اس پر تفصیلی گفتگو کی ہے۔ ت) اور مردے کو نہلانے یا اٹھانے یا قبر کھودنے کی اُجرت لینے میں دو۲ صورتیں ہیں اگر یہ فعل اسی شخص پر موقوف نہ ہو اور لوگ بھی ہیں کہ یہ نہ کرے تو وہ کرسکتے ہیں جب تو اُن پر اُجرت لینی جائز ہے اور اگر خاص یہی شخص یا جنازہ اٹھانے کو یہی دو چار اشخاص ہیں کہ یہ نہ کریں تو کام نہ ہوگا تو اُجرت لینی حرام ہے،

فی الهندیة عن الخلاصة رجل استاجر قوما یحملون جنازة او یغسلون میتا ان کان فی موضع لا یجد من یغسله غیر هؤلاء و من یحمله غیر هؤلاء فلا اجر لهم وان کان ثمة اناس فلهم الاجر وحفر الحفار علی هذا وفی موضع لا اجر لهم لو اخذوا الاجر لایطیب لهم[1]۔

ہندیہ میں خلاصہ سے ہے کہ ایک آدمی نے کچھ لوگوں کو جنازہ اٹھانے یا میّت کو غسل دینے کے لئے کرایہ پر حاصل کیا اگر تو وُہ ایسی جگہ ہے جہاں ان کے علاوہ اور کوئی دُوسرا غسل دینے والا نہیں اور نہ ہی جنازہ اٹھانے والا کوئی ہے تو ان کے لئے کوئی کرایہ لینا روا نہیں ہے، اور اگر وہاں دوسرے لوگ ہیں تو پھر ان کے لئے کرایہ لینا جائز ہے۔ قبر کھودنے والے کا معاملہ بھی یہی ہے اگر وہ ایسی جگہ ہے جہاں کرایہ لینا ان کے لئے جائز نہ تھا اور انہوں نے کرایہ لے لیا تو یہ ان کے لئے اچھا کام نہیں ہے۔ (ت)

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ الباب السادس عشر فی مسائل الشیوع الخ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۴/۴۵۲

marfat.com

اور کچھ طرفداری بھی کی، آیا مولوی صاحب اس آیت کے حکم میں داخل ہوئے یا نہیں ولا تشتروا باٰیتی ثمنا قلیلا، اور مولوی صاحب نے مقتدیوں کو سمجھایا اور ان کی امامت قائم کرادی اور امام نے مقتدیوں سے معافی چاہی مقتدیوں نے دونوں اماموں کو قائم رکھا اور امام اول کی خطا مقتدیوں کے معاف کرنے سے یتیموں کی حق تلفی جو کی وہ بھی معاف ہوئی یا نہیں یا امام اوّل کو یتیموں کا حق دینا پڑے گا اور دلوانا پڑے گا یا نہیں، اور ایک آدمی خوش الحانی کو ضروریات سے جاننے والا ہے امام کی آیا یہ شرط ہے از روئے شرع شریف کے یا نہیں؛ اور ایک شخص پابندی نماز کی نہیں کرتا ہے فارسی میں دخل بہت ہے وہ امامِ اوّل کو چاہتے ہیں کہ یہ رہے اور دوسرے کو نہیں چاہتے، اور امام دوسرے کی حقیقت یہ ہے کہ علمِ حدیث وتفسیر وفقہ واصولِ عربی میں دخل ہے اب اقتدا واسطے مقتدیوں کے کس کی امامت افضل اور بہتر ہے اور عالم کے پیچھے نماز پڑھنا ایسی ہے جیسے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے پیچھے پڑھی، آیا اس کا ثبوت شرع شریف میں ہے یا نہیں؟ اور امام اول کی اقتداء ابھی تک بعض لوگ مکروہ جانتے ہیں۔ بینوا توجروا مع حوالہ کتاب۔

الجواب

پرایا مال بے اذنِ شرعی خفیہ لینا چوری ہے اور چوری گناہِ کبیرہ ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں لایسرق السارق حین یسرق وھو مومن[1] چور چوری کرتے وقت ایمان سے الگ ہوجاتا ہے اور یتیم کا مال ناحق لینا سخت تر کبیرہ ہے، اللہ تعالٰی فرماتا ہے:

ان الذین یاکلون اموال الیتٰمٰی ظلما انما یاکلون فی بطونھم نارا وسیصلون سعیرا[2]۔ جو لوگ یتیموں کا مال ناحق کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹ میں نری آگ کھاتے ہیں اور عنقریب دوزخ میں جائیں گے۔

یتیموں کا حق کسی کے معاف کئے معاف نہیں ہوسکتا یہاں تک کہ خود یتیم کا دادا یا ماں یا کسی نابالغ کے ماں باپ اس کا حق کسی کو معاف کردیں ہرگز معاف نہ ہوگا فان الولایۃ للنظر لا للضرر (کیونکہ ولایت نگرانی کے لئے حاصل ہوتی ہے نقصان دینے کے لئے نہیں۔ ت) بلکہ خود یتیم و نابالغ بھی معاف نہیں کرسکتے نہ ان کی معافی کا کچھ اعتبار ہے للحجر التام عما ھو ضرر (کیونکہ نقصان دہ معاملہ میں تصرف کرنے سے انہیں مکمل روک دیا گیا ہے۔ ت) محض یتیموں کا حق ضرور دینا پڑے گا اور جو نکلوا سکتا ہے اسے چاہئے کہ ضرور دلادے، ہاں یتیم بالغ ہونے کے بعد معاف کرے تو اس وقت معاف ہوسکے گا، مقتدیوں نے کہ ایسی حرکات ناشائستہ کے باعث

---

[1] صحیح البخاری کتاب الاشربہ الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۸۳۶
[2] القرآن ۴/ ۱۰

marfat.com

مسئلہ ۶۱۹ ۶ جمادی الاولیٰ ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ بغرض پیشہ کے جو شخص تصاویر دیوتائے اہلِ ہنود کی مثل تیسو و راون و رام چندر وسیتا وغیرہ کی بناتا ہے اور فوٹوگرافر اور مغلم اور حرامی اور علی العموم جن اشخاص کی عورات بے پردہ سربازار پھرتی ہیں تو اس حالت میں اشخاص مذکورین کے پیچھے پڑھنا نماز کا جائز ہے یا نہیں؟ اور اگر پڑھ لی ہو تو اعادہ اس کا چاہئے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

جاندار کی تصویر بنانی دستی ہو خواہ عکسی حرام ہے، اور معبودانِ کفار کی تصویریں بنانا اور سخت تر حرام و اشد کبیرہ ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان اشد الناس عذابا یوم القیمۃ المصورون[1]۔ رواہ الائمۃ والشیخان عن عبداللہ بن مسعود عن ام المؤمنین عائشۃ الصدیقۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔

بیشک سب سے زیادہ سخت عذاب روزِ قیامت مصوروں پر ہوگا۔ اس کو ائمہ اور بخاری ومسلم نے حضرت عبداللہ بن مسعود کے حوالے سے حضرت ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نقل کیا ہے۔

یوں ہی مغلم، فاسق، فاجر مرتکب کبائر ہے۔ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ملعون من یعمل عمل قوم لوط[2]۔ رواہ احمد عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

ملعون ہے جو قوم لوط کا کام کرے۔ اس کو امام احمد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا۔

جس کی عورت بے ستر باہر پھرتی ہے کہ بازو یا گلا یا پیٹ یا سر کے بال یا پنڈلی کا حصہ غرض جس جسم کا چھپانا فرض ہے کھلا ہوا ہے یا اس پر ایک باریک کپڑا ہو کہ بدن چمکتا ہو اور وہ اس حالت پر مطلع ہو کر عورت کو اپنی حدِ مقدور تک نہ روکتا ہو بندوبست نہ کرتا ہو وہ بھی فاسق و دیوث ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ثلثۃ لایدخلون الجنۃ العاق لوالدیہ والدیوث ورجلۃ النساء[3]۔ رواہ الحاکم والبیہقی بسند صحیح عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

تین شخص جنت میں نہ جائیں گے ماں باپ کو ایذا دینے والا اور دیوث اور مردوں کی صورت بنانے والی عورت۔ اس کو حاکم اور بیہقی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بسندِ صحیح روایت کیا ہے۔

---

[1] صحیح البخاری باب عذاب المصورین یوم القیمۃ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۸۸۰

[2] مسند احمد بن حنبل مروی عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ " دار الفکر بیروت ۱/ ۲۱۷

[3] السنن الکبریٰ للبیہقی باب الرجل تیخذ الغلام والجاریۃ المغنیین الخ مطبوعہ دار صادر بیروت ۱۰/ ۲۲۶

marfat.com

خاص یہ لفظ کہ عالم کے پیچھے نماز ایسی ہے جیسے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے پیچھے کسی حدیث میں نظر سے نہیں گزری، ہاں یہ صحاح کی حدیث ہے کہ:

العلماء ورثۃ الانبیاء[1] (علماء انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے وارث ہیں)

اور ہدایہ میں ہے:

من صلی خلف عالم تقی فکانما صلی خلف نبی[2] — جس نے کسی عالم متقی کے پیچھے نماز پڑھی گویا نبی کے پیچھے پڑھی۔

لکن لم یعرفہ المخرجون وقال الزیلعی ھو غریب (لیکن اصحابِ تخریج کے ہاں یہ حدیث معروف نہیں امام زیلعی نے اسے غریب قرار دیا ہے۔ت)

امام اول اپنی اُس حرکت سے ضرور فاسق ہوا اور فاسق کے پیچھے نماز ضرور مکروہ ہے جبکہ سچّی توبہ نہ کرے اور مال لینے کی توبہ بغیر مال واپس دئے ہرگز صحیح نہیں تو جب تک وہ یتیموں کا حق نہ پھیرے نماز اس کے پیچھے بیشک مکروہ۔

مسئلہ ۶۲۸ ۳ شعبان المعظم ۱۳۱۸ھ

ندویوں کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

ندویوں میں کچھ نیچری ہیں کچھ منکرانِ ضروریاتِ دین رافضی یہ بالاجماع کافر مرتد ہیں اور ان کے پیچھے نماز محض باطل، کچھ غیر کافر رافضی وہابی تفضیلی غیر مقلد وغیرہم بدمذہب ہیں کچھ وہ نئے بگڑے گمراہ ہیں جنھوں نے اب ندوہ جما کے اپنے دین کی بیخ کنی کی، ندوے کی رُودادوں لکچروں میں جن کے کلمات ضلالت چھاپے گئے یہ سب ضال مضل گمراہ بددین ہیں اور ان کے پیچھے نماز یا ناجائز جیسے عامہ غیر مقلدین،

کما حققناہ فی النھی الاکید عن الصلوٰۃ وراء عدی التقلید۔ (جیسا کہ ہم نے اس کی تحقیق "النھی الاکید عن الصلوٰۃ وراء عدی التقلید" میں کی ہے۔ت)

یا گناہ و مکروہ تحریمی، کما بیناہ فی غیر موضع من فتاونا (جیسا کہ ہم نے اسے اپنے فتاوٰی میں متعدد جگہ بیان کیا ہے۔ت) یوں ہی وہ خود نہ پہلے بدمذہب تھے اور نہ اب کلمات بدمذہبی کے مگران لکچراروں کے

---

[1] صحیح البخاری باب العلم قبل العلم والعمل الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۶

[2] الہدایہ باب الامامۃ ؍؍ المکتبۃ العربیۃ کراچی ۱/ ۱۰۱

marfat.com

نہیں ورنہ بے دھوئے خود اس کی اپنی نماز نہ ہوگی اور جبکہ وہ حالتِ معذوری میں ہے یعنی کوئی وقت کامل نماز کا ایسا گزر گیا شروع سے ختم تک کہ اُسے وضو کرکے فرض پڑھ لینے کی فرصت نہ ملی اور جب سے برابر ہر وقت نماز میں یہ نجاست آتی رہتی ہے اگرچہ وقت میں ایک ہی بار تو وہ ایسی حالت میں امامت نہیں کرسکتا، لوگ اگر آکر شامل ہوں جہر نہ کرے تکبیر آواز سے نہ کہے وہ لوگ خود الگ ہوجائیں گے۔ اور اس پر بھی جُدا نہ ہوں تو بعد سلام اطلاع کردے کہ میں معذور ہوں میرے پیچھے نماز جائز نہیں تم اپنی پھر پڑھ لو۔

فی الدر المختار ان سال علی ثوبہ فوق الدرھم جاز لہ ان لا یغسلہ ان کان لو غسلہ تنجس قبل الفراغ منہا ای الصلاۃ والا یتنجس قبل فراغہ فلا یجوز ترک غسلہ ھو المختار للفتوٰی[1]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

درمختار میں ہے اگر معذور کے کپڑے پر درہم سے زیادہ نجاست بہہ گئی تو اس کے لئے اس کا نہ دھونا اس صورت میں جائز ہے جبکہ اس کو دھوئے تو نماز سے فارغ ہونے سے پہلے کپڑے اس کے نجس ہوجاتے ہیں اگر اس کے فارغ ہونے سے پہلے نجس نہ ہو تو اس کے لئے دھونے کو ترک کرنا جائز نہیں۔ فتوٰی کے لئے یہی قول مختار ہے (ت)

مسئلہ ۶۲۱ از دلیر گنج پرگنہ جہاں آباد ضلع پیلی بھیت مرسلہ خلیفہ الٰہی بخش ۱۸ رجب ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو شخص قواعدِ تجوید سے ناواقف ہو اُس کو امام کیا جائے یا نہیں؟ اور اگر کیا جائے تو اس کے پیچھے قواعد داں کی نماز ہوگی یا نہیں؟ اور عام لوگوں یعنی غیر قواعد داں کی نماز بھی اس کے پیچھے ہوگی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

اگر ایسی غلطیاں کرتا ہے کہ معنیٰ میں فساد آتا ہے مثلاً حرف کی تبدیل جیسے ع ط ص ح ظ کی جگہ ء ت س ہ ز پڑھنا کہ لفظ مہمل رہ جائے یا معنی میں تغیرِ فاحش راہ پائے یا کھڑا پڑا کی بدتمیزی کہ حرکات بڑھ کر حروفِ مدہ ہوجائیں اور وہی قباحتیں لازم آئیں، جس طرح بعض جہال نستعین کو نستاعین پڑھتے ہیں کہ بے معنی ہے یا لا الی اللہ تحشرون بلام تاکید کو لا الی اللہ تحشرون بلائے نافیہ کہ تغیرِ معنی ہے تو ہمارے ائمہ متقدمین کے مذہب صحیح ومعتمد محققین پر مطلقاً خود اس کی نماز باطل ہے کما حققہ ورجحہ المحقق فی الفتح والحلبی فی الغنیۃ وغیرھما (محقق نے فتح میں اور حلبی نے غنیہ میں اور دیگر لوگوں نے اپنی کتب میں اس کی تحقیق

---

[1] درمختار باب الحیض مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۵۳

marfat.com

اھل البدع شر الخلق و الخلیقۃ[1] بدمذہب تمام مخلوق سے بد تمام جہان سے بدتر ہیں۔

دوسری حدیث میں ہے:

اصحاب البدع کلاب اھل النار[2] بدمذہب لوگ جہنمیوں کے کُتے ہیں۔

تو ایسے لوگوں کو خصوصاً بحال فتنہ وفساد کہ وہابیہ کی عادت قدیم ہے باوصفِ قدرت مساجد میں کیونکر آنے دیا جاسکتا ہے۔ قال اللہ تعالٰی:

والفتنۃ اشد من القتل[3] فتنہ قتل سے بھی سخت تر ہے۔

عینی شرح بخاری و درمختار وغیرہما میں تصریح ہے کہ مسجد سے موذی نکال دیا جائے ولو بلسانہ اگرچہ صرف زبانی ایذا دیتا ہو۔ نجاستیں دھونے سے پاک ہوجاتی ہیں اور بدمذہب ؏

ہرچہ شوئی پلید تر باشد

(جتنی بار دھویا جائے پلید ہی رہتا ہے)

اعاذنا اللہ منھم ومن حالھم وعقائدھم واعمالھم بجاہ نبیہ الکریم علیہ وعلٰی اٰلہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم۔ اللہ تعالٰی اپنے پیارے نبی علیہ وآلہ افضل الصلوٰۃ والسلام کے صدقے میں ان سے ان کے حال اور عقائد و اعمال سے محفوظ رکھے (ت)

واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۶۳۰ از جائس ضلع رائے بریلی محلہ زیر مسجد مکان حاجی محمد ابراہیم مرسلہ حاجی ولی اللہ صاحب ۲ ربیع الاول شریف ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جس کی عورت بے پردہ عام عورتوں کی طرح پھرتی ہو اور اس کا شوہر اسے منع نہ کرتا ہو تو اس کے پیچھے نماز پڑھنا اور اس کو دیوث کہنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

عورت اگر باہر بے پردہ باریک کپڑوں میں پھرتی ہو کہ ان سے بدن چمکے یا گلے یا بازو یا پیٹ یا پنڈلیوں

---

[1] کنز العمال البدع والرفض من الاکمال مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت ۱/۲۲۳
جامع الصغیر مع فیض القدیر " دارالمعرفۃ بیروت ۳/۶۴

[2] کنز العمال فصل فی البدع " موسسۃ الرسالۃ بیروت ۱/۲۱۸
جامع الصغیر مع فیض القدیر " دارالمعرفۃ بیروت ۱/۵۲۸

[3] القرآن ۲/۱۹۲

marfat.com

نہ نکالا اور نہ کسی نے اُس پر دروغگوئی کا کبھی شک کیا، اگر بالفرض اُس کی کذب گوئی پر کوئی گواہ ثابت ہوجائے تو زید قابلِ امامت رہے گا یا نہیں؟ اس کے پیچھے نماز ہوگی یا نہیں؟ بیّنوا توجروا

الجواب

نماز اس کے پیچھے ہوجانے میں تو اصلاً شبہہ نہیں بحدیث صلوا کل بر و فاجر ف، اور کچہری میں مقدمہ ہار جانے سے جھوٹا ہونا ثابت نہیں ہوتا، کچہریوں میں ہزاروں بار جھوٹے سچے اور سچے جھوٹے ٹھہرتے ہیں، انگریزی کچہریاں تو شرع مطہر سے علاقہ رکھتی ہی نہیں بلکہ یہاں کے اسلامی محکمے ہی پُوری پابندی شرع سے صراحۃً کنارہ گزیں جہاں کامل شرعی عدالتیں تھیں وہاں بھی باآنکہ قاضیِ شرع جس کے خلاف حکم فرمادے اُسے فقہا دفع تناقض کے لئے صار مکذبا شرعاً لکھتے ہیں مگر کسی مدعی یا مدعا علیہ کو صرف اس بنا پر کاذب و فاسق و مرتکب کبیرہ نہیں کہہ سکتے کہ حکم حاکم بنظرِ ظاہر ہوتا ہے اُس سے واقع میں کذب لازم نہیں آتا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

انما انا بشر و انکم تختصمون الی و لعل بعضکم ان یکون الحن بحجتہ من بعض فاقضی لہ علی ما نحو ما اسمع منہ فمن قضیت لہ بشیئ من حق اخیہ فلا یاخذنہ فانما اقطع قطعۃ من النار[1]۔ رواہ الشیخان عن ام سلمۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا۔

میں بھی ایک انسان ہوں اور تم میرے پاس اپنے مقدمات لے کر آتے ہو ممکن ہے تم میں سے کوئی آدمی دلیل پیش کرنے میں ہوشیار ہو اور دلیل کی وجہ سے دوسرے پر غالب آجائے اور میں دلائل سننے کے بعد اس کے مطابق فیصلہ کردوں، تو جس کے حق میں دوسرے بھائی کے حق کا فیصلہ ہوا ہو وہ اس کو نہ لے کیونکہ وہ آگ کا ایک ٹکڑا ہے۔ اسے بخاری و مسلم نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کیا۔ (ت)

علاوہ بریں بعض وقت آدمی کسی شبہہ یا سہو یا جہل کے باعث اپنے آپ کو حق پر جان کر دعوٰی یا جواب دہی کرتا ہے تو بات واقع میں اگرچہ خلاف ہے مگر اس نے قصدِ کذب نہ کیا حکمِ فسق اس پر نہ ہوا،

ومثل ذلک کثیر فی خصومات الصحابۃ رضی اللہ تعالٰی عنہم بل ھو المتعین فیھم۔

اس کی مثالیں مقدماتِ صحابہ میں بہت ہیں بلکہ یہی ان میں متعین ہیں۔ (ت)

---

[1] صحیح البخاری باب من اقام البینۃ بعد الیمین مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۰۲/۱

ف: حدیث کے الفاظ تفصیلاً یُوں ہیں: صلوا خلف کل بر و فاجر و صلوا علی کل بر و فاجر و جاھدوا مع کل بر و فاجر۔ نذیر احمد سعیدی

marfat.com

ھٰھنا وقد قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مطلقا بشروا ولا تنفروا[1] - واللہ تعالٰی اعلم -

وہ لوگوں میں نفرت سے بچنا ہے۔ سرورِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا (ہر حال میں) خوشخبری دینے والے بنو نفرت پھیلانے والے نہ بنو۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۶۳۲ ۲۲ جمادی الاولٰی ۱۳۱۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس امر میں کہ میلاد شریف کی مجلس کے حاضر نہ ہونے والے کے پیچھے اور قیام سے کراہت کرنے والے کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں ؟

الجواب

مجلس مبارک کی عدمِ حاضری اور قیام سے کراہت اگر بربنائے وہابیت نہ ہو مثلاً اس وقت حاضری کی فرصت نہیں کسی امراہم میں مصروف ہے یا وہاں پڑھنے والا روایاتِ بے اصل یا نظم و نثر خلافِ شرع پڑھے گا یا صاحبِ مکان سے دینی یا دنیوی مخالفت ہے جس کا الزام شرعاً اسی صاحبِ مکان پر ہے وغیر ذالک من الموانع (ان کے علاوہ دیگر موانع ہے ۔ ت) اور قیام سے کراہت صرف اس مسئلے میں کہ خطا کے باعث ہے نہ اصولِ وہابیت مان کر، تو ان صورتوں میں اُس کے پیچھے نماز درست بلا کراہت ہے مگر ان بلاد میں صورت انکار و کراہت بے ضلال اصول وہابیت نہیں پائی جاتی مجلس مبارک و قیام مقدس سے یہاں وہی منکر ہیں جو وہابی گمراہ خاسر ہیں اور وہابیہ کے پیچھے نماز ناجائز و گناہ ۔ کما حققناہ فی عدۃ مواضع من فتاوٰنا ورسالتنا النھی الاکید وغیرھا (ہم نے اس کی تحقیق اپنے فتاوٰی میں متعدد مقامات پر اور اپنے رسالے النھی الاکید وغیرہ میں خُوب کی ہے ۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم ۔

مسئلہ ۶۳۳ ۷ ربیع الآخر شریف ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک حافظ نورباف نماز کے چند مسائل جانتا ہے چند مدت سے ایک مسجد کا امام ہے لوگوں نے اُسے تعزیوں میں مرثیے پڑھتے دیکھا ہے دوسرا حافظ شیخ صدیقی پنجابی کل مسائلِ نماز سے واقف ہے مگر وہ گاہ گاہ مسجد میں آتا ہے اس کی موجودگی میں اسی معین امام کے پیچھے نماز میں کچھ قصور تو نہ ہوگا اور دونوں ہوں تو کون امامت کرے ؟

الجواب

تعزیوں کی تعظیم اور آج کل کے ناجائز مرثیوں کا پڑھنا بدعت یا فسق سے خالی نہیں اور دونوں صورتوں میں

---

[1] صحیح البخاری باب ماکان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یتخولھم بالموعظۃ الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۶

marfat.com

خلف قدم الزوج الا انها طویلة تقع رأس المرأة فی السجود قبل رأس الزوج جازت صلاتهما لان العبرة للقدم[1]۔

خاوند کے قدم سے پیچھے ہوں اگرچہ خاتون کا قد لمبا ہونے کی وجہ سے اس کا سر حالتِ سجدہ میں خاوند کے سر سے آگے واقع ہوتا ہو تو پھر بھی دونوں کی نماز درست ہوگی کیونکہ اعتبار قدموں کا ہے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

الزیلعی قال المعتبر فی المحاذاة الساق والکعب فی الاصح وبعضهم اعتبر القدم اھ فعلی قول البعض لو تأخرت عن الرجل ببعض القدم تفسد وان کان ساقها وکعبها متاخراً عن ساقه وکعبه وعلی الاصح لا تفسد وان کان بعض قدمها محاذیا لبعض قدمه[2] الخ۔

زیلعی کہتے ہیں کہ اصح قول کے مطابق محاذات میں پنڈلی اور ٹخنے کا اعتبار ہے اور بعض نے قدم کا اعتبار کیا ہے اھ تو بعض کے قول پر اگر قدم کا کچھ حصہ مرد سے پیچھے ہوا نماز فاسد ہوگی اگرچہ اس کی پنڈلی اور ٹخنے مرد کی پنڈلی اور ٹخنے سے پیچھے ہوں، اور اصح یہ ہے کہ نماز فاسد نہیں ہوگی اگرچہ بعض قدم عورت کا مرد کے بعض قدم کے محاذی ہو الخ (ت)

درمختار میں ہے:

حاذته مشتهاة ولاحائل بینهما اقله قدر ذراع فی غلظ اصبع اوفرجة تسع رجلا فی صلاة مطلقة مشترکة تحریمة واداء واتحدت الجهة فسدت صلاته لو مکلفا ان نوی الامام وقت شروعه لا بعده امامتها والا ینوها فسدت صلاتها[3] اھ مختصرا۔

مرد کے محاذی ایسی خاتون ہوگئی جو صاحبِ شہوت ہو اور ان کے درمیان کوئی مرد اور آڑ حائل نہ ہو، آڑ کم از کم بلندی میں ایک ہاتھ کے برابر اور موٹائی میں ایک انگلی کے برابر کا اعتبار ہے یا یہ کہ دونوں کے درمیان فاصلہ اتنا چھوٹا ہو جو ایک آدمی کی گنجائش رکھتا ہو (کہ آڑ اور فاصلہ کی صورت میں نماز فاسد نہ ہوگی) اور یہ کہ نماز مطلق (یعنی رکوع سجدہ والی) ہو تکبیر تحریمہ و ادا میں دونوں مشترک ہوں اور جہت بھی ایک ہو تو مرد کی فاسد ہوجائے گی اگر وہ مکلف ہو (یعنی عاقل بالغ ہو) اور امام نے شروع نماز کے وقت اس خاتون کی امامت

---

[1] فتاوٰی قاضی خان — فصل فیمن یصح الاقتداء الخ — مطبوعہ نولکشور لکھنؤ — ۱/ ۴۵

[2] ردالمحتار — باب الامامة — ؍؍ مصطفی البابی مصر — ۱/ ۴۲۳

[3] درمختار — ؍؍ — ؍؍ مطبع مجتبائی دہلی — ۱/ ۸۴

marfat.com

الجواب

ایسے شخص کو کہ متہم ہے امام بنانا نہ چاہئے لان التھمۃ توجب تقلیل الجماعۃ وھو عکس مقصود الشریعۃ (کیونکہ تہمت جماعت کی قلت کا سبب ہے اور وہ مقصود شریعت کے خلاف ہے۔ ت) مسلمانوں کو چاہئے کہ دوسرے شخص سُنّی صحیح العقیدہ غیر فاسق وغیر متہم کو کہ قرآنِ عظیم صحیح پڑھتا ہو اور نماز و طہارت کے مسائل سے آگاہی رکھتا ہو امام مقرر کریں، اور یہ شخص کہ کسی طرح اُس عادت سے باز نہیں آتا امامت سے جُدا کردیا جائے، نہ مسجد میں سکونت کرے لان الخلوۃ القبیحۃ بالامرد اخبث من الخلوۃ بالاجنبیۃ فینزہ المسجد عنہ (کیونکہ بے ریش لڑکے کے ساتھ خلوت قبیحہ، اجنبیہ خاتون سے بھی بدتر ہے، لہذا اس سے مسجد کو پاک کرنا ضروری ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۶۳۶ از حیدرآباد دکن یاقوت پورہ مسجد کمیلہ مکان ۲۸۹۰ مرسلہ سید عبداللطیف صاحب بتوسط مولوی ابوالمساکین محمد ضیاء الدین صاحب مہتمم تحفہ حنفیہ ۲ ربیع الآخر شریف ۱۳۲۲ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دینِ محمدی و مستفیدانِ شریعتِ مصطفوی و تابعینِ مذہبِ حنفی اس مسئلہ میں کہ ایک صاحب نوجوان، خوبصورت، لائقِ امامت، قرأت سے بخوبی واقفیت رکھتے ہیں اور مسائل ماتجوز بہ الصلٰوۃ سے واقف مذہبِ حنفی کے تابع ہیں، دوسرے صاحب حال میں مذہبِ حنفی ترک کرکے مذہب حنبلی اختیار فرمائے ہیں، فنِ قرأت سے بمقابلہ صاحب اوّل کے ناواقف ہیں مگر مسائل ماتجوز بہ الصلٰوۃ اور قدرے ریش بھی رکھتے ہیں پس حالتِ مندرجہ بالا میں حسبِ قواعدِ حنفیہ بغرضِ امامت بلاکسی علت وکراہت کے ہردو صاحب میں سے کس کو ترجیح دی جاسکتی ہے جس مقام پر کثرت سے مقتدی تابعین مذہب حنفی کے بوقتِ جماعت موجود ہوں۔ السائل حسین خاں حنفی

الجواب

عبارت سوال ابہام و اجمال و تعدد احتمال رکھتی ہے دوسرے صاحب فنِ قرأت سے بمقابلہ صاحب اول کے ناواقف ہیں ممکن کہ یہ ناواقفی صرف امور زائدہ میں ہو جن پر صحت و فسادِ نماز مبنی نہیں اگرچہ واجباتِ تجوید بلکہ واجباتِ شرع سے بھی ہوں یا شرعاً خواہ تجویداً بھی صرف محسنات و مستحسنات ہوں جیسے وقف و وصل و مد و قصر و اظہار و اخفاء و تفخیم و ترقیق و روم و اشمام وغیرہا کہ اکثر ان میں واجباتِ تجوید سے ہیں اور امثال و مد متصل کی رعایت شرعاً بھی واجب اور ترک حرام مگر ان میں کسی کا ترک اصلاً مفسدِ نماز نہیں اور ممکن کہ امورِ لازمہ میں ہو جیسے تمایزِ حروف جہاں تغیر موجبِ فسادِ معنی ہو، صورتِ ثانیہ میں صاحب دوم کے پیچھے نماز باطل و فاسد ہوگی بخلاف صورتِ اولٰی، اور دوسرے صاحب قدرے ریش بھی رکھتے ہیں اس میں بھی دو احتمال ہیں ایک یہ کہ ان کے تھوڑی داڑھی نکلی ہے، پہلے صاحب محض امرد ہیں اس تقدیر پر پہلے صاحب کے پیچھے نماز مکروہ تنزیہی ہوگی،

marfat.com

اس کے پیچھے نماز میں کراہت نہیں ہوسکتی۔ قال اللہ تعالیٰ لاتزر وازرۃ وزر اخری[1] (اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے کوئی کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۶۲۵، ۶۲۶ ازبسولی ضلع بدایوں مرسلہ خلیل الرحمٰن صاحب ۹ شعبان المعظم ۱۳۱۹ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اِن مسائل میں:

(۱) وہ کون کون شخص ہیں مسلمانوں میں جن کے پیچھے نماز درست نہیں؟

(۲) کون سی صورت میں نابینا کے پیچھے نماز درست ہے یا بالکل ناجائز؟

الجواب

(۱) بہت لوگ ہیں از انجملہ غیر مقلدین اور رافضی اور وہ وہابی جن کی بدعت حدِ کفر تک پہنچی ہے، سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں: الصلوٰۃ خلف اھل الھواء لا تجوز (اہلِ ہواء کے پیچھے نماز جائز نہیں۔ت) جو قرآن مجید ایسا غلط پڑھتا ہو جس سے فسادِ معنیٰ ہو، جس کی طہارت صحیح نہ ہو اگرچہ معذوری کے وجہ سے، مثلاً جسے معاذ اللہ سلس البول یا ہر وقت ریح خارج ہونے کا عارضہ ہے یا زخم یا پھوڑے سے خون یا زرد آب بہتا ہے۔ اسی طرح وہ شافعی المذہب مثلاً جس نے اپنے طور پر طہارتِ صحیحہ کی مگر مذہب حنفی میں صحیح نہ ہوئی، مثلاً سر کے صرف ایک بال کا مسح کرلیا یا فصد لگوا کر وضو کا اعادہ نہ کیا کہ حنفی کی نماز اس کے پیچھے نہ ہوگی۔ ان کے سوا اور بکثرت صورتیں ہیں کہ کتبِ مذہب میں اس کی تفصیل ہے۔

(۲) نابینا کے کپڑے پر اگر نجاست بقدرِ منعِ نماز لگی ہے اور اسے خبر نہیں یا اس کے زخم یا پھوڑے سے خون بہا اور اس نے نہ دیکھا تو اس صورت میں اس کے پیچھے نماز ناجائز ہے ورنہ صرف مکروہ تنزیہی اور خلاف اولیٰ ہے جبکہ سب حاضرین سے علم زیادہ نہ رکھتا ہے ورنہ وہی امام کیا جائے گا۔ واللہ سبحٰنہ وتعالیٰ اعلم

مسئلہ ۶۲۷ از گورا بازار ۲۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۱۸ھ

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ حافظ کریم بخش امام مسجد گورا بازار یتیموں کا مال پوشیدہ لے جانے میں شریک ہوئے۔ ۔۔۔ اقرار بھی کیا اور ماسوا اس کے اور کچھ بھی نہیں اس سبب سے مقتدیوں نے اقتدا کرنا چھوڑ دیا اور امام دوسرے کی اقتدا کی تب امام اوّل ایک مولوی کو بلاکر لایا اور رکھ دے کر اور یہ بھی سُنا گیا کہ آٹھ آنہ ماہواری بھی دینے کا اقرار کیا، مولوی صاحب سے کچھ بیان کرایا اور اس نے کچھ حق بھی بیان کیا

---

[1] القرآن ۶/ ۱۶۴

marfat.com

فی الدر المختار تکرہ خلف مخالف کشافعی لکن فی وتر البحران تیقن المراعاۃ لم یکرہ او عدمها لم یصح وان شک کرہ[1] اھ وقد فصلنا القول فیہ فیما علٰی رد المحتار۔

درمختار میں ہے مخالف مذہب کے پیچھے نماز مکروہ ہے مثلاً شافعی المسلک ــــــ بحرالرائق کی وتر کی بحث میں یوں تفصیل ہے اگر مقتدی کو اس بات کا یقین ہو کہ شافعی المذہب دوسرے مسلک کی شرائط و ارکان کی رعایت کرتا ہے تو اقتداء میں کراہت نہیں، اور عدم رعایت کا یقین ہو تو اقتداء صحیح نہیں ہے اور اگر رعایت اور عدمِ رعایت میں شک ہو تو مکروہ اھ اس بارے میں ہم نے ردالمحتار پر اپنے حاشیہ میں تفصیلاً گفتگو کی ہے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے :

قولہ فی وتر البحر الخ ھذا ھو المعتمد لان المحققین جنحوا الیہ وقواعد المذہب شاھدۃ علیہ وقال کثیر من المشائخ ان عادتہ مراعاۃ مواضع الخلاف جاز والافلا، قولہ ان تیقن المراعاۃ ای فی الفرائض من شروط وارکان فی تلک الصلاۃ وان لم یراع فی الواجبات والسنن کما ھو ظاہر سیاق کلام البحر وظاہر کلام شرح المنیۃ ایضا وفی رسالۃ الملا علی قاری ذھب عامۃ مشائخنا الی الجواز اذا کان یحتاط فی موضع الخلاف والافلا والمعنی انہ یجوز فی المراعی بلا کراھۃ وفی غیرہ معھا[2] اھ مختصرا۔

ماتن کا قول فی وتر البحر الخ یہی قول معتمد ہے کیونکہ محققین کا اس کی طرف میلان ہے اور قواعدِ مذہب بھی اس پر شاہد ہیں، اور کثیر مشائخ کا قول ہے اگر اس امام کی عادت موضعِ اختلاف میں رعایت کرنا ہو تو اقتداء جائز ورنہ جائز نہیں، ماتن کا قول ان تیقن المراعاۃ سے مراد یہ ہے کہ وہ فرائضِ نماز یعنی شروط و ارکان کی رعایت کرتا ہو اگرچہ واجبات وسنن کی رعایت نہ کرتا ہو جیسا کہ بحرالرائق کے سیاقِ کلام سے ظاہر ہے، شرح المنیہ کی عبارت سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے، ملا علی قاری کے رسالے میں ہے کہ جو امام مواضع اختلاف میں احتیاط اور رعایت کرتا ہو تو ہمارے اکثر مشائخ جوازِ اقتداء کے قائل ہیں ورنہ اقتداء جائز نہیں اور معنی یہ ہے کہ رعایت کرنے والے کی اقتداء بلاکراہت جائز اور نہ رعایت کرنے والے کی اقتداء کراہت کے ساتھ جائز ہے اھ مختصراً (ت)

---

[1] دُرمختار — باب الامامۃ — مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی — ۱/۸۳

[2] ردالمحتار — " — " مصطفی البابی مصر — ۱/۴۱۶

امام اوّل کے پیچھے نماز پڑھنی چھوڑ دی بہت اچھا کیا انھیں اسی کا حکم تھا کما حققہ فی الغنیۃ عن فتاوی الحجۃ واقرہ فی ردالمحتار وقد تکرر بیانہ فی فتاوٰنا (جیساکہ فتاوٰی حجہ کے حوالہ سے غنیہ میں اس کی تحقیق کی ہے اور ردالمحتار میں اسے برقرار رکھا۔ اس مسئلہ کا بیان ہمارے فتاوٰی میں متعدد جگہ پر موجود ہے۔ ت) جس شخص نے پھولے کر بعض ناحق باتیں امامِ اوّل کی طرفداری کے حق میں ملادیں وہ ضرور آیہ کریمہ ولا تشتروا باٰیٰتی ثمناً قلیلا[1] اور آیہ کریمہ لاتلبسوا الحق بالباطل[2] کا مورد ہوا، امام کے لئے خوش الحانی کچھ ضرور نہیں جو اسے ضروری و شرط بتائے، شرع مطہر پر افترا کرتا ہے، بلکہ خوش الحانی بعض وقت مضر ہوتی ہے کہ اس کے سبب آدمی اتراتا ہے یا کم سے کم اتنا ہوتا ہے کہ نماز میں خشوع وخضوع کے بدلے اپنے الحان بنانے کا خیال رہتا ہے۔

فتاوٰی قاضی خان و فتاوٰی عالمگیری میں ہے:

لاینبغی للقوم ان یقدموا فی التراویح الخوشخوان ولکن یقدموا الدرستخوان فان الامام اذاقرأ بصوت حسن یشغلہ عن الخشوع والتدبر والتفکر[3]۔

قوم کے لئے ایسے شخص کو تراویح میں امام بنانا جو خوش الحان ہو مناسب نہیں البتہ درست پڑھنے والے کو امام بنا سکتے ہیں کیونکہ امام جب قرأت کرے گا تو اس کو اچھی آواز خشوع، تدبر اور تفکر سے غافل کردے گی۔ (ت)

امامت عالم کا خاص حق ہے اس کے ہوتے دوسرے کو ترجیح نہیں جبکہ وہ عالم صحیح خواں وصحیح العقیدہ ہو، فاسق نہ ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان سرکم ان تقبل صلاتکم فلیؤمکم علماؤکم فانھم وفدکم فیما بینکم وبین ربکم[4]۔ رواہ الطبرانی فی الکبیر عن مرثد بن ابی مرثد الغنوی رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

اگر تمھیں اپنی نمازوں کا قبول ہونا پسند ہو تو چاہیے کہ تمھارے علما تمھاری امامت کریں کہ وہ تمھارے واسطہ وسفیر ہیں تمھارے اور تمھارے رب عزوجل کے درمیان۔ اس کو طبرانی نے المعجم الکبیر میں حضرت مرثد بن ابی مرثد الغنوی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ (ت)

---

[1] القرآن ۲/۴۱　　[2] القرآن ۲/۴۲
[3] فتاوٰی ہندیۃ　فصل فی التراویح　مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور　۱/۱۱۶
[4] المعجم الکبیر　مروی عن مرثد الغنوی　" المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت　۲/۳۲۸

نوٹ: اصل کتاب میں فلیؤمکم علماؤکم کی جگہ فلیؤمکم خیارکم ہے۔ نذیر احمد سعیدی

marfat.com

فی الدر المختار تکرہ خلف مخالف کشافعی لکن فی وتر البحران تیقن المراعاۃ لم یکرہ او عدمہا لم یصح وان شک کرہ[1] اھ وقد فصلنا القول فیہ فیما علی رد المحتار۔

درمختار میں ہے مخالف مذہب کے پیچھے نماز مکروہ ہے مثلاً شافعی المسلک ——— بحرالرائق کی وتر کی بحث میں یوں تفصیل ہے اگر مقتدی کو اس بات کا یقین ہو کہ شافعی المذہب دوسرے مسلک کی شرائط و ارکان کی رعایت کرتا ہے تو اقتدا میں کراہت نہیں، اور عدم رعایت کا یقین ہو تو اقتدا صحیح نہیں ہے اور اگر رعایت اور عدمِ رعایت میں شک ہو تو مکروہ اھ اس بارے میں ہم نے ردالمحتار پر اپنے حاشیہ میں تفصیلاً گفتگو کی ہے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

قولہ فی وتر البحر الخ ھذا ھو المعتمد لان المحققین جنحوا الیہ وقواعد المذھب شاھدۃ علیہ وقال کثیر من المشائخ ان عادتہ مراعاۃ مواضع الخلاف جاز والافلا، قولہ ان تیقن المراعاۃ ای فی الفرائض من شروط وارکان فی تلک الصلاۃ وان لم یراع فی الواجبات والسنن کما ھو ظاھر سیاق کلام البحر وظاھر کلام شرح المنیۃ ایضا وفی رسالۃ الملا علی قاری ذھب عامۃ مشائخنا الی الجواز اذا کان یحتاط فی موضع الخلاف والافلا والمعنی انہ یجوز فی المراعی بلاکراھۃ وفی غیرہ معہا[2] اھ مختصرا۔

ماتن کا قول فی وتر البحر الخ یہی قول معتمد ہے کیونکہ محققین کا اس کی طرف میلان ہے اور قواعدِ مذہب بھی اس پر شاہد ہیں، اور کثیر مشائخ کا قول ہے اگر اس امام کی عادت موضعِ اختلاف میں رعایت کرنا ہو تو اقتدار جائز ورنہ جائز نہیں، ماتن کا قول ان تیقن المراعاۃ سے مراد یہ ہے کہ وہ فرائض نماز یعنی شروط و ارکان کی رعایت کرتا ہو اگرچہ واجبات وسنن کی رعایت نہ کرتا ہو جیسا کہ بحرالرائق کے سیاقِ کلام سے ظاہر ہے، شرح المنیہ کی عبارت سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے، ملا علی قاری کے رسالے میں ہے کہ جو امام مواضع اختلاف میں احتیاط اور رعایت کرتا ہو تو ہمارے اکثر مشائخ جوازِ اقتدار کے قائل ہیں ورنہ اقتدار جائز نہیں اور معنی یہ ہے کہ رعایت کرنے والے کی اقتدار بلاکراہت جائز اور نہ رعایت کرنے والے کی اقتداء کراہت کے ساتھ جائز ہے اھ مختصراً (ت)

---

[1] درمختار | باب الامامۃ | مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی | ۱/۸۳

[2] ردالمحتار | " | " مصطفی البابی مصر | ۱/۴۱۶

marfat.com

اقوالِ ضلالت سُنے، پسند کئے اور ان پر راضی ہوئے، ان کی اشاعت کی حمایت کی، یہ سب کل بوجہ رضا و نصرت باطل اہلِ باطل وارباب ضلال اور اسی حکم میں ان کے شریک حال ہوگئے، کچھ وُہ ہیں جن بیچاروں کو اطلاع نہیں کہ ان ظلمہ نے کیا کہا ہے صرف مولویوں کا جلسہ سُن کر شریک ہوگئے جب تک مطلع نہ ہوئے معذور رہیں بعد اطلاع پھر شریک رہے تو اقل درجہ فاسق ضرور ہیں اور فاسق کے پیچھے بھی نماز مکروہ۔ فتاوٰی حجہ وغنیہ شرح منیہ وغیرہما میں تصریح فرمائی کہ یہ کراہت تحریم ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۶۲۹ ازبریلی محلہ سرخہ ۲۷ محرم الحرام ۱۳۱۹ھ

علمائے دین و مفتیانِ شرع متین کیا فرماتے ہیں اس مسئلہ میں کہ گروہِ وہابیین یعنی فرقہ غیر مقلدین داخل ہے اہلِ سنّت وجماعت میں یا خارج ان سے اور فرقِ ضالہ سے اور ہم مقلدوں کو ان کے ساتھ مخالطت اور مجالست کرنا اور ان کو اپنی مساجد میں باوجود خوفِ فساد کے آنے دینا درست ہے یا نہیں، اور ان کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟ بینوا بالتفصیل توجروا بالاجر الجزیل۔

الجواب

فی الواقع فرقہ غیر مقلدین گمراہ بددین ضالین مفسدین ہیں انھیں امام بنانا حرام ہے ان کے پیچھے نماز پڑھنا منع ہے، ان سے مخالطت آگ ہے۔ صورۃ مذکورہ سوال میں انھیں مساجد میں ہرگز ہرگز نہ آنے دیا جائے۔

قال اللہ تعالٰی:

وعھدنا الی ابراھیم واسمٰعیل ان طھرا بیتی[1]

اور ہم نے ابراہیم و اسمٰعیل سے یہ وعدہ لیا کہ وُہ میرے گھر کو صاف رکھیں گے۔ (ت)

حدیث میں ہے:

امر النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ببناء المساجد فی الدور وان تنظف وتطیب[2]

حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم نے محلوں میں مساجد بنانے اور انھیں ستھرا و نظیف اور خوشبودار رکھنے کا حکم دیا۔ (ت)

نجاستیں درکنار رقاذورات مثل آب دہن و آب بینی باآنکہ پاک ہیں مسجد سے اُن کا دُور کرنا واجب تو بدمذہب گمراہ لوگ کہ ہر نجس سے بدتر نجس ہیں۔ حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

---

[1] القرآن ۲/ ۱۲۵

[2] سنن ابوداؤد باب اتخاذ المساجد فی الدور مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۶۶

marfat.com

صورت یہ ہے کہ امام کے بارے میں کسی قسم کا علم نہ ہو (یعنی نہ رعایت کا نہ عدمِ رعایت کا)، تو اس صورت میں اس کی اقتدار مکروہ ہوگی۔ (ت)

پس صورتِ مستفسرہ میں اگر صاحب دوم میں کوئی امر مفسد نماز ہے مثلاً قرآن عظیم کی غلط خوانی بحد افساد معنی یا اس خاص نماز کے وقت طہارت وغیرہا کسی شرطِ نماز یا شرطِ امامت کا فوت، جب تو ظاہر ہے کہ اُس کی امامت کے کوئی معنی ہی نہیں، اب اگر صاحب اول میں کوئی وجہ کراہت تحریم نہ ہو تو اس کی امامت میں حرج نہیں مگر بوجہ اجتماع امردیت وحسنِ صورت اولیٰ یہ ہے کہ کسی اور صحیح العقیدہ صحیح خواں کو امام کریں جس میں اصلاً کوئی وجہ کراہت نہ ہو اور اگر صاحب اول میں کراہت تحریم ہے تو واجب کہ دونوں کو چھوڑیں اور کسی اور صالح امامت کی اقتدا کریں، اسی طرح اگر صاحب دوم میں کوئی امر موجب کراہت تحریم ہے مثلاً داڑھی حدِ شرع سے کم کرنا یا فرائض وشرائطِ نماز میں مذہب حنفی کی پروا نہ کرنا اگرچہ یہ دو یا ایک بار اس کے افعال سے مشاہدہ ہوا ہو اور صاحب اول میں کوئی وجہ تحریم نہیں جب بھی یہی حکم ہے کہ صاحب اول سے بہتر امام نہ ملے تو اسی کو امام کرنا لازم اور دونوں میں کوئی وجہ کراہت تحریم ہے تو دونوں کے سوا تیسرا امام پیدا کریں، اور اگر صاحب دوم میں کوئی وجہ کراہت تحریم نہیں اور صاحب اول میں ہے تو حکم بالعکس ہوگا کہ اگر کوئی حنفی صالح امامت نظیفہ ملے تو اُسی کی اقتدا کی جائے ورنہ صاحب دوم ہی کے پیچھے پڑھیں جبکہ اُس کی عادت سے معلوم ہے کہ مذہب حنفی کی رعایت کا التزام رکھتا ہے یا معلوم ہو کہ اس خاص وقت میں جامع جملہ شرائط امامت مطابق مذہب حنفی ہے اور اگر دونوں میں کوئی کراہتِ تحریم نہیں تو اگر معلوم ہو کہ صاحب دوم خاص اس وقت شرائط حنفیہ ہے تو اور کوئی حنفی صالح نہ ملنے کی حالت میں اُسی کی امامت اولیٰ کہ اس تقدیر پر اس کی امامت بلا کراہت ہے اور اگر حنفی ہوتا تو افضل ہوتا اور صاحب اول میں بوجہ امردیت وحسن کراہت ہے اور اگر خاص اس وقت شرائط جامعیت معلوم نہیں اور عادت مراعاۃ معلوم نہیں تو اور کوئی امام نظیف نہ ہونے کی حالت میں صاحب اول ہی کو ترجیح چاہئے کہ اب مذہب جمہور ومشرب منصور پر کراہت تنزیہ میں دونوں شریک ہوئے اور مخالف المذہب میں اس قدر زیادت ہے کہ اس کے پیچھے ایک قول پر مطلقاً نماز مکروہ تحریمی ہے اگرچہ مراعاۃ شرائط بھی کرے یہاں تک کہ اُس کی اقتدا پر تنہا نماز پڑھنے اور جماعت چھوڑنے کو بعض نے ترجیح دی۔ ردالمحتار میں ہے:

خالفھم العلامۃ الشیخ ابراھیم البیری بناء علی کراھۃ الاقتداء بھم لعدم مراعاتھم فی الواجبات والسنن وان الانفراد افضل لولم یدرك امام مذھبہ وخالفھم ایضا العلامۃ الشیخ رحمہ اللہ السندی تلمیذ ابن الھمام فقال الاحتیاط فی

علامہ شیخ ابراہیم البیری نے ان حضرات کی اس بناء پر مخالفت کی ہے کہ ان کی اقتدار مکروہ ہے کیونکہ یہ واجبات وسنن میں رعایت نہیں کرتے اور اگر اپنے مذہب کا امام نہ ملے تو تنہا نماز پڑھنا افضل ہے۔ امام ابن ہمام کے شاگرد شیخ سندی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی ان حضرات کی مخالفت کرتے ہوئے کہا کہ

marfat.com

یا سر کے بالوں کا کوئی حصہ کھولے پھرتی ہے اور شوہر مطلع ہے اور شوہر باوصف قدرت منع نہیں کرتا تو دیوث ہے اور اس کے پیچھے نماز مکروہ ورنہ نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۶۳۱ ازجائس ضلع رائے بریلی محلہ زیر مسجد مکان حاجی ابراہیم مرسلہ ولی اللہ صاحب ۲ ربیع الاول شریف ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ دو شخص ہیں اور دونوں عالم اور پابند صوم وصلوٰۃ کے ہیں مگر ایک رذیل ایک شریف، دونوں میں سے کس کو ترجیح ہوگی مرتبہ اور امامت وغیرہ میں۔ بینوا توجروا

الجواب

امامت میں بعد اس کے کہ دو شخص جامع شرائطِ امامت سُنّی صحیح العقیدہ غیر فاسق مجاہر ہوں، قرآن عظیم صحیح پڑھتے حروف مخارج سے بقدر تمایز ادا کرتے ہوں، سب سے مقدم وہ ہے کہ نماز و طہارت کے مسائل کا علم زیادہ رکھتا ہو پھر اگر اس علم میں دونوں برابر ہوں تو جس کی قرأت اچھی ہو، پھر جو زیادہ پرہیزگار ہو شبہات سے زیادہ بچتا ہو، پھر جو عمر میں بڑا ہو، پھر جو خوش خلق ہو، پھر جو تہجد کا زیادہ پابند ہو، یہاں تک شرف نسب کا لحاظ نہیں۔ جب ان سب باتوں میں برابر ہوں تو اب شرافت نسب سے ترجیح ہے۔

فی التنویر والدر الاحق بالامامۃ الاعلم باحکام الصلوٰۃ بشرط اجتنابہ للفواحش الظاھرۃ ثم الاحسن تجویدا ثم الاورع ثم الاسن ثم الاحسن خلقا بالضم الفۃ بالناس ثم اکثرھم تھجدا ثم الاشرف نسبا[1] اھ مختصرا۔

تنویر اور درمختار میں ہے امامت کا زیادہ حقدار وہ ہے جو احکامِ نماز سے زیادہ آگاہ ہو بشرطیکہ وہ فحش گناہوں سے اجتناب کرنے والا ہو، اس کے بعد جو قرأت وتلاوت کی تجوید میں زیادہ اچھا ہو، پھر صاحبِ تقوٰی، پھر عمر میں بڑا، پھر جو اخلاق میں سب سے اچھا ہو، شارح نے کہا خُلق ضمۂ خاء کے ساتھ لوگوں سے ملنساری کو کہتے ہیں۔ پھر زیادہ تہجد گزار، پھر خاندانی شرف والا اھ اختصاراً (ت)

ہاں اگر رذیل اس درجہ کا ہے کہ اس کی امامت سے عام لوگ نفرت کرتے ہیں، جماعت میں خلل پڑتا ہے تو اس کی امامت نہ چاہئے،

لان التنفیر من اشد ما یحترز عنہ کیونکہ یہاں سب سے زیادہ جس بات سے بچنا ضروری ہے

---

[1] درمختار باب الامامۃ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۸۲

marfat.com

بندوبست نہ کریں تو دیّوث ہیں، اور ایسوں کو امام بنانا گناہ ۔ اور اگر تمام بدن سر سے پاؤں تک موٹے کپڑے میں خوب چھپا ہُوا ہے صرف مُنہ کی ٹِکلی کُھلی ہُوئی جس میں کوئی حصّہ کان کا یا تھوڑی کے نیچے کا یا پیشانی کے کا ظاہر نہیں تو اب فتویٰ اس سے بھی ممانعت پر ہے اور یہ امر شوہروں کی رضا سے ہو تو اُن کی امامت سے بھی احتراز انسب کہ سدِ فتنہ اہم واجبات شرعیہ سے ہے واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۶۳۹ از ماتوگا بہ ملک پیراگ مرسلہ نیاز محمد خاں بدایونی ۳ ربیع الآخر یوم سہ شنبہ ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ استنجاء کلوخ سے نہیں اسی وقت پیشاب اور فوراً پانی سے استنجاء لے لیا ان کی امامت کیسی ہے؟

الجواب

اس صورت میں ترکِ سنّت ضرور ہے مگر صرف پانی اگر انقطاعِ قطرہ ہو جاتا اور ان لوگوں کو اطمینان مل جاتا تو یہ امر اس حد کا نہیں جس کے ترک پر ان کی امامت کو ناجائز کہا جائے جبکہ ان کا منشا کوئی امر قبیح مثل استخفاف سنت حضرت امیر المؤمنین فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نہ ہو، واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۶۴۰ از حیدر آباد دکن مرسلہ حسین خان بوساطت مولوی ضیاء الدین صاحب ۵ ربیع الآخر ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متینِ مصطفیٰ اس مسئلہ میں کہ ایک مولوی صاحب مذہب حنفی ترک کرکے مذہب حنبلی اختیار کیا ہے اور وجہ تبدیل مذہب یہ بتاتے ہیں کہ قریب زمانہ وفات حضرت سیّد عبدالقادر جیلانی قدس سرہ العزیز نے مذہب حنبلی اختیار فرمایا اس لئے میں نے بھی تبدیل مذہب کی بس بصورت صحت بیان مولوی صاحب نسبت تبدیل مذہب اقتدائے مولوی صاحب حسبِ اصولِ حنفیہ درست ہے یا نہیں جبکہ وہاں کثرت سے حنفی لوگ لائق اقتدار موجود ہوں ۔

الجواب

ان بلاد میں کہ جہاں نہ حنبلی مذہب کے عالم ہیں نہ کتابیں، حنفیت چھوڑ کر حنبلیت اختیار کرنا ہرگز نہیں، انتقال کرنے والا اگر مذہب حنفی کا عالم تھا تو یہ انتقال صراحۃً مراد شرع کے مضاد ہوگا کہ شرع نے طلبِ علم کا حکم دیا اور یہ ترکِ علم وطلبِ جہل کرتا ہے حاشاللہ حنبلیت جہل نہیں چاروں مذہب حق و ہدی ورشاد ہیں مگر جہاں نہ جس مذہب کے عالم نہ کتابیں وہاں اس کا اختیار صراحۃً اپنے جہل کا اختیار ہے اور اگر اول سے جاہل تھا تو اپنے علم وعمل کا دروازہ بند کرتا ہے احکامِ حنفیت سے آگاہ نہ تھا تو فاسئلوا اھل الذکر[1] (اہلِ ذکر سے پوچھو) کے امتثال پر تو قادر تھا اب کہ وہ مذہب اختیار کرتا ہے جس کے اہلِ ذکر بھی یہاں نہیں تو صراحۃً جہل کے ساتھ ملا اور اپنے منہ پر شریعت مطہرہ کا دروازہ بند کرتا ہے واللہ الہادی ۔

---

[1] القرآن ۱۶/ ۴۳

marfat.com

ایسے شخص کے پیچھے نماز مکروہ ہے۔ اور وُہ دوسرا حافظ اگر بلا عذرِ شرعی جماعتِ مسجد میں کبھی آتا ہے کبھی نہیں تو ترکِ جماعت بھی فسق ہے اس کے پیچھے بھی نماز مکروہ۔ ایسی صورت میں تیسرے شخص کو امام کیا جائے جو عقیدۃً پُورا سُنّی ہو، قرآن مجید صحیح پڑھتا ہو، فاسق نہ ہو، مسائلِ نماز و طہارت سے خوب واقف ہو۔ اور اگر یہ دوسرا حافظ سُنّی صحیح العقیدہ صحیح خواں غیر فاسق ہے جماعت کو جس وقت اس مسجد میں نہیں آتا دُوسری مسجد میں جاتا ہے یا کسی عذرِ صحیح شرعی کے سبب ترک کرتا ہے تو اس کی اقتدار میں حرج نہیں، اس کے ہوتے ہُوئے وہ امامِ مقرر نماز نہ پڑھائے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۶۳۴ ۲۲ شعبان المعظم ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جس مسجد میں امامِ مقررہ موجود ہو اس کی بغیر اجازت دوسرا شخص نماز پڑھا سکتا ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

بے اس کی اجازت کے دُوسرے کو امامت نہ چاہئے جبکہ وُہ امام معیّن صالح امامت ہو یعنی سُنّی صحیح العقیدہ کہ قرآنِ عظیم صحیح پڑھے اور اس کا فسق ظاہر نہ ہو۔ دُرِ مختار میں ہے:

امام المسجد الراتب اولی بالامامۃ من غیرہ مطلقا[1] الخ وفی ردالمحتار من التتارخانیۃ مایفید المنع ان ام بلا اذن[2]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

(مسجد کا مقررہ امام ہر حال میں دُوسروں سے افضل ہوتا ہے الخ ردالمحتار میں تتارخانیہ سے جو کچھ مذکور ہے وہ مفید منع ہے اگر دُوسرا بلا اجازت امامت کرائے) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۶۳۵ ۲۸ رجب ۱۳۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص مسجد میں رہتا ہے اور امامت پر مقرر ہے اور اس کی حالت یہ ہے کہ امرد لڑکوں سے محبّت رکھتا ہے اور ایک لڑکا ضرور رکھتا ہے جب اس کو چھوڑ دیتا ہے دوسرا تجویز کرلیتا ہے، خلوت میں بھی وہ لڑکے اس کے پاس بیٹھتے ہیں، بعض وقت انھیں پیار کرتے بھی دیکھا گیا ہے اس کی شکایت میں شخص مذکور کو پولیس تک بھی پہنچنا ہُوا مگر پولیس کی دھمکی پر بھی باز نہ آیا، آخر مسلمانوں نے اپنی مسجد سے نکال دیا کہ ہم مسجد میں ایسی ناشائستگی پسند نہیں کرتے۔ اب دُوسری مسجد میں آیا، یہاں بھی وہی حال ہے، ایسی صورت میں اسے امام بنانا اُس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا

---

[1] درمختار — باب الامامۃ — مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی — ۱/۸۳
[2] ردالمحتار بحوالہ تاتارخانیہ — باب الامامۃ — ر مصطفی البابی مصر — ۱/۴۱۳

marfat.com

مسئلہ ۶۴۲ ازکلی ناگر پرگنہ پورن پور ضلع پیلی بھیت مرسلہ اکبر علی صاحب ۵ جمادی الآخرہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ ایک شخص مدتِ دراز سے امامت کرتا ہے اور بہ مشورہ اہلِ اسلام پیش امام ہے اور بعد اس امامت کرنے کے پیش امام نے اپنے گھر میں حرام کرایا اور ایک عورت کا حرام پیٹ اپنے گھر میں گروایا تو اب اس کو امامت کرنی چاہئے یا نہیں؟

الجواب

اگر ثابت ہو کہ اس نے حرام کروایا یا حرام کا سامان جمع کیا یا حرام میں کسی طرح ساعی ہوا یا اس پر راضی ہوا تو وہ فاسق ہے اُسے ہرگز امامت نہ کرنی چاہئے اور اگر ان میں سے کچھ نہ تھا بلکہ کوئی عورت کسی طرح معاذاللہ حرام میں مبتلا ہوئی اور اُسے حمل رہا اُس نے اس کی پردہ پوشی کے لئے اسقاط کرایا جبکہ بچہ میں جان نہ پڑی تھی تو اس پر الزام نہیں بلکہ پردہ پوشی امرِ حسن ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۶۴۳ ازکلی ناگر پرگنہ پورن پور ضلع پیلی بھیت مرسلہ اکبر علی صاحب ۵ جمادی الاخری ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ پیش امام نے اپنے نفس کے واسطے جھوٹ بولا اور یہ کہا کہ میرے گھر کو آگ لگ گئی ہے تو اس سے پیش امام کی امامت میں فرق تو نہیں آیا اور یہ پیش امام امامت کے لائق ہے یا نہیں؟

الجواب

اگر اس نے جھوٹ بول کر لوگوں کو دھوکا دیا اُن سے کچھ مال وصول کیا تو وہ فاسق ہے امامت سے معزول کیا جائے، اور اگر مراد یہ نہیں تو مراد واضح کی جائے کہ اُس کا جواب دیا جائے، ایسے گول الفاظ سوال میں لکھنا نادانی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۶۴۴ تا ۶۵۰ ازپیلی بھیت محلہ منیر خاں مرسلہ جناب مولانا مولوی وصی احمد صاحب محدث سورتی رحمہ اللہ تعالیٰ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اِن مسائل میں:

(۱) کیا امامت میں شرعاً وراثت جاری ہے کہ امام مرجائے تو اُس کے بعد اُسی کی اولاد یا خاندان سے امام ہونا ضرور ہے، غیر شخص امام ہو تو اُن کے حق میں دست اندازی ہو۔

(۲) کیا اہلسنّت کے مذہب میں امامت حق خاندانی ہے کہ امام کے بعد اُس کے خاندان سے باہر جانا اُن کی حق تلفی ہے۔

(۳) امامت اصل حق علمائے دین کا ہے یا جاہلوں کا۔

(۴) اگر امامت کے شرعاً احق والیق علماء ہیں تو جو لوگ عالمِ دین، صالح، متدین، جامع جملہ شرائط امامت کے ہوتے ہوئے جاہلوں کو امام بنائیں یا بنانا چاہیں یا اس میں کوشش کریں اُن پر شرعاً الزام ہے یا نہیں۔

(۵) امامت پنجگانہ وامامت جمعہ وعیدین کا ایک ہی حکم ہے یا کیا فرق ہے۔

marfat.com

فی الدرالمختار تکرہ خلف امرد[1] فی ردالمحتار الظاھر انھا تنزیھیۃ والظاھر ایضا کما قال الرحمتی ان المراد بہ الصبیح الوجہ لانہ محل الفتنۃ[2]

درمختار میں ہے بے ریش لڑکے کے پیچھے نماز مکروہ ہے۔ ردالمحتار میں ہے ظاہر یہی ہے کہ یہ مکروہِ تنزیہی ہے۔ اور یہ بھی ظاہر ہے جیسے کہ شیخ رحمتی نے کہا کہ وہ لڑکا مراد ہے جو خوبصورت چہرے والا ہو کیونکہ وہ فتنے کا محل ہے۔ (ت)

دوسرے یہ کہ دوسرے صاحب قدرے ریش باقی رکھتے ہیں اگرچہ زیادہ کتروا دیتے ہیں بخلاف صاحب اول کہ اصلاً نہیں رکھتے اس تقدیر پر دونوں کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہوگی اور انھیں امام بنانا گناہ کہ داڑھی مُنڈانا اور کترواکر حدِ شرع سے کم کرانا دونوں حرام وفسق ہیں اور اس کا فسق بالاعلان ہونا ظاہر کہ ایسوں کے منہ پر جلی قلم سے فاسق لکھا ہوتا ہے اور فاسق معلن کی امامت ممنوع وگناہ ہے کما نص علیہ فی الغنیۃ عن الحجۃ وحققناہ فی فتاوٰنا (غنیہ میں حجہ کے حوالے سے اس پر تصریح ہے اور ہم نے اپنے فتاوٰی میں اس کی تحقیق کی ہے۔ ت) اور مذاہب اربعہ حقہ سے کسی دوسرے مذہب والے کے پیچھے حنفی کی اقتدار میں چند صورتیں ہیں:

(۱) اس خاص نماز میں معلوم ہو کہ امام نے کسی فرض یا شرطِ وضو یا نماز یا امامت مطابق مذہب حنفی کی رعایت نہ کی وقد اتمسنا بیان بعضہ مع مالہ وعلیہ فی فتاوٰنا (ہم نے اپنے فتاوٰی میں اس پر کچھ تفصیل سے اعتراضات مع جوابات ذکر کئے ہیں۔ ت) اس صورت میں اُس کے پیچھے حنفی کی نماز محض باطل۔

(۲) خاص نماز کا حال معلوم نہ ہو مگر اس کی عادت معلوم ہے کہ غالباً امور مذکورہ میں مذہب حنفی کی مراعات نہیں کرتا تو اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے۔

(۳) عادت بھی معلوم نہیں تو اس کی امامت مکروہ ہے اور ارجح یہ کہ اب یہ کراہت تحریمی نہیں۔

(۴) عادت یہ معلوم ہے کہ ہمیشہ مراعات کا التزام کرتا ہے تو صورت سوم سے حکم اخف ہے مگر ایک گونہ کراہت سے ہنوز خالی نہیں۔

(۵) خاص اس نماز کا حال معلوم ہے کہ اس میں اس نے جمیع امور مذکورہ کی رعایت کی ہے تو اب عند الجمہور کراہت اصلاً نہیں اگرچہ پہلے عادت عدم مراعات رکھتا ہو پھر بھی افضل یہی ہے کہ مل سکے تو موافق المذہب کی اقتدار کرے،

---

[1] درمختار باب الامامۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۸۳

[2] ردالمحتار ؍؍ مصطفی البابی مصر ۱/۴۱۵

marfat.com

فوض واسند فی موضع موته لمن اراده صح لان المختار لارشد ارشد فهو باطل لان الرشد صفة قائمة بالرشید لا تحصل له بمجرد اختیار غیره له کما لا یصیر الشخص الجاهل عالما بمجرد اختیار الغیر له فی وظیفة التدریس وکل هذه امور ناشئة عن الجهل واتباع العادة المخالفة لصریح الحق بمجرد تحکیم العقل المختل ولا حول ولا قوة الا باللّٰه العلی العظیم[1] (ملخصاً) واللّٰه تعالٰی اعلم۔

مرضی کے مطابق کسی کو حقوق تفویض کر دیتا ہے تو صحیح ہے کیونکہ عقلمند کا اختیار درست ہی ہوتا ہے، پس یہ باطل ہے کیونکہ وقف کے معاملات میں رشد ایسی صفت ہے جو رشید کے ساتھ قائم ہوتی ہے، یہ محض غیر کی پسندیدگی کی وجہ سے کسی کو حاصل نہیں ہوجاتی، جیسا کہ جاہل شخص کے لئے غیر کے محض وظیفہ تدریس پسند کرنے سے جاہل عالم نہیں بن سکتا، یہ تمام امور جہالت اور ایسی عادت پر مبنی ہیں جو عقل میں خلل کی بنا پر صریح حق کے خلاف حکم جاری کرتی ہے لاحول ولاقوۃ الا باللّٰہ العلی العظیم (ملخصاً) واللّٰہ تعالٰی اعلم (ت)

(۲) اہلسنّت کے مذہب میں امامت حق خاندانی نہیں کہ یہ رافضیوں میں بھی جاہل رافضیوں کا خیال ہے۔ اسی بنا پر ان کے نزدیک امامت بعد حضور سید عالم صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم کے حق امیر المومنین مولٰی علی کرم اللّٰہ تعالٰی وجہہٗ تھی۔ شیخین رضی اللّٰہ تعالٰی عنہما کو معاذ اللّٰہ ناحق پہنچی کہ مولٰی علی حضور کے خاندان اقدس میں سے تھے نہ شیخین رضی اللّٰہ تعالٰی عنہم اجمعین، آج تک اُن کے جُہال عوام کو یہی بہکاتے ہیں کہ خاندان کی چیز خاندان سے باہر نہیں جاسکتی صدیق وفاروق کیونکر اس کے مستحق ہوگئے، اور اہلسنّت یہی جواب دیتے ہیں کہ یہ دنیوی وراثت نہیں دینی منصب ہے اس میں وہی مستحق مقدم رہے گا جو افضل ہو۔ واللّٰہ تعالٰی اعلم

(۳) امامت اصل حق حضور پُر نور سید المرسلین صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم کا ہے کہ نبی اپنی اُمت کا امام ہوتا ہے قال اللّٰہ تعالٰی انی جاعلك للناس اماما[2] (اللّٰہ تعالٰی کا فرمان ہے بلاشبہ میں آپ کو لوگوں کا امام بنانے والا ہوں۔ ت) اب حضور اقدس صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم تو نبی الانبیاء وامام الائمہ ہیں صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم اور ہر عاقل جانتا ہے جہاں اصل تشریف فرما نہ ہو وہاں اُس کا نائب ہی قائم ہوگا نہ کہ غیر اور تمام مسلمان آگاہ ہیں کہ علمائے دین ہی نائبانِ حضور صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم ہیں نہ کہ جہال، تو امامت خاص حقِ علماء ہے اس میں جہال کو اُن سے منازعت کا اصلاً حق نہیں، ولہذا علمائے کرام نے تصریح فرمائی ہے احق بالامامۃ اعلم قوم ہے۔

---

[1] ردالمحتار مطلب فیما شاع فی زماننا من تفویض نظر الاوقاف للصغیر مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۳/ ۴۲۲

[2] القرآن ۲/ ۱۲۴

marfat.com

امام بحرالرائق (نے) مجتبیٰ سے (نقل کیا) ہے:

اذا کان مراعیا فالاقتداء بہ صحیح علی الاصح ویکرہ والا فلا یصح اصلا[1] اھ (ملخصا)

اگر وہ شافعی المذہب رعایت کرنے والا ہو تو اصح قول کے مطابق اسکی نماز صحیح اور مکروہ ہے ورنہ بالکل صحیح نہیں اھ ملخصاً (ت)

اقول والتوفیق بنفی کراھۃ التحریم فی المراعی واثبات کراھۃ التنزیہ۔

اقول (میں کہتا ہوں) ان میں موافقت یوں ہے کہ رعایت کرنے والے کی اقتداء میں کراہت تحریمی کی نفی ہو اور کراہت تنزیہی کا اثبات ہو۔ (ت)

نیز بحر میں ہے:

الاقتداء بالشافعی علی ثلثۃ اقسام الاول ان یعلم منہ الاحتیاط فی مذھب الحنفی فلا کراھۃ الثانی ان یعلم منہ عدمہ فلا صحۃ لکن اختلفوا ھل یشرط ان یعلم منہ عدمہ فی خصوص ما یقتدی بہ او فی الجملۃ صحح فی النھایۃ الاول وغیرہ اختار الثانی، و فی فتاوی الزاھدی (اذا راہ احتجم) ثم غاب فالاصح انہ یصح (الاقتداء بہ لانہ یجوز ان یتوضأ احتیاطا) وحسن الظن بہ اولٰی الثالث ان لا یعلم شیئا فالکراھۃ[2]۔

شافعی امام کی اقتداء کی تین صورتیں ہیں، پہلی صورت یہ ہے کہ شافعی سے مذہب حنفی کی رعایت کرنا معلوم ہو تو اس کی اقتداء میں کراہت نہیں۔ دوسری صورت یہ ہے کہ اس سے عدمِ رعایت معلوم ہو تو اس کی اقتداء درست نہیں، لیکن فقہاء کا اس میں اختلاف ہے کہ آیا یہ شرط ہے کہ اس سے عدمِ رعایت کا علم خاص اس نماز کے اعتبار سے ہے جس میں اقتداء مطلوب ہے یا فی الجملۃ کا اعتبار ہے۔ نہایہ میں پہلے قول کو صحیح قرار دیا ہے اور دیگر کتب نے دوسرے قول کو اختیار کیا ہے۔ اور فتاوٰی زاہدی میں ہے کہ جب کوئی حنفی شافعی کو دیکھے کہ اس نے پچھنے لگوائے پھر وہ غائب ہوگیا تو اصح مذہب یہ ہے کہ اس کی اقتداء درست ہے کیونکہ ممکن ہے اس نے احتیاطاً وضو کرلیا ہو اور اس کے ساتھ حسنِ ظن رکھنا بہتر اور اولٰی ہے تیسری

---

[1] بحرالرائق باب الامامۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۳۵۱

[2] بحرالرائق باب الوتر والنوافل " " " " ۲/۴۶

ف: اس عبارت میں قوسین کے درمیان والی عبارت کا اضافہ ضرورت کے تحت کیا ہے اصل میں عبارت ملخصاً مذکور ہے جو قوسین سے باہر ہے۔ نذیر احمد

marfat.com

ایسا امام ہے نہ ایسے امام کا نائب و ماذون ومقرر کردہ، اس کی امامت ان نمازوں میں اصلاً صحیح نہیں، اگر امامت کرے گا نماز باطل محض ہوگی، جمعہ کا فرض سر پر رہ جائے گا، ان شہروں میں کہ سلطانِ اسلام موجود نہیں اور تمام ملک کا ایک عالم پر اتفاق دشوار ہے، اعلم علمائے بلدکہ اس شہر کے سُنّی عالموں میں سب سے زیادہ فقیہ ہو، نماز کے مثل مسلمانوں کے دینی کاموں میں اُن کا امام عام ہو اوربحکم قرآنِ عظیم اُن پر اُس کی طرف رجوع اور اس کے ارشاد پر عمل فرض ہے جمعہ وعیدین وکسوف کی امامت وُہ خود کرے یا جسے مناسب جانے مقرر کرے اُس کے خلاف پر عوام بطورِ خود اگر کسی کو امام بنالیں گے صحیح نہ ہوگا کہ عوام کا تقرر بجبوری اُس حالت میں روا رکھا گیا ہے جب امام عام موجود نہ ہو، اُس کے ہوتے ہُوئے اُن کی قرار داد کوئی چیز نہیں۔ تنویر الابصار و درمختار باب الجمعہ میں ہے :

یشترط لصحتها سبعة اشیاء الاول المصر وفناءه والثانی السلطان او مامورہ باقامتها۔[1]

جمعہ کی صحت کے لئے سات اشیاء کا ہونا شرط ہے پہلی شہر اور فناءِ شہر، دوسری خود بادشاہ یا وُہ شخص جس کو بادشاہِ وقت نے جمعہ قائم کرنے کی اجازت دی ہو۔ (ت)

فتاوٰی امام عتابی پھر حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ مطبوعہ مصر جلد اول ص ۲۴۰ میں ہے :

اذا خلی الزمان من سلطان ذی کفایة فالامور موکلة الی العلماء ویلزم الامة الرجوع الیهم ویصیرون ولاة فاذا عسر جمعهم علی واحد استقل کل قطر باتباع علمائه فان کثروا فالمتبع اعلمهم فان استووا اقرع بینهم۔[2]

جب زمانہ ذی کفایت سلطان سے خالی ہو جائے تو معاملات علماء کے سپرد کئے جائیں اور امت پر ان علماء کی طرف رجوع لازم ہوگا اور وہی حکمران کہلوائیں گے اگر کسی معاملہ پر سب کا اتفاق مشکل ہو جائے تو ہر علاقہ والے اپنے علماء کی اتباع کریں، اگر زیادہ علماء ہوں تو جوان میں سب سے زیادہ صاحبِ علم ہو اس کی اتباع کریں، اگر سب برابر ہوں تو قُرعہ اندازی کرلی جائے (ت)

اللہ عزوجل فرماتا ہے :

اطیعوا اللّٰه و اطیعوا الرسول و اولی

اللہ کی اطاعت کرو اور اس کے رسول کی اطاعت کرو

---

[1] درمختار باب الجمعة مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۰۹

[2] حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ النوع الثالث فی بیان العلوم المندوب الیها مطبوعہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۱/۳۵۱

marfat.com

امام بحرالرائق (نے) مجتبیٰ سے (نقل کیا) ہے:

اذاکان مراعیا فالاقتداء بہ صحیح علی الاصح ویکرہ والا فلا یصح اصلا[1] اھ (ملخصا)

اگر وہ شافعی المذہب رعایت کرنے والا ہو تو اصح قول کے مطابق اسکی نماز صحیح اور مکروہ ہے ورنہ بالکل صحیح نہیں اھ ملخصاً (ت)

اقول والتوفیق بنفی کراھۃ التحریم فی المراعی واثبات کراھۃ التنزیہ۔

اقول (میں کہتا ہوں) ان میں موافقت یُوں ہے کہ رعایت کرنے والے کی اقتداء میں کراہت تحریمی کی نفی ہو اور کراہت تنزیہی کا اثبات ہو۔ (ت)

نیز بحر میں ہے:

الاقتداء بالشافعی علی ثلثۃ اقسام الاول ان یعلم منہ الاحتیاط فی مذھب الحنفی فلا کراھۃ الثانی ان یعلم منہ عدمہ فلا صحۃ لکن اختلفوا ھل یشترط ان یعلم منہ عدمہ فی خصوص ما یقتدی بہ او فی الجملۃ صحح فی النھایۃ الاول وغیرہ اختار الثانی، و فی فتاوی الزاھدی (اذا راٰہ احتجم) ثم غاب فالاصح انہ یصح (الاقتداء بہ لانہ یجوز ان یتوضأ احتیاطاً) وحسن الظن بہ اولی الثالث ان لایعلم شیأً فالکراھۃ[2]۔

شافعی امام کی اقتدار کی تین صورتیں ہیں، پہلی صورت یہ ہے کہ شافعی سے مذہب حنفی کی رعایت کرنا معلوم ہو تو اس کی اقتدار میں کراہت نہیں۔ دوسری صورت یہ ہے کہ اس سے عدمِ رعایت معلوم ہو تو اس کی اقتدار درست نہیں، لیکن فقہار کا اس میں اختلاف ہے کہ آیا یہ شرط ہے کہ اس سے عدمِ رعایت کا علم خاص اس نماز کے اعتبار سے ہے جس میں اقتدار مطلوب ہے یا فی الجملۃ کا اعتبار ہے۔ نہایہ میں پہلے قول کو صحیح قرار دیا ہے اور دیگر کتب نے دوسرے قول کو اختیار کیا ہے۔ اور فتاوٰی زاہدی میں ہے کہ جب کوئی حنفی شافعی کو دیکھے کہ اس نے پچھنے لگوائے پھر وُہ غائب ہوگیا تو اصح مذہب یہ ہے کہ اس کی اقتداء درست ہے کیونکہ ممکن ہے اس نے احتیاطاً وضو کرلیا ہو اور اس کے ساتھ حسنِ ظن رکھنا بہتر اور اولٰی ہے تیسری

---

[1] بحرالرائق باب الامامۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۳۵۱

[2] بحرالرائق باب الوتر والنوافل " " " " ۲/۴۶

ف: اس عبارت میں قوسین کے درمیان والی عبارت کا اضافہ ضرورت کے تحت کیا ہے اصل میں عبارت ملخصاً مذکور ہے جو قوسین سے باہر ہے۔ نذیر احمد

marfat.com

مدة تزید علی ثلث سنوات وله جار بجانبه والرجل المذکور یتصرف فی البیت المذبور هدما وعمارة مع اطلاع جاره علی تصرفه فی المدة المذکورة تسمع دعواہ ام لا اجاب لا تسمع دعواہ علی ما علیہ الفتوٰی[1]۔

گھر ہے وہ اس میں تین سال سے زائد عرصہ سے قیام پذیر ہے اور اس کی ایک جانب پڑوسی بھی ہے مذکورہ شخص اس گھر میں گرانے اور بنانے ہر طرح کا تصرف کرتا ہے اور مدت مذکورہ میں اس کا پڑوسی اس کے تصرف سے آگاہ بھی ہے تو کیا اس کا دعوٰی قابلِ سماعت ہوگا یا نہیں ؟ اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ مفتی بہ قول کے مطابق اس کا دعوٰی قابلِ سماعت نہیں۔ (ت)

اسی میں ہے :

مجرد الاطلاع علی التصرف مانع من الدعوٰی[2]۔

تصرف پر محض اطلاع ہی دعوٰی سے مانع ہوتی ہے۔ (ت)

اور مجرد سند اگرچہ مہری ہو کوئی حجتِ شرعی نہیں، نہ ہر گز ثبوت میں پیش ہونے کے قابل۔ فتاوٰی امام قاضی خان میں ہے :

احضر صکا فیہ خطوط العدول والقضاۃ الماضیین وطلب من القاضی القضاء بذلک الصک قالوا لیس للقاضی ان یقضی بذلک الصک لان القاضی انما یقضی بالحجۃ والحجۃ ھی البینۃ او الاقرار واما الصک فلا یصلح حجۃ لان الخط یشبہ الخط[3]۔

کسی شخص نے ایسا اشٹام پیش کر دیا جس میں ماضی کے حکمران اور قاضیوں کے دستخط تھے اور قاضی سے اس اشٹام کے مطابق فیصلہ چاہا تو فقہاء کہتے ہیں کہ قاضی اس اشٹام کے مطابق فیصلہ نہیں کر سکتا کیونکہ قاضی دلیل و حجت کا پابند ہوتا ہے اور حجت گواہ یا اقرار کا نام ہے، رہا معاملہ اشٹام کا تو وہ قابلِ حجت نہیں کیونکہ تحریر ایک دوسرے سے مشابہ ہوسکتی ہے۔ (ت)

اشباہ والنظائر میں ہے : لایعتمد علی الخط ولا یعمل بہ[4] (تحریر پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا اور نہ ہی اس کے

---

[1] العقود الدریۃ فی تنقیح الفتاوی الحامدیۃ کتاب الدعوٰی حاجی عبدالغفار و پسران تاجران کتب ارگ بازار قندھار (افغانستان) ۲/۴

[2] " " " " " " " " " " " "

[3] فتاوٰی قاضی خان فصل فی دعوی الوقف والشہادۃ علیہ مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۴/۷۴۲

[4] الاشباہ والنظائر کتاب القضاء مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۱/۳۳۸

marfat.com

عدم الاقتداء بہ ولو مراعیا۔[1] اگرچہ مخالف رعایت کرنے والا ہو پھر بھی اقتداء نہ کرنے میں احتیاط ہے (ت) واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم

مسئلہ ۶۳۷ از مانوگاجہ ملک پیراگ مرسلہ نیاز محمد خاں بدایونی ۳ ربیع الآخر یوم سہ شنبہ ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ جمیع اہلِ اسلام شافعی مذہب ہیں عام جن میں ایک مرتبہ اور چند مرتبہ حج بھی کر آئے ہیں مگر تارک نمازِ سنّت ہیں کوئی بھی کسی وقت کی نمازِ سنّت ادا نہیں کرتا صرف فرض ادا کرلیتے ہیں، ان کی امامت واسطے پیروامام حنفی کے کیسی ہے؟

الجواب

شبانہ روز میں بارہ۱۲ رکعتیں سنّتِ مؤکدہ ہیں، دو۲ صبح سے پہلے اور چار۴ ظہر سے پہلے اور دو۲ بعد، اور دو۲ مغرب وعشاء کے بعد، جو ان میں سے کسی کو ایک آدھ بار ترک کرے مستحق ملامت وعتاب ہے اور ان میں سے کسی کے ترک کا عادی گنہگار وفاسق ومستوجبِ عذاب ہے اور فاسق معلن کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی، اور اس کو امام بنانا گناہ ہے۔ صرح بہ الغنیۃ عن الحجۃ (اس کے بارے میں حجہ کے حوالے سے غنیہ میں تصریح ہے۔ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۶۳۸ از مانوگاجہ ملک پیراگ مرسلہ نیاز محمد خاں بدایونی ۳ ربیع الآخر یوم سہ شنبہ ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ عام دستور اور رواج اس ملک کا ہے کہ مستورات باہر نکلتی ہیں ڈولی یا پالکی کا نہ دستور ہے نہ جانتی ہیں غرضکہ پردہ قطعی نہیں ہے کسی تقریب یا عیادت یا کسی ضرورت کو پاپیادہ جانا، پوشش ان کی بجائے پاجامہ ایک تہبند مثل غلافِ تکیہ کمر سے گھٹنوں تک، بدن پر مثل ہندوستان چھوٹے کپڑے یا دوپٹہ کے استعمال میں نہیں، ایک جُبّہ کے مثل پہنتی ہیں جو نیچا پیر کے تلے تک ہوتا ہے۔ رہا سر کا پردہ، جب گھر سے باہر نکلنا ہُوا تو ایک تہبند مثل بالا تحریر کے اندر جسم میں پہن لیا، سر او رکمر تک کا پردہ ہوجاتا ہے، مگر چہرہ کھُلے رکھنے کی عادت ہے، ہاتھ البتہ بحفاظت پردہ میں رہتے ہیں، ان کا نکلنا عام وارثوں کی اجازت سے ہے بلکہ خاوند یا وارث ہمراہ ہوتے ہیں، یہ طریقہ عام ہے خواہ نواب ہو خواہ غریب، ان لوگوں کی امامت کیسی ہے؟

الجواب

عورت اگر کسی نامحرم کے سامنے اس طرح آئے کہ اُس کے بال اور گلے اور گردن یا پیٹھ یا کلائی یا پنڈلی کا کوئی حصّہ ظاہر ہو یا لباس ایسا باریک ہو کہ ان چیزوں سے کوئی حصّہ اُس میں سے چمکے تو یہ بالاجماع حرام اور ایسی وضع ولباس کی عادی عورتیں فاسقات ہیں، اور ان کے شوہر اگر اس پر راضی ہوں یا حسبِ مقدور

---

[1] ردالمحتار باب الامامۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۴۱۷

marfat.com

ہر نیک و بد کا مساوی حق قرار دیں۔ جب ہر صالح و طالح اُس میں یکساں ہیں تو تمہارے خاندان کی خصوصیت کہاں ہے اور جب ہر فاسق و بدکار کے پیچھے روا بتاتے ہو تو عالمِ دین صالح ثقہ متقی سے کیوں اُلجھتے ہو، معلوم ہُوا کہ اپنے ہوائے نفس کے پیرو ہیں باقی بس، اللہ تعالیٰ اتباعِ شرع و اطاعتِ علمائے دین کی توفیق بخشے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۶۵۱ ۲۱ ذی قعدہ ۱۳۲۲ھ

اندھے کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ تنزیہی یا تحریمی ہے یا نہیں اور یہ امامت کے واسطے سزاوار ہے یا نہیں؟ اور مولانا روم کے اس شعر کا کیا مطلب ہے؟ ؎

در شریعت ہست مکروہ اے کیا در امامت پیش کردن کور را

گرچہ حافظ باشد و چست و فقیہ چشم روشن بہ دگر باشد سفیہ

الجواب

اندھا اگر تمام موجودین میں سب سے زیادہ مسائل کا جاننے والا نہ ہو اور اس کے سوا دوسرا صحیح القرأت صحیح العقیدہ غیر فاسق معلن حاضرِ جماعت ہے تو اندھے کی امامت مکروہ تنزیہی ہے اور اگر وہی سب سے زیادہ علم نماز رکھتا ہے تو اسی کی امامت افضل ہے، اگر حاضرین میں دوسرا صحیح خواں بدمذہب یا فاسق معلن ہے اور اندھا ان سب عیبوں سے پاک ہے تو اسی کی امامت ضرور ہے، اور اگر صحیح خواں صرف وہی ہے جب تو اصلاً دوسرا قابلِ امامت ہی نہیں۔ درمختار میں ہے:

یکرہ تنزیہا امامۃ اعمی الا ان یکون اعلم القوم فھو اولی اھ[1]

نابینے شخص کی امامت مکروہ تنزیہی ہے البتہ اس صورت میں اس کی امامت اولیٰ ہوگی جب وُہ دوسروں سے زیادہ صاحبِ علم ہو اھ مختصرا (ت)

حضرت مولوی قدس اللہ تعالیٰ اسرارنا بسرہ النوری اُن آنکھوں میں کلام فرماتے ہیں جن سے اُنھیں کام ہے جس کی چشمِ باطن روشن ہے اگرچہ علم بطور رسمی حاصل نہ کیا ہو علم رسمی کے عالم غیر عارف سے افضل و احق بالتقدیم ہے کہ علمِ لدنّی علم رسمی سے بدرجہا اجل و اکمل ہے۔

قال اللہ تعالیٰ واتقوا اللہ ط و یعلمکم اللہ[2] و

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے اور اللہ سے تقویٰ اختیار کرو اور اللہ تعالیٰ ہی تمھیں علم کی دولت سے نوازتا ہے، اللہ

قال تعالیٰ قل ھل یستوی الذین یعلمون

---

[1] درمختار باب الامامۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۸۳

[2] القرآن ۲/۲۸۲

marfat.com

مسئلہ ۱۴۱۶: از کلی ناگر پرگنہ پورن پور ضلع پیلی بھیت مرسلہ اکبر علی ۵ جمادی الاخری ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ منکوحہ زید کو لفظ طلاق کہنے کا ثبوت نہ پاکر پندرہ بیس مردمانِ اہلِ اسلام نے مشورہ کرکے اپنا پیش امام مقرر کیا اور مسئلہ دیکھا کہ جس پر مواہیر علمائے دین چسپاں تھیں اور علمائے دین نے نماز پڑھانے کی اجازت زید کو دی اور پیش امام مدتِ دراز سے امامت کرتے ہیں اور نمازِ جمعہ بھی پڑھاتے ہیں اور پیش امام حرام کاروں کو بھی نصیحت کرتے ہیں اور حرام کاروں نے نصیحت کرنے کے سبب سے دو جماعتیں کرلی ہیں، اب ایک مولوی صاحب ان کے یہاں وارد حال مقیم ہیں کہ جو غیر اللہ کا جانور ذبح کرتے ہیں مولوی صاحب بھی ان کے یہاں کھاتے ہیں جمعہ کے روز وہ لوگ جو امام سے برگشتہ تھے مولوی صاحب کو مسجد میں لائے اور بروقت آنے مولوی صاحب کے پیش امام اُٹھے اور منبر پر بیٹھ گئے اور اذان کا حکم دیا کہ اذان پڑھو، اور جو لوگ کہ پیش امام سے برگشتہ تھے اور مولوی صاحب کو لائے تھے پیش امام سے کہا کہ منبر پر سے تم اُترو یہ مولوی صاحب نماز پڑھائیں گے، جن مردمانِ اہلِ اسلام نے کہ پیش امام اپنا مقرر کیا تھا اور جو پیش امام منبر پر بیٹھے تھے اُن کے رُوبرو اذان کہی گئی اس پر مولوی صاحب بولے کہ یہ پیش امام طلاقی ہے اس کے پیچھے نماز جائز نہیں ہے، پیش امام نے اُسی وقت مسئلہ باجازت نمازہ مواہیر علمائے دین پیش کیا مولوی صاحب نے مسئلہ دیکھ کر پھینک دیا اور کہا کہ یہ مسئلہ درست نہیں، یہ کلام مولوی صاحب کا سُن کر جن اہلِ اسلام نے اپنا پیش امام مقرر کیا تھا پیش امام سے کہا کہ نماز پڑھاؤ اور مولوی صاحب سے کہا کہ ہم کو اعتبار اس مسئلہ کا ہے کہ جس پر مواہیر علمائے دین موجود اور چسپاں ہیں اگر یہ مسئلہ غلط ہوتا تو مواہیر علمائے دین کیونکر اس پر چسپاں کرتے، اگر تمہاری نماز ان کے پیچھے نہیں ہوسکتی ہے تو نہ ہو ہماری نماز تو ہوسکتی ہے، یہ کلام اہلِ اسلام کا سُن کر مولوی صاحب مسجد سے باہر چلے گئے اور بعد ہوجانے نماز جمعہ کے پھر مسجد میں آئے اور دوسری مرتبہ مولوی صاحب نے خطبہ پڑھا اور جمعہ کی نماز پڑھائی، تو حاصل کلام یہ کہ اول جمعہ کی نماز ہوجانے کے بعد دوسری نماز جمعہ کی ہوسکتی ہے اور مولوی صاحب جدید وارد حال امامت کے لائق ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

جمعہ کے لئے امام وہی ہوسکتا ہے جس کا تقرر بادشاہِ اسلام سے چلا آتا ہے یا وہ کہ جسے بضرورت عام مسلمان مقرر کرلیں نمازِ جمعہ قصداً چھوڑ کر چلا جانا اور پھر بعد ختمِ جماعت اپنے چند آدمیوں کو لاکر اُسی مسجد میں دوبارہ خطبہ و نماز قائم کرنا ہرگز جائز نہیں، یہ پچھلی نماز نہ ہُوئی، اور یہ دُوسرا شخص گنہگار ہُوا، اور فتوٰی شرعی کو زمین پر پھینک دینے سے اُس کا حکم بہت سخت ہوگیا، عالمگیری وغیرہ میں اسے کفر تک لکھا ہے۔ یہ جدید شخص امام بنانے کے لائق نہیں؛ واللہ تعالٰی اعلم۔

marfat.com

کہ آپ مسجد کے امام ہیں اور نماز اور لوگوں کو پڑھانا پڑتی ہے تو اس کے جواب میں کہتے ہیں کہ نماز کا میں کچھ پابند نہیں ہوں۔

(۵) اپنے وضو کا لوٹا اور گھڑا نہانے کا علیحدہ رکھتے ہیں۔

(۶) ایک رافضی سے بے تکلفی ہے کہ اس کے ساتھ کھانا کھاتے ہیں اور مسجد میں باہم دونوں کے مذاق بے تکلفانہ اور معشوقانہ ہوا کرتا ہے۔

(۷) نماز کے مسائل معلوم نہیں ہیں۔

الجواب

سہواً کسی آیت میں تقدیم و تاخیر یا کسی آیت کا چھوٹ جانا اگر نادراً ہو تو مضائقہ نہیں اور اکثر ایسا ہوتا ہو تو ایسے شخص کی امامت سے احتراز اولٰی ہے جبکہ دوسرا صحیح خواں صحیح العقیدہ صحیح الطہارت غیر فاسق معلن قابلِ امامت موجود ہو، نمازِ فجر اتفاقاً قضا ہو جانے پر مواخذہ نہیں جبکہ اپنی طرف سے تقصیر نہ ہو، مگر اکثر قضا ہونا بے تقصیر نہیں ہوتا، اگر کوئی علت صحیح شرعی قابلِ قبول نہ رکھتا ہو تو بے پروائی ضرور اسے حدِ فسق تک پہنچائے گی اور فاسق کو امام بنانا منع ہے۔ جو شخص آفتاب ڈھلنے ظہر کا وقت شروع ہونے سے پہلے سوئے اور کسی مرض یا ماندگی کے سبب اتفاقاً ایسا سو جائے کہ ظہر کا وقت گزر جائے تو اس پر الزام نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لا تفریط فی النوم انما التفریط فی الیقظۃ۔[1] سونے میں قصور نہیں، قصور جاگنے میں ہے۔

اور اگر ظہر کا وقت آگیا یعنی آفتاب دائرۂ نصف النہار سے ڈھل گیا اس کے بعد سویا اور وقت بالکل گزار دیا تو اس پر الزام ہے کما نص علیہ فی رد المحتار (جیسا کہ اس پر ردالمحتار میں تصریح کی ہے۔ ت) اور جبکہ اس کا عادی ہو، بارہا ایسا واقع ہو تو ضرور فاسق ہے اور اُسے امام بنانا گناہ، یُونہی اگر اتنے سونے کا عادی ہو کہ فرض ظہر پڑھتے ہی وقتِ عصر واقعی آجاتا ہے سنّت کا وقت نہیں ملتا تو اس صورت میں بھی ترک سنّتِ مؤکدہ کی عادت کے سبب آثم و گنہگار اور امام بنانے کا ناسزاوار ہے، مغرب کا وقت سیر بازار میں تنگ کردینا اگر اتنا ہو کہ چھوٹے چھوٹے ستارے بھی ظاہر ہو جائیں کہ حقیقۃً تنگ وقت یہی ہے جب تو اُس کا مکروہ و ممنوع ہونا ظاہر اور اگر اتنا بھی نہ ہو تو اس قدر میں شک نہیں کہ جماعت یا اقل درجہ جماعت اولٰی ضرور متروک ہوئی وقد حققناہ فی فتاوٰنا ان الواجب ھو ادراک الجماعۃ الاولی (ہم نے فتاوٰی میں اس کی تحقیق یہ کی ہے کہ

---

[1] سنن ابو داؤد باب فی من نام عن صلٰوۃ او نسیھا مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۶۳

marfat.com

(۶) اگر کسی گھرانے میں سابق سے امامت رہی ہے پھر ان کے ایک شخص سے مسلمانوں نے ناراض ہو کر اسے امامت سے معزول کیا ہو اور با آنکہ اس خاندان میں دو تین شخص اور اسی کے مثل موجود ہوں اُن کے ہوتے ہوئے ایک عالمِ دین کو امامت کے لئے انتخاب کیا اور برسوں اُس عالم یا اُس کے نائب نے جمعہ پڑھایا اور اس گھرانے والوں نے بھی بلانزاع اُس کے پیچھے نمازِ جمعہ پڑھی ہو پھر کئی سال کے بعد دفعۃً وہ لوگ مدعی ہوں کہ امامت ہمارا حق خاندانی ہے اور اس بنا پر عالم کی امامت چھیننا چاہیں تو اُن کا یہ فعل محمود ہے یا مذموم و ممنوع، اور یہ دعوٰی مسموع ہے یا ممنوع و مدفوع، اور اگر اب یہ لوگ زمانہ ریاست اسلام کی کوئی سند مہری ظاہر کریں کہ امامت ہمارے ہی خاندان کی ہے تو وہ سند شرعاً مستند ہے یا نہیں۔

(۷) اگر یہ لوگ اپنے اوپر عالمِ دین کی ترجیح دفع کرنے کو حدیث صلوا خلف کل بر و فاجر (ہر نیک اور فاجر کے پیچھے نماز ادا کرلو۔ ت) پیش کریں تو ان کا استدلال صحیح ہے یا باطل۔ بینوا توجروا۔

الجواب

(۱) امامت میں وراثت جاری نہیں ورنہ سہام فرائض پر تقسیم ہو اور بحکم آیہ کریمہ یوصیکم اللّٰہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین[1] اللہ تعالٰی تمھیں اولاد کے بارے میں حکم دیتا ہے کہ دو بیٹیوں کے برابر بیٹے کا حصہ ہوگا۔ ت) دوہرا حصہ بیٹوں کو ملے اور اکہرا بیٹیوں کو اور بحکم آیہ کریمہ ولھن الثمن مما ترکتم ان کان لکم ولد[2] (ان بیویوں کے لئے آٹھواں حصہ ہے اگر خاوند اولاد چھوڑ گئے ہوں۔ ت) آٹھویں دن کی امامت بی بی کو ملے بلکہ پیٹ کے بچے بھی امامت کا حصہ پائیں کہ شرعاً وارث تو وہ بھی ہیں، عورات و اطفال کا اصلاً اہلِ امامت نہ ہونا ہی دلیل واضح کہ امامت میں وراثت نہیں کہ وراثت خاندانی اُسی شیئ میں جاری ہوسکتی ہے جو ہر وارث کو پہنچ سکے بلکہ سب کو معاً پہنچنا لازم، اور امامت میں تعدد محال، تو کس بنا پر کہا جاسکتا ہے کہ امام کے بعد اُس کے وارثوں ہی میں امامت ضرور ہے، یہ صریح جہل مبین ہے۔ ردالمحتار میں ہے:

اعتقادھم ان خبز الاب لابنہ لا یفید لما فیہ من تغییر حکم الشرع ومخالفۃ شرط الواقف واعطاء الوظائف من تدریس و امامۃ وغیرھا الی غیر مستحقھا[3] وکذلک اعتقادھم ان الارشد اذا

ان کا یہ اعتقاد کہ باپ کی روزی بیٹے کے لئے ہے مفید نہیں، کیونکہ اس میں حکمِ شرع کی تبدیلی ہے اور واقف کی شرط کی مخالفت ہے اور تدریس، امامت وغیرہ پر غیر مستحق کے لئے وظائف کا عطا کرنا ہے اسی طرح ان کا یہ اعتقاد کہ زیادہ صاحبِ عقل اپنی مرضِ موت میں جب اپنی

---

[1] القرآن ۴/ ۱۱
[2] القرآن ۴/ ۱۲
[3] ردالمحتار مطلب فیما شاع فی زماننا من تفویض نظر الاوقاف للصغیر مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۳/ ۴۲۲

marfat.com

ادا نہیں کرتا اپنے گھر پر پڑھ لیتا ہے لیکن جمعہ کے روز مسجد میں امامت کرتا ہے اور کثرت سے لوگ اُس کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں مگر بعض اشخاص اُس کے پیچھے نماز پڑھنے سے اعتراض کرتے ہیں مگر اعتراض کنندہ زید سے ہر بات میں کم تر ہیں اور محتاط ومتقی بھی نہیں ہیں اور نفسانیت وضد بھی ہے اور پیشتر یہ معترض بھی اُس کے پیچھے نماز پڑھتے تھے تو پس زید کے پیچھے نماز پڑھنی ایسے اشخاص مذکورۂ بالا کی درست ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

زید کا ترکِ جماعت کرنا اگر کسی عذرِ صحیح شرعی کے سبب ہے تو زید پر مواخذہ نہیں اور اُس کے پیچھے ہر نماز بلاکراہت درست ہے جبکہ کوئی مانع شرعی نہ ہو اشخاص مذکورین کا اُس کی اقتدا سے احتراز اس صورت میں محض جہالت و بیجا ہے، اور اگر وہ بلا عذر شرعی ترکِ جماعت کا عادی ہے تو یہ ضرور فسق ہے اور اس تقدیر پر اُس کی اقتدا سے بچنا بجا ہے جبکہ جمعہ دوسری جگہ صالح امامت متقی کے پیچھے مل جاتا ہو ورنہ صرف اس عذر سے کہ امام تارکِ جماعت ہے ترکِ جمعہ کی اجازت نہیں ہوسکتی۔ ردالمحتار میں ہے:

فی المعراج قال اصحابنا لاینبغی ان یقتدی بالفاسق الافی جمعۃ لانہ فی غیرھا یجد اماما غیرہ اھ قال فی الفتح وعلیہ فیکرہ فی الجمعۃ اذا تعددت اقامتہا فی المصر علی قول محمد المفتی بہ لانہ بسبیل الی التحول[1]

معراج میں ہے ہمارے اصحاب احناف نے کہا ہے کہ جمعہ کے علاوہ فاسق کی اقتداء نہ کی جائے کیونکہ جمعہ کے علاوہ باقی نمازوں میں دوسرا امام میسر آسکتا ہے اھ فتح میں ہے اس بنا پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ جمعہ بھی اس وقت مکروہ نہ ہوگا جب امام محمد کے قول جو مفتی بہ ہے کے مطابق شہر میں متعدد جگہ جمعہ ہوتا ہو، کیونکہ ایسی صورت میں دُوسرے امام کی اقتدار میسر ہوسکتی ہے (ت)

دُرمختار میں ہے:

الجماعۃ سنۃ مؤکدۃ للرجال وقیل واجبۃ وعلیہ عامۃ مشائخنا وھو الراجح عند اھل المذھب فتسن او تجب ثمرتہ تظھر فی الاثم بترکھا مرۃ اھ ملتقطا۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

مردوں کے لئے جماعت سنّتِ مؤکدہ ہے، بعض نے واجب کہا ہے اور اکثر مشائخ اسی پر ہیں اور اہلِ مذہب کے ہاں بھی یہی راجح ہے پس جماعت سنّت ہو یا واجب اس کا ثمر کسی ایک دفعہ ترک کی صورت میں ظاہر ہوگا اھ ملتقطا۔ (ت) واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم

---

[1] ردالمحتار — باب الامامۃ — مطبوعہ مصطفٰی البابی مصر — ۱/۴۱۴

[2] درمختار — " " — " مطبع مجتبائی دہلی — ۱/۸۲

marfat.com

تنویر الابصار و درمختار وغیرہما میں ہے:

الاحق بالامامۃ تقدیما بل نصبا مجمع الانھر الاعلم باحکام الصلٰوۃ[1] — امامت کے لئے مقدم ہونے بلکہ مقرر کرنے میں زیادہ حقدار وہ ہے مجمع الانہر جو شخص احکامِ نماز سے زیادہ آگاہ ہو۔ (ت)

واللہ تعالٰی اعلم۔

(۴) بیشک جو عالمِ دین کے مقابل جاہلوں کو امام بنانے میں کوشش کرے وہ شریعتِ مطہرہ کا مخالف اور اللہ و رسول اور مسلمانوں سب کا خائن ہے، حاکم و عقیلی، طبرانی و ابن عدی و خطیب بغدادی نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کی حضور پُرنور سیدِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

من استعمل رجلا من عصابۃ وفیھم من ھو ارضی للہ منہ فقد خان اللہ ورسولہ والمؤمنین[2] — جو کسی جماعت سے ایک شخص کو کام پر مقرر کرے اور اُن میں وہ موجود ہو جو اللہ عزّوجل کو اس سے زیادہ پسندیدہ ہے بیشک اس نے اللہ و رسول اور مسلمانوں سب کے ساتھ خیانت کی۔ (ت)

واللہ تعالٰی اعلم۔

(۵) امامت جمعہ و عیدین و کسوف، امامت نمازِ پنجگانہ سے بہت تنگ تر ہے۔ پنجگانہ میں ہر شخص صحیح الایمان، صحیح القراءۃ، صحیح الطہارۃ، مرد عاقل، بالغ، غیر معذور امامت کرسکتا ہے یعنی اس کے پیچھے نماز ہوجائے گی اگرچہ بوجہ فسق وغیرہ مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہو تجوز الصلاۃ خلف کل بر و فاجر (نماز ہر نیک و فاجر کے پیچھے جائز ہے۔ ت) کے یہی معنی ہیں مگر جمعہ و عیدین و کسوف میں کوئی امامت نہیں کرسکتا اگرچہ حافظ قاری متقی وغیرہ وغیرہ فضائل کا جامع ہو مگر وہ جو بحکم شرع عام مسلمانوں کا خود امام ہو کہ بالعموم اُن پر استحقاقِ امامت رکھتا ہو، یا ایسے امام کا ماذون و مقرر کردہ ہو اور یہ استحقاق علی الترتیب صرف تین طور پر ثابت ہوتا ہے:

اوّل: وہ سلطان اسلام ہو۔

ثانی: جہاں سلطنتِ اسلام نہیں وہاں امامتِ عامہ اس شہر کے اعلم علمائے دین کو ہے۔

ثالث: جہاں یہ بھی نہ ہو وہاں بمجبوری عام مسلمان جسے مقرر کرلیں، بغیر ان صورتوں کے جو شخص نہ خود

---

[1] درمختار — باب الامامۃ — مطبوعہ مجتبائی دہلی — ۱/۸۲

[2] المستدرک علی الصحیحین الامارۃ امانۃ — " دارالفکر بیروت — ۴/۹۲

ف: مستدرک میں فیھم کی جگہ فی تلک العصابۃ کا لفظ ہے۔ نذیر احمد سعیدی

marfat.com

جہالت کے ساتھ کرتا ہے۔ بینوا توجروا

الجواب

جبکہ اُس کی عورت کلائیاں کھولے باہر پھرتی دکان کرتی ہے یا گرمیوں میں باریک کپڑے پہنے نکلتی ہے جس سے بدن چمکتا ہے اور اُس کا شوہر ان احوال سے واقف ہو کر حسبِ مقدور کامل بندوبست نہیں کرتا تو وہ دیوث ہے اُس کے پیچھے نماز پڑھنا اور اسے امام بنانا گناہ ہے، اور اگر وہ عورت کو ہدایت بھی کرے اور اُس الزام سے توبہ کرکے پاک ہوجائے تو اس حالت میں بھی جبکہ وہ قرآن مجید ایسا غلط پڑھتا ہو جس سے نماز فاسد ہوتی ہے تو اُس کی امامت بالکل باطل ہے اور اُس کے پیچھے نماز اصلاً نہ ہوگی۔ مگر یہ الزام وہی لگا سکتے ہیں جو خود صحیح پڑھتے ہوں، ورنہ ان کی خود بھی نماز نہیں ہوسکتی وہ سب ایک سے ہوئے، اُن سب پر فرض ہے کہ حرفوں کی اتنی صحت کرلیں جس سے نماز صحیح ہوجائے، جب تک ایسا نہ کریں گے اُن سب کی نماز باطل ہوگی اور اگر غلطی وہ ایسی نہیں کرتا جس سے نماز فاسد ہو اور اس کے سوا اور کوئی صحیح پڑھنے والا وہاں نہیں تو لازم ہے کہ وہی امام کیا جائے اور بہرا ہونے کی پروا نہ کی جائے جبکہ وہ عورت کا بندوبست کرلے اور اگر اور بھی صحیح العقیدہ، غیر فاسق، صحیح پڑھنے والا وہاں موجود ہے تو یہ اگرچہ صحیح بھی پڑھے اور عورت کا بندوبست بھی کر لے اُس دوسرے صحیح خواں کی امامت اولٰی ہوگی کہ جب یہ ایسا بہرا ہے کہ تکبیر کی آواز نہیں سُنتا تو نماز میں اگر اُس سے کہیں بھول یا غلطی واقع ہوئی مقتدیوں کا بتانا نہ سُنے گا واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ ۶۵۹ از بھیکن پور ضلع علی گڑھ مرسلہ جعفر علی صاحب ۱۴ ربیع الاول ۱۳۲۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین متین بیچ امامت اس شخص کے کہ جو صرف حافظِ قرآن و فارسی خواں ہو اور ایک مسجد کا امام تنخواہ دار لیکن بازار میں مسلمان سے لڑتا اور مغلظات الفاظ زبان پر لاتا ہو اور کبھی مسجد میں مؤذن سے سخت کلامی اور اس کی حسب ونسب پر مجمع مقتدیان میں الزام لگاتا ہو مؤذن وبعض مقتدیوں سے عرصہ سے کدورت وکینہ رکھتا ہو تنبیہ کرنے پر مقتدیوں پر الزام لگاتا ہو کہ تم میری غیبت کرتے اور میری روزی چھیننے کی کوشش کرتے ہو اور اپنے قصور کا ہنوز اعتراف نہ کرتا ہو اور مؤذن سے سلام علیک ترک کردی ہو ایسے امام کی اقتدا بلاکراہت جائز ہے یا کچھ کراہت ہے؟ بینوا توجروا

الجواب

مسلمان سے بلاوجہ شرعی کینہ وبغض رکھنا حرام ہے اور بلامصلحت شرعیہ تین دن سے زیادہ ترک سلام کلام بھی حرام ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لاتباغضوا ولاتحاسدوا ولاتدابروا وکونوا عباداللہ اخوانا۔[1]

بغض نہ رکھو، حسد اور غیبت نہ کرو، اور اللہ کے بندے بن کر بھائی بھائی ہوجاؤ۔ (ت)

[1] صحیح البخاری باب الہجرۃ حدثنا الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۸۹۷

الامر منکم[1] اور اپنوں میں سے اولی الامر کی اطاعت کرو۔ (ت)

ائمہ دین فرماتے ہیں صحیح یہ ہے کہ آیہ کریمہ میں اولی الامر سے مراد علمائے دین ہیں نص علیہ العلامۃ الزرقانی فی شرح المواھب وغیرہ فی غیرہ (اس پر علامہ زرقانی نے شرح المواہب اور دیگر علمائے نے اپنی کتب میں تصریح کی ہے۔ ت) دُرمختار میں ہے:

نصب العامۃ الخطیب غیر معتبر مع وجود من ذکر اما مع عدمھم فیجوز للضرورۃ[2]۔

عوام کا خطیب مقرر کرنا اس وقت معتبر نہیں ہے جبکہ مذکورہ افراد موجود ہوں، اگر مذکورہ افراد نہ ہوں تو عوام کا خطیب مقرر کرنا ضرورت کے تحت جائز ہے۔ (ت)

فتاوٰی قاضی خان و ردالمحتار وغیرہما میں ہے:

خطب بلا اذن الامام والامام حاضر لم یجز[3] الا ان یکون الامام امرہ بذلک[4]۔

اگر کسی نے امام کی اجازت کے بغیر خطبہ دیا حالانکہ امام حاضر تھا تو یہ جائز نہیں البتہ اس صورت میں جائز ہوگا جب امام نے اسے اس بات کا حکم دیا ہو۔ (ت)

واللہ تعالٰی اعلم۔

(۶) عالم سے اُن کی منازعت مذموم و ممنوع اور ان کا دعوٰی مردود و نامسموع، جوابات سابقہ میں واضح ہولیا کہ امامت میں وراثت نہیں، نہ وہ کسی کا حقِ خاندانی ہے بلکہ حقِ علمائے دین ہے اور انھیں کو تقدیم و ترجیح ہے خصوصاً امامتِ جمعہ و عیدین کہ یہاں بے اُن کے اذن کے محض باطل ہے اور سالہا سال تک عالم کا امامت کرنا اور ان کا معترض نہ ہونا دلیل واضح ہے کہ وہ عامیانہ خیالات کے طور پر بھی کوئی استحقاق محکم اس کا نہ رکھتے تھے کہ ان کے خاندان سے باہر کوئی امام نہ ہو، نہ اس وقت ان کے پاس کوئی سند تھی ورنہ ضرور ظاہر کرتے، امامت اگر ان کا خاندانی حق ہوتی ہرگز سالہا سال دوسرے کو اُس میں تصرف کرتے دیکھ کر ساکت نہ رہتے، اب کہ منازعت تازی بات (نیا معاملہ) ہے جس طرح ائمہ دین تصریح فرماتے ہیں کہ جب ایک شخص کسی شَے میں برسوں تصرف کرے اور دوسرا دیکھے اور مانع نہ ہو پھر دعوٰی کرے کہ میرا حق ہے تو اس کا دعوٰی ہرگز مسموع نہ ہوگا۔ عقود الدریہ میں فتاوٰی علامہ غزی سے ہے:

سئل عن رجل لہ بیت فی دار یسکنہ

ایک ایسے آدمی کے بارے میں پُوچھا گیا جس کا ایک

---

[1] القرآن ۴/۵۹

[2] درمختار باب الجمعہ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۱۰

[3] ردالمحتار " مصطفی البابی مصر ۱/۵۹۴

[4] فتاوٰی قاضی خان باب صلوٰۃ الجمعہ " نولکشور لکھنؤ ۱/۸۶

marfat.com

پاس ہے اور ان کی خاص مجلسوں میں جاتے بھی اُسے دیکھا اور اُس سے توبہ کو کہا جائے تو توبہ بھی نہیں کرتا اور حالت اس کی یہ ہے کہ رافضیوں میں رافضی، سُنّیوں میں سُنّی اور اسے بعض لوگوں نے اپنے لڑکوں کا معلم اور مسجد کا امام مقرر کیا ہے اس صورت میں اس کا اور اس کے مقرر کرنے والوں کا کیا حکم ہے اور اس کا معزول کرنا بوجہ شبہ کے واجب ہے یا نہیں، اگر ہے تو کس دلیل سے، حالانکہ وہ اہلسنت کے سامنے کوئی بات عقیدہ روافض کی زبان سے نہیں نکالتا اور اگر وہ توبہ کرلے تو اس کے بعد بھی رکھا جائے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

جبکہ ثابت ومحقق ہو کہ رافضیوں میں رافضی اور سُنّیوں میں سُنّی بنتا ہے جب تو ظاہر ہے کہ وہ رافضی بھی ہے اور منافق بھی اور اس کے پیچھے نماز باطل محض، جیسے کسی یہودی نصرانی ہندو مجوسی کے پیچھے کما بیناہ فی النہی الاکید (جیسا کہ ہم نے اسے النہی الاکید میں بیان کیا ہے۔ ت) بلکہ تبرائی روافض زمانہ ان سے بھی بدتر ہیں کہ وہ کافر اصلی ہیں اور یہ مرتد، اور مرتد کا حکم سخت تر واشد کما حققناہ فی المقالۃ المسفرۃ (اس کی تحقیق ہم نے اپنے مقالے مسفرہ میں کی ہے۔ ت) اور اگر صرف اسی قدر ہو کہ اس کی حالت مشکوک ومشتبہ ہے جب بھی اُسے امامت سے معزول کرنا بدلائل کثیرہ واجب ہے۔

فاقول وباللہ التوفیق (پس میں اللہ کی توفیق سے کہتا ہوں)

دلیل اوّل علماء تصریح فرماتے ہیں کہ جب کسی امر کے بدعت وسنّت ہونے میں تردد ہو تو وہاں سنّت ترک کی جائے، بحرالرائق پھر ردالمحتار مکروہات الصلاۃ میں ہے:

اذا تردد الحکم بین سنۃ وبدعۃ کان ترک السنۃ راجحا علی فعل البدعۃ[1] مختصراً

جب حکم سنّت اور بدعت کے درمیان متردد ہو تو بدعت پر عمل کی بجائے ترک سنّت راجح ہے (ت)

المحیط پھر فتح القدیر اواخر سجود السہو میں ہے:

ما تردد بین البدعۃ والسنۃ ترکہ لان ترک البدعۃ لازم واداء السنۃ غیر لازم[2]

جب بدعت اور سنّت کے درمیان تردد ہو تو سنّت کو ترک کردیا جائے کیونکہ ترکِ بدعت لازم اور ادائے سنّت غیر لازم ہے۔ (ت)

ظاہر ہے کہ اگر یہ شخص واقع میں سُنّی ہو تو خاص اسی کو امام کرنا کچھ سنّت بھی نہیں اور رافضی ہو تو اسے امام کرنا حرام قطعی

---

[1] ردالمحتار مطلب اذا تردد الحکم بین سنۃ وبدعۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۴۷۵

[2] فتح القدیر باب سجود السہو " مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۴۵۵

marfat.com

مطابق عمل کیا جائے گا۔ ت) فتاوٰی عالمگیری میں ہے:

الکتاب قد یفتعل ویزور والخط یشبه الخط والخاتم یشبه الخاتم[1]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ تحریر کبھی جعلی اور جھوٹی ہوتی ہے اسی طرح کبھی تحریر، تحریر کے اور مُہر مُہر کے مشابہ ہوتی ہے۔ (ت) واللہ تعالٰی اعلم

(۷) زمانہائے خلافت میں سلاطین خود امامت کرتے اور حضور عالم ماکان ومایکون صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو معلوم تھا کہ ان میں فسّاق وفجّار بھی ہوں گے فرمایا کہ ستکون علیکم امراء یؤخرون الصلٰوۃ عن وقتھا[2] (تم پر ایسے امراء وارد ہوں گے جو نمازوں کو وقت سے مؤخر کریں گے۔ ت) اور معلوم تھا کہ اہلِ صلاح کے قلوب ان کی اقتداء سے تنفر کریں گے اور معلوم تھا کہ اُن سے اختلاف آتشِ فتنہ کو مشتعل کرنے والا ہوگا اور دفع فتنہ دفع اقتداء فاسق سے اہم و اعظم تھا قال اللہ تعالٰی والفتنۃ اکبر من القتل[3] (فتنہ قتل سے بڑا اور بدتر ہوتا ہے۔ ت) لہذا دروازہ فتنہ بند کرنے کے لئے ارشاد ہوا، صلوا خلف کل بر وفاجر[4] (ہر نیک وفاجر کے پیچھے نماز ادا کرو۔ ت) یہ اس باب سے ہے: من ابتلی ببلیتین اختار اھونھما (جو شخص دو مصیبتوں میں مبتلا ہوجائے تو ان میں سے آسان کو اختیار کرے۔ ت) اور فقہاء کا قول تجوز الصلاۃ خلف کل بر وفاجر (ہر نیک وفاجر کے پیچھے نماز ادا کرنا جائز ہے۔ ت) اُسی معنی پر ہے جو اوپر گزرے کہ نماز فاسق کے پیچھے بھی ہوجاتی ہے اگرچہ غیر معلن کے پیچھے مکروہ تنزیہی اور معلن کے پیچھے مکروہِ تحریمی ہوگی مگر ان مدعیوں کے لئے اس حدیث ومسئلہ فقہ میں کوئی حجت وسند نہیں نفسِ جواز وصحت سے مساوات کیونکر نکلی کہ منافی ترجیح ہو، اللہ تعالٰی فرماتا ہے: ام نجعل المتقین کالفجار[5] (کیا ہم صاحب تقوٰی کو فاجر لوگوں کے برابر کردیں گے۔ ت) یہی فقہاء برابر تصریح فرماتے ہیں کہ امامت کا احق اعلم قوم کو ہے اور فاسق کے پیچھے نماز مکروہ، پھر جواز بھی غیر نماز جمعہ وعیدین وکسوف میں ہے ان نمازوں کی شرط وہ تنگ ہے کہ بے امامت عامہ بمعنی مذکور کسی صالح متقی کے پیچھے بھی نہیں ہوسکتی" کما تقدم بیانہ" پھر عجب تناقض ہے کہ اپنا استحقاق جتانے کے لئے تو امامت خاص اپنے خاندان کے لئے محصور کردیں کہ خاندان سے باہر کسی عالمِ دین کو بھی اُس کا استحقاق نہ مانیں اور عالمِ دین کی ترجیح رفع کرنے کو کل بر وفاجر کے عموم کا دامن تھامیں اور اسی امامت کو

---

[1] فتاوی ہندیہ الباب الثالث والعشرون فی کتاب القاضی الی القاضی مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۳/۳۸۱

[2] مسند الامام احمد بن حنبل مروی عن عبادہ بن الصامت مطبوعہ دار الفکر بیروت ۵/۳۱۴

[3] القرآن ۲/۲۱۷

[4] سنن الدار قطنی باب صفۃ من تجوز الصلوٰۃ الخ مطبوعہ نشر السنۃ ملتان ۲/۵۷

[5] القرآن ۳۸/۲۸

marfat.com

مقتد یا قائم فتفسد علیھما[1]۔ بناء پر صحیح ہو تو نماز کے فاسد ہونے کا حکم دیا جائیگا، اور مقتدی کا امام ہونا مفسدِ نماز ہے اور ایسی صورت میں یہاں ہر ایک کے مقتدی ہونے کا احتمال باقی ہے لہذا دونوں کی نماز فاسد ہوجائے گی (ت)

ظاہر ہے کہ بر تقدیر سنیت اُس کے پیچھے نماز صحیح اور بر تقدیر رفض فاسد، تو اس کی امامت کیونکر جائز ہوسکتی ہے۔

دلیل پنجم علماء فرماتے ہیں قاضی محض تہمت وحصول ظن پر تعزیر دے سکتا ہے بحرو نہر و درمختار وغیرہا میں ہے، للقاضی تعزیر المتھم وان لم یثبت علیہ[2] (قاضی محض تہمت کی بنا پر تعزیر جاری کرسکتا ہے اگرچہ ثبوت نہ ہو۔ ت) جب تہمت ایسی چیز ہے جس کے سبب بے ثبوتِ صریح ایک مسلمان کو سزا دینے کی اجازت ہوجاتی ہے جس میں اصل حرمت ہے تو نماز کے لئے احتیاط کرنی کیوں نہ واجب ہوجائے گی جس کی اصل فرضیت ہے جس شخص نے اُس کے حال سے مطلع ہوکر اُسے مسلمانوں کا امام یا اپنے لڑکوں کا معلم مقرر کیا حالانکہ اہلسنت میں صاف و پاک امام و معلّم بکثرت مل سکتے ہیں اُس نے اللہ و رسول اور مسلمانوں سب کی خیانت کی وہ مسلمانوں کا بدخواہ ہے اُس پر اپنے فعل سے توبہ اور اپنے مقرر کئے ہُوئے کو معزول کرنا لازم حاکم صحیح مستدرک میں ہے اور ابن عدی و عقیلی و طبرانی و خطیب حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من استعمل رجلا من عصابۃ وفیھم من ھو ارضی للہ منہ فقد خان اللہ ورسولہ والمؤمنین[3]۔

جس نے کسی جماعت سے ایک شخص کو کام پر مقرر کیا اور ان میں وہ شخص موجود تھا جو اس سے زیادہ اللہ کو پسند ہے تو اس نے اللہ و رسول اور مسلمانوں سب کی خیانت کی۔ (ت)

تیسیر شرح جامع صغیر میں اسی حدیث کی شرح میں ہے:

ای نصبہ علیھم امیرا او قیما او عریفا او اماما للصلوٰۃ[4]۔

یعنی اس نے لوگوں پر امیر، نگہبان، محاسب یا نماز کے لئے امام بنایا۔ (ت)

پھر اگر یہ شخص توبہ بھی کرلے تو بمجرد توبہ اُسے امام نہیں بنا سکتے بلکہ لازم ہے کہ ایک زمانۂ ممتد تک اُسے معزول رکھیں اور اور اُس کے احوال پر نظر رہے، اگر خوف وطمع و غضب و رضا وغیرہا حالات کے متعدد تجربے ثابت کردیں کہ واقعی یہ

---

[1] فتح القدیر باب صلوٰۃ المسافر مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۲/ ۱۴

[2] درمختار باب التعزیر ؍ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۲۹

[3] المستدرک علی الصحیحین الامارۃ امانۃ ؍ دار الفکر بیروت ۴/ ۹۲

ف: مستدرک میں فیھم کی جگہ فی تلک العصابۃ کا لفظ ہے۔ نذیر احمد سعیدی

[4] التیسیر شرح الجامع الصغیر حدیث مذکور کے تحت مکتبۃ الامام الشافعی الریاض ۲/ ۳۹۶

والذین لایعلمون[1]۔ واللہ تعالٰی اعلم — تعالٰی کا یہ بھی فرمان ہے کیا علم والے اور بے علم برابر ہوسکتے ہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۶۵۲: از گنڈہ نالہ مرسلہ وزیر احمد ۹ جمادی الاخری یوم شنبہ ۱۳۲۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید تمسکات میں سُود لکھوالیتا ہے اور بیان کرتا ہے کہ میں صرف لکھوالیتا ہُوں اور چار پانچ برس ہُوئے کہ اُس نے مع سُود نالش کرکے ڈگری کرائی تھی اس صورت میں اس کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

ہرگز نہیں، جس طرح سُود لینا حرام ہے یُونہی سود لکھوانا حرام ہے بلکہ حدیث میں دوسرے کے لئے سُود کا کاغذ لکھنے پر لعنت فرمائی[2]، اور ارشاد فرمایا کہ وہ اور سُود لینے والا دونوں برابر ہیں[3]، تو خود اپنے لئے سُود لکھوانا کیونکر موجبِ لعنت نہ ہوگا اور یہ زعم کہ میں لیتا نہیں محض اس کا اپنا ادعا ہے کہ قبول نہ ہوگا اور اگلی نالش مع سود اس کے کذب پر گواہ ہے غرضکہ وہ فاسق ہے اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی قریب بحرام واجب الاعادہ ہے یعنی نادانستہ پڑھ لی ہو تو جب معلوم ہو جتنی نمازیں اس کے پیچھے پڑھی ہوں سب کا دُہرانا واجب ہے اور دانستہ پڑھی تو نماز دُہرانا جُدا واجب، اور اس کے پیچھے نماز پڑھنے کا گناہ علاوہ۔ لہذا توبہ کرے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۶۵۳: ۹ رجب المرجب یوم یکشنبہ ۱۳۲۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ جس میں اوصاف حسب ذیل ہوں وُہ شخص لائقِ امامت ہے یا نہیں:

(۱) نماز میں قرآن شریف جو پڑھتے ہیں اس میں کبھی نیچے کی آیت اُوپر پڑھ جاتے ہیں کبھی آیت چھُوٹ جاتی ہے۔

(۲) فجر کی نماز اکثر قضا پڑھا کرتے ہیں۔

(۳) ظہر کا وقت کبھی سونے میں گزرجاتا ہے ایسے تنگ وقت میں نماز پڑھتے ہیں کہ فرض پڑھتے ہی عصر کا وقت آجاتا ہے۔

(۴) مغرب کا وقت سیرِ بازار میں گزرتا ہے تنگ وقت میں واپس آتے ہیں، جب ان سے کہا جاتا ہے

---

[1] القرآن ۳۹/۹

[2] صحیح مسلم باب الربا مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۲۷

[3] ایضاً

marfat.com

وابن عساکر عن محمد بن سیرین قال کتب عمر بن الخطاب الی ابی موسٰی اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان لا تجالسوا صبیغا وان یحرم عطاءہ ورزقہ[1] واخرج المقدسی فی الحجۃ عن اسحٰق بن بشر القریشی قال اخبرنا ابن اسحٰق او ابواسحٰق قال کتب ای امیرالمؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ الی ابی موسی اما بعد فان الاصبغ بن علیم التمیمی تکلف ماکفی وضیع ما ولی فاذا جاءک کتابی ھذا فلا تبایعوہ وان مرض فلا تعودوہ وان مات فلا تشھدوہ قال فکان الاصبغ یقول قدمت البصرۃ فاقمت بھا خمسۃ وعشرین یوما ومامن غائب احب الی ان القیہ من الموت ثم ان اللہ الھمہ التوبۃ وقذفھا فی قلبہ فاتیت اباموسی وھو علی المنبر فسلمت علیہ فاعرض عنی فقلت ایھا المعرض انہ قد قبل التوبۃ من ھو خیر منک ومن عمر وانی اتوب الی اللہ عز وجل مما اسخط امیرالمؤمنین وعامۃ المسلمین فکتب بذلک الی عمر فقال صدق اقبلوا من اخیکم[2]

میں، اور ابن عساکر نے امام محمد سیرین سے نقل کیا کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابوموسٰی اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف خط لکھا کہ صبیغ کو پاس نہ بٹھاؤ، اس کو عطا اور رزق سے محروم رکھا جائے اور المقدسی نے اسحاق بن بشر قریشی سے کتاب الحجہ میں نقل کیا ہے کہ ہم سے ابن اسحٰق یا ابواسحٰق نے بیان کیا امیرالمؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابوموسٰی کو خط لکھا حمد و صلوٰۃ کے بعد اصبغ بن علیم تمیمی نے جو کچھ اسے کافی تھا اس میں تکلف کیا اور اس نے اپنی ولایت کو ضائع کیا جب آپ کے پاس میرا پیغام آجائے تو اسکے ساتھ خرید وفروخت نہ کرو، اگر وہ بیمار ہو جائے تو عیادت نہ کرو، اگر وہ مر جائے تو جنازہ میں شریک نہ ہونا۔ راوی کہتا ہے اصبغ کہتا تھا میں بصرہ گیا وہاں پچیس دن ٹھہرا، مجھے موت سے بڑھ کر کوئی غائب شئی محبوب نہ تھی، پھر اللہ تعالیٰ نے توبہ کی توفیق دی اور دل میں توبہ کا خیال پیدا کیا تو پھر میں ابوموسٰی کے پاس آیا آپ منبر پر تشریف فرما تھے میں نے سلام کیا انھوں نے اعراض کیا، میں نے کہا اے اعراض کرنے والے! اس ذات نے توبہ قبول کر لی جو تجھ سے اور عمر سے بہتر ہے اور میں ہر اس معاملہ سے اللہ کی بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں جس پر امیرالمؤمنین اور عام مسلمان ناراض تھے، پھر ابوموسٰی نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف یہ معاملہ لکھا، تو آپ نے فرمایا وہ سچ کہتا ہے اپنے بھائی کو

---

[1] کتاب المصاحف لابی بکر ابن الانباری

[2] کتاب الحجۃ

marfat.com

جماعت اولیٰ کا پانا واجب ہے۔ ت) تو اُس کے ترک کی عادت بھی فسق ہے اور ایسے کی امامت ممنوع، اور وُہ لفظ کہ میں نماز کا کچھ پابند نہیں ہُوں اپنے ظاہر پر بدتر وشنیع تر فسق ہے، اپنے وضو اور نہانے کے لئے برتن علیحدہ رکھنا اگر براہِ تکبّر ہو تو سخت کبیرہ اور براہِ وہم و وسوسہ ہو جب بھی ممنوع، اس کا مرتکب فاسق افسق ہے یا وہمی احمق، دینِ اسلام میں نہ چھُوت ہے نہ وساوس پروری۔ روافضِ زمانہ علی العموم کفار و مرتدین ہیں کما حققناہ فی رد الرفضۃ (جیسا کہ ہم نے ردالرفضہ میں اس کی تحقیق کی ہے۔ ت)۔ اور مرتدین سے میل جول حرام۔ اور مسجد میں ایسا مذاق سُنی صحیح العقیدہ سے بھی حرام۔ لاجرم شخص مذکور سخت فاسق و فاجر مرتکبِ کبائر ہے اور اُس کی امامت ممنوع۔ اُسے امام بنانا حرام، اُس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ، اور نماز کے مسائلِ ضروریہ کا نہ جاننا بھی فسق ہے، بہرحال شخص مذکور کی امامت کی ہرگز اجازت نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۶۵۴ از فیض آباد ڈاک خانہ شہزادپور مرسلہ عبداللہ طالب علم ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ شرع متین آیا زانی کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں، کیونکہ اس مسئلہ میں بہت جھگڑا پیدا ہوگیا ہے یہاں تک حالت گزرگئی کہ نمازِ جماعت میں تفرق ہوگیا ہے، حدیث اور کتاب کی سند ہونا چاہئے بیّنوا توجروا

الجواب

زانی فاسق ہے اور فاسق کے پیچھے نماز منع ہے، اُسے امام بنانا گناہ ہے، اُس کے پیچھے جو نمازیں پڑھی ہوں اُن کا پھیرنا واجب ہے۔ ردالمحتار میں ہے:

مشی فی شرح المنیۃ علی ان کراھۃ تقدیمہ (یعنی الفاسق) کراھۃ تحریم[1]

شرح المنیہ میں ہے کہ اس (فاسق) کی تقدیم مکروہ تحریمی ہے۔ (ت)

درمختار میں ہے:

کل صلاۃ ادیت مع کراھۃ التحریم تجب اعادتھا[2]۔

ہر وُہ نماز جو کراہت تحریمی کے ساتھ ادا کی جائے اُس کا اعادہ واجب ہے۔ (ت)

مسئلہ ۶۵۵ از گونڈہ ملک اودھ مرسلہ مسلمانانِ گونڈہ عموماً و حافظ عبدالحفیظ صاحب مدرس مدرسہ انجمن اسلامیہ گونڈہ ذی الحجہ ۱۳۲۲ھ

زید کہ صاحبِ علم متین ہے یعنی عالم ہے اور سیّد و معمر و پابندِ صوم وصلوٰۃ ہے مگر اکثر جماعت سے نماز

---

[1] ردالمحتار باب الامامۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۴۱۴

[2] درمختار باب صفۃ الصلوٰۃ " مطبع مجتبائی دہلی ۱/۷۱

marfat.com

المؤمنین ان کنت ترید قتلی فاقتلنی قتلا جمیلا وان کنت ترید تداوینی فقد واللہ برئت فاذن لہ الی ارضہ وکتب الی ابی موسٰی الاشعری ان لایجالسہ احد من المسلمین فاشتد ذلک علی الرجل فکتب ابوموسی الاشعری الی عمر ان قد حسنت توبتہ، فکتب ان یاذن للناس فی مجالستہ[1]

اے امیر المومنین! اگر آپ مجھے قتل کرنا ہی چاہتے ہیں تو بہتر انداز میں قتل کیجئے اور اگر میرا علاج فرمارہے ہیں تو اللہ کی قسم اب میں درست ہُوں۔ آپ نے اسے اپنے علاقے میں جانے کی اجازت دے دی اور ابوموسٰی اشعری کو لکھا کہ اسے مسلمانوں کی کسی مجلس میں نہ بیٹھنے دو۔ اس شخص پر یہ معاملہ گراں گزرا حتی کہ حضرت ابوموسٰی اشعری نے حضرت عمر کی طرف خط لکھا کہ آپ نے اس کی توبہ درست کردی ہے، تو حضرت عمر نے لکھا کہ اب لوگ اسے اپنے پاس بیٹھنے کی اجازت دے دیں۔ (ت)

بلکہ اگر اس کا مکروزور وکذب وفریب ظاہر ومشہور ہو تو بعد توبہ بھی کبھی امام نہ کریں کہ اسے امام کرنا کچھ ضرور نہیں اور معروف کذاب کی توبہ پر ہمیں اعتبار کا کیا ذریعہ ہے خصوصاً روافض خذلہم اللہ تعالٰی کہ تقیہ ان کا اصل مذہب اور اس کی بنیاد کا سب سے پہلا پتھر ہے خصوصاً جہاں نوکری وغیرہ کی طمع یا کسی خوف کا قدم درمیان ہو۔ امام ملک العلماء ابوبکر مسعود کاشانی قدس سرہٗ کی کتاب بدائع پھر فتاوٰی عالمگیری میں ہے:

المعروف بالکذب لاعدالۃ لہ فلا تقبل شھادتہ ابدا وان تاب بخلاف من وقع فی الکذب سھوا اوابتلی بہ مرۃ ثم تاب[2] ونسأل اللہ حسن التوبۃ والعفو والعافیۃ۔

جو شخص جھوٹ بولنے میں مشہور ہو اس کی عدالت ثابت نہیں لہٰذا اس کی شہادت کبھی قبول نہ کی جائے اگرچہ اس نے توبہ کرلی ہو بخلاف اس شخص کے جس نے سہواً یا وقتِ مجبوری کبھی ایک دفعہ جھوٹ بولا ہو اور پھر توبہ کرلی ہو اھ ہم اللہ تعالٰی کی بارگاہ سے حُسنِ توبہ، معافی اور عافیت کا سوال کرتے ہیں (ت)

بعینہٖ یہی حکم وہابیت دیوبندیہ کا ہے کہ وُہ بھی مثلِ رفض زمانہ ارتداد میں اور اس کے اصاغر مثل روافض تقیہ گزیں تو جسے دیکھیں کہ اُن لوگوں سے میل جول رکھتا، اُن کی مجالسِ وعظ میں جاتا ہے، اُس کا حال مشتبہ ہے ہرگز اُسے امام نہ کریں اگرچہ اپنے کو سُنّی کہتا ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] سنن الدارمی باب من ھاب الفتیا وکرہ التنطع والتبدع مطبوعہ نشر السنۃ ملتان ۱/۵۱

[2] فتاوٰی ہندیۃ الفصل الثانی فیمن لاتقبل شہادتہ لفسقہ ؍؍ نورانی کتب خانہ پشاور ۳/۴۶۸

marfat.com

مسئلہ ۶۵۶ از ریاست جاورہ مکان عبدالمجید خاں صاحب سررشتہ دار ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ذابح البقر کی امامت کیسی ہے؟

الجواب

جائز ہے جبکہ غلط خوانی یا بدمذہبی یا فسق وغیرہا موانع شرعیہ نہ ہوں ذبح بقر کوئی مانع نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۶۵۷ حیات النبی ہونے سے خالد کو انکار ہے اور مدینہ طیبہ کی زیارت سے بھی، حافظِ قرآن مذکور کو انکار ہے یہاں تک کہ بہت سے مسلمانوں کو خانۂ کعبہ سے لوٹا لایا اور نہ جانے دیا ایسے شخص کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں، کیا حکم ہے؟ بیّنوا توجروا

الجواب

خالد گمراہ بددین ہے اُسے امام بنانا جائز نہیں، حضور پُرنور سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بلکہ جمیع انبیائے کرام علیہم الصلٰوۃ والسلام کی حیات قرآن وحدیث واجماع سے ثابت ہے اور زیارت مدینہ طیبہ سے انکار رکھنا مسلمانوں کو لوٹا لانا کارِ شیطان وخلاف رائے مسلمانان ہے،

قال اللہ تعالٰی ویتبع غیر سبیل المؤمنین نولّہ ما تولّی ونصلہ جہنم وساءت مصیرا[1] واللہ تعالٰی اعلم

اللہ تعالٰی کا فرمان ہے جو مومنین کے علاوہ کسی کے راستے کی پیروی کرتا ہے ہم اسے اس طرف پھیر دیتے ہیں جس طرف وُہ پھرتا ہے اور اسے ہم جہنم میں ڈال دیں گے اور وہ بُرا ٹھکانہ ہے (ت)

مسئلہ ۶۵۸ مسئولہ عبدالرحیم صاحب ٹھلیا موہن پور ضلع بریلی ۵ محرم الحرام یوم یکشنبہ ۱۳۲۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص دونوں کانوں سے بہت بہرا ہے تکبیر اولٰی کانوں سے نہیں سنتا ہے اور قرآن شریف بھی اس کو صحیح یاد نہیں ہے، بیوی اس کی بے پردہ دکان پر چونے فروخت کرتی ہے، دوپٹہ موسم سرما میں گاڑھے کا اوڑھتی ہے اور موسم گرمی میں خاصہ وتن زیب کا اوڑھتی ہے اور کُرتی دس گیارہ گرہ لانبی پہنتی ہے مگر کلائیاں ہردو کُھلی چوڑی آستینوں کے باہر رکھتی ہے اور اُس کے شوہر کو کُلیاً حال معلوم ہے بچشم خود دیکھتا ہے مگر کچھ ہدایت نہیں کرتا ہے، اگر وُہ ہدایت اپنی بیوی کو پردے کی کرے تو اس کی حالت بہرے ہونے سے اور صحیح نہ پڑھنے سے قابل پیش امام ہونے کے ہے یا نہیں؟ علاوہ گزارش مندرجہ بالا کے نہایت بدآواز بھی ہے اور جو شخص اُس کو ہدایت کرتا ہے تو اُس سے حجت و تقریر

---

[1] القرآن ۴/ ۱۱۵

marfat.com

مسئلہ ۶۶۳ ازمور بھنج ضلع بریسال مرسلہ عبدالرحیم صاحب ۲۱ ذی القعدہ ۱۳۲۹ھ

جس شخص کو جذام کا گھاؤ ہوگیا ہو لیکن لنگڑا یا انگلیاں گرا نہ ہو اچھی طرح اُٹھ بیٹھ سکتا ہو اُس کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں؟ اور جس کو سوزاک ہو یا منہ بانکا ہوگیا ہو یا ضعیف اس قدر ہو کہ اُٹھنے بیٹھنے میں دیر لگتی ہو ان اشخاص کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب

جذام میں جب تک ٹپکنا نہ شروع ہُوا ہو یہ حکم ہے کہ اگر لوگوں کی نفرت کی حد تک ہے جس کے سبب اس کی امامت میں جماعت کی کمی ہو تو اس کی امامت مکروہ ہے ورنہ نہیں، اور اگر ٹپکنے لگا تو اگر معذور کی حد تک پہنچ گیا کہ ایک وقت کامل کسی نماز کا اس پر ایسا گزرا کہ وضو کرکے فرض پڑھ لینے کی مہلت نہ تھی تو جب تک ہر نماز کے وقت اگرچہ ایک ایک ہی بار ٹپکنا پایا جائے وہ معذور ہے اسے پانچ وقت تازہ وضو کرنا کافی ہے اور اس کے پیچھے صرف ایسے ہی عارضہ والے کی جو اُسی کی سی حالت رکھتا ہو نماز ہو جائے گی باقی لوگوں کی نماز نہیں ہو سکتی، یہی حکم سوزاک کا ہے۔ اگر پیپ بہتا ہو، اگر پیپ نہ نکلے تو اس کے پیچھے نماز میں کچھ حرج نہیں۔ جس کا منہ معاذاللہ ٹیڑھا ہوگیا ہو اگر اس کے سبب قرأت صحیح نہ پڑھ سکتا ہو حروف غلط ادا ہوتے ہوں تو اس کے پیچھے نماز جائز نہیں، اور اگر حروف صحیح نکلتے ہوں مگر پڑھنے میں بہت بدنمائی پیدا ہوگئی ہو تو اس کی امامت اولٰی نہیں ورنہ کچھ حرج نہیں، جو ضعف کے سبب دیر میں اُٹھتا بیٹھتا ہو اُس کے پیچھے نماز میں حرج نہیں جبکہ ایسی حالت نہ ہو کہ مثلاً جب تک سجدہ سے اُٹھ کر بقدر تین بار سبحٰن اللہ کہنے کے بیٹھا نہ رہے کھڑا نہیں ہوتا اور جب ایسی حالت ہو تو اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۶۶۴ ۷ ذی الحجہ ۱۳۲۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص مسجد اہلسنّت وجماعت کا امام اور وہ بھی مدعی ہے کہ میں سُنّی ہُوں مگر اس کی رشتہ داری وقرابت روافض سے ہُوئی ہے، اس کی پھپھیاں بھی روافض کو منسوب ہوئیں اور اس کی ہمشیرگان کے روافض سے نکاح ہُوئے اور اُس نے اپنا نکاح بھی روافض میں کیا ایسی حالت میں اس کا دعوٰی قبول ہوگا یا نہیں، تقیہ جو روافض کا شعار ہے اور اس کے ذریعہ سے اہلسنت کے عبادات کو ضائع کرنا باعثِ نجات خیال کرتے ہیں محمول ہو کہ ایسے شخص کے پیچھے اہلسنّت کو نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں، بالفرض محال اس کے دعوٰی کو سچ سمجھا جائے اور اس کو سُنّی خیال کیا جائے تو نکاح اُس کا اور اس کی ہمشیرگان کا صحیح ہوا یا نہیں، اور جو نمازیں اس کے پیچھے پڑھیں اُن کا اعادہ ضروری ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

اگرچہ رافضیوں کے یہاں بیاہت کرنے سے خود اس شخص کا خواہی نخواہی رافضی ہونا واضح نہیں ہوتا کہ

marfat.com

اور فرماتے ہیں صلی اللہ علیہ وسلم :

لا یحل لمسلم ان یھجر اخاہ فوق الثلث [1] کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں کہ دوسرے بھائی سے تین دن سے زائد سلام وکلام قطع کرے ۔ (ت)

اور فحش بکنا خصوصاً برسرِ بازار معصیت وفسق ہے ۔ حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں :

لیس المومن بالطعان ولا الفحاش [ف] [2] مومن طعن کرنے والا نہیں ہوتا اور نہ ہی فحش بکتا ہے (ت)

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں :

الحیاء من الایمان والبذاء من النفاق [3] حیاء ایمان کا حصہ ہے اور بے حیائی نفاق کا حصہ ہے ۔ (ت)

خصوصاً اگر اس فحش میں کسی مسلمان مرد یا عورت کو زنا کی طرف نسبت کرتا ہو جیسے آج کل فحش لوگوں کی گالیوں میں عام طور پر رائج ہے جب تو اشد کبیرہ ہے ۔

قال اللہ تعالٰی یعظکم اللہ ان تعودوا لمثلہ ابدا ان کنتم مومنین [4] اللہ تعالٰی کا فرمان ہے : اللہ تعالٰی تمھیں حکم دیتا ہے تم آئندہ کبھی ایسی بات نہ کرو اگر تم اہلِ ایمان ہو (ت)

بالجملہ شخص مذکور فاسق معلن ہے اور فاسق معلن کو امام بنانا گناہ اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی یعنی پڑھنی منع ہے اور پڑھ لی ہو تو پھیرنی واجب ۔ فتاوٰی حجہ پھر غنیہ پھر ردالمحتار میں ہے ، لوقدموا فاسقا یأثمون [5] (اگر لوگوں نے فاسق کو مقدم کردیا تو وہ گنہ گار ہوں گے ۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم ۔

مسئلہ ۶۶۰ از سیتاپور ذی الحجہ ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص پر رفض کا شبہ ہے اُس کی نشست اُن لوگوں کے

---

[1] صحیح البخاری باب الہجرۃ حدثنا الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۸۹۷/۲

[2] جامع الترمذی باب ماجاء فی اللعنۃ " امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۱۹/۲

مسند احمد بن حنبل ما اسند عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ مطبوعہ دارالفکر بیروت ۴۰۵/۱

[3] جامع الترمذی باب ماجاء فی العی مطبوعہ امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۲۳/۲

[4] القرآن ۱۷/۲۴

[5] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی الامامۃ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۱۳

ف : اعلحضرت کی ذکر کردہ عبارت میں "الفحاش" کا لفظ ہے جبکہ کتب احادیث جن سے حوالہ منقول ہے ان میں "الفاحش" کا لفظ ہے ۔ نذیر احمد سعیدی

marfat.com

اس کے کفر اور عذاب میں شک کیا وہ خود کافر ہوگیا۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۶۶۵: از ڈاک خانہ چوبکہ تحصیل وضلع میرپور موہرہ کنہیالال مسئولہ غلام محمد صاحب ۲۸ صفر ۱۳۳۱ھ

مسند نشین شریعت غرا جناب مولینا صاحب دام ظلکم بعد حصول سعادت قدمبوسی عرض یہ ہے کہ جو کہ کمترین کے آباء واجداد تھے وہ سب گاؤں کے امام تھے اور قدیم ایام سے امامت کرتے چلے آئے ہیں اور کمترین کے جناب دادا صاحب بھی خود گاؤں کے استاد تھے اور کمترین کے جناب والد بزرگوار بھی استادی اور امامت کرتے تھے اور ان کے بعد میں بھی استادی طریقہ رکھتا ہوں کہ گاؤں کے بہت سے لڑکوں کو قرآن مجید کی تعلیم اور کتابوں وغیرہ کی بھی دی ہے اور پانچ نماز بھی ہم امام ہوکر پڑھواتے رہے ہیں اور اب گاؤں کے ایک شخص زمیندار نے کہا اگر مرضی ہو تو امام رکھیں ورنہ نہ رکھیں کہ امام نوکر کی جگہ ہوتا ہے خواہ نوکر کے پیچھے نماز ادا کریں یا نہ کریں اور غرضیکہ اس نے بہت بیہودہ گالی بھی نکالی ہیں اور بے ادب لفظ بولے ہیں اور اب کمترین جناب کی جانب دراز دست ہے اس شخص کی نسبت فتوٰی حدیث اور شریعت کے تحریر کرکے ارسال فرمائیں کہ اس کو تعزیر لگائی جائے از حد مہربانی ہوگی اور کمترین کا حق گاؤں پر ہے یا نہیں اور شریعت میں اس کے واسطے کیا حکم ہے وہ اب امامت سے برخاست کرنا چاہتے ہیں فتوٰی مع آیات واحادیث کے ارسال فرمائیں۔

الجواب

کسی مسلمان کو بلاوجہ شرعی ایذا دینا حرام ہے اور گالی دینا سخت حرام ہے اور بعض گالیاں تو کسی وقت حلال نہیں ہوسکتیں اور ان کا دینے والا سخت فاسق اور سلطنت اسلامیہ میں اَسّی کوڑوں کا مستحق ہوتا ہے ان سے ہلکی گالی بھی بلاوجہ شرعی حرام ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من اٰذی مسلما فقد اٰذانی ومن اٰذانی فقد اٰذی اللہ۔[1] جس نے کسی مسلمان کو بلاوجہ شرعی ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ کو ایذا دی۔

اور علم دین کے استاد کا حق باپ سے بھی زائد ہے اسے ستانے والا عاق ہوتا ہے اور بلاوجہ شرعی کسی مسلمان کے رزق میں خلل اندازی بہت سخت بے جا اور بلاوجہ ایذا ہے ایسوں کو خوف نہیں آتا کہ وہ کسی مسلمان کے رزق میں بلاوجہ خلل ڈالیں، اللہ قادر مطلق ان کی روزی میں خلل ڈالے ان کا رزق تنگ کردے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں، کما تدین تدان[2] (جیسا تو اوروں کے ساتھ کرے گا ویسا ہی اللہ تیرے ساتھ

---

[1] کنز العمال الباب الثانی فی الترہیبات مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۶/ ۱۰
[2] کنز العمال الباب الاول فی المواعظ الترغیبات " " ۱۵/ ۷۷۲

marfat.com

جب سنت و مکروہ کے تردد میں ترک سنت کا حکم ہوا تو جائز و حرام قطعی کے تردد میں وہ جائز کیوں نہ واجب الترک ہوگا۔

دلیل دوم علماء فرماتے ہیں کہ جب کسی بات کے واجب و بدعت ہونے میں تردد ہو تو وہ ترک نہ کی جائے۔ فتح و حلیہ و بحر و ردالمحتار وغیرہ میں ہے:

واللفظ لهذا فی النوافل قد تقرر ان ما دار بین وقوعه بدعة او واجبا لایترك[1]

بیان نوافل میں اس (ردالمحتار) کے الفاظ یہ ہیں کہ یہ بات مسلمہ ہے جس کام کا وقوع بدعت اور واجب کے درمیان متردد ہو تو اسے (یعنی واجب کو) ترک نہیں کیا جائے گا۔ (ت)

ظاہر ہے کہ یہ شخص سُنّی ہو تو اس کی جگہ دوسرا امام مقرر کرنا کچھ بدعت بھی نہیں اور رافضی ہو تو اُسے معزول کرنا فرض قطعی جب بدعت و واجب کے تردد میں فعل ضروری ہوتا ہے تو جائز و فرض قطعی کے تردد میں اُسے معزول کرنا کیوں نہ اشد ضروری ہوگا۔

دلیل سوم شرع مطہر کا قاعدہ مقرر ہے کہ اذا اجتمع الحلال والحرام غلب الحرام[2] جب ایک چیز میں حلت و حرمت دونوں وجہیں جمع ہوں تو غلبہ حرمت کو رہے گا اور وہ شے حرام سمجھی جائے گی کما فی الاشباہ والنظائر (جیسا کہ اشباہ والنظائر میں ہے۔ ت) یہ سُنّی ہو تو امامت حلال اور رافضی ہو تو حرام، تو غلبہ حرمت ہی کو دیا جائیگا۔

دلیل چہارم عبادات میں احتیاط مطلقاً واجب ہے نہ کہ نماز کہ اہم و اعظم عبادات ہے جس کے لئے علماء فرماتے ہیں کہ اگر اس کی صحت و فساد میں اشتباہ پڑے ایک وجہ سے فاسد ہوتی ہو اور متعدد وجوہ سے صحیح تو اس ایک ہی وجہ کا اعتبار کرکے اُس کے فساد ہی کا حکم دیں گے، فتح القدیر صلاۃ المسافر میں ہے:

"ھذہ مسائل الزیادات" مسافر و مقیم ام احدھما الاخر فلما شرعا شکا فی الامام استقبلا لان الصلوۃ متی فسدت من وجه وجازت من وجوہ حکم بفسادھا و امامة المقتدی مفسدۃ واحتمال کون کل منھما

یہ مسائل زیادات کے ہیں مسافر اور مقیم میں سے ایک نے دوسرے کی امامت کی، جب دونوں نے نماز شروع کی تو انھیں امام کے بارے میں شک ہوگیا کہ میں امام ہوں یا دوسرا، تو نماز نئے سرے سے ادا کریں کیونکہ نماز جب ایک جہت سے فاسد اور کئی وجوہ کی

---

[1] ردالمحتار باب الوتر والنوافل مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۵۱۶

[2] الاشباہ والنظائر القاعدۃ الثانیۃ اذا اجتمع الحلال الخ ادارۃ القرآن کراچی ۱/۱۴۴

لانه لیس له اب یشفقه فیغلب علیه الجهل ولان فی تقدیم ھؤلاء تنفیر الجماعۃ فیکرہ[1] (ملخصا)

طور پر یہ لوگ جاہل ہوتے ہیں، ولدزنا کی امامت اس لئے مکروہ ہے کہ اس کا والد شفیق نہیں جو تعلیم کا انتظام کرے، ایسے افراد اکثر طور پر جاہل رہتے ہیں اور ان کی تقدیم سے لوگوں کو جماعت میں شمولیت سے نفرت پیدا ہوگی لہذا انکو امام بنانا مکروہ ہے۔

اختیار شرح مختار میں ہے:

ان کان الاعرابی افضل من الحضری والعبد من الحر وولد الزنا من ولد الرشدۃ والاعمی من البصیر فالحکم بالضد[2]

اگر اعرابی شہری سے، غلام آزاد سے، ولدزنا ولد نکاح سے اور نابینا بینا سے افضل ہو تو حکم اس کے برعکس ہوگا۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

نحوہ فی شرح الملتقی للبھنسی وشرح درر البحار ولعل وجھہ ان تنفیر الجماعۃ بتقدیمہ یزول اذا کان افضل من غیرہ بل التنفیر یکون فی تقدیم غیرہ[3]۔

شرح الملتقی للبہنسی اور شرح درر البحار میں بھی اسی طرح ہے، ممکن ہے اس کی وجہ یہ ہو کہ جب وہ دوسرے سے افضل ہے تو اس کے امام بننے کی صورت میں جماعت سے لوگوں کی نفرت کا ازالہ ہوجائے گا، بلکہ اس صورت میں دوسرے کو مقدم کرنا نفرت کا سبب بنے گا۔ (ت)

درمختار میں ہے:

الا ان یکون غیر الفاسق اعلم القوم فھو اولی[4]

مگر یہ کہ فاسق کے علاوہ قوم سے زیادہ عالم ہو تو وہی امامت کے زیادہ لائق ہے (ت)

اُسی میں ہے:

لو ام قوما وھم له کارھون ان الکراھۃ لفساد فیه اولانھم احق بالامۃ منه

اگر کسی نے امامت کرائی حالانکہ لوگ اسے ناپسند کرتے تھے اگر کراہت خود اس میں کسی خرابی کی بنا پر ہو یا

---

[1] الہدایۃ | باب الامامۃ | مطبوعہ المکتبۃ العربیہ کراچی | ۱/۱۰۱
[2] الاختیار لتعلیل المختار | باب الجماعۃ | ر دار فراس للنشر والتوزیع | ۱/۵۸
[3] ردالمحتار | ر | ر مصطفی البابی مصر | ۱/۴۱۴
[4] درمختار | ر | ر مطبع مجتبائی دہلی | ۱/۸۳

marfat.com

سُنّی صحیح العقیدہ ثابت قدم ہے اور روافض سے اصلاً میل جول نہیں رکھتا بلکہ اُن سے اور سب گمراہوں بددینوں سے متنفر ہے اس وقت اسے امام کرسکتے ہیں۔ فتاوٰی قاضی خان پھر فتاوٰی عالمگیری میں ہے:

الفاسق اذا تاب لایقبل شھادتہ مالم یمض علیہ زمان یظھر علیہ اثر التوبۃ والصحیح ان ذلک مفوض الٰی رأی القاضی[1]

فاسق جب تائب ہوجائے تو اس وقت تک اس کی شہادت قبول نہیں کی جائے گی جب تک اتنا زمانہ نہ گزر جائے جس میں توبہ کا اثر ظاہر ہوجائے، اور صحیح یہی ہے کہ یہ قاضی کی رائے کے سپرد کیا جائے۔ (ت)

امیر المؤمنین غیظ المنافقین امام العادلین سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے جب صبیغ سے جس پر بوجہ بحث متشابہات بدمذہبی کا اندیشہ تھا بعد ضرب شدید توبہ لی ابوموسٰی اشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ کو فرمان بھیجا کہ مسلمان اس کے پاس نہ بیٹھیں اس کے ساتھ خرید و فروخت نہ کریں بیمار پڑے تو اس کی عیادت کو نہ جائیں مرجائے تو اس کے جنازے پر حاضر نہ ہوں۔ تعمیلِ حکم احکم ایک مدت تک یہ حال رہا کہ اگر سَو آدمی بیٹھے ہوتے اور وہ آتا سب متفرق ہوجاتے۔ جب ابوموسٰی اشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ نے عرضی بھیجی کہ اب اس کا حال اچھا ہوگیا اس وقت اجازت فرمائی۔

اخرج ابوالفتح نصر بن ابراھیم المقدسی فی کتاب الحجۃ وابن عساکر عن ابی عثمان النھدی عن صبیغ انہ سأل عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالٰی عنہ عن المرسلات والذاریات والنازعات فقال لہ عمر الق ما علٰی رأسک فاذا لہ ضفیرتان فقال لو وجدتک محلوقا لضربت الذی فیہ عیناک ثم کتب الٰی اھل البصرۃ ان لا تجالسوا صبیغا قال ابوعثمان فلو جاء ونحن مائۃ تفرقنا عنہ[2] واخرج ابوبکر بن الانباری فی کتاب المصاحف

ابوالفتح نصر بن ابراہیم مقدسی نے کتاب الحجہ میں اور ابن عساکر نے ابوعثمان نہدی سے انھوں نے صبیغ سے بیان کیا کہ انھوں نے حضرت عمر سے سورہ المرسلات، الذاریات، والنازعات کے بارے میں پُوچھا تو حضرت عمر نے انھیں فرمایا اپنا سر کا کپڑا اٹھاؤ، جب اس نے کپڑا اٹھایا تو اس کے دو چوٹیوں کی صورت بال تھے۔ حضرت عمر نے فرمایا اگر میں تجھے حلق کیا ہوا پاتا تو میں وہ (سر) اڑا دیتا جس میں تیری آنکھیں ہیں۔ پھر اہلِ بصرہ کی طرف آپ نے خط لکھا کہ صبیغ کے ساتھ نہ بیٹھو۔ ابوعثمان کا بیان ہے اگر صبیغ آجاتا اور ہم سَو کی تعداد میں ہوتے فوراً ہم سب اس سے جُدا ہوجاتے، اور ابوبکر بن انباری نے کتاب المصاحف

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ الفصل الثانی فیمن لاتقبل شہادتہ لفسقہ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۳/۴۶۸

[2] کتاب الحجہ

marfat.com

تو اگر امام میسر ہو بہتر، ورنہ تنہا نماز پڑھی جائے۔ ہاں اگر وہاں وہابیت نہ ہوتی تو فقط اتنی بات پر کہ تسبیحاتِ رکوع، سجود با آواز کہتا اور اس پر اصرار رکھتا ہو نماز اس کے پیچھے مکروہ ہوتی کہ اگر اور امام نہ ملتا تو اسی کے پیچھے پڑھنے کا حکم دیا جاتا مگر بحالِ وہابیت ہرگز اقتدا جائز نہ ہو گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۶۶۸ تا ۶۷۴ از نجیب آباد ضلع بجنور متصل تحصیل مرسلہ محمد ظفر اللہ صاحب حنفی ۱۶ ذی الحجہ ۱۳۳۱ھ

(۱) ایک شخص اُس مسجد کا جو امام ہے جس کی بابت یہ قصہ ہے کہ صدقۂ فطر لیتا ہے حتی کہ وہ خود صاحبِ زکوٰۃ ہے، اگر اس کو صدقات سے کچھ نہ دیا جائے یا دینے میں دیر ہو جائے تو ناراض ہو جاتا ہے ایسی جگہ سے نماز ترک کرنا جائز ہے یا نہیں؟

(۲) دائم المریض اور جس کے وضو کا بھی کافی طور سے احتمال ہو اور قرآن شریف کو صحتِ الفاظ کے ساتھ نہ پڑھتا ہو بلکہ غلط پڑھتا ہو باوجود اس کے کہ وہاں قاری اور حافظ موجود ہوں تو ایسے شخص کی شمولیت جماعت سے اجتناب چاہیے یا نہیں؟

(۳) جو اشخاص ناحق رعایت و پاسداری کرتے ہوں اور مدرس تدریس قرآنی سے حاسد ہوں اور وہ اس جماعت میں شامل ہوں اور عوام کی غیبت کرتے ہوں تو ایسے موقع پر ترکِ جماعت جائز ہے یا نہیں؟

(۴) وہ شخص اس بنائے فساد سے مخوف ہو کر اُس حجرے میں جو شارع عام سے کچھ فاصلہ مسجد سے واقع ہے نماز پڑھ لے تو جائز ہے یا نہیں، اگر حجرہ میں جماعت علیحدہ کرتا ہے تو ناحق مفسدہ پیدا ہوتا ہے اب کیا کرنا چاہیے؟ آیا نماز اب کس طریق پر اور کس جگہ پر ادا کرے؟

(۵) وُہ امام جو اُس مسجد میں امامت کے واسطے بلائے جاتے ہوں اُس کے مقتدی ہمیشہ فحش کلامی سے یاد کرتے ہوں اور اس سے پھر مقتدی ناراض ہوں تو اُس کے پیچھے اُن کی نماز ہوتی ہے یا نہیں اور اس کو وہاں امامت کرنا روا ہے یا نہیں؟

(۶) اندر مسجد کے جمع ہو کر دنیاداری کی باتیں کرنا جائز ہے یا نہیں اور جو کرتے ہیں وہ خطاوار ہیں یا نہیں

(۷) مسجد کی امامت کے واسطے امام بے علم یا مشتبہ کافی ہے یا نہیں کہ نماز مع کل فرائض، واجبات، سُنن کے پُوری ہو جائے فقط۔

الجواب

(۱) غنی کو صدقۂ فطر لینا حرام ہے اگر امام غنی ہے اور صدقات فطر لیا کرتا ہے یہاں تک کہ ملنے میں دیر سے ناراض ہوتا ہے تو وہ فاسق معلن ہے اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے اگر اُسے معزول نہ کر سکیں تو وہاں ترکِ جماعت کا یہ عذر صحیح ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

marfat.com

واخرج الدارمی و نصر والاصبہانی کلاھما فی الحجۃ و ابن الانباری فی المصاحف واللالکائی فی السنۃ وابن عساکر فی التاریخ عن سلیمٰن ابن یسار ان رجلا من بنی تمیم یقال لہ صبیغ بن عسل قدم المدینۃ وکان عندہ کتب فکان یسئل عن متشابہ القراٰن فبلغ ذلك عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فبعث الیہ وقد اعد لہ اعراجین النخل فلما دخل علیہ قال من انت؟ قال انا عبد اللہ صبیغ، قال عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ وانا عبد اللہ عمر واوما الیہ فجعل یضربہ بتلك العراجین فمازال یضربہ حتی شجہ وجعل الدم یسیل علی وجھہ، فقال حسبك یا امیر المؤمنین واللہ فقد ذھب الذی اجد فی راسی[1] واخرج الدارمی و ابن عبد الحکیم وابن عساکر عن مولی ابن عمر ان صبیغ العراقی جعل یسئل عن اشیاء من القراٰن فی اجناد المسلمین (وساق الحدیث الی ان قال) فارسل عمر الی یطلب الجرید فضربہ بھا حتی ترك ظھرہ دبرۃ ثم ترکہ حتی بری ثم عاد لہ ثم ترکہ حتی بری ثم دعا بہ لیعود بہ فقال صبیغ یا امیر

قبول کرو۔ دارمی، نصر اصبہانی دونوں نے حجہ میں اور ابن انباری نے مصاحف میں، لالکائی نے سنت میں اور ابن عساکر نے تاریخ میں سلیمان بن یسار سے روایت کیا کہ بنو تمیم کا ایک شخص تھا جس کا نام صبیغ بن عسل تھا وہ مدینہ آیا اس کے پاس کچھ کتب تھیں وہ قرآن کے متشابہات کے بارے میں پوچھتا تھا اس بات کی اطلاع حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پہنچی تو آپ نے اسے بلایا اور اس کے لئے کھجور کی دو چھڑیاں تیار کیں، آیا تو آپ نے پوچھا، تو کون ہے؟ اس نے کہا: میں اللہ کا بندہ صبیغ ہوں۔ آپ نے فرمایا: میں اللہ کا بندہ عمر ہوں۔ اس کے بعد آپ نے اس کی طرف اشارہ کیا اور ان دو چھڑیوں کے ساتھ اسے مارا حتیّٰ کہ وہ زخمی ہوگیا اور چہرے سے خون بہنے لگا۔ وہ کہنے لگا اے امیر المومنین! مجھے چھوڑ دو یہی کافی ہے اللہ کی قسم جو کچھ میرے دماغ میں (خمار) تھا وہ جاتا رہا۔ اور دارمی، ابن عبد الحکیم اور ابن عساکر نے حضرت ابن عمر کے آزاد کردہ غلام سے بیان کیا کہ صبیغ عراقی مسلمانوں کے مختلف گروہوں سے قرآن کی بعض اشیاء کے بارے میں سوال کرتا تھا (آگے چل کر کہا) حضرت عمر نے مجھ سے چھڑی منگوائی اور اسے پیٹا حتیّٰ کہ اس کی پشت کو زخمی چھوڑ دیا پھر مارا پھر چھوڑ دیا حتیٰ کہ وہ صحیح ہوگیا، پھر آپ نے دوبارہ اس کو مارا حتیٰ کہ وہ صحیح ہوگیا پھر آپ نے اسے بلایا تاکہ پھر اس کی پٹائی کی جائے۔ تو اس نے کہا

---

[1] سنن الدارمی باب من ھاب الفتیا وکرہ التنطع والتبدع مطبوعہ نشر السنۃ ملتان ۱/ ۵۱

marfat.com

مسئلہ ۶۷۵ جو شخص داڑھی اپنی مقدارِ شرع سے کم رکھتا ہے اور ہمیشہ ترشواتا ہے اُس کا امام کرنا نماز میں شرعاً کیا حکم رکھتا ہے؟

الجواب

وہ فاسق معلن ہے اور اسے امام کرنا گناہ، اور اس کے پیچھے نماز پڑھنی مکروہِ تحریمی۔ غنیہ میں ہے: لو قدموا فاسقا یاثمون[1] (اگر لوگوں نے فاسق کو مقدم کیا تو وہ لوگ گنہگار ہوں گے۔ ت) اور دلائل مسئلہ لحیہ کی تفصیل ہمارے رسالہ لمعۃ الضحٰی فی اعفاء اللحٰی میں ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۶۷۶ از سیتاپور ضلع بریلی مسئولہ امیر علی صاحب رضوی ۱۶ شوال ۱۳۳۰ھ

ایک وقت کی نماز جس شخص کی قضا ہو گئی ہو اُس کے پیچھے نماز امامت درست ہو گی یا نہیں؟ اتفاق سے قضا ہو گئی ہو۔

الجواب

بلا قصد جس کی نماز قضا ہو جائے اُس کے پیچھے نماز میں حرج نہیں۔

مسئلہ ۶۷۷ ہر ایک آدمی کی نماز کسی کی کسی وقت کی اور کسی کی کسی وقت کی قضا ہو اور سب اپنی اپنی قضا پڑھ لیں ایسی حالت میں امامت ہو گی یا نہیں، کیونکہ بعض بعض جگہ بوجہ کاشتکاری کے کام کے اکثر لوگوں کی نماز قضا ہو جاتی ہے اور سب ایسی ہی حالت میں ہیں یہ لوگ امام کریں یا اپنی اپنی نماز علیحدہ ادا کریں یا کوئی ان میں امام ہو کر نماز ادا کریں۔

الجواب

کاشتکاری خواہ کسی کام کے لئے نماز قضا کر دینا سخت حرام و گناہِ کبیرہ ہے، جو ایسا کرتے ہیں سب فاسق ہیں، سب پر فوراً توبہ فرض ہے، کیا نہیں جانتے کہ کھیتی بھی اسی کے اختیار میں ہے جس نے نماز سب سے بڑھ کر فرض کی ہے اگر نماز کھونے میں تمہاری کھیتی برباد کر دے تو تم کیا کر سکتے ہو، نماز گھنٹوں میں نہیں ہوتی تھوڑی دیر کے لئے نماز کے واسطے کھیتی کے کام کو روک دو تو نماز اور کھیتی کا مالک تمہاری کھیتیوں میں بہت برکت دے، جہاں سب اسی طرح کے ہوں وہاں اُن سب پر توبہ تو فرض ہے ہی، جب توبہ کر لیں اُن میں سے جو قابلِ امامت ہے امامت کرے اور رافضیوں کی طرح الگ الگ نہ پڑھیں۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ امام اور مقتدی سب کی قضا متحد ہو مثلاً سب کی آج کی ظہر یا سب کی کل کی عصر، تو جماعت ہو سکتی ہے اور اگر نماز مختلف ہو مثلاً امام کی ظہر اور مقتدی کی عصر یا امام کی آج

---

[1] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی الامامۃ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۱۳

marfat.com

مسئلہ ۶۶۱ زید وہابیہ عقیدہ رکھتا ہے اور اس کا لڑکا نابالغ بعمر تخمیناً ۱۲ سال امسال قرآن حافظ ہوا ہے اور وہ ہم لوگ مذہب حنفیہ اہلسنت وجماعت کو مجبور کرتا ہے اور زور ڈالتا ہے کہ میرے لڑکے مذکورہ بالا کے پیچھے قرآن شریف سُن لیا جائے، اس کے پیچھے تراویح وغیرہ درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

اس لڑکے کے پیچھے تراویح وغیرہ کوئی نماز جائز نہیں کہ صحیح مذہب میں نابالغ بالغوں کی امامت کسی نماز میں نہیں کر سکتا اور اگر وہ عقیدہ بھی وہابیہ رکھتا ہو جیسا کہ ظاہر یہی ہے تو وہابی کے پیچھے ویسے بھی نماز ناجائز محض ہے اگرچہ بالغ ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۶۶۲ از شہر کہنہ محلہ روہیلی ٹولہ مسئولہ جناب ہدایت اللہ خاں صاحب ۱۹ شوال ۱۳۲۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ وقت نماز چند اشخاص جمع ہیں لیکن کامل پابندِ شریعت نہیں ہیں ایک حافظ ہے اور مسائل سے بھی واقف ہے مگر داڑھی اس کی کسی قدر کتری ہوئی ہے موافقِ شرع نہیں دوسرے کا لباس و وضع تو موافقِ شریعت ہے اور کچھ مسائل سے بھی کسی قدر واقفیت رکھتا ہے مگر قرآن مجید بمقابلہ حافظ کے صحیح نہیں پڑھ سکتا نہ خطبہ جمعہ کا یہ کوئی شخص حافظ تو نہیں ہے مگر مسائلِ نماز سے واقف ہے قرآن عظیم صحیح پڑھتا ہے ملازمتِ پولیس کر چکا ہے پنشن پاتا ہے غرض ایسی ہی حالت ہر شخص کی ہے اس حالت میں کون شخص امامت کے لائق سمجھا جائے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

اُن میں جو شخص وضو وغسل وغیرہ طہارت ٹھیک کرتا ہو نماز صحیح پڑھتا ہو قرآن مجید ایسا غلط نہ پڑھتا ہو جس سے معنی بدلیں فاسد ہوں اُس کے پیچھے نماز ہو جائے گی مگر امام بنانا جائز ہونے کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ مذہب کا سُنی خالص ہو فاسق علی الاعلان نہ ہو یعنی کوئی گناہ کبھی اعلان کے ساتھ نہ کرتا ہو صغیرہ بھی عادت و اصرار سے کبیرہ ہو جاتا ہے، جو شخص ان سب باتوں کا جامع ہو اگرچہ قرآن عظیم حافظ کی مثل نہ پڑھ سکے یا پولیس کی پنشن پائے اُسے امام بنانے میں حرج نہیں، اور جو داڑھی حدِ شرع سے کم کراتا ہو وُہ فاسق معلن ہے اُسے امام بنانا گناہ ہے، سُنی ہونا جو ہم نے جوازِ امامت کی شرطوں میں رکھا ہے نہ صحت نماز کی، اُس سے مراد یہ ہے کہ ایسا بدمذہب بھی نہ ہو جس کی بدمذہبی حدِ کفر تک نہ پہنچے کہ ایسے کو امام بنانا گناہ، اگرچہ فرض ساقط ہو جائے گا اور جس کی بدمذہبی حدِ کفر تک پہنچی ہو جیسے آج کل کے عام رافضی، وہابی، نیچری، قادیانی۔ غیر مقلد کے پیچھے تو نماز محض باطل ہے جیسے کسی ہندو یا پادری کے پیچھے، والعیاذ باللہ تعالیٰ واللہ تعالیٰ اعلم۔

marfat.com

اُس میں ایسی نہیں جس کے سبب اُس کی امامت باطل یا گناہ ہو پھر جو لوگ براہِ نفسانیت اُس کے پیچھے نماز نہ پڑھیں اور جماعت ہوتی رہے اور شامل نہ ہوں وہ سخت گنہ گار ہیں اُن پر توبہ فرض ہے اور اس کی عادت ڈالنے سے فاسق ہو گئے لیکن اگر امام میں ان عیوب میں سے کوئی عیب ہو اور اس کے سبب یہ لوگ اس کے پیچھے نماز سے احتراز کرتے ہوں تو درست وبجا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۶۸۱ از بیسلپور ضلع پیلی بھیت محلہ درگا پرشاد مکان فخر الدین صاحب مرسلہ حافظ شمس الدین صاحب ۲۳ ذی الحجہ ۱۳۲۱ھ

(۱) جو شخص کہ سُودی دستاویز لکھتا ہو لیکن لیتا نہ ہو اور جو ملازمان گورنمنٹ مثل تھانیدار یا سب رجسٹرار اور نیز ملازمان چونگی اگر پنجوقتہ نماز کے پابند نہیں وہ امامت کرسکتے ہیں یا نہیں؟

(۲) امام جماعت سے کس قدر فاصلہ سے کم سے کم یا زیادہ سے زیادہ کھڑا ہو اس صورت میں کہ مقتدیوں کی صف پوری ہو۔ فقط

الجواب

(۱) سُودی دستاویز لکھنا سُود کا معاہدہ کرنا ہے اور وہ بھی حرام ہے، صحیح حدیث میں ہے:

لعن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اٰکل الربوا وموکلہ وکاتبہ وشاھدیہ وقال ھم سواء[1]	رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی سُود کھانے والے اور سُود کھلانے والے اور اس کا کاغذ لکھنے والے اور اس پر گواہیاں کرنے والوں پر، اور فرمایا وہ سب برابر ہیں۔ (ت)

جب اُس کا تمسک لکھنا مُوجبِ لعنت اور سُود کھانے کے برابر ہے تو خود اس کا معاہدہ کرنا کس درجہ خبیث و بدتر ہے ایسے شخص کو امام نہ کیا جائے، ہر وہ نوکری جس میں خلافِ شریعت حکم دینا پڑتا ہو حرام ہے اور رجسٹراری کا حال ابھی گزر چکا کہ اس میں سُودی تمسکوں کا لکھنا اور ان کی تصدیق کرنا پڑتی ہے۔ تھانے دار اگر رشوت لے یا جھوٹے مقدمے بنائے، جھوٹی گواہیاں دلوائے، لوگوں سے دبا دھمکا کر مال حاصل کرے جب تو ظاہر ہے کہ یہ سب افعال سخت حرام ہیں ورنہ چالان میں خلافِ شریعت احکام کی اعانت ضرور ہوتی ہے تو ایسی حالت میں شرعاً امامت کے لائق نہیں، ہاں چونگی کا ملازم اگر چونگی تحصیل کرنے پر نوکر ہے اور اس میں یہ نیت رکھتا ہے کہ لوگوں پر آسانی کرے اور لوگ جو دباؤ ڈال کر زیادہ روپیہ وصول کرتے ہیں اُس سے بچائے تو اس

---

[1] صحیح مسلم   باب الربا   مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی   ۲/ ۲۷

marfat.com

بعض احمق نادان جاہل سُنی بھی اس بلائے عظیم میں محض اپنی جہالت سے مبتلا ہیں اور بعض وُہ بھی ہیں کہ اُسے بُرا سمجھتے ہیں اور پھر اپنی اگلی رشتہ داریوں وغیرہا بیہودہ وجوہ کے سبب اس میں مبتلا ہوتے ہیں اور بھتیجیوں بہنوں کے نکاح میں وُہ بھی عذر کرسکتا ہے کہ یہ فعل اُس کے باپ دادا کا ہے بلکہ شاید اپنے نکاح میں بھی یہی کہے کہ باپ نے کردیا اور ایسی وجوہ سے کسی کے قلب وعقیدہ پر حکم نہیں لگا سکتے، اور جب وُہ اپنے آپ کو سُنی کہتا ہے اور اُس کی کوئی بات عقیدۂ اہلسنّت کے خلاف نہیں تو بدگمانی کرکے رافضی ٹھہرا دینے کی اجازت نہیں۔ اللہ تعالٰی فرماتا ہے:

ولا تقولوا لمن القی الیکم السلام لست مومنا[1]۔ اور جو تمھیں سلام کرے اس سے یہ نہ کہو کہ تو مومن نہیں۔ (ت)

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: افلا شققت عن قلبہ[2] (کیا تُونے اس کا دل پھاڑ کر دیکھ لیا تھا۔ ت) مگر امام بنانے کے لئے فقط سُنی تصور کرنا ہی کافی نہیں بلکہ فاسق معلن نہ ہونا ضرور ہے اس کی حالت دیکھی جائے اگر رافضیوں سے میل جول خلا ملا دوستی اتحاد کے برتاؤ کرتا ہے تو اگر رافضی نہیں تو کم از کم سخت فاسق ہے اور فاسق کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی اور اسے امام بنانا گناہ، اور جو نمازیں اس کے پیچھے پڑھی ہوں ان کا پھیرنا واجب کما فی فتاوی الحجۃ والغنیۃ وغیرھما من الاسفار الکثیرۃ وقد حققناہ فی النھی الاکید (جیسا کہ فتاوی الحجہ، غنیہ اور دیگر متعدد کتب میں ہے، اور ہم نے اس کی تحقیق النھی الاکید میں کی ہے۔ ت) اور اگر باوصف ان بیاہتوں کے ان لوگوں سے بالکل جُدا ہے تو اسے بتایا جائے کہ آج کل کے تبرائی رافضی علی العموم کافر و مرتد ہیں اور ان سے نکاح مرد کا ہو یا عورت کا محض باطل ہے اور اس میں قربت زنائے خالص اور اولاد اولاد الزنا ہے، یُوں نہ سمجھے تو اسے رسالہ ردالرفضہ دکھایا جائے جس میں بکثرت کتب معتمدہ کی صاف تصریحوں سے کفر ثابت کیا گیا ہے اگر پھر بھی نہ مانے تو متمرد سرکش فاسق ہوگا اور رافضیہ عورت کے رکھنے سے زناکار ہوگا اور اسے امامت سے معزول کرنا واجب ہوگا اور اگر جاہل نہیں بلکہ جانتا ہے کہ وُہ مرتد ہے اور مرتد مرد خواہ عورت کا نکاح کسی سے نہیں ہوسکتا پھر اس عورت کو جُدا نہیں کرتا آپ ہی فاسق و زانی اور امامت سے واجب العزل ہے اور اگر رافضیوں کے عقائد کفریہ خالص پر مطلع ہے اور پھر ان کو مسلمان جانتا ہے جب تو فسق درکنار خود کفر ہے۔ بزازیہ و مجمع الانہر و درمختار وغیرہا میں ہے: من شك فی کفرہ وعذابہ فقد کفر[3] (جس نے

---

[1] القرآن ۴/ ۹۴

[2] مسند احمد بن حنبل مروی عن اسامہ بن زید مطبوعہ دارالفکر بیروت ۵/ ۲۰۷

[3] درمختار باب المرتد " مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۵۶

marfat.com

ہیں اس کا کیا قصور ہے، درمختار میں ہے: تکرہ خلف ابرص شاع برصہ[1] (ایسا برص والا شخص جس کا برص پھیل گیا ہو اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے۔ ت) ردالمحتار میں ہے:

کذا اجزم برجندی والظاہر ان العلۃ النفرۃ ولذا قید الابرص بالشیوع لیکون ظاہرا[2]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

اسی طرح جذام والے کا حکم ہے، برجندی، اور ظاہراً علت نفرت ہی ہے اسی لئے ابرص کے ساتھ پھیل جانے کی قید کا اضافہ ہے تاکہ واضح ہو جائے۔ (ت)

مسئلہ ۶۸۵ از قصبہ نٹہور ضلع بجنور مرسلہ محمد عبدالحی سوداگر جفت ۲۹ محرم ۱۳۳۲ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ عنایت اللہ خاں صاحبِ جائداد ہے اور دوسری جائداد خریدنے کے لئے یا کسی وارث کی جائداد اپنے نام کرانے کے لئے روپیہ سودی تمسک لکھ کر بقال سے قرض لیا ایسے شخص کو امام بنانا مذہبِ حنفیہ میں کیسا ہے خصوصاً جمعہ وعیدین کا امام بنانا۔ عنایت اللہ صاحبِ نصاب ہے۔ فقط

الجواب

شخص مذکور کو جائداد خریدنا کوئی ضرورت شرعی نہ رکھتا تھا اور بے حالتِ اضطرار و مجبوری محض سود دینا اور لینا دونوں یکساں ہیں، دینے لینے والے دونوں ملعون۔ صحیح مسلم شریف میں امیر المومنین مولٰی علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے ہے:

لعن رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اکل الربٰو وموکلہ وکاتبہ وشاھدیہ وقال ھم سواء[3]۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے لعنت فرمائی سُود کھانے والے اور سود کھلانے والے اور اس کا کاغذ لکھنے والے اور اس پر گواہیاں کرنے والوں پر۔ اور فرمایا وہ سب برابر ہیں۔ (ت)

ایسا شخص جمعہ، عید، پنجگانہ، کسی نماز میں امام بنانے کے قابل نہیں اُسے امام بنانا گناہ اور اُس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۶۸۶ مسئولہ علاء الدین صاحب عرضی نویس کچہری دیوانی پرتاب گڈھ ۲۲ صفر ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین کہ قیام کرنا محفل مولد خیر الانام اور نماز تراویح کے بعد

---

[1] درمختار | باب الامامۃ | مطبوعہ مجتبائی دہلی | ۱/۸۳
[2] ردالمحتار | ″ | ″ مصطفی البابی مصر | ۱/۴۱۶
[3] صحیح مسلم | باب الربا | ″ قدیمی کتب خانہ کراچی | ۲/۲۷

ف: صحیح مسلم، باب الربا میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ حدیث مذکور ہے۔ نذیر احمد

marfat.com

کریگا) ان لوگوں کو لازم ہے کہ امام سے معافی مانگیں استاد سے خطا بخشوائیں اور اگر کوئی حرج شرعی نہ ہو تو بے سبب اُسے موقوف نہ کریں، ہاں اگر سبب شرعی ہو تو بہ نرمی اُس سے کہیں اگر وُہ اس کا علاج نہ کرے یا نہ کرسکے تو نرمی کے ساتھ الگ کردیں اس وقت اس امام کو بھی بے جا ہٹ مناسب نہیں، امامت کسی کا حق و میراث نہیں، اور وجہِ شرعی کے سبب اہلِ جماعت جس کی امامت سے ناراض ہوں اُسے امام بننا گناہ ہوتا ہے اُس کی نماز قبول نہیں ہوتی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۶۶۶ ۸ ربیع الاول ۱۳۳۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے اپنا نکاح ایک عورت سے کیا کچھ عرصہ بعد اپنی عورت کی ہمشیرہ سے دوسرا نکاح کیا دونوں عورتیں اس کے پاس رہیں کچھ مدت کے بعد اس دوسری سے ایک لڑکا پیدا ہُوا جب وُہ بالغ ہوا اس نے کلام مجید پڑھا اب اس کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

یہ لڑکا ولد الحرام ہے ولد الزنا نہیں اسے حرامی نہیں کہہ سکتے کہ عرف میں حرامی ولد الزنا کو کہتے ہیں اور یہ شرعاً اپنے اُسی باپ کا بیٹا ہے اس کے پیچھے نماز میں حرج نہیں، ہاں اگر جماعت کو اس کے ولد حرام ہونے کے باعث اُس کے پیچھے نماز پڑھنے سے نفرت ہو تو اُس کی امامت مکروہ ہوگی کہ وجہِ تقلیل جماعت ہوگی مگر اس صورت میں کہ یہ لڑکا سب حاضرین سے زیادہ مسائل نماز و طہارت کا علم رکھتا ہو تو اُسی کی امامت اولیٰ ہے اور اب اگر عوام کو نفرت ہو تو اُنھیں سمجھایا جائے کہ اُن کی یہ نفرت خلافِ حکم و بے محل و بے جا ہے، یہ تو یہ اگر کوئی ولد الزنا بھی ہو تو جب حاضرین سے علم میں زائد ہو وہی مستحقِ امامت ہے۔ عالمگیریہ میں ہے:

ان تزوجهما فی عقدتین فنکاح الاخیرة فاسدة ویجب علیه ان یفارقهما وان فارقهما بعد الدخول فعلیها العدة ویثبت النسب[1] (ملخصاً)

اگر دو بہنوں کا کسی نے دو عقدوں میں نکاح کیا تو دوسرا نکاح فاسد ہوگا اس پر اس آخری کی تفریق واجب ہوگی، اگر اس نے دخول کے بعد تفریق کی تو اس خاتون پر عدّت لازم ہوگی اور نسب ثابت ہوجائے گا (ملخصاً)۔ (ت)

ہدایہ میں ہے:

یکرہ تقدیم العبد لانه لا یتفرغ للتعلم و الاعرابی لان الغالب فیهم الجهل وولد الزنا

غلام کی تقدیم مکروہ ہے کیونکہ اسے حصولِ علم کے لئے وقت نہیں ملتا، اور اعرابی کی تقدیم بھی مکروہ ہے کیونکہ اکثر

---

[1] فتاوٰی ہندیہ القسم الثالث المحرمات بالرضاع مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۲۷۷

marfat.com

مسئلہ ۶۸۷ تا ۶۹۱ از ضلع بھنڈارہ محلہ کم تالاب مرسلہ حکیم ہدایت اللہ خاں صاحب متولی مسجد ۲۷ صفر المظفر ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ :

(۱) ایک شخص حافظِ قرآن ہے اور جبراً پیش امام بننا چاہتا ہے حالانکہ جماعت مسلمین اسکی مندرجہ ذیل باتوں سے ناخوش ہیں اور اپنا پیش امام نہیں بنانا چاہتے، حافظ صاحب پہلے گورنمنٹ ملازم تھے رشوت کھا کر سزا پائی مگر قسمت کے زور سے اپیل میں رہائی پائی۔

(۲) اس حافظ صاحب نے ایک سے آٹھ آنہ لے کر رسید لکھ دی تھی بعد میں دھوکا دے کر رسید جلا دی کچہری میں انکار کیا کہ آٹھ آنہ نہیں لیا جس سے اس شخص کو بڑا بھاری نقصان ہوا حالانکہ یہ بات سچ تھی کہ پیسے حافظ صاحب لے چکے تھے اور صاف انکار کر دیا اور اسی معاملہ میں پہلے بھی قسم قرآن شریف کی کھا چکے تھے۔

(۳) حافظ صاحب اپنے پیر و مرشد پر طعن و تشنیع کرتا ہے کہ محلہ میں یا مدرسہ اسلامیہ میں جو خاص اُن کے پیر و مرشد کا ایجاد کردہ ہے کہتے ہیں کہ اُن کے باپ دادا کا میراث ہے کیا؟ اور اپنے پیر کی بات پر فتویٰ بلواتا ہے حالانکہ پیر مرحوم نے ان کو اپنا خلیفہ زبانی مقرر کیا ہے نہ کہ تحریری، بعد اس طعنۂ تشنیع کے پیر مرحوم پر حافظ صاحب کی خلافت باقی ہے یا باطل ہوئی یا خلافت سے نکل گئے۔

(۴) حافظ صاحب نے چمڑا قربانی کا جو کہ صاحبِ نصاب ہیں مدرسہ اسلامیہ میں دینے کو کہا تھا دھوکا دے کر اپنے صرف میں لے آئے۔

(۵) اور سید کو زکوٰۃ کا پیسہ لینا درست ہے یا نہیں؟

اتنی باتیں حافظ بنو علی صاحب میں موجود ہیں جس کو ہر فرد بشر اس محلہ کا بخوبی جانتا ہے تو اس پر بھی وہ پیش امام بننا چاہتے ہیں جبراً، اور فساد برپا کرتے ہیں کہ میں حافظ ہوں خلیفہ ہوں میرا حق زیادہ ہے پیش امام میں بنوں گا، اور جماعت کثیرہ کی رائے نہیں ہے کہ اس کو اپنا پیش امام بنائے، اس لئے جناب والا کی خدمت میں ناقابل یہ تحریر ارسال کرتا ہوں کہ تکلیف گوارا فرما کر اس کا جواب تفصیل وار ہر ایک سوال کا تحریر فرمائیں گے کہ ایسی زبردستی پیش امام جس سے مقتدی ناراض ہوں درست ہے یا نہیں؟ زیادہ کیا عرض کروں زیادہ حد ادب۔

الجواب

جس سے مقتدی اُس کے کسی عیب کی وجہ سے ناراض ہوں اُس کی نماز قبول نہیں ہوتی۔ حدیث میں ارشاد فرمایا:

ثلثۃ لا ترفع صلاتھم فوق اٰذانھم شبرا تین شخصوں کی نماز اُن کے کانوں سے بالشت بھر بھی

marfat.com

کرہ ذلک تحریما وان ھو احق لا والکراھۃ علیھم[1]۔ واللہ تعالٰی اعلم

اس بناپر کہ دوسرے لوگ اس سے امامت کے زیادہ حقدار تھے دونوں صورتوں میں اس پر کراہت تحریمی ہوگی اگر وہ خود امامت کا زیادہ حقدار تھا تو اس پر کوئی کراہت نہ ہوگی اور لوگوں پر کراہت ہوگی۔ (ت)

مسئلہ ۶۶۷

۱۳۳۱ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص امام مسجد ہے اور وہ فاتحہ و علم غیب وغیرہ سے منکر ہے بلکہ سجدہ میں اور رکوع میں تسبیح اس قدر زور سے کہتا ہے کہ اگلی صف والے بخوبی سُن لیتے ہیں اور پیچھے والے بھی کچھ سُن لیتے ہیں اور ایسے مقام پر کوئی دوسرا امام میسر نہیں آتا تو اس حالت میں کس طرح باجماعت نماز پڑھی جائے کہ ثواب جماعت کا ہو اور نماز میں بھی کوئی نقص نہ ہونے پائے۔

الجواب

اگر علمِ غیب بعطائے الٰہی کثیر ووافراشیاء واسماء وصفات واحکام وبرزخ ومعاد واشراط ساعت وگزشتہ وآئندہ کا منکر ہے تو صریح گمراہ بددین ومنکر قرآنِ عظیم واحادیثِ متواترہ ہے اور ان میں ہزاروں غیب وہ ہیں جن کا علم حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو ملنا ضروریاتِ دین سے ہے اور ضروریاتِ دین کا منکر یقیناً کافر، یوں ہی تلبیسی طور پر بعض کا اقرار کرتا اور وہابیہ کا اعتقاد رکھتا ہے تو گمراہ بددین ہے اور جو خاص دیوبندی عقائد پر ہو وہ کافر ومرتد ہے، یوں ہی جو اُن عقائد پر اپنا ہونا نہ بتائے مگر ان لوگوں کے عقائدِ کفریہ پر مطلع ہو کر ان کو اچھا جانے یا مسلمان ہی سمجھے جب بھی خود مسلمان نہیں، درمختار ومجمع الانہر وبزازیہ وغیرہا میں ہے: من شك فی کفرہ فقد کفر[2] (جس نے اس کے کفر میں شک کیا وہ خود کافر ہوگیا۔ ت) ہاں اگر تمام خباثتوں سے پاک ہو اور علمِ غیب کثیر ووافر بقدر مذکور پر ایمان رکھے اور عظمت کے ساتھ اُس کا اقرار کرے صرف احاطہ جمیع ماکان ومایکون میں کلام کرے اور ان میں ادب وحرمت ملحوظ رکھے تو گمراہ نہیں صرف خطا پر ہے مگر آج کل یہاں فاتحہ کا انکار خاص وہابیہ ہی کا شعار ہے اور وہابیہ اہلِ ہوا سے ہیں اور اہلِ ہوا کے پیچھے نماز ناجائز ہے، فتح القدیر میں ہے:

لا تجوز الصلاۃ خلف اھل الاھواء[3]۔

اہلِ ہوا کے پیچھے نماز جائز نہیں۔ (ت)

---

[1] درمختار	باب الامامۃ	مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی	۱/۸۳
[2] درمختار	باب المرتد	" " "	۱/۳۵۶
[3] فتح القدیر	باب الامامۃ	مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر	۱/۳۰۴

marfat.com

زکوٰۃ دینے میں بعض نے اجازت لکھی ہے اور صحیح و معتمد و ظاہر الروایۃ عدم جواز کما بیناہ فی الزھر الباسم (جیساکہ ہم نے اس کو الزہر الباسم میں بیان کیا ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۶۹۲ تا ۶۹۴: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ جو شخص گناہِ کبیرہ میں مبتلا رہتا ہو اور وہ حسب ہدایت گناہ سے باز آکر اکمل الفضلائے دین و اسلام کے رُوبرو توبہ کرے اور اس گناہ سے بفضلہٖ تعالٰی نجات پائے تو کیا اس کا ایمان کامل ہوا؟

(۲) اس کی امامت جائز ہے؟

(۳) جو لوگ بعد توبہ اس پر اعتراض کریں اُن کے واسطے کیا حکم ہے؟ فقط

الجواب

اللہ عزوجل توبہ قبول فرماتا ہے ھوالذی یقبل التوبۃ عن عبادہٖ[1] (وہ اللہ تعالٰی ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے۔ ت) اور سچی توبہ کے بعد گناہ بالکل باقی نہیں رہتے۔ حدیث میں ہے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

التائب من الذنب کمن لاذنب لہٗ[2]۔ گناہ سے توبہ کرنے والا بے گناہ کے مثل ہے۔

توبہ کے بعد اُس کی امامت میں اصلاً حرج نہیں، بعد توبہ اس پر اس گناہ کا اعتراض جائز نہیں۔ حدیث میں ہے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من عیر اخاہ بذنب لم یمت حتی یعملہ و فی روایۃ من ذنب قد تاب منہ[3] و بہ فسر ابن منیع۔ رواہ الترمذی وحسنہ عن معاذ بن جبل رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ واللہ تعالٰی اعلم

جو کسی اپنے بھائی کو ایسے گناہ سے عیب لگائے جس سے توبہ کر چکا ہے تو یہ عیب لگانے والا نہ مرے گا جب تک خود اس گناہ میں مبتلا نہ ہو جائے اس کو ترمذی نے حضرت جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کرکے حسن قرار دیا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۶۹۵: از میرٹھ چھاؤنی ویلر کلب مرسلہ عمر بخش خانساماں ۴ ربیع الاول شریف ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع مبین کہ ایک شخص عرصہ چند سال سے امام مسجد رہ کر بباعث

---

[1] القرآن ۴۲/۲۵

[2] سنن ابن ماجہ باب ذکر التوبہ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۳۲۳

[3] جامع الترمذی باب از ابواب صفۃ القیمۃ " امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۲/۷۳

marfat.com

(۲) اگر قرآن مجید ایسا غلط پڑھتا ہے جس سے نماز فاسد ہوتی ہے مثلاً أ، ع یا ت، ط ث، س، ص یا ح، ہ یا ذ، ز، ظ، ض میں فرق نہیں کرتا تو اس کے پیچھے نماز باطل ہے اور اس صورت میں اس کے پیچھے نماز نہ پڑھنا ترکِ جماعت نہیں کہ وہ جماعت کیا نماز ہی نہیں، یونہی اگر اس کا وضو مشکوک رہتا ہے جب بھی اس کے پیچھے نہ پڑھنے میں مواخذہ نہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۳) مقتدیوں کے گناہ کے باعث ترکِ جماعت جائز نہیں، اُن کے گناہ اُن کے گناہ ہیں اور ترکِ جماعت اُس کا گناہ ہوگا واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۴) اگر امام مسجد فاسق، معلن یا بدمذہب یا بے طہارت یا غلط خواں ہے اُسے آگے پیچھے یا اُس سے الگ حجرہ میں جماعت پر بھی قدرت نہیں بلکہ فتنہ اُٹھتا ہے تو اس صورت میں تنہا پڑھنے کی اُسے اجازت ہوگی مگر یہ بات بہت دشوار ہے کہ حجرہ میں دو ایک شخص کے ساتھ جماعت کرنے میں بھی فتنہ ہو واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۵) اس صورت میں مقتدی گنہگار ہیں امام پر کچھ الزام نہیں وہ امامت کر سکتا ہے اور ان کی نماز اس کے پیچھے روا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۶) مسجد میں دنیا کی بات کے لئے بیٹھنا حرام ہے اور اس میں جمع ہو کر دنیا کی بات کرنا ضرور خطا ہے واللہ تعالیٰ اعلم

(۷) امام میں چند شرطیں ضروری ہیں اوّلاً قرآنِ عظیم ایسا غلط نہ پڑھتا ہو جس سے نماز فاسد ہو جیسے وہ لوگ کہ مثلاً ا، ع یا ت، ط یا ث، س، ص یا ح، ہ ذ، ز، ظ، ض میں فرق نہیں کرتے۔ دوسرے وضو، غسل، طہارت صحیح رکھتا ہو۔ سوم سُنّی صحیح العقیدہ مطابق عقائد علمائے حرمین شریفین ہو، تفضیلی وغیرہ بدمذہب نہ ہو نہ کہ وہابی خصوصاً دیوبندی کہ سرے سے مسلمان ہی نہیں، یا ان کو اچھا جاننے والا کہ وہ بھی انھیں کے مثل ہے۔ شفا شریف و بزازیہ و مجمع الانہر و درمختار وغیرہا میں ہے:

ومن شك فی کفرہ وعذابہ فقد کفر[1] | جس نے اس کے کفر اور عذاب میں شک کیا وہ خود کافر ہو جائے گا۔ (ت)

چہارم فاسق معلن نہ ہو، اسی طرح امورِ منافی امامت سے پاک ہو، ان کے بعد ذی علم ہونا شرط صحت وحلت نہیں شرط اولیت ہے اگر جاہل ہے اور شرط مذکورہ رکھتا ہے اُس کے پیچھے نماز ہو جائیگی اگرچہ اولیٰ نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

---

[1] درمختار باب المرتد مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۵۶

marfat.com

اسے مقرر کرنا اصلا معتبر نہیں ہو سکتا نہ حالتِ مذکورہ میں کہ قوم بروجہ شرعی اس سے کراہت رکھتی ہے خود اسے امام بننا ناجائز۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

ثلثة لا ترفع صلاتهم فوق اٰذانهم شبرا وعد منهم من ام قوما وهم له كارهون[1]

تین آدمیوں کی نماز ان کے کانوں سے ایک بالشت بھی اوپر نہیں جاتی (یعنی بارگاہِ عزت میں رسائی تو بڑی چیز ہے) ان میں ایک وہ شخص ہے جو کچھ لوگوں کی امامت کرے حالانکہ وہ اسے ناپسند کرتے ہوں۔ (ت)

واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۶۹۶ از کانپور توپ خانہ بازار قدیم مسجد سہ منارہ ۲۰ ربیع الاول شریف ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع مبین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص عالم ہے یعنی علم فقہ و حدیث بخوبی جانتے ہیں مگر عالم موصوف بائیں پیر سے مجبور ہیں جس کو لنگڑا کہتے ہیں زمین میں پیر مذکور کا فقط انگشت لگا سکتے ہیں اور دہنا پیر درست ہے قیام، رکوع، سجود بخوبی کر سکتے ہیں۔ یہ عالم مذکور پانچ وقتی نماز کی امامت کر سکتے ہیں اگرچہ عالم دیگر موجود ہو یا نہیں؟ باعبارت و دلائل کے تحریر فرمائیں کہ سامعین کو کسی قسم کا شبہ نہ رہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

صورت مستفسرہ میں ایسے شخص کی امامت بلاشبہ جائز ہے پھر اگر وہی عالم ہے تو وہی زیادہ مستحق ہے اس کے ہوتے جاہل کی تقدیم ہرگز نہ چاہئے اور اگر دوسرا عالم بھی موجود ہے جب بھی اس کی امامت میں حرج نہیں مگر بہتر وہ دوسرا ہے، یہ سب اس صورت میں کہ دونوں شخص شرائط صحت و جواز امامت کے جامع ہوں صحیح خواں صحیح الطہارۃ سُنی صحیح العقیدہ غیر فاسق معلن ورنہ جو جامع شرائط ہو گا وہی امام ہو گا۔ درمختار میں ہے :

صح اقتداء قائم باحدب وان بلغ حدبه الركوع على المعتمد وكذا باعرج وغيره اولٰى[2]

مختار قول پر سیدھا کھڑے ہونے والے کی نماز کبڑے شخص کے پیچھے درست ہے اگرچہ اس کا کبڑا پن رکوع کی حد تک ہو۔ اسی طرح لنگڑے کا حکم ہے۔ البتہ دوسرے آدمی کی امامت افضل و اولیٰ ہے۔ (ت)

واللہ تعالیٰ اعلم

---

[1] سنن ابن ماجہ باب من ام قوماً وہم لہ کارھون مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۶۹
ف: جس کتاب سے حوالہ دیا ہے اس میں "فوق اٰذانہم" کی جگہ "فوق رؤسہم" ہے۔ نذیر احمد سعیدی
[2] درمختار باب الامامۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۸۵

marfat.com

کی ظہر، تو جماعت نہیں ہوسکتی اپنی اپنی الگ پڑھیں واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۶۷۸ امام کی اتفاق سے ایک وقت کی نماز قضا ہوگئی ہے تو وہ نماز پڑھا سکتا ہے یا دوسرا شخص کھڑا ہو؟ بینوا توجروا۔

الجواب

وہی امامت کرے جبکہ قصداً قضا نہ کی ہو، اور اگر قصداً قضا کی اگرچہ اتفاق سے، تو فاسق ہوگیا۔ اگر توبہ نہ کرے تو دوسرا شخص امامت کرے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۶۷۹ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کی عمر اٹھارہ سال کی ہے اور حافظ ہے داڑھی نہیں ہے آیا اس کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں؟

الجواب

اگر حسین وجمیل خوب صورت ہو کہ فساق کے لئے محلِ شہوت ہو تو اس کی امامت خلافِ اولٰی ہے ورنہ نہیں، درمختار میں ہے، تکرہ خلف امرد[1] (امرد کے پیچھے نماز مکروہ ہے۔ ت) ردالمحتار میں ہے:

قال الرحمتی المراد به الصبیح الوجه لانه محل الفتنة[2] واللہ تعالٰی اعلم

شیخ رحمتی نے کہا امرد سے مراد خوبصورت چہرے والا لڑکا ہے کیونکہ وُہ فتنے کا محل ہے۔ (ت)

مسئلہ ۶۸۰ از قصبہ دھام پور ضلع بجنور محلہ بندوقچیاں مرسلہ محمد سعید صاحب ۱۶ ذی الحجہ ۱۳۳۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس بارہ میں کہ ایک جامع مسجد کا پیش امام جو ابدی نماز پڑھاتا ہے و جماعت کثیرہ اس کے پیچھے نماز پڑھے اور جملہ قصبہ والے اور دیہات والے خوش ہوں اور دس پانچ آدمی بسبب خصومت نفسی کے اس پیش امام کے پیچھے نہ پڑھیں اور جماعت ہوتی رہے اور وُہ مسجد کے صحن میں یا دیوار کے پاس کھڑے رہیں اس انتظار میں کہ جماعت ہوجائے تو ہم دوسری جماعت اپنی کرکے نماز پڑھیں اور اگر وہ لوگ قبل آجائیں تو امام کے مصلے پر کھڑے ہوکر نماز پڑھ کر چلے جائیں یہ فعل جائز ہے یا نہیں۔ فقط

الجواب

اگر امام سُنّی صحیح العقیدہ مطابق عقائد علمائے حرمین شریفین ومخالف عقائد غیر مقلدین و وہابیہ دیوبندیہ وغیرہم گمراہان ہے اور قرآن مجید صحیح قابلِ جواز نماز پڑھتا ہے اور فاسق معلن نہیں، غرض اگر کوئی بات

---

[1] درمختار | باب الامامۃ | مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی | ۱/۸۳

[2] ردالمحتار | ″ | ″ مصطفی البابی مصر | ۱/۴۱۵

marfat.com

کوئی عذر نہیں کہ اگر تُو نے دل سے توبہ کی ہے تو اللہ قبول فرمانے والا ہے نیز اسی سنیت حنفیت کا اظہار کرتے ہُوئے اگر وہ مرجائے گا ہم اُس کے جنازہ کے ساتھ وُہ طریقہ برتیں گے جو ایک سُنّی حنفی کے ساتھ کیا جاتا ہے لان انما نحکم بالظاھر واللہ تعالٰی اعلم بالسرائر (کیونکہ ہم ظاہر پر حکم لگانے کے پابند ہیں، دلوں کا حال اللہ ہی جانتا ہے۔ ت) مگر اس قبول توبہ سے یہ لازم نہیں کہ ہم ایسے مضطرب شخص ایسے مشکوک حالت والے کو اپنے ایسے اہم فرض دینی کا امام بھی بنالیں اگر واقع میں وہ سچے دل سے تائب ہُوا ہے تو اس کے پیچھے نماز ہو جائے گی اور اگر امامت لینے کے لئے توبہ ظاہر کرتا ہے تو وہ نماز باطل و فاسد ہوگی اور اس کی حالت شک ڈالنے والی اور نفع کی طمع اس کی تائید کرنے والی کسی طرح عقل سلیم و احتیاط کا مقتضا ہرگز نہیں کہ اُسے امام کیا جائے وہ پیسہ کے معاملہ میں گواہی کے لئے تو علمائے کرام یہ احتیاط فرماتے ہیں کہ فاسق اگرچہ توبہ کرلے اُس کی گواہی مقبول نہ ہوگی جب تک ایک زمانہ اُس پر نہ گزرے جس سے صدق توبہ و صلاح و تقوٰی کے آثار اُس پر ظاہر ہوں کہ جب وہ فاسق ہے تو ممکن کہ اس وقت اپنی گواہی قبول کرا دینے کے لئے توبہ کا اظہار کرتا ہو فتاوٰی عالمگیری و فتاوٰی قاضی خاں میں ہے:

الفاسق اذا تاب لاتقبل شھادتہ مالم یمض علیہ زمان یظھر علیہ اثر التوبۃ والصحیح ان ذلک مفوض الی رأی القاضی[1]

فاسق اگر توبہ کرلے تو جب تک اتنا وقت نہ گزر جائے جس میں اس پر توبہ صدق کا اثر ظاہر ہو اس کی گواہی قبول نہ کی جائے، اور صحیح یہ ہے کہ یہ معاملہ قاضی کی رائے کے سپرد کیا جائے۔ (ت)

بلکہ جو جھوٹ کے ساتھ مشہور ہے اس کی نسبت تصریح فرماتے ہیں کہ اس کی گواہی کبھی مقبول نہ ہوگی اگرچہ سَو بار توبہ کرے، بدائع امام ملک العلماء ابوبکر مسعود کاسانی پھر فتاوٰی ہندیہ میں ہے:

والمعروف بالکذب لاعدالۃ لہ فلا تقبل شھادتہ ابدا وان تاب بخلاف من وقع فی الکذب سھوا او ابتلی بہ مرۃ ثم تاب[2]

جو جھوٹ میں مشہور ہو وُہ عادل نہیں ہو سکتا اس کی ہمیشہ گواہی قبول نہ ہوگی اگرچہ وہ تائب ہو جائے بخلاف اس شخص کے جس سے جھوٹ سہواً سرزد ہوا ہو یا وہ جھوٹ میں کسی ایک دفعہ مبتلا ہوا ہو پھر اس نے توبہ کرلی ہو۔ (ت)

جب دو پیسے کے مال میں یہ احتیاطیں ہیں تو نماز کہ بعد ایمان اعظم ارکان دین ہے اُس کے لئے کس درجہ احتیاط واجب

---

[1] فتاوٰی ہندیہ الفصل الثانی فیمن لاتقبل شہادتہ لفسقہ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۳/۴۶۸
[2] ایضاً

میں حرج نہیں کما فی الدرالمختار (جیسا کہ درمختار میں ہے۔ ت) وہ اگر قابلِ امامت ہو تو اس کی امامت میں مضائقہ نہیں۔

(۲) امام صف سے اتنا آگے کھڑا ہو کہ جو مقتدی اُس کے پیچھے ہے اُس کا سجدہ بطور مسنون بآسانی ہو جائے بلاضرورت اس سے کم فاصلہ رکھنا جس کے سبب مقتدیوں کو سجدہ میں تنگی ہو منع ہے یوں ہی فاصلہ کثیر عبث چھوڑنا خلاف سنت مکروہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۶۸۲، ۶۸۳ سرکرہ ضلع مراد آباد مسئولہ سید عبدالعزیز صاحب ۵ محرم شریف ۱۳۳۲ ہجری

(۱) باپ نے بیٹے کو عاق کر دیا اور پھر اس کی خطا معاف بھی کر دی تو اس کی خطا معاف ہوئی یا نہیں اور اس کے پیچھے نماز ہو جائے گی؟

(۲) اگر کسی شخص سے چار جمعہ حالتِ مرض میں پے در پے ساقط ہو گئے تو پانچویں جمعہ میں نماز اس کے پیچھے جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

(۱) ہاں اگر وہ باپ کی نافرمانی اور باپ کو ناراض کرنے سے باز آیا اور سچے دل سے توبہ کی تو خطا معاف ہو گئی اور اب اُس کے پیچھے نماز جائز ہو جائے گی، اور اگر وہ نافرمانی و ایذائے پدر سے باز نہ آیا تو ضرور سخت اشد فاسق ہے اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی، جس کا پھیرنا واجب ہے، اور اسے امام بنانا گناہ اگرچہ باپ اپنی مہربانی سے ہزار بار خطا معاف کر دے کہ یہ صرف باپ کی خطا نہیں اللہ عزوجل کا بھی گناہ اور سخت گناہ شدید کبیرہ ہے، تو فقط باپ کے معاف کئے کیونکر معاف ہو سکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) اگر مرض ایسا تھا کہ قابلِ حاضری جمعہ نہ تھا تو اس پر کچھ الزام نہیں، اور اگر حاضر ہو سکتا تھا اور کاہلی اور بے ہمتی سے نہ آیا تو فاسق ہے اسے امام کرنا گناہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۶۸۴ از بیتھو ضلع وڈاک خانہ بیتھو مرسلہ حکیم رضا حسین صاحب

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص ولد الزنا کا نکاح صحیح ہوا اور اُس سے اولاد ہوئی تو اس اولاد کے پیچھے اقتدا درست ہے یا نہیں۔ فقط

الجواب

ولد الزنا کا بیٹا کہ نکاح صحیح سے پیدا ہوا ولد الزنا نہیں اس کے پیچھے نماز میں کچھ کراہت نہیں، ہاں اگر اہلِ جماعت اُس سے نفرت کریں اور اس کے باعث جماعت کی تقلیل ہو تو اُسے امام نہ کیا جائے اگرچہ وہ خود بے قصور ہے جیسے معاذ اللہ برص و جذام والے کی امامت مکروہ ہے جبکہ باعثِ تنفیرِ جماعت ہو اگرچہ مرض

marfat.com

ثلثة لا یدخلون الجنة وعد منہم العاق لوالدیہ[1]۔ تین شخص جنت میں نہ جائیں گے ان میں سے ایک وہ جو اپنے ماں باپ کو ستائے۔ (ت)

ایسا شخص قابلِ امامت نہیں ہوسکتا۔ فتاوٰی حجہ وغنیہ میں ہے، لوقدموا فاسقا یاثمون[2] (اگر فاسق کو لوگوں نے امام بنایا تو وہ گنہگار ہوں گے۔ت) تبیین الحقائق وغیرہ میں ہے:

لان فی تقدیمہ للامامۃ تعظیمہ وقد وجب علیھم اھانتہ شرعا[3]۔ کیونکہ امامت کے لئے اس کو مقدم کرنے میں اس کی تعظیم ہے حالانکہ شرعاً اس کی اہانت لازم ہے۔

اُس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے کہ پڑھنا گناہ اور پڑھی تو پھیرنی واجب، جب وہ ایسا بیباک ہے کہ ماں کو مارتا ہے تو اس سے کیا تعجب کہ بے وضو نماز پڑھائے یا نہانے کی ضرورت ہو جاڑے کے سبب بے غسل پڑھا دے اور وہ جو اس نے پند کے جواب میں کہا سخت بیہودہ و بے معنی ہے مگر اُس سے تکفیر نہیں ہوسکتی اُس میں تاویل ممکن ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۶۹۹: مسئولہ سید اشرف علی صاحب ۱۴ جمادی الاولٰی ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ حنفی شافعی کے پیچھے نماز پڑھے تو جائز ہے یا نہیں؟ اور اگر شافعی نماز پڑھا رہا ہے اور حنفی آیا تو اس جماعت میں شریک ہو یا نہیں؟ فقط

الجواب

اگر شافعی طہارت ونماز میں فرائض وارکان مذہب حنفی کی رعایت کرتا ہے اُس کے پیچھے نماز بلاکراہت جائز ہے اگرچہ حنفی کے پیچھے افضل ہے اور اگر حال رعایت وعدم رعایت معلوم نہ ہو تو قدرے کراہت کے ساتھ جائز، اور اگر عادت عدم رعایت معلوم ہو تو کراہت شدید ہے اور اگر معلوم ہو کہ خاص اس نماز میں رعایت نہ کی تو حنفی کو اُس کی اقتدا جائز نہیں اس کے پیچھے نماز نہ ہوگی، صورتِ اول ودوم میں شریک ہوجائے اور صورت سوم میں شریک نہ ہو اور چہارم میں تو نماز ہی باطل ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۷۰۰: مرسلہ مفخر حسین صاحب از بدایوں محلہ سرائے چودھری ۱۶ جمادی الاولٰی ۱۳۳۲ھ

جناب مخدوم مکرم بندہ مولوی صاحب دام ظلکم بعد سلام سنت الاسلام کے عرض خدمت بابرکت میں ہے

---

[1] المعجم الکبیر حدیث نمبر ۱۳۱۸۰ ما اسند سالم عن ابن عمیر مطبوعہ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱۲/ ۳۰۲

[2] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی الامامۃ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۱۳

[3] تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق باب الامامۃ والحدث فی الصلٰوۃ مطبعۃ المطبعۃ الکبرٰی الامیریہ بولاق مصر ۱/ ۱۳۴

marfat.com

ختمِ قرآن مجید کے اپنے پاس سے خواہ چندہ سے بخوشی اپنے شیرینی تقسیم کرنا جائز ہے یا بدعت؟ اور ایسے شخص جو قیام کا منکر اور جو تراویح کے بعد ختمِ قرآن مجید کی شیرینی کا تقسیم کرنا بدعت سمجھتا ہو اور ناجائز کہتا ہو اُس کے پیچھے نماز کی اقتداء کرنا بروئے مذہب حنفی کیا ہے؟ ایسے امام کے پیچھے نماز مکروہ ہوتی ہے یا نہیں یا کیا ہے؟ فقط

الجواب

قیام وقتِ ذکرِ ولادت حضور سید الانام علیہ وعلٰی آلہ افضل الصلاۃ والتسلیم جس طرح حرمین طیبین و مصر و شام و سائر بلادِ اسلام میں رائج و معمول ہے ضرور مستحسن و مقبول ہے۔ علّامہ سید جعفر برزنجی رحمہ اللہ تعالٰی جن کا رسالہ میلاد مبارک حرمین طیبین و دیگر بلادِ عرب و عجم میں پڑھا جاتا ہے اُس رسالہ میں فرماتے ہیں:

قد استحسن القیام عند ذکر مولدہ الشریف صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ائمۃ ذو روایۃ ودرایۃ فطوبٰی لمن کان تعظیمہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم غایۃ مرامہ و مرماہ۔[1]

بے شک ذکرِ ولادتِ اقدس کے وقت قیام کرنا اُن اماموں نے مستحسن جانا جو اصحابِ روایت و اربابِ درایت تھے تو خوشی اور شادمانی ہو اُس کے لئے جس کی نہایت مراد و غایت مقصود محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی تعظیم ہو۔ (ت)

یہاں آج کل اس قیامِ مبارک کو بدعت و ناجائز کہنے والے حضرات وہابیہ ہیں خذلھم اللہ تعالٰی (اللہ تعالٰی انھیں خوار کرے۔ ت) اور وہابیہ زمانہ اب بدعت و ضلالت سے ترقی کر کے معراجِ کفر تک پہنچ چکے ہیں بہرحال ان کے پیچھے نماز ناجائز اور انھیں امام بنانا حرام، یُوں ہی ختمِ قرآنِ عظیم کے وقت مسلمانوں میں شیرینی کی تقسیم بھی ایک امرِ حسن و محمود ہے اُسے بدعت بتانا انھیں اصولِ ضالہ وہابیت پر مبنی ہے اللہ عزوجل نے تو وجوب و ممانعت کی یہ معیار بتائی تھی:

وما اٰتٰکم الرسول فخذوہ وما نھٰکم عنہ فانتھوا۔[2]

رسول جس بات کا تمھیں حکم دیں وُہ اختیار کرو اور جس بات سے منع فرمائیں باز رہو۔ (ت)

مگر وہابی صاحبوں نے معیارِ ممانعت یہ رکھی ہے کہ جسے ہم منع کر دیں اُس سے بچو اگرچہ اللہ و رسول نے کہیں منع نہ فرمایا ہو، غرض یہ اس کا شرک فی الرسالت ہے، اُس کے پیچھے ہرگز نماز نہ پڑھی جائے، والعیاذ باللہ تعالٰی رب العالمین۔ واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] رسالہ میلاد مبارک للعلامہ سید برزنجی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ قیام بوقت ذکر تولد خیر الانام، جامعہ اسلامیہ لاہور ص ۲۵، ۲۶

[2] القرآن ۵۹/ ۷

marfat.com

ہردو باہم فاعل ومفعول تھے یعنی اغلام کرتے تھے، زید مفعول کے دیگر رشتہ داران مثل پدر و برادر قصبہ ہذا میں امامت کرتے ہیں زید کے افعالِ قبیحہ کی خبر اس کے پدر و برادر اور دیگر رشتہ داران کو بھی تھی جس کی اطلاع اُن کو بذریعہ تحریرات کے دی گئی مگر باینہمہ اُنھوں نے کبھی زید کو اس فعل ناجائز سے نہیں روکا اور نہ کسی قسم کی زجر و توبیخ کی بلکہ یہ کہا جاتا ہے کہ زید کی ناجائز آمدنی سے وہ خود بھی فائدہ اٹھاتے تھے فاعل ومفعول کو ہنگام اختلاط کسی شخص نے بچشم خود نہیں دیکھا مگر واقعات اس امر کو پایہ ثبوت پر پہنچارہے ہیں مثلاً برادرِ بکر کا تمام شب دونوں کو ایک جا دیکھنا اور بکر کی گوشمالی کرنا اور تحریرات کا عام لوگوں میں بذریعہ ڈاک روانہ کیا جانا اور زید کا عام لوگوں میں اپنی مفعولیت کا اقرار کرنا، اور رہا یہاں پولیس کے رُوبرو زید کا اقبالی بیان تحریر کرانا اور اس کے برادر کا تائید کرنا زید کا معمولی حیثیت کا آدمی ہونا مگر زیب و زینت اس درجہ رکھنا اور اس کے پدر و برادر کا اس طرف توجہ نہ کرنا، پس دریافت طلب امر ہے کہ جو شخص خلاف وضع وحرام فعل کریں یا کرائیں ان کی امامت شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ اور اگر مفعول کے پدر و برادر وغیرہ کو اس امر کی خبر ہو اور وہ چشم پوشی کرکے ان کو منع نہ کریں تو ان کی امامت کے متعلق شرعاً کیا حکم ہے؟ امید کہ قول مفتی بہ بحوالہ کتب تحریر فرماکر مشکور فرمائیں۔

الجواب

یہ سخت شدید گناہ کبیرہ ہے اور فاعل ومفعول بھی اگر بالغ وغیر مجبور ہوں فاسق ہیں ان کی یہ حالت اگر صحیح طور پر معروف مشہور ہو یا وہ خود اقرار کرتے ہوں جس طرح یہاں زید کا اقرار مذکور ہے نہ صرف قیاسات و سوئے ظن جن کا شرع میں اعتبار نہیں بلکہ ان وجوہ پر کبیرہ کی نسبت کرنے والے خود ہی مرتکب کبیرہ ہوتے ہیں، اللہ عزوجل فرماتا ہے:

لولا اذ سمعتموہ ظن المؤمنین والمؤمنات بانفسھم خیرا[1]۔

کیوں نہ ہوا جب تم نے اسے سُنا کہ مومن مردوں اور خواتین نے اپنوں پر نیک گمان کیا ہوتا۔ (ت)

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ایاکم والظن فان الظن اکذب الحدیث[2]۔

بدگمانی سے بچاکرو کیونکہ بدگمانی سب سے بڑا جھوٹ ہے الحدیث (ت)

اس پر لحاظ و کارروائی جائز نہیں بلکہ وجہ صحیح شرعی سے ثابت و معروف ہو تو فاسق معلن ہیں ان کو امام بنانا گناہ، اُن کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی کہ پڑھنا گناہ اور پھیرنا واجب، اور اگر ثبوت شرعی واقرار معروف نہ ہو مگر لوگوں میں افواہ اُڑگئی ہو جس کے سبب

---

[1] القرآن ۲۴/ ۱۲

[2] صحیح البخاری باب قول اللہ عزوجل من بعد وصیۃ یوصی بہا او دین مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۸۴

marfat.com

وعد منھم من ام قوما وھم لہ کارھون[1]
اونچی نہیں ہوتی یعنی بارگاہِ عزت تک رسائی تو بڑی چیز ہے ایک وہ جو کچھ لوگوں کی امامت کرے اور وہ لوگ اس سے ناراض ہوں یعنی اس میں کسی قصورِ شرعی کے سبب۔

والا فالوبال علیھم کما فی الدر المختار[2] وغیرہ (ورنہ وبال ان لوگوں پر ہوگا، جیسا کہ درمختار وغیرہ میں ہے۔ ت) اور ظاہر ہے کہ صورتِ مستفسرہ میں اُس شخص میں متعدد قصور ہیں رشوت لینا اگر ثابت ہو تو وہ گناہِ کبیرہ ہے، حدیث میں فرمایا:

الراشی والمرتشی کلاھما فی النار[3]۔ رشوت لینے والا اور دینے والا دونوں دوزخی ہیں۔

پیسے لے کر مُکر جانا اور اس پر قرآن عظیم کی جھوٹی قسم کھانا اور رسید جلا کر مسلمان پر جھوٹا دعوٰی کرنا اور اسے نقصان پہنچانا یہ سب گناہِ کبیرہ ہیں، ان وجوہ سے حافظ مذکور کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے اور اسے امام بنانا گناہ، اور جبراً امام بننے میں خود اس کی نماز بھی تباہ جب تک وہ ان تمام افعالِ شنیعہ سے علانیہ توبہ نہ کرے۔ قربانی کی کھال اگر دوسرے نے اسے مدرسہ میں دینے کو دی تھی اور اس نے دھوکا دے کر اپنے صرف میں کرلی تو یہ بھی دغا اور خیانت اور گناہِ کبیرہ ہے، اور اگر اپنی قربانی کی کھال مدرسہ میں دینے کو کہی تھی پھر نہ دی تو بیجا ہے مگر چنداں الزام نہیں جبکہ کسی عذرِ شرعی سے ایسا کیا ہو ورنہ اللہ عزوجل سے وعدہ خلافی ہے، چنانچہ نتیجہ بہت شدید ہے قال اللہ تعالٰی فاعقبھم نفاقا فی قلوبھم الی یوم یلقونہ بما اخلفوا اللہ ما وعدوہ وبما کانوا یکذبون[4]۔ اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے: تو اس کے پیچھے اللہ تعالٰی نے ان کے دلوں میں نفاق رکھ دیا اس دن تک کہ اس سے ملیں گے بدلہ اس کا کہ انھوں نے اللہ تعالٰی سے وعدہ جھوٹا کیا اور بدلہ اس کا کہ جھوٹ بولتے تھے۔ (ت)

پیر پر طعنہ و تشنیع ارتدادِ طریقت ہے اس سے خلافت درکنار بیعت سے بھی خارج ہوجاتا ہے۔ سیّد حاجتمند کو

---

[1] سُنن ابن ماجہ باب من ام قوماً وہم لہ کارھون مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۶۹
ف: جس کتاب سے حدیث کا حوالہ دیا ہے اس میں "فوق اُذانھم" کی جگہ "فوق رؤسھم" ہے۔ نذیر احمد سعیدی
[2] درمختار باب الامامۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۸۳
[3] کنز العمال الفصل الثالث فی الھدیۃ والرشوۃ " مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۶/۱۱۳
ف: جس کتاب سے حوالہ دیا ہے اس میں "کلاھما" کا لفظ نہیں ہے۔ نذیر احمد سعیدی
[4] القرآن ۹/۷۷

marfat.com

اس ملعون کمائی سے فائدہ نہیں لیتے تو ان پر الزام نہیں،

قال اللہ تعالٰی لا تزر وازرۃ وزر اخرٰی[1] ۔ اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے: کوئی بوجھ اٹھانے والی جان دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گی (ت)

لیکن افواہِ عام کی بنا پر نفرت و تقلیلِ جماعت ہو تو ان کی امامت مکروہِ تنزیہی اور نامناسب ہوگی اگرچہ پہلی صورت کی طرح مکروہِ تحریمی اور گناہ نہیں، یہاں بحمد اللہ تعالٰی فتوٰی پر کوئی فیس نہیں لی جاتی، بفضلہ تعالٰی بفضلہ تعالٰی تمام ہندوستان و دیگر ممالک مثل چین و افریقہ و امریکہ و خود عرب شریف و عراق سے استفتاء آتے ہیں اور ایک ایک وقت میں چار چار سو فتوے جمع ہوجاتے ہیں بحمد اللہ تعالٰی حضرت جد امجد قدس سرہ العزیز کے وقت سے اس ۱۳۳۷ھ تک اس دروازے سے فتوے جاری ہوئے اکانوے ۹۱ برس، اور خود اس فقیر غفرلہ کے قلم سے فتوے نکلتے ہوئے اکاون ۵۱ برس ہونے آئے یعنی اس صفر کی ۱۴ تاریخ کو پچاس برس چھ ۶ مہینے گزرے، اس نو کم سو برس میں کتنے ہزار فتوے لکھے گئے، بارہ ۱۲ مجلد تو صرف اس فقیر کے فتاوے کے ہیں بحمد اللہ یہاں کبھی ایک پیسہ نہ لیا گیا نہ لیا جائے گا بعونہٖ تعالٰی ولہ الحمد، معلوم نہیں کون لوگ ایسے پست فطرت و دنی ہمت ہیں جنھوں نے یہ صیغہ کسب کا اختیار کر رکھا ہے جس کے باعث دُور دُور کے ناواقف مسلمان کئی بار پوچھ چکے ہیں کہ فیس کیا ہوگی؟ بھائیو! ما اسئلکم علیہ من اجر ان اجری الا علی رب العلمین[2] میں تم سے اس پر کوئی اجر نہیں مانگتا میرا اجر تو سارے جہان کے پروردگار پر ہے اگر وہ چاہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۰۳: از بمبئی محلہ قصابان پوسٹ ۳۰ مرسلہ مولوی عبدالرزاق ۱۷ شعبان ۱۳۳۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید چند ماہ تک پہلے ایک مسجد میں امامت کرتا رہا اور وہاں پر زید کی کئی حرکتیں معلوم ہوئیں کہ پیشاب کرکے ڈھیلا نہ لینا بلکہ پیشاب و پاخانہ کرکے اسی وقت اسی جگہ پانی سے استنجا کرکے اور لنگوٹ باندھ کر نماز پڑھنا اور بازاری عورتوں کے ساتھ خلا ملا مزاح و تمسخر کرنا، ان باتوں کا چرچا اہلِ جماعت میں ہونے کو تھا کہ زید دوسری مسجد میں منتقل ہوگیا وہاں بھی اس کی وہی حرکتیں بدستور قائم رہیں، جب لوگوں نے اس کو لنگوٹ باندھنے اور ڈھیلا نہ لینے کی نسبت پوچھا تو کہا میں معذور ہوں ڈھیلا نہیں لے سکتا اور لنگوٹ بھی بوجہ عذر کے باندھتا ہوں مگر نماز کے وقت صرف کپڑے بدل لیتا ہوں۔ اور خلا ملا عورتوں سے بدستور ہے، لوگ اس کی ایسی حرکتوں سے سخت بیزار ہیں اور اس کے پیچھے نماز پڑھنے سے بھی سخت ناراض ہیں، بلکہ لوگوں نے اس کے پیچھے نماز پڑھنا ترک کردیا، چند لوگ اپنی نفسانیت سے اس مکار کی حمایت پر اڑے ہیں باوجود اس کے معذور ہونے اور یہ حرکتیں معلوم ہونے کے

---

[1] القرآن ۶ /۱۶۴

[2] القرآن ۲۶ /۱۲۷

marfat.com

وجوہات ذیل کے معزول کردیا گیا ہے:

(۱) اتہامِ زنا

(۲) اتہامِ سرقہ دریہائے مسجد وغیرہ، اسبابِ مسجد جو متعلق مسجد اس کے ماتحت تھا۔

(۳) لیعل عمل قوم لوط، جس کے مشاہدہ و معائنہ کے چند اشخاص معتبران شاہد ہیں وغیرہ وغیرہ، اب وہ شخص بغیر اجازت بانی مبانی مسجد و متولی مسجد چند اشخاص کے کہنے پر جو ساکنانِ غیر محلہ اس مسجد کے ہیں امام ہونا چاہتا ہے علاوہ اس کے جو بالفعل امام مسجد بانی و متولی مسجد نے مقرر کیا ہوا ہے اعلم بالسنۃ والحدیث ہونے پر سوا جامع عالم جید ہے اور معزول شدہ کا مبلغ علم صرف کنز الدقائق۔ ایسے شخص کا امام ہونا باوجود جمیع وجوہات بالا کے جائز ہے یا نہ۔ فقط

الجواب

اتہام اور بدگمانی تو شرعاً جائز نہیں۔

قال اللہ تعالٰی یایھا الذین اٰمنوا اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم[۱] وقال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ایاکم والظن فان الظن اکذب الحدیث[۲]۔

اللہ تعالٰی کا فرمان ہے: اے ایمان والو! بہت گمانوں سے بچو بیشک کوئی گمان گناہ ہو جاتا ہے۔ رسالتمآب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: بدگمانی سے بچو کیونکہ بدگمانی سب سے بڑی جھوٹی بات ہوتی ہے الحدیث (ت)

مگر جس بات کے معاینہ کے گواہان ثقہ بتائے جاتے ہیں وہی ممانعتِ امامت کو بس ہیں بلکہ جو ایسے افعالِ شنیعہ سے متہم ہو چکا اور طبائع اس سے نفرت کرنے لگیں اگر ثبوت نہ بھی ہو تاہم اس کی امامت میں تقلیلِ جماعت ضرور ہے اور اسی قدر کراہت امامت کو بس ہے اگرچہ وہ واقع میں بے قصور ہو کما نصوا علیہ فی من شاع برصہ والعیاذ باللہ تعالٰی کما فی الدر وغیرہ (جیسے کہ فقہاء نے اس مسئلہ کی تصریح کی ہے اس شخص کے بارے میں جس کا برص پھیل گیا ہو والعیاذ باللہ تعالٰی، جیسا کہ درمختار وغیرہ میں ہے۔ ت) بہرحال وہ عالم متقی صحیح خواں کے مقابل کسی طرح مستحقِ امامت نہیں ہو سکتا خصوصاً جبکہ بانیِ مسجد و اہلِ محلہ کو اس سے کراہت ہے فان امر الامامۃ مفوض الی البانی ثم الی الجماعۃ ولا دخل فیہ للاجانب (کیونکہ امام کا مقرر کرنا بانی کا حق ہے پھر مقتدی حضرات کا امام مقرر کرنے میں اجنبی لوگوں کا کوئی حق نہیں۔ ت) تو غیر اہلِ محلہ کا

---

[۱] القرآن ۴۹/ ۱۲

[۲] صحیح البخاری کتاب الوصایا مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۸۴

marfat.com

ردالمحتار میں ہے :

فی الغزنویۃ المرأۃ کالرجل الا فی الاستبراء فانہ لا استبراء علیہا بل کما فرغت تصبر ساعۃ لطیفۃ ثم تستنجی ومثلہ فی الامداد وعبر بالوجوب تبعا للدرر وغیرھا وبعضھم عبر بانہ فرض وبعضھم بلفظ ینبغی وعلیہ فھو مندوب کما صرح بہ بعض الشافعیۃ ومحلہ اذا امن خروج شیئ بعدہ فیندب ذلک مبالغۃ فی الاستبراء او المراد الاستبراء بخصوص ھذہ الاشیاء من نحو المشی و التنحنح اما نفس الاستبراء حتی یطمئن قلبہ بزوال الرشح فھو فرض ، وھو المراد بالوجوب ولذا قال الشرنبلالی یلزم الرجل الاستبراء حتی یزول اثر البول ویطمئن قلبہ وقال عبرت باللزوم لکونہ اقوی من الواجب لان ھذا یفوت الجواز لفوتہ فلا یصح لہ الشروع فی الوضوء حتی یطمئن بزوال الرشح[1] اھ

غزنویہ میں ہے عورت مرد کی طرح ہے البتہ عورت پر استبراء لازم نہیں، بلکہ جیسے ہی فارغ ہو تھوڑی دیر کے بعد استنجاء کرسکتی ہے، اس کی مثل امداد میں بھی ہے اس نے درر وغیرہ کی اتباع کرتے ہوئے لفظ وجوب سے تعبیر کیا ہے اور بعض لوگوں نے لفظ "فرض" بعض نے لفظ "ینبغی" اور "علیہ" سے تعبیر کیا ہے، پس یہ مندوب ہے جیساکہ بعض شوافع نے تصریح کی ہے اس کا محل یہ ہے کہ جب اس کے بعد کسی شیئ کے خروج کا خوف نہ ہو تو یہ استبراء میں مبالغہ کے لئے مندوب ہے یا استبراء سے مراد یہ مخصوص اشیاء ہیں مثلاً چلنا اور کھنکارنا، رہا نفسِ استبراء یہاں تک کہ قطروں کے زائل ہونے کے ساتھ دل مطمئن ہو جائے تو وُہ فرض ہے اور وجوب سے بھی یہی مراد ہے اسی لئے شرنبلالی نے کہا آدمی پر استبراء لازم ہے یہاں تک کہ بول کا اثر زائل ہوجائے اور دل مطمئن ہوجائے، اور کہا کہ میں نے اسے لفظ "لزوم" کے ساتھ اس لئے تعبیر کیا کہ یہ واجب سے اقوٰی ہے کیونکہ اس کے فوت ہونے سے جواز فوت ہوجاتا ہے پس نمازی کے لئے وضوء میں شروع ہونا اس وقت تک درست نہیں جب تک کہ پیشاب کی چھینٹوں کے زائل ہونے سے دل مطمئن نہ ہوجائے۔ (ت)

زید اگر ایسا ہوکہ وہیں بیٹھے بیٹھے کھنکھارنے یا ملنے سے اُسے اطمینان صحیح ہوجاتا ہو اور بعد استبراء صرف پانی سے استنجاء کرے جب تو یہ فرض ادا اور وضو صحیح ہوجاتا ہے اور اگر مثلاً ٹہلنا وغیرہ اسے درکار ہے بے اسے ادا کئے پانی سے دھولیتا ہے تو فرض کا تارک ہے اور اسی حالت میں وضو کرے تو وضو ناجائز اور اس کی نماز باطل،

---

[1] ردالمحتار فصل الاستنجاء مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۲۵۳

marfat.com

مسئلہ ۶۹۷: از تحصیل چونیاں ضلع لاہور مسئولہ انوار الحق صاحب ۲۱ ربیع الاول شریف ۱۳۳۲ھ

اس ملک پنجاب میں دین کی بہت سستی ہے خاصکر دیہات میں تو دین مذہب کا کچھ پتا ہی نہیں، چنانچہ ہر ایک دیہات میں امام مسجد سوائے چند سورتوں کے یاد رکھنے کے اور کوئی علم نہیں رکھتا اور مقتدیوں کی غرض بھی یہی ہوتی ہے کہ امام مسجد ایسا ہو جو کہ ہماری میت کو غسل دے سکے یا نکاح پڑھ سکے یا دو تین سورتیں نماز پڑھانے کے واسطے یاد ہوں اور کوئی شوق نہیں، چنانچہ ایک گاؤں بنام تیرتھ میں ایک امام مسجد ایسی ہی صفتوں والا اصبح کو گیا اور وہیں وفات پائی، اسی مذکورہ گاؤں میں ایک دہر کہارہ جو کہ اپنے آپ کو حنفی کہتا تھا اور پھر بعد میں چند سال وہابی مذہب رہا، بعد ازیں چند سال سے چکڑالوی مذہب ہے۔ اب مذکورہ امام مسجد کی فوتیدگی پر اُس نے اس خیال سے کہ میں امام مسجد بن جاؤں مسجد کے متعلقہ گھروں کی آمدنی میرے کام آئے یہ ظاہر کیا کہ میں نے چکڑالوی مذہب سے توبہ کی مجھے امام مسجد مقرر کرو۔ چنانچہ اس کے ہم خیال چند دوستوں نے اس کو پگڑی پہنائی اور اس کو امام مسجد مقرر کردیا۔ اب چند مسلمان اُس کے مخالف اُٹھے جن کو اس کے چند مذہب بدلنے کا رنج تھا اُنھوں نے اس کو معزول کرنا چاہا، اب چونکہ وہ کچھ علم رکھتا ہے اُس نے کہا کہ میں نے توبہ خالص کردی ہے اور اب میں حنفی مذہب پر آگیا ہوں اگر تم اب بھی معزول کرتے ہو تو مجھے شریعت کا حکم دکھاؤ میں کنارے ہو جاؤں گا۔ چنانچہ وُہ کہتا ہے کہ کافر کی توبہ منظور رہے میری کیونکر نہ منظور ہوگی۔ پکّے مسلمانوں کا خیال ہے کہ اگر یہ امام مسجد مقرر رہا تو یہ دین میں رخنہ انداز ہوگا پھر کئی آدمی اُس کے موافق ہو جائیں گے پھر ہم میں اتنی طاقت نہ ہوگی کہ ان کو سیدھا کریں اس خیال سے وہ چاہتے ہیں کہ اگر کوئی حکم ایسے مشکوک آدمی کے بارے میں ہو تو ہمیں فتوٰی دیا جائے کہ اس کو نکالا جائے اور اس کے فتنہ سے بے فکر ہو جائیں۔ فقط

الجواب

نماز اہم عبادت ہے اور اس کے لئے غایت احتیاط درکار ہے یہاں تک کہ ہمارے علمائے نے تصریح فرمائی کہ اگر نماز چند وجہ سے صحیح ٹھہرتی ہو اور ایک سے فاسد، تو اُسے فاسد ہی قرار دیں گے۔ امام ابن الہمام فتح القدیر میں فرماتے ہیں:

لان الصلوٰۃ متی فسدت من وجه وجازت من وجوہ حکم بفسادھا[1]۔

کیونکہ جب ایک جہت سے نماز فاسد ہو اور کئی وجوہ کی بنا پر صحیح ہو تو نماز کے فاسد ہونے کا حکم دیا جاتا ہے۔ (ت)

جو شخص ایسا مضطرب الحال ہو کہ اتنے دنوں میں تین مذہب بدل چکا اس کی توبہ بایں معنی قبول کرنے میں

[1] فتح القدیر باب صلوٰۃ المسافر مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۲/ ۱۴

marfat.com

اُس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی کما فی الغنیۃ وغیرھا واقرہ فی ردالمحتار (غنیہ وغیرہ میں اسی طرح ہے اور ردالمحتار میں اس کو ثابت رکھا ہے۔ ت) تو جتنی نمازیں اُس کے پیچھے اس حالت میں پڑھی ہوں سب مقتدیوں پر اُن سب کا پھیرنا واجب، اگر نہ پھیریں گے گنہ گار رہیں گے اگرچہ دس برس کی نمازیں ہوں کما ھو حکم کل صلاۃ ادیت مع کراھۃ التحریم[1]، کما فی الدرالمختار وغیرہ (جیسا کہ کراہت تحریمی کے ساتھ ادا کی گئی ہر نماز کا حکم ہے، دُرمختار وغیرہ میں اسی طرح ہے۔ ت)

(۴) مقتدیوں کا اُس کے عیوب کے باعث اُس کی امامت سے ناراض ہونا۔ ایسے کی نماز اُس کے کانوں سے اُوپر نہیں جاتی یعنی آسمانوں پر جانا اور بارگاہِ عزت میں حاضر ہونا تو بڑی بات ہے وہیں کی وہیں پُرانے چیتھڑے کی طرح لپیٹ کر اُس کے مُنہ پر ماردی جاتی ہے اور اس کی امامت مکروہِ تحریمی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ثلثۃ لا ترفع صلاتھم فوق رءوسھم شبرا رجل ام قوما وھم لہ کارھون وامرأۃ باتت وزوجھا علیھا ساخط واخوان متصارمان[2]۔ رواہ ابن ماجۃ وابن حبان عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنھما بسند حسن۔

تین آدمیوں کی نماز ان کے سروں سے ایک بالشت برابر اُوپر نہیں اُٹھائی جاتی، ایک[1] وہ شخص جو قوم کا امام بنے مگر لوگ اسے پسند نہ کرتے ہوں۔ ایک[2] وہ عورت جو اس حال میں رات بسر کرے کہ اس کا خاوند اس پر ناراض ہو۔ اور[3] دو بھائی جو آپس میں جھگڑا کرنے والے ہوں۔ اس کو ابن ماجہ اور ابن حبان نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے سندِ حسن کے ساتھ روایت کیا ہے (ت)۔

دوسری حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ثلثۃ لا یقبل اللہ منھم صلاۃ من تقدم قوما وھم لہ کارھون ورجل اتی الصلٰوۃ دبارا والدبار ان یاتیھا بعد ان تفوتہ و

تین اشخاص کی نماز اللہ تعالٰی قبول نہیں فرماتا ایک[1] وہ شخص جو قوم کا امام بنا حالانکہ لوگ اسے پسند نہ کرتے ہوں۔ دُوسرا وہ شخص جو نماز کی طرف (جماعت کے فوت ہونے کے بعد یا نماز کا وقت فوت ہونے کے

---

[1] درمختار — باب صفۃ الصلٰوۃ — مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۷۱

[2] سنن ابن ماجہ — باب من ام قوماً وہم لہ کارھون — " آفتاب عالم پریس لاہور ص ۶۹

marfat.com

شریعت مطہرہ ہرگز ایسے مشکوک شخص کو امام بنانا پسند نہیں فرماتی، جو لوگ اس کی امامت میں کوشاں ہیں وہ اللہ و رسول و مسلمانوں سب کے خائن ہوں گے۔ حدیث میں ہے حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من استعمل رجلا من عصابة وفیھم من ھو ارضی للّٰہ منہ فقد خان اللّٰہ ورسولہ والمؤمنین[1]۔ رواہ الحاکم وصححہ وابن عدی والعقیلی والطبرانی والخطیب عن ابن عباس رضی اللّٰہ تعالٰی عنھما۔

جو کسی جماعت پر ایک شخص کو مقرر کرے اور ان میں وہ ہو جو اس شخص سے زیادہ اللہ کو پسندیدہ ہے تو بیشک اس نے اللہ و رسول اور مسلمانوں سب کے ساتھ خیانت کی۔ اس کو حاکم نے روایت کرکے صحیح قرار دیا۔ ابن عدی، عقیلی، طبرانی اور خطیب نے اسے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا ہے۔

واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۶۹۸: از صدر بازار اسٹیشن و ڈاک خانہ رانی گنج ضلع بردوان مرسلہ مظفر حسین ۲۳ ربیع الاول ۱۳۳۲ھ

ماقولکم رحمکم اللہ (آپ کا کیا ارشاد ہے اللہ آپ پر رحم کرے۔ ت) کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید ایک مسجد میں مؤذن و امام یعنی دونوں کام پر مامور ہے اور زید مذکور اپنی والدہ کو زدوکوب کرتا ہے اس کو چند آدمیوں نے بطور پند کے کہا کہ تم اپنی والدہ کو کس طرح مارتے ہو تو تمہاری نماز وظیفہ کرنا تمہارا اللہ تعالٰی کے رُوبرو کیا کام دیں گے؟ درجواب اس کے زید مذکور نے کہا کہ جس طرح سے اور لوگ غیر عورت سے زنا کرتے ہیں و شراب پیتے ہیں اُسی طور سے ہمارا مسجد میں بیٹھ کے وظیفہ و نماز کرنا ہے، تو زید مذکور نے نماز وظیفہ کو تشبیہ دیا ساتھ افعال قبیحہ کے، تو اس صورت میں زید کا مسجد میں اذان کہنا و نماز اس کے عقب پڑھنا عندالشرع جائز ہے یا نہیں بغیر توبہ کئے ہوئے، اور یہ کس درجہ میں شمار ہوگا، آیا گناہِ کبیرہ میں یا کہ درجۂ کفر میں۔ درصورت اگرچہ یہ گناہ داخل ہو درجۂ کفر میں، تو زید کی زوجہ اس کے عقد سے خارج ہوجائے گی یا نہیں؟ اور زید مذکور کو بعد تائب ہونے کے زوجہ سے از سرِ نَو ضرورت درستگی عقد کی پڑے گی یا نہیں؟ جواب بحوالہ کتب معتبر ارشاد ہو۔ بینوا توجروا

الجواب

صورت مستفسرہ میں وہ شخص سخت فاسق و فاجر، مرتکب کبائر، مستحق عذاب نار و غضب جبار ہے۔ ماں کو ایذا دینا سخت کبیرہ ہے نہ کہ مارنا، جس سے مسلمان تو مسلمان کافر بھی پرہیز کرے گا اور گھن کھائے گا۔ حدیث میں ارشاد ہوا:

---

[1] المستدرک علی الصحیحین الامارۃ امانۃ مطبوعہ دارالفکر بیروت ۹۲/۴

ف: مستدرک میں "فیھم" کی جگہ "فی تلك العصابة" کا لفظ ہے۔ نذیر احمد سعیدی

marfat.com

العبد الآبق حتی یرجع وامرأۃ باتت وزوجھا علیھا ساخط وامام قوم وھم لہ کارھون[1] رواہ الترمذی عن ابی امامۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ وقال حسن غریب۔

ایک بھگوڑے غلام کی حتی کہ وہ لوٹ آئے۔ دوسری وہ خاتون جو رات اس حال میں بسر کرے کہ اس کا خاوند اس پر ناراض ہو۔ تیسرا وہ شخص جو قوم کا امام بنا حالانکہ لوگ اسے ناپسند کرتے تھے۔ اسے ترمذی نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کرکے کہا یہ حسن غریب ہے۔ (ت)

تنویر الابصار و درمختار میں ہے:

ولو ام قوما وھم لہ کارھون ان الکراھۃ لفساد فیہ اولانھم احق بالامامۃ منہ کرہ لہ ذلک تحریما۔[2]

اگر کسی نے قوم کی امامت کرائی حالانکہ وہ قوم اسے پسند نہ کرتی تھی اگر خود اس میں خرابی کی وجہ سے کراہت ہو یا اس لئے کہ دوسرے لوگ اس سے امامت کے زیادہ اہل تھے تو اس صورت میں اس کا امام بننا مکروہ تحریمی ہوگا۔ (ت)

(۵) اُس کے سبب تفریق جماعت کہ سوال میں ہے لوگوں نے اُس کے پیچھے نماز پڑھنا ترک کردیا جس کے سبب تفریق جماعت ہوا اُسے امام بنانا منع ہے اور اس کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ ہے اگرچہ وہ خود بے قصور ہو جیسے برص والا نہ کہ وہ خود فساد رکھتا ہے، درمختار میں ہے:

کذا تکرہ خلف ابرص شاع برصہ[3] اھ واستظھر فی ردالمحتار ان العلۃ النفرۃ ولذا قید الابرص بالشیوع ولیکون ظاھرا[4] اھ اقول لیس محل الاستظھار بل العلۃ ھی ھی لاشك ثم الذی یظھر لی ان کراھۃ الصلاۃ خلفہ تنزیھیۃ کما ھو قضیۃ کلام الشامی اذیقول تحت قول الدر ھذا وکذلك

اسی طرح اس صاحبِ برص کے پیچھے نماز مکروہ ہے جس کا برص پھیل گیا ہو اھ ردالمحتار میں اس کی علتِ نفرت قرار دیا اس لئے ابرص کے ساتھ الشیوع (یعنی پھیلنے) کی قید لگائی تاکہ معاملہ واضح ہوجائے اھ میں کہتا ہوں یہ مقام ظاہر کرنے کا نہیں بلکہ علت یہی نفرت ہے اس میں کوئی شك نہیں، پھر مجھ پر یہ بات واضح ہوئی کہ ابرص کے پیچھے نماز مکروہ تنزیہی ہے

---

[1] جامع الترمذی باب ماجاء من ام قوماً وہم لہ کارھون مطبوعہ امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۱/۴۷
[2] و [3] درمختار باب الامامۃ " مطبع مجتبائی دہلی ۱/۸۳
[4] رد المحتار " " مصطفی البابی مصر ۱/۴۱۶

marfat.com

کہ ایک مسئلہ دریافت کرنے کی ضرورت پڑی وہ یہ ہے کہ جس شخص کے والدین اُس شخص سے کہیں کہ میرے جنازہ پر بھی ہرگز ہرگز نہ آئے اُس شخص کو امام کرنا چاہئے یا نہیں؟ اور مقتدی اس شخص کے پیچھے نماز پڑھیں یا نہیں؟ زیادہ حدِ ادب۔ فقط

الجواب

والدین اگر بلاوجہ شرعی ناحق ناراض ہوں اور یہ ان کی استرضائیں حدِ مقدور تک کمی نہیں کرتا تو اس پر الزام نہیں اور اس کے پیچھے نماز میں کوئی حرج نہیں، اور اگر یہ ان کو ایذا دیتا ہے اس وجہ سے ناراض ہیں تو عاق ہے اور عاق سخت مرتکب کبیرہ ہے اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی اور امام بنانا گناہ، اور اگر ناراضی تو اُن کی بلا وجہ شرعی تھی مگر اس نے اس کی پروا نہ کی وہ کھنچے تو یہ بھی کھنچ گیا جب بھی مخالف حکم خدا و رسول ہے اُسے حکم یہ نہیں دیا گیا کہ ان کے ساتھ برابری کا برتاؤ کرے بلکہ یہ حکم فرمایا گیا: واخفض لهما جناح الذل من الرحمة[1] (بچھا دے ماں اور باپ کے لئے ذلت و فروتنی کا بازو رحمت سے) اس کے خلاف و اصرار سے بھی فاسق ہے اور اس کے پیچھے نماز مکروہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۷۰۱: از بریلی مدرسہ منظرِ اسلام مسئولہ جناب استاذی مولوی رحم اللہ صاحب ۱۵ صفر ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید سے خالد ظاہراً و باطناً کدورت رکھتا ہے حتی کہ زید جس وقت مسجد میں داخل ہو کر سلام علیک کہتا ہے خالد جوابِ سلام بھی نہیں دیتا اور خالد ہی امامت کرتا ہے، ایسی حالت میں زید کی نماز خالد کے پیچھے ہوگی یا نہیں؟ اور زید جماعت ترک کرکے قبل یا بعد جماعت علیحدہ نماز پڑھ سکتا ہے یا نہیں جبکہ خالد دل میں کدورت رکھتا ہے، اس کے واسطے کیا حکم ہوتا ہے؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

محض دنیوی کدورت کے سبب اُس کے پیچھے نماز میں حرج نہیں اور اس کے واسطے جماعت ترک کرنا حرام، خالد کی زید سے کدورت اور ترکِ سلام اگر کسی دنیوی سبب سے ہے تو تین دن سے زائد حرام، اور کسی دینی سبب سے ہے اور قصور خالد کا ہے تو سخت تر حرام، اور قصور زید کا ہے تو خالد کے ذمے الزام نہیں زید خود مجرم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۷۰۲: از قصبہ لبی یرہ اسٹیشن سرہند گورنمنٹ پٹیالہ مسئولہ شیخ شیر محمد صاحب ۱۶ صفر ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید و بکر کی نسبت یہ مشتہر کیا گیا ہے کہ

---

[1] القرآن ۱۷/ ۲۴

marfat.com

اذانی فقد اذی اللہ۔[1] رواہ الطبرانی فی الاوسط عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بسند حسن۔

اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ عزوجل کو ایذا دی اسے طبرانی نے معجم اوسط میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سندِ حسن کے ساتھ روایت کیا ہے۔

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

ان الذین یحبون ان تشیع الفاحشۃ فی الذین اٰمنوا لھم عذاب الیم فی الدنیا والاٰخرۃ۔[2]

جو یہ چاہتے ہیں کہ مسلمانوں میں بے حیائی کی بات کا چرچا پھیلے اُن کے لئے دنیا و آخرت میں دردناک عذاب ہے۔

جب اس پر دونوں جہان میں عذابِ شدید کی وعید ہے تو یہ بھی کبیرہ ہُوا اور مرتکب کبیرہ فاسق ہے اور یہ فسق بالاعلان برسرِ مجلس وعظ ہوا تو اس وجہ سے بھی وہ شخص فاسق معلن ہُوا اور اس کے پیچھے نماز مکروہِ تحریمی۔

(۷) ظاہر ہے کہ وُہ جاہل ہے اور باوصفِ جہل اُس نے فتوے پر اقدام کیا اور ارشادِ اقدس حدیث کو اُلٹا اور مفتیانِ شریعتِ مطہرہ کے فتوں کو بے اعتبار کہا اور عوام جہال کو ردِ فتاویٰ شریعت پر دلیر کیا تو بلاشبہ وہ ضال ومضل ہُوا خود گمراہ اور اوروں کو گمراہ کرے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اتخذ الناس رؤسا جھالا فسئلوا فافتوا بغیر علم فضلوا واضلوا۔[3] رواہ الائمۃ احمد والبخاری ومسلم والترمذی و ابن ماجۃ عن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنھما۔

لوگ جاہلوں کو سردار بنالیں گے اور اُن سے مسئلہ پوچھیں گے وُہ بے علم فتویٰ دیں گے آپ بھی گمراہ ہُوئے اوروں کو بھی گمراہ کریں گے۔ اس کو ائمہ کرام احمد، بخاری، مسلم، ترمذی اور ابنِ ماجہ نے حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے۔

اس صورت میں اس کی امامت درکنار اس کے پاس بیٹھنا منع ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ایاکم و ایاھم لایضلونکم ولا یفتنونکم۔[4]

ان سے دُور رہو اور اُنھیں اپنے سے دُور کرو کہیں وُہ تمہیں

---

[1] المعجم الاوسط حدیث نمبر ۳۶۳۲ مکتبۃ المعارف الریاض ۴/۳۸۳

[2] القرآن ۲۴/۱۹

[3] صحیح البخاری باب الحرص علی الحدیث مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۰
صحیح مسلم باب رفع العلم وقبضہ الخ ” نور محمد اصح المطابع کراچی ۲/۳۴۰
جامع الترمذی باب ماجاء فی الاستیصاء بمن یطلب العلم ” امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۲/۹۰

[4] صحیح مسلم باب النہی عن الروایۃ عن الضعفاء الخ ” نور محمد اصح المطابع کراچی ۱/۱۰

marfat.com

اُن سے نفرت اور اُن کی امامت میں جماعت کی قلت ہو تو اس حالت میں ان کی امامت مکروہ تنزیہی ہے ،

وان لم یثبت الذنب بل لو لم یکن لان المناط النفرۃ کمن شاع برصہ والعیاذ باللہ تعالٰی۔

اگرچہ گناہ ثابت نہ ہو بلکہ ہو ہی نہ کیونکہ بنیاد تو نفرت ہے اس شخص کی طرح جس کا برص پھیل گیا ہو، والعیاذ باللہ تعالٰی۔ (ت)

پدر و برادر اگر اس کے روکنے پر قادر ہیں اور نہیں روکتے یا اس فعل پر راضی ہیں تو وہ بھی فاسق ہیں

قال اللہ تعالٰی یایھا الذین اٰمنوا قوا انفسکم واھلیکم نارا[1] وقودھا الناس والحجارۃ[2] وقال تعالٰی کانوا لایتناھون عن منکر فعلوہ[3]۔

اللہ تعالٰی کا فرمان مبارک ہے: اے اہلِ ایمان! اپنے آپ کو اور اپنے اہل کو اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن لوگ اور پتھر ہوں گے۔ اور اللہ تعالٰی کا یہ فرمان بھی ہے: وہ اس بُرے کام سے منع نہیں کرتے تھے جو بُرا کام لوگ کرتے تھے (ت)

اُن کی یہ حالت اگر معروف ہو تو اُن کا بھی وہی حکم ہے کہ نہیں امام بنانا گناہ اور ان کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی۔ فتاوٰی حجہ و غنیہ میں ہے: لوقدموا فاسقا یاثمون[4] (اگر انھوں نے فاسق کو مقدم کردیا تو وہ گنہ گار ہوں گے۔ت) اور اگر اس حرام کمائی سے ان کا فائدہ لینا اُسی طرح بہ ثبوت شرعی ثابت ہو نہ فقط اتنا کہ کہا جاتا ہے یہ کوئی چیز نہیں، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

بئس مطیۃ الرجل زعموا[5]۔ رواہ احمد و ابوداؤد عن حذیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

شک اور تخمینہ کی بنیاد پر خبر دینا قبیح ہے۔ اس کو امام احمد اور ابوداؤد نے حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حوالے سے بیان کیا ہے (ت)

تو حرام خور بھی ہیں اور اول سے سخت تر، دُور کرنے کے سزاوار، اور اگر بقدر قدرت منع کرتے ہوں اور وہ باز نہیں آتا اور یہ

---

[1] القرآن ۶۶/۶

[2] القرآن ۲/۲۴

[3] القرآن ۵/۷۹

[4] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی الامامۃ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۱۲

[5] مسند احمد بن حنبل ماروی عن حذیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۵/۴۰۱

سنن ابوداؤد باب فی الرجل یقول زعموا مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۳۲۳

marfat.com

وہ اسے ترک کرے گا اور دوسرے مجتہد کی تقلید اُس پر نہیں یا اہلِ ورع کے لئے ان خاص امور دقیقہ میں ہے جن پر ظاہر شریعت مطہرہ سے فتویٰ جواز ہوگا اور متورع محتاط کا قلب اُس پر مطمئن نہ ہوگا وہ اس سے بچے گا نہ اس لئے کہ فتویٰ معتبر نہیں بلکہ اس لئے کہ ایسی جگہ مقامِ تقویٰ فتویٰ سے اعلیٰ ہے۔ ایک بی بی سیدنا امام احمد کے پاس حاضر ہوئیں رضی اللہ تعالیٰ عنہ، اور مسئلہ پوچھا بادشاہ کی سواری نکلتی ہے کیا میں اس کی روشنی میں سُوئی میں ڈورا ڈال سکتی ہوں امام نے ان کی طرف نظر اُٹھائی اور فرمایا آپ کون ہیں؟ کہا میں بشر حافی کی بہن ہوں رضی اللہ تعالیٰ عنہ، فرمایا ایسا ورع تمہارے گھر سے نکلا ہے وباللہ التوفیق واللہ سبحٰنہ وتعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۴۰۴ از چوپرا ڈاک خانہ بانسی مرسلہ محمد کلیم الدین صاحب ۱۴ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ بروز جمعہ بعد نمازِ فجر قبل فرض جمعہ کوئی نماز پیش مصلّٰی پر خواہ اشراق ہو یا قبل الجمعہ وغیرہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ بعض علماء فرماتے ہیں منع ہے بعض فرماتے ہیں جائز ہے۔ بینوا توجروا

الجواب

وہ مصلّٰی اگر واقف نے صرف امامت کے لئے وقف کیا ہے تو امام وغیر امام کوئی اُسے دُوسرے کام میں نہیں لاسکتا اگرچہ صراحۃً یا وہاں کے عرف کے سبب دلالۃً ممانعت ہو، اور اگر صرف امام کے لئے بطور مذکور وقف ہُوا ہے تو امام اس پر نوافل بھی پڑھ سکتا ہے دُوسرا کچھ نہیں، اور اگر عام طور پر وقف ہُوا یعنی صراحۃً تخصیص ہے نہ دلالۃً تو غیر وقت امامت میں ہر شخص اس کو فرائض ونوافل سب کے کام میں لاسکتا ہے بلکہ درس وتدریس کے بھی، کما فی القنیۃ (جیسا کہ قنیہ میں ہے۔ ت) واللہ سبحٰنہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۴۰۵ از حسن پور ضلع مراد آباد مرسلہ طفیل احمد صاحب قادری برکاتی رضوی سلمہ اللہ القوی ۱۸ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

حضور مجھ کو معلوم ہوا ہے کہ دیوبندی کے پیچھے نماز نہیں ہوسکتی تو حضور ہم نے جو بےخبری میں ان کے پیچھے نمازیں پڑھی ہیں ان کا کیا کیا جائے، اور حضور حسن پور سب مسجدوں میں وہی لوگ امام ہیں تو اب ہم کیا کریں اور اگر اپنی اپنی نماز پڑھ بھی لی تو نمازِ جمعہ کو کیا کیا جائے کیونکہ جہاں جہاں جمعہ ہوتا ہے وہی امام ہیں، اور عیدین بھی وہی پڑھاتے ہیں اور جنازہ کی بھی اور نمازِ تراویح بھی۔ پھر یہ کہ جب ہم مریں گے تو ہمارے جنازوں کی نماز بھی یہی پڑھائیں تو حضور ہم بے نماز ہی دفن ہوں گے کیونکہ اگر انھوں نے پڑھائی بھی تو وہ نماز ہی کیا ہُوئی، اور سُنّی بس ہم دو تین شخص ہیں، اوّل حضور کوئی ایسی ترکیب ارشاد ہو کہ جو نمازیں ہم نے ان کے پیچھے پڑھی ہیں معاف ہو جائیں کیونکہ ہمارے ایمان ایسے کمزور ہیں کہ ہم سے پنج وقتہ نماز بھی ادا نہیں ہوتی تو حضور ان کی ادا کی کیا صورت ہے، دُوسرے

marfat.com

بھی اس کو علیحدہ اس منصب سے نہیں کرنا چاہتے اب زید نے اپنی سفا کی اور بے دینی کی وجہ ان کو یہ سبق پڑھا رکھا ہے کہ حدیث میں ہے:

دع مایریبك الی مالا یریبك وان افتاك المفتون[1] ــــ کہ تجھے کسی چیز میں شک یا شُبہ آجائے تو اس کو چھوڑ دے اگرچہ مفتی لوگ فتوٰی دیں ــــ تو تو اس کو نہ مان، غرض اس کی اس بیان سے یہ ہے کہ میری نسبت اگر کوئی شخص فتوی طلب کرے تو اُس فتوے کو قبول مت کرو اور چھوڑ دو اور اثنائے بیان میں یہ افترا، اہلِ اسلام پر مجلسِ وعظ میں کیا کہ بمبئی میں کوئی مکان یا کوئی گلی کُوچہ ایسا نہ ہوگا کہ جس میں شبانہ روز "زنا" نہ ہوتا ہو۔ اب بتلائیے کہ جس شخص کی ایسی حالت ہو کہ ڈھیلا نہ لیتا ہو، معذور ہو، نجس کپڑوں سے نماز پڑھاتا ہو، دروغ گو ہو، مفتری ہو اور مسلمانوں کو ٹھگنے والا فریبی، ذکرِ خیر سے مانع ہو۔ ایسے کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟ اور جو اس کی حمایت کرے اُس کا کیا حکم ہے؟ اور ایسے کو اس منصب سے خارج کرنا چاہئے یا نہیں؟ اور اس حدیث دع مایریبك الخ کا کیا مطلب ہے؟ جو ایسے مسئلے سے اپنی گھڑت لگا کر لوگوں کو گمراہ کرے اس کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

الجواب

یہاں چند امور قابلِ لحاظ:

(۱) مرد کو پیشاب کے بعد استبرا، کہ اثرِ بَول منقطع ہوجانے پر اطمینانِ قلب حاصل ہوجائے فرض ہے یعنی عملی کہ واجب کی قسمِ اعلیٰ ہے جس کے بغیر عمل صحیح نہیں ہوتا ولہذا بعض نے فرض بعض نے واجب بعض نے لازم فرمایا کہ فرض و واجب دونوں کو شامل ہے پھر اس میں طبائع مختلف ہیں، بعض کو وہ نم کہ سوراخِ ذکر پر بعد بَول زائل ہوتے ہی اطمینان ہوجاتا ہے کہ اب کچھ نہ آئے گا، بعض کو صرف دو تین بار کھنکار نا کافی ہوتا ہے، بعض کو ذکر کا دو یا ایک بار اوپر سے نیچے کو ئل دینا، اور بعض کو ٹہلنے کی حاجت ہوتی ہے، دس قدم سے چار سو قدم تک، بعض کو بائیں کروٹ پر لیٹنا، بعض کو ران پر ران رکھ کر ذکر کو دبانا۔ غرض کہ مختلف طریقے ہیں اور ہر شخص اور اس کی طبیعت (مختلف ہوتی ہے) درمختار میں ہے:

یجب الاستبراء بمشی او تنحنح او نوم علی شقه الایسر ویختلف بطبائع الناس[2]۔ بَول کا اثر ختم کرنا لازم ہے خواہ پیدل چلنے، خواہ کھنکار نے یا بائیں جانب لیٹنے سے ہو اور لوگوں کی مختلف طبائع کی وجہ سے حکم مختلف ہوتا ہے (یعنی کسی کو جلد پاکیزگی حاصل ہوتی ہے کسی کو دیر سے)۔ (ت)

---

[1] المعجم الکبیر | ما اسند واثلۃ بن اسقع | مطبوعہ المکتبۃ الفیصلیہ بیروت | ۲۲/ ۷۸
مجمع الزوائد | باب التورع عن الشبہات | مطبوعہ دار الکتاب بیروت | ۱۰/ ۲۹۴
[2] درمختار | فصل فی الاستنجاء | " مطبع مجتبائی دہلی | ۱/ ۵۷

marfat.com

ساتھ ہوں ظاہر کردیا جائے کہ مسلمانوں کا جمعہ وعید فلاں جگہ ہوگی، جسے اللہ تعالیٰ ہدایت دے گا شریک ہوجائے گا، اُن کے پیچھے جو نمازیں بے خبری میں پڑھیں اُن کا علاج ایک تو توبہ ہے، دوسرے یہ ضرور ہے کہ اُن نمازوں کی قضا پڑھی جائے، اندازہ اتنا کرلیا جائے کہ کوئی نماز باقی نہ رہ جائے زیادہ ہوجائیں تو حرج نہیں۔ اگر کوئی شخص دارالحرب خاص کفار کی بستی میں بسے جہاں مثلاً صرف ہندو ہوں اور وہ کہے کہ میں یہاں کی سکونت تو چھوڑ نہیں سکتا یہ بتاؤ فوری ضرورت کے مسئلے کس سے پوچھوں تو کیا اُس سے کہہ دیا جائے گا کہ پنڈت سے پوچھ لیا کرو انا للہ وانا الیہ راجعون واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۶۰۶: از موضع سریا ڈاک خانہ تیلو تھو ضلع شاہ آباد آرہ مرسلہ شیخ مدار بخش ۱۸ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص معمولی اردو خواں مؤذنی بھی کرتا ہے اور امامت بھی کرتا ہے اور وہی شخص گھر گھر سے صدقۂ فطر مال زکوٰۃ وکھال قربانی وغیرہ لیتا اور کھاتا ہے اور قبرستان میں جو غلّہ اور پیسہ کوڑی خیرات کیا جاتا ہے وہ بھی لیتا ہے اور اس کا پیشہ یہی ہے، ایسے شخص کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں؟ امام کے لئے کون کون شرائط ہیں؟ کیسے شخص کو امام ہونا چاہئے؟ اگر بجائے شخص مذکور کے دوسرا شخص جو ان باتوں سے محتاط ہو اس کے پیچھے نماز پڑھنا افضل ہے یا نہیں؟

الجواب

اگر وہ فقیر ہے صاحبِ نصاب نہیں، نہ سیّد ہاشمی ہے تو ان اموال کا لینا اُسے جائز ہے اور اس وجہ سے اس کی امامت میں کوئی حرج نہیں۔ امامت کیلئے صحیح الاسلام، صحیح الطہارۃ، صحیح القرأۃ، سُنّی صحیح العقیدہ، غیر فاسق معلن درکار ہے، جس میں ان باتوں سے کوئی بات کم ہوگی اسکے پیچھے نماز ہوگی ہی نہیں مکروہ تحریمی ہوگی اس شخص میں ان باتوں سے کوئی بات کم ہے تو اسکی امامت جائز نہیں، واجب ہے کہ دوسرے کو جو ان باتوں کا جامع ہو امام کریں اور یہ سب باتیں اُس میں ہیں تو اس کی امامت میں حرج نہیں، پھر دوسرا اگر نماز وطہارت کے مسائل اس سے زیادہ جانتا ہے تو وہ دوسرا ہی اولیٰ ہے اور اگر یہ زیادہ جانتا ہے تو یہی بہتر۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۶۰۷: از کراچی گاڑی احاطہ محلہ رام باغ مرسلہ نور احمد مولیڈنہ واکانی مہمیز ۱۸ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

(۱) جس امام کو اس کے عقائد پوچھے جائیں اور وہ نہ بتائے تو اس کی اقتدا جائز ہے یا نہیں؟

(۲) جو امام وقتِ مقررہ کا پابند نہ ہو یعنی کہے کہ نماز مقررہ وقت پر پڑھنا عرشِ اعظم پر لکھا ہوا ہے کیا، حالانکہ مصلیوں کی آسانی کے لئے جماعت نے وقت مقرر کیا، اُس کو کیا سمجھنا چاہئے۔

(۳) جس امام سے جماعت کے بعض آدمی ناراض ہوں اور بعض اس کی خوشامد کرتے ہوں تو ایسے کی اقتدا کرنا جائز ہے یا نہیں؟

marfat.com

امامت تو وہ دُوسری چیز ہے، تو حالتِ زید مشکوک ہُوئی، بلکہ دریافت کرنے پر اس کا یہ نہ بتانا کہ مجھے جتنے خفیف استبراء کی حاجت ہے کر لیتا ہُوں زیادہ کی ضرورت نہیں، بلکہ اپنی معذوری کا عذر پیش کرنا اس کی حالت کو مشتبہ تر کرتا ہے اور وہ خود حدیث پڑھ چکا ہے کہ شبہہ کی بات چھوڑو اگرچہ لوگ کچھ فتوٰی دیں تو اُس نے خود مان لیا کہ مسلمانوں کو اس کی امامت سے احتراز کا حکم ہے اور اگر کوئی مفتی اُس کی امامت پر فتوٰی بھی دے تو نہ مانا جائے۔

(۲) یہاں تک تو اس کی امامت صرف مشتبہ ٹھہری اور خود اس کی پڑھی ہُوئی حدیث سے اُس کے چھوڑنے کا حکم ہُوا مگر اگلا بیان صراحۃً اُس کی امامت کو باطل محض کر رہا ہے اور وہ اپنے آپ کو ڈھیلا لینے سے معذور بتاتا ہے اور عادت کوئی عذر ڈھیلا لینے سے مانع نہیں مگر یہ کہ محلِ استنجاء پر زخم ہو یا دانے پکّے یا پکنے پر ہیں جن میں ریم ہے اُن کے سبب ڈھیلے کی رگڑ کی تاب نہیں زخم کی حالت تو ظاہر تھی کہ اُس سے نہ وضو رہتا نہ کپڑے پاک، دانوں میں احتمال تھا کہ شاید ابھی آب و ریم نہ دیتے ہوں مگر اُس کا کہنا کہ لنگوٹ بھی بوجہ عذر کے باندھتا ہُوں مگر نماز کے وقت صرف کپڑے بدل لیتا ہُوں، صاف دلیل روشن ہے کہ وُہ دانے آب و ریم دیتے ہیں اور اتنا جس سے ہر وقت کپڑا نجس ہوتا ہے جب تو نماز کے وقت اُسے کپڑے بدلنے کی ضرورت پڑتی ہے تو اب کھل گیا کہ وہ معذورِ شرعی ہے اور معذور کی امامت غیر معذوروں کے لئے یقیناً باطل محض ہے کما نص علیہ فی الکتب کلہا (جیسا کہ تمام کُتب میں اس پر تصریح موجود ہے۔ ت)

(۳) اس شناعت کبرٰی کے بعد باقی امور کی طرف توجہ کی زیادہ حاجت نہیں ورنہ اُس میں اور بھی وجوہ ہیں جن پر شرع مطہر اُسے امام بنانے سے منع فرماتی ہے مثلاً فاحشہ عورتوں سے خلا ملا مزاح تمسخر۔ اشباہ وغیرہا میں ہے: الخلوۃ بالاجنبیۃ حرام[1] (اجنبی عورت کے ساتھ خلوت (یعنی تنہائی میں ملنا) حرام ہے۔ ت) تو یہ حرام کا مرتکب، پھر اُس پر مُصر، پھر اُس میں مشتہر ہے تو فاسق معلن ہے اور فاسق معلن کو امام بنانا گناہ۔ فتاوٰی حجہ وغنیہ میں ہے: لوقدموا فاسقا یاثمون[2] (اگر لوگوں نے فاسق کو مقدم کیا تو وہ گنہگار ہوں گے۔ ت) تبیین الحقائق وغیرہ میں ہے:

لان فی تقدیمہ للامامۃ تعظیمہ وقد وجب علیھم اھانتہ شرعا۔[3]

کیونکہ امامت کے لئے اُس کو مقدم کرنے میں اُس کی تعظیم ہے حالانکہ شرعاً اُس کی اہانت لازم ہے (ت)

---

[1] الاشباہ والنظائر — کتاب الحظر والاباحۃ — مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۲/ ۱۱۱، ۵۱۲

[2] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی — فصل فی الامامۃ — ″ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۱۳

[3] تبیین الحقائق — باب الامامۃ والحدث فی الصلٰوۃ — ″ المطبعۃ الکبرٰی الامیریہ بولاق مصر ۱/ ۱۳۴

marfat.com

نصوص موجود ہیں ۔ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۱۷۱ از کراچی بندر صدر بازار دکان سیٹھ حاجی احمد حاجی کریم، محمد شریف جنرل مرچنٹ مرسلہ عبداللہ ولد حاجی ۲۳ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

امام صدر را باعث افتادن از ستور در یک دست تشنج واقع شدہ است ازیں وجہ دست ماؤفہ او بوقت تکبیر تحریمہ مس مزمۂ گوش نمی شود آیا دریں صورت امامتِ او بلاکراہت جائز است یا نہ؟

صدر کے امام کا ہاتھ گھوڑے سے گرنے کی وجہ سے بے حس وحرکت ہوگیا ہے اس وجہ سے وُہ اپنا ماؤف ہاتھ بوقت تکبیر تحریمہ کان کی لوتک نہیں اٹھا سکتا، اس صورت میں اس کی امامت بلاکراہت جائز ہے یا نہیں؟ (ت)

الجواب

جائز است بلکہ اگر اعلم قوم است ہموں احق بامامت است۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

جائز ہے بلکہ اگر وُہ قوم سے زیادہ عالم ہے تو امامت کا مستحق وہی ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۱۷۲ از سیتاپور محلہ قضیارہ مرسلہ الیاس حسین صاحب ۲۳ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

جب ایک عالم اور شریف ہے مگر سید نہیں، ایک عالم رذیل ہے جاہل یا کم نجیب الطرفین سید کی موجودگی میں ان دونوں قسموں کے عالموں سے کون زیادہ مستحقِ امامت ہے؟ صرف سید ہی کو استحقاق ہے؟

الجواب

عالم بہرحال زیادہ مستحقِ امامت ہے جبکہ مبتدع یا فاسق معلن نہ ہو، اور دونوں عالموں میں جسے علمِ نماز و طہارت میں ترجیح ہو وُہ مقدم ہے، اور اس میں مساوی ہوں تو قرأت و ورع و سن وغیرہا مرجحات کے بعد شریف نسب سے ترجیح دی جائے گی، عالم رذیل کہنا بہت سخت لفظ ہے عالم کسی قوم کا جو اگر عالمِ دین ہے اللہ کے نزدیک ہر جاہل سے اگرچہ کتنا ہی شریف ہو افضل ہے۔

قال اللہ تعالٰی قل ھل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون[1]۔

اللہ تعالٰی کا ارشاد گرامی ہے: کیا علم والے اور بے علم برابر ہوسکتے ہیں؟ (ہرگز نہیں)۔ (ت)

مطلق فرمایا کہ جو عالم نہیں عالم کے برابر نہیں ہوسکتا اس میں کوئی تخصیص نسب وغیرہ کی نہ فرمائی۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[1] القرآن ۳۹/ ۹

marfat.com

رجل اعتبد محررا۔[1] رواہ ابو داؤد و ابن ماجۃ عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

بعد آئے۔ تیسرا وہ شخص جو آزاد کو غلام بنائے۔ اسے ابوداؤد اور ابن ماجہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا ہے۔ (ت)

تیسری حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ایما رجل ام قوما وھم کارھون لم تجز صلاتہ اُذُنَہٗ۔[2] رواہ الطبرانی فی الکبیر عن طلحۃ ابن عبید اللہ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

جو شخص بھی قوم کا امام بنے حالانکہ وہ اسے ناپسند کرتے ہوں تو اس کی نماز کانوں سے اوپر نہیں جاتی۔ اسے طبرانی نے معجم کبیر میں حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے (ت)

چوتھی حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ثلٰثۃ لایقبل اللہ منھم صلاۃ، ولا تصعد الی السماء، ولا تجاوز رؤسھم رجل ام قوما وھم لہ کارھون و رجل صلی علی جنازۃ ولم یؤمر وامرأۃ دعاھا زوجھا من اللیل فابت علیہ۔[3] رواہ ابن خزیمۃ عن عطاء ابن دینار وبسند اٰخر عن انس بن مالک متصلا رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

تین افراد کی نماز اللہ تعالٰی قبول نہیں فرماتا نہ وہ آسمان کی طرف چڑھتی ہے اور نہ اُن کے سروں سے بلند ہوتی ہے ایک وہ شخص جو قوم کا امام بنے حالانکہ وہ اسے پسند نہ کرتے ہوں۔ دوسرا وہ شخص جو جنازہ پڑھائے حالانکہ اسے اجازت نہ دی گئی ہو۔ تیسری وہ خاتون جسے رات کو خاوند طلب کرے تو وہ انکار کرے۔ اسے ابن خزیمہ نے عطاء بن دینار سے اور ایک دوسری سند کے ساتھ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے متصلاً روایت کیا ہے۔ (ت)

پانچویں حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ثلٰثۃ لا تجاوز صلاتھم اٰذانھم

تین اشخاص کی نماز ان کے کانوں سے بلند نہیں ہوتی

---

[1] سنن ابوداؤد باب الرجل یؤم وہم لہ کارھون مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۸۸
سنن ابن ماجہ باب من ام قوماً وہم لہ کارھون " " " " ص ۶۹
[2] المعجم الکبیر ما اسند طلحۃ بن عبید اللہ حدیث ۲۱۰ " المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱/ ۱۱۵
[3] صحیح ابن خزیمۃ باب الزجر عن امامۃ المرأۃ حدیث ۱۵۱۸ " المکتب الاسلامی بیروت ۳/ ۱۱

marfat.com

قال اللہ تعالیٰ یایہا الذین اٰمنوا لم تقولون مالا تفعلون کبر مقتا عند اللہ ان تقولوا مالا تفعلون[1]۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے ایمان والو! کیوں کہتے ہو وہ جو (خود) نہیں کرتے اللہ کو سخت ناپسند ہے یہ بات کہ وہ کہو جو نہ کرو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۵: از قصبہ ترنگ لاہور مسئولہ ابورشید محمد عبدالعزیز

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی امام گاہے گاہے مردہ شوئی کرے تو کیا اس کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

میتِ مُسلم کو نہلانا فرض ہے اور فرض کے ادا کرنے میں اجر ہے، اور اگر وہاں اور بھی کوئی اس قابل ہو کہ نہلا سکے تو اس کے نہلانے پر اُجرت لینا بھی جائز ہے بہر حال اس سے امامت میں کوئی خلل نہیں آتا اور اگر وہاں کوئی دُوسرا ایسا نہ ہو کہ نہلا سکے تو اب اس پر نہلانا فرضِ عین ہے اور اس پر اُجرت لینا حرام، ایسا کرے گا تو فاسق ہوگا اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی اور اس کا امام بنانا گناہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۶: از روپیٹی ڈیہہ ضلع بہرائچ بازار نیپال گنج مرسلہ سید علی ناریل فروش ۸ محرم الحرام ۱۳۳۶ھ

زید نے بکر کی زوجہ سے زنا کیا، بکر نے یہ حالات کماحقہ معلوم کرکے زوجہ مذکور کو طلاقِ بائن دی اور خود بھی تائب ہُوا، بکر یہاں کی جامع مسجد کا پیش امام بھی ہے، اب بکر کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب

صورت مذکورہ میں زنائے زوجہ کے سبب بکر کی امامت میں کوئی خلل نہیں جبکہ وُہ بوجہ صحتِ مذہب و طہارۃ وصحتِ قرأۃ وغیرہا شرعاً قابلِ امامت ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۷: از موضع کوتانہ ضلع میرٹھ مرسلہ شیخ وجیہ الدین احمد و محمد عبداللہ خاں و محمد اسمٰعیل خاں ۲۷ ربیع الاوّل شریف ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دینِ محمدی و مفتیان شرع احمدی حنفی المذہب اہلسنت وجماعت اس مسئلہ میں کہ ایک شخص وہابی فرقہ کا حنفی المذہب اہلِ سنّت وجماعت کے محلہ کی مسجد کا ایک ماہ وچند روز سے پیش امام ہے اور اس کے باپ دادا بھی اسی فرقہ وہابیہ میں مر گئے۔ حُسنِ اتفاق سے اس مسجد میں دو عالم واعظ تشریف لائے اور وعظ میں حضرت رسولِ مقبول محبوبِ رب العالمین شفیع المذنبین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حمد وثنا بیان فرمائی اور امام مسجد

---

[1] القرآن ۶۱/۲

marfat.com

اعرج یقوم ببعض قدمه فالاقتداء بغیرہ اولی تاتارخانیۃ وکذا اجذم برجندی[1] اھ وان لم ارہ فی امامۃ البرجندی من شرحہ للنقایۃ لکن کراھۃ تقدیمہ اذا بلغ التنفیر الی ترك الناس الجماعۃ کما فی السوال ینبغی ان تکون کراھۃ تحریم لما فیہ من النقض الصریح لمقصود الشارع صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من شرعیۃ الجماعۃ وایجابھا وقد قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بشروا ولا تنفروا والتنفیر المعلل بہ فی الھدایۃ کراھۃ تقدیم العبد والاعمی والاعرابی لایبلغ عشر ھذا بل ھو نادر محتمل وھذا غالب متحقق فافترقا فھذا ماعندی والعلم بالحق عند ربی عزوجل۔

جیسے علّامہ شامی کے کلام کا تقاضا ہے کیونکہ وہ درمختار کے اسی قول کے تحت لکھتے ہیں: اسی طرح وہ لنگڑا ہے جو اپنے پاؤں کے کچھ حصّہ پر کھڑا ہوتا ہو، اس کے غیر کی اقتدار بہتر و اولٰی ہے تاتارخانیہ، اور اسی طرح ہاتھ کٹے کا معاملہ ہے برجندی اھ، اگرچہ میں نے برجندی مع شرح نقایہ برجندی کے باب الامامۃ میں یہ مسئلہ نہیں پایا لیکن جب اس کی تقدیم کی ناپسندیدگی اتنی بڑھ جائے کہ لوگ جماعت کو چھوڑنا شروع کردیں، جیسا کہ سوال میں ہے، تو ایسی صورت میں اسے کراہت تحریمی قرار دینا چاہئے کیونکہ اس میں تو شارع صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے مقصود کی صریح مخالفت ہے اور وہ مقصود جماعت کا مشروع اور واجب ہونا ہے حالانکہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد ہے، لوگوں میں محبت و بشارت پیدا کرو نفرت نہ پھیلاؤ۔ اور وہ نفرت جس کی بنا پر صاحبِ ہدایہ نے غلام، نابینا اور اعرابی کی امامت کو مکروہ قرار دیا ہے وہ تو اس کے دسویں حصّے کو بھی نہیں پہنچتی بلکہ وہ نادر اور ایک احتمال ہے اور یہ غالب و ثابت ہے پس ان دونوں میں فرق ثابت ہوگیا یہ میرے نزدیک ہے، اور حق کا علم میرے رب کے ہاں ہے۔ (ت)

(۶) اُس کا کہنا کہ بمبئی میں کوئی مکان یا گلی کوچہ ایسا نہ ہوگا جس میں شبانہ روز" زنا" نہ ہوتا ہو، اگر وہ تعمیم و تصمیم کرتا تو بمبئی کے لاکھوں مسلمان مردوں، مسلمان پارسا بیبیوں پر صریح تہمت ملعونہ زنا تھی جس کے سبب وہ لاکھوں قذف کا مرتکب ہوتا اور ایک ہی قذف گناہِ کبیرہ ہے اور قذف کرنے والے پر لعنت آئی ہے تو وہ ایک سانس میں لاکھوں گناہِ کبیرہ کا مرتکب ہوتا اور لاکھوں لعنتوں کا استحقاق پاتا ہے مگر اس نے مکان اور کوچہ میں تردید سے تعمیم کو روکا: "نہ ہوگا" کے لفظ سے جزم میں فرق ڈالا پھر بھی اس قدر میں شک نہیں کہ اس نے وہاں کے عام مسلمان مردوں بیبیوں کی حرمت پر دھبّا لگایا اور اسے خاص مجلس وعظ میں کہہ کر مسلمانوں کو ناحق بدنام کرنے اور ان میں اشاعت فاحشہ کا بوجھ اپنی گردن پر اٹھایا اور بکثرت مسلمانوں کو بلاوجہ شرعی ایذا دی، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من اذی مسلما فقد اذانی ومن

جس نے کسی مسلمان کو ناحق ایذا دی اُس نے مجھے ایذا دی

---

[1] ردالمحتار باب الامامۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۴۱۶

marfat.com

ثلا ثتھم من رجال مسلم والاربعة۔ روایت کیا ہے اس کے تینوں راوی مسلم شریف کے اور اصحابِ اربعہ کے رجال ہیں۔ (ت) (یعنی اسے بلند مرتبہ محدثین نے ان سے روایت کی ہے لہذا راوی معتمد ہیں۔ نذیر احمد)

جسے محبت درکنار نفرت ہو ظاہر ہے کہ اُسے حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے محبت نہیں پھر وہ مسلمان کیسے ہو سکتا ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لایؤمن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ وولدہ والناس اجمعین[1]۔ رواہ الائمۃ احمد والبخاری ومسلم والنسائی وابن ماجۃ عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

تم میں سے کوئی شخص مسلمان نہیں ہوتا جب تک میں اُسے اُس کے ماں باپ اولاد اور تمام آدمیوں سے زیادہ پیارا نہ ہوں۔ اسے ائمہ کرام امام احمد، بخاری، مسلم، نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔

"تجلی الیقین" کے کلمات سُن کر اثر نہ ہونا اور نعت شریف کے اُن سوالوں پر خاموش رہنا اُس کے دل کی دبی آگ کو اور ظاہر کر رہا ہے۔

قال اللہ قد بدت البغضاء من افواھھم وما تخفی صدورھم اکبر قد بینا لکم الاٰیات ان کنتم تعقلون[2]۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: دشمنی ان کے مونہوں سے ظاہر ہوگئی اور وہ جو ان کے سینوں میں (غیظ وعناد) چھپا ہے اور زیادہ ہے ہم نے تم پر نشانیاں کھول دیں اگر تمھیں عقل ہو۔ (ت)

بالجملہ وہ یقیناً وہابی ہے اور وہابیہ قطعاً بے دین، اور بے دین کے پیچھے نماز محض ناجائز۔ فتح القدیر میں ہے:

روی محمد عن ابیحنیفۃ وابی یوسف رضی اللہ تعالیٰ عنھما ان الصلاۃ خلف اھل الاھواء لاتجوز[3]۔

امام محمد نے امام ابوحنیفہ اور امام ابویوسف رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا کہ اہلِ بدعت کے پیچھے نماز جائز نہیں ہے۔ (ت)

---

[1] صحیح البخاری باب حب الرسول صلی اللہ علیہ وسلم من الایمان مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۷

[2] القرآن ۳/۱۱۸

[3] فتح القدیر باب الامامۃ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۳۰۴

marfat.com

رواہ مسلم عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ گمراہ نہ کردیں کہیں وہ تمہیں فتنہ میں نہ ڈال دیں۔ اسے مسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔

ایسی حالتوں میں جو اس کی حمایت کریں اس کی امامت قائم رکھنا چاہیں مسلمانوں کے بدخواہ ہیں اور ان کی نمازوں کی خرابی بلکہ تباہی و بربادی چاہنے والے اور اللہ و رسول کے خائن۔ اللہ عزّوجل فرماتا ہے:

ولاتعاونوا علی الاثم والعدوان[1]۔ گناہ اور حد سے بڑھنے پر ایک دوسرے کی مدد نہ کرو۔

حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من مشی مع ظالم لیعینہ وھو یعلم انہ ظالم فقد خرج من الاسلام[2]۔ رواہ الطبرانی فی الکبیر وایضا فی صحیح المختارۃ عن اوس بن شرحبیل رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ جو دانستہ کسی ظالم کی مدد کو چلے وہ اسلام سے نکل جائے گا۔ اسے طبرانی نے معجم کبیر میں اور صحیح المختارۃ میں بھی حضرت اوس بن شرحبیل رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔

دوسری حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من استعمل رجلا من عصابۃ وفیھم من ھو ارضی للہ منہ فقد خان اللہ ورسولہ والمؤمنین[3]۔ رواہ الحاکم وابن عدی والعقیلی والطبرانی والخطیب عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما۔ جو کسی جماعت میں ایک شخص کو اُن پر مقرر کرے اور اس جماعت میں وہ موجود ہو جو اللہ عزّوجل کو اس سے زیادہ پسند ہے بیشک اس نے اللہ و رسول اور مسلمانوں سب کی خیانت کی۔ اسے حاکم، ابن عدی، عقیلی، طبرانی اور خطیب نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا ہے۔

ان لوگوں پر لازم ہے کہ توبہ کریں اور اس کی حمایت سے باز آئیں اور مسلمانوں پر واجب ہے کہ اسے امامت سے معزول کریں اور کسی صالح امامت کو امام بنائیں اور حدیث مجتہد کے لئے ہے جسے کسی امر میں دلائل متعارض معلوم ہوں

---

[1] القرآن ۵/۲

[2] المعجم الکبیر ما اسند اوس بن شرحبیل رضی اللہ تعالٰی عنہ حدیث ۶۱۹ مطبوعہ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱/۲۲۷

[3] المستدرک علی الصحیحین الامارۃ امانۃ الخ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۴/۹۲

ف: مستدرک میں "فیھم" کی جگہ "فی تلک العصابۃ" ہے۔ نذیر احمد سعیدی

marfat.com

الجواب

اُس کی اقتدا حرام ہے اور اس کے پیچھے نماز باطل ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۷۲۰: از دہلی چاندنی چوک متصل گھنٹہ گھر مسجد باغ والی مرسلہ مولوی عبدالمنان صاحب

۱۶ رجب المرجب ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید قدیم الایام سے ایک مسجد کا پیش امام تھا اب بعض اہلِ محلہ نے اس سے برخلاف ہوکر ایک دوسرے امام کو کھڑا کردیا ہے اور اس سے پہلے امام میں کوئی عیب شرعی جس سے معزول ہوسکے نہیں پایا گیا اور پہلا امام ثانی کے کھڑا کرنے پر ناراض ہے اور کہتا ہے کہ میری اجازت کے سوا اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے کیا اس امام اول کا کہنا ٹھیک ہے کہ امام ثانی کے پیچھے نماز مکروہ ہے یا نہیں؟

الجواب

اگر واقع میں امام اول نہ وہابی ہے نہ غیر مقلد نہ دیوبندی نہ کسی قسم کا بدمذہب، نہ اس کی طہارت یا قرأت یا اعمال وغیرہ کی وجہ سے کوئی وجہِ کراہت، تو بلاوجہ اس کو معزول کرنا ممنوع ہے حتی کہ حاکمِ شرع کو اس کا اختیار نہیں دیا گیا۔ ردالمحتار میں ہے:

لیس للقاضی عزل صاحب وظیفۃ بغیر جنحۃ۔[1] بغیر کسی وجہ کے قاضی، مقرر امام کو معزول نہیں کرسکتا۔ (ت)

اور اگر واقعی اُس میں کوئی وجہِ کراہت ہے تو اس کی امامت مکروہ ہے اور اس کی نماز نامقبول، صحاح احادیث میں ہے:

ثلثۃ لاترفع صلاتھم فوق اٰذانھم شبرا (وعد منھم) من ام قوما وھم لہ کارھون۔[2] تین اشخاص کی نماز ان کے کانوں سے ایک بالشت برابر بلند نہیں ہوتی (اور ان میں سے ایک وہ شخص ہے) جو کسی قوم کی امامت کروائے حالانکہ وہ لوگ اسے ناپسند کرتے ہوں۔ (ت)

اور اگر اس میں کوئی وجہِ فسادِ نماز ہے مثلاً غیر مقلد یا دیوبندی یا غیر صحیح الطہارۃ یا غیر صحیح القرأۃ ہونا، جب تو ظاہر ہے کہ اُس کی امامت فاسد اور اُس کے پیچھے نماز باطل، محض اس کا معزول کرنا فرض ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] ردالمحتار کتاب الوقف مطلب لایصح عزل صاحب وظیفۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۳/ ۴۲۳

ف: ردالمحتار میں یہ عبارت اختلافِ الفاظ کے ساتھ متعدد جگہ پر موجود ہے معنی متحد ہے ۳/ ۴۲۲، ۴۵۲، ۵۹۰ نذیر احمد

[2] سنن ابن ماجہ باب من ام قوماً وہم لہ کارھون مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۶۹

ف: سنن ابن ماجہ میں "فوق اٰذانھم" کی جگہ "فوق رؤسھم" ہے۔ نذیر احمد سعیدی

marfat.com

تو معاف ہونی چاہئیں، کیونکہ بےخبری میں ایسی خطا ہوئی، اور یہ بھی ناممکن ہے کہ حسن پور چھوڑ دیا جائے۔ حضور اس پر کچھ توجہ فرمائی جائے اور کوئی سبیل نکال دی جائے۔ اور فوراً جو مسئلہ دریافت کرنا ہو وہ کس سے دریافت کیا جائے کیونکہ وہاں جو عالم ہیں وہ وہی ہیں، گو حسن پور میں میلاد شریف، تیجہ، دسواں، چالیسواں وغیرہ کثرت سے ہوتا ہے مگر یہ خبر نہیں کہ ان کے پیچھے نماز بھی نہ پڑھی جائے۔

الجواب

دیوبندی عقیدے والوں کے پیچھے نماز باطل محض ہے، ہوگی ہی نہیں، فرض سر پر رہے گا اور ان کے پیچھے پڑھنے کا شدید عظیم گناہ۔ علاوہ امام محقق علی الاطلاق فتح القدیر شرح ہدایہ میں ہمارے تینوں ائمۂ مذہب امام اعظم و امام ابو یوسف و امام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہم سے نقل فرماتے ہیں:

ان الصلوٰۃ خلف اھل الاھواء لاتجوز۔[1] اہلِ بدعت کے پیچھے نماز جائز نہیں۔ (ت)

اس میں سب برابر ہیں نماز پنجگانہ ہو خواہ جمعہ یا عید یا جنازہ یا تراویح، کوئی نماز ان کے پیچھے ہو ہی نہیں سکتی، بلکہ اگر ان کو قابلِ امامت یا مسلمان جاننا بھی درکنار) ان کے کفر میں شک ہی کرے تو خود کافر ہے جبکہ ان کے خبیث اقوال پر مطلع ہو۔ علمائے حرمین شریفین بالاتفاق فرماتے ہیں:

من شک فی عذابہ وکفرہ فقد کفر۔[2] جو شخص ان کے کافر ہونے میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔ (ت)

جب وہاں میلاد شریف اور سوم وغیرہ کرنے والے بکثرت ہیں تو ضرور وہ لوگ دیوبندی نہیں، انھیں علمائے کرام مکہ معظمہ و مدینہ طیبہ کے فتوے (کہ دس برس سے چھپ کر تمام ملک میں شائع ہو رہے ہیں) دکھائیے اور رسالہ "تمہیدِ ایمان" پڑھ پڑھ کر سنائیے الحمدللہ مسلمان ایسے نہیں کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو گالیاں دینے والے کے پیچھے نماز جائز مانیں یا اُسے مسلمان مانیں ان شاء اللہ تعالٰی اللہ عزوجل ضرور ہدایت واثر بخشے گا اور مسلمان ہوشیار ہو کر ان کے پیچھے نماز چھوڑ دیں گے اور سُنّی عوام اپنے لئے پنجگانہ و جمعہ وعیدین و جنازہ سب کے لئے مقرر کریں گے اور اگر بالفرض کوئی نہ سُنے تو دو۲ آدمی مل کر سوائے جمعہ سب نمازوں پنجگانہ وعید وجنازہ وغیرہ میں جماعت کر سکتے ہیں ایک اور ایک مقتدی بس کافی ہے اور جمعہ کے لئے ایک شخص اہل کو امام مقرر کیجئے کہ وہی عیدین کی بھی امامت کرے اور جمعہ میں کم سے کم تین مقتدی ہوں جمعہ ہو جائے گا زیادہ نہ مل سکیں تو کچھ حرج نہیں مگر یہ ضرور ہے کہ جمعہ وعیدین اعلان کے

---

[1] فتح القدیر باب الامامۃ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۳۰۴

[2] درمختار باب المرتد ؍؍ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۵۶

حسام الحرمین علی منحر الکفر والمین مکتبہ نبویہ لاہور ص ۳۱

marfat.com

الولد للفراش وللعاھر الحجر[1]۔ صاحبِ نکاح کیلئے ولد (نسب) اور زانی کے لئے پتھر ہے (ت)

اور اگر عورت بے شوہر تھی اور اس نے عقیقہ کیا تو از انجا کہ اس سے نسب قطعاً ثابت ہے اور نسب بھی نفسِ نعمت ہے جعلہ نسبا وصھرا[2] (اللہ تعالٰی نے آدمی کے رشتے اور سسرال بنائے) اگرچہ جہتِ سبب سے یہ صورت سخت بلا ہے، اس عقیقہ کی تحریم یا اس کے کھانے کی حرمت ظاہر نہیں ہوتی خصوصاً جبکہ علما نے تصریح فرمائی ہے کہ شراب پینے پر بسم اللہ کہے تو کافر، اور پی کر الحمدللہ کہے تو نہیں کہ شراب اگرچہ سخت بلا ہے مگر اس کا حلق سے اُتر جانا اور اسی وقت گلے میں پھنس کر دم نہ نکال دینا، اس شدید عصیان کی حالت میں رب عزوجل کی نعمت ہے۔ فصول عمادی و فتاوٰی ہندیہ میں ہے:

من اکل طعاما حراما وقال عند الاکل بسم اللہ حکم الامام المعروف بمشتملی، (ھندیۃ) انہ یکفر ولو قال عند الفراغ الحمد للہ قال بعض المتاخرین لایکفر[3]۔

جس نے حرام کھایا اور کھانے کے وقت "بسم اللہ" پڑھی امام معروف مشتملی (ہندیہ) نے کہا کہ وہ کافر ہے اور فراغت کے بعد اگر "الحمدللہ" کہا تو بعض متاخرین نے کہا کہ اس سے وہ کافر نہیں ہوگا۔ (ت)

البتہ اگر زانی نے عقیقہ کیا تو وجہ نعمت اصلاً منتفی ہے پھر بھی زنا پر شکر اُس سے مفہوم نہیں ہوتا بلکہ بہت جُہّال یہ جانتے بھی نہیں کہ عقیقہ سے شکر مقصود ہے ایک رسم سمجھ کر کرتے ہیں اس صورت میں اُس میں شرکت اور اُس کا کھانا ضرور معیوب و شنیع تھا۔ امامت پر لعنت تو صریح کفر ہے مگر اُس سے یہ مقصود ہو سکتا ہے کہ اگر یہ شخص امامت کرے تو اس شخص پر لعنت ہے یہ کیا تھوڑا ناپاک لفظ ہے، زید کی امامت نامناسب، خصوصاً اگر صدیق حسن خاں کے مذہب پر ہو کر ان حالات میں ضرور بددین ہے اور اسے امام بنانا حرام۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۷۲۲: زید کچہری میں جاکر مقدمہ دائر کرتا ہے اور اُس کی کوشش اور پیروی میں مصروف رہتا ہے اُس کے لڑکے کی منکوحہ بیوی یتیم ہے اور کوئی دُوسرا ذریعہ معاش کا بھی نہیں ہے ایک اور اس کا لڑکا باہم کھاتے پیتے ہیں اور لڑکے کی منکوحہ بیوی کو اپنے یہاں بلاتے نہیں جس کی وجہ سے وہ سخت تکلیف میں ہے، زید نے لڑکے کا نکاحِ ثانی بھی کر لیا آیا اُس کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟ اس کے واسطے شرع شریف میں کیا حکم ہے؟

---

[1] صحیح مسلم باب الولد للفراش مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱/۴۷۰

[2] القرآن ۲۵/۵۴

[3] فتاوٰی ہندیہ الباب التاسع فی احکام المرتدین مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۲/۲۷۳

marfat.com

(۴) جس امام کے دونوں ہاتھ ہوں مگر ایک ہاتھ یعنی سیدھا ہاتھ نکما ہو اور بائیں ہاتھ سے آبدست لیتا ہو استنجا کرتا ہو وضو کرتا ہو اور کھانا کھاتا ہو امام ہو سکتا ہے یا نہیں ؟

الجواب

(۱) اپنا عقیدہ و مذہب دریافت کرنے پر نہ بتانے سے ظاہر یہی ہے کہ اُس میں کچھ فساد ہے ورنہ دین بھی کچھ چھپانے کی چیز ہے، اُس کی اقتدا ہرگز نہ کی جائے کہ بطلانِ نماز کا احتمال قوی ہے اور نماز اعظم فرائضِ اسلام سے ہے اُس کے لئے سخت احتیاط مطلوب، یہاں تک کہ محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر میں فرمایا :

لان الصلٰوۃ متی فسدت من وجہ وجازت من وجوہ حکم بفسادھا[۱] واللہ تعالٰی اعلم

جب کسی ایک وجہ پر نماز فاسد ہو اور متعدد وجوہ کی بنا پر درست تو فسادِ نماز کا حکم ہوگا۔ (ت)

(۲) اس میں دونوں ہی باتیں ہیں بعض مقتدیوں کے مزاج میں تشدّد اس قدر ہوتا ہے کہ وہ چند منٹ کا آگا پیچھا روا نہیں رکھتے ایسی حالت میں اگر امام نے اس پر انکار کیا بیجا نہ کیا اور اگر امام کی طرف سے بلا وجہ شرعی تکاسل ہے اور اس جماعت کو تکلیف پہنچتی ہے تو اس پر الزام ہے واللہ تعالٰی اعلم

(۳) رنجیدگی دیکھی جائے گی اگر اُس میں کسی قصور شرعی کی وجہ سے ہے تو اُسے امام بننا گناہ ہے اور بحکم حدیث اُس کی نماز مقبول نہ ہوگی۔

ثلثۃ لاترفع صلاتھم فوق اٰذانھم شبرا الٰی ان قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم و من ام قوما وھم لہ کارھون[۲]۔

تین اشخاص کی نماز ان کے کانوں سے ایک بالشت برابر بھی بلند نہیں ہوتی، آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے یہاں تک فرمایا کہ ایک وُہ شخص جو کسی قوم کا امام بن جائے حالانکہ وُہ لوگ اسے ناپسند کرتے ہوں (ت)

اور اگر اس میں کوئی قصور شرعی نہیں تو اس کی امامت میں کوئی حرج نہیں اور ان رنج رکھنے والوں پر وبال ہے کما نص علیہ فی الدر المختار (جیسا کہ درمختار میں اس پر نص موجود ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم

(۴) ہو سکتا ہے بلکہ اگر وہی حاضرین میں سب سے زیادہ علم رکھتا ہو تو وہی امام کیا جائے گا کما نصوا علیہ فی المتون والشروح والفتاوٰی (جیسا کہ متون، شروحات اور فتاوٰی جات میں اس مسئلہ کے متعلق

---

[۱] فتح القدیر — باب صلٰوۃ المسافر — مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر — ۲/۱۴

[۲] سنن ابن ماجہ — باب من ام قوماً وھم لہ کارھون — مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی — ص ۶۹

ف : سنن ابن ماجہ میں "فوق اٰذانھم" کی جگہ "فوق رؤسھم" ہے۔ نذیر احمد سعیدی

marfat.com

الجواب

(۱) ایسی اجمالی باتوں پر حکم نہیں ہوسکتا وہ کیسا عالم ہے اور وجہ حسد کیا تا وقتیکہ تفصیل نہ معلوم ہو اجمالی بات کا جواب نہیں دیا جا سکتا، عالم علمائے دین ہیں اور وہابیہ وغیرہم مرتدین بھی عالم کہلاتے ہیں اور وجوہِ منازعت بھی مختلف ہوتی ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) جو شخص دانستہ بوہروں کا ذبیحہ کھاتا ہے مردار کھاتا ہے اُسے امام بنانا جائز نہیں اور اس کے پیچھے نماز منع، واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۳) فقط اتنا کہ دنیا کی بات مسجد میں کرتا ہے علی الاطلاق ممانعتِ امامت کا موجب نہیں جب تک علانیہ حدِ فسق کو پہنچنا ثابت نہ ہو اگر دنیا کی بات کرنے کے لئے بالقصد مسجد میں نہیں جاتا نماز کے لئے بیٹھا ہے اور کوئی آیا دنیا کی باتیں بھی کر لیں جن میں فحش وغیرہ معاصی نہ ہوں تو اگرچہ ایسا بھی نہ چاہیے مگر اس سے امامت پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۷، ۲۸ از موضع سہادن پور گاؤں گوپال گنج متصل ڈردہ ڈاک خانہ ڈردہ تحصیل گنڈہ ضلع پرتاب گڈھ

مسئولہ بیخود شاہ ۷ رمضان ۱۳۳۹ھ

(۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ حنفی کی نماز شافعی کے پیچھے ہوسکتی ہے یا مکروہ ہوتی ہے؟

(۲) اور جو لوگ مولود شریف کو منع کرتے ہیں اور بدعت کہتے ہیں اُن کے پیچھے حنفی کی نماز ہوسکتی ہے یا مکروہ ہوتی ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

(۱) اگر معلوم ہے کہ اس خاص نماز میں حنفی مذہب کے کسی فرض طہارت یا فرض نماز کا تارک ہے تو حنفی کی یہ نماز اُس کے پیچھے نہیں ہوسکتی، اور اگر معلوم ہے کہ وہ اس نماز میں کسی فرض و شرط مذہب حنفی کا تارک نہیں تو یہ نماز اُس کے پیچھے ضرور ہوسکتی ہے اگرچہ حنفی کے پیچھے اولیٰ ہے اور اگر اس نماز کا حال معلوم نہیں مگر اس کی عادت معلوم ہے کہ فرائض و شرائط میں مذہب حنفی کی رعایت کرتا ہے تو اس کی اقتدا میں حرج نہیں اگرچہ حنفی اولیٰ ہے اور اگر اس کی عادت معلوم ہے کہ فرائض و شرائط میں مذہب حنفی کی رعایت نہیں کرتا تو اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے اور کراہت شدیدہ ہے پھر اگر ان دونوں صورتوں میں بعد کو معلوم ہو کہ اس نماز میں اس نے رعایت نہ کی تھی تو وہ نماز پھر پڑھنی ہوگی کہ صحیح یہی ہے کہ مذہب مقتدی کا اعتبار ہے اور اگر بعد کو ثابت ہے کہ اس نماز خاص میں رعایت کی تھی تو نماز ہوگئی اعادہ کی کچھ حاجت نہیں، اور اگر اس کی عادت ہی کچھ معلوم نہ ہو تو اس کی اقتدا مکروہ ہے، مگر حنفی امام کے پیچھے نماز نہ ملے تو جماعت نہ چھوڑے بعد کو ظہورِ حال کا

marfat.com

مسئلہ ۷۱۳ از ترسائی کاٹھیاواڑ مرسلہ احمد داؤد صاحب ۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۶ھ

(۱) ائمہ اربعہ میں سے کسی ایک امام کے مقلد کی امامت یا متابعت خواہ چاراماموں میں سے کوئی ایک امام کا مقلد ہو یعنی شافعی حنفی امام کے پیچھے یا حنفی شافعی امام کے پیچھے یا حنبلی حنفی کے یا حنفی حنبلی کے پیچھے نماز پڑھ سکتا ہے یا نہیں ؟

(۲) اگر حنفی کا شافعی امام ہے تو کیا یہ ضرور ہے کہ حنفی کی خاطر رفع یدین یا آمین بالجہر ترک کردے یا یہ کہ ہر شخص امام ہو یا مقتدی اپنے اپنے امام کی پیروی کرے ؟

الجواب

(۱) اگر معلوم ہے کہ اس وقت امام میں وہ بات ہے جس کے سبب میرے مذہب میں اس کی طہارت یا نماز فاسد ہے تو اقتدا حرام اور نماز باطل، اور اگر اس وقت خاص کا حال معلوم نہیں مگر یہ معلوم ہے کہ یہ امام میرے مذہب کے فرائض و شرائط کی احتیاط نہیں کرتا تو اس کی اقتدا ممنوع اور اس کے پیچھے نماز سخت مکروہ، اور اگر معلوم ہے کہ میرے مذہب کی بھی رعایت و احتیاط کرتا ہے یا معلوم ہو کہ اس نماز خاص میں رعایت کئے ہوئے ہے تو اس کے پیچھے نماز بلاکراہت جائز ہے جبکہ سُنّی صحیح العقیدہ ہو نہ غیر مقلد کہ اپنے آپ کو شافعی ظاہر کرے، اور اگر کچھ نہیں معلوم تو اس کی اقتدا مکروہ تنزیہی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) ہر شخص اپنے امام کی پیروی کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۷۱۴ از بریلی

زید امام مسجد ہے اور اس نے جھوٹ بولا اس پر ایک شخص نے اُن کے پیچھے نماز پڑھنا ترک کردی اور کسی وقت کی نماز وہ شخص قبل پڑھ لیتے ہیں اور مؤذن بھی وہی شخص ہیں اور تکبیر بھی کہتے ہیں تو آیا یہ تکبیر صحیح ہوگی یا نہیں ؟ اور نماز ایسے امام کے پیچھے جائز ہے یا نہیں ؟ اور اس وقت تک جتنی نمازیں اُن کے پیچھے پڑھی گئیں جس وقت سے اُنھوں نے جھوٹ بولا تو نمازیں ہوگئیں یا نہیں ؟

الجواب

سائل نے یہ بیان کیا کہ امام کے ذمّے یہ جھوٹ رکھا جاتا ہے کہ اُس سے پوچھا گیا کیا بجا ہے ؟ کہا سوا آٹھ بجے ہیں، اور بجے تھے سوا نو۔ یہ کوئی جھوٹ ایسا نہیں جس کے سبب اُس کے پیچھے نماز چھوڑ دی جائے۔ سوا نو بجے ہیں تو ضرور سوا آٹھ بھی بج چکے۔ عالمگیری میں ہے کہ اگر کوئی دس روپیہ کو خریدی اور پوچھنے پر کہا پانچ کو لی ہے تو یہ کوئی جھوٹ قابلِ مواخذہ نہیں۔ یونہی سوا نو میں سوا آٹھ داخل ہیں۔ مؤذن کہ اتنی سی بات پر ترکِ جماعت کرتا ہے دُہرا گنہ گار ہے ایک جماعت چھوڑنے کا گناہ دوسرا سخت گناہ یہ کہ اوروں کو اذان دے کر بلانا اور خود باز رہنا۔

marfat.com

نہیں، واللہ تعالٰی اعلم۔

(۵) غیر مقلد کی امامت باطل ہے اور اس کے پیچھے نماز محض ناجائز، اور جب اُس کا غیر مقلد ہونا ثابت و تحقیق ہے تو اس کا براہِ تقیہ اپنے آپ کو حنفی کہنا کچھ مفید نہیں۔

قال اللہ تعالٰی اذا جاءك المنٰفقون قالوا نشهد انك لرسول الله و الله يعلم انك لرسوله والله يشهد ان المنٰفقين لكٰذبون[1]۔ واللہ تعالٰی اعلم

اللہ تعالٰی نے فرمایا: جب منافق تمہارے حضور حاضر ہوتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ بیشک حضور ضرور اللہ کے رسول ہیں، اور اللہ جانتا ہے کہ بیشک تم اس کے رسول ہو اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ بیشک منافق ضرور جھوٹے ہیں۔

(۶) استغفار کا حقدار ہر مسلمان ہے۔

قال اللہ تعالٰی واستغفر لذنبك وللمؤمنين والمؤمنات[2]۔

اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور اے محبوب! اپنے خاصوں اور عام مسلمان مردوں اور عورتوں کے گناہوں کی معافی مانگو۔ (ت)

اگر انھوں نے بیجا الزام لگایا ہے سخت گنہگار وحق العبد میں گرفتار، نفاق ڈالنے کا جواب ۳ میں ہو چکا مجمل باتوں پر قطعی حکم دے کر فتوی کو کسی غرض نفسانی کا مؤید نہیں کرسکتے ومن لم يعرف اهل زمانه فهو جاهل (جو اپنے زمانے کے احوال سے واقف نہیں وہ جاہل ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۷۳۵: از تحصیل سکندرہ راؤ ضلع علی گڑھ مسئولہ محمد لطیف قرق امین ۱۰ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کسی غیر صحیح النسل یعنی کسی کسبی زادہ کے پیچھے جو حافظِ قرآن ہو نماز پڑھنا اور خاص کر تراویح ادا کرنا درست ہے یا نہیں؟ بينوا توجروا

الجواب

مکروہ تنزیہی ہے اگر وہ سب حاضرین سے علمِ مسائلِ طہارت وصلاۃ میں زائد نہ ہو، ورنہ وہی اولٰی اگر جملہ شرائطِ امامت کا جامع ہو كما في الدر المختار وغيره (جیسا کہ درمختار وغیرہ میں ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۷۳۶: از بریلی کانکر ٹولہ متصل چوکی پولیس پرانا شہر مسئولہ عبدالغنی صاحب ۱۷ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ کس شخص کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے اور کس کس کے نہیں، دیگر یہ کہ گاؤں کے

---

[1] القرآن ۶۳/ ۱

[2] القرآن ۴۷/ ۱۹

marfat.com

نے اُن کے پیچھے نماز پڑھنی ترک کر دی اسی روز شب کو ایک شخص باشندہ محلہ نے اپنے مکان پر مولوی صاحبان نو وارد سے مجلسِ مولود شریف کرائی، امام مسجد شامل نہ ہوا، صبح کو بوقتِ ظہر دریافت کیا کہ تم مجلسِ مولود شریف کی نسبت کیا کہتے ہو؟ جواب دیا کہ اچھا کہتا ہوں، پھر کہا گیا تم اچھا کہتے ہو تو تم کیوں نہیں کرتے ہو؟ امام نے جواب دیا کہ میرے باپ دادا نے اس فعل کو نہیں کیا میں بھی نہیں کرتا۔ پھر کہا گیا کہ شب کو جو مجلس ہوئی تھی اس میں شامل کیوں نہ ہوئے؟ جواب دیا کہ وہاں پر قیام و نعت ہوتی ہے اس لئے میں شامل نہیں ہُوا۔ پھر کہا گیا کہ نعت کے معنی حمد و ثنا و تعریف کے ہیں، حضرت رسولِ کریم رحمۃ للعالمین کی تعریف سے کیوں بھاگتے ہو؟ کچھ جواب نہ دیا سکوت کیا۔ ۱۵ ربیع الاول ۱۳۳۷ھ مقدسہ کو بعد نمازِ فجر بمواجہہ جملہ نمازیان مسجد امام سے کہا کہ جناب مولانا مولوی حاجی قاری احمد رضا خاں صاحب کی تصنیفات سے یہ کتاب "تجلی الیقین" موجود ہے تمام و کمال انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعریف فرماتے ہیں تم حضرت کی تعریف و نعت سے کیوں گریز کرتے ہو؟ جواب نہ دیا خاموش رہا، اس مبارک کتاب "تجلی الیقین" کے چند موقع پڑھ کر سُنائے مگر کچھ اثر نہ ہُوا، اب حضورِ والا مفصّل و مشرح تحریر فرمائیں کہ حنفی المذہب اہلسنت وجماعت کی نماز ایسے بدعقیدہ وہابی مذہب کے پیچھے جائز ہے یا ناجائز ہے بدلائل و براہان قرآن شریف و حدیث شریف جواب مرحمت فرمائیں اللہ جل شانہ، نے حضور والا کی ذات ستودہ صفات کو مثل آفتابِ عالمتاب کے روشن و منور کیا ہے اسی طرح تا یوم القیام روشن رکھے، مکرر عرض ہے کہ کمترین وجیہ الدین کا یا اور کسی باشندہ محلہ کا کوئی دنیاوی تعلق نہیں ہے نہ کسی کا کوئی عزیز امامت کے لائق ہے صرف بغض للہ و حب للہ پر عمل ہے۔

الجواب

بیانِ سوال سے ظاہر کہ وہ شخص وہابی بلکہ وہابیوں میں بھی اونچی چوٹی کا ہے، وہابیہ کا اصل عقیدہ نعتِ اقدس سے جلنا ہے مگر مسلمانوں کو دھوکا دینے کے لئے یوں صاف نہیں کہتے جو اس نے کہی کہ "وہاں نعت ہوتی ہے اس لئے شامل نہ ہوا"۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے نفرت نہ کرے گا مگر کافر، اور کافر کے پیچھے نماز محض باطل، اگر مسلمان ہوتا نعتِ اقدس کو دوست رکھتا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من احب شیئا اکثر ذکرہ[1]۔ رواہ ابو نعیم ثم الدیلمی عن مقاتل ابن حیان عن داؤد ابن ابی ھند عن الشعبی عن ام المؤمنین الصدیقۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

جو کسی شئی سے محبت رکھتا ہے اُس کا ذکر زیادہ کرتا ہے۔ اسے ابو نعیم پھر دیلمی نے مقاتل بن حیان، انھوں نے داؤد بن ابی ہند، انھوں نے شعبی سے، انھوں نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے

---

[1] اتحاف السادۃ المتقین بحوالہ ابی نعیم ثم الدیلمی فضیلۃ الشیخ الخ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۵/۲۰

marfat.com

اس پر انہی لوگوں کے دستخط ہیں جو خود دیوبندی خیال کے ہیں یا کم از کم دیوبندیوں کو کافر نہیں کہتے وہ تو ایسا کہا ہی چاہیں، حالانکہ علمائے حرمین شریفین باتفاق فتوٰی دے چکے کہ گنگوہی و نانوتوی و انبیٹھی و تھانوی سب مرتد ہیں اور بحوالہ بزازیہ و مجمع الانہر و درمختار تحریر فرمایا ہے کہ جو ان کے کفر میں شک کرے وُہ بھی کافر ہے۔ عقائدِ اہلسنت کا مدعی ہونا یا اپنے آپ کو حنفی کہنا یا توحید و رسالت و افضلیت و کرامت کا اپنے آپ کو قائل بتانا' ان میں سے کون سی بات کا وہابیہ و دیوبندیہ اقرار نہیں کرتے اور پھر کافر ہیں ایسے کہ جو ان کے کفر میں شک کرے وُہ بھی کافر' بلکہ ان چاروں باتوں کے مقر قادیانی تک ہیں اور اپنے آپ کو مقلدِ امام ابوحنیفہ بھی کہتے ہیں کیا اس سے ان کا کفر اُٹھ گیا۔ شریعت بیشک ظاہر پر حکم فرماتی ہے اور ظاہر یہی ہے کہ آدمی جسے کافر مرتد جانے گا اُس سے علم دین نہ پڑھے گا' پاٹ شالہ اور اسکول کی مثال جہالت ہے کیا کوئی پنڈتوں، پادریوں سے قرآن عظیم و حدیث و فقہ پڑھنے جاتا ہے اور بفرض غلط اگر وہابیہ سے پڑھنے والا عقائد وہابیہ کی طرف مائل نہ بھی ہوا اور انھیں کافر مرتد جانتا ہو جب بھی انھیں استاد بنانا اُن کی تعظیم کرنا تو ہے، اور ائمۂ دین نے فرمایا جو کسی مجوسی کو تعظیماً "یا استاذ" کہے وُہ کافر ہو جاتا ہے، فتاوٰی ظہیریہ و اشباہ والنظائر و تنویر الابصار و منح الغفار و درمختار و غیرہا میں ہے، ولوقال لمجوسی یا استاذ تبجیلا کفر[1] (اگر کسی نے مجوسی کو تعظیماً "یا استاذ" کہا تو کافر ہو جائے گا۔ ت) جب صرف تعظیماً "یا استاذ" کہنے پر یہ حکم ہے تو مرتد کو حقیقۃً استاذ بنانا اور اقسامِ تعظیم بجالانا کیسا ہوگا بلاشبہ ایسا شخص امام بنانے کے قابل نہیں جس کے دل میں دین کی عظمت ہے ہرگز اسے امام نہ بنائے گا نہ اس کے پیچھے نماز پڑھے گا، ہاں جو شخص دین کو ہنسی کھیل سمجھے وہ جو چاہے کرے، اللہ تعالٰی مسلمانوں کو ہدایت دے کہ اپنی نمازیں برباد نہ کریں، ہم ابھی ایک آسان پہچان بتا دیتے ہیں اس فتوٰی پر جن جن لوگوں کے دستخط ہیں ان سے سوال کرو کہ "حسام الحرمین شریف" میں تمام علمائے حرمین شریفین نے جن جن وہابیوں کو نام بنام کافر و مرتد لکھا ہے اور فرمایا ہے جو ان کے کفر میں شک کرے وُہ بھی کافر، آیا تم لوگ بھی انھیں کافر و مرتد کہتے ہو، دیکھو ہرگز نہ کہیں گے، تو صاف معلوم ہوا کہ یہ بھی متہم ہیں تو ان سے فتوی لینا کس طرح حلال ہوا اور اس پر عمل کون سی شریعت نے جائز کیا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۷۳۸: از بالسنک مسئولہ قاضی محمد سلیم ۲۷ جمادی الاخرٰی ۱۳۳۹ھ

اگر حنفی مذہب کا امام اس برات اور ولیمہ میں شامل ہو جس میں مرزائی اور وہ شخص ہو جس نے کہ اپنے لڑکے کا نکاح اُس عورت سے پڑھالیا ہو جس کو طلاقِ ثلاثہ چھ سال دی رکھی اور بغیر حلالہ کے نکاح پڑھالیا ہو ایسے امام کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں؟ خلاصہ یہ کہ جو امام علم والا حنفی مذہب کا اس برات یا ولیمہ میں شامل

---

[1] درمختار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع مطبوعہ مجتبائی دہلی ۲/ ۲۵۱

marfat.com

نماز درکنار بنصِ قرآنِ عظیم اُس کے پاس بیٹھنا حرام۔

قال اللہ تعالٰی واما ینسینّك الشیطان فلاتقعد بعد الذکری مع القوم الظالمین[1] اللہ تعالٰی کا فرمان مبارک ہے، اور جو کہیں تجھے شیطان بھلادے تو یاد آنے پر ظالموں کے پاس مت بیٹھ (ت)

واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۸۱: از اوپل ڈاک خانہ خاص ضلع کھیری مرسلہ مولوی خدابخش صاحب ۱۰ جمادی الاولٰی ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ میں جہلا لوگوں کو صوم وصلوٰۃ کی جانب رجوع کرتا ہوں اور انھوں نے خدا کے فضل سے اس جانب توجہ فرمائی لیکن بعض اشخاص بے نمازی تعزیہ دار قبر پرست اور بعضے صرف جمعہ کے نمازی، رمضان شریف کے نمازی، عید کے نمازی ان لوگوں کو میری جانب سے بدظن کرتے ہیں اور اُن کے سامنے یہ بات پیش کرتے ہیں کہ میری آنکھوں میں پھلی ہیں لیکن پُتلی پر نہ ہونے کے سبب دکھائی دیتا ہے، دوسری تہمت لگاتے ہیں کہ ان کے والد کے دو نکاح ہُوئے ایک عورت کا نکاح نہیں ہوا بلکہ انھوں نے ویسے ہی رکھا ہے حالانکہ یہ سب محض لغو اور جھوٹ بیان ہے اُنھیں یہ بھی نہیں معلوم کہ میرے والد کے کَے نکاح ہُوئے، جناب والد صاحب مرحوم کے تین نکاح ہُوئے، اگر یہ ثابت کردیں تو میرا حُقّہ ترک ورنہ تہمت لگانے والوں کا حقّہ ترک ہونا چاہئے۔

الجواب

آنکھ میں پھلّی ہونا جبکہ وُہ پتلیوں سے الگ ہو اور دیکھنے کو مانع نہ ہو نماز میں اصلاً کراہت کا بھی موجب نہیں اور سائل کے باپ پر یہ الزام لگانا کہ اُن کے دو نکاح ہُوئے اور ایک عورت بے نکاحی رکھی، اوّل تو ایک مسلمان کی طرف نسبتِ زنا بلاتحقیق ہے اور یہ سخت حرام وکبیرہ ہے اور تہمت رکھنے والے پر شرعاً اسّی اسّی کوڑے کا حکم ہے۔ ثانیاً سائل پر اس کا کیا الزام جب تک یہ ثبوت قطعی نہ دیں کہ اُس کی ولادت بے نکاح ہے اب طعن کرنے والے مستحق سزائے شدید کے ہیں جب تک توبہ نہ کریں اُن کا حقہ پانی بند کیا جائے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۹۱: از کوچین ضلع ملیبار محلہ مٹانچیری مکان سیٹھ سلیمان قاسم مرسلہ میمن حاجی طاہر محمد مولانا ۲۰ جمادی الاولٰی ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو خدا کو مجسم ٹھہراوے اس کی اقتداء کرکے نماز پڑھنا کیسا ہے؟

---

[1] القرآن ۶/ ۶۸

ابتدا کیا کرتے ہیں اور سجدہ سے اُٹھتے وقت نصف یا زائد اُٹھ جانے پر اللہ اکبر کی ابتدا کیا کرتے ہیں یہ اس لئے کرتے ہیں کہ مقتدی اُن سے پہلے سجدے سے اُٹھنے یا سجدے میں جانے نہ پائیں۔

(۲) بقاعدۂ مذہب حنفی دونوں زانوؤں پر ہاتھ رکھتے ہُوئے پہلے زمین پر گھٹنے بعدازاں ہاتھ وغیرہ سجدہ کے لئے مطلق نہیں رکھ سکتے اور اسی طرح کھڑے بھی نہیں ہوسکتے۔

(۳) سجدہ میں جاتے وقت ایک دم بلبے ہو کر دونوں ہاتھ زمین پر رکھتے ہیں اور پیروں کو برابر کیا کرتے ہیں اور اسی طرح سجدے سے اُٹھتے وقت بھی بلبے ہو کر اُٹھا کرتے ہیں کیونکہ ان کے دونوں پَیر مرض سے بیکار ہوگئے ہیں۔

(۴) بایاں پَیر گھٹنے کے نیچے زیادہ تر بیکار ہے اس لئے ہر جلسہ وقعدہ میں پَیر بچھانے کے لئے اُنھیں دقت ہوتی ہے اکثر ہاتھ سے پَیر اُٹھا کر بچھاتے ہیں تب بیٹھتے ہیں یا بعض موقع پر اُونٹ کی بیٹھک کی مانند بیٹھ کر دوسرا سجدہ کرلیتے ہیں۔

(۵) قرأت میں دم پھُولتا ہے دم بدم مُنہ سے سانس خارج کرتے ہیں بے محل وقف ہوجایا کرتا ہے ایسے امام کے پیچھے نماز ہوجاتی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

یہ پانچوں باتیں کہ سوال میں لکھیں ان میں سے کوئی مانع صحتِ نماز نہیں، نہ ان میں کہیں فعلِ کثیر ہے، یہ محض گمان غلط ہے، ان میں کہیں ترکِ واجب بھی نہیں سوائے صورت چہارم کی اس شق کے کہ بعض وقت دو سجدوں کے درمیان سیدھے نہیں بیٹھتے صرف یہ صورت ترکِ واجب کی ہے اس سے اُسے ممانعت کی جائے، اور اگر وہی علم و تقوٰی میں زائد ہے تو اسی کی امامت رکھیں، ہاں اگر اس کا کوئی استحقاق نہیں اور دوسرے اس سے احق موجود ہیں تو جو احق ہے اُسی کی امامت اولٰی ہے۔

ففی الحدیث عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اجعلوا ائمتکم خیارکم فانھم وفدکم فیما بینکم وبین ربکم[1]۔ واللہ تعالٰی اعلم

نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے: اپنے امام اپنے سے بہتر لوگوں کو بناؤ کیونکہ وہ تمھارے اور تمھارے رب کے درمیان نمائندہ ہوتے ہیں (ت)

اور اسے چاہئے کہ سجدہ کو جاتے یا سجدہ سے اُٹھتے وقت اللہ اکبر کی ابتدا کرے اور ختم انتقال پر ختم کرے مقتدیوں کی رعایت جو وہ کرتا ہے عکسِ مقصودِ شرع ہے، حدیث میں فرمایا: انما جعل الامام لیؤتم بہ[2] (امام

---

[1] سنن الدارقطنی — باب تخفیف القرأۃ لحاجۃ — مطبوعہ نشر السنۃ ملتان — ۲/۸۸
[2] صحیح البخاری — باب الصلوٰۃ فی السطوح الخ — " قدیمی کتب خانہ کراچی — ۱/۵۵

marfat.com

مسئلہ ۲۱۷ از باندی کوئی مرسلہ منشی عبدالرحمٰن ملازم ڈاک سفری ۸ شعبان ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید بسبب ہونے حافظِ قرآن ایک مسجد میں بخدمت پیش امامی وبرائے تعلیم قرآن طفلانِ اہلِ اسلام سنّت و جماعت کے مقرر کیا گیا چند عرصہ بعد تک بظاہر کسی قسم کا فرق نہ معلوم ہونے سے ایک گروہ جاہلوں کے معتقد و مطیع زید ہوگئے۔ جب زید دو تین لڑکوں کا حافظہ ختم کراچکا اور اپنا رسوخ پورا پورا جما چکا تو اپنے منصبِ امامت پر فخر کرنے لگا اور مسجد کو اپنی میراث جان کر کہنے لگا کہ مجھ کو اس مسجد سے کوئی ہٹا نہیں سکتا، غرض زید کا ایک شاگرد رشید بکر نامی جس کا حافظہ ختم ہوچکا تھا اُس کی شادی ہوجانے کے بعد اُس کے والد نے زید ہی کو زوجۂ بکر کی تعلیم قرآن کے لئے مقرر کیا چند ہی عرصہ میں انگشت نمائی ہونے لگی یہاں تک کہ برسوں کے بعد معاملہ طول ہوکر ظاہر ہُوا تو بکر سے طلاق دلایا گیا اور زید نے مطلقہ کو خود نکاح میں لاکر فخریہ کہتا ہے اب تو موافق ہے شرع کے حرام نہیں ہے چونکہ عورت جوان زید سِن رسیدہ تھا زید کے دباؤ میں نہ رہ کر آزادانہ روش اختیار کرکے پردہ بھی بالائے طاق رکھا اور زید کے جو جوان پرانے شاگرد تھے ان سے خلاملا رہنے لگا، چونکہ زید دیکھنے والا نواب صدیق حسن بھوپالی کا ہے ہر موقعہ پر حق کو ناحق اور ناحق کو حق بتاکر جاہلوں کو سیدھا کرلیا کرتا تھا اس پر جو تھوڑے لوگ حق شناس تھے اُن سے الگ رہنے لگا اس درمیان ایک لڑکا ولدالزنا پیدا ہُوا اُس کا عقیقہ کیا گیا یہی زید پیش امام صاحب شریک عقیقہ ہوکر بکرے کی کھال کی غرض سے خوب پلاؤ پر ہاتھ مارکر پکارنے لگے کہ عقیقہ کھانا جائز تھا ہرگز حرام نہیں جب اس پر بھی لوگ ان کی پیش امامی پر معترض ہُوئے تو خود ہی زید صاحب غیظ و غضب میں آکر چلا اُٹھے کہ پیش امامی کرنے پر لعنت ہے میں تو ہرگز نماز نہیں پڑھاؤں گا جو مجھ پر اعتراض کرتے ہیں وہی پڑھائیں قہرِ درویش برجانِ درویش ایک ہفتہ تک نماز پڑھانے سے رُکے رہے آخر جھک مارکر خود ہی نماز پڑھانے لگے اور لوگوں نے نماز پڑھی، پس ان سب باتوں پر نظر ڈالتے ہُوئے معلوم ہونا چاہئے کہ ایسے شخص کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

اگرچہ لوگوں کی انگشت نمائی کا اعتبار نہیں اکثر محض باطل بدگمانی پر ہوتی ہے مگر زید کا بعد نکاح کہنا اب تو حرام نہیں ظاہراً اس پر دلالت کرتا ہے کہ پہلے حرام تھا تو یہ اقرار حرام ہوا، اگرچہ یہ معنی بھی ہوسکتے ہیں کہ پہلے تم مجھ پر ناحق بدگمانی حرام کرتے تھے اب تو حرام نہیں۔ زنِ زید کی نسبت جو لکھا گیا ہے اگر برضائے زید ہے یا زید بقدرِ قدرت بندوبست نہیں کرتا تو دیوث ہے اور دیوث سخت اخبث فاسق، اور فاسق معلن کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی، اسے امام بنانا حلال نہیں اور اُس کے پیچھے نماز پڑھنی گناہ، اور پڑھی تو پھیرنا واجب، سائل نے کچھ نہ لکھا کہ زنا سے لڑکا کس کے پیدا ہوا، اگر کسی دوسرے کے یہاں کا یہ واقعہ ہے اور وہ عورت شوہر دار ہے، شوہر نے اُسے اپنا بچہ ٹھہرا کر عقیقہ کیا تو بیشک اُس میں کوئی حرج نہ تھا، نہ اُس کے کھانے میں کوئی حرج۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

marfat.com

الجواب

امام کو لازم ہے کہ نماز میں وہ سورت یا آیات پڑھے جو اُسے پختہ طور پر یاد ہوں کچے یاد ہونے کی وجہ سے اگر غلطی کرتا ہے تو یہ دیکھا جائے کہ وہ غلطی کس قسم کی ہے اُس سے فسادِ معنیٰ یا کسی واجب کا ترک لازم آتا ہے یا نہیں، اگر نہیں تو نماز دُہرانا بے معنی ہے اور اس کا الزام جہالت پر ہے نہ کہ قرأت پر، اور اگر ہاں تو بے شک ایسا شخص قابلِ امامت نہیں، خطبہ میں صحتِ لفظی ہونا نماز کی طرح شرط نہیں، ہاں ایسا خطبہ خلافِ سنّت ہے۔ مغلظات بکنا فسق ہے۔ حدیث میں ارشاد ہوا کہ فحش بکا کرنا مسلمان کی شان نہیں[1]۔ ایسے شخص کی امامت مکروہ ہے۔ شطرنج کھیلنے والوں کو چال بتانا اگر گوشۂ تنہائی میں نہیں بلکہ برملا عام نظر گاہ میں ہے یا اس پر مداومت ہے تو یہ بھی فسق ہے۔ قماربازوں کی طرح پانسے بنا کر اُن سے کھیلنا بھی گناہ ہے اگرچہ کوئی شرط نہ لگائی جائے۔ علمائے کرام نے فرمایا کہ شراب کے دور کی طرح پانی پینا حرام ہے، نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من تشبہ بقوم فھو منھم[2] (جو کسی قوم سے مشابہت پیدا کرے وہ انھیں میں سے ہے۔ ت)

بیوہ پسر کا جو واقعہ لکھا ہے اگر واقعی ہے اور حسبِ عادت زمانہ لوگوں کی بدگمانی نہیں جس پر وہ تہمت لگانے والے خود انسی اَسّی کوڑوں کے مستحق ہوں بلکہ ثبوت صحیح شرعی سے ثابت ہے تو ایسا شخص ہرگز میل جول کے قابل نہیں، مسلمانوں کو اُس کے پاس بیٹھنا منع ہے۔

قال اللہ تعالیٰ واما ینسینک الشیطان فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظّٰلمین[3]۔

اللہ تعالیٰ کا ارشادِ مبارک ہے: اور اے سننے والے جب کہیں تجھے شیطان بُھلا دے تو یاد آنے کے بعد ظالموں کے پاس مت بیٹھ۔ (ت)

اور اسے امام بنانا حرام، فتاوٰی حجہ میں ہے:

لو قدموا فاسقا یاثمون[4]۔

اگر لوگوں نے فاسق کو امامت کے لئے مقدم کیا تو وہ گنہگار ہوں گے۔ (ت)

مسجد میں گالیاں سخت حرام اور بیت اللہ کی بے ادبی ہے، اور ناصحوں کو نصیحت پر گالیاں دینا اور بھی زیادہ خبیث اور

---

[1] جامع ترمذی باب ماجاء فی الفحش مطبوعہ امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۲/ ۱۹

[2] مسندِ احمد بن حنبل از مسند عبداللہ ابن عمر مطبوعہ دارالفکر بیروت ۲/ ۵۰، ۹۲

[3] القرآن ۶/ ۶۸

[4] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی الامامۃ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۱۳

marfat.com

الجواب

عورت کو بلانا، نان ونفقہ دینا، اچھا برتاؤ کرنا شوہر کے ذمّہ ہے اس کے باپ کے ذمّہ نہیں۔ اللہ تعالٰی ایک کا گناہ دوسرے پر نہیں رکھتا۔ ہاں اگر بلاوجہ شرعی باپ اسے بلانے سے منع کرتا ہے یا اس کے اس ظلم پر راضی ہے تو خود شریک ظلم ہے۔ اگر وہ بات باعلان کرتا ہے لوگوں میں اس کے ارتکاب سے مشہور ہے تو اسے امام نہ بنایا جائے گا کہ فاسق معلن ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۲۳: از قطب پور ڈاکخانہ پیر گنج ضلع رنگ پور مسئولہ محمد رحمت اللہ ۵ رمضان المبارک ۱۳۳۹ھ

سُود کھانے والے اور دینے والے دونوں کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

سُود خور کے پیچھے نماز مکروہِ تحریمی واجب الاعادہ ہے اور سُود دینے والا اگر حقیقۃً صحیح شرعی مجبوری کے سبب دیتا ہے اُس پر الزام نہیں۔ درمختار میں ہے:

یجوز للمحتاج الاستقراض بالربح[1]۔ ضرورت مند کے لئے نفع کی بنیاد پر قرض حاصل کرنا جائز ہے۔ (ت)

اور اگر بلا مجبوری شرعی سُود دیتا ہے مثلاً تجارت بڑھانے یا جائداد میں اضافہ کرنے یا اُونچا محل بنوانے یا اولاد کی شادی میں بہت کچھ لگانے کے واسطے سُودی قرض لیتا ہے تو وہ بھی سُود کھانے والے کے مثل ہے اور اسے امام بنانا بھی گناہ، اور نماز کا وہی حال، وھو تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۲۴ تا ۲۲۶: از ڈونگر پور ملک میواڑ راجپوتانہ مکان سمندر خاں جمعدار مسئولہ عبدالرؤف خاں ۵ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ:

(۱) کوئی آدمی عالم کے آنے سے مسجد میں آنا چھوڑ دے اور حسد کرے اور وہ پیش امام بھی ہو اُس کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟

(۲) کوئی عالم ہو اور پیش امام و قاضیِ شہر ہو خود سب سے مسائل بیان کرے اور سب کو سنائے اور سب کے پہلے جاکر بوہروں کے یہاں کا ذبح کیا ہوا گوشت کھائے اس کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں؟

(۳) جو شخص ہمیشہ مسجد میں دنیا کی باتیں کرتا ہو اور وہ پیش امام ہو اس کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

---

[1] الاشباہ والنظائر قاعدہ خامسہ درء المفاسد مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی ۱/ ۱۲۶

marfat.com

(۲) مسجد میں جماعت ہو رہی ہے اور امام میں نقص شرعی ہے تو جماعت چھوڑ کر فوراً ہی اپنے فرض پڑھ سکتا ہے یا نہیں۔
(۳) عاق شدہ کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

(۱) جبکہ شُبہ کی کوئی وجہ قوی نہ ہو جماعت سے پڑھے، پھر اگر تحقیق ہو کہ امام وہابی تھا نماز پھیرے واللہ تعالٰی اعلم
(۲) اگر امام میں ایسا نقص ہے کہ اس کے پیچھے نماز باطل ہے مثلاً وہابی ہے یا قرآن عظیم غلط پڑھتا ہے یا طہارت صحیح نہیں جب تو وُہ نماز نماز ہی نہیں اگر صحیح جماعت کر سکتا ہو تو اس جماعت کے ہوتے ہُوئے اپنی جماعت قائم کرے اگر فتنہ نہ ہو، اور اپنی جماعت نہ مل سکے تو تنہا پڑھے، اور اگر نقص ایسا ہے کہ اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے جیسے فاسق معلن، تو دُوسری جگہ جماعت کو چلا جائے ورنہ نہیں، اس جماعت کے بعد دوسری جماعت کرے یا تنہا پڑھے، اور اگر صرف کراہتِ تنزیہہ ہے تو اس جماعت کا ترک جائز نہیں شامل ہو جائے واللہ تعالٰی اعلم۔
(۳) شرعاً عاق وُہ ہے جو بلاوجہ شرعی ماں باپ کو ایذا دے، ان کی نافرمانی کرے۔ ایسا شخص فاسق ہے۔ پھر اگر وہ یہ گناہ علانیہ کرتا ہے تو فاسق معلن ہے اُس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے کہ پڑھنی گناہ اور پھیرنی واجب، اور اگر علانیہ نہیں کرتا تو اس کے پیچھے نماز مکروہ تنزیہی ہے کہ پڑھنی جائز اور پھیرنی مستحب، اور اگر یہ اُن کو ایذا نہیں دیتا غیر معصیت میں ان کی نافرمانی نہیں کرتا اگرچہ معصیت میں ان کا کہنا نہ مانتا ہو اگرچہ اس سے ایذا ہو تو وُہ عاق نہیں اگرچہ وُہ سَو بار کہیں کہ ہم نے تجھے عاق کیا جب اس کے ذمہ مواخذہ شرعی نہ ہو تو اس کے پیچھے نماز میں حرج نہیں اگرچہ جاہل اسے عاق شدہ سمجھیں واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۴۴۸ از سہرام برتلہ ضلع آرہ مسئولہ قدرت اللہ ۵ شوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید اعلم بالسنۃ عالم باعمل سماع بالمزامیر سُنتا ہے اور اس کی امامت جائز ہے اور اس کی امامت میں کراہت ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

مزامیر حرام ہیں ان کا سُننا عالم باعمل کا کام نہیں کما بیناہ فی اجل التحبیر فی حکم السماع بالمزامیر (جیسا کہ اسے اجل التحبیر فی حکم السماع بالمزامیر میں بیان کیا گیا ہے۔ ت) اگر اعلانیہ اس کا مرتکب ہو اسے امام نہ کریں، اور کراہت سے کسی حال خالی نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۴۴۹ از سرکار اجمیر مقدس لنگر گلی مسئولہ حکیم غلام علی ۶ شوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام جامع درگاہ شریف حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ تعالٰی

marfat.com

حکم وہی ہے جو ابھی گزرا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) اب مجلس میلاد مبارک مطلقاً ناجائز کہنے والے نہیں مگر وہابیہ، اور وہابیہ مرتدین ہیں اور مرتد کے پیچھے نماز باطل۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۷۲۹ تا ۷۳۴ از بھوساول ضلع خاندیس محلہ ستارہ مسئولہ حافظ الیس محبوب ۷ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین:

(۱) زید نصاریٰ کی تابعداری کرتا ہو وہ امامت کے لائق ہے یا نہیں؟

(۲) اگر ہے تو کن لوگوں کی نماز ہوتی ہے کن لوگوں کی نہیں؟

(۳) زید مسلمانوں میں نفاق ڈالے تو وہ قابلِ امامت ہے یا نہیں؟

(۴) زید حاکمِ وقت کی چوری میں گرفتار ہوا ہو تو وہ قابلِ امامت ہے یا نہیں؟

(۵) زید باطنی غیر مقلد ہو اور اہلسنّت کے دکھانے کو کہے کہ میں حنفی مذہب رکھتا ہوں اور اس پر یہ بھی ساتھ فخر کے کہے تو وہ امامت کے لائق ہے یا نہیں؟

(۶) ایک مسلمان عزت دار امامت کرتا ہو مگر دو چار مسلمانوں کے منحرف کر دینے سے ایک شخص اس پر الزام لگائے کہ یہ شخص امامت کے لائق نہیں اور وہ لوگ احادیث وغیرہ سے واقف نہ ہوں اور مسلمانوں میں نااتفاقی کرائیں تو اُن کے لئے کیا حکم ہے آیا وہ استغفار کے حقدار ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

(۱) سائل نے تابعداری کا گول اور مجمل لفظ لکھا تابعداری نصاریٰ کی ہو یا ہنود کی یا مسلم کی، حلال میں حلال ہے، حرام میں حرام ہے، کفر میں کفر۔ جو کفر میں کسی کی تابعداری کرے وہ کافر ہے اور اس کے پیچھے نماز باطل، اور جو حرام میں اتباع کرتا ہو فاسق ہے اور اس کے پیچھے نماز مکروہ، اور جو حلال میں اطاعت کرے اُس پر الزام نہیں، نہ اس وجہ سے اس کی امامت میں حرج۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) جو امامت کے لائق ہے اُس کے پیچھے سب کی نماز ہو سکتی ہے اس صورت میں خاصہ کو یہاں دخل نہیں کہ آدمی ایک خاص قسم کے لوگوں کی امامت کر سکتا ہو دوسرے لوگوں کی اس کے پیچھے نماز جائز نہ ہو جیسے معذور کہ اپنے مثل معذور کی امامت کر سکتا ہے اوروں کی نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۳) مجمل سوال ہے بارہا مسئلۂ حق بیان کرنے سے جاہلوں میں اختلاف پڑتا ہے اور احمق یا بددین لوگ اسے نفاق ڈالنا کہتے ہیں یہ وجہ الزام نہیں ہو سکتا، سائل مفصل لکھے کہ کیا کہتا اور کیا نفاق ڈالتا ہے واللہ تعالیٰ اعلم

(۴) اگر توبہ کر چکا اور اس سے نفرت قلوب میں نہ رہی اور کوئی وجہ مانع امامت نہ ہو تو اس کی امامت میں حرج

marfat.com

ان وجوہ امام مذکور کی امامت میں اصلاً کوئی خلل کیا کراہت بھی نہیں اور جو اس سبب سے اُس کے پیچھے نماز حرام بتاتا ہے اللہ عزوجل و نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و شریعت مطہرہ پر افترا کرتا ہے اُس پر توبہ فرض ہے ورنہ سخت عذاب نار و غضب جبار کا مستحق ہوگا۔

قال اللہ تعالیٰ ان الذین یفترون علی اللہ الکذب لا یفلحون متاع قلیل و لھم عذاب الیم[1]۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا، وہ جو اللہ پر جھوٹا افترا اٹھاتے ہیں فلاح نہ پائیں گے دُنیا کا تھوڑا برت لینا ہے اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔

وقال اللہ تعالیٰ ویلکم لا تفتروا علی اللہ کذبا فیسحتکم بعذاب[2]۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا، تمھاری خرابی ہو اللہ پر جھوٹ نہ باندھو کہ تمھیں عذاب میں بھون ڈالے گا۔

والعیاذ باللہ تعالیٰ واللہ تعالےٰ اعلم۔

مسئلہ ۵۰۷ از تلونڈی رائے ضلع لودھیانہ پنجاب مسئولہ اقبال محمد ۷ شوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہمارے یہاں ایک سید صاحب ہیں قرآن کریم کو کافی درست پڑھتے ہیں ایک نہایت ہی اعلیٰ بزرگ کے مرید ہیں ان بزرگ سے ان کو خلافت کا رتبہ مل گیا ہے قرآن مجید اچھا پڑھنے کی وجہ سے اکثر مسجد میں امامت کرتے ہیں لیکن سید موصوف نے ایک شغل اختیار کیا ہے وہ یہ کہ ایک باعزت نمازی تہجد خواں پرہیزگار جوان کا پیر بھائی ہے اور دو چار یوم پہلے سید صاحب نا معلوم ظاہری باطنی اس کو دوست سمجھتے تھے مگر اب لوگوں کو ان کے اور چند آدمیوں کے خلاف قطع تعلق کی ترغیب دیتے ہیں حالانکہ وہ بے قصور ہیں اور بلاوجہ سید صاحب وغیرہ نے ان کو ذلیل کرنے کے لئے یہ حرکت کی ہے کہ ایک بڑے مجمع میں سید صاحب نے بیٹھ کر قرآن شریف درمیان رکھ کر اہل مجلس کو علانیہ کہا کہ ان چند آدمیوں سے قطع تعلق کی قسم کھاؤ اور قرآن عظیم کو ہاتھ لگاؤ کہ ہمارا یہ قول تا زندگی رہے گا۔ آیا سید صاحب موصوف امامت کے قابل ہیں یا نہیں، اگر ہیں تو کیا وہ بھی ان کے پیچھے پڑھ سکتے ہیں جن کے ساتھ خواہ مخواہ بلاوجہ ایسا سلوک کیا گیا ہے۔ بینوا توجروا

الجواب

اگر یہ واقعی بات ہے کہ سید صاحب مذکور نے ان مسلمانوں سے بلاوجہ شرعی محض کسی خصوصیت دنیوی کے سبب اپنے پیر بھائی اور ان مسلمانوں سے قطع تعلق کیا اور ہمیشہ کے لئے کیا اور علانیہ برسر مجلس کیا تو قابلِ امامت نہ رہے

---

[1] القرآن ۱۰/۶۹

[2] القرآن ۲۰/۶۱

marfat.com

کارندے کے پیچھے جو حال میں کارندگی کر رہا ہو نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں، اور حضور کو خوب روشن ہوگا کہ جس طرح کارندے اپنی گزر اوقات کے ذرائع نکالتے ہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

ہر سُنّی صحیح العقیدہ صحیح القرأۃ صحیح الطہارۃ غیر فاسق معلن جس میں کوئی بات ایسی نہ ہو کہ لوگوں کے لئے باعثِ نفرت اور جماعت کے لئے وجہِ قلت ہو اُس کے پیچھے نماز بلا کراہت جائز ہے۔ گاؤں کے کارندے جن کا غبن اور اسامی وغیرہم سے ناجائز پیسہ لینا ظاہر و معروف ہو اُن کو امام بنانا گناہ ہے اور ان کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی، ورنہ کارندگی خود کوئی گناہ نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۷۳۳ از شہر محلہ باغ احمد علی خاں مسئولہ نیاز علی ۴ ربیع الآخر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ پانچ آدمی باوجودیکہ مسجد میں جماعت ہو رہی ہے شامل نہیں ہوتے، بعد ختمِ جماعت کثیر پانچوں آدمی علیحدہ جماعت پڑھتے ہیں یا مسجد میں پڑھنے آتے ہی نہیں، امام مسجد جو عرصہ سے امامت کر رہا ہے اور اپنا عقیدہ ذیل بیان کرتا ہے اس کو وہ بُرا کہتے ہیں ایسے کے لئے کیا حکم ہے اور ان کے ساتھ کیا برتاؤ ہونا چاہئے (عقیدہ پیش امام مسجد کا یہ ہے) "میں مذہب اہلسنت و جماعت پر عمل کرتا ہوں، میرا یہی مذہب ہے اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مقلد ہوں، اللہ عزوجل کی توحید اور جناب رسالتمآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بعد خدا کے تمام مخلوق سے افضل و اعلیٰ جانتا ہوں، کراماتِ اولیاء و بزرگانِ دین کا قائل ہوں"۔ ایسا امام اگر وہابی (جو فی زمانہ مشہور کردئے گئے ہیں) کے مدرسہ میں پڑھنے کو چلا جائے اس کی امامت جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

صورت مسئولہ میں پیش امام موصوف کی امامت بلاشبہہ صحیح و درست ہے جب پیش امام اپنا حنفی ہونا بیان کرتا ہے اور عقیدہ مطابق اہلسنت و جماعت رکھنے کا مدعی ہے اور اس کے کسی قول و فعل سے اس کا خلاف ثابت نہیں ہوتا تو محض کسی وہابی کے مدرسہ میں پڑھنا یا بالفرض کسی پاٹ شالہ یا اسکول میں تعلیم حاصل کرنا ہرگز صحتِ امامت کے لئے قادح نہیں ہوسکتا کیونکہ احکامِ شرعیہ کا مدار ظاہر پر ہے ہم شقِ قلب پر مامور نہیں، وہ اشخاص جو متخلف عن الجماعۃ ہیں اگر کوئی عذرِ شرعی رکھتے ہوں تو معذور رہیں گے اور اگر محض عصبیت و نفسانیت کی جہت سے شریکِ جماعت نہیں ہوتے تو وہ فاسق مردود الشہادۃ قابلِ تعزیر ہیں اہلِ محلہ کو ان سے سلام و کلام ترک کردینا چاہئے۔

العبد المجیب محمد عبداللہ کان اللہ لہ۔ صحیح ہے محمد منور العلی غفرلہ۔ الجواب صحیح محمد واحد نور عفی عنہ

الجواب

یہ فتوٰی محض غلط ہے اس میں اصل بحث سے پہلو تہی کی گئی ہے اور بے علاقہ روایتیں محض فضول نقل کردیں

marfat.com

عنہ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ حالت میں مرے وہ جہنم میں جائے گا۔ امام احمد بن حنبل اور ابوداؤد نے اسے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ (ت)

معلوم ہوا کہ یہ کبیرہ ہے کہ اُس پر وعیدِ نار ہے اور کبیرہ کا علانیہ مرتکب فاسق معلن، اور فاسق معلن کو امام بنانا گناہ اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی کہ پڑھنی گناہ اور پھیرنی واجب۔ فتاوٰی حجہ میں ہے: لوقدموا فاسقا یاثمون (اگر انہوں نے فاسق کو مقدم کیا تو گنہگار ہوں گے۔ ت) تبیین الحقائق میں ہے:

لان فی تقدیمہ للامامۃ تعظیمہ وقد وجب علیھم اھانتہ شرعا[2]۔ کیونکہ امامت کے لئے فاسق کی تقدیم میں اس کی تعظیم ہے حالانکہ اس کی اہانت شرعاً واجب ہے (ت)

اور اس میں برابر ہیں وُہ جن سے سید صاحب نے قطع تعلق کیا اور وہ جن سے قطع نہ کیا سب کی نماز ان کے پیچھے مکروہ تحریمی ہوگی جب تک توبہ نہ کریں واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۵۱، ۵۲ ازقصبہ رچھا روڈ ضلع بریلی مسئولہ حکیم محمد احسن صاحب ۹ شوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسئلوں میں کہ:

(۱) فاسق فاجر کے پیچھے جب کوئی نماز پڑھانے والا نہ ہو نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں۔

(۲) ماہی گیر کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

(۱) اگر علانیہ فسق و فجور کرتا ہے اور دُوسرا کوئی امامت کے قابل نہ مل سکے تو تنہا نماز پڑھیں۔

فان تقدیم الفاسق اثم والصلاۃ خلفہ مکروھۃ تحریما والجماعۃ واجبۃ فھما فی درجۃ واحدۃ ودرء المفاسد اھم من جلب المصالح[1]۔ کیونکہ تقدیمِ فاسق گناہ ہے اور اس کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہِ تحریمی ہے اور جماعت واجب ہے، پس دونوں کا درجہ ایک ہُوا، لیکن مصالح کے حصول سے مفاسد کو ختم کرنا اھم اور ضروری ہوتا ہے۔ (ت)

اور اگر کوئی گناہ چھپا کر کرتا ہے تو اس کے پیچھے نماز پڑھیں اور اس کے فسق کے سبب جماعت نہ چھوڑیں،

---

[1] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی الامامۃ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۱۳

[2] تبیین الحقائق باب الامامۃ المطبعۃ الکبری الامیریہ بولاق مصر ۱/ ۱۳۴

ہو جائے جس میں کہ مرزائی وغیرہ کا رکن ہو اس کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں، آیا اس کے لئے کوئی تعزیر وغیرہ ہے اور جس کے گھر شادی ہو وہ بھی اپنے عقائد کا پورا لعین مرزائیوں کو اچھا مسلمان سمجھتا ہے۔ فقط

الجواب

فقط اتنی بات کہ جس برات یا ولیمہ میں یہ شریک ہوا اس میں قادیانی مرتد اپنی تین طلاق کی مطلقہ سے بے حلالہ نکاح کرنے والا فاسق بھی شریک تھا ایسا نہیں کہ اس نے اس کی امامت ناجائز کر دی، ہاں اگر صاحبِ خانہ مرزائیوں کو مسلمان جانتا ہو تو وہ خود ہی مرتد ہے اور اس کے یہاں تقریب میں جانا حرام، اگر امام جانتا تھا اور پھر اس کا مرتکب ہوا تو یہ اگر اس بنا پر ہو کہ امام خود بھی مرزائی کو کافر نہیں جانتا تو وہ آپ ہی کافر ہے اور اس کے پیچھے نماز باطل، اور اگر اس کو کافر جان کر ہی شریک ہوا تو گنہگار ہوا اور اس سے توبہ لی جائے، اگر توبہ سے انکار کرے یا بارہا ایسی شرکت کر چکا ہو تو اسے امام بنانا گناہ ہے، امامت سے معزول کیا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۳۹۷ از ناگپور ممالک متوسطہ محلہ گانجہ کا کھیت مسئولہ چاند میاں لعل محمد سوداگر ۷ ار رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ ایک شخص جو چوڑی پہنانے کا پیشہ کرتے ہیں اُن کو امام بنایا، ایک صاحب نے اعتراض کیا کہ اُن کی اقتدا بوجہ چوڑی پہنانے کے ناجائز اور امامت مکروہِ تحریمی ہے اور خود معترض پیشۂ طبابت کرتے ہیں، بوجہ نباضی ومس دیگر اعضائے مستورات وہی اعتراض اس پر واقع ہوگا یا نہیں، بہت زیادہ حصہ جماعت کا اس امام کی اقتدا پر رضامند ہے تو کوئی نقصان شرعی قائم رہتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

جماعت کی رضا عدمِ رضا کو اُس وقت دیکھا جاتا ہے جب شرعی نقصان نہ ہو، جہاں شرعی عدم جواز ہے مقتدیوں کی رضا کیا کام دے سکتی ہے، بلاشبہہ اجنبیات کو چوڑی پہنانا اُن کی کلائی کا دیکھنا یا ہاتھ کا مس کرنا حرام ہے اور اس کا پیشہ رکھنے والا فاسق معلن، اور اسے امام بنانا گناہ اور اس کے پیچھے نماز مکروہِ تحریمی کہ پڑھنی گناہ اور پھیرنی واجب، اور طبیب کا اس پر قیاس صحیح نہیں، طبیب کا نبض دیکھنا حاجت کے لئے ہے اور ایسی حاجت وضرورت کہ دیگر اعضاء کا مس بھی جائز ہے، رہا یہ کہ وہ نیتِ فاسدہ کرے یہ ضرور اسے حرام ہے مگر اس کا علم اللہ عزوجل کو ہے، ہاں بلاحاجت مس ونظر ناجائز کرتا ہو تو وہ بھی فاسق ہے اور اسی اعتراض کا مستحق۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۴۰۷ از بھنڈارہ محلہ کھم تالاب مسئولہ نجم الدین ریڈر ڈپٹی کلکٹر ۱۹ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ ایک حافظ نمازِ پنجگانہ وجمعہ کے امام ہیں جن کی جسمی حالت بسبب مرض حسبِ ذیل ہے، آیا اُن کے پیچھے نماز ہوتی ہے یا نہیں؟

(۱) پیش امام صاحب ہر نماز میں سجدہ جاتے وقت نصف یا نصف سے کم جھک جانے پر اللہ اکبر کی

marfat.com

باطل۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۵۶، ۵۷ از میڑتہ سٹی ضلع جودھپور مسئولہ فخرالدین شاہ ۱۹ ذیقعدہ ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ:

(۱) یتیموں کو تکلیف دینا اور غیبت کرنا اور جھوٹی قسم کھانا مسلمانوں میں نفاق ڈلوانے والے کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں۔

(۲) ایک شخص یہاں میڑتہ میں پیرزادہ کہلاتے ہیں اُس نے اپنی عورت کو طلاق دی تین روز برابر اس کو سمجھایا پر نہیں مانا' کہا کہ مہر دے، کہا کہ مہر میں نے معاف کروایا، پھر ہم نے اس لڑکی سے تلاش کیا، جواب دیا کہ مہر تو میں نے معاف کردیا' اور پھر اس کے چچا وغیرہ نے اس لڑکی کو اس کے گھر بھجوادیا بغیر نکاح کرے، طلاق ہوئی یا نہیں، اس کے بچہ پیدا ہوا وہ حرام کا ہے یا نہیں، اس کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں، یتیم سے بہت عداوت رکھتا ہے۔ بیّنوا توجروا

الجواب

(۱) یتیموں کو بلاوجہ شرعی تکلیف دینا سخت حرام ہے، یونہی غیبت زنا سے سخت تر ہے جبکہ شرعاً غیبت ہو مثلاً فاسق معلن کی غیبت غیبت نہیں، اور بدمذہب کی برائیاں بیان کرنے کا خود شرعاً حکم ہے، جھوٹی قسم گھروں کو ویران کر چھوڑتی ہے اور مسلمانوں میں بلاوجہ شرعی تفرقہ ڈالنا شیطان کا کام ہے، اور فتنہ قتل سے سخت تر ہے، فتنہ سو رہا ہے اس کے جگانے والے پر اللہ کی لعنت ہے، جو ان افعال کا علانیہ مرتکب ہو اسے امام بنانا گناہ ہے اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی کہ پڑھنی گناہ اور پھیرنی واجب۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) طلاق ہوگئی اور مہر عورت نے معاف کردیا ہے معاف ہوگیا۔ بچہ اگر طلاق سے دو برس کے اندر پیدا ہوا حلالی ہے اُسی شوہر کا ہے۔ طلاق دینے سے نماز کی امامت میں کوئی خلل نہیں آتا۔ یتیم سے بلاوجہ عداوت سخت گناہ ہے، اگر اس کی بلاوجہ عداوت علانیہ مشہور ہے تو امام بنانے کے قابل نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۵۸ از چھاؤنی فیروزپور کباڑی بازار مسئولہ حاجی خواج الدین ٹیلر ماسٹر ۲۹ ذیقعدہ ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ زناکار اور شرابی کے پیچھے نماز کسی وقت جائز ہے یا نہیں جب امام مقیم ہو وہ ہر ایک کو امام مقرر کردیتا ہے یہ جائز ہے کہ نہیں۔ بیّنوا توجروا

الجواب

زانی اور شرابی کے پیچھے کسی وقت نماز پڑھنے کی اجازت نہیں مگر جہاں جمعہ وعیدین ایک ہی جگہ ہوتے ہوں اور امام فاسق ہو اُس کے پیچھے پڑھ لئے جائیں اور جمعہ کے اعادہ کو چار رکعت ظہر پڑھیں، امام غیر جمعہ وعیدین میں اگر

marfat.com

اس لئے بنایا جاتا ہے کہ اس کی اتباع کی جائے۔ ت) یہ بات کہ ایسا نہ کرے تو مقتدی اُس سے پہلے سجدہ کرلیں گے اس کا لحاظ مقتدیوں پر ضرور ہے جب اسے سجدہ تک پہنچنے میں دیر ہوتی ہو تو یہ انتظار کریں اور ایسے وقت سجدہ کو جھکیں کہ اس کے ساتھ سجدہ میں پہنچیں بذلك امر النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اصحابہ رضی اللہ تعالٰی عنہم (نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنے صحابہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کو یہی حکم دیا ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۴۱۷ از ہوڑہ ڈاک خانہ سلکیا گھڑی محلہ بھوٹے بگان اصغر چائے والے کا باڑا مسئولہ شیخ شمن ۲۲ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو لوگ علمائے حرمین طیبین کو بدعتی بتائیں ان کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

مطلقاً علمائے حرمین شریفین کو بدعتی وہی بتائے گا جو وہابی ہو اور وہابی کے پیچھے نماز باطل محض ہے واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۴۱۸ از مطبع شمس المطابع فرخ نگر ضلع گوڑگانواں مسئولہ حکیم شمس الدین مالک مطبع ۲۸ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امور ذیل کرنے والے کی امامت جائز ہے یا نہیں اور اس کی بابت کیا حکم ہے باوجود نہ یاد ہونے قرآن کے درمیان کلام مجید سے کچی پکی یاد پر نماز جمعہ میں قرأت شروع کردیتا ہے جس کی وجہ سے اکثر بلکہ عموماً نمازِ جمعہ میں بھول جانے کی وجہ سے نماز دُہرائی جاتی ہے خطبہ بھی صحتِ لفظی کے ساتھ نہیں پڑھتا ہے سمجھانے پر لوگوں کو مغلظات بکنا شطرنج سے ماہر ہونے کے سبب کھیلنے والوں کو اُن کے پاس بیٹھ کر چال بتانا ہر قسم کے لوگوں کے ساتھ کوٹلے وغیرہ کی لکیروں سے طرح طرح کے پانسے بناکر کنکریوں کے ذریعہ سے مثل قماربازان بغیر کسی شرط قائم کئے کھیل کا کھیلنا، ایسے شخص کے ساتھ میل جول نشست برخاست رازداری رکھنی جو اپنے حقیقی پسر کی بیوہ سے اپنی زوجہ کی زندگی میں زنا کرتا ہے اور آئندہ خواہشِ نکاح رکھتا ہے جس کو حالاتِ مذکورہ کی وجہ سے اہلِ برادری نے بھی خارج کردیا ہے مسجد میں بیٹھ کر اپنے خانگی معاملات میں یا ناصح آدمیوں کو فحش اور مغلظات سنانا شخص مندرج صدر کی اعانت کرنے والے کی بابت کیا حکم ہے جبکہ اُس کی اعانت محض نفسانیت سے کرتے ہوں بصورتِ حالات مندرجہ صدر نمازِ جمعہ دوسری مسجد میں جائز ہے یا نہیں جبکہ ایک پُرانا قصبہ مثل شہر کے ہو جس کی بنیاد شہر اور فرودگاہ افواج تواریخی حساب سے صدہا سال سے مع آبادی اہل اسلام ثابت ہے اور نمازی بھی تعداد شرعی سے زیادہ ہوجاتے ہوں۔ روزہ کی حالت میں ایسے شخص کا آٹھ دس دفعہ غل کرنا جو بے صبری پڑا ل ہے۔ اصلی معاملہ کو پوشیدہ رکھ کر اپنے مطلب کی تائید میں علماء سے فتوٰی حاصل کرنا۔ بینوا توجروا

marfat.com

مسئلہ ۷۶۴ ازمقام چھاؤنی میرٹھ قصبہ لنگر گڑھ مرسلہ پیر سخاوت حسین صاحب ممبر جامع مسجد ۹ شوال ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص حافظِ قرآن پاک ہے اور امامت جامع مسجد کی کرتا ہے اور پابندِ صوم وصلوٰۃ ہے اور زوجہ اس کی پردہ نشین ہے مگر قوم سے شخص مذکور قصاب ہے کیا ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

اگر اس کی طہارت ونماز صحیح ہے اور مذہب کا وہابی یا دیوبندی وغیرہ بے دین وبددین نہیں سُنّی صحیح العقیدہ ہے اور فاسق ومعلن نہیں تو اس کے پیچھے نماز پڑھنی بیشک جائز ہے، قصاب ہونا کوئی مانع امامت نہیں، متعدد اکابرِ دین نے یہ پیشہ کیا ہے، ہاں اگر جماعت والے اس سے نفرت کرتے ہوں اور اس کی امامت کے باعث جماعت میں کمی پڑے اور دوسرا امام سُنّی صحیح العقیدہ قابلِ امامت موجود ہو تو اس دوسرے کی امامت اولیٰ ہے۔

فقد کرھوا خلف ابرص شاع برصہ لاجل التنفیر مع انہ لا خطیئۃ لہ فیہ۔

فقہاء نے نفرت کے پیش نظر ایسے صاحبِ برص کے پیچھے نماز کو مکروہ قرار دیا ہے جس کا برص مشہور (پھیل گیا) ہو باوجود اس بات کے کہ اس میں اس کا اپنا ذاتی کوئی گناہ نہیں۔(ت)

واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۷۶۵ تا ۷۶۸ ازمیونڈی بزرگ پرگنہ اجاؤں ڈاکخانہ شاہی ضلع بریلی مرسلہ سید امیر عالم حسن صاحب ۱۶ شوال ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ:

(۱) جو شخص زنا کرتا ہو اور اس کا ثبوت بھی ہوگیا ہو تو جو اُس کے پیچھے نماز پڑھیں وہ ہُوئیں یا نہیں۔

(۲) جب زانی ایسا شخص توبہ کرلے تو اس کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں۔

(۳) زانی اپنے افعال سے توبہ کرتا ہے اور گاؤں والے اُس کی توبہ کو نہیں مانتے تو وہ گاؤں والے کس جرم کے مستحق اور کس درجہ میں شمار ہیں۔

(۴) جس عورت نے اپنے شوہر سے سرکشی کی اور اُس کے حکم کو نہ مانا اور شوہر کا دل دُکھایا اور شوہر پر زبان درازی کی تو ایسی عورت کو طلاق دینا واجب ہے یا نہیں، اور اگر شوہر اپنی بی بی کی زبان درازی اور سرکشی پر راضی ہے اور وہ امامت کراتا ہے تو ایسے شخص کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں۔

الجواب

(۱) زنا کا ثبوت سخت دشوار ہے جسے عوام ثبوت سمجھتے ہیں وہ اوہام ہوتے ہیں، جب تک اس کی یہ حالت نہ تھی اس وقت تک اُس کے پیچھے نمازیں میں کوئی حرج نہ تھا اُن کے اعادہ کی بھی کچھ حاجت نہیں فانہ ان

marfat.com

شریعتِ مطہرہ سے سرتابی ہے باطل پر اعانت حرام ہے۔

قال اللہ تعالٰی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان[1] اللہ تعالٰی کا فرمان ہے: گناہ اور زیادتی پر باہم تعاون نہ کرو۔ (ت)

ایسا شخص جس کی امامت شرعاً ممنوع ہے اگر جمعہ پڑھاتا ہو تو دوسری جگہ جمعہ پڑھیں جبکہ وُہ قصبہ مصر شرعی ہو جہاں جمعہ صحیح و جائز ہے۔ فتح القدیر میں ہے: لانہ بسبیل من التحول[2] (کیونکہ دوسری جگہ منتقل ہونا ممکن ہے۔ ت)

اور روزہ میں غل مچانا اور اظہارِ بے صبری کرنا مکروہ ہے، حقیقت واقعہ چھپا کر علماء سے غلط فتوٰی لینا شریعت کو دھوکا دینا اور سخت حرام ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۴۴۳ تا ۴۴۴: از منصور پور ضلع مظفر نگر مسئولہ عبدالصمد صاحب سُنّی حنفی صوفی ۲۸ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ:

(۱) جس شخص میں بوجہ حرص کے طمع ہو اور ذلّت کے ساتھ سوال کرنے کا عادی ہو باوجود معقول تنخواہ پانے کے ایسے بے حرمت آدمی کے پیچھے شرفا کی نماز کامل ہوسکتی ہے یا نہیں۔

(۲) جو شخص یہ کہے کہ میں فلاں آدمی کا معین صورت میں محض نماز پڑھانے کے واسطے ملازم ہوں نماز جنازہ پڑھانے سے یا کسی مقتدی کی اطاعت سے مجھے کیا کام ایسا آدمی قابلِ امامت ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

(۱) بے ضرورت سوال حرام ہے ایسا شخص فاسق معلن ہے اُسے امام بنانا گناہ ہے اس کے پیچھے عالم و جاہل سب کی نماز مکروہ تحریمی کہ پڑھنی گناہ اور پھیرنی واجب۔ واللہ تعالٰی اعلم

(۲) امام پر بلاوجہ مقتدی کی اطاعت لازم نہیں، نہ اُسے نمازِ جنازہ پڑھانا ضرور، اس کہنے سے اس کی قابلیت امامت میں کوئی خلل نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۴۴۵ تا ۴۴۶: از مدرسہ اہلسنّت منظرِ اسلام مسئولہ مولوی عبداللہ صاحب مدرس مذکورہ ۳ شوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسئلوں میں:

(۱) کسی مسجد میں جماعت تیار ہے لیکن اتنا وقت نہیں کہ دریافت کیا جائے کہ امام سُنّی ہے یا وہابی، تو جماعت سے نماز پڑھنا چاہیے یا اپنی علیحدہ۔

---

[1] القرآن ۵/۲

[2] فتح القدیر باب الامامۃ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۳۰۴

marfat.com

اگراس کا یہ حال صحیح مشہور ہے تو اُس کے پیچھے نماز مکروہ ہے اس سے میل جول نہ چاہئے اگر عوام کے اوہام کی افواہ ہے کہ خواہی نخواہی عیب لگاتے ہیں تو اس کا اعتبار نہیں پھر بھی اگر اس کے سبب لوگوں کو اس کی امامت سے نفرت اور اس کے پیچھے جماعت کی قلت ہو تو اسے امام نہ کریں اگرچہ وہ الزام سے بری ہے، کماشاع برصہ کما فی الدر (جیسے اس شخص کا حکم ہے جس کا برص پھیل گیا ہو، درمختار میں ایسا ہی ہے۔ت)

(۲) ایسا شخص ہو تو وہ فاسق ہے اُس کے پیچھے نماز نہ پڑھی جائے اس سے میلاد شریف نہ پڑھوایا جائے لان فی تقدیمہ للامامۃ تعظیمہ وقد وجب علیہم اہانتہ شرعاً[1] (کیونکہ امامت کے لئے فاسق کی تقدیم میں اس کی تعظیم ہے حالانکہ شرعی طور پر اس کی اہانت لازم ہے۔ت) تبیین الحقائق وغیرہ۔۔۔ جو نمازیں اس کے پیچھے پڑھی ہیں ضرور اعادہ کی جائیں اس کا شریک حال مذکور ہونا حرام ہے اُس سے میل جول نہ چاہئے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۱۷۱: از شہر بریلی مدرسہ منظر الاسلام مسئولہ مولوی محمد ظہور الحق صاحب ۳ ذی الحجہ ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ایسے شخص کے واسطے کہ وہ حافظِ قرآن ہے مگر افیون کھاتا ہے اور رمضان المبارک کا روزہ نہیں رکھتا ہے، آیا وہ امامت کرسکتا ہے یا نہیں اس کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں بینوا بالکتاب و توجروا یوم الحساب۔

الجواب

افیونی اور بلاعذر شرعی تارکِ صوم رمضان فاسق ہیں اور اُن کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے کہ پڑھنا گناہ اور پھیرنا واجب جبکہ اُن کا فسق ظاہر و آشکارا ہو، اور اگر مخفی ہو جب بھی کراہت سے خالی نہیں اور افیونی اگر پینک میں ہو جب تو اس کے پیچھے نماز باطل محض، قال تعالٰی حتی تعلموا ما تقولون[2] (اللہ تعالٰی کا ارشاد گرامی ہے: حتی کہ تم جان لو کہ تم کیا کہہ رہے ہو۔ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۱۷۲: از شہر مدرسہ اہلسنت مسئولہ مولوی ظہور الحق صاحب طالب علم ۱۲ ذی الحجہ ۱۳۳۷ھ

اس سوال میں جو اوپر مذکور ہے خلاف واقعہ محض حسد پر کیا گیا ہے افیونی تارکِ صوم اور پھر اُس پر بلاعذر یہ تینوں لفظ اور ان کے مصداق تحقیق طلب ہیں کیونکہ نتیجہ جواب انھیں پر مبنی ہے اس جواب سے یہ نہیں معلوم ہوا

---

[1] تبیین الحقائق باب الامامۃ مطبوعہ المطبعۃ الکبرٰی الامیریہ بولاق مصر ۱/۱۳۴

[2] القرآن ۴/۴۳

marfat.com

علیہ بعد ہر نماز یہ کہتا ہے کہ اے خداوند کریم با غیر شرع داڑھی منڈے جھوٹے دعویدارانِ خلافت کو سچا دعویدارِ خلافت بنا دے۔ اور جب کبھی وہابیوں کا ذکر آتا ہے تو اُن کے مولویوں کو اور جو مولوی خلافت کو اپنے پیٹ بھرنے کا پیشہ بناتے ہیں اور ان کے سب پیروؤں کو خوب بُرا کہتا ہے اس کے پیچھے بموجب شریعت مطہرہ نماز پڑھنا جائز ہے اور جو مولوی اس کے پیچھے نماز پڑھنا حرام بتائے اُس کے لئے شرعاً کیا حکم ہے، اگر یہ بحث مسجد میں ہو تو مسجد کی توہین ہوتی ہے یا نہیں؟ بینوا بالتفصیل توجروا عند الرب الجلیل۔

الجواب

اس دعا میں کوئی حرج نہیں اور وہابیہ کی بُرائی بیان کرنا فرض ہے، یُونہی جھوٹے مدعیانِ خلافت اور اس نام سے شکم پروران پر آفت کی شناعت سے مسلمانوں کو آگاہ کرنا ضرور ہے اور مسجد کہ مجمع مسلمانان ہو ان بیانوں کا بہتر موقع ہے اور اس میں مسجد کی کچھ توہین نہیں کہ مساجد ذکر اللہ کے لئے بنائی گئی ہیں اور نہی عن المنکر اور بیان شناعت گمراہاں اعظمِ طرق ذکر اللہ واجل احکامِ شریعۃ اللہ سے ہے، حدیث میں ہے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

أترعون عن ذکر الفاجر متی یعرفہ الناس اذکروا الفاجر بما فیہ یحذرہ الناس[1]

کیا فاجر کو بُرا کہنے سے پرہیز کرتے ہو لوگ اسے کب پہچانیں گے فاجر کی بُرائیاں بیان کرو کہ لوگ اُس سے بچیں۔

صحیح بخاری میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حضرت حسان بن ثابت انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہ کے لئے مسجد کریم مدینہ طیبہ میں منبر بچھاتے کہ وہ اس پر کھڑے ہو کر مشرکین کا رَد فرماتے۔[2]

---

[1] نوادر الاصول للترمذی الاصل السادس والستون والمائۃ الخ مطبوعہ دار صادر بیروت ص ۲۱۳

ف: اس حدیث کا پہلا لفظ نوادر الاصول میں "أتورعون" ہے جبکہ دیگر متعدد کتابوں میں "اترعون" مذکور ہے۔ نذیر احمد سعیدی

[2] مشکوٰۃ المصابیح الفصل الثالث از باب البیان والشعر مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی حصہ دوم ۲/ ۴۱۰

ف: یہ حدیث ترمذی ۲/ ۱۰۷، سنن ابی داؤد ۲/ ۳۲۸، مستدرک ۳/ ۴۸۷، ابن عساکر ۴/ ۱۲۹، شرح السنۃ ۱۲/ ۳۷۷ وغیرہ متعدد کتابوں میں موجود ہے، حدیث کا یہ حصہ صحیح بخاری سے مجھے نہیں مل سکا اور صاحب تحفۃ الاحوذی اسی حدیث کے تحت لکھتے ہیں: قال صاحب المشکوٰۃ بعد ذکر ھذا الحدیث اخرجہ البخاری وقال الحافظ فی الفتح بعد ذکرہ وعزوہ الی الترمذی ما لفظہ وذکر المزی فی الاطراف ان البخاری اخرجہ تعلیقاً نحوہ واتم منہ لکنی لم ارہ فیہ انتہی (تحفۃ الاحوذی مطبوعہ بیروت ۴/ ۳۲) نذیر احمد سعیدی

marfat.com

مقتدی پر الزام ہے اور وہ اس وجہ سے سزاوارِ سزا ہے مگر وہ امام اس بنا پر الزام سے بری نہیں ہو سکتا کہ اب تک مقتدی کیوں خاموش رہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۳۷۷: از اورنگ آباد ضلع گیا مرسلہ محمد اسمٰعیل مدرس مدرسہ اسلامیہ ۱۴ صفر المظفر ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عمرو تعزیہ کی نہایت عظمت کرتا ہے اور اکھاڑے میں شریک ہوتا ہے اور حضرت سید الشہداء حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ وحضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کی مجلسِ میلاد منعقد کرتا ہے اور اس میں یا حسین سلام علیک، یا ذکی سلام علیک، یا علی سلام علیک وغیرہ بحالتِ قیام پڑھواتا ہے اور مجلس میں سماع میں ہر قسم کے مزامیر یعنی انگریزی باجا روشن چوکی خروک شہنائی مشکی باجا وغیرہ بجواتا ہے اور نمازِ پنجگانہ وجمعہ کے لئے مسجد میں نہیں آتا صرف عیدین کی امامت کرتا ہے مقتدی اس سے بسبب ان افعال کے سخت نفرت رکھتے ہیں تو عمرو قابلِ امامت ہے یا نہیں، اور عمرو کے یہ افعال شرع شریف میں کیا حکم رکھتے ہیں۔

الجواب

مزامیر حرام ہیں، صحیح بخاری شریف کی حدیث میں ہے:

یستحلون الخمر والخنزیر والمعازف[1] ف وہ لوگ شراب، خنزیر اور مزامیر کو حلال جانیں گے (ت)

ہدایہ میں ہے:

لان الابتلاء بالمحرم یکون[2] (امتحان وابتلاء حرام ہی سے ہوتا ہے۔ ت)

تو مجلس مزامیر منعقد کرنا فسق، اور نمازِ عید کو ان شیطانی باجوں کے ساتھ آنا فسق اور جماعت کے لئے بلاعذرِ شرعی حاضر نہ ہوا کرنا فسق اور جمعہ میں بلا مجبوری نہ آنا سخت تر فسق اور تعزیہ کی تعظیم بدعت، عمرو ہرگز قابلِ امامت نہیں۔ تبیین الحقائق میں ہے:

لان فی تقدیمہ للامامۃ تعظیمہ وقد وجب علیھم اھانتہ شرعا[3]۔ کیونکہ امامت کے لئے اس کی تقدیم میں تعظیم ہے حالانکہ ان پر شرعاً اس کی اہانت لازم ہے (ت)

---

[1] صحیح البخاری کتاب الاشربۃ باب ماجاء فیمن یستحل الخمر الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۸۳۷

[2] الہدایۃ کتاب الکراہیۃ مطبوعہ مطبع یوسفی لکھنؤ ۴/ ۴۵۳

[3] تبیین الحقائق باب الامامۃ " المطبعۃ الکبرٰی الامیریۃ بولاق مصر ۱/ ۱۳۴

ف: بخاری کے الفاظ اس طرح ہیں: یستحلون الخز والحریر والخمر والمعازف الخ۔ اس حدیث کو مختلف الفاظ کے ساتھ دیگر متعدد کتابوں نے بھی ذکر کیا ہے سنن ابوداؤد ۲/ ۲۰۴، السنن الکبرٰی للبیہقی ۱۰/ ۲۲۱، کنز العمال ۱۱/ ۱۳۴، المعجم الکبیر ۳/ ۲۸۲، اتحاف السادۃ المتقین ۶/ ۴۷۴، الترغیب والترہیب ۳/ ۱۰۲۔ نذیر احمد

marfat.com

اور ان کو امام بنانا منع ہے جب تک اس حرکت سے علانیہ توبہ نہ کریں کہ بلاوجہ شرعی تین دن سے زیادہ مسلمانوں سے قطع تعلق حرام ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لایحل لرجل ان یھجر اخاہ فوق ثلث لیال یلتقیان فیعرض ھذا ویعرض ھذا وخیرھما الذی یبدأ بالسلام[1]۔ رواہ الشیخان عن ابی ایوب الانصاری رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

آدمی کو حلال نہیں کہ اپنے مسلمان بھائی کو تین رات سے زیادہ چھوڑے راہ میں ملیں تو یہ ادھر منہ پھیرلے وہ اُدھر منہ پھیرلے اور اُن میں بہتر وہ ہے جو پہلے سلام کرے یعنی ملنے کی پہل کرے۔ بخاری و مسلم نے اسے حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔

دوسری حدیث میں فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

لایحل لمؤمن ان یھجر مؤمنا فوق ثلث فان مرت بہ ثلث فلیلقہ فلیسلم علیہ وان رد علیہ السلام فقد اشترکا فی الاجر فان لم یرد علیہ فقد باء بالاثم وخرج المسلم من الھجرۃ[2]۔ رواہ ابوداؤد عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

کسی مسلمان کو حلال نہیں کہ کسی مسلمان سے تین رات سے زیادہ قطع کرے، جب تین راتیں گزرجائیں تو لازم ہے کہ اس سے ملے اور اسے سلام کرے، اگر سلام کا جواب دے تو دونوں ثواب میں شریک ہوں گے اور وہ جواب نہ دے گا تو سارا گناہ اسی کے سر رہا یہ سلام کرنے والا قطع کے وبال سے نکلے گا۔ اسے ابوداؤد نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔

تیسری حدیث میں فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

لایحل لمسلم ان یھجر اخاہ فوق ثلث فمن ھجر فوق ثلث فمات دخل النار[3]۔ رواہ احمد وابوداؤد

مسلمان کو حرام ہے کہ مسلمان بھائی کو تین رات سے زیادہ چھوڑے، جو تین رات سے زیادہ چھوڑے اور اسی

---

[1] صحیح بخاری — باب الھجرۃ از کتاب الادب — مطبوعہ قدیمی کتب خانہ اصح المطابع کراچی — ۲/ ۸۹۷
صحیح مسلم — باب تحریم الھجرۃ فوق ثلاثۃ ایام — " نور محمد اصح المطابع کراچی — ۲/ ۳۱۶

[2] سنن ابی داؤد — باب فی ہجرۃ الرجل اخاہ — " آفتاب عالم پریس لاہور — ۲/ ۳۱۷

[3] مسند احمد بن حنبل — از مسند ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ — " دارالفکر بیروت — ۲/ ۳۹۲
سنن ابو داؤد — باب ہجرۃ الرجل اخاہ — " آفتاب عالم پریس لاہور — ۲/ ۳۱۷

ف: مسند احمد بن حنبل کے الفاظ اس طرح ہیں لا ھجرۃ فوق ثلاث فمن ھجر اخاہ فوق ثلاث فمات دخل النار۔ نذیر احمد

marfat.com

فقال ان امرأتی لاتمنع ید لامس قال طلقها قال انی احبها قال فاستمتع بها[1] رواہ ابوداؤد۔

اور عرض کیا میری بیوی کسی مس کرنے والے کو منع نہیں کرتی۔ فرمایا: اسے طلاق دے دے۔ عرض کیا، میں اس سے محبت کرتا ہوں۔ فرمایا: اس سے استفادہ کر۔ (ابوداؤد) (ت)

درمختار میں ہے: لایجب علی الزوج تطلیق الفاجرۃ[2] (خاوند پر فاجرہ عورت کو طلاق دینا واجب نہیں۔ت)

بحر جس نے وہ ناپاک کلمات کہے اُن سے صراحۃً شریعت مطہرہ سے عناد ٹپکتا ہے اُس پر توبہ فرض ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۵۲۲ از ریاست جے پور گھاٹ دروازہ مدرسہ قادریہ تکیہ اعظم شاہ مرسلہ حاجی عبدالجبار صاحب رضوی

کیا حکم ہے شریعتِ مطہرہ کا اس مسئلہ میں کہ زید امامت کرتا ہے اور اس کے سر کے بال لمبے یعنی دوش سے نیچے قریب سینہ تک ہیں، عمرو کہتا ہے کہ دوش سے نیچے بال بڑھانا حرام ہیں اور ایسے شخص کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہے، زید کہتا ہے کہ اتنے لمبے بال رکھنا یعنی دوش سے نیچے جائز ہے اور مشائخ سادات کا یہ شعار ہے چنانچہ اعلیحضرت فاضل بریلوی مدظلہ نے اپنے رسالہ الحرف الحسن فی الکتابۃ علی الکفن کے صفحہ ۱۹ سطر ۱ میں حضرت سیدنا امام علی رضا رضی اللہ عنہ کے متعلق لکھا ہے کہ ان کے دو گیسو شانہ پر لٹک رہے تھے لہذا سوال یہ ہے کہ زید کا کہنا صحیح ہے یا عمرو کا، اگر عمرو کا قول صحیح ہے تو جتنی نمازیں ہم مقتدیوں نے زید کے پیچھے پڑھی ہیں حساب کرکے سب کا اعادہ کریں یا نہیں؟

الجواب

مسلمانوں کو اتباعِ شریعت چاہئے۔ حکم نہیں مگر اللہ و رسول کے لئے۔ سینہ تک بال رکھنا شرعاً مرد کو حرام، اور عورتوں سے تشبّہ اور بحکمِ احادیث صحیحہ کثیرہ معاذاللہ باعثِ لعنت ہے۔

قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لعن اللہ المتشبھین من الرجال بالنساء[3] الخ۔

نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالٰی کی لعنت ان مردوں پر جو عورتوں کے ساتھ مشابہت کریں الخ۔ (ت)

اُم المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا نے ایک عورت کو مردانہ جوتا پہنے دیکھا اُسے لعنت کی خبر دی۔ نبی اکرم

---

[1] سنن ابوداؤد — باب فی تزویج الابکار — مطبوعہ آفتاب عالم پریس، لاہور — ۱/۲۸۰
سنن نسائی — تزویج الزانیۃ — " نور محمد کتب خانہ کراچی — ۲/۷۱
ف: ان حوالوں میں مذکور الفاظ مختلف ہیں لیکن مفہوم ایک ہے۔ نذیر احمد سعیدی

[2] دُرمختار — کتاب الحظر والاباحۃ — فصل فی البیع — مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی — ۲/۲۵۴

[3] المعجم الکبیر — مارُوی ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ — مطبوعہ المکتبۃ الفیصلیہ بیروت — ۱۱/۲۵۲

marfat.com

لان الجماعة واجبة والصلاۃ خلف فاسق غیر معلن لاتکرہ الا تنزیھا۔ واللہ تعالٰی اعلم

کیونکہ جماعت واجب ہے اور فاسق غیر معلن کے پیچھے نماز پڑھنا زیادہ سے زیادہ مکروہ تنزیہی ہے (ت)

(۲) جائز ہے، واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۵۳ تا ۵۵: از سینوتوریم ضلع نینی تال مسئولہ سراج علی خاں صاحب رضوی بریلوی ۱۶ شوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ:

(۱) فاسق کی کیا تعریف ہے؟ فاسق وفاجر میں کوئی فرق ہے؟ فاسق کے پیچھے نماز کیسی ہے؟ فاسق معلن کب کہا جائے گا اور اس کے پیچھے نماز کیسی ہے، اسے ایسا جان کر امام بنانے والے کا کیا حکم ہے؟

(۲) ہاتھ یا پیر میں انگوٹھی چھلے پہننا یعنی ایک نگ کی ایک انگوٹھی موافق شریعت مطہرہ سے زائد پہننے والے کا کیا حکم ہے، اُس کے پیچھے نماز کیسی، اس پر اصرار کرنے والا کہ ان چھوٹی چھوٹی باتوں سے نماز میں کوئی خرابی نہیں آتی کس درجہ موردِ گناہ ہے۔

(۳) دو یا تین شخص ایسے جمع ہو کر جماعت سے نماز پڑھنا چاہتے ہیں کہ ایک بالکل جاہل مگر صورت ہیئت لباس وغیرہ سب شریعت کے مطابق ہے اور نمازی بھی ہے مگر قرآن پاک کی تلاوت اس کو نہیں آتی اور تلفظ بالکل ادا نہیں ہوتا دوسرا خواندہ قرآن کی قرأت کر سکتا ہے ضروری مسائل بھی جانتا ہے مگر فاسق ہے، تیسرا مسافر ہے جس پر قصر واجب ہے بے علمی میں پہلے شخص کا درجہ رکھتا ہے مگر صرف ان سُورتوں میں معمولی طریقہ سے پڑھ سکتا ہے جو نماز میں بار بار آتی ہیں مثلاً الحمد شریف یا قل ہو اللہ شریف وغیرہ، ان میں سے کس کو امام بنایا جائے، اور اگر کوئی بھی امامت کے قابل نہیں تو کیا علیحدہ علیحدہ پڑھیں۔ بینوا توجروا

الجواب

(۱) فاسق وہ کہ کسی گناہ کبیرہ کا مرتکب ہوا اور وہی فاجر ہے، اور کبھی فاجر خاص زانی کو کہتے ہیں، فاسق کے پیچھے نماز مکروہ ہے پھر اگر معلن نہ ہو یعنی وہ گناہ چھپ کر کرتا ہو معروف ومشہور نہ ہو تو کراہت تنزیہی ہے یعنی خلاف اولٰی، اور اگر فاسق معلن ہے کہ علانیہ کبیرہ کا ارتکاب یا صغیرہ پر اصرار کرتا ہے تو اسے امام بنانا گناہ ہے اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی کہ پڑھنی گناہ اور پڑھ لی ہو تو پھیرنی واجب۔ واللہ تعالٰی اعلم

(۲) ایک آدھ بار پہننا گناہِ صغیرہ اور اگر پہنی اور اتار ڈالی تو اس کے پیچھے نماز میں حرج نہیں اور اگر نماز میں پہنے ہو تو اسے امام بنانا ممنوع اور اس کے پیچھے نماز مکروہ، یُوں ہی جو پہنا کرتا ہے اُس کا عادی ہے فاسق معلن ہے اور اس کا امام بنانا گناہ اگر اس وقت نماز میں بھی پہنے ہو۔ گناہ اگرچہ صغیرہ ہو اُسے چھوٹی بات کہنا بہت سخت جُرم ہے۔ اس شخص پر توبہ فرض ہے واللہ تعالٰی اعلم۔

(۳) صورت مذکورہ میں اس مسافر کو امام کیا جائے کہ فاسق کو امام بنانا گناہ ہے اور غلط خواں کے پیچھے نماز

marfat.com

الجواب

نعم تجوز ان لم یکن مانع شرعی لانہ بالغ شرعا وان لم تظھر الاثار نعم تکرہ ان کان صبیحا محل الفتنۃ کما فی رد المحتار عن الرحمتی ۔

واللہ تعالٰی اعلم

ہاں جائز ہے بشرطیکہ کوئی مانع شرعی موجود نہ ہو کیونکہ وہ شرعی طور پر بالغ ہے اگرچہ بلوغ کے آثار ظاہر نہ ہوئے ہوں البتہ اگر وہ امرد خوبصورت ہے تو پھر نماز مکروہ ہوگی کیونکہ وہ محلِ فتنہ ہوتا ہے۔ ردالمحتار میں شیخ رحمتی سے یوں ہی ذکر ہے۔ (ت)

مسئلہ ۸۴۴ تا ۸۵۴: از کوٹ ڈسکہ مرسلہ محمد حیات صاحب مدرس ہائی اسکول ۱۶ جمادی الاخری ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں حضرات علمائے کرام ایسے امام مسجد کے بارے میں جس میں مفصلہ ذیل نقص صریحاً ہوں۔

(۱) غسال و ذابح ہے اگر کسی صاحبِ میت سے کچھ نہ ملے تو شاکی رہتا ہے۔

(۲) سامانِ مسجد کی مطلق حفاظت نہیں کرتا اور نہ ان کی مرمت وغیرہ کی لوگوں کو ترغیب دیتا ہے اس لئے اشیاءِ مسجد بگڑتی اور خراب ہوتی رہتی ہیں اور ضائع اور غبن ہوتی رہتی ہیں اور مسجد کے متعلقہ مکان میں رہائش رکھتے ہیں جو کہ مسجد سے علیحدہ متصل مسجد ہے اگر حفاظتِ سامانِ مسجد کو کہیں تو برافروختہ ہوجاتے ہیں۔

(۳) جماعتِ نماز صرف مغرب کی کرتے ہیں باقی نمازیں متفرق طور پر لوگ خود بخود پڑھتے ہیں، اگر کہیں تو ناراض۔

(۴) مرضِ بواسیر عرصہ سے ہے تقاطرِ بول اور پیپ اور خون سے محفوظ رہنے کے لئے نیچے لنگوٹی رکھتے ہیں پورے طور پر شکایت مرضِ بواسیر نہیں گئی اور نہ یہ جانے والی ہے۔

(۵) میونسپل کمیٹی قصبہ کوٹ ڈسکہ میں ایک ادنٰی آسامی جمعداری خاکروبان ۳۰ روپے ماہوار پر ملازم ہیں کام اچھا نہ ہونے پر مقامی افسر اور ممبران کمیٹی اکثر ناراض رہتے ہیں اور سخت سُست کہتے ہیں جو کہ مسلمانوں کو ناگوار گزرتا ہے۔

(۶) میاں جی کے اندرون شہر میں جو مکانات ہیں ان کے بالکل متصل ایک پرانی مسجد ہے انقلابِ زمانہ سے اس محلہ میں مسلمانوں کے گھر نہ رہے اور مسجد غیر آباد ہوگئی، اب میاں جی اس مسجد کو مالی مویشی خانہ اور گوبر بھینس خانہ بنا رکھا ہے، طرفہ یہ کہ حق اس مسجد کا برابر لے رہے ہیں۔

(۷) روزہ ماہِ رمضان المبارک اگر معمر ہونے کی وجہ سے نہ بھی رکھتے ہوں تو نماز تراویح پڑھانے کے لئے آتے ہیں کیونکہ تراویح پڑھانے والے کی خدمت ہوتی ہے مگر نماز فرض کی جماعت سوائے مغرب ندارد' ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنی کیسی ہے؟

marfat.com

دوسرے کو کہ صالح امامت ہے اور امام کہہ دیتا ہے حرج نہیں بلکہ وہ اگر اس سے علم و فضل میں زائد ہو تو اسے یہی بہتر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۷۵۹ از علی پور پٹرا مسئولہ منصب علی ۱۲ شعبان ۱۳۳۷ھ

قاری مکہ معظمہ کا قرآت سیکھا ہوا اور وہاں پر چند سال رہ کر معلمی کیا لیکن داڑھی ترشواتا ہے آیا اس کے پیچھے نماز پنجگانہ اور جمعہ جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

داڑھی ترشوانے والے کو امام بنانا گناہ ہے اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی کہ پڑھنی گناہ اور پھیرنی واجب، اور مکہ معظمہ میں رہ کر قرآت سیکھنا فاسق کو غیر فاسق نہ کر دے گا، واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۷۶۰ از فتحپور ضلع شاہجہاں پور مرسلہ مقبول حسن خاں نائب مدرس میونسپل اسکول ۷ اشعبان ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جس شخص کی نمازِ فجر قضا ہو وہ نمازِ ظہر یا دیگر اوقات کی نمازوں میں امام ہوسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب

اگر صاحبِ ترتیب ہے تو جب تک قضائے فجر ادا نہ کرلے ظہر کی امامت نہیں کرسکتا ورنہ کرسکتا ہے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۷۶۱، ۷۶۲ از پیلی بھیت محلہ احمد زئی مرسلہ مولوی عبدالسبحان صاحب ۱۲ رمضان المبارک ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں:

(۱) بہرے کے پیچھے تراویح یا فرض نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

(۲) بہرے کی کوئی تخصیص ہے یا نہیں؟

الجواب

(۱) جائز ہے اور اس کا غیر بہتر ہے اگر یہ علم و قرآت میں اس سے افضل نہ ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) اتنی ہی ہے کہ جواب اول میں گزری۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۷۶۳ از سہسوانی ٹولہ مسئولہ محمد یامین ۶ شوال ۱۳۳۷ھ

عمرو بہت مسخرا ہے اور بہت فحش گالی کے ساتھ مذاق کرتا رہتا ہے اُس کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں۔

الجواب

اُسے امام بنانا گناہ ہے اور اُس کے پیچھے نماز مکروہِ تحریمی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

marfat.com

قرأت وطہارت وغیرہا میں قابل ہو، ہاں اگر عوام اس کی امامت سے نفرت کریں اور یہ امر باعثِ قلتِ جماعت ہو تو اسے امام نہ کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۷۸۷: از کلکتہ لوئر چت پور روڈ ۱۲۵ مرسلہ حاجی زکریا حاجی جان محمد صاحب ۱۴ رمضان ۱۳۳۸ھ

(۱) ایک مسجد کے متولیوں نے زید کو پچاس روپے ماہوار پر تین سال کے لئے ملازم رکھا یہ شرط تھی کہ ہم تین سال بعد معزول کرسکتے ہیں اسے امام نے بذریعہ تحریری اقرار نامہ کے منظور کرکے اپنے دستخط کردئے۔

(۲) باوجود متولیوں کے منع کرنے اور باضابطہ روکنے کے کہ جب تک ہم کو کسی واعظ یا لکچرار کے خیالات اور مذہب کا علم نہ ہوجائے کسی کو مسجد میں وعظ و لکچر دینے کی اجازت نہ دو وہ بے اطلاع متولیوں کے خود اجازت دیتا ہے چنانچہ گزشتہ فساد کے موقع پر کلکتہ میں اس نے مسجد کے اندر ہندوؤں تک کو آنے دیا۔

(۳) امام مذکور اکثر مسجد کی امامت سے غیر حاضر ہوتا اور سَیر یا دعوتوں میں بے اجازت متولیوں کے چلا جاتا ہے اور متولیوں کے منع کرنے کی بالکل پروا نہیں کرتا۔

(۴) متولیوں نے بعد گزرنے میعاد اقرار نامہ اور باضابطہ تحریری اطلاع دہی کے دوسرے امام کو جو مدینہ منورہ کا ساکن اور مسجد نبوی کے امام کے خاندان سے ہے اور مسجد نبوی میں امامت کرچکا ہے اب بجائے اس کے مقرر کیا ہے تو وہ مزاحم و مانع ہے اور آمادۂ فتنہ و فساد ہے اور متولیوں پر خلاف واقعہ توہین آمیز الزام و بہتان مشتہر کرتا ہے آیا ایسے کو امام شرعاً متولیانِ مسجد معزول کرسکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب

ضرور معزول کرسکتے ہیں بلکہ ان حرکات پر اس کو معزول کرنا ہی چاہئے، لایعزل صاحب وظیفۃ الا بجنحۃ[1] وھذہ جنحۃ (صاحبِ وظیفہ کسی قصور کے بغیر معزول نہیں کیا جاسکتا اور یہ قصور ہے۔ت) واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۷۸۸: ۱۰ شوال ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس بارے میں کہ زید نے عمرو سے مثلاً بوستاں گلستاں کے بچپن میں دو یا تین سبق پڑھے تھے اب ان میں رنج ہوگیا اور عمرو نے اسے ہاک (عاق) کردیا تو زید کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں۔

الجواب

اگر شاگرد کا قصور تا حدِ فسق ہے اور بوجہ اعلان مشہور و معروف ہے تو اسے امام بنانا جائز نہیں اور اس کے

---

[1] ردالمحتار مطلب لایصح عزل صاحبِ وظیفۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۳/ ۴۲۳

marfat.com

کان فاسقا غیر معلن فما الکراھۃ خلفہ الا تنزیھیۃ (کیونکہ اگر وہ شخص فاسق غیر معلن ہو تو اسکی اقتدا میں نماز پڑھنا زیادہ سے زیادہ مکروہ تنزیہی ہے۔ ت)۔

(۲) جب بعد توبہ صلاح حال ظاہر ہوا اس کے پیچھے نماز میں حرج نہیں اگر کوئی مانع شرعی نہ ہو۔

(۳) اللہ عزوجل اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے اور گناہ بخشتا ہے ھو الذی یقبل التوبۃ عن عبادہ ویعفو عن السیئات[1] (وہی اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے اور گناہ معاف کرتا ہے۔ ت) جو لوگ توبہ نہیں مانتے گنہگار ہیں، ہاں اگر اس کی حالت تجربہ سے قابلِ اطمینان نہ ہو اور یہ کہیں کہ تُو نے توبہ کی اللہ توبہ قبول کرے۔ ہم تجھے امام اس وقت بنائیں گے جب تیری صلاح حال ظاہر ہو تو یہ بجا ہے۔

(۴) اسے جزما طلاق دینا واجب نہیں اور اس پر صبر کرنے والا نہایت نیک کام کرتا ہے اگر نیت اللہ کے لئے ہو بہرحال یہ امر امامت میں خلل انداز نہیں کہ یہ اپنے حق سے درگزر ہے اور اس میں حرج نہیں اور یہاں راضی ہونا بایں معنیٰ نہیں تھا کہ اس کے افعال خلافِ شرع کو پسند کرتا ہے جن سے وہ قابلِ امامت نہ رہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۷۶۹: از میونڈی از سید صاحب

(۱) زید اپنی سوتیلی ساس سے زنا کرتا ہے اور زید کے سسر کو بھی یہ معلوم ہے لیکن اس کو منع نہیں کرتا اس خوف سے کہ میرے گھر سے نکل جائے گی، تو وہ کس جرم کا مستحق ہے اور زید جو اپنی ساس سے زنا کر رہا ہے وہی امامت بھی کرتا ہے تو یہ زید کس درجہ کا مستحق ہے اور اس کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا یا میل جول رکھنا کیسا ہے؟

(۲) جس کا پیر ایسا ہو کہ جملہ افعال حرام ہوں جیسے زنا وغیرہ کرنا اور سُلفہ وغیرہ پینا اور اکثر محافل ناچ رنگ میں شامل ہونا وغیرہ وغیرہ ہوں اور علمائے دین اس سے بیعت کرنا حرام فرمادیں اور جو بیعت حاصل کرچکا ہو اس کو فسخ کرنے کا حکم دیں تو اب علمائے دین فرمائیں کہ جو ایسے پیر سے بیعت کئے ہوئے ہو اور ایسے پیر پر اعتقاد رکھتا ہو اور علمائے دین کے حکم کے خلاف کرتا ہو کہ علما تو ایسے پیر سے بچنے کا حکم فرمائیں اور وہ نہ مانے اور وہ متبع ہو اور امامت کرتا ہو اُس کے پیچھے نماز پڑھنا اور میلاد پڑھوانا اور شریکِ حال ہونا کیسا ہے، درست یا غیر درست؟ اور بعض کہتے ہیں کہ جو نمازیں اس کے پیچھے پڑھی ہیں وہ نادرست ہیں ان کا بھی پھیرنا واجب ہے کیونکہ اس نے اتباعِ علماء نہیں کیا۔ بینوا توجروا

الجواب

(۱) جو باوصف قدرت اپنی عورت کو اس بیحیائی سے منع نہیں کرتا نہیں روکتا وہ دیوث ہے، اور وہ جو زنا کرتا ہے

---

[1] القرآن ۴۲/۲۵

marfat.com

البانی للمسجد اولی من القوم بنصب الامام و المؤذن فی المختار[1] (وکذا ولدہ وعشیرتہ اولی من غیرھم اشباہ[2] اھ شامی) الا اذا عین القوم اصلح ممن عینہ البانی (لان منفعۃ ذلک ترجع الیھم، انفع الوسائل[3] اھ ش)

مختار قول کے مطابق امام اور موذن مقرر کرنے کا حق دیگر لوگوں کی بنسبت بانیِ مسجد کو زیادہ ہے (اسی طرح اسکی اولاد اور خاندان بھی دیگر حضرات سے زیادہ حقدار ہیں اھ شامی) البتہ اس صورت میں کہ جب قوم بانیِ مسجد سے اعلٰی وصالح امام مقرر کرے تو وہی بہتر ہوگا، (کیونکہ اس کا نفع قوم کو پہنچے گا انفع الوسائل اھ ش) (ت)

اور اگر امامت بلا وظیفہ ہے اور پہلا امام شرعاً اس دوسرے سے اولٰی تھا تو متولی نے دوہرا ظلم کیا۔ راجح کو ہٹانا اور مرجوح کو بڑھانا، اور دونوں برابر ہیں جب بھی بلا وجہ پہلے کو ایذا دہی کا مرتکب ہوا اور اگر یہ دوسرا اولٰی با یں معنی کہ پہلے کے پیچھے نماز میں کچھ کراہت تھی اس کے پیچھے نہیں تو متولی نے اچھا کیا مقتدیوں کا اس پر اعتراض بیجا ہے نماز اس کے پیچھے ہی مطلقاً جائز ہے جبکہ مذہب وقرأت وطہارت واعمال صحیح ہوں، اور مسجد کا تو کوئی جرم ہی نہیں اس میں بہرحال جائز ہے واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۷۹۰: از ناتھدوار ریاست اودیپور ملک میواڑ سراج الدین صاحب ۲۲ جون ۱۹۲۰ء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین کہ ایک شخص مسائل نماز روزہ کے تھوڑا بہت واقفیت ہے مگر چند عرصہ سے اس کے کانوں میں سماعت کم ہوگئی ہے یعنی اونچا سنتے ہیں، تو ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں، ہونے کا سبب خلاصہ تحریر فرمائیں، اور اگر بہرے پیش امام نے نماز میں غلطی کی اور اپنے مقتدی کا لقمہ نہ سنا تو نماز میں کوئی خلل تو نہیں آتا ہے یا آتا ہے اس کا جواب باصواب مع فقہ وحدیث اور کتبِ فقہ وحدیث کا حوالہ بھی ضرور تحریر فرمائیں، اللہ تعالٰی آپ کو اجرِ عظیم عطا فرمائے گا۔ ۲۲ جون ۱۹۲۰ء از ناتھدوار ریاست اودے پور ملک میواڑ سراج الدین۔

الجواب

بہرے کے پیچھے نماز جائز ہے مگر اس کا غیر اولٰی ہے جبکہ علم مسائل نماز وطہارت میں اُس سے کم نہ ہو اور

---

[1] درمختار کتاب الوقف فصل یراعی شرط الواقف فی اجارتہ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۹۰
[2] ردالمحتار " " " " " " مصطفی البابی مصر ۳/۴۵۴
[3] درمختار " " " " " " مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۹۰
[4] ردالمحتار " " " " " " مصطفی البابی مصر ۳/۴۵۴

marfat.com

کہ اطبائے امراض نزلہ وجریان وغیرہ میں افیون بقدر اصلاح تجویز فرمائی ہو وہ عذر شرعی کے اندر مجوز ہے یا نہیں، اگر نہیں تو عذر شرعی کیا ہے، دوسرے یہ کہ اگر کوئی شخص بباعث سفر یا مرض روزۂ رمضان قضا کرے تو تارکِ صوم ہوگا یا نہیں، اور عذر شرعی اس کے لئے ہے یا نہیں، اور حافظ کلام مجید امیوں میں امامت کے لئے شرعاً افضل ہے یا نہیں، اگر کوئی شخص ایک مدت تک مقتدی رہ کر محض حسد سے الزام لگائے ایسے کبیرہ گناہ کے تو وہ عند الشرع مستوجب کس تعزیر کا ہے۔

الجواب

افیون اتنی کہ پینک لائے مطلقاً حرام ہے، نہ کسی مرض کے لئے حلال ہوسکتی ہے نہ کسی طبیب کی تجویز سے۔ اللہ ورسول کے برابر حکیم کون ہے وہ منع فرماتے ہیں اُن کا منع فرمایا ہوا کسی کی تجویز سے جائز نہیں ہوسکتا، یہ عذر شرعی ہے نہ عذر شرعی فتوٰی میں دربارۂ افیون لکھا تھا بلکہ دربارۂ صوم درمختار میں ہے: ظاہر المذہب المنع[1] (یعنی حرام چیز سے علاج ظاہر مذہب پر منع ہے۔ ت) ردالمحتار میں ہے:

اجاب الامام لان المرجع فیہ الاطباء وقولھم لیس بحجۃ حتی لوتعین الحرام مدفعاللھلاک یحل کالمیتۃ والخمر عند الضرورۃ۔(ملخصا)[2]

امام اعظم نے یہ جواب دیا ہے کہ اس میں اطباء کی طرف رجوع کیا جائے گا اور ان کا قول حجت نہیں، حتّٰی کہ اگر کوئی حرام چیز ہلاکت کو دُور کرنے کے لئے متعین ہوجائے تو وُہ حلال ہوجائے گی جیساکہ ضرورت کے وقت مردار اور شراب (ملخصاً)۔ (ت)

ہاں سفر اور مرض جس میں روزہ کا مضر ہونا ثابت ومحقق ہو روزہ قضا کرنے کے لئے عذر شرعی ہیں، حافظ امیوں سے جب افضل ہے کہ فاسق نہ ہو اور فاسق تو عالم بھی افضل نہیں چہ جائے حافظ۔ درمختار میں ہے:

الا ان یکون غیر الفاسق اعلم القوم فھو اولٰی[3]

مگر اس صورت میں کہ جب فاسق کے علاوہ (یعنی مذکورہ افراد میں سے) کوئی شخص قوم سے زیادہ صاحبِ علم ہو تو وہی امامت کے لئے اولٰی ہوگا۔ (ت)

اگر الزام جھُوٹا لگائے تو سخت کبیرہ ہے اور اس کی سخت سزا ہے اور اگر الزام سچّا ہے تو مدت تک خاموش رہنے کا اس

---

[1] دُرمختار | باب المیاہ | مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی | ۱/ ۳۸
[2] ردالمحتار | " | " مصطفی البابی مصر | ۱/ ۱۵۴
[3] درمختار | باب الامامۃ | " مطبع مجتبائی دہلی | ۱/ ۸۳

marfat.com

واللہ تعالٰی اعلم۔

(۲) سُنّی امام کے پیچھے نماز ہوجائے گی مگر اس مسجد میں پڑھنے سے مسجد کا ثواب نہ ملے گا کہ یہ شرعاً مسجد نہیں اور بلاعذرِ شرعی ترکِ مسجد گناہ ہے، حدیث میں ہے:

لاصلاۃ لجار المسجد الّا فی المسجد[1] واللہ تعالٰی اعلم
مسجد کے پڑوسی کی نماز مسجد ہی میں ہوسکتی ہے۔(ت)

(۳) جماعت میں غیر مقلد کے شریک ہونے سے ضرور نماز میں نقص پیدا ہوتا ہے اول تو اُس کے آمین بالجہر سے طبیعت مشوش ہوگی، اور دوسرا عظیم نقص یہ ہے کہ اس کی شرکت سے صف قطع ہوگی کہ اس کی نماز نماز نہیں ایک بے نمازی شخص صف میں کھڑا ہوگا اور یہ صف کا قطع ہے اور صف کا قطع ناجائز ہے۔ صحیح حدیث میں فرمایا:

من قطع صفا قطعہ اللہ[2]
جس نے صف قطع کی اُسے اللہ تعالٰی (اپنی رحمت سے) قطع کردے۔(ت)

معہذا بدمذہبوں کے ساتھ نماز پڑھنے سے بھی حدیث میں منع فرمایا ہے، لاتصلوا معھم[3] (اُن کے ساتھ نماز نہ پڑھو۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۹۵ تا ۹۷: از شہر محلہ شاہ دانا مرسلہ جناب میر فدا حسین صاحب مورخہ ۲ ذی الحجہ ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ:

(۱) نماز جماعت سُنّی حنفی اشخاص کی طالب علمان مدرسہ مداری دروازہ وسرائے خام کے پیچھے ہوگی یانہیں۔

(۲) اگر کسی مسجد میں پیش امام مقرر نہ ہو تو حاضرینِ مسجد کسی شخص کو اپنے میں سے منتخب کریں تو اس میں کس کس احترام و التزام اور کس کس بات کی ضرورت ہے؟

(۳) امام ہر طبقہ کے لوگوں میں سے کہ جو اس وقت موجود ہوں کثرت رائے سے منتخب ہوسکتا ہے باوجودیکہ وہ منتخب شدہ شخص اپنے آپ کو امامت کا اہل نہ سمجھتا ہو مگر اجماع اس کی امامت پر ہوجائے تو وہ امامت کرسکتا ہے یانہیں؟ بینوا توجروا

---

[1] المستدرک علی الصحیحین کتاب الصلوٰۃ لاصلوٰۃ لجار المسجد الخ مطبوعہ دارالفکر بیروت ۱/ ۲۴۶
[2] سُنن ابوداؤد باب تسویۃ الصفوف " آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۹۷
[3] کنزالعمال الباب الثالث فی ذکر الصحابہ حدیث ۳۲۵۲۸، ۳۲۵۲۹ مطبوعہ موسستہ الرسالۃ بیروت ۱۱/ ۵۴۰

marfat.com

حضرت سید الشہداء اور حضرت مولیٰ مشکلکشا رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی مجلس ذکر شریف منعقد کرنا اور یا علی سلام علیک و یا ذکی سلام علیک کہنا کچھ حرج نہیں رکھتا جبکہ منکراتِ شرعیہ سے خالی ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۴۷۷: از گونا سنٹرل انڈیا ریاست گوالیار مرسلہ محمد صدیق سیکریٹری انجمن اسلامیہ ۱۷ صفر ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کی زوجہ ثانی ایک دوسرے شخص کے ساتھ فرار ہوگئی اور فسق و فجور کرتی ہے اور زید اس کو رکھے ہوئے ہے اور وہ زوجہ زید، زید پر حاوی ہے، زید دوسروں سے کہتا ہے کہ تم فلاں شخص کو جس کو میری زوجہ بلاتی ہے میرے گھر آنے سے روکو۔ جب زید سے کہا جائے کہ تم اس کو طلاق دے دو تو بہتر ہے۔ اس پر زید غصہ کرے اور کلمات سخت کہے اور کہے کہ میری زوجہ اولیٰ بھی تو لوگوں کو بلواتی ہے کیا اس کو بھی طلاق دے دوں ایسا ہرگز نہیں کروں گا۔ تو ایسے اصرار سے زید دیوث ہے یا نہیں۔ اور مسلمانوں کو زید کو اگر وہ پیش امامی کرتا ہو معزول کرنا چاہئے یا نہیں۔ زید نے جو پیش امام مسجد ہے اس نے چند جاہلوں کو اپنا طرفدار بنا لیا ہے اُن میں سے ایک شخص بکر نے کہا کہ ہمارا پیش امام دو دو بوتلیں شراب کی پیئے گا اور چار رنڈیاں رکھے گا اور وہی پیش امام رہے گا۔ پس بکر کی بابت شرعاً کیا حکم ہے اور جو لوگ ایسے امام کی طرفداری کریں اور اس کو پیش امام رکھنے پر اصرار کریں ان کی بابت کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

الجواب

زید اپنی زوجہ کے ایسے افعال پر اگر راضی ہے یا بقدرِ قدرت بندوبست نہیں کرتا تو بلاشبہہ دیوث ہے اور اسے امامت سے معزول کرنا واجب، اور اس کے پیچھے نماز پڑھنا گناہ، اور اس کا پھیرنا لازم، اور اس کے حامی گنہگار۔

قال اللہ تعالیٰ ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان[1] اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: گناہ اور زیادتی پر ایک دوسرے سے تعاون نہ کرو۔ (ت)

اور اگر وہ ان افعال پر راضی نہیں اور جہاں تک اس کا امکان ہے بندوبست کرتا ہے تو عورت کے افعال پر اس کا الزام نہیں۔

قال اللہ تعالیٰ لا تزر وازرۃ وزر اخری[2] اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے: کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔ (ت)

نہ اس پر طلاق دینا لازم۔ حدیث میں ہے:

جاء رجل الی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک شخص رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا

---

[1] القرآن ۵/۲
[2] القرآن ۶/۱۶۴

marfat.com

(۱) وہابی امام کے پیچھے اہلسنت وجماعت کی اقتداء نماز خواہ پنجگانہ یا تراویح یا جمعہ یا عیدین یا نوافل یا نماز جنازہ میں درست ہے یا کیا حکم ہے؟

(۲) زید مولویانِ فرقہ وہابیہ دیوبندیہ کو عالم دین سمجھتا ہے اور اُن کی تعظیم وتکریم بھی کرتا ہے لیکن خود عالم نہیں ہے اب زید مذکور اہلسنت وجماعت کی امامت کرسکتا ہے یا نہیں اور اُس کی امامت سے نماز سُنّی کی صحیح ہے یا کیا؟

(۳) زید فرقہ وہابیہ دیوبندیہ کو بُرا سمجھتا ہے اور کہتا ہے لیکن اُن کی امامت سے نماز بلا تکلف پڑھتا ہے اور عمرو سُنّی حنفی ہے اور وہابیہ کے پیچھے نماز پڑھنے سے احتراز کرتا ہے بخیال نہ ہونے نماز جائز کے، لہذا زید مذکور کی امامت سے عمرو مذکور کی نماز صحیح ہوگی یا نہیں اور کیوں؟

(۴) امامِ جمعہ وہابی عقائد کا ہے اور صرف ایک ہی مسجد میں جمعہ ہوتا ہے آیا سُنّی اُس کی امامت میں نمازِ جمعہ پڑھ سکتا ہے یا نہیں، اور اگر نہیں تو کیا نمازِ ظہر ہی ادا کرے؟

(۵) اگر امامِ جمعہ نمبران (۲) یا (۳) مذکورہ میں سے کوئی ہو تو اہل سنت وجماعت اُس کے پیچھے نماز پڑھ سکتا ہے یا نہیں اور نماز صحیح ہوگی یا کیا۔ نیز نمازِ عیدین کے بارے میں ایسی صورت میں کیا حکم ہے؟

(۶) امام سُنّی المذہب ہے اور چار مقتدی جن میں سے ایک سُنّی کامل ہے اور باقی تین صور تہائے متذکرہ نمبر (۲) و (۳) کے ہیں ایسی حالت میں جمعہ قائم کر سکتے ہیں یا نہیں؟

(۷) نمازِ مغرب یا کسی وقت کی بہ جماعت ساتھ امام صور تہائے متذکرہ نمبران (۱) یا (۲) یا (۳) کے ہو رہی ہے تو کیا سُنّی المذہب شریکِ جماعت ہوسکتا ہے یا نہیں اور تنہا پڑھنے کی حالت میں نماز صحیح ہوگی یا نہیں؟

(۸) حافظ نابینا کی امامت جائز ہے یا نہیں نماز پنجگانہ یا تراویح میں بشرطیکہ سوائے اُس کے اور کوئی حافظِ قرآن موجود نہیں ہے البتہ ناظرہ خواں چند ہیں؟

(۹) صور تہائے مذکورۃ الصدر نمبران (۲) یا (۳) میں سے اگر امام ہو تو نماز تراویح میں اُس کی اقتدار جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

(۱) وہابی کے پیچھے کوئی نماز فرض خواہ نفل کسی کی نہیں ہوسکتی نہ اُس کے پڑھنے سے نماز جنازہ ادا ہو اگرچہ نمازِ جنازہ میں جماعت وامامت شرط نہیں ولہذا اگر عورت امام اور مرد مقتدی ہے نماز جنازہ کا فرض ادا ہو جائے گا کہ اگرچہ مقتدیوں کی اُس کے پیچھے نہ ہوئی خود اُس کی ہوگئی، اور اسی قدر فرض کفایہ کی ادا کو کافی ہے مگر وہابی کی تو نماز خود باطل ہے لانہ لادین لہ ولا صلوٰۃ لمن لادین لہ (کیونکہ اس کا تو کوئی دین نہیں اور جس کا

marfat.com

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک عورت کو کمان لٹکائے ملاحظہ فرمایا، ارشاد فرمایا:

"اللہ کی لعنت اُن عورتوں پر کہ مردوں سے تشبہ کریں اور ان مردوں پر کہ عورتوں سے مشابہت کریں"۔[1]

حالانکہ جُوتا کوئی جزءِ بدن نہیں جزءِ لباس ہے اور کمان جزءِ لباس بھی نہیں ایک خارج شئے ہے جب ان میں مشابہت پر لعنت فرمائی تو بال کہ جزءِ بدن ہیں ان میں مشابہت کس درجہ حرام اور باعثِ لعنت ہوگی۔ الحرف الحسن میں یہ ہے کہ شانہ پر لٹک رہے تھے یا یہ کہ شانہ سے اُتر کر سینہ تک پہنچے تھے۔ شانہ تک لمبے گیسوؤں کا ہونا کہ آگے اصلانہ بڑھیں ضرور جائز بلکہ سُنن زوائد سے ہے حساب کرکے نمازوں کا اعادہ چاہئے اور امام صاحب سے امید ہے کہ حکم شرع قبول فرماکر خود معصیت سے بچیں گے اور اپنی اور مقتدیوں کی نماز کراہت سے بچائیں گے اور اپنی اور مقتدیوں کی نماز کراہت سے بچائیں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۷۷۶ ازمانیا والا ڈاک خانہ قاسم پور گڈھی ضلع بجنور مرسلہ سید کفایت علی صاحب ۳ ربیع الاول شریف ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام اور ایک مقتدی نماز پڑھتے ہوں دوسرا مقتدی آگیا تو امام کو وہیں رہنا چاہئے یا آگے چلا جائے یا نہیں (اور آگے بڑھنے کی جگہ ہو) بینوا توجروا

الجواب

اگر پہلا مقتدی مسئلہ دان ہے اور اسے پیچھے ہٹنے کی جگہ ہے تو وہ ہٹ آئے دُوسرا مقتدی اس کی برابر کھڑا ہوجائے، اور اگر یہ مسئلہ دان نہیں یا اسے پیچھے ہٹنے کو جگہ نہیں تو امام آگے بڑھ جائے، اور اگر امام کو بھی آگے بڑھنے کو جگہ نہیں تو دُوسرا مقتدی بائیں ہاتھ کو کھڑا ہوجائے مگر اب تیسرا مقتدی آکر نہ ملے ورنہ سب کی نماز مکروہ تحریمی، اور سب کو اس کا پھیرنا واجب۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۷۷۷ ازبریلی مسئولہ محمود حسن صاحب طالب علم مدرسہ منظرِ اسلام بریلی ۱۹ ربیع الاول ۱۳۳۸ھ

ما قول علماء اھل السنۃ والجماعۃ رحمکم اللہ ھل تجوز الصلاۃ خلف الامرد الذی ھو ابن ستۃ عشر سنۃ افیدونا الجواب رحمکم اللہ الوھاب۔

علمائے اہلسنت وجماعت رحمکم اللہ تعالیٰ کا اس بارے میں کیا ارشاد ہے کہ سولہ سالہ امرد کے پیچھے نماز جائز ہوتی ہے یا نہیں؟ ہمیں جواب سے مستفید کیا جائے، رحمکم اللہ الوہاب۔ (ت)

---

[1] صحیح البخاری باب المتشبہین بالنساء مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۸۷۴

[2] ردالمحتار مطلب فی امامۃ الامرد مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۱/۴۱۵

marfat.com

لینے والا ہو اور امامت کرتا ہو اس کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں؟

الجواب

نجومی و رمّال قابلِ امامت نہیں، یُونہی جُھوٹے فالناموں والے، ہاں اگر جائز طور پر فال دیکھے اور اس پر یقین کرے نہ یقین دلائے تو حرج نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۸۰۰ از شہر کہنہ مسئولہ سید ممتاز علی صاحب رضوی ۱۴ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ

اہلسنّت وجماعت کا متفق علیہ عقیدہ ہے کہ سیدنا ابابکر الصدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ بعد انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام افضل البشر ہیں، زید و خالد دونوں اہلِ سادات ہیں، زید کہتا ہے کہ جو شخص حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ کو حضرت ابابکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ پر فضیلت دیتا ہے اُس کے پیچھے نماز مکروہ ہوتی ہے۔ خالد کہتا ہے کہ میں علی الاعلان کہتا ہوں کہ حضرت ابابکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ پر حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ کو فضیلت ہے اور ہر سید تفضیلیہ ہے اور تفضیلیہ کے پیچھے نماز مکروہ نہیں ہوتی بلکہ جو تفضیلیہ کے پیچھے نماز مکروہ بتائے خود اس کے پیچھے نماز مکروہ ہوتی ہے۔

الجواب

تمام اہلسنّت کا عقیدہ اجماعیہ ہے کہ صدیق اکبر و فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہما مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم سے افضل ہیں، ائمہ دین کی تصریح ہے کہ جو مولٰی علی کو اُن پر فضیلت دے مبتدع بدمذہب ہے، اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے۔ فتاوٰی خلاصہ و فتح القدیر و بحرالرائق و فتاوٰی عالمگیریہ وغیرہا کتب کثیرہ میں ہے: ان فضل علیا علیھما فمبتدع[1] (اگر کوئی حضرت علی کو صدیق و فاروق پر فضیلت دیتا ہے تو وہ بدعتی ہے۔ ت) غنیہ و ردالمحتار میں ہے: الصلوۃ خلف المبتدع تکرہ بکل حال[2] (بدمذہب کے پیچھے ہر حال میں مکروہ ہے) ارکانِ اربعہ میں ہے: الصلوۃ خلفھم تکرہ کراھۃ شدیدۃ[3] (ان یعنی تفضیلی شیعہ کی اقتدا میں نماز شدید مکروہ ہے۔ ت) تفضیلیوں کے پیچھے نماز سخت مکروہ یعنی مکروہ تحریمی ہے کہ پڑھنی گناہ اور پھیرنی واجب۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[1] خلاصۃ الفتاوٰی کتاب الصلوۃ الاقتداء باھل الھواء مطبوعہ مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۱/۱۴۹

ف: خلاصۃ الفتاوٰی میں "ان فضل علیا علی غیرہ" ہے۔

[2] ردالمحتار باب الامامۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۴۱۴

[3] رسائل الارکان فصل فی الجماعۃ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ ص ۹۹

ف: عبارت مفہوماً منقول ہے لفظاً نہیں۔ الفاظ یوں ہیں: فیجوز خلفھم الصلوۃ لکن یکرہ کراھۃ شدیدۃ۔

marfat.com

الجواب

اگر یہ بیانات صحیح ہوں تو صرف نمبر ۳ و نمبر ۶ اُس کے فاسق معلن ہونے کے لئے کافی ہیں کہ چاروں نمازوں میں روزانہ تارکِ جماعت ہے اور مسجد کو ناپاک و ملوث کرنے والا اور فاسق معلن کو امام بنانا اور اس کے پیچھے نماز پڑھنی مکروہ تحریمی کہ پڑھنی گناہ اور پھیرنی واجب۔ فتاوی الحجہ و غنیہ میں ہے: لوقدموا فاسقا یاثمون[1] (اگر اُنھوں نے فاسق کو امامت کے لئے مقدم کیا تو وہ گنہ گار ہوں گے۔ ت) اور تقاطرِ بول اور جریانِ خون اگر لنگوٹ سے بند نہیں ہوتے جب تو آپ ہی اس کے پیچھے نماز باطل محض ہے۔ یوں ہی اگر روزہ رکھ سکتا ہو اور بوجہ کسل نہ رکھے تو سخت شدید فاسق ہے بہرحال اُسے امامت سے معزول کرنا چاہیے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۴۸۵ از شہر مرسلہ غلام محمد صاحب درزی مورخہ ۲۱ رجب المرجب ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کا قمیص چوری ہوا اور بکر پر چند قرائن کی وجہ سے بطور شبہ کے چوری ثابت کیا گیا اور جس روز سے بکر پر چوری ثابت ہُوئی اس روز سے تمام محلہ والوں نے بکر کے پیچھے نماز پڑھنا قطعی چھوڑ دی بوجہ شک کے اور اسی شک کو لے کر بکر کے پیچھے نماز پڑھنا بلا توبہ جائز ہے یا نہیں، دیگر گزارش یہ ہے کہ بکر کے باپ نے کہا کہ زید اگر قسم کھائے تو مال مسروقہ ہم دیں گے اور زید نے کہا ہم قسم کھائیں گے لیکن قسم نہیں کھائی اور زید کے پیچھے بلا توبہ نماز جائز ہو گی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

زید پر کوئی الزام نہیں اور خالی شُبہ کے سبب بکر پر چوری ثابت نہیں ہو سکتی نہ اس کے پیچھے نماز منع نہ ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۴۸۶ از کلکتہ نارکل ڈانگا رلنڈر و گودام مرسلہ شیخ عرفان علی صاحب ۲۱ رجب المرجب ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی بیوی ہندہ کو طلاق مغلظہ دی وہ مطلقہ مدت ایک سال تک بیٹھی رہی پھر اس کے شوہر نے اس کو بلا عقد شرعیہ اپنی زوجیت میں رکھ لیا اور اس سے ایک لڑکی پیدا ہوئی یہاں تک کہ لڑکی مذکور بالغ ہُوئی پس اس لڑکی سے کسی مسلمان نے اگر عقدِ شادی کر لی اور اس نسل سے اولاد جو پیدا ہو وہ امامت کر سکتا ہے یا نہیں اور اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

اس کی ماں ولدالزنا ہُوئی وہ خود ولدالزنا نہیں، اس کے پیچھے نماز میں حرج نہیں جبکہ مذہب و اعمال و

---

[1] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی الامامۃ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۱۳

marfat.com

امام بنانا گناہ، اس کے پیچھے نماز پڑھنی گناہ، اس میں سے کسی پرہیزگار سُنّی صحیح العقیدہ ہو وضو غسل ٹھیک کرتا ہو نماز صحیح پڑھتا ہو امام بنائیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۸۱۴: از ضلع سیونی چھپارہ محلہ قاضی ممالک متوسط مسئولہ محمد ظہور الحسن صاحب ۲۳ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بعض لوگ مندرجہ ذیل حدیث شریف کو جھوٹا کہتے ہیں وُہ یہ ہے:

عن عمرو بن سلمة قال لما كانت وقعة الفتح بادر كل قوم باسلامهم وبدر ابی قومی باسلامهم فلما قدم قال جئتكم والله من عند النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم حقا فقال صلوا صلاة كذا فی حین كذا وصلاة كذا فی حین كذا فاذا حضرت الصلاة فليؤذن احدكم وليؤمكم اكثركم قرانا فنظروا فلم يكن احد اكثر قرانا منی لما كنت اتلقی من الركبان فقدمونی بين ايديهم وانا ابن ست او سبع سنين وكانت علی بردة كنت اذا سجدت تقلصت عنی فقالت امرأة من الحی الا تغطوا عنا است قارئكم فاشتروا فقطعوا لی قميصا فما فرحت بشیئ فرحی بذلك القميص[1] رواه البخاری وفی رواية النسائی كنت اؤمهم وانا ابن ثمان سنين[2] وفی رواية لابی داود وانا ابن سبع سنين اوثمان سنين[3] وفی رواية لاحمد وابی داود فما شهدت مجمعا من جرم الا كنت امامهم الی يومی هذا[4]۔

عمرو بن سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب مکّہ فتح ہُوا تو ہر ایک قوم نے اسلام لانے میں جلدی کی اور میرے والد نے اپنی قوم سے اسلام لانے میں جلدی کی پس جب وہ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ کی خدمت سے واپس آئے تو انھوں نے فرمایا واللہ میں تمہارے پاس اُس سچے نبی اور حق کے پاس سے آیا ہوں پس تم لوگ نماز ایسے ایسے وقت میں پڑھا کرو پس جب نماز کا وقت آجائے تو تم میں سے ایک اذان کہے اور تم میں سے زیادہ قرآن پڑھا ہُوا تمھاری امامت کرائے پس انھوں نے دیکھا تو مجھ سے زیادہ قرآن خواں کسی کو نہ پایا کیونکہ میں سواروں سے (جو ہمارے پاس سے گزرتے تھے) سیکھ لیا کرتا تھا انھوں نے مجھ کو اپنا امام بنالیا اور میں چھوٹا سات برس کا لڑکا تھا اور مجھ پر ایک چادر ہوتی تھی جب میں سجدہ کرتا تھا تو وہ چادر مجھ سے سکڑ جاتی تھی پس قبیلہ کی ایک عورت نے کہا تم ہم سے اپنے قاری کے سرین نہیں ڈھانکتے پس انھوں نے کپڑا خریدا اور انھوں نے میرے لئے ایک کُرتا بنایا پس میں جیسا اُس کپڑے سے خوش ہُوا اور کسی چیز سے خوش نہیں ہوا۔ بخاری اور نسائی کی روایت بھی ہے کہ میں ان کی امامت کراتا تھا اور میں آٹھ برس کا تھا، اور ابی داؤد کی روایت میں زیادہ ہے کہ سات یا آٹھ برس کا لڑکا تھا، اور احمد

۱؎ صحیح بخاری کتاب المغازی ۲/ ۶۱۶
۲؎ سنن النسائی کتاب الامامۃ ۱/ ۹۱
۳؎ سنن ابوداؤد باب من احق بالامامۃ ۱/ ۸۶
۴؎ مسند احمد بن حنبل حدیث عمرو بن سلمہ ۵/ ۷۱

marfat.com

پیچھے نماز گناہ، اور اگر اس کا قصور نہیں یا حدِ فسق تک نہیں یا وہ بالاعلان اس کا مرتکب نہیں تو ان پہلی دو صورتوں میں اس کے پیچھے نماز میں اس وجہ سے کوئی کراہت نہیں اور پچھلی صورت میں مکروہ تنزیہی خلافِ اولٰی ہے باقی عاق کر دینا کوئی شے نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۴۸۹ از راب گڈھ صدر بازار بر دکان امیر بخش ٹیلر مرسلہ شیخ طالب حسین ۱۴ شوال بروز پنجشنبہ ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ راب گڈھ میں دو مسجدیں ہیں جن میں سے ایک مسجد کا متولی جو روزہ نماز کا پابند نہیں ہے اُس نے ایک پیش امام جو قوم کا صدیقی اور علم کا حافظ و مولوی حکیم مقرر تھا اس کو متولی نے بلا وجہ الگ کر دیا اور بجائے اس کے بلا رائے مقتدیوں کے دوسرا امام جو صرف حافظ و قوم کا قصاب ہے اور ہنوز ان کے یہاں پیشہ جاری ہے مقرر کر دیا جس پر میں نے متولی صاحب سے پُوچھا کہ سابق پیش امام کس قصور پر علیحدہ کئے گئے تو متولی عبدالصمد صاحب نے بہت غصہ کے ساتھ جواب دیا کہ ہماری مسجد ہے ہم جو چاہیں سو کریں مقتدی پُوچھ نہیں سکتے، ایسے امام کے پیچھے اور ایسی مسجد میں نماز جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

اگر پہلا امام معاذ اللہ بدمذہب ہو تو اُس کا معزول کرنا اشد ضروری تھا اور اگر دوسرا بدمذہب ہو تو اس کا مقرر کرنا حرام ہُوا، اور معزول کرنا لازم ہے، یُوں ہی اُن میں جو قرآن مجید غلط پڑھتا ہو یا طہارت صحیح نہ کرتا ہو اُس کا معزول کرنا فرض ہے، ایک ہو یا دونوں، اور اگر صحت مذہب و قرأت و طہارت میں بقدر جوازِ نماز ہیں اور امام وظیفہ پاتا ہے تو بلا قصور پہلے کو معزول کرنا گناہ ہُوا کہ بلا وجہ ایذائے مسلم کہ لا یعزل صاحب وظیفۃ بغیر جنحۃ[1] (کسی صاحب وظیفہ کو بغیر کسی گناہ کے معزول نہیں کیا جا سکتا۔ ت) اور متولی کا کہنا کہ مسجد ہماری ہے ہم جو چاہیں کریں محض باطل ہے، مسجدیں اللہ عزوجل کی ہیں ان المسٰجد للہ فلا تدعوا مع اللہ احدا[2] (یقیناً مسجدیں اللہ تعالٰی ہی کی ہیں تو اللہ کے ساتھ کسی کی بندگی نہ کرو۔ ت) اُس میں وہی کیا جائے گا جو حکم شرع ہے اور اس کا یہ زعم باطل ہے کہ مقتدی پُوچھ نہیں سکتے بلکہ امام و مؤذن مقرر کرنے میں متولی کا اختیار نہیں جبکہ خود بانیِ مسجد اس کے اقارب میں نہ ہو امام و مؤذن کے نصب میں پہلا اختیار بانی پھر اس کی اولاد و اقارب کا ہے اور دُوسرا اختیار مقتدیوں کا ہے یہ بھی جبکہ جس کو بانی مقرر کرنا چاہتا ہے اور جسے مقتدی چاہتے ہیں دونوں یکساں ہوں، اور اگر جسے یہ چاہتے ہیں وہی شرعاً اولٰی ہے تو اُسی کا اختیار مانا جائے گا متولی اس بارے میں کوئی چیز نہیں۔ درمختار (میں ہے):

---

[1] ردالمحتار مطلب لایصح عزل صاحب وظیفۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۴/ ۴۲۳

[2] القرآن ۷۲/ ۱۸

marfat.com

کفر میں شک کرے یا اس کے کافر کہنے میں تامل کرے اُن کے پیچھے نماز محض باطل ہے، اور جن کی گمراہی حدِ کفر تک نہ پہنچی ہو جیسے تفضیلیہ کہ مولیٰ علی کو شیخین سے افضل بتاتے ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہم یا تفسیقیہ کہ بعض صحابہ کرام مثل امیر معاویہ و عمرو بن عاص و ابوموسیٰ اشعری و مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو بُرا کہتے ہیں ان کے پیچھے نماز بکراہت شدیدہ تحریمیہ مکروہ ہے کہ انھیں امام بنانا حرام اور ان کے پیچھے نماز پڑھنی گناہ اور جتنی پڑھی ہوں سب کا پھیرنا واجب، اور انھیں کے قریب ہے فاسق معلن مثلاً داڑھی مُنڈا یا خشخاشی رکھنے والا یا کترواکر حدِ شرع سے کم کرنے والا یا کندھوں سے نیچے عورتوں کے سے بال رکھنے والا خصوصاً وہ جو چوٹی گندھوائے اور اس میں موباف ڈالے یا ریشمی کپڑے پہنے یا مغرق ٹوپی یا ساڑھے چار ماشے زائد کی انگوٹھی یا کئی نگ کی انگوٹھی یا ایک نگ کی دو انگوٹھی اگرچہ مل کر ساڑھے چار ماشے سے کم وزن کی ہوں یا سُود خور یا ناچ دیکھنے والا اُن کے پیچھے بھی نماز مکروہ تحریمی ہے اور جو فاسق معلن نہیں یا قرآن میں وہ غلطیاں کرتا ہے جن سے نماز فاسد نہیں ہوتی یا نابینا یا جاہل یا غلام یا ولد الزنا یا خوب صورت امرد یا جذامی یا برص والا جس سے لوگ کراہت و نفرت کرتے ہوں اس قسم کے لوگوں کے پیچھے نماز مکروہ تنزیہی ہے کہ پڑھنی خلافِ اولیٰ اور پڑھ لیں تو کوئی حرج نہیں، اور اگر یہی قسم اخیر کے لوگ حاضرین میں سب سے زائد مسائلِ نماز و طہارت کا علم رکھتے ہوں تو انھیں کی امامت اولیٰ ہے بخلاف ان سے پہلی دو قسم والوں سے کہ اگرچہ عالم متبحر ہو وہی حکم کراہت رکھتا ہے مگر جہاں جمعہ یا عیدین ایک ہی جگہ ہوتے ہوں اور ان کا امام بدعتی یا فاسق معلن ہے اور دوسرا امام نہ مل سکتا ہو وہاں ان کے پیچھے جمعہ و عیدین پڑھ لئے جائیں بخلاف قسم اول مثل دیوبندی وغیرہم، نہ ان کی نماز نماز ہے نہ اُن کے پیچھے نماز نماز، الغرض وہی جمعہ یا عیدین کا امام ہو اور کوئی مسلمان امامت کے لئے نہ مل سکے تو جمعہ و عیدین کا ترک فرض ہے جمعہ کے بدلے ظہر پڑھیں اور عیدین کا کچھ عوض نہیں، امام اُسے کیا جائے جو سُنّی صحیح العقیدہ صحیح الطہارۃ صحیح القرأۃ مسائلِ نماز و طہارت کا عالم غیر فاسق ہو نہ اُس میں کوئی ایسا جسمانی یا رُوحانی عیب ہو جس سے لوگوں کو تنفر ہو یہ ہے اس مسئلہ کا اجمالی جواب اور تفصیل موجب تطویل و اطناب واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

مسئلہ ۸۱۷ از مٹھریا موہن پور ضلع بریلی مسئولہ حافظ ابراہیم خاں ۲۸ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امامت کا مصلّٰی اگر در میں ڈالا جائے تو کون سے در میں ڈالا جائے اگر بائیں در میں ڈال لیا جائے تو جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

سنّت یہ ہے کہ امام مسجد کے وسط میں کھڑا ہو، اگر مثلاً اندر کی مسجد چھوٹی ہو اور باہر کی مسجد جنوب یا شمال کی طرف زیادہ وسیع ہو تو جب اندر پڑھائیں اُس حصّہ کے وسط میں امام کھڑا ہو اور جب باہر پڑھائیں تو اس حصّہ کے وسط میں خواہ وہ کسی در کے مقابل ہو یا سب دروں سے باہر ہو جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

marfat.com

غلطی جس پر لقمہ نہ لیا اگر مفسدِ نماز تھی نماز جاتی رہی ورنہ نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۶۹۱: از حسن پور مراد آباد مدرسہ مرسلہ مولوی عبدالرحمٰن مدرس ۸ ذی قعدہ ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ سفر میں امام کے عقائد کی تصدیق کی ضرورت ہے یا نہیں۔

الجواب

ضرورت ہے اگر محلِ شبہہ ہو مثلاً کسی سے سنا کہ یہ امام وہابی ہے وہ کہنے والا اگرچہ عادل نہ ہو صرف مستور ہو تحقیق ضرور ہے۔

قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کیف و قد قیل[1]۔ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: کیسے نہیں ہوسکتا، حالانکہ یہ کہا گیا ہے۔ (ت)

یا وہ بستی وہابیہ کی ہو تو تحقیق کرو اور اگر کوئی وجہِ شبہہ نہیں تو نماز پڑھے پھر اگر بعد کو ثابت ہو کہ مثلاً وہابی تھا اعادہ فرض ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۶۹۲ تا ۶۹۴: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین کہ:

(۱) ایک مسجد فرقہ غیر مقلد نے سُنّی حنفی اشخاص کے محلہ میں کسی طرح پر اراضی کا بیعنامہ کرا کے تعمیر کرائی اور اس کے دروازے پر ایک پتھر جس پر لفظ اہل حدیث کندہ ہے نصب کرادیا اور نماز پڑھنے لگے اس مسجد میں بعض ناواقف لوگ سُنّی حنفی ہو کر بھی اکثر اوقات ان کی جماعت میں شریک ہو کر نماز پڑھ لیتے ہیں ان کی نماز غیر مقلد امام کے پیچھے ہوگی یا نہیں؟

(۲) اگر اس مسجد سُنّی حنفی امام کے پیچھے حنفی لوگ غیر مقلدوں کی جماعت کے بعد یا اول ہر روز یا جمعہ کے روز ادا کریں تو نماز ہوگی یا نہیں؟

(۳) اور اگر سُنّی حنفی امام کے پیچھے غیر مقلد شخص اسی مسجد میں جماعت میں شریک ہو کر نماز اپنے طریقہ پر پڑھے یعنی آمین بالجہر کرے اور رفع یدین کرے تو حنفیوں کی نماز میں کوئی نقص عائد ہوگا یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

(۱) غیر مقلد کے پیچھے نماز باطل محض ہے ہرگز نہ ہوگی اور پڑھنے والے کے سر پر گناہِ عظیم ہوگا۔ فتح القدیر میں امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے:

ان الصلوٰۃ خلف اھل الاھواء لاتجوز[2]۔ اہلِ ہوا و بدعت کے پیچھے نماز جائز نہیں۔ (ت)

---

[1] صحیح البخاری باب الرحلۃ فی المسألۃ النازلۃ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۹

[2] فتح القدیر باب الامامۃ ؍؍ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۳۰۴

marfat.com

نوکری بھی کرتا ہو۔

الجواب

بیانِ سائل سے واضح ہُوا کہ یہ شخص باوصفِ قدرت اصلاً جماعت میں نہیں آتا اور اپنا آنا اس شرط پر مشروط کرتا ہے کہ مجھے تنخواہ دو تو امامت کروں، اور قبر پر قرآن مجید پڑھنے کی نوکری کیا کرتا ہے، تلاوتِ قرآن مجید کی نوکری تو ناجائز وحرام ہے کما حققہ العلامۃ الشامی فی اجارۃ ردالمحتار (جیسا کہ علامہ شامی نے ردالمحتار کے باب الاجارہ میں اس کی تحقیق کی ہے۔ت) اور امامت کی نوکری اگرچہ اب جائز ہے کما صرح بہ فی المتون (جیسا کہ متون میں اس پر تصریح ہے۔ت) مگر نہ اس طرح کہ نوکری نہ ہو تو جماعت ہی کو نہ آئے ایسا تارک جماعت باوصف قدرت بیشک فاسق مردود الشہادۃ ہے نص علیہ العلماء الکبار وشھدت بھا الاحادیث والاثار (اس پر اکابر علماء نے تصریح کی اور احادیث وآثار اس پر شاہد ہیں۔ت) اُس کے پیچھے نماز مکروہِ تحریمی قریب بحرام ہے کما حققہ المولی المحقق ابراھیم الحلبی فی الغنیۃ شرح المنیۃ (جیسا کہ فاضل محقق ابراہیم حلبی نے غنیہ شرح منیہ میں تحقیق کی ہے۔ت) جہاں کہ جمعہ متعدد مساجد میں ہوتا ہے نمازِ جمعہ بھی ہرگز اس کے پیچھے نہ پڑھی جائے، لانہ بسبیل من التحول کما فی فتح القدیر وغیرہ[1] (کیونکہ وہاں سے منتقل ہونا ممکن ہے۔ فتح القدیر وغیرہ میں ایسا ہی ہے۔ت) ایسے شخص کو امام بنانا گناہ ہے کما افادہ فی فتاوی الحجۃ (جیسا کہ فتاوی الحجہ سے مستفاد ہے۔ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۸۲۲: از پیلی بھیت محلہ بھینسا بھاڑ مکان عبدالکریم صاحب رنگریز مرسلہ عبدالحکیم صاحب ۳ ربیع الآخر شریف ۱۳۲۰ھ

علمائے دین اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں ایک شخص کو قطرہ کا عارضہ ہے مگر ہر وقت نہیں آتا ہے جس وقت پیشاب پھرتا ہے اُس کے بعد میں برابر آتا رہتا ہے اور ڈھیلے سے استنجا نہیں سُوکھتا ہے مگر پانی سے استنجا کرکے نصف گھنٹہ لنگوٹ باندھ لیتا ہے تو سُوکھ جاتا ہے پھر جب تک پیشاب نہیں پھرتا ہے نہیں آتا ہے مگر کبھی دوسرے تیسرے دن پیشاب پھرے، غیر وقت بھی آجاتا ہے، ہر روز نہیں آتا ہے۔ ایسے شخص کے پیچھے فرض پڑھنا درست ہے یا نہیں اور یہ شخص حافظِ قرآن بھی ہے اس کے پیچھے تراویح بھی درست ہے یا نہیں۔

الجواب

اس کے پیچھے فرض وتراویح وغیرہا سب درست ہیں۔ درمختار میں ہے:

یجب رد عذرہ او تقلیلہ بقدر قدرتہ معذور پر عذر کا روکنا یا کم کردینا اس کی اپنی قدرت

---

[1] فتح القدیر باب الامامۃ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۳۰۴

marfat.com

الجواب

(۱) جو مدرسہ خلافِ مذہبِ اہلسنت ہو اس کے طلباء کو امام نہیں بنا سکتے واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) امام ایسا شخص کیا جائے جس کی طہارت صحیح ہو قرأت صحیح ہو سُنّی صحیح العقیدہ ہو فاسق نہ ہو اس میں کوئی بات نفرت مقتدیان کی نہ ہو مسائلِ نماز و طہارت سے آگاہ ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۳) جو شخص شرائطِ مذکور کا جامع ہے وہ امام کیا جائے اگرچہ وُہ اپنے آپ کو نا اہل کہے، اور جو واقعی نا اہل ہے وہ امام نہیں ہوسکتا اگرچہ سب کی رائے ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۹۸ مسئولہ مسلمانان شہر کہنہ روہیلی ٹولہ ۱۲ ذی الحجہ ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کرتا اس طرح کا پہنا کرتا ہے جس کی آستینیں کہنیوں کے برابر بلکہ کچھ اُونچی ہوتی ہیں یعنی کہنیاں کُھلی رہتی ہیں ایسا کرتا پہنے ہُوئے پر زید کو امام بنایا جاسکتا ہے یا نہیں اور کوئی نقص اس کے پیچھے نماز پڑھنے میں تو نہیں آتا ہے، زید کو اس قدر مقدور بھی ہے کہ وہ پوری آستینوں کے کُرتے بنواکر پہن سکتا ہے اور امامت کرنے کے وقت انگرکھا وغیرہا نہیں پہنتا، علاوہ اس کے زید کو علم بھی اچھا ہے اور ہر ایک مسائل سے واقفیت رکھتا ہے۔

الجواب

بیانِ سائل سے معلوم ہوا کہ وُہ کُرتے ایسے ہی آدھے آستین کے بناتا ہے اور نماز کے وقت انگرکھا پہن سکتا ہے مگر نہیں پہنتا اور بازار کو انگرکھا پہن کر جاتا ہے، اس صورت میں زید کے پیچھے نماز اگرچہ ہو جاتی ہے مگر کراہت سے خالی نہیں فانہ اِذَنْ من ثیاب مھنۃ والصلاۃ فیھا مکروھۃ (کیونکہ یہ اس کے کام کاج والے کپڑے ہوں گے اور ان کے ساتھ نماز ادا کرنا مکروہ ہے۔ ت) جب وُہ ذی علم ہے اور اسے سمجھایا جائے کہ دربارِ الٰہی بازار سے زیادہ قابلِ تعظیم و تذلل ہے قال اللہ تعالیٰ خذوا زینتکم عند کل مسجد[1] وقال ابن عمر اللہ احق ان تتزین لہ (اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے: جب تم نماز کے لئے مسجد میں جاؤ اپنی زینت اختیار کرو۔ اور حضرت ابن عمر نے فرمایا: اللہ تعالیٰ سب سے زیادہ اس بات کا حقدار ہے کہ تو اس کی بارگاہ میں زینت اختیار کرے۔ ت)

واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۹۹ تا ۱۰۷ از قصبہ عمری ڈاک خانہ خاص ضلع مراد آباد مسئولہ غلام مصطفےٰ اسرار الحق انصاری قادری ۲ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین صور تہائے مفصلہ ذیل میں کہ:

---

[1] القرآن ۷/ ۳۱

marfat.com

(۳) جس کسی محلہ کی مسجد میں محلہ دارانِ حنفیہ نے متفق ہوکر اپنے محلہ کی مسجد میں ایک تو موذن اور ایک پیش امام مقرر کر رکھا ہو اور نماز کے وقت موذن کی راہ دیکھتا ہے کہ وقت ہو جائے تو اذان کہے اور پیش امام مذکور با وضو مسجد مذکور میں یا خاص مصلّے پر بیٹھا ہوا ہو اس حالت میں بلا رضامندی پیش امام مقررہ کے دوسرا کوئی مسجد مذکور میں اُسی محلہ کا یا دوسرے محلہ کا یا دوسرے گاؤں کا اذان دے یا نماز پڑھائے تو جائز ہے یا نہیں، اگر بلا رضامندی اذان دینا یا نماز پڑھنا مقرر کے سوائے ناجائز ہو اور محلہ داران مذکور منع کرتے ہوں اور وہ نہ مانے تو شرع شریف سے اُن کے لئے کیا حکم؟ فقط

الجواب

(۱) ان کے پیچھے نماز محض باطل ہے جیسے کسی یہودی کے پیچھے، فتح القدیر میں ہے:

ان الصلٰوۃ خلف اھل الاھواء لا تجوز۔[۱] اہلِ بدعت و بد مذہب کے پیچھے نماز جائز نہیں (ت)

واللہ تعالٰی اعلم

(۲) یہ تو معلوم ہوچکا کہ نماز میں اُن کا کوئی حق نہیں، ان کی نماز نماز ہی نہیں، تو مسجد میں اُنھیں آنے کا حق نہیں اور اُن کے آنے سے فتنہ ہوتا ہے اور فتنہ کا بند کرنا فرض ہے اور وہ قصداً مسلمانوں کو ایذا دیتے ہیں کم از کم اپنی آمین بالجہر کی آوازوں سے جو قصداً اعتدال سے بھی زائد نکالتے ہیں اور موذی کو مسجد سے روکے جانے کا حکم ہے۔ درمختار میں ہے:

یمنع منہ وکذا کل موذ ولو بلسانہ۔[۲] ایسے شخص کو دخولِ مسجد سے منع کیا جائے اور اسی طرح ہر تکلیف دینے والے کو منع کیا جائے گا اگرچہ وہ زبان ہی سے ایذا دے۔ (ت)

واللہ تعالٰی اعلم

(۳) امام معیّن جب موجود و حاضر ہے تو بے اس کی مرضی کے دوسرے کا زبردستی بلا وجہ شرعی امام بن جانا ناجائز و گناہ ہے۔ حدیث میں فرمایا:

الا لا یؤمن الرجل فی سلطانہ الا باذنہ۔[۳] کوئی آدمی سلطان اور حاکم (مراد صاحبِ تصرف ہے صاحبِ خانہ ہو یا صاحبِ مجلس یا امام مسجد کوئی بھی ہو) کی اجازت کے بغیر امامت نہ کروائے۔ (ت)

---

[۱] فتح القدیر	باب الامامۃ	مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر	۱/۳۰۴
[۲] درمختار	باب ما یفسد الصلٰوۃ الخ	؍؍ مطبع مجتبائی دہلی	۱/۹۴
[۳] صحیح مسلم	باب من احق بالامامۃ	مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی	۱/۲۳۶

marfat.com

دین نہیں اس کی نماز نہیں ۔ ت)، تو نہ اُس کی اپنی ہوسکتی ہے نہ اُس کے پیچھے کسی کی اگرچہ اس کا ہم مذہب ہو یا اور کسی قسم بد مذہب ہو سُنّی تو سُنّی، واللہ تعالٰی اعلم۔

(۲) دیوبندیہ کی نسبت علمائے کرام حرمین شریفین نے بالاتفاق فرمایا ہے کہ وُہ مرتد ہیں۔ اور شفائے قاضی عیاض و بزازیہ و مجمع الانہر و درمختار وغیرہا کے حوالے سے فرمایا کہ من شك فی کفرہٖ وعذابه فقد کفر[1] (جس نے اس کے کفر و عذاب میں شک کیا وُہ بھی کافر ہوگیا۔ ت) جو اُن کے اقوال پر مطلع ہو کر اُن کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر، اور ان کی حالت کفر و ضلال اور اُن کے کفری و ملعون اقوال طشت از بام ہوگئے ہر شخص کہ نرا جنگلی نہ ہو اُن کی حالت سے آگاہ ہے پھر انھیں عالمِ دین جانے تو ضرور متہم ہے اور اس کے پیچھے نماز باطل محض۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

(۳) ابھی گزرا کہ دیوبندیہ کے کافر ہونے میں جو شک کرے وُہ بھی کافر ہے صرف انھیں بُرا جاننا کافی نہیں تو جو انھیں قابلِ امامت سمجھتا ہے اُس کے پیچھے نماز بیشک باطل محض ہے فانه منهم (کیونکہ وہ بھی انہی میں سے ہے ۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم

(۴) اہلِ سنّت پر فرض ہے کہ اپنا امام سُنّی صحیح العقیدہ جمعہ وعیدین کے لئے مقرر کریں وہابی کے پیچھے نماز باطل محض ہے اور شہروں میں جمعہ کا ترک حرام ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

(۵) اس کا جواب انھیں نمبروں میں گزرا۔

(۶) ایسی صورت میں جمعہ قائم نہیں ہوسکتا کہ اس کے لئے امام کے سوا کم از کم تین مقتدی درکار ہیں اور یہاں ایک ہی ہے باقی تین مقتدی نہیں اینٹ پتھر کی مُورتیں ہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

(۷) بارہا بتادیا گیا کہ اُن کے پیچھے نماز باطل اور خود اُن کی نماز باطل وہ نماز ہی نہیں لغو حرکات ہیں مسلمان اُسی وقت اپنی جماعت قائم کریں اور جماعت نہ ملے تو اپنی تنہا پڑھے۔

(۸) نابینا کی امامت جائز ہے، ہاں اگر اُس سے افضل موجود ہو تو خلافِ اولٰی ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

(۹) کتنی بار کہا جائے کہ کسی نماز میں اصلاً جائز نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ از شہر ڈونگر پور ملک میواڑ راجپوتانہ برمکان جمعدار سکندر خاں مسئولہ عبدالرؤف خاں ۱۳ محرم ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی شخص نجومی ہو یا رمّال یا فال دیکھنے والا اُس پر اُجرت

---

[1] درمختار باب المرتد مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۵۶

marfat.com

ہُوا تو اُس سے کراہت لازم نہیں آتی تا وقتیکہ اس کا ثبوت کسی خاص دلیلِ شرعی سے نہ ہو ورنہ نمازِ چاشت و اشراق وغیرہما ہر مستحب کا ترک مکروہ ٹھہرے اور یہ صحیح نہیں، حاشیہ شامیہ میں بحرالرائق سے نقل کیا،

لایلزم من ترك المستحب ثبوت الکراھۃ اذلابد لھا من دلیل خاص، وفیھا عن تحریر الاصول خلاف اولٰی مالیس فیہ صیغۃ نھی کترك صلاۃ الضحٰی بخلاف المکروہ تنزیھا انتھٰی وتمامہ فیھا۔

ترکِ مستحب سے ثبوتِ کراہت لازم نہیں آتا کہ اس کے لئے خاص اور مستقل دلیل کی ضرورت ہوتی ہے اور اسی میں تحریرالاصول کے حوالے سے ہے، خلافِ اولٰی یہ ہے کہ جس میں صیغہ نہی نہ ہو مثلاً نمازِ چاشت کا ترک کرنا بخلاف مکروہ تنزیہی کے اھ اس کی پوری تفصیل وہاں ملاحظہ کیجئے۔ (ت)

بالجملہ جب تک اس بارہ میں نہی ثابت نہ ہوگی کراہت نہ مانی جائے گی، واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

مسئلہ ۸۲۹: از سرکار مارہرہ مطہرہ ضلع ایٹہ درگاہ کلاں مسئولہ حضرت صاحبزادہ والا مرتبت بالا منقبت حضرت سید شاہ محمد میاں صاحب زید مجدہم ۲۰ ذیقعدہ ۱۳۳۰ھ

جامع کمالات منبع برکات مولٰنا المعظم زادت برکاتہم، پس از سلام مسنون عارض ہوں فساق کی امامت علی المذہب مفتی بہ مکروہ تحریمی قابلِ اعادہ یا مکروہِ تنزیہی یا کچھ تفصیل، اگر فساق کی امامت سے صلحا بھی اور فساق دونوں نماز پڑھیں بر تقدیر اعادہ صرف صلحا کے لئے نماز مکروہِ تحریمی قابلِ اعادہ ہے یا صلحا و فساق دونوں کے لئے، اور صلحا اگر منع فساق عن الامامۃ سے عاجز ہوں تو صلواتِ خمسہ بے جماعت پڑھنا یا فساق کی امامت سے پڑھنا اولٰی، درمختار میں ہے کہ فساق و اعمی وعبد و ولد الزنا وغیرہ کی امامت تب مکروہ ہے جب دوسرے ان سے اچھے موجود ہوں ورنہ نہیں، اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ جو لوگ مکروہ کہتے ہیں ان کے نزدیک بھی یہی حکم ہے یا کچھ اور؟ بینوا توجروا۔

الجواب

امامتِ فساق کی نسبت علما کے دونوں قول ہیں کراہت تنزیہہ کما فی الدر وغیرہ اور کراہت تحریمی کما فی الغنیۃ و فتاوی الحجۃ والتبیین والشرنبلالیہ وابی السعود والطحطاوی علی مراقی الفلاح وغیرہا، اور ان میں توفیق یہ ہے کہ فاسق غیر معلن کے پیچھے مکروہ تنزیہی اور معلن کے پیچھے تحریمی، بدمذہب کی بدعت اگر حدِ کفر کو پہنچی ہو اگرچہ عند الفقہاء یعنی منکرِ قطعیات ہو اگرچہ منکرِ ضروریات نہ ہو، تو صحیح یہ ہے کہ اس کے پیچھے نماز باطل ہے کما فی فتح القدیر

؎۱ ردالمحتار مطلب ترک المندوب حل تکرہ تنزیہا الخ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۹۱

marfat.com

مسئلہ ۸۱۰ شہرکہنہ محلہ کانکرٹولہ مسئولہ ننھے خاں ۱۵ محرم ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ دُکاندار آدمی اُس کی امامت جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

جائز چیز بیچنا اور جائز طور پر بیچنا کچھ حرج نہیں رکھتا، نہ اُس کے سبب امامت میں کوئی خلل آئے، ہاں اگر ناجائز چیز بیچے یا مکر فریب کذب یا عقود فاسدہ مثل ربٰو وغیرہ کا ارتکاب کرے تو آپ بھی فاسق ہے اور فاسق کے پیچھے نماز مکروہ۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۸۱۱ و ۸۱۲ ازصدر بازار بریلی مسئولہ نعمت اللہ خاں محرر پونڈ ۱۶ محرم ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ:

(۱) زید اہلِ سنّت وجماعت ہے، تو زید کی نماز وہابی کے پیچھے جائز ہے یا نہیں؟

(۲) بکر وہابی ہے اور زید اہلسنت وجماعت ہے، تو بکر کی نماز زید کے پیچھے ہوسکتی ہے یا نہیں؟

الجواب

سُنّی کی نماز وہابی کے پیچھے نہیں ہوسکتی، امام محمد وامام ابویوسف وامام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہم سے راوی: ان الصلٰوۃ خلف اھل الھواء لا تجوز[1] (اہلِ بدعت وبدمذہب کے پیچھے نماز جائز نہیں۔ ت) بلکہ وہابی کی نماز نہ کسی کے پیچھے ہوسکتی ہے نہ خود تنہا، نہ وہابی کے پیچھے کسی کی نماز ہوسکتی ہے اگرچہ اس کا ہم مذہب ہو کہ صحتِ نماز کے لئے پہلی شرط اسلام ہے اور وہابیہ توہینِ خدا ورسول کے سبب اسلام سے خارج ہیں۔ فتاوٰی علمائے کرام حرمین شریفین میں ہے:

من شك فی کفرہ وعذابہ فقد کفر[2] جس نے اس کے کفر وعذاب میں شک کیا وہ بھی کافر ہوگیا۔ (ت)

واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۸۱۳ ازموضع برتاپور ضلع بریلی مسئولہ گلزار شاہ ۲۱ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ چند آدمی ناخواندہ قطعاً ہیں اور اُن آدمیوں میں ایک آدمی کچھ خواندہ عربی کا ہے لیکن پیشہ فقیری کا ہے اُس کی امامت جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

فقیری کا پیشہ کہ تندرست ہوتے ہوئے بھیک مانگتے پھرتے ہیں حرام ہے اور اس کی کمائی خبیث اور اُسے

---

[1] فتح القدیر باب الامامۃ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۳۰۴

[2] درمختار باب المرتد مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۵۶

حسام الحرمین علی منحر الکفر والمین مکتبہ نبویہ لاہور ۱/۲۰۶

marfat.com

پڑھی ہوں اُن کا پھیرنا واجب ہے، ردالمحتار میں ہے:

مشی فی شرح المنیۃ علی ان کراھۃ تقدیمہ (یعنی الفاسق) کراھۃ تحریم[1]۔

شرح منیہ میں ہے کہ فاسق کی تقدیم (یعنی اس کو امام بنانا) کراہتِ تحریمی ہے۔ (ت)

درمختار میں ہے:

کل صلاۃ ادیت مع کراھۃ التحریم تجب اعادتھا[2] واللہ تعالٰی اعلم۔

ہر وُہ نماز جو کراہتِ تحریمی کے ساتھ ادا کی گئی ہو اس کا اعادہ واجب ہے۔ (ت)

مسئلہ ۸۳۱: از کاسگنج ضلع ایٹہ محلہ نواب مرسلہ عباد اللہ صاحب ویکسینیٹر ۹ شعبان ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید بزعم امامت نماز فرض پنجگانہ و نماز جمعہ بجماعت کثیر معمولی جُوتا جو ہر وقت پہنا کرتا ہے پہن کر پڑھاتا ہے وقتِ اعتراض بکر کو ترجمہ حدیث مشکوٰۃ شریف دکھاتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے الدوام پڑھی ہے چونکہ یہاں نہ کوئی ذخیرہ کتب دینیہ ہے جو دیکھ کر اطمینان کرایا جائے اور نہ کوئی عالم ہے جس کے ذریعہ سے پایۂ ثبوت کو پہنچیں لہذا آپ سے التجا کی جاتی ہے کہ براہِ نوازش عالمانہ آپ مع حوالہ کتاب و باب وصفحہ وسطر حسبِ قاعدہ مرحمت فرمائیے۔

الجواب

تعظیم و توہین کا مدار عرف پر ہے عرب میں باپ کو کاف اور انت سے خطاب کرتے ہیں جس کا ترجمہ "تُو" ہے اور یہاں جو باپ کو "تُو" کہے بیشک بے ادب گستاخ اور اس آیۂ کریمہ کا مخالف ہے لا تقل لھما اف ولا تنھرھما وقل لھما قولا کریما[3] (ماں باپ کو ہُوں نہ کہہ نہ جھڑک اور ان سے عزت کی بات کہہ) صدہا سال سے عرف عام ہے کہ استعمالی جُوتے پہن کر مسجد میں جانے کو بے ادبی سمجھتے ہیں ائمۂ دین نے اُس کے بے ادبی ہونے کی تصریح فرمائی، امام برہان الملۃ والدین صاحبِ ہدایہ کی کتاب التجنیس و المزید اور محقق بحر زین ابن نجیم کی بحرالرائق اور فتاوٰی سراجیہ او رفتاوٰی عالمگیریہ جلد پنجم ص ۱۲۲ کتاب الکراہیۃ باب خامس میں ہے: دخول المسجد متنعلا مکروہ[4] (مسجد میں جُوتا پہن کر داخل ہونا مکروہ ہے۔ ت) آج اگر کسی نواب کے دربار

---

[1] ردالمحتار — باب الامامۃ — مطبوعہ مصطفٰی البابی مصر — ۱/۴۱۴

[2] درمختار — باب صفۃ الصلوٰۃ — ر مطبع مجتبائی دہلی — ۱/۷۱

[3] القرآن ۱۷/۲۳

[4] فتاوٰی ہندیۃ — باب فی آداب المسجد والقبلۃ — مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور — ۵/۳۲۱

marfat.com

اور ابوداؤد کی ایک روایت میں زیادہ ہے کہ میں جرم قبیلہ کے کسی مجمع میں نہیں حاضر ہوا مگر وُہ آج کے دن تک وہاں مجھ کو امام بناتے ہیں۔

اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ بچہ نابالغ کی امامت جائز ہے اور امام حسن بصری اور اسحاق اور امام شافعی اور امام یحییٰ کا بھی مذہب ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ بچے کی امامت کے منع میں کوئی حدیث صحیح نہیں ہے۔ دریافت طلب یہ امر ہے کہ آیا یہ حدیث صحیح ہے یا نہیں، اور اگر کوئی شخص اس حدیث شریف کو جھوٹا کہے تو اس کے واسطے شریعت کی طرف سے کیا حکم ہے، اور ایک لڑکا ہے جو دیکھنے میں بالغ معلوم ہوتا ہے اور وہ کہتا ہے کہ میں بالغ ہوں اور بالغ کی علامت پائی جاتی ہے اور اُس کی عمر ۱۴ برس کی ہے اور وُہ قرآن شریف کو ٹھیک طور سے حروف کی ادائی کے ساتھ پڑھتا ہے لیکن بعض لوگ اس کو نابالغ کہتے ہیں اس کی بات پر یقین نہیں کرتے، دریافت طلب یہ بات ہے کہ وہ نماز پڑھا سکتا ہے یا نہیں اور اس کے پیچھے جائز ہے یا نہیں؟ ہر دو سوالوں کے جواب باصواب سے مشرف فرمایا جائے۔

الجواب

چودہ برس کی عمر کا لڑکا جب کہے کہ میں بالغ ہوں اُس کا قول واجب القبول ہے اور اسے بالغ مانا جائے گا اور اس کے پیچھے نماز جائز ہوگی جبکہ ظاہر حال اس کی تکذیب نہ کرتا ہو، اور نابالغ ہمارے ائمہ کے نزدیک بالغ کا امام نہیں ہوسکتا کہ وہ متنفل ہے اور یہ مفترض، اور نفل متضمن فرض نہیں ہوسکتا۔ حدیثِ مذکور صحیح ہے اسے جھوٹا کہنا جہل یا عناد، اور اس کے جوابات فتح القدیر و عینی شرح ہدایہ میں مذکور ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۸۱۵ از شہر محلہ قراولان مسئولہ عبدالکریم خیاط قادری رضوی ۲۳ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ

کیا ارشاد ہے شریعتِ مقدسہ کا اس مسئلہ میں کہ زید بدمذہبوں کے یہاں علانیہ کھاتا ہے بدمذہبوں سے میل جول رکھتا ہے مگر خود سُنّی ہے اُس کے پیچھے نماز کیسی ہے اور اس کی تراویح سننا کیسا ہے؟ بینوا توجروا

الجواب

اس صورت میں وُہ فاسق معلن ہے اور امامت کے لائق نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۸۱۶ از شہر محلہ ذخیرہ مسئولہ منشی شوکت علی صاحب محرر چونگی ۲۴ محرم ۱۳۳۹ھ

کیا حکم ہے اہلِ شریعت کا اس مسئلہ میں کہ امامت کن کن شخصوں کی جائز ہے اور کن کن کی ناجائز اور مکروہ، اور سب سے بہتر امامت کس شخص کی ہے؟

الجواب

جو قرأت غلط پڑھتا ہو جس سے معنی فاسد ہوں یا وضو یا غسل صحیح نہ کرتا ہو یا ضروریاتِ دین سے کسی چیز کا منکر ہو جیسے وہابی، رافضی، غیر مقلد، نیچری، قادیانی، چکڑالوی وغیرہم یا وہ جو ان میں سے کسی کے عقائد پر مطلع ہوکر اس کے

marfat.com

تو بمجبوری جسے وہاں کے عامۂ مسلمین انتخاب کرلیں وہ امامتِ جمعہ یا عیدین کر سکتا ہے ہر شخص کو اختیار نہیں کہ بطورِ خود یا ایک دو یا دس بیس یا سو پچاس کے کہے سے امامِ جمعہ یا عیدین بن جائے ایسا شخص اگرچہ اُس کا عقیدہ بھی صحیح ہو اور عمل میں بھی فسق و فجور نہ ہو جب بھی امامتِ جمعہ و عیدین نہیں کر سکتا اگر کرے گا نماز اُس کے پیچھے باطل محض ہوگی کہ اُن تین طریقوں میں سے ایک وجہ کا امام یہاں شرطِ صحت نماز تھا جب شرط مفقود مشروط مفقود لہذا صورتِ مسئولہ میں پہلے لوگوں کا جمعہ باطل محض ہوا اور دوسرے لوگوں کا صحیح۔ دُرمختار میں ہے:

یشترط لصحتها السلطان او ما موره باقامتها[1]۔

جمعہ کی صحت کے لئے سلطان یا اس شخص کا ہونا جس کو سلطان نے اقامتِ جمعہ کی اجازت دی ہو ضروری ہے (ت)

حدیقۂ ندیہ میں ہے:

اذا خلا الزمان من سلطان ذی کفایة فالامور موکلة الی العلماء ویلزم الامة الرجوع الیهم ویصیرون ولاة فاذا عسر جمعهم علی واحد استقل کل قطر باتباع علمائه فان کثروا فالمتبع اعلمهم[2]۔

جب زمانہ کامل سلطان سے خالی ہو جائے تو معاملات علماء کے سپرد ہوں گے اور امت پر علماء کی طرف رجوع لازم ہوگا اور علماء والی بن جائیں گے اور جب علماء کا کسی ایک معاملہ پر اجماع و اتفاق مشکل ہو جائے تو لوگ اپنے اپنے علاقے کے علماء کی اتباع کریں، اگر علاقے کے علماء کی کثرت ہو تو پھر ان میں سے بڑے عالم کی اتباع کریں (ت)

تنویر الابصار و درمختار میں ہے:

(نصب العامة) الخطیب غیر معتبر مع وجود من ذکر[3]۔ واللہ تعالٰی اعلم

(عام لوگوں کا مقرر کرنا) خطیب کو معتبر نہیں جبکہ مذکورہ لوگوں میں سے کوئی ایک موجود ہو۔ (ت)

مسئلہ ۸۳۵: از کانپور پرتھی ناتھ اسکول مسئولہ قاضی محمد شمس الدین ۲۱ صفر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے بریلی اس بارہ میں کہ اگر کوئی شخص حنفی المذہب و کراماتِ اولیاء اللہ کا قائل، علم دین و فنِ تجوید سے بہرہ ور حالتِ پیری میں نابینا ہو گیا ہو تو اُس کی امامت کیسی ہے، شرح وقایہ جلد اول، باب الجمعہ صفحہ ۲۴۲ میں مرقوم ہے کہ:

---

[1] دُرمختار باب الجمعہ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۰۹

[2] حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ النوع الثالث من انواع العلوم الثلاثة الخ مطبوعہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۱/۳۵۱

[3] دُرِ مختار، شرح تنویر الابصار باب الجمعہ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۱۰

marfat.com

مسئلہ ۸۱۸ شہر کہنہ محلہ لودھی ٹولہ مسئولہ حبیب اللہ خاں صاحب ۲۹ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو شخص جھوٹے مسئلے ظاہر کرے اُس کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

اگر قصداً جھوٹا فتوی دیا قابلِ امامت نہیں کہ سخت کبیرہ کا مرتکب ہوا اور جہالت سے ایک آدھ بار فتوی میں دخل دیا اُسے سمجھایا جائے تائب ہو اور آئندہ باز رہے تو اس کی امامت میں حرج نہیں اور اگر عادی ہے اور نہیں چھوڑتا تو فاسق ہے اور لائقِ امامت نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۸۱۹ از شہر محلہ بھوڑ مسئولہ حشمت علی ۲۱ صفر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید وہابیہ کے پیچھے نماز پڑھتا ہے اہلسنت وجماعت کا زید کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

جو وہابی کو وہابی جان کر اُس کے پیچھے نماز پڑھے اگر وہابی کو قابلِ امامت جانتا ہے خود وہابی ہے اور اس کے پیچھے نماز باطل محض، ورنہ اپنی نماز کا باطل کرنے والا اور کم از کم فاسق معلن ہے اُسے امام بنانا گناہ ہے اور اُس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی کہ پڑھنی گناہ اور پھیرنی واجب۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۸۲۰ بشارت گنج ضلع بریلی مسئولہ حاجی غنی رضا خاں صاحب ۲۸ صفر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ داڑھی منڈانے والے کو اوّل صف میں جماعت میں شریک ہونا چاہئے یا پچھلی صف میں۔ زید کہتا ہے کہ اس کی ممانعت کسی جگہ شرع میں نہیں ہے اور داڑھی منڈانے والا جماعت بھی پڑھا سکتا ہے کیونکہ نماز فاسق کے پیچھے بھی جائز ہے، اور یہ بھی تحریر فرمائیے گا کہ امام کی داڑھی کتنی بڑی ہونی چاہئے اور داڑھی منڈانے والے کی نماز میں تنہا پڑھنے میں کچھ فرق آتا ہے کہ نہیں؟

الجواب

داڑھی منڈانا فسق ہے اور فسق سے متلبس ہو کر بلا توبہ نماز پڑھنا باعثِ کراہتِ نماز ہے جیسے ریشمی کپڑے پہن کر یا صرف پائجامہ پہن کر، اور داڑھی منڈانے والا فاسق معلن ہے، نماز ہوجانا بایں معنٰی ہے کہ فرض ساقط ہوجائے گا ورنہ گنہگار ہوگا اسے امام بنانا اور اُس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی کہ پڑھنی گناہ اور پھیرنی واجب، باقی اگر وہ صفِ اول میں آئے تو اسے ہٹانے کا حکم نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۸۲۱ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں جو شخص تارک الجماعۃ بھی ہو اور نماز پنجوقتہ پڑھانے کی اُجرت یا تنخواہ بطور چندہ مسلمانوں سے طلب کرے اُس کے پیچھے نمازِ جمعہ جائز ہے یا نہیں، اور وہ قبر کی

marfat.com

زید کی ان باتوں سے متنفر ہو کر نمازِ جمعہ ترک کرکے ظہر پڑھتا ہے آیا اس صورت میں زید قابلِ امامت ہے یا نہیں؛ معتبر کتب سے ثبوت ہونا چاہئے۔ بینوا توجروا

الجواب

جو شخص وہابیہ اور اہلسنّت علماء کو یکساں سمجھتا ہے اُسی قدر بات اُس کے خارج از اسلام ہونے کو بہت ہے اُس کے پیچھے نماز باطل ہے جیسے کسی ہندو یا نصرانی کے پیچھے۔ جمعہ اگر اور جگہ نہ مل سکے نہ اُسے امامت سے جُدا کرسکے تو فرض ہے کہ ظہر پڑھے اُس کے پیچھے جمعہ پڑھے گا تو سخت شدید و کبیرہ گناہ کرے گا اگرچہ بعد کو ظہر بھی پڑھ لے اور اگر نہ پڑھے تو نہ جمعہ ہوگا نہ ظہر، فرض سر پر رہ جائے گا۔ فتح القدیر میں ہے:

روی محمد عن ابی حنیفة و ابی یوسف رضی الله تعالٰی عنهم ان الصلاة خلف اهل الاهواء لاتجوز[1] والله تعالٰی اعلم

امام محمد نے امام ابوحنیفہ اور امام ابویوسف رضی اللہ تعالٰی عنہم سے روایت کیا کہ اہلِ بدعت و بدمذہب کے پیچھے نماز جائز نہیں۔ (ت)

مسئلہ ۸۳۷ ازمارہرہ شریف ضلع ایٹہ مرسلہ جناب سید ظہور حیدر میاں صاحب ۴ جمادی الآخری ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص ہمیشہ ہمیشہ بوجہ کثرتِ احتلام یا کسی اور مرض جسمی کے بجائے غسل تیمم سے نماز ادا کرتا ہے امامت کرنا اس کو تیمم سے بمقابلہ اور مقتدیوں کے جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

کثرتِ احتلام تو خود کوئی وجہ جوازِ تیمم کی نہیں جب تک نہانے سے مضرت نہ ہو بے صحیح اندیشۂ مضرت کے تیمم سے پڑھے تو اس کی خود نماز نہ ہوگی دُوسرے کی اُس کے پیچھے کیا ہو، ہاں جسے بالفعل ایسا مرض موجود ہو جس میں نہانا نقصان دے گا یا نہانے میں کسی مرض کے پیدا ہوجانے کا خوف ہے اور یہ نقصان و خوف یا تو اپنے تجربے سے معلوم ہوں یا طبیب حاذق مسلمان غیر فاسق کے بتائے سے، تو اُس وقت اُسے تیمم سے نماز جائز ہوگی اور اب اس کے پیچھے سب مقتدیوں کی نماز صحیح ہے، غرض امام کا تیمم اور مقتدیوں کا پانی کی طہارت سے ہونا صحتِ امامت میں خلل انداز نہیں، ہاں امام نے تیمم ہی بے اجازتِ شرع کیا ہو تو آپ ہی نہ اُس کی ہوگی نہ اُس کے پیچھے اوروں کی۔ تنویر میں ہے: صح اقتداء متوضئ بمتیمم[2] (وضو والے کی اقتداء تیمم والے کے ساتھ صحیح ہے۔ ت) بحرالرائق

---

[1] فتح القدیر باب الامامۃ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۳۰۴
[2] درمختار شرح تنویرالابصار مطبع مجتبائی دہلی ۱/۸۵

marfat.com

ولو بصلاته مؤمناً وبرده لایبقی ذا عذر[1] — کے مطابق واجب ہے خواہ اشارہ کرکے نماز پڑھنے سے عذر موقوف ہو سکے، عذر ہٹانے کی صورت میں وہ شخص معذور نہ رہے گا۔ (ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۸۲۳: کیا فرماتے ہیں علماء اس مسئلہ میں کہ امام مصلّٰی پر کھڑا ہو اور مقتدی بغیر مصلّے یعنی فقط صحن میں کھڑا ہو اس صورت میں نماز مکروہ ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا

الجواب

نماز میں کچھ کراہت نہیں کہ حدیث وفقہ میں کہیں اس کی ممانعت نہیں، نہ امام کی تعظیم شرعاً ممنوع ہے نہ یہ انفراد علی الدکان کی قبیل سے ہے، بحرالرائق میں ہے: الکراھۃ لابد لھا من دلیل خاص[2] (کراہت کے لئے مستقل دلیل کا ہونا ضروری ہے۔ ت) منح الغفار میں ہے: بمثل ھذا لا تثبت الکراھۃ اذلا بدلھا من دلیل خاص[3] (اس طرح کی چیز سے کراہت ثابت نہیں ہوتی کیونکہ اس کے لئے مستقل دلیل کا ہونا ضروری ہے۔ ت) البتہ اگر امام براہِ تکبر واستعلا ایسا امتیاز چاہے تو اُس کی یہ نیت سخت گناہ وحرام وکبیرہ ہے۔

قال اللہ تعالٰی الیس فی جہنم مثوی للمتکبرین[4] — اللہ تعالٰی کا فرمان ہے: کیا متکبرین کا ٹھکانہ جہنم میں نہیں ہے؟ (ت)

اعاذنا اللہ سبحٰنہ وتعالٰی بمنہ وکمال کرمہ اٰمین۔ واللہ تعالٰی اعلم — اللہ تعالٰی اپنے فضل وکرم کے ذریعے اس سے ہم سب کو پناہ عطا فرمائے، آمین (ت)

مسئلہ ۸۲۴ تا ۸۲۶: از قصبہ سرواڑ علاقہ کشن گڑھ متصل اجمیر ہوشیاروں کی مسجد مسئولہ جناب قاضی اکبر صاحب ۲۰ ذی القعدہ ۱۳۳۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ:

(۱) غیر مقلدین کے پیچھے ہماری نماز ہوتی ہے یا نہیں؟

(۲) غیر مقلدین کو ہماری مقلدین کی مسجد میں آنے دینا درست ہے یا نہیں؟

---

[1] درمختار — باب الحیض — مطبوعہ مجتبائی دہلی — ۱/۵۳

[2] بحرالرائق — باب العیدین — ایچ ایم سعید کمپنی کراچی — ۲/۱۶۳

[3] ردالمحتار بحوالہ منح الغفار — ؍؍ — مصطفی البابی مصر — ۱/۶۱۴

[4] القرآن ۳۹/۶۰

marfat.com

اور اگر سرے سے اجارہ ہی نہ ہُوا نہ صراحۃً نہ دلالۃً اور اب اُجرت مانگتا ہے تو صریح ظلم وفسق وکبیرہ ہے یہاں مطلقاً اُس کے پیچھے نماز نہ پڑھیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۸۳۹ ۲ ذی قعدہ ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام مسجد یہ کہتے ہیں کہ نماز کے بعد مصافحہ بہ تخصیص نماز فجر درست نہیں اور اہلِ محلہ کہتے ہیں درست ہے اور کہتے ہیں کہ اگر تم اس کے جواز کے قائل نہ ہوگے تو ہم تمہارے پیچھے نماز نہیں پڑھیں گے اس لئے کہ تمہارا مذہب ہمارے مذہب کے خلاف ہے لہذا فرمائیے کہ شرع شریف میں کس طرح ہے اور کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

الجواب

صحیح یہ ہے کہ مصافحہ بعد نماز مباح ہے نص علی تصحیحہ العلامۃ الخفاجی فی نسیم الریاض (علامہ خفاجی نے نسیم الریاض میں اسے صحیح قرار دیا ہے۔ ت) امام اگر سُنّی المذہب ہے صرف اسی مسئلہ میں اس کا خیال بنظر بعض عبارات فقہیہ یہ ہے تو اُسے سمجھا دینا چاہئے کہ تصحیح وترجیح جانب جواز ہے صرف اتنی بات پر وُہ ترکِ اقتدا کا مستحق نہیں، اور اگر بربنائے وہابیت اس کا انکار کرتا ہے تو وہابی بلاشبہہ لائقِ امامت نہیں اہلِ محلہ کو چاہئے ہرگز اُس کے پیچھے نماز نہ پڑھیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۸۴۰ ۲۸ ربیع الآخر شریف ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نماز کی پڑھائی معیّن کرکے لینا درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

درست ہے مگر بچنا بہتر ہے اللہ کے واسطے پڑھائے اور نمازی اسے حاجتمند دیکھ کر اللہ کے لئے اس کی اعانت کریں یہ صاف کرلیا جائے کہ امامت کی اُجرت کچھ نہ لی دی جائے گی یوں بلا دغدغہ حلال طیب ہے لان النفی الصریح یزیل حکم دلالۃ الحال فان الصریح یفوق الدلالۃ کما فی قاضی خان[1] (کیونکہ صراحۃً نفی، دلالتِ حال کو زائل کردیتی ہے کیونکہ صراحت دلالت سے فوقیت رکھتی ہے قاضی خاں میں اسی طرح ہے۔ ت)

واللہ تعالیٰ اعلم

---

[1] درمختار کتاب الھبۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۱۵۹

ف: سعیِ بسیار کے باوجود یہ عبارت فتاوٰی قاضی خان سے نہیں مل سکی، درمختار سے یہ عبارت مفہوماً ملی ہے اس لئے اس کا حوالہ دیا ہے۔ نذیر احمد سعیدی

marfat.com

اور مؤذن مقرر کئے ہوئے کے خلاف مرضی بلاوجہ شرعی اذان دینا اُس کے حق میں ناحق دست اندازی اور نفرت دلانا ہے اور صحیح حدیث میں اس سے منع فرمایا بشروا ولا تنفروا[1] (لوگوں کو خوش کرو اور نفرت نہ پھیلاؤ۔ ت) ایسے لوگ مفسد ہیں اگر نہ مانیں تو مسجد سے باہر کر دینے کا حکم ہے، ہاں اگر امام ناقابلِ امامت ہے مثلاً غلط خواں یا وہابی وغیرہ تو نہ وُہ امام ہے نہ اُس کا پڑھانا امامت۔ یونہی اگر مؤذن ایسی حالت پر ہو جس کی اذان کے لئے شرعاً حکمِ اعادہ ہے تو ایسوں کو اذان و امامت سے باز رکھنا بجا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۸۲۷ از شہر جامع مسجد مولوی محمد افضل صاحب

چہ می فرمایند علمائے دین و مفتیانِ شرع متین کہ شخص امام را خوب نمی داند باعتقاد خود دُرخانہ نماز میگذارد روا ہست یا نہ ؟

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین کہ ایک شخص اپنے اعتقاد کے مطابق امام کو اچھا نہیں سمجھتا اور نماز گھر میں پڑھتا ہے جائز ہے یا نہیں ؟

الجواب

اگر فی الواقع امام بدمذہب یا فاسق معلن یا فاسق القراءۃ است و تبدیلش نتواند نہ جماعت دیگر در مسجد می تواں کرد آنگاہ بخانہ با اہل خود اقامت جماعت باید کرد یا تنہا گزارد اگر دیگرے ندارد۔

اگر واقعی امام بدمذہب یا فاسق معلن یا فاسق القراءۃ ہو اور اس کو تبدیل نہ کرسکتا ہو، نہ مسجد میں دوسری جماعت کروا سکتا ہو تو اس صورت میں گھر میں اپنے اہل کے ساتھ جماعت قائم کرے یا تنہا ادا کرے اگر کوئی دُوسرا گھر میں نہ ہو۔ (ت)

مسئلہ ۸۲۸ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر مقتدی عمامہ باندھے ہوں اور امام فقط ٹوپی پہنے تو مکروہ ہوگی یا نہیں ؟ بینوا توجروا

الجواب

اس میں شک نہیں کہ نماز عمامہ کے ساتھ نماز بے عمامہ سے افضل کہ وُہ اسباب تجمل سے ہی اور یہاں تجمل محبوب اور مقام ادب کے مناسب اسی لئے تلاوتِ قرآن کے وقت تعمم مندوب ہوا کما فی فتاوٰی قاضی (جیسا کہ فتاوٰی قاضی خان میں ہے۔ ت) اور نماز میں کہ گویا دربارِ عظیم الشان حضرت ملک السمٰوٰت والارض جل جلالہ کی حاضری ہے رعایتِ آداب بہ نسبت تلاوت کے اہم اور امام کہ سردار و مطاعِ قوم ہے اُس کے ساتھ احق و الیق، لہذا نظافتِ ثوب و پاکیزگیِ لباس وجوہ تقدیم استحقاق امامت سے قرار پائی کما فی الدر المختار (جیسا کہ دُرمختار میں ہے۔ ت) مگر بایں ہمہ صورت مستفسرہ میں صرف ترکِ اولیٰ

---

[1] صحیح البخاری کتاب الادب باب قول النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لیسروا الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۹۰۴

marfat.com

قسم کی کراہت ہوجاتی ہے یا نہیں؟

الجواب

سورۃ سوچنے سے اتنی دیر جس میں تین بار سبحٰن اللہ کہہ لیا جائے ترک واجب وموجب سجدۂ سہو ہے[1] کما نص علیہ فی التنویر والدر والغنیۃ وغیرھما (تنویر، در، غنیہ وغیرہ میں اس پر نص کی ہے۔ ت)

تو جس کی عادت ہے اس کے پیچھے نماز میں ضرور کراہت ہے۔ عالمگیریہ و محیط میں ہے:

من یقف فی غیر مواضعہ ولا یقف فی مواضعہ لاینبغی لہ ان یؤم وکذا من یتنحنح عند القرأۃ کثیرا[2]۔ جو نہ ٹھہرنے کی جگہ وقف کرے اور وقف کی جگہ وقف نہ کرے اسے چاہئے کہ وہ امام نہ بنے، اور اسی طرح اس شخص کا حکم ہے جو قرأت کرتے وقت کثرت سے کھانستا ہو۔ (ت)

جو وقف ووصل بے جا کرے یا پڑھتے وقت بار بار کھنکارے جب اسے فرماتے ہیں کہ اس کی امامت سزاوار نہیں حالانکہ مراعات وقف ووصل واجبات نماز سے نہیں۔ تو جو واجب نماز یعنی وصل سورۃ وفاتحہ بے اجنبی کے ترک کا عادی ہو بدرجۂ اولٰی لائق امامت نہیں، ہاں فاتحہ کے بعد اتنی دیر کہ دم راست کرے آمین کہے، کوئی سورۃ ابتداء سے پڑھنی ہو تو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھے کہ یہ دیر بھی تقریباً کلمہ طیبہ پڑھنے کے برابر ہوجائے گی، بلاشبہ مباح وسنت ومستحب ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۸۴۴: از شہر کہنہ ۲۸ ربیع الآخر شریف ۱۳۱۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس بارہ میں کہ زید کہتا ہے کہ بعد کلمہ لا الٰہ الا اللہ کے محمد رسول اللہ کی کیا ضرورت ہے، اگر جنت نہ جائے گا تو کیا اعراف میں بھی نہ جائے گا۔ زید قیام میں نماز کے بقدر سات بار اللہ اکبر کہنے کے ٹھہرتا ہے۔ کہتا ہے کہ صرف سبحٰن اللہ وبحمدہ کہنے سے نماز ہوجاتی ہے، بے کرتہ ٹوپی کے نماز ادا کرتا ہے کہتا ہے کہ صرف پائجامہ سے نماز ہوجاتی ہے۔ یوں بھی کہتا ہے کہ نماز میں الحمد وسورۃ کی کچھ حاجت نہیں۔ ایسے شخص کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں؟ ایسے شخص کو مسلمان سمجھنا چاہئے یا نہیں؟ اہل اسلام کا سا برتاؤ اس سے چاہئے یا نہیں؟ جواب بدلیل قرآن وحدیث وفقہ تحریر فرمائیں۔ بینوا توجروا

الجواب

صرف پائجامہ پہنے بالائی حصہ بدن کا ننگا رکھ کر نماز بایں معنی تو ہوجاتی ہے کہ فرض ساقط ہوگیا، مگر مکروہ تحریمی

---

[1] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل سجود السہو مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۴۶۵
درمختار باب سجود السہو " مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۰۳

[2] فتاوٰی ہندیۃ الفصل الثالث فی بیان من یصلح اماما لغیرہ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۸۶

marfat.com

ومفتاح السعادة والغیاثیة وغیرھا (فتح القدیر، مفتاح السعادۃ اور غیاثیہ وغیرہ میں اسی طرح ہے۔ت) کہ وہی احتیاط جو متکلمین کو اُس کی تکفیر سے باز رکھے گی اُس کے پیچھے نماز کے فساد کا حکم دے گی فان الصلاۃ اذا صحت من وجوہ وفسدت من وجہ حکم بفسادھا[1] (نماز جب کئی وجوہ کی بنا پر صحیح مگر ایک وجہ سے فاسد تو اس کو فاسد قرار دیا جائے گا۔ت) ورنہ مکروہ تحریمی، جن صورتوں میں کراہت تحریم کا حکم ہے صلحاء وفساق سب پر اعادہ واجب ہے، جب مبتدع یا فاسق معلن کے سوا کوئی امام نہ مل سکے تو منفرداً پڑھیں کہ جماعت واجب ہے اور اس کی تقدیم ممنوع بکراہت تحریم اور واجب ومکروہ تحریم دونوں ایک مرتبہ میں ہیں ودرء المفاسد اھم من جلب المصالح[2] (مفاسد کا دُور کرنا مصالح کے حصول سے اہم اور ضروری ہوتا ہے۔ت) ہاں اگر جمعہ میں دوسرا امام نہ مل سکے تو مجبور پڑھیں کہ وہ فرض ہے اور فرض اہم۔ اسی طرح اگر اُس کے پیچھے نہ پڑھنے میں فتنہ ہو تو پڑھیں اور اعادہ کریں کہ الفتنۃ اکبر من القتل[3] (فتنہ قتل سے بہت بڑی بُرائی ہے۔ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۸۳۰ ۱۲ صفر ۱۳۲۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر استاد وہابی ہو تو شاگرد اُس کے پیچھے نماز پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

وہابی کے پیچھے نماز جائز نہیں اگرچہ اپنا استاد ہو بلکہ اُسے اُستاد بنانا ہی اُس کے حق میں زہر قاتل سے بدتر ہے فوراً پرہیز کرے کہ صحبتِ بد آدمی کو بدبنا دیتی ہے نہ کہ بد کی تعلیم۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ایاکم وایاھم لایضلونکم ولا یفتنونکم[4] اُن سے دُور بھاگو اور اُن کو اپنے سے دُور کرو کہیں وہ تم کو گمراہ نہ کردیں کہیں وہ تم کو فتنہ میں نہ ڈال دیں۔

واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۸۳۱ از فیض آباد ڈاک خانہ شہزادپور مرسلہ عبداللہ طالب العلم ۱۳۲۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین کہ آیا زانی کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں، کیونکہ اس مسئلہ میں بہت جھگڑا پیدا ہے یہاں تک حالت گزر گئی کہ نماز جماعت میں تفرق ہوگیا ہے حدیث اور کتاب کی سند ہونا چاہئے، بینوا توجروا۔

الجواب

زانی فاسق ہے اور فاسق معلن کے پیچھے نماز منع ہے اُسے امام بنانا گناہ ہے اُس کے پیچھے جو نمازیں

---

[1] فتح القدیر باب صلوٰۃ المسافر مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۲/۱۴

[2] الاشباہ والنظائر الخامسۃ درء المفاسد اولٰی من جلب المصالح ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۱/۱۲۵

[3] القرآن ۲/۲۱۷

[4] صحیح مسلم باب النہی عن الروایۃ عن الضعفاء مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱/۱۰

marfat.com

هذا ما وجدته من مسائل الاجماع التی لایصح دخولها فی مرتبتی المیزان[1]

میں بیٹھنا (آگے چل کر کہا) یہ وہ مسائل ہیں جن پر میں نے اجماع پایا ہے ان کو میری مرتب کردہ کتاب المیزان میں داخل کرنا صحیح نہیں۔ (ت)

رحمۃ الامہ فی اختلاف الائمہ میں ہے :

اتفقوا علی ان القرأۃ فرض علی الامام و المنفرد فی رکعتی الفجر وفی الرکعتین الاولیین من غیرھا[2]

فقہاء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ امام اور منفرد پر فجر کی دونوں رکعات اور اس کے علاوہ دیگر نمازوں کی پہلی دو رکعات میں قرأت فرض ہے۔ (ت)

بلکہ امام ابن امیر الحاج حلیہ میں فرماتے ہیں :

نسب صاحب غایۃ البیان الاصم الی خرق الاجماع وھو یفید سبق الاجماع علی الافتراض قبل ذھابہ الی عدمہ[3]

صاحبِ غایۃ البیان نے اصم کی خرق اجماع کی طرف نسبت کی ہے اور یہ بات واضح کر رہی ہے کہ اصم کے عدمِ فرضیت کا قول کرنے سے پہلے اس کی فرضیت پر اجماع ہو چکا ہے۔ (ت)

عالمگیری میں ہے :

من انکر خبر الواحد لایکفر غیرانہ یاثم بترك القبول ھکذا فی الظھیریۃ[4]۔

خبرِ واحد کا منکر کافر نہیں البتہ ترک قبول کی وجہ سے گنہ گار ہوگا۔ ظہیریہ میں اسی طرح ہے۔ (ت)

طحطاوی میں ہے :

من کان خارجا عن ھذہ الاربعۃ فی ھذا الزمان فھو من اھل البدعۃ والنار[5]۔

یعنی جو ان چاروں مذہب سے اس زمانہ میں باہر ہے وہ بدعتی اور جہنمی ہے (ت)

نماز میں الحمد وسورۃ کی حاجت نہ ماننا بھی جہلِ قبیح اور ارشاداتِ حضور پُرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا

---

[1] المیزان الکبرٰی باب صفۃ الصلٰوۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۱۴۶

[2] رحمۃ الامہ فی اختلاف الائمہ برحاشیہ میزان کبرٰی باب شروط الصلٰوۃ الخ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ص ۳۸

[3] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

[4] فتاوٰی ہندیۃ مطلب موجبات الکفر انواع الخ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۲/۲۶۵

[5] حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار کتاب الذبائح ؍؍ دار المعرفۃ بیروت ۴/۱۵۳

marfat.com

میں آدمی جوتا پہنے جائے تو بے ادب ٹھہرے۔ نماز اللہ واحد قہار کا دربار ہے، مسلمانوں کی راہ کے خلاف چلنا اور اُن میں فتنہ و فساد پیدا کرنا اور انھیں نفرت دلانا قرآنِ عظیم و احادیث صحیحہ کے نصوص قاطعہ سے حرام اور سخت حرام ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۸۳۳ از ترپول سولول ڈاکخانہ ہرول ضلع دربھنگہ بنگر چرسہ مرسلہ عبدالحکیم صاحب ۲۱ جمادی الاولی ۱۳۳۶ھ

اگر کسی مسلمان کا بستی سے باہر دوسرے محلہ میں مکان ہو اور وہ امام بھی ہو اور کبھی پنجوقتی نماز میں دھوکے سے آکر نماز پڑھے اور امامت کرے اور وہ ہمیشہ اپنے محلہ میں موجود رہتا ہے اور اپنی نماز پنجوقتی اور امامت کا خیال نہیں کرتا ہے اور مسجد میں ایک ہفتہ میں جمعہ کی نماز پڑھانے کے واسطے آیا کرتا ہے اور ہمیشہ امامت کا جستجو (فخر) رکھتا ہے کہ ہم امام ہیں ایسے امام کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں اور اس امام کی شرکت کرنے والے جو لوگ ہیں اُن کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں؟

الجواب

جس شخص کو جمعہ کا امام مقرر کیا ہے وہ اگر فقط جمعہ ہی کو آکر امامت کرتا ہے یا اور بھی کبھی کبھی آجاتا ہے یا نہیں آتا اور اپنے محلہ میں نماز باجماعت پابندی سے پڑھتا ہے تو اُس پر کوئی الزام نہیں، نہ اُس کے شریکوں پر کوئی الزام ہے اور وہ ضرور جمعہ کا امام ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۸۳۴ از شہر فراشی محلہ مسئولہ اہلِ محلہ معرفت ہدایت اللہ نجار ۱۲ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کہ جس کی نسبت تفضیلیہ ہونا کہا جاتا ہے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ طوائفوں کے ساتھ علانیہ خلافِ شرع راہ و رسم وغیرہ رکھتا ہے نیز جس کے سر کے بال بھی مثل عورتوں کے شانوں سے نیچے لٹکتے ہوں وہ کسی جائے نماز پر بلا اجازت اس موقع کے پیش امام کے اگر نمازِ جمعہ ادا کرنے کی غرض سے بحیثیت امام آمادہ ہو اور ایک گروہ کثیر اس کے امام ماننے اور اتباع کرنے کے خلاف ہو اس پر وہ شخص متعدد آدمیوں کا امام بن کر نمازِ جمعہ ادا کرکے مع اپنے ہمراہیوں کے چلا جائے بعد اس کے باقی انبوہ اسی موقع اور جگہ پر وہیں مجوز امام کی تقلید سے اس کے پیچھے دوسری بار نمازِ جمعہ ادا کریں تو ایسی صورت میں پہلے امام کی نماز جو اس نے ادا کی ہے جائز ہوئی یا دوسرے امام کی یا دونوں نہ ہوئیں۔

الجواب

مسلمانو! نماز حکمِ شرعی ہے احکامِ شرع کے مطابق ہی ہو سکتی ہے کوئی خانگی معاملہ نہیں کہ جس نے جب چاہا کر لیا، حکمِ شرعی یہ ہے کہ اقامتِ جمعہ کے لئے سلطانِ اسلام یا اُس کا نائب یا اُس کا ماذون شرط ہے اور جہاں سلطانِ اسلام نہ ہو عالمِ دین فقیہ معتمد اعلم اہلِ بلد کے اذن سے امامِ جمعہ و عیدین مقرر ہو سکتا ہے اور جہاں یہ بھی نہ ہو

marfat.com

نحوہ عند الترمذی وابن ماجۃ۔ نے روایت کیا ہے۔

اور ان سب سے سخت تر وناپاک تر اُس کا وہ قول مردود ہے کہ کلمہ طیبہ میں (خاکش بدہن) محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کہنے کی کیا ضرورت! اگر اس سے یہ مراد لیتا ہے کہ اسلام لانے کو صرف لا الٰہ الا اللہ ماننا کافی ہے محمد رسول اللہ کی حاجت نہیں جب تو قطعاً یقیناً زا کافر مرتد ہے۔ عورت اُس کی اُس کے نکاح سے نکل گئی پاس جائے گا تو زنا ہوگا، اولاد ہوگی تو ولد الزنا ہوگی۔ عورت کو اختیار ہے جس سے چاہے نکاح کرے۔ اور اگر یہ مراد نہیں تاہم اس ناپاک کلام کی طرز سوق سخت گستاخی و بے باکی سے خبر دے رہی ہے۔ اور وہ لفظ کہ "جنت میں نہ جائے گا تو کیا اعراف میں نہ جائے گا" دینِ متین کے ساتھ استہزاء کا پتا دیتا ہے۔ بہر حال اس قدر میں شک نہیں کہ شخص مذکور فاسق فاجر گمراہ بدمذہب ہے اُس کے پیچھے نماز پڑھنا ناجائز و ممنوع ہے کما حققناہ فی رسالتنا النھی الاکید وذکرناہ فی عدۃ مواضع من فتاوٰنا (اس کی تفصیل ہم نے اپنے رسالہ النھی الاکید اور اپنے فتاوٰی میں متعدد جگہ پر کی ہے۔ ت) مسلمان اس سے توبہ لیں اگر توبہ کرلے فبہا ورنہ اس کے ساتھ وہ معاملہ برتیں جو بددینوں کے ساتھ چاہیے واللہ الھادی واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

---

marfat.com

من صلح اماما فی غیرھا (فی غیر صلوٰۃ الجمعۃ) صلح فیھا ای ان ام المسافر او العبد فی الجمعۃ صحت[1] الخ

جو اس (نماز جمعہ کے علاوہ) میں امام بننے کی صلاحیت رکھتا ہے وہ اس میں بھی امام بن سکتا ہے، یعنی اگر مسافر، مریض یا غلام نے جمعہ کی امامت کرائی تو جمعہ صحیح ہوگا الخ (ت)

کیا اس عبارت مختصر وقایہ و شرح وقایہ سے یہ تنقید مترشح ہوتی ہے کہ جو نابینا متصف بہمہ اوصاف مذکورہ بالا ہو اُس کے امام بننے سے مقتدیوں کی نماز نہیں ہوتی، نسخہ بحرالرائق جلد اول ص ۳۶۹ کی عبارت صاف دال ہے کہ ابن ام مکتوم جو نابینا تھے امام بنائے گئے تھے بحوالہ کتب جواب مرحمت فرمائیے۔

الجواب

نابینا سُنّی صحیح العقیدہ صحیح الطہارۃ صحیح القرأۃ بلاشبہہ امام ہوسکتا ہے صرف اس کا "غیر" اولٰی ہے اگر یہ اُس سے مسائلِ نماز و طہارت میں علم زیادہ نہ رکھتا ہو ورنہ یہی اولٰی ہے کما فی الدر[2] وغیرہ (جیسا کہ درمختار وغیرہ میں نابینا کا حکم بیان کیا گیا ہے۔ت) عبارت مذکورہ سوال کو امامت نابینا کی نفی سے کوئی تعلق نہیں، ہاں جمعہ و عیدین میں بینا ہو یا نابینا وہی شخص امام ہوسکتا ہے جو خود سلطانِ اسلام ہو یا اُس کا ماذون یا وہاں کا اعلم اہل بلد یا اُس کا ماذون ہو ورنہ بضرورت جسے عام مسلمانوں نے ان نمازوں میں امام مقرر کیا نابینا اگران پانچ میں سے ہے تو جمعہ و عیدین اسی کے پیچھے ہوسکیں گے اور بینا اگر ان میں سے نہیں تو اُس کے پیچھے نہ ہوں گے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۸۳۶ از بشارت گنج ضلع بریلی مسئولہ حاجی رضا خاں صاحب ۴ رجب ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید قوم سادات سے ہے اور امامت بھی کرتا ہے وہابیہ اور سُنّی عالم کو یکساں سمجھتا ہے، مسئلہ علم غیب کا جب ذکر آتا ہے جواب میں یہ کہتا ہے یہ مسئلہ جدید نہیں ہے قدیم سے اسی طرح جھگڑا ہوتا چلا آیا ہے اور عالم باہمی تقریر اور حجت کرتے چلے آئے ہیں اس مسئلہ کے بارے میں ہم کچھ نہیں کہہ سکتے اور مسائل ایک مفتی سُنّی عالم کے جو کہ واجبات سنّت و مستحب سے تعلق رکھتے ہیں اُن کے بارے میں کہتا ہے کہ کرے تو ثواب ہے نہ کرے تو حرج نہیں اور خلاف کمیٹی جو علمائے وہابیہ کر رہے ہیں اُن کی امداد پہنچانے کی غرض سے نہایت کوشش سے چندہ فراہم کرکے پہنچاتا ہے اور جب یہ کہا جاتا ہے کہ سُنّی عالم انکار کرتے ہیں تو جواب میں کہتا ہے کہ ہم کس کا منہ پکڑیں لوگ تو سُنّی عالموں کو طرفدارِ انگریز و ملازم کہتے ہیں، عمرو ایک سُنّی مفتی عالم کا مرید ہے

---

[1] شرح وقایہ باب الجمعہ مطبوعہ المکتبۃ الرشیدیہ دہلی ۱/۲۴۲

[2] درمختار باب الامامۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۸۳

marfat.com

لا الٰہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ و اشھد ان محمدا عبدہ و رسولہ صلی اللہ علیہ ربہ و سلم و من ؛

دیتا ہوں اس بات کی کہ اللہ تعالٰی کے سوا کوئی معبود نہیں، ذات وصفات میں اس کا کوئی شریک نہیں، اور میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اس کے برگزیدہ بندے اور رسول ہیں، ان پر ان کے رب کی طرف سے صلٰوۃ وسلام اور کرم ولطف ہو۔ (ت)

امابعد یہ چند سطور کاشفۃ السطور جلیلۃ الفائدہ جمیلۃ العائدہ ہیں اظہار صواب میں اُس سوال کے جواب میں جو فقیر ناسزا عبدالمصطفٰی احمد رضا محمدی سُنّی حنفی قادری برکاتی بریلوی غفراللہ لہ وحقق املہ واصلح عملہ کے پاس مولوی فضل الرحمن صاحب حفظ عن الشرور امام جامع مسجد فیروزپور کا بھیجا کیمپ فیروزپور ملک پنجاب سے آیا، فقیر ان دنوں ایک مبارک رسالہ بجواب سوال مونگیر بنگالہ مسمّٰی بہ تجلّی الیقین بان نبینا سیّد المرسلین لکھنے میں مشتغل، اور اُس کے بعد اور چند مسائل دیگر بلاد کو مسئلہ پنجاب پر حق تقدم حاصل، جب اُن سے فراغت پائی اس کی نوبت آئی النھی الاکید عن الصلاۃ وراء عدی التقلید (۱۳۰۵ھ) اس تحریر کا نام اور یہی اس کی تاریخ آغاز وانجام، اس رسالہ میں اصل مقصود یہ ظاہر کرنا ہے کہ غیر مقلدوں کے پیچھے نماز ناروا ہے اس کے ضمن میں اُن کے بعض عقائد واحوال ومکائد ودیگر فوائد بہ نہایت اجمال تحریر میں آئے، مولٰی سے مسئول کہ قبول فرمائے اہل اسلام وسنّت کو نفع پہنچائے، ازانجاکہ موضوع رسالہ رد مخالف نہیں، لہٰذا لحاظ مجادل سے کنارہ گزیں کہ وہ تو ایک فتوٰی ہے جواب مسئلہ کی حد پر مقتصر اور اپنے موافقوں پر ایک حکم کا مظہر جسے اُس رنگ کا کلام مشتاق بنائے تصانیف افاضل یا فقیر حقیر کے دیگر رسائل مندرجہ مجموعہ البارقۃ الشارقۃ علی مارقۃ المشارقۃ کی طرف رجوع لائے وحسبنا اللہ ونعم الوکیل وافضل الصلاۃ علی الحبیب الجمیل وآلہ وصحبہ بالوف التبجیل اٰمین اٰمین یاعزیز یاجلیل۔

نقل عبارت اِستفتا

مسئلہ ۴۲۵: باسمہٖ سُبحانہٗ۔ بخدمت بابرکت حضرت مولٰینا وبالفضل والکمال اولٰنا مخدوم مکرم معظم حضرت مولٰینا احمد رضاخاں صاحب سلمہ الرحمن۔ سلامِ مسنون بہ نیاز مقرون کے بعد عرض ہے کہ للہ اس استفتا کا جواب مرحمت فرمائیں کہ عنداللہ ماجور وعندالناس مشکور رہوں۔ مولوی غلام نبی صاحب امام مسجد قصابان خورد جو شاگرد مولویان لکھنؤ کے علاقہ فیروزپور کے ہیں اول انھوں نے رسالہ شاہ طیور جس میں حضرت ابن عربی اور مولٰینا روم ومولانا عبدالرحمن جامی علیہم الرحمۃ کی تکفیر درج تھی اور وہ رسالہ مطبع فیروزپور میں حافظ محمد صاحب لکھنوی نے چھاپا تھا

marfat.com

میں ہے:

ترجیح المذھب بفعل عمرو بن العاص رضی اللہ تعالٰی عنہ حین صلی بقومہ بالتیمم لخوف البرد من غسل الجنابۃ وھم متوضئون ولم یأمرھم علیہ الصلٰوۃ والسلام بالاعادۃ حین علم۔[1]

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالٰی عنہ کا عمل اس مذہب کی ترجیح کا سبب ہے کہ اُنھوں نے سردی کی وجہ سے غسلِ جنابت کی جگہ تیمم کرکے اپنی قوم کی امامت کی حالانکہ لوگوں نے وضو کیا ہوا تھا، اور جب حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام کی خدمت میں یہ معاملہ پیش ہوا تو آپ نے نماز لوٹانے کا حکم نہیں فرمایا (ت)

واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۸۳۶ ۲۷ شوال ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک امام فقط نمازِ جمعہ پڑھاتا ہے دیگر اوقاتِ پنجگانہ نماز میں کبھی امامت نہیں کرتا اور اس امامتِ جمعہ کے عوض میں سال بھر کے بعد رمضان المبارک کے آخر جمعہ میں اور نیز عیدین کی نماز کے بعد اجرت امامت جمعہ و امامت عیدین مصلیین سے طلب کرتا ہے یہ اجرت اُس کو حلال ہے یا حرام، اور باوجود منع بھی اخذ اُجرت سے باز نہیں آتا ایسے شخص کے پیچھے نمازِ جمعہ وعیدین مکروہ ہے یا ناجائز؟ بینوا توجروا۔

الجواب

اُجرتِ امامت اگر اس شخص سے قرار پاگئی ہے کہ فی جمعہ یا ماہوار یا سالانہ اس قدر دیں گے یا خاص اس سے قرار داد نہ ہُوا مگر وہاں اس امامت کی تنخواہ معیّن ہے اسے بھی معلوم تھی یہ اُسی کے لئے امام بنا اور امام بنانے والوں نے بھی جانا اور مقبول رکھا غرض صراحۃً یا دلالۃً تعین اجرت ہولیا تو یہ اُجرت اُسے حلال ہے اور اس وجہ سے اُس کے پیچھے نماز میں کچھ کراہت نہیں کہ امامت واذان وتعلیمِ فقہ وتعلیمِ قرآن پر اُجرت لینے کو ائمہ نے بضرورتِ زمانہ جائز قرار دیا ہے کما نصوا علیہ فی الکتب قاطبۃ (جیسا کہ اس پر کتب میں نصوص قاطعہ موجود ہیں۔ ت)، اور جب تعیّن ہولیا تو اجارہ صحیحہ ہُوا جس میں کوئی مضائقہ نہیں اور اگر اجارہ صراحۃً خواہ دلالۃً واقع تو ہُوا یعنی اس نے اُجرت کے لئے امامت کی اور قوم نے بھی اسے اجیر سمجھا مگر تعین اجرت نہ بیان میں آیا نہ قرائن سے واضح ہوا تو اجارہ فاسدہ ہے وُہ اُجرت اُس کے حق میں خبیث ہے اُسے تصدق کر دینے کا حکم ہے مگر اصل اجارہ اب بھی باطل نہیں، نہ طلبِ اجرت ظلم ہے، ایسا اجارہ اگر متعدد بار کرے گا فاسق ہوگا اور اُس کے پیچھے نماز مکروہ،

---

[1] بحرالرائق باب الامامۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۳۶۳

marfat.com

التی یبطش بھا ورجلہ التی یمشی بھا (الٰی قولہ تعالٰی) وما ترددت عن شیئ انا فاعلہ ترددی عن قبض[و۱] نفس المؤمن یکرہ الموت وانا اکرہ مساءتہ[۱]۔

بن جاتا ہُوں جس سے وہ گرفت کرتا ہے۔ اس کے پاؤں بنتا ہُوں جس سے چلتا ہے (آخر میں اللہ تعالٰی کا یہ بھی فرمان ہے) میں کسی شئ کے بجالانے میں کبھی اس طرح تردّد نہیں کرتا جس طرح جانِ مومن قبض کرتے وقت تردّد کرتا ہُوں کہ وہ موت کو ناپسند کرتا ہے اور میں اس کے مکروہ سمجھنے کو بُرا جانتا ہُوں۔ (ت)

وحدیث[۲] مسلم:

یا ابن اٰدم مرضت فلم تعدنی، یا ابن اٰدم استطعمتك فلم تطعمنی، یا ابن اٰدم ! استسقیتك فلم تسقنی[۲] اخرجاھما عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

اے ابنِ آدم! میں بیمار ہُوا، تُو نے میری عیادت نہیں کی، اے ابنِ آدم! میں نے تجھ سے کھانا مانگا تُو نے مجھے کھانا نہیں دیا، اے ابنِ آدم! میں نے تجھ سے پانی طلب کیا، تُو نے مجھے پانی نہیں دیا۔ ان دونوں کو بخاری و مسلم دونوں نے سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے (ت)

وحدیث[۳] مشہور:

قم الیّ امش الیك وامش الیّ اھرول الیك[۳]۔ اخرجہ[و۲] احمد عن رجل من الصحابۃ والبخاری بمعناہ عن[۴] انس وعن[۵] ابی ھریرۃ

اے بندے! تُو میری طرف اُٹھ میں تیری طرف چل پڑوں گا، تُو میری طرف چل میں تیری طرف دوڑ پڑوں گا۔ اس کو امام احمد نے ایک صحابی سے اور امام بخاری نے معناً اسے حضرت انس اور حضرت ابوہریرہ

---

[۱] صحیح بخاری کتاب الرّقاق باب التواضع مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۹۶۳

[۲] صحیح مسلم باب فضل عیادۃ المریض مطبوعہ نور محمد اصح المطابع ۲/۳۱۸

[۳] المسند لاحمد بن حنبل حدیث رجل من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم مطبوعہ دار الفکر بیروت ۳/۴۷۸

و۱: بخاری شریف کی روایت میں "عن نفس المؤمن" ہے "قبض" کا لفظ بخاری شریف میں موجود نہیں، البتہ فتح الباری مطبوعہ مصر جلد ۱۴ ص ۱۳۱ پر یہ عبارت ہے "وقع فی الحلیۃ" آخر میں کہا "عن قبض روح المومن الخ"۔ نذیر احمد

و۲: مسند احمد بن حنبل میں آغازِ حدیث یوں ہے: قال اللہ تعالٰی یا ابن اٰدم قم الی الخ۔ نذیر احمد

marfat.com

مسئلہ ۸۴۱ ازمراد آباد مرسلہ مولوی محمد عبدالباری صاحب ۷ صفر ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ بعد فراغت نماز اگر امام مقتدیوں کو مجبور کرے کہ باتباع اُس کے ویسے ہی بیٹھے رہیں اور نہ اُٹھیں تاخیر میں مقتدیوں کا قریب نصف گھنٹہ کے ضائع ہو اور درصورت عدم شرکت بوجہ مجبوری اُن پر اتہام مذکور بیجا لگائے تو یہ چیز کہاں ثابت، اس کے لئے کون سی حدیث ناطق، اور اُس چیز کا نام سنّتِ نبوی رکھنا اور اُن کو مجبور کرنا حتی کہ اُن پر الزام تو ہب کا نہیں بلکہ تلہب کا لگانا شرع شریف میں کس مقام پر روا رہے؟

الجواب

امام کو سلام کے بعد مقتدیوں پر کوئی جبر کا اختیار نہیں، سلام سے تو اُس کی ولایت منقطع ہو چکی عین نماز میں جب تک وہ متبوع تھا اور اُس کی پیروی مقتدیوں پر واجب تھی اُس وقت بھی اُسے حرام تھا کہ سنّت سے زیادہ کوئی بات ایسی کرے جو مقتدیوں پر ثقیل و گراں ہو، اس پر حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے غضب شدید فرمایا اور ایسا کرنے والے کو فتان بتایا یعنی سخت فتنہ گر، تو بعد نماز بلاوجہ شرعی مجبور کرنا اور نہ ماننے والے کو جھوٹا اتہام لگانا کیسا سخت حرام شدید اور ظلم بعید ہے۔ پھر اس ظلم و حرام کا نام معاذاللہ سنّت رکھنا نہایت سخت اشد اور صریح گمراہی اور سنّت پر افترا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۸۴۲ مسئولہ مکرم احمد اللہ صاحب صدر بازار ہردوئی

تارکِ فرض و واجب نیز سنّتِ مؤکدہ اور تارکِ مستحب و مباح کس درجہ کا گنہگار ہے۔ تارک امورِ خمسہ یا تارکِ مستحب و مباح کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

فرض کے ایک بار ترک سے فاسق ہے اور ترک واجب کی عادت سے، سنّتِ مؤکدہ حکم میں قریب واجب ہے، فاسق کے پیچھے نماز مکروہ ہے، اور فسق بالاعلان ہو تو اسے امام بنانا گناہ اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی کر پڑھنی گناہ اور پھیرنی واجب، مستحب و مباح کے ترک میں کچھ گناہ نہیں، نہ ان کے تارک کی امامت میں کچھ نقص۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۸۴۳ ازشہر کہنہ ۲۷ رجب ۱۳۲۰ھ

ما قولکم رحمکم اللہ تعالٰی اس مسئلہ میں کہ امام ضم سورہ میں اس قدر دیر کرتا ہے کہ بعد آمین کہنے کے کلمہ طیبہ پڑھ لیا جائے اس قدر دیر کرنا امام کو جائز ہے یا نہیں۔ اس کو منع کیا گیا کہ اس قدر دیر نہ کیا کرو، تو وہ کہتا ہے کہ سورۃ سوچنے میں دیر ہو جاتی ہے اور وہ دیر کرنے کو نہیں چھوڑتا ہے۔ پس اس امام کی اقتداء سے نماز میں کسی

marfat.com

معاجیمہ عن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

اور باطن سے اطلاع کا مقام ہے۔ اس کو امام طبرانی نے المعجم الکبیر میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے (ت)

وحدیث ۱۰:

قولہ عزوجل اعطیھم من حلمی وعلمی[1] اخرجہ احمد والطبرانی فی الکبیر والحاکم فی المستدرک والبیہقی فی شعب الایمان باسناد صحیح عن ابی الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

اللہ عزوجل کا فرمان ہے میں انھیں اپنا حلم و علم عطا کرتا ہوں۔ اس کو احمد و طبرانی نے کبیر میں، حاکم نے مستدرک اور بیہقی نے شعب الایمان میں صحیح سند کے ساتھ حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ (ت)

وحدیث ۱۱:

من زھد فی الدنیا علمہ اللہ بلا تعلم و ھداہ بلا ھدایۃ وجعلہ بصیرا و کشف عنہ العمی[2]۔ اخرجہ ابو نعیم فی حلیۃ الاولیاء عن سید الاولیاء امیر المؤمنین علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ۔

جو دنیا سے محفوظ رہا اسے اللہ تعالیٰ بغیر حصولِ علم کے علم اور بغیر حصولِ ہدایت ہدایت دیتا ہے، اسے صاحبِ بصیرت بناتا ہے اور اس سے گمراہی اور تاریکی کو دُور کردیتا ہے۔ اسے امام ابو نعیم نے حلیۃ الاولیاء میں سیّد الاولیاء امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے روایت کیا ہے۔ (ت)

وحدیث ۱۲:

دع عنک قول معاذ فان اللہ یباھی بہ الملئکۃ قالہ لرجل قال لہ معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ تعال حتی نؤمن ساعۃ فشکاہ الرجل الی النبی صلی اللہ

قولِ معاذ کو چھوڑو (یعنی قولِ معاذ کو بُرا نہ جانو) کیونکہ اللہ تعالیٰ ملائکہ میں اس کے ساتھ فخر فرماتا ہے۔ یہ بات آپ نے اس شخص سے فرمائی جسے معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا تھا کہ آؤ ہم ایک گھڑی ایمان

---

[1] مسند احمد بن حنبل بقیہ حدیث ابی الدرداء رضی اللہ عنہ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۶/ ۴۵۰
نوادر الاصول الاصل الحادی والعشرون فی خصوصیۃ ہذہ الامۃ مطبوعہ دار صادر بیروت ص ۲۹ و ۳۳

[2] حلیۃ الاولیاء فضائل و مناقب علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ مطبوعہ دار الکتاب العربیہ بیروت ۱/ ۷۲

marfat.com

ہوتی ہے۔ واجب ترک ہوتا ہے۔ فاعل گنہگار ہوتا ہے اس کا پھیرنا گردن پر واجب رہتا ہے نہ پھیرے تو دوسرا گناہ سر پر آتا ہے، ہاں اگر اتنے ہی کپڑے کی قدرت ہے تو ایسی محتاجی میں مجبوری و معافی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لایصلی احدکم فی الثوب الواحد لیس علی عاتقه من شیئ[1] رواه الشیخان عن ابی ھریرة رضی الله تعالٰی عنه۔

ہرگز تم میں کوئی شخص ایک ہی کپڑا پہن کر نماز نہ پڑھے کہ کندھے پر اس کا کوئی حصّہ نہ ہو۔ اسے امام بخاری و مسلم نے ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔

خطیب بغدادی جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے راوی، نھی رسول الله صلی الله علیه وسلم عن الصلوٰة فی السراویل وحدہ[2] یعنی صرف پائجامہ سے نماز پڑھنے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا۔ خلاصہ و ہندیہ وغیرہما میں ہے:

لوصلی مع السراویل والقمیص عنده یکره[3]

اگر کسی نے فقط شلوار میں نماز ادا کی حالانکہ اس کے پاس قمیص موجود ہو تو نماز مکروہ ہوگی (ت)

نماز میں فرضیت قرأت کا انکار احادیث کثیرہ صحیحہ صریحہ حضور پُرنور سیّد المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا رد اور اجماعِ ائمہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کا خرق بلکہ بعد انقطاع اقوال شاذہ اجماع مستقر کا خلاف اور اب گمراہی و ضلالت صاف صاف ہے۔ امام عبدالوہاب شعرانی میزان الشریعۃ الکبرٰی میں فرماتے ہیں:

اجمع الائمة رضی الله تعالٰی عنهم علی ان الصلوٰة لا تصح الامع العلم بدخول الوقت وعلی ان للصلوٰة ارکاناً داخلةً فیها وعلی ان النیة فرض وکذلك تکبیرة الاحرام والقیام مع القدرة والقرأة والرکوع والسجود و الجلوس فی التشهد الاخیر (الی ان قال)

تمام ائمہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کا اتفاق ہے کہ صحتِ نماز کے لئے نمازی کو اس بات کا علم ہونا ضروری ہے کہ نماز کا وقت شروع ہوچکا ہے، اس پر بھی اتفاق ہے کہ نماز کے ارکان نماز میں داخل ہیں، اس پر بھی اتفاق ہے کہ نیت فرض ہے، اسی طرح تکبیر تحریمہ اور قدرت کے ساتھ قیام، قرأت، رکوع، سجود، اخیری تشہد

---

[1] صحیح بخاری — باب اذا صلی فی الثوب الواحد الخ — مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۵۲
صحیح مسلم — باب الصلوٰۃ فی ثوب واحد الخ — ؍؍ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱/ ۱۹۸
[2] تاریخ بغداد — حدیث ۲۵۶۴ — ؍؍ دار الکتاب العربی بیروت ۵/ ۱۳۸
[3] فتاوٰی ہندیہ — الفصل الثانی فیما یکرہ فی الصلوٰۃ ومالایکرہ — مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۱۰۶

marfat.com

فبثثته واما الاٰخر فلو بثثته قطع هذا البلعوم[1] اخرجه البخاری۔

دُوسرا بیان کروں تو میرا یہ گلا کاٹ دیا جائے گا۔ اس کو بخاری نے روایت کیا ہے (ت)

وآیت:

یَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَیْدِیْهِمْ۔[2]

ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے۔ (ت)

وآیت:

وَمَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰهَ رَمٰی[3]

اور اے محبوب! وُہ خاک جو تم نے پھینکی تھی تم نے نہ پھینکی تھی بلکہ اللہ تعالٰی نے پھینکی تھی۔ (ت)

وآیت:

اَیْنَمَا تُوَلُّوْا وُجُوْهَکُمْ فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ۔[4]

تو تم جدھر مُنہ کرو ادھر وجہ اللہ (خدا کی رحمت تمہاری طرف متوجہ) ہے (ت)

وآیت:

قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ وَمَآ اُوْتِیْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِیْلًا۔[5]

تم فرماؤ رُوح میرے رب کے حکم سے ایک چیز ہے اور تمہیں اس کا علم نہ ملا مگر تھوڑا۔ (ت)

وآیت:

اٰتَیْنٰهُ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا۔[6]

(تو ہمارے بندوں میں سے ایک بندہ پایا) جسے ہم نے اپنے پاس سے رحمت دی اور اسے اپنا علم لدنی عطا کیا۔ (ت)

وآیت:

قَالَ اِنَّکَ لَنْ تَسْتَطِیْعَ مَعِیَ صَبْرًا ۝[7] وَکَیْفَ تَصْبِرُ عَلٰی مَا تُحِطْ بِهٖ خُبْرًا ۝[8]

کہا آپ میرے ساتھ ہرگز نہ ٹھہر سکیں گے اور اس بات پر کیونکر صبر کریں گے جسے آپ کا علم محیط نہیں۔ (ت)

---

[1] صحیح بخاری کتاب العلم باب حفظ العلم مطبوعہ قدیمی کتب خانہ اصح المطابع کراچی ۱/ ۲۳
[2] القرآن ۴۸/ ۱۰
[3] القرآن ۸/ ۱۷
[4] القرآن ۲/ ۱۱۵
[5] القرآن ۱۷/ ۸۵
[6] القرآن ۱۸/ ۶۵
[7] القرآن ۱۸/ ۶۷
[8] القرآن ۱۸/ ۶۸

marfat.com

انکار صریح ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لاصلٰوۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب[1]۔ یعنی بے سورہ فاتحہ کے نماز ناقص ہے۔ رواہ الائمۃ احمد والستۃ عن عبادۃ بن الصامت رضی اللہ تعالٰی عنہ (اسے امام احمد اور اصحابِ صحاح ستّہ نے حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ ت)

دوسری حدیث میں فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

من صلی صلاۃ لم یقرأ فیھا بفاتحۃ الکتاب فھی خداج[2]۔ رواہ احمد ومسلم وابوداؤد والترمذی والنسائی عن ابی ھریرۃ واحمد وابن ماجۃ عن ام المؤمنین الصدیقۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا۔

یعنی جو نماز بے سورہ فاتحہ کے ہو وہ ناقص ہے۔ اس کو امام احمد، مسلم، ابوداؤد، ترمذی اور نسائی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اور امام احمد اور ابن ماجہ نے حضرت امّ المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کیا ہے۔

تیسری حدیث میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے:

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم امرہ ان یخرج فینادی ان لاصلٰوۃ الا بقرأۃ فاتحۃ الکتاب فما زاد[3]۔ رواہ احمد وابوداؤد۔

یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے انھیں حکم دیا کہ باہر جاکر منادی کردیں کہ بے سورۃ فاتحہ اور کچھ زائد قرأت کی نماز ناقص ہے۔ اس کو امام احمد اور ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔

چوتھی حدیث میں ہے، فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

لاتجزئ صلاۃ الا بفاتحۃ الکتاب ومعھا غیرھا[4]۔ رواہ الامام الاعظم ابوحنیفۃ رضی اللہ عنہ عن سیدنا ابی سعید الخدری رضوان اللہ تعالٰی علیہ ومعناہ

نماز کام نہیں دیتی بے فاتحہ اور اس کے ساتھ اور قرأت کے۔ اس کو امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے سیدنا ابوسعید الخدری رضوان اللہ تعالٰی علیہ سے روایت کیا اور معناً اسی طرح ترمذی اور ابن ماجہ

---

[1] صحیح بخاری — باب وجوب القرأۃ للامام الخ — مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی — ۱/۱۰۴
[2] صحیح مسلم — باب وجوب قرأۃ الفاتحہ فی کل رکعۃ الخ — ؍؍ نور محمد اصح المطابع کراچی — ۱/۱۷۰
[3] المسند لاحمد بن حنبل — از مسند ابی ہریرہ — ؍؍ دار الفکر بیروت — ۲/۴۲۸
[4] مسند الامام اعظم مع تنسیق النظام — کتاب الصلٰوۃ — ؍؍ نور محمد اصح المطابع کراچی — ص ۵۸

marfat.com

وآیت:

وَمَا فَعَلْتُهٗ عَنْ اَمْرِیْ ذٰلِكَ تَاْوِیْلُ مَا لَمْ تَسْطِعْ عَّلَیْهِ صَبْرًا ۝[1] اور یہ کچھ میں نے اپنے حکم سے نہ کیا، یہ پھیر (علت و وجہ) ہے ان باتوں کا جس پر آپ سے صبر نہ ہو سکا۔ (ت)

وغیرہ ذلک آیات واحادیث سمجھ والوں کے لئے علمِ باطن اور اُس کے رجال و مضائق، مجال وحقائق، اقوال و دقائق افعال کا پتا دینے کو بہت ہیں،

ومن لم یجعل اللہ لہ نورًا فما لہ من نور ۝[2] اور جسے اللہ تعالیٰ نُور نہ دے اُس کے لئے کہیں نُور نہیں (ت)

یا نہ اس بحرِ عمیق کے لئے ساحل، نہ یہ حضرات اُس کی سیر کے قابل، نہ اس معنی سے اصل غرضِ سائل، لہذا فقیر این و آں سے قطع نظر کرکے نفسِ مرام مسئول عنہ کی طرف متوجہ ہوتا ہے یعنی نماز میں حضرات غیر مقلدین کی اقتدا کا حکم کیا ہے، اور از انجا کہ اس کی تنقیح اُن کی کشف بعض بدعات پر موقوف، لہذا اس بارے میں ایک اجمالی مقدمہ لکھ کر عنانِ قلم جانب جواب مصروف، ہر چند اس باب میں علماء متعدد تحریریں کرچکے مگر امید کرتا ہوں کہ بحول اللہ تعالیٰ یہ موجز تحریر کافی وکافل وافی وکامل شافی ونافع صافی وناصح واقع ہو وباللہ التوفیق وبہ الوصول الیٰ ذری التحقیق انہ نعم المولیٰ ونعم المعین والحمد للہ رب العٰلمین۔

مقدمۃ فی الکلام الاجمالی علی بدعۃ غیر المقلدین

یا معشر المسلمین یہ فرقۂ غیر مقلدین کہ تقلید ائمۂ دین کے دشمن اور بیچارہ عوام اہل اسلام کے رہزن ہیں، مذاہبِ اربعہ کو چوراہا بتائیں، ائمہ ہدیٰ کو احبار و رہبان ٹھہرائیں، سچے مسلمانوں کو کافر و مشرک بنائیں، قرآن وحدیث کی آپ سمجھ رکھنا، ارشاداتِ ائمہ کو جانچنا پرکھنا ہر عامی جاہل کا کام کہیں، بے راہ چل کر، بیگاہ مچل کر، حرامِ خدا کو حلال کردیں حلالِ خدا کو حرام کہیں، اُن کا بدعتی بدمذہب گمراہ بے ادب ضال مضل غوی مبطل ہونا نہایت جلی واظہر بلکہ عند الانصاف یہ طائفہ تالفہ بہت فرقِ اہلِ بدعت سے اشر واضر واشنع وافجر کما لایخفی علی ذی بصر (جیسا کہ کسی بھی صاحب بصیرت پر مخفی نہیں۔ ت) صحیح بخاری شریف میں تعلیقاً اور شرح السنۃ امام بغوی وتہذیب الآثار امام طبری میں موصولاً وارد:

کان ابن عمر یراھم شرار خلق اللہ وقال یعنی عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما خوارج کو بدترین

---

[1] القرآن ۱۸/ ۸۲

[2] القرآن ۲۴/ ۴۰

marfat.com

النّهی الاکید عن الصّلاۃ وراء عدی التقلید

(دشمنِ تقلید کے پیچھے نماز ادا کرنا سخت منع ہے)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الذی ھدانا السنن ٭ و وقانا المحن ٭ و جعل فینا کل امام حسن ٭ به یتأشی وعلیه یؤتمن ٭ و اغنانا ان نقتدی باھل الفتن ٭ والصلاۃ الحنانۃ والسلام الاحسن ٭ علی الامام الامین الامان الامن محمد مربی الروح والبدن ٭ واٰله وصحبه فی السر والعلن ٭ والائمۃ المجتھدین مصابیح الزمن ٭ کاشفی ما خفی و مظھری ما بطن ٭ الثقات السراۃ ھداۃ السنن ٭ السقاۃ الفراۃ من فراۃ السنن و علینا بھم یا عظیم المنن ٭ و اشھد ان

تمام خُوبیاں اُس ذاتِ اقدس کے لئے جس نے ہمیں صحیح راہ کی ہدایت عطا کی اور ہمیں محنت و مشقت سے بچا لیا، ہم میں اچھے و اعلیٰ امام بنائے جن کی اقتدا کی جاتی ہے اور ان پر اعتماد کیا جاتا ہے، ہمیں اہلِ فتن کی اقتدا سے محفوظ کیا۔ نہایت ہی عاجزانہ طور پر صلاۃ و سلام ہو اس امام و مقتدا پر جو امین، جائے پناہ اور سب سے بڑے محسن ہیں جن کا اسم مبارک محمد ہے جو رُوح و بدن کے مربّی ہیں، ان کی آل و اصحاب پر بھی سرّاً و جہراً، ان ائمہ مجتہدین پر بھی جو اپنے اپنے زمانے کے لئے چراغ ہیں، مخفی امور کو کھولنے اور باطنی معاملات کو ظاہر کرنے والے، رازوں کے پختہ محافظ سُنن نبی کی طرف ہادی، سنن کی نہر فرات سے مشکیزے بھر بھر کر پلانے والے، اے احسان فرمانے والے ان کے ساتھ ہم پر بھی رحمتوں کا نزول ہو۔ میں گواہی

marfat.com

اِس خبرِ صادق مخبرِ صادق صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مطابق عبدالوہاب نجدی کے پسرو اتباع نے بحکم آنکہ ع

پدر اگر نتواند پسر تمام کند

(باپ اگر نہ کر سکا تو بیٹا تمام (مکمل) کر دے گا)

تیرھویں صدی میں حرمینِ طیبین پر خروج کیا اور ناکردنی کاموں ناگفتنی باتوں سے کوئی دقیقہ زلزلہ وفتنہ کا اُٹھا نہ رکھا، وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون[1] اور اب جان جائیں گے ظالم کہ کس کروٹ پلٹا کھائیں گے۔ (ت)

حاصل اُن کے عقائد زائغہ کا یہ تھا کہ عالم میں وہی مشت ذلیل موحد مسلمان ہیں باقی تمام مومنین معاذ اللہ مشرک۔ اسی بنا پر اُنھوں نے حرمِ خدا وحرمِ مصطفےٰ علیہ افضل الصلوٰۃ والثناء کو عیاذاً باللہ دار الحرب اور وہاں کے سکانِ کرام ہمسایگانِ خدا و رسول کو (خاکم بدہانِ گستاخاں) کافر و مشرک ٹھہرایا اور بنامِ جہاد خروج کرکے لوائے فتنہ عظمٰی پر شیطنت کبرٰی کا پرچم اُڑایا۔ علامہ فہامہ خاتمۃ المحققین مولٰنا امین الدین محمد بن عابدین شامی قدس سرہ السامی نے کچھ تذکرہ اس واقعہ ہائلہ کا فرمایا رد المحتار حاشیہ درمختار کی جلد ثالث کتاب الجہاد باب البغاۃ میں زیر بیانِ خوارج فرماتے ہیں:

کما وقع فی زماننا فی اتباع ابن عبدالوھاب الذین خرجوا من نجد وتغلبوا علی الحرمین وکانوا ینتحلون مذھب الحنابلۃ لکنھم اعتقدوا انھم ھم المسلمون وان من خالف اعتقادھم مشرکون واستبحوا بذلک قتل اھل السنۃ وقتل علمائھم حتی کسر اللہ تعالٰی شوکتھم وخرب بلادھم وظفر بھم عساکر المسلمین عام ثلث وثلثین ومائتین والف[2]

یعنی خارجی ایسے ہوتے ہیں جیسا ہمارے زمانے میں پیروانِ عبدالوہاب سے واقع ہوا جنھوں نے نجد سے خروج کرکے حرمین محترمین پر تغلب کیا اور وہ اپنے آپ کو کہتے تو حنبلی تھے مگر اُن کا یہ عقیدہ تھا کہ بس وہی مسلمان اور جو اُن کے مذہب پر نہیں وُہ سب مشرک ہیں اس وجہ سے اُنھوں نے اہلسنت و علمائے اہلسنت کا قتل مباح ٹھہرالیا یہاں تک کہ اللہ تعالٰی نے اُن کی شوکت توڑ دی اور اُن کے شہر ویران کئے اور لشکرِ مسلمین کو اُن پر فتح بخشی ۱۲۳۳ھ میں۔

والحمد للہ رب العلمین۔

---

[1] القرآن ۲۶/ ۲۲۷

[2] رد المحتار کتاب الجہاد مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۳/ ۳۳۹

marfat.com

اس کی تصدیق پر اپنے دستخط کر دیے تھے جس کے شاہد بہت لوگ موجود ہیں اور اس کا کسی قدر ذکر رسالۂ تصریح الجاث فرید کوٹ کے صفحہ ۳۱ کے متن و حاشیہ میں مندرج ہے۔ پھر جب ریاست فرید کوٹ میں علمائے مقلدین کا مناظرہ ہُوا تھا تب بھی یہ مولوی صاحب بشمول علماء غیر مقلدین کے تھے اور ان کے زمرہ میں ریاست سے رخصت نامہ لے کر واپس آئے تھے جیسا کہ اشتہار ۱۱ فروری ۱۸۸۳ء مطبوعہ ریاست فرید کوٹ اس پر شاہد ہے اور رسالہ کے صفحہ ۷ میں بھی اس کا نام بزمرۂ غیر مقلدین شامل ہے۔ پھر مسائل اور واقعات ان کے بھی صریح غیر مقلدی کی دلیل ہیں جس کا نمونہ ایک یہ ہے کہ مسماۃ فاطمہ بنت امام الدین خاں کو جب اس کے شوہر نے مطلقہ کیا اور طلاق نامہ تحریر ہُوا تو بائیس روز بعد از اں عدت کے اندر ہی مولوی مشار الیہ نے اس مطلقہ کا نکاح بابو مین ملازم مسکوٹ لال کرتی سے منعقد کر دیا اور اس کی دلیل مولوی جمال الدین امام مسجد بوچڑاں کلاں کو دکھلائی کہ حدیث ترمذی سے ثابت ہے کہ خلع کی عدت ایک حیض ہوتا ہے، اس پر جواب دیا گیا کہ دینی کتابوں میں مثل فتح القدیر وغیرہ کے صریح لکھا ہے کہ خلع طلاق ہے بسند حدیث بخاری وغیرہ کے اور جمہور اماماں سلف و خلف کا یہی مذہب ہے کما فصل فی باب الخلع (جیسا کہ بابِ خلع میں تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ ت) اور بابِ عدت میں بھی مذکور ہے کہ طلاق اور خلع اور لعان سب کی عدت تین حیض ہیں اھ مترجماً، پس یہ نکاح عدت کے اندر حنفی مالکی شافعی سب کے نزدیک ناروا ہے جو شخص غیر مقلد ایسے اطوار کا طور رکھے اور حرام کو حلال بنا دینے تک نوبت پہنچائے تو اس کے پیچھے اقتدا روا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔ حررہ فقیر محمد فضل الرحمٰن امام جامع مسجد صدر بازار فیروزپور پنجاب ۱۰ شوال ۱۳۰۵ھ (محمد فضل الرحمٰن)

اللھم ھدایۃ الحق والصواب

الجواب

فقیر غفراللہ تعالٰی لہ کو زید و عمرو کی ذات سے غرض نہیں اور حضرات اولیائے کرام قدست اسرارہم کی شان عظیم میں بعد وضوح حق اُس کلمۂ ملعونہ کہنے کا جواب جو روزِ قیامت ملے گا بس ہے، وہ حضرات جرأت شعار جسارت و ثار جن کا مسلک عامۂ ائمہ و علمائے کبار کو عیاذاً باللہ مشرک بنائے اُن سے مدارک دقیقۂ حقائق اولیاء تک نہ پہنچنے کی کیا شکایت کی جائے علاوہ بریں یہ مسئلہ خود اس قابل کہ اس میں ایک رسالہ مستقلہ تصنیف میں آئے اور خدا انصاف دے تو حدیث بخاری:

حتی احببتہ فکنت سمعہ الذی یسمع بہ وبصرہ الذی یبصر بہ ویدہ	جب میں بندے کو محبوب بنا لیتا ہوں تو میں اس کی سمع (کان) بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے، اس کی آنکھ بنتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اس کا ہاتھ

marfat.com

ساتھی کدھر بچ کر جاتے ہیں، کیا تمہارا طائفہ ونیا کے پردے سے کہیں الگ بستا ہے، تم سب بھی اُنھیں شرار الناس وبدترین خلق میں ہوئے جن کے دل میں رائی کے دانے برابر ایمان کا نام نہیں اور دین کفار کی طرف پھر کر بتوں کی پوجا میں مصروف ہیں، سچ آیا حدیث[1] مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد کہ حبك الشئ یعمی و یصم[1] (شئ کی محبت تجھے اندھا اور بہرا کر دے گی۔ ت) شرک کی محبت نے اس ذی ہوش کو ایسا اندھا بہرا کر دیا کہ خود اپنے کفر کا اقرار کر بیٹھا، غرض تو یہ ہے کہ کسی طرح تمام مسلمان معاذ اللہ مشرک ٹھہریں اگرچہ پرائے شگون کو اپنا ہی چہرہ ہموار ہو جائے، اور اس بیباک چالاک کی نہایت عیاری یہ ہے کہ اُسی مشکوٰۃ کے اُسی باب لاتقوم الساعۃ الاعلی شرار الناس[2] میں اسی حدیث مسلم کے برابر متصل بلا فصل دوسری حدیث مفصل اسی صحیح مسلم کی عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہما سے وہ موجود تھی جس سے اس حدیث کے معنے واضح ہوتے اور اُس میں صراحۃً ارشاد ہوا تھا کہ یہ وقت کب آئے گا اور کیونکر آئے گا اور آغاز بت پرستی کا منشا کیا ہوگا، وہ حدیث مختصراً یہ ہے:

وعن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یخرج الدجال فی اُمتی فیمکث اربعین فیبعث اللہ عیسی بن مریم فیھلکه ثم یمکث فی الناس سبع سنین لیس بین اثنین عداوۃ ثم یرسل اللہ ریحا باردۃ من قبل الشام فلا یبقی علی وجه الارض احد فی قلبه مثقال ذرۃ من خیر او ایمان الا قبضته حتی لو ان احدکم دخل

یعنی عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں میری اُمت میں دجال نکل کر چالیس[ع] تک ٹھہرے گا پھر اللہ تعالےٰ عیسےٰ بن مریم علیہم الصلوٰۃ والسلام کو بھیجے گا وہ اُسے ہلاک کریں گے پھر سات برس تک لوگوں میں اس طرح تشریف رکھیں گے کہ کوئی دو دل آپس میں عداوت نہ رکھتے ہوں گے اس کے بعد اللہ تعالیٰ شام کی طرف سے ایک ٹھنڈی ہوا بھیجے گا کہ روئے زمین پر جس کے دل میں ذرہ برابر بھی ایمان

ع راوی نے کہا مجھے نہیں معلوم کہ چالیس دن فرمایا یا مہینے یا برس انتہی، اور دوسری حدیث میں چالیس دن کی تصریح ہے پہلا دن سال بھر کا، دوسرا ایک مہینہ کا، تیسرا ایک ہفتہ کا، باقی دن عام دنوں کی طرح رواہ مسلم عن النواس بن سمعان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی حدیث طویل ۱۲ منہ (م) (اسے امام مسلم نے حدیث طویل میں حضرات نواس بن سمعان رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت کیا۔ ت)

---

[1] مسند احمد بن حنبل باقی حدیث ابی الدرداء رضی اللہ عنہ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۵/۱۹۴

[2] مشکوٰۃ المصابیح کتاب الفتن باب لاتقوم الساعۃ الخ مطبع مجتبائی دہلی ص ۴۸۰

marfat.com

والطبرانی فی الکبیر عن[6] سلمان رضی اللہ تعالٰی عنہم۔

اور امام طبرانی نے المعجم الکبیر میں حضرت سلمان رضی اللہ تعالٰی عنہم سے روایت کیا ہے (ت)

وحدیث:

واذا احب اللہ عبداً لم یضرہ ذنب[1] اخرجہ الدیلمی والامام الاجل القشیری وابن النجار فی التاریخ عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

جب اللہ تعالٰی کسی بندے کو محبوب بنا لیتا ہے تو اسے کوئی گناہ ضرر نہیں دیتا۔ اسے دیلمی، امام اجل قشیری اور ابن نجار نے تاریخ میں حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ (ت)

وحدیث:

الدنیا والاٰخرۃ حرام علی اھل اللہ[2] اخرجہ فی مسند الفردوس عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

دنیا و آخرت اہل اللہ پر حرام ہیں۔ اسے مسند الفردوس میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا ہے (ت)

وحدیث[9]:

انزل القراٰن علی سبعۃ احرف، لکل حرف منہا ظھر وبطن ولکل حرف حد ولکل حد مطلع[3]۔ اخرجہ الطبرانی فی اکبر

قرآن سات حروف (لغتوں) پر نازل ہُوا، ہر حرف کے لئے ظاہر اور باطن ہے ہر حرف کے لئے ایک حد (انتہائے معنٰی) ہے اور ہر حد کے لئے ظاہر

---

[1] الرسالۃ القشیریۃ باب التوبہ مطبوعہ دار الکتب العربیۃ الکبرٰی مصطفی البابی مصر ص ۴۵
الفردوس بماثور الخطاب حدیث ۲۴۳۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲/ ۷۷

[2] " " " " " " ۳۱۱۰ " " " " " " ۲/ ۲۳۰

[3] المعجم الکبیر مروی از عبداللہ ابن مسعود حدیث ۱۰۱۰۷ مطبوعہ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱۰/ ۱۳۰
" " " " " حدیث ۸۶۶۷ و ۸۶۶۸ " " " " ۹/ ۱۴۶

ف: معجم کبیر میں مکمل حدیث ایک جگہ پر دستیاب نہیں ہوسکی بلکہ دو حصّوں میں مختلف مقامات سے ملی ہے جبکہ جامع صغیر مع فیض القدیر جلد ۳ مطبوعہ بیروت صفحہ ۵۴ پر یہ حدیث مکمل انہی الفاظ کے ساتھ موجود ہے اور حوالہ بھی طبرانی عن عبداللہ بن مسعود کا دیا ہے، ہوسکتا ہے اعلٰحضرت رحمہ اللہ نے جامع صغیر سے دیکھ کر یہ حدیث نقل کی ہو۔ مجمع الزوائد جلد ۷ مطبوعہ بیروت ص ۱۵۲-۱۵۳ پر بھی یہ حدیث از عبداللہ ابن مسعود منقول ہے۔ نذیر احمد

marfat.com

من النار[1] — دوزخ میں بنالے۔ (ت)

ایسوں کا مذہب معلوم اور عمل بالحدیث کا مشرب معلوم ع

قیاس کن ز گلستاں شان بہارِ شاں

جب اصول میں یہ حال ہے تو ظاہر ہے کہ فروعِ مسائل فقہیہ میں حدیثوں کی کیا کچھ گت نہ بناتے ہوں گے۔ پھر دعوی یہ ہے کہ ہم تو خیر البریہ یعنی قرآن اور قولِ خیر البریہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یعنی حدیث پر چلتے ہیں، سبحٰن اللہ یہ منہ اور یہ دعویٰ۔ سچ فرمایا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے:

یأتی فی اٰخرالزمان قوم حدثاء الاسنان سفھاء الاحلام یقولون من خیر قول البریۃ یمرقون من الاسلام کما یمرق السھم من الرمیۃ لا یجاوز ایمانھم حناجرھم[2]۔ اخرجہ البخاری ومسلم وغیرھما عن امیرالمؤمنین علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ واللفظ للبخاری فی فضائل القراٰن من الجامع الصحیح۔

آخر زمانہ میں کچھ لوگ حدیث السن سفیہ العقل آئیں گے کہ اپنے زعم میں قرآن یا حدیث سے سند پکڑیں گے وہ اسلام سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر نشانہ سے نکل جاتا ہے ایمان ان کے گلوں سے نیچے نہ اُترے گا۔ اسے بخاری ومسلم اور دیگر محدثین نے امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے روایت کیا اور مذکورہ الفاظِ حدیث جامع صحیح للبخاری کے باب فضائل القرآن سے لئے گئے ہیں۔

واقعی یہ لوگ اُن پرانے خوارج کے ٹھیک بقیہ ویادگار ہیں وہی مسئلے وہی دعوے وہی انداز وہی وتیرے، خارجیوں کا داب تھا اپنا ظاہر اس قدر متشرع بناتے کہ عوام مسلمین انھیں نہایت پابندِ شرع جانتے پھر بات بات پر عمل بالقرآن کا دعوی عجب دام در سبزہ تھا اور مسلک وہی کہ ہمیں مسلمان ہیں باقی سب مشرک۔ یہی رنگ ان حضرات کے ہیں آپ موحد اور سب مشرکین، آپ محمدی اور سب بددین، آپ عامل بالقرآن والحدیث اور سب چنین وچناں بزمِ خبیث، پھر ان کے اکثر متکلبین ظاہری پابندی شرع میں بھی خوارج سے کیا کم ہیں اہلسنت کان کھول کر سُن لیں کہ دھوکے کی ٹٹی میں شکار نہ ہوجائیں، ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحیح حدیث میں فرمایا:

---

[1] جامع الترمذی باب ماجاء فی تعظیم الکذب علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مطبوعہ امین کمپنی دہلی ۲/ ۹۰

[2] صحیح البخاری کتاب فضائل القرآن باب من رایا بقراءۃ القرآن الخ ؍؍ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۷۵۶

marfat.com

تعالیٰ علیہ وسلم، وقال او مانحن بمؤمنین، فقال لہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ذلک[1]۔ اخرجہ سیدی محمد بن علی الترمذی عن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

لائیں اس شخص نے حضور علیہ السلام کی خدمت اقدس میں شکایت کرتے ہوئے عرض کیا کیا ہم اہلِ ایمان نہیں ہیں؟ اس موقعہ پر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مذکورہ جملہ فرمایا تھا۔ اس کو سیدی محمد بن علی ترمذی نے حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔[1] (ت)

وحدیث[13]:

کان عبد اللہ بن رواحۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اذا لقی الرجل من اصحاب النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یقول تعال نؤمن بربنا ساعۃ فقال ذات یوم لرجل فغضب الرجل فجاء الی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فقال یا رسول اللہ الا تری الی ابن رواحۃ یرغب عن ایمانک الی ایمان ساعۃ فقال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یرحم اللہ ابن رواحۃ انہ یحب المجالس التی تباھی بھا الملئکۃ علیھم السلام۔ رواہ احمد بسند حسن عن انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

حضرت عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا معمول تھا جب بھی کسی صحابیِ رسول سے ملاقات ہوتی تو کہتے آؤ ہم اپنے رب کے ساتھ ایک گھڑی ایمان لائیں، ایک دن آپ نے یہی بات ایک شخص سے کہی تو وہ ناراض ہوگیا اور بارگاہِ نبوی میں حاضر ہوکر عرض کیا یا رسول اللہ! آپ نے عبد اللہ بن رواحہ کے بارے میں نہیں سنا وہ تو آپ پر ایمان لانے کی بجائے ایک گھڑی ایمان کی طرف رغبت دلاتا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا عبد اللہ بن رواحہ پر اللہ تعالیٰ رحم فرمائے وہ ایسی مجالس کو پسند کرتا ہے جس پر ملائکہ بھی فخر کرتے ہیں۔ اسے امام احمد نے سندِ حسن کے ساتھ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔[2] (ت)

وحدیثِ[14] ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

حفظت عن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وعائین فاما احدھما

میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے علم کے دو برتن حاصل کئے ہیں ایک کو بیان کرتا ہوں اگر

---

[1] نوادر الاصول الاصل الثانی والسبعون فی الذکر الخفی مطبوعہ دار صادر بیروت ص ۱۱۰

[2] مسند احمد بن حنبل از مسند انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۳/۲۶۵

marfat.com

بالجملہ یہ حضرات خوارج نہروان کے رشید پس ماندے بلکہ غلو و بیباکی میں اُن سے بھی آگے ہیں یہ انھیں بھی نہ سُوجھی تھی کہ شرک و کفر تمام مسلمین کا دعوٰی اس حدیث سے ثابت کر دکھاتے جس سے ذی ہوش مذکور نے استدلال کیا

ع طرفہ شاگردے کہ میگوید سبق استاد را

(کتنا اچھا شاگرد ہے کہ استاد کو بھی سبق سکھاتا ہے)

مگر حضرت حق عزّ وجل کا حسنِ انتقام لائقِ عبرت ہے چاہ کن را چاہ درپیش من حفر بیرا لاخیہ فقد وقع فیہ (جو شخص کسی کے لئے کنُواں کھودتا ہے خود اس میں گرتا ہے۔ ت) حدیث سے سند لائے تھے مسلمانوں کے کافر مشرک بنانے کو اور بحمد اللہ خود اپنے مشرک و کافر ہونے کا اقرار کرلیا کہ جب یہ وقت وہی ہے کہ رُوئے زمین پر کوئی مسلمان نہیں تو یہ مستدل بھی انھیں کافروں میں کا ایک ہے قضی الرجل علی نفسہ (آدمی نے اپنے خلاف فیصلہ کیا۔ ت) اقرار مرد آزار مرد، المرء ھو اخذ باقرارہ (آدمی اپنے اقرار پر گرفتار ہوتا ہے۔ ت) مدہوش بیچارہ خود کردہ را علاجے نیست میں گرفتار ہُوا، اور مسلمانوں کو تو خدا کی امان ہے اُن کے لئے اُن کے سچّے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے سچّی بشارت آئی ہے کہ یہ اُمتِ مرحومہ ہرگز شرک اور غیر خدا کی پرستش نہ کرے گی۔

امام احمد[1] مسند اور ابن ماجہ سنن اور حاکم مستدرک اور بیہقی شعب الایمان میں حضرت شداد بن اوس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی حضور پُرنور سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اپنی اُمّت کی نسبت فرماتے ہیں؛

اما انھم لا یعبدون شمسا ولا قمرا ولا حجرا ولا وثنا ولکن یراؤن باعمالھم[1] — خبردار ہو بیشک وُہ نہ سُورج کو پُوجیں گے نہ چاند کو نہ پتھر کو نہ بُت کو، ہاں یہ ہوگا کہ دکھاوے کے لئے اعمال کرینگے۔

اسی لئے جب قیامت آنے کو ہوگی اور شرک محض کا وقت آئیگا ہوا بھیج کر مسلمانوں کو اٹھالیں گے والحمد للہ رب العٰلمین۔ پھر اہلِ عرب کے لئے خاص مژدہ ارشاد ہوا ہے کہ وُہ ہرگز شیطانی پرستش میں مبتلا نہ ہوں گے۔

احمد[2] و مسلم و ترمذی حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں؛

ان الشیطٰن قد یئس ان یعبدہ المصلون فی جزیرۃ العرب ولکن فی التحریش بینھم[2] — بیشک شیطان اس سے نااُمید ہوگیا ہے کہ جزیرۂ عرب کے نمازی اُسے پُوجیں، ہاں اُن میں جھگڑے اُٹھانے کی طمع رکھتا ہے۔

---

[1] المسند لامام احمد بن حنبل — حدیث شداد بن اوس رضی اللہ عنہ — مطبوعہ دارالفکر بیروت ۴/۱۲۴

[2] 〃 〃 〃 — از مسند جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ — 〃 کتب خانہ رشیدیہ ۳/۳۵۴

صحیح مسلم — باب تحریش الشیطان الخ — مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۲/۳۷۶

جامع الترمذی — باب ماجاء فی التباغض — 〃 امین کمپنی دہلی ۲/۱۶

marfat.com

وآیت [1]:

قَالَ فَإِنِ اتَّبَعْتَنِي فَلَا تَسْأَلْنِي عَن شَيْءٍ حَتَّىٰ أُحْدِثَ لَكَ مِنْهُ ذِكْرًا

کہا تو اگر آپ میرے ساتھ رہتے ہیں تو مجھ سے کسی بات کو نہ پوچھنا جب تک میں خود اس کا ذکر نہ کروں۔ (ت)

وآیت [2]:

فَانطَلَقَا حَتَّىٰ إِذَا رَكِبَا فِي السَّفِينَةِ خَرَقَهَا قَالَ أَخَرَقْتَهَا لِتُغْرِقَ أَهْلَهَا لَقَدْ جِئْتَ شَيْئًا إِمْرًا ۞ قَالَ أَلَمْ أَقُلْ إِنَّكَ لَن تَسْتَطِيعَ مَعِيَ صَبْرًا [3]

اب دونوں چلے یہاں تک کہ جب کشتی میں سوار ہوئے تو اس بندہ نے اسے چیر ڈالا موسٰی علیہ السلام نے کہا کیا تم نے اسے اس لئے چیرا ہے کہ اس کے سواروں کو ڈبو دو بیشک یہ تم نے بری بات کی کہا میں نہ کہتا تھا کہ آپ میرے ساتھ ہرگز نہ ٹھہر سکیں گے۔ (ت)

وآیت [4]:

فَانطَلَقَا حَتَّىٰ إِذَا لَقِيَا غُلَامًا فَقَتَلَهُ قَالَ أَقَتَلْتَ نَفْسًا زَكِيَّةً بِغَيْرِ نَفْسٍ لَّقَدْ جِئْتَ شَيْئًا نُّكْرًا [5] ۞ قَالَ أَلَمْ أَقُل لَّكَ إِنَّكَ لَن تَسْتَطِيعَ مَعِيَ صَبْرًا [6]

پھر دونوں چلے یہاں تک کہ جب ایک لڑکا ملا تو اس بندہ نے اسے قتل کر دیا۔ موسٰی علیہ السلام نے کہا کیا تم نے ایک ستھری جان بےکسی جان کے بدلے قتل کر دی، بیشک تم نے بہت بُری بات کی، کہا میں نے آپ سے نہ کہا تھا کہ آپ ہرگز میرے ساتھ نہ ٹھہر سکیں گے (ت)

وآیت:

قَالَ هَٰذَا فِرَاقُ بَيْنِي وَبَيْنِكَ سَأُنَبِّئُكَ بِتَأْوِيلِ مَا لَمْ تَسْتَطِع عَّلَيْهِ صَبْرًا [7]

کہا یہ (وقت) میری اور آپ کی جُدائی کا ہے اب میں آپ کو ان باتوں کا پھیر (یعنی علت و وجہ) بتاؤں گا جن پر آپ سے صبر نہ ہوسکا۔ (ت)

---

[1] القرآن ۱۸/۷۰
[2] القرآن ۱۸/۷۱
[3] القرآن ۱۸/۷۲
[4] القرآن ۱۸/۷۴
[5] القرآن ۱۸/۷۵
[6] القرآن ۱۸/۷۸

marfat.com

سے مروی حضور پُرنور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں،

ان الدین لیأرز الی الحجاز کما تأرز الحیۃ الی جحرھا ولیعقلن الدین من الحجاز معقل الاروِیۃ من الجبل[1]

بیشک دین حجاز کی طرف ایسا سمٹے گا جیسے سانپ اپنی بل کی طرف، اور بیشک دین حرمین طیبین کو ایسا اپنا مسکن و مامن بنائے گا جیسے پہاڑی بکری پہاڑ کی چوٹی کو۔

پھر مدینۃ امینہ کا کہنا ہی کیا ہے کہ وُہ تو خاصوں کا خاص اور دین متین کا اول و آخر ملجا و مناص ہے صلی اللہ تعالیٰ علی من جعلھا ھکذا وبارک وسلم (اللہ تعالیٰ اس ذاتِ اقدس پر رحمتیں، برکتیں اور سلام نازل فرمائے جس نے شہر مدینہ کو یہ شرف بخشا۔ ت) اُس کی نسبت بالتخصیص ارشاد ہوا:

ان الایمان لیأرز الی المدینۃ کما تأرز الحیۃ الی جحرھا[2]۔ رواہ الائمۃ احمد والبخاری ومسلم وابن ماجۃ عن ابی ھریرۃ وفی الباب عن سعد بن ابی وقاص وغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنھم۔

بیشک ایمان مدینے کی طرف یُوں سمٹے گا جیسے سانپ اپنی بل کی طرف۔ اسے ائمہ کرام احمد، بخاری، مسلم اور ابن ماجہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ اس معاملہ میں حضرت سعد بن ابی وقاص اور دیگر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بھی حدیث مروی ہے۔

انصاف کیجئے تو صرف یہی حدیثیں اور اُن کی مثال ان سفہا کے ابطال مذہب میں کافی ووافی و برہان شافی کہ اگر ان کا مذہب حق ہے تو اہلِ مدینہ و اہلِ مکہ و اہلِ حجاز و اہل عرب و اہل تمام بلاد دارالاسلام سب کے سب معاذ اللہ مشرکین بے دین ہیں اور مسلمان صرف یہی ہند کے چند بے لجام کثیر الحیف یا نجد کے بعض بے مہار بقیۃ السیف انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اسی طرح وُہ متواتر حدیثیں ان کی مبطل مذہب جن میں ارشاد ہُوا کہ اس اُمّتِ مرحومہ کا بڑا حصہ ہرگز گمراہی پر مجتمع نہ ہوگا، میں اُن کی وفور کثرت و کمال شہرت کے سبب یہاں اُن کی نقل سے دست کشی کرتا ہوں اِن شاء اللہ تعالیٰ تحریر جُداگانہ میں اُن کی شوکتِ قاہرہ کو جلوہ دیا جائے گا، ہر مسلمان اور یہ حضرات خود بھی جانتے ہیں کہ تمام بلادِ اسلامیہ میں اُمّتِ مرحومہ مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کروڑوں اربوں آدمی بارك اللہ تعالیٰ

---

[1] جامع الترمذی باب ماجاء ان الاسلام بدأ غریبا الخ مطبوعہ امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۲/۸۷

[2] صحیح البخاری باب الایمان یأرز الی المدینہ 〃 قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۵۲

marfat.com

انّھم انطلقوا الٰی اٰیاتٍ نزلت فی الکفار فجعلوھا علی المؤمنین[1]۔

خلق اللہ جانتے کہ انھوں نے وہ آیتیں جو کافروں کے حق میں اتریں اُٹھا کر مسلمانوں پر رکھ دیں۔

بعینہٖ یہی حالت ان حضرات کی ہے۔ آیۂ کریمہ :

اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَھُمْ وَرُھْبَانَھُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ[2]۔

اُنھوں نے اپنے پادریوں اور جوگیوں کو اللہ تعالٰی کے سوا خدا بنالیا۔ (ت)

کہ کفار اہلِ کتاب اور اُن کے عمائد وارباب میں اُتری ہمیشہ یہ بیباک لوگ اہلِ سنّت وائمۂ اہلِ سنّت کو اس کا مصداق بناتے ہیں۔ علامہ طاہر پر رحمتِ غافر کہ مجمع بحار الانوار میں قول ابنِ عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما نقل کرکے فرماتے ہیں :

قال المذنب تاب اللہ علیہ واشرمنھم من یجعل اٰیات اللہ فی شرار الیھود علی علماء الامۃ المعصومۃ المرحومۃ طھر اللہ الارض عن رجسھم[3]۔

مذنب کہتا ہے اللہ تعالٰی اس پر رحم فرمائے، ان خارجیوں سے بدتر وہ لوگ ہیں کہ اشرار یہود کے حق میں جو آیتیں اُتریں انھیں اُمّت محفوظہ مرحومہ کے علماء پر ڈھالتے ہیں اللہ تعالٰی زمین کو اُن کی خباثت سے پاک کرے۔ (ت)

اصل اس گروہ ناحق پژوہ کی نجد سے نکلی، صحیح بخاری شریف میں ہے :

عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنھما قال ذکر النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فقال اللّٰھم بارك لنا فی شامنا اللّٰھم بارك لنا فی یمننا قالوا یا رسول اللہ وفی نجدنا قال اللّٰھم بارك لنا فی شامنا اللّٰھم بارك لنا فی یمننا قالوا یا رسول اللہ وفی نجدنا فاظنّہ قال فی الثالثۃ ھناك الزلازل والفتن وبھا یطلع قرن الشیطان[4]۔

نافع سے ابنِ عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت ہے کہ حضور پُرنور سیّدِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے دُعا فرمائی الٰہی! ہمارے لئے برکت دے ہمارے شام میں، ہمارے لئے برکت رکھ ہمارے یمن میں۔ صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ! ہمارے نجد میں۔ حضور نے دوبارہ وہی دُعا کی الٰہی! ہمارے لئے برکت کر ہمارے شام میں، الٰہی! ہمارے لئے برکت بخش ہمارے یمن میں۔ صحابہ نے پھر عرض کی یا رسول اللہ! ہمارے نجد میں۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما فرماتے ہیں میرے گمان میں تیسری دفعہ حضور نے نجد کی نسبت فرمایا : وہاں زلزلے اور فتنے ہیں اور وہیں سے نکلے گا شیطان کا سینگ۔ (ت)

---

[1] الصحیح البخاری کتاب استتابۃ المعاندین باب قتال الخوارج والملحدین الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۰۲۴

[2] القرآن ۹/ ۳۱

[3] مجمع بحار الانوار تحت لفظ حدث مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۱/ ۲۴۲

[4] الصحیح للبخاری کتاب الفتن باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم الفتنۃ من قبل المشرق مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۰۵۰
باب ما قیل فی الزلازل والآیات " ۱/ ۱۴۱

marfat.com

آمدہ باکفار مداہنتہ نمودہ و دارالاسلام را دار الکفر ساختہ اند ہرگاہ در ملکے تشیع رائج شد فتنہ و فساد و نفاق فیما بین فوج فوج باریدہ، حالت ہندوستان باید دید و حالت ملک عرب و شام و روم را باد ے باید سنجید[1] اھ ملخصاً۔

انھوں نے مداہنت بالکفار سے کام لیتے ہوئے دارالاسلام کو دارالکفر بنادیا، جہاں کسی ملک میں اہلِ تشیع کا غلبہ ہوا فتنہ وفساد اور نفاق کے باعث لوگ آپس میں گروہوں میں بٹ گئے، ہندوستان کی حالت دیکھ لو اور ملک عرب، شام اور روم کو اس پر قیاس کرلو اھ ملخصاً (ت)۔

یہ سب باتیں بھی حرف بحرف اس طائفہ جدیدہ پر منطبق اول تو انھیں نکلے ایسے کے دن ہوئے تاہم جب سے سر ابھارا اسار اغصہ مسلمانوں ہی پر اتارا ہمیشہ مسلمانوں کو مشرک کہا مسلمانوں ہی کے قتل وغارت کا حوصلہ رہا، آخر کچھ دنوں شوکت بھی پائی، فوج وجمعیت بھی ہاتھ آئی، پھر کون سا ملک کافروں سے لیا، کون سا حملہ مشرکوں پر کیا، ہاں خدا و مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے شہروں کو دارالحرب بتایا، لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ ماننے والوں کا خون بہایا، آدمی کو جب قوت ملتی ہے دل کی دبی بھڑک کر جلتی ہے جن سے غیظ تھا انھیں پر ٹوٹے، خدا و مصطفٰی کے شہر لوٹے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ وسیعلم الظالم این المثوی (عنقریب ظالم جان لے گا کہ اس کا ٹھکانا کہاں ہے۔ ت) جب وہاں ان کا ستارہ لشکر سلطانی نے گرفتار بیت الوبال کیا ان آزاد بلاد نے جہاں نہ کوئی پرسان سنت نہ خبر گیران ملت انھیں جلك علی غاربك (تیری رسی تیرے کاندھے پر ہے۔ ت) کہہ کرلیا قدموں کی برکت کہاں جائے جب نجد اجاڑ کر ہند میں آئے یہاں ان کے دم سے جو فتنہ وفساد پھیلے باہم مسلمانوں میں نفاق وشقاق کے چشمے ابلے، ظاہر وعیاں ہیں، کس پر نہاں ہیں، خصوصاً ان شہروں کی تو پوری شامت جن میں ان کے عمائد کی کثرت کچھ دین قدیم پر جھگڑ رہے ہیں کچھ بگڑ گئے کچھ بگڑ رہے ہیں، باپ سنی ذریت دہابی، شوہر سنی عورت وہابی، گھر گھر فتنے آئے دن فساد، عیش منغص چین برباد، ابتداءً بانی ثانی نے بھی وہی رنگ جمائے، بلادِ اسلام دارالکفر ٹھہرائے، جس سال نجد میں ان کے اکابر کا قلع قمع ہوا اور پرسُن چکے کہ ۱۲۳۳ھ تھا اُسی سال سے اُنھوں نے یہاں کے شہروں پر یہ فتوٰی دیا، امام الطائفہ نے ترغیب جہاد کے ضمن میں لکھا:

ہندوستان را دریں جزو زمان کہ ۱۲۳۳ھ یک ہزار و دو صد و سی و سوم ست اکثرش دریں ایام دار الحرب گردیدہ[2]۔

ہندوستان کا، اس وقت یعنی ۱۲۳۳ھ میں کہ اس کا اکثر حصہ دارالحرب قرار دیا جا چکا ہے۔ (ت)

---

[1] تحفہ اثنا عشریہ فصل دوم در مکائد جزئیہ روافض الخ کید یازدہم مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۳۷

[2] صراطِ مستقیم فصل چہارم افادہ ۵ مطبوعہ المکتبۃ السلفیہ لاہور ص ۶۵

marfat.com

غرض یہ فتنۂ شنیعہ وہاں سے مطرود او رخدا و رسول کے پاک شہروں سے مدفوع و مردود ہوکر اپنے لئے جگہ ڈھونڈتا ہی تھا کہ نجد کے ٹیلوں سے اس دار الفتن ہندوستان کی نرم زمین اسے نظر پڑی، آتے ہی یہاں اپنے قدم جمائے، بانیِ فتنہ نے کہ اس مذہب نامہذب کا معلم ثانی ہوا وہی رنگ آہنگ کفر و شرک پکڑا کہ ان معدودے چند کے سوا تمام مسلمان مشرک، یہاں یہ طائفہ بحکم اَلَّذِیْنَ فَرَّقُوْا دِیْنَهُمْ وَكَانُوْا شِیَعًا[1] (وہ لوگ جنھوں نے اپنے دین میں جُدا جُدا راہیں نکالیں اور کئی گروہ ہوگئے۔ ت) خود متفرق ہوگیا ایک فرقہ بظاہر مسائل فرعیہ میں تقلیدِ ائمہ کا نام لیتا رہا دوسرے نے ع

قدمِ عشق پیشتر بہتر

(عشق کا قدم آگے بڑھانا ہی بہتر ہے)

کہہ کر اسے بھی بالائے طاق رکھا، چلئے آپس میں چل گئی وہ انھیں گمراہ یہ اُنھیں مشرک کہنے لگے مگر مخالفتِ اہلسنّت و عداوتِ اہلِ حق میں پھر ملۃ واحدۃ رہے، ہر چند ان اتباع نے بھی تکفیر مسلمین میں اپنی چلتی گئی نہ کی لیکن پھر کلام الامام امام الکلام (امام کا کلام، کلام کا امام ہوتا ہے۔ ت) ان کے امام و بانی و ثانی کو شرک و کفر کی وہ تیز و تند چڑھی کہ مسلمانوں کے مشرک کافر بنانے کو حدیث صحیح مسلم؛

لایذھب اللیل والنھار حتی یعبد اللات والعزّٰی (الٰی قولہ) یبعث اللہ ریحا طیبۃ فتوفی کل من کان فی قلبہ مثقال حبۃ من خردل من ایمان فیبقی من لاخیر فیہ فیرجعون الٰی دین اٰبائھم[2]

مشکوٰۃ کے باب لاتقوم الساعۃ الاعلٰی شرار الناس[3] سے نقل کرکے بے دھڑک زمانۂ موجود پر جما دی جس میں حضور سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ "زمانہ فنا نہ ہوگا جب تک لات و عزّٰی کی پھر پرستش نہ ہو اور وُہ یوں ہوگی کہ اللہ تعالٰی ایک پاکیزہ ہوا بھیجے گا جو ساری دنیا سے مسلمانوں کو اُٹھالے گی جس کے دل میں رائی کے دانے برابر ایمان ہوگا انتقال کرے گا جب زمین میں نِرے کافر رہ جائیں گے پھر بُتوں کی پُوجا بدستور جاری ہوجائے گی"۔ اس حدیث کو نقل کرکے صاف لکھ دیا سو پیغمبرِ خدا کے فرمانے کے موافق ہوا، اناللہ وانا الیہ راجعون۔ ہوشمند نے اتنا بھی نہ دیکھا کہ اگر یہ وہی زمانہ ہے جس کی خبر حدیث میں دی ہے تو واجب ہُوا کہ رُوئے زمین پر مسلمان کا نام و نشان باقی نہ ہو بھلے مانس اب تُو اور تیرے

---

[1] القرآن ۶/ ۱۵۹

[2] صحیح مسلم کتاب الفتن واشتراط الساعۃ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۲/ ۳۹۴

[3] مشکوٰۃ المصابیح کتاب الفتن باب لاتقوم الساعۃ الاعلٰی شرار الناس مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ص ۴۸۰

marfat.com

اُس کی طرف توجہ کا خیال ہے فاقول مستعینا بالقریب المجیب وما توفیق الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب۔

الشروع فی الجواب بتوفیق الملک الوہاب

بلاشبہہ غیر مقلد کے پیچھے نماز مکروہ وممنوع ولازم الاحتراز، اُنھیں باختیار خود امام کرنا تو ہرگز کسی سُنّی محبِّ سنّت وکارہ بدعت کا کام نہیں، اور جہاں وہ امام ہوں اور منع پر قدرت نہ ہو سُنّی کو چاہئے دوسری جگہ امام صحیح العقیدہ کی اقتداء کرے حتی کہ جمعہ میں بھی جبکہ اور جگہ مل سکے۔ امام محقق ابن الہمام فتح القدیر شرح ہدایہ میں فرماتے ہیں:

یکرہ فی الجمعۃ اذا تعددت اقامتہا فی المصر علی قول محمد وھو المفتی بہ لانہ بسبیل من التحول[1]

امام محمد کے مفتی بہ قول کے مطابق جمعہ میں فاسق بدعتی کی اقتداء مکروہ ہے جبکہ شہر میں جمعہ متعدد مقامات پر قائم ہوتا ہو کیونکہ اس صورت میں دوسرے مقام پر منتقل ہونا ممکن ہے (ت)

اور اگر بمجبوری اُن کے پیچھے پڑھ لی یا پڑھنے کے بعد حال کھلا تو نماز پھیر لے اگرچہ وقت جاتا رہا ہو اگرچہ مدت گزر چکی ہو کما حققہ المولی الفاضل سیدی امین الدین محمد بن عابدین الشامی رحمہ اللہ تعالٰی فی رد المحتار (جیسا کہ ہمارے عظیم فاضل سیدی امین الدین محمد بن عابدین شامی رحمہ اللہ تعالٰی نے رد المحتار میں اس کی تحقیق کی ہے۔ ت) فقیر غفر اللہ تعالٰی لہ اس حکم کو پانچ دلیلوں سے روشن کرتا ہے، وباللہ التوفیق۔

دلیل اوّل

یہ تو خود واضح اور ہماری تقریر سابق سے لائح کہ طائفہ مذکورہ بدعتی بلکہ بدترین اہلِ بدعت سے ہے، اور فاضل علّامہ سیّدی احمد مصری طحطاوی رحمۃ اللہ تعالٰی حاشیۂ دُرِمختار میں ناقل:

من شذّ عن جمھور اھل الفقہ والعلم والسواد الاعظم فقد شذّ فیما یدخلہ

یعنی جو شخص جمہور اہلِ علم وفقہ وسوادِ اعظم سے جُدا ہو جائے وہ ایسی چیز کے ساتھ تنہا ہوا جو اُسے

---

[1] فتح القدیر باب الامامۃ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۳۰۴

marfat.com

فی کبد جبل لدخلتہ علیہ حتی تقبضہ قال فیبقی شرار الناس فی خفۃ الطیر واحلام السباع لا یعرفون معروفا ولا ینکرون منکرا فیتمثل لہم الشیطان فیقول الا تستحیون فیقولون فما تأمرنا فیامرھم بعبادۃ الاوثان ثم ینفخ فی الصور[1] (ملخصا)۔ (رواہ مسلم)

ہوگا اُس کی رُوح قبض کرلے گی یہاں تک کہ اگر تم میں کوئی پہاڑ کے جگر میں چلا جائے گا تو وہ ہوا وہاں جاکر بھی اُس کی جان نکال لے گی اب بدترین خلق باقی رہ جائیں گے فسق وشہوت میں پرندوں کی طرح ہلکے سُبک اور ظلم وشدّت میں درندوں کی طرح گراں و سخت جو اصلا نہ کبھی بھلائی سے آگاہ ہوں گے نہ کسی بدی پر انکار کریں گے شیطان ان کے پاس آدمی کی شکل بن کر آئے گا اور کہے گا تمھیں شرم نہیں آتی یہ کہیں گے پھر تو ہمیں کیا حکم کرتا ہے وہ اُنھیں بُت پرستی کا حکم دے گا اس کے بعد نفخ صور ہوگا (ملخصاً)۔

عیّار ہوشیار اس حدیث کو الگ بچا گیا کہ یہاں تو سارے مکر کی قلعی کھلتی اور صاف ظاہر ہوتا کہ حدیث میں جس زمانے کی خبر دی ہے وہ بعد خروج وہلاک دجال وانتقال عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے آئے گا اُس وقت کے لئے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کہ رُوئے زمین پر کوئی مسلمان نہ رہے گا جس طرح احمد و مسلم وترمذی کی حدیث میں انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے آیا سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

لاتقوم الساعۃ حتی لایقال فی الارض اللہ اللہ[2]۔

قیامت نہ آئے گی جب تک کہ زمین میں کوئی اللہ اللہ کہنے والا رہے۔

اللہ اللہ یہ حدیث بھی مشکوٰۃ بحوالہ مسلم اسی باب کے شروع میں ہے مزوّر چالاک ولدادہ اشراک برابر کی حدیثیں نقل کرتا تو مسلمانوں کو کافر ومشرک کیونکر بناتا اور اس جھوٹے دعوے کی گنجائش کہاں سے پاتا کہ اپنے زمانے کی نسبت کہہ دیا، سو پیغمبر خدا کے فرمانے کے موافق ہُوا۔ مسلمان دیکھیں کہ جو عیار صریح واضح متداول حدیثوں میں ایسی معنوی تحریفیں کریں بے پر کی اڑانے میں اپنے باطنی معلم کے بھی کان کتریں جھوٹے مطلب دل سے بنائیں اور انھیں مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا مقصود ٹھہرائیں حالانکہ حضور سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم متواتر حدیث میں ارشاد فرمائیں:

من[3] کذب علیّ متعمدا فلیتبوأ مقعدہ

جو جان بُوجھ کر مجھ پر جھوٹ باندھے وہ اپنا ٹھکانا

---

[1] صحیح مسلم کتاب الفتن باب الدجال مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۲/ ۴۰۳

[2] 〃 〃 〃 باب ذہاب الایمان آخرالزمان 〃 〃 〃 ۱/ ۸۴

مسند احمد بن حنبل از مسند انس رضی اللہ عنہ 〃 دارالفکر بیروت ۳/ ۱۰۷، ۲۰۱، ۲۶۸

marfat.com

تحریمی ہے یعنی حرام کی مقارب، گناہ کی جالب، اعادۂ نماز کی موجب۔

كما اثبتنا عليه عرش التحقيق بحول ربنا ولى التوفيق فى تحريرلنا مستقل انيق واجبنا فيه عما يترائ من خلاف هذا القول التحقيق بقبول اهل التدقيق ولنذكر طرفا من الكلام افادة لمزيد التوثيق۔

جیسا کہ اس پر ہم نے اپنی مستقل تصنیف لطیف میں اپنے رب کے فضل وکرم سے خوب تحقیق کی ہے اور اس محقق قول کے خلاف شبہات کا جواب بڑی دقیق نظر سے دیا ہے، مزید توثیق کے لئے کچھ گفتگو یہاں کردیتے ہیں۔ (ت)

علما فرماتے ہیں نماز اعظم شعائرِ دین ہے اور مبتدع کی توہین شرعاً واجب، اور امامت میں اس کی توقیر وتعظیم مقصودِ شرع سے بالکل مجانب۔ طبرانی معجم کبیر[32] میں عبداللہ بن بسر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے موصولاً اور بیہقی شعب الایمان[33] میں ابراہیم بن میسرہ مکی سے مرسلاً راوی حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من وقر صاحب بدعة فقد اعان على هدم الاسلام[1]۔

جو کسی بدعتی کی توقیر کرے اس نے دینِ اسلام کے ڈھانے پر مدد کی۔

[34]

اقول وباللہ التوفیق اوّلاً ظاہر ہے کہ امام سردار ہوتا ہے اور مقتدی اس کے پیرو۔ حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

انما جعل الامام ليؤتم به[2]۔ رواه الائمة احمد والبخارى ومسلم وغيرهم عن ام المؤمنين الصديقة وعن[35] انس بن مالك رضى الله تعالٰى عنهما۔

امام تو اسی لئے مقرر ہوا ہے کہ اس کی پیروی کی جائے۔ اس کو ائمہ کرام احمد، بخاری، مسلم وغیرہ نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا ہے۔

اور حدیث میں ہے حضور سید[36] عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اذا مدح الفاسق غضب الرب واهتز لذلك العرش[3] رواه الامام ابوبكر بن ابى الدنيا

جب فاسق کی مدح کی جاتی ہے رب تبارک وتعالٰی غضب فرماتا ہے اور اس کے سبب عرشِ الٰہی

---

[1] شعب الایمان باب ۲۶ فصل فی مجانبۃ الفسقۃ والمبتدعۃ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۷/ ۶۱

[2] صحیح البخاری کتاب الاذان باب انما جعل الامام لیؤتم بہ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۹۶، ۹۵

[3] الکامل لابن عدی ترجمہ سابن عبداللہ الرقی مطبوعہ دار الفکر بیروت ۳/ ۱۳۰۷ اور ۵/ ۱۹۱۷

شعب الایمان مطبوعہ بیروت ۴/ ۲۳۰، تاریخ ابن عساکر مطبوعہ بیروت ۶/ ۴۰

تاریخ بغداد مطبوعہ بیروت ۷/ ۲۹۸ اور ۸/ ۴۲۸

marfat.com

تحقرون صلاتکم مع صلاتھم وصیامکم مع صیامھم وعملکم مع عملھم[1]۔

تم حقیر جانو گے اپنی نمازوں کو ان کی نمازوں کے سامنے اور اپنے روزے اُن کے روزوں کے سامنے اور اپنے اعمال اُن کے اعمال کے مقابل۔

باایں ہمہ ارشاد فرمایا:

ویقرؤن القراٰن لا یجاوز حناجرھم یمرقون من الدین کما یمرق السھم من الرمیۃ[2]۔ رواہ البخاری ومسلم عن ابی سعید الخدری رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

ان اعمال پر ان کا یہ حال ہوگا کہ قرآن پڑھیں گے پر گلوں سے تجاوز نہ کرے گا دین سے نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے۔ اسے بخاری ومسلم دونوں نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔

پھر شانِ خدا کہ ان مذہبی باتوں میں خارجیوں کے قدم بقدم ہونا درکنار خارجی بالائی باتوں میں بھی بالکل یک رنگی ہے انھیں ابوسعید رضی اللہ تعالٰی عنہ کی حدیث میں ہے:

قیل ماسیماھم قال سیماھم التحلیق[3]۔ رواہ البخاری ولیس بعدہ فی الجامع الصحیح الاحدیث واحد۔

عرض کی گئی، یارسول اللہ! اُن کی علامت کیا ہوگی؟ فرمایا سر منڈانا یعنی اُن کے اکثر سر مُنڈے ہوں گے۔ اسے بخاری نے روایت کیا، اس کے بعد جامع صحیح میں فقط ایک حدیث ہے یعنی یہ حدیث صحیح البخاری کی آخری حدیث سے پہلے والی حدیث ہے۔

بعض احادیث[4] میں یہ بھی آیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ان کا پتا بتایا مشمّری الازار[ع] (گھٹنی ازار والے) اوکما ورد عنہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم (یا جیسا کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے مروی ہوا ہے۔ ت) اللہ تعالٰی کی بے شمار درودیں حضور عالم ماکان ومایکون پر، صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

ع ظاہر ہے کہ علامت قوم وہ ہے جو تمام قوم یا اکثر میں ہو ۱۲ منہ (م)

---

[1] و [2] صحیح البخاری کتاب فضائل القرآن باب من رایا بقراءۃ القرآن مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۷۵۶

[3] صحیح البخاری " " " " " " " " " " " ۲/ ۷۵۶، ۵۸۰ھ

[4] صحیح البخاری کتاب التوحید باب قراءۃ الفاجر والمنافق الخ " " " " " ۲/ ۱۱۲۸

ف: بلکہ ۶۲۴ پر دیگر چند علامات کا بھی ذکر ہے پوری عبارت یوں ہے: غائر العینین مشرف الوجنتین ناشز الجبھۃ کث اللحیۃ محلوق الرأس مشمر الازار۔ اس حدیث میں گستاخِ رسول کی علامتوں کا ذکر ہے۔ نذیر احمد

marfat.com

ندا کرنا موجبِ غضبِ الٰہی ہوتا ہے تو اُسے بحالتِ اختیار حقیقۃً امام و سردار بنانا اور آپ اُس کے تابع و پیرو بننا معاذ اللہ کیونکر موجبِ غضب نہ ہوگا اور بے شک جو بات باعثِ غضبِ رحمٰن عزوجل ہو اُس کا ادنیٰ درجہ کراہت تحریم ہے۔

ثانیًا ابونعیم حلیہ میں انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اھل البدعۃ شر الخلق والخلیقۃ [1] — بدعتی لوگ تمام جہان سے بدتر ہیں۔

بیہقی کی حدیث میں ہے حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لا یقبل اللہ لصاحب بدعۃ صلوۃ ولا صوما ولا صدقۃ ولا حجا ولا عمرۃ ولا جھادا ولا صرفا ولا عدلا یخرج من الاسلام کما تخرج الشعرۃ من العجین [2] — اللہ تعالیٰ کسی بدمذہب کی نماز قبول کرے نہ روزہ نہ زکوٰۃ نہ حج نہ عمرہ نہ جہاد نہ فرض نہ نفل، بدمذہب اسلام سے یُوں نکل جاتا ہے جیسے آٹے سے بال۔

امام دارقطنی و ابوحاتم محمد بن عبدالواحد خزاعی اپنے جزء حدیثی میں ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے راوی حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اصحاب البدع کلاب اھل النار [3] — اہلِ بدعت دوزخیوں کے کُتّے ہیں۔

اور ان کے سوا بہت حدیثیں بدمذہبوں کی مذمت شدیدہ میں وارد ہوئیں اور پُرظاہر کہ نماز مقام مناجات و راز اور تمام اعمال صالحہ میں معزز و ممتاز ہے کیا نظافت ایمانی گوارا کر سکتی ہے کہ ایسی جگہ ایسے اشرار کو بلاعذر اپنا پیشوا و سردار کیا جائے جن کے حق میں سگانِ جہنم وارد ہوا عقلِ سلیم تو یہی کہتی ہے کہ اگر اہلِ بدعت واہو آزمانہ اقدس حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں ظاہر ہوتے اُن کے پیچھے

---

[1] حلیۃ الاولیاء — مروی از ابوسعید موصلی — مطبوعہ دار الکتاب العربیہ بیروت — ۸/ ۲۸۹
[2] کنز العمال — فصل فی البدع — " مؤسسۃ الرسالۃ بیروت — ۱/ ۲۲۰
الترغیب والترہیب — الترہیب من ترک السنۃ الخ — مطبوعہ مصطفی البابی مصر — ۱/ ۸۶
سُنن ابن ماجہ — باب البدع والجدل — مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور — ص ۶
[3] کنز العمال — فصل فی البدع — " مؤسسۃ الرسالۃ بیروت — ۱/ ۲۱۸
الجامع الصغیر مع فیض القدیر حدیث ۱۰۷۹ — " دار المعرفۃ بیروت — ۱/ ۵۲۸

marfat.com

ابویعلیٰ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں،

ان الشیطان قد یئس ان تعبد الاصنام فی ارض العرب ولکنہ سیرضی منکم بدون ذلک بالمحقرات[1] الحدیث۔ واصلہ عند احمد والطبرانی بسند حسن۔

یعنی شیطان یہ اُمید نہیں رکھتا کہ اب زمینِ عرب میں بُت پُوجے جائیں مگر وہ اس سے کم درجہ گناہ تم سے کرا دینے کو غنیمت جانے گا جو حقیر و آسان سمجھے جاتے ہیں (الحدیث) اسے امام احمد اور طبرانی نے انھیں سے سندِ حسن کے ساتھ روایت کیا ہے۔

بیہقی حضرت[۲۷] معاذ بن جبل[۳] رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تذکیراً اور حضرت[۲۸] عبدالرحمٰن[۴] بن غنم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تقریراً راوی حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وداع کرتے وقت ارشاد فرمایا:

ان الشیطان قد یئس ان یعبد فی جزیرتکم ھذہ ولکن یطاع فیما تحتقرون من اعمالکم فقد رضی بذلک[2]۔

یعنی شیطان کو یہ اُمید نہیں کہ اب تمہارے جزیرے میں اس کی عبادت ہوگی ہاں اُن اعمال میں اُس کی اطاعت کروگے جنھیں تم حقیر جانو گے وہ اسی قدر کو غنیمت سمجھتا ہے۔

امام احمد[۲۹] حضرت عبادہ[۵] بن صامت و ابو درداء[۶][۳۰] رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے معاً راوی حضور سید الکونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

ان الشیطان قد یئس ان یعبد فی جزیرۃ العرب[3]۔

بیشک شیطان اس سے مایوس ہے کہ جزیرۂ عرب میں اس کی پرستش ہو۔

یہ چھ صحابیوں کی حدیثیں ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔ ہاں انھیں سن کر مسلمان کہے کہ دیکھو پیغمبر خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فرمانے کے مطابق ہوا کفر و شرک جب سے جزیرۂ عرب سے نکلے وہ دن اور آج کا دن پھر ادھر کا منہ کرنا نصیب نہ ہوا والحمد للہ رب العلمین۔ پھر خطۂ مبارکہ حجاز یعنی حرمین طیبین اور اُن کے مضافات کے لئے اس سے اجل و اعظم بشارت آئی جامع[۳۱] ترمذی میں عمرو بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ

---

[1] مسند ابو یعلی از مسند عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ حدیث ۵۱۰۰ مطبوعہ دار القبلہ جدہ و موسسۃ علوم القرآن بیروت ۵/۶۹

[2] شعب الایمان الایمان وہو باب فی اخلاص العمل الخ حدیث ۶۸۵۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۵/۳۴۰

[3] مسند احمد بن حنبل حدیث شداد بن اوس رضی اللہ عنہ ؍؍ دار الفکر بیروت ۴/۱۲۶

فلا تواکلوھم ولا تشاربوھم ولا تصلوا علیھم ولا تصلوا معھم[1]۔ یعنی حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا نہ اُن کے ساتھ کھانا کھاؤ نہ پانی پیو نہ اُن کے جنازے کی نماز پڑھو نہ اُن کے ساتھ نماز پڑھو۔

رابعاً ابنِ ماجہ[۴۴] حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی حضور سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لایؤم فاجر مؤمنا الا ان یقھرہ بسلطان یخاف سیفہ او سوطہ[2]۔ ہرگز کوئی فاسق کسی مسلمان کی امامت نہ کرے مگر یہ کہ وہ اُس کو بزور سلطنت مجبور کرے کہ اُس کی تلوار یا کوڑے کا ڈر ہو۔

بلکہ ابن شاہین نے کتاب الافراد میں حضرت[۴۵] عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی حضور سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

تقربوا الی اللہ ببغض اھل المعاصی و لقوھم بوجوہ مکفھرۃ والتمسوا رضا اللہ بسخطھم وتقربوا الی اللہ بالتباعد منھم[3]۔ اللہ کی طرف تقرب کرو فاسقوں کے بغض سے اور اُن سے تُرش رُو ہو کر ملو اور اللہ کی رضا مندی اُن کی خفگی میں ڈھونڈو اور اللہ کی نزدیکی اُن کی دُوری سے چاہو۔

جب فساق کی نسبت یہ احکام ہیں تو مبتدعین کا کیا پوچھنا ہے کہ یہ تو فساق سے ہزار درجہ بدتر ہیں اُن کی نافرمانی فروع میں ہے ان کی اصول میں وہ گناہ کرتے اور اُسے بُرا جانتے ہیں یہ اُس سے اشد و اعظم میں مبتلا اور اُسے عین حق و ہُدیٰ جانتے ہیں، وہ گاہ گاہ نادم و مستغفر، یہ گاہ و بے گاہ مصر و مستکبر، وہ جب اپنے دل کی طرف رجوع لاتے ہیں اپنے آپ کو حقیر و بدکار اور صلحا کو عزیز و مقرب دربار بتاتے ہیں یہ جتنا غلو و توغل بڑھاتے ہیں اُتنا ہی اپنے نفس مغرور کو اعلیٰ و بالا اور اہلِ حق و ہدایت کو ذلیل و پُرخطا ٹھہراتے ہیں ولہذا حدیث میں ان کی نسبت بدترین

---

[1] کنز العمال الباب الثالث فی ذکر الصحابۃ الخ حدیث ۳۲۵۲۹ مطبوعہ مؤسستہ الرسالہ بیروت ۱۱/۵۴۰
ف: صاحب کنز العمال نے "ابن النجار عن انس" کا حوالہ دیا ہے۔
[2] سُنن ابن ماجہ باب فرض الجمعۃ مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ص ۷۷
[3] الفردوس بماثور الخطاب حدیث ۲۳۲۰ باب التاء مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲/۵۶
کنز العمال حدیث ۵۵۱۸ و ۵۵۸۵ بحوالہ ابن شاہین مؤسستہ الرسالہ بیروت ۳/۶۷-۸۱۔

marfat.com

فیھم وعلیھم (اللہ تعالٰی ان میں اور ان پر برکت نازل کرے۔ ت) اس نئے مذہب سے منزّہ و بری ہیں اس کے تمام لیوا فقط یہی ذلیل و قلیل مشتے چند ہندی و نجدی ہیں طرفہ یہ کہ اُن کے بعض مکلبین اپنی اسی شذوذ و قلت و مخالفت جماعت پر ناز کرتے اور احادیث جماعت و سواد اعظم کے مقابل آیہ ولو اعجبك كثرة الخبيث[1] (اگرچہ تجھے خبیث کی کثرت تعجب میں ڈال دے۔ ت) پڑھتے ہیں۔ یہ کید ان صاحبوں نے کہ تمام مذاہب باطلہ کے عطر مجموعہ میں حضرات رفض سے اڑایا وہ اپنی ذلت و قلت کو اپنی حقانیت کی حجت ٹھہراتے اور آیات قرآنیہ میں یونہی تحریفیں کرکے خواہی نخواہی مدعا پر جماتے ہیں، شاہ عبدالعزیز صاحب تحفہ اثنا عشریہ میں فرماتے ہیں :

کید یازدہم آنکہ گویند مذہب اثنا عشریہ حق ست زیرا کہ اثنا عشریہ قلیل و ذلیل اند و اہل سنت کثیر و عزیز و خدائے تعالٰی در حق اہل حق می فرماید وَقَلِيلٌ مَّا هُمْ و دریں تقریر تحریف کلام اللہ است زیرا کہ حق تعالٰی در حق اصحاب الیمین فرمودہ است ثُلَّةٌ مِّنَ الْأَوَّلِينَ وَثُلَّةٌ مِّنَ الْآخِرِينَ واگر قلت و ذلت موجب حقیقت شود باید کہ نواصب و خوارج احق و اولٰی بحق باشند کہ بسیار قلیل و ذلیل اند بلکہ حق تعالٰی جابجا ظہور و غلبہ و تسلط در شان اہل حق می فرماید و در احادیث جابجا باتباع سواد اعظم از امت و موافقت با جماعت تاکید فرمودہ اند[2] اھ ملتقطا

گیارھواں فریب ان کا یہ ہے کہ وہ کہتے ہیں مذہب اثنا عشریہ حق ہے کیونکہ اثنا عشریہ تھوڑے اور کمزور اور اہلسنت کثیر و غالب، اللہ تعالٰی نے اہل حق کے بارے میں یہ ارشاد فرمایا ہے وہ بہت تھوڑے ہیں۔ اس گفتگو میں اللہ تعالٰی کے کلام میں تحریف ہے کیونکہ اللہ تعالٰی نے اصحاب یمین کے بارے میں فرمایا: اگلوں میں سے ایک گروہ اور پچھلوں میں سے ایک گروہ۔ اگر قلت و ذلت حق ہونے کا سبب ہوتی تو پھر نواصب و خوارج حق پر ہونے کے زیادہ لائق ہیں کہ وہ بہت ہی تھوڑے اور نہایت ہی کمزور ہیں، بلکہ خود اللہ تعالٰی نے جابجا اہل حق کے غلبہ، تسلط اور ظہور کا ذکر کیا ہے اور احادیث میں جابجا اُمت کے سوادِ اعظم کی اتباع اور موافقت با جماعت کی تاکید کی گئی ہے اھ تلخیصاً۔ (ت)

لطف یہ ہے کہ اس کے بعد جو شاہ صاحب نے روافض کے حالات اور اُن کی بدمذہبی کے ثمرات لکھے،

ہیچ ملک ناحیہ را از کفار بدست نیاوردہ و دارالاسلام نساختہ بلکہ اگر گاہے ایشاں را ریاست ناحیہ بدست

انھوں نے کسی ملک کو کفار سے چھڑا کر دارالاسلام نہیں بنایا اگر کبھی ان کے قبضہ میں کوئی ریاست آئی بھی تو

---

[1] القرآن ۵/ ۱۰۰

[2] تحفہ اثنا عشریہ فصل دوم در مکائد جزئیہ روافض الخ کید یازدہم مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۴۷

marfat.com

فیہ تحریمیۃ علی ما سبق[1] (اس میں کراہتِ تحریمی ہے جیسا کہ پہلے گزرا۔ ت) بحر العلوم عبد العلی لکھنوی نے ارکانِ اربعہ میں دربارۂ تفضیلیہ فرمایا:

اما الشیعۃ الذین یفضلون علیا علی الشیخین ولا یطعنون فیھما اصلا کالزیدیۃ فیجوز خلفھم الصلاۃ لکن تکرہ کراھۃ شدیدۃ[2]۔

ایسے شیعہ لوگ جو حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ کو شیخین پر فضیلت دیتے ہوں اور ان دونوں پر طعن بھی نہ کرتے ہوں مثلاً فرقہ زیدیہ، تو ان کے پیچھے نماز جائز ہے لیکن شدید کراہت ہے (ت)

جب تفضیلیہ کہ صرف جناب مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ کو حضرات شیخین پر افضل کہنے سے مخالفِ اہلسنت ہُوئے باقی اُن کی سرکار میں معاذ اللہ گستاخی نہیں کرتے اُن کے پیچھے نماز سخت مکروہ ہوگی یہ تو اشد مبتدعین جن کی اہلسنت سے مخالفتیں غیر محصور اور محبوبانِ خدا پر طعن و تشنیع اُن کا دائمی دستور ان کے پیچھے کس عظیم درجہ کی کراہت چاہئے ہمارے امام رضی اللہ تعالٰی عنہ نے دو شخصوں کے پیچھے نماز پڑھنے سے منع کیا اور اس کی وجہ یہی فرمائی کہ یہ بدعتی ہیں۔

فی شرح الفقہ الاکبر عن مفتاح السعادۃ عن تلخیص الزاھدی عن الامام ابی یوسف عن الامام ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنھما انہ قال فی رجلین یتنازعان فی خلق القراٰن لا تصلوا خلفھما قال ابو یوسف فقلت اما الاول فنعم فانہ لایقول بقدم القراٰن واما الاخر فما بالہ لایصلی خلفہ فقال انھما یتنازعان فی الدین والمنازعۃ فی الدین بدعۃ قال القاری ولعل وجہ ذم الاخر حیث اطلق فانہ محدث انزالہ[3] اھ اقول لعل الامام اطلع منہ

شرح فقہ اکبر میں مفتاح السعادۃ سے تلخیص زاہدی کے حوالے سے امام ابو یوسف سے منقول ہے کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے ان دو اشخاص (جو خلق قرآن کے بارے میں تنازع کرتے تھے) کے بارے میں فرمایا ان کی اقتداء میں نماز ادا نہ کرو۔ ابو یوسف فرماتے ہیں میں نے عرض کیا ایک کے بارے میں تو بات سمجھ میں آتی ہے کہ وہ قرآن کو قدیم نہیں مانتا، لیکن دوسرے میں کیا وجہ ہے کہ اس کی اقتدا میں نماز نہ ہوگی تو امام صاحب نے فرمایا وہ دونوں دین میں تنازعہ کر رہے ہیں حالانکہ دین میں تنازعہ بدعت ہے۔ علی قاری نے فرمایا دوسرے کی مذمت میں شاید یہ

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار باب الامامۃ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱/۲۴۴

[2] رسائل الارکان فصل فی الجماعۃ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ ص ۹۹

[3] شرح الفقہ الاکبر لملا علی قاری فصل علم التوحید علی سائر العلوم مطبوعہ مصطفی البابی مصر ص ۵

marfat.com

مگر زمانے نے زیادہ مہلت نہ دی، دل کی حسرت دل ہی میں رہی، اتباع میں اتنا کوئی نہ ہوا کہ ٹوٹے جگ کو جوڑے، ناچار زبانِ قلم و قلمِ زبان سے جلے دل کے پھپھولے پھوڑے، تکفیرِ مسلمین اصل مذہب ہے، کفر و شرک تو پہلا لقب ہے، ان کے بعض دلاوروں نے تصریحیں کی ہیں کہ اہلسنت کفار حربی ہیں اُن کے خون و مال حلال بلکہ اس سے زائد شیطانی اقوال، موقع پائیں تو کیا کچھ نہ کر دکھائیں،

قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَاءُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ وَمَا تُخْفِیْ صُدُوْرُهُمْ اَکْبَرُ[1]۔

بُغض و بَیر اُن کی باتوں سے جھلک اُٹھا اور وہ (غیظ و عناد) جو سینوں میں چھپائے ہیں اور بڑا ہے (ت)

ولا حول ولا قوۃ الا باللہ ھو المستعان علیٰ کل ذی شر۔

اس اللہ کے سوا کوئی طاقت و قوت نہیں رکھتا جو ہر شر کے خلاف مددگار ہے۔ (ت)

غرض کہیں خوارج کی ہمسنگی کہیں روافض سے ہمرنگی ع

مذہب معلوم و اہلِ مذہب معلوم

اور شاہ صاحب کے اخیر فقرے تو موتیوں میں تولنے کے قابل کہ:

حالت ایران و دکن و ہندوستان باید دید و حالت ملک عرب و شام و روم و توران و ترکستان را باوے باید سنجید[2]۔

ایران و دکن اور ہندوستان کی حالت دیکھ لیجئے اور ملک عرب و شام اور روم و توران و ترکستان کو ان پر قیاس کرلینا چاہیے۔ (ت)

واقعی دیکھیے یہاں ان کی آزادی و بے قیدی سے مذہبِ حق پر کتنا ضرر ہے اور وہاں جو عام بلاد میں ان کا نشان نہیں اور نجد میں جو بقیۃ السیف رہے ہیں اُن میں سر اٹھانے کی جان نہیں دین متین کس قوت پر ہے ماشاء اللہ لا قوۃ الا باللہ۔ ان صاحبوں سے پُوچھئے آپ بھی شاہ صاحب کی طرح یہ عرب و روم و شام کا ہندوستان سے موازنہ مانیں گے یا ان برکت والے ملکوں کو اس سے بھی بدتر حال میں جانیں گے کہ یہاں آپ کے مذہب کو اشتہار بھی ہے، اعلان مشرب کا اختیار بھی ہے، اور وہاں تو یہ اعزاز مذہب جدید کہ نام لیا اور آفت رسید والحمد للہ العلی المجید، غرض کہاں تک کہئے کلام طویل اور فرصت قلیل عرب و عجم کے علمائے اہلسنت شکر اللہ تعالیٰ مساعیہم الجمیلہ نے بکرات و مرات اس طائفہ تالفہ کے رد بلیغ فرمائے، اور فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ کے بھی متعدد فتاوٰی میں ہر بار کلام تازہ و فوائد جدیدہ بیان میں آئے، یہاں سائل کا جس قدر سے سوال ہے

---

[1] القرآن ۳/ ۱۱۸

[2] تحفہ اثنا عشریہ فصل دوم در مکائد جزئیہ روافض الخ کید ۱۱ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۳۷

marfat.com

فی الارض المغصوبۃ ای لا تحل وان صحت (جیسے کہ ارضِ مغصوبہ میں نماز جائز نہیں یعنی حلال نہیں اگرچہ نماز صحیح ہے۔ ت) اگر یہاں معنی اخیر مراد لیں لاسیما جبکہ افعال میں اکثر وہی ہے کما ان الاکثر فی العقود الاول کما صرح بہ فی رد المحتار وغیرہ (جیسا کہ عقود میں اول معنی اکثر ہے رد المحتار وغیرہ میں اس پر تصریح ہے۔ ت) تو یہ روایات بھی قول سابق کے منافی نہ ہوں گی کہ مکروہ تحریمی بھی بایں معنی ناجائز ہے،

ومعلوم ان ابداء الوفاق اولی من ابقاء الخلاف ولذا اصرحوا بانہ یوفق بین الروایات مہما امکن کما فی الشامیۃ۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

یہ بات مسلمہ ہے کہ اتفاق کا اظہار، اختلاف کو باقی رکھنے سے اولٰی ہے اسی لئے علماء نے اس بات کی تصریح کی ہے کہ جہاں تک ممکن ہو روایات کے درمیان موافقت پیدا کی جائے جیسا کہ فتاوٰی شامی میں ہے واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

دلیل دوم

غیر مقلدین بدمذہبی کے علاوہ فاسق معلن بیباک مجاہر بھی ہیں اور فاسق متہتک کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی، کما اثبتناہ فی تحریرنا ذالک اقول وبہ یحصل التوفیق واللہ تعالٰی ولی التوفیق (جیسا کہ ہم نے اپنی تحریر میں اسے ثابت کیا ہے اقول (میں کہتا ہوں) اللہ تعالٰی سے توفیق حاصل ہوجاتی ہے اور اللہ تعالٰی ہی توفیق کا مالک ہے۔ ت) دلیل اول میں اس مسئلے پر بعض کلام اور صغیری وطحطاوی کا نص گزرا اور اسی طرف امام علامہ زیلعی نے تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق اور علامہ حسن شرنبلالی نے شرح نور الایضاح اور علامہ سید احمد مصری نے حاشیۂ مراقی الفلاح میں ارشاد فرمایا اور یہی فتاوٰی حجہ کا مفاد اور تعلیل مشائخ کرام سے مستفاد یہاں تک کہ علمائے نے تصریح فرمائی اگر غلام یا گنوار یا حرامی یا اندھا علم میں افضل ہوں تو انھیں کو امام کیا چاہئے مگر فاسق اگرچہ سب سے زیادہ علم والا ہو امام نہ کیا جائے کہ امامت میں اُس کی عظمت اور وُہ شرعاً مستحقِ اہانت، ملخص امداد الفتاح میں ہے:

کرہ امامۃ الفاسق العالم لعدم اھتمامہ بالدین فتجب اھانتہ شرعا فلا یعظم بتقدیمہ للامامۃ واذا تعذر منعہ ینتقل عنہ الی غیر مسجدہ للجمعۃ وغیرھا۔[1]

فاسق عالم کی امامت مکروہ ہے کیونکہ وہ دین کا احترام نہیں کرتا تو شرعاً اس کی اہانت لازم ہے لہذا امامت کا منصب دے کر اس کی تعظیم نہ کی جائے اور اگر اس کو روکنا دشوار ہو تو جمعہ اور دیگر نمازوں کے لیے کسی دُوسری مسجد چلا جانا چاہئے (ت)

---

[1] مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی فصل فی بیان الاحق بالامامۃ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۱۶۵

marfat.com

فی النار فعلیکم معاشر المومنین باتباع الفرقۃ الناجیۃ المسماۃ باھل السنۃ والجماعۃ فان نصرۃ اللہ تعالیٰ وحفظہ وتوفیقہ فی موافقتھم وخذلانہ وسخطہ فی مخالفتھم وھذہ الطائفۃ الناجیۃ قد اجتمعت الیوم فی مذاھب اربعۃ وھم الحنفیون والمالکیون والشافعیون والحنبلیون رحمھم اللہ تعالیٰ ومن کان خارجا عن ھذہ الاربعۃ فی ھذا الزمان فھو من اھل البدعۃ والنار[1]

دوزخ میں لے جائے گی تو اے گروہِ مسلمین! تم پر فرقۂ ناجیہ اہلسنّت وجماعت کی پیروی لازم ہے کہ خدا کی مدد اور اُس کا حافظ وکارساز رہنا موافقتِ اہلسنّت میں ہے اور اُس کا چھوڑ دینا اور غضب فرمانا اور دشمن بنانا سُنّیوں کی مخالفت میں ہے اور یہ نجات والا گروہ اب چار مذہب میں مجتمع ہے حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی، اللہ تعالیٰ ان سب پر رحمت فرمائے اس زمانے میں ان چار سے باہر ہونے والا بدعتی جہنمی ہے۔

علامہ شامی کا ارشاد گزرا کہ اُنھوں نے ان کے اسلافِ نجد کو خارجیوں میں شمار فرمایا۔ یہ اخلاف کہ اصول میں اُن کے مقلد اور فروع میں اعلانِ بے لگامی سے اُن پر بھی زائد کروہ بظاہر ادعائے حنبلیت رکھتے تھے یہ اس نام کو بھی سیمائے شرک اور اپنے حق میں دشنام سخت جانتے ہیں کیونکر خوارج میں داخل اور اپنے اگلوں سے بڑھ کر گمراہ ومبطل نہ ہوں گے۔ اِن صاحبوں سے پہلے بھی ایک فرقہ قیاس واجتہاد کا منکر تھا جنھیں ظاہریہ کہتے تھے جن کی نسبت شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی نے لکھا:

داؤد ظاہری ومتابعانش را از اہلسنت شمردن درچہ مرتبہ از جہل وسفاہت ست الخ۔

داؤد ظاہری اور اس کے متبعین کو اہل سنّت سے شمار کرنا بڑی جہالت وبیوقوفی ہے الخ (ت)

مگر وہ بیچارے باایںہمہ تقلید کو شرک اور مقلدانِ ائمہ کو مشرک نہ جانتے تھے جب بتصریح شاہ صاحب اُنھیں سُنّی جاننا سخت جہالت وحماقت ہے تو استغفر اللہ یہ کہ ضلالت میں اُن سے ہزار قدم آگے کیونکر ممکن کہ بدعتی گمراہ نہ ٹھہریں، بالجملہ ان کا مبتدع ہونا اظہر من الشمس وابین من الامس ہے اور اہلِ بدعت کی نسبت تمام کتبِ فقہ ومتون وشروح وفتاوٰی میں صریح تصریحیں موجود کہ اُن کے پیچھے نماز مکروہ، اور تحقیق یہ ہے کہ یہ کراہت

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار کتاب الذبائح مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۴/ ۱۵۳

marfat.com

بامور دینه وتساھله فی الاتیان بلوازمه فلا یبعد منه الاخلال ببعض شروط الصلاۃ وفعل ماینافیھا بل ھو الغالب بالنظر الی فسقه ولذا لم تجز الصلاۃ خلفه اصلا عند مالك وروایة عن احمد[1] الخ

اس بنا پر کہ اس کی تقدیم (امامت) مکروہ تحریمی ہے کیونکہ وہ امورِ دینی کی پروا نہیں کرتا اور لوازماتِ دین کو بجالانے میں کاہلی کرتا ہے لہذا یہ بھی بعید نہیں کہ وہ نماز کی کوئی شرط ہی چھوڑ دے یا ایسا فعل کرے جو نماز کے منافی ہو بلکہ اس کے فسق کے پیش نظر ایسا کرنا اغلب ہے اسی وجہ سے امام مالک کے نزدیک اس کے پیچھے نماز جائز ہی نہیں، امام احمد بن حنبل سے بھی ایک روایت یہی ہے (ت)

رہا یہ کہ غیر مقلدین فساق مجاہر کیونکر ہیں یہ خود واضح و بیّن، کون نہیں جانتا کہ ان کے اصاغر عموماً دواماً ائمہ شریعت وعلمائے ملت واولیائے اُمت رحمہم اللہ تعالٰی کے طعن وتوہین میں گزارتے ہیں اور عام مسلمین کی سب وشتم تو اُن کا وظیفہ ہر ساعت ہے جس نے جانا اُس نے جانا اور جس نے نہ جانا وہ اب ان کے رسائل دیکھے باتیں سُنے خصوصاً اُس وقت کے لچھے خدا نہ سُنوائے، جب یہ باہم تنہا ہوتے اور اذا خلوا کا وقت پاکر آپس میں کھلتے ہیں یا بعض اہلِ حق نے جو اپنی تصانیف میں ان کے کلمات ان کی توالیف سے نقل کئے وہی دیکھئے فقیر غفراللہ تعالٰی لہ اُن ہفوات مغضوبہ کا زبانِ قلم پر لانا پسند نہیں کرتا اور نہ نقل کرلانا تو ان میں فسقِ اوّل سب ودشنامِ اہلِ اسلام ہے، حضور پُرنور سیّدِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حدیثِ مشہور میں فرماتے ہیں:

سباب المسلم فسوق[2]۔ اخرجه احمد والبخاری ومسلم والترمذی والنسائی وابن ماجة والحاکم عن ابن مسعود والطبرانی فی الکبیر[3] عنه وعن عبداللہ بن مغفل وعن عمرو[4]

مسلمان کو سب وشتم کرنا فسق ہے۔ اسے امام احمد، بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ اور حاکم نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے طبرانی نے کبیر میں ان سے اور حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اور حضرت عمرو

---

[1] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی الامامۃ الخ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۱۳

[2] صحیح البخاری کتاب الادب باب ماینھی عن السباب واللعن ر قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۸۹۳

صحیح مسلم باب بیان قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم سباب المسلم فسوق الخ ر ر ر ۱/۵۸

[3] مسند احمد بن حنبل از مسند عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ مطبوعہ دارالفکر بیروت ۱/۳۸۵، ۴۱۱، ۴۳۳

[4] المعجم الکبیر مروی از عمرو بن نعمان بن مقرن ر مکتبہ فیصلیہ بیروت ۱۷/۳۹

marfat.com

فی النار فعلیکم معاشر المومنین باتباع الفرقۃ الناجیۃ المسماۃ باھل السنۃ والجماعۃ فان نصرۃ اللہ تعالٰی وحفظہ وتوفیقہ فی موافقتھم وخذلانہ وسخطہ فی مخالفتھم وھذہ الطائفۃ الناجیۃ قد اجتمعت الیوم فی مذاھب اربعۃ وھم الحنفیون والمالکیون والشافعیون والحنبلیون رحمھم اللہ تعالٰی ومن کان خارجا عن ھذہ الاربعۃ فی ھذا الزمان فھو من اھل البدعۃ والنار[1]

دوزخ میں لے جائے گی تو اے گروہِ مسلمین! تم پر فرقۂ ناجیہ اہلسنّت وجماعت کی پیروی لازم ہے کہ خدا کی مدد اور اُس کا حافظ وکارساز رہنا موافقتِ اہلسنّت میں ہے اور اُس کا چھوڑ دینا اور غضب فرمانا اور دشمن بنانا سُنّیوں کی مخالفت میں ہے اور یہ نجات والا گروہ اب چار مذہب میں مجتمع ہے حنفی، مالکی، شافعی حنبلی، اللہ تعالٰی ان سب پر رحمت فرمائے اس زمانے میں ان چار سے باہر ہونے والا بدعتی جہنمی ہے۔

علامہ شامی کا ارشاد گزرا کہ اُنھوں نے ان کے اسلافِ نجد کو خارجیوں میں شمار فرمایا۔ یہ اخلاف کہ اصول میں اُن کے مقلد اور فروع میں اعلانِ بے لگامی سے اُن پر بھی زائد کہ وہ بظاہر ادعائے حنبلیت رکھتے تھے یہ اس نام کو بھی سیمائے شرک اور اپنے حق میں دشنام سخت جانتے ہیں کیونکر خوارج میں داخل اور اپنے اگلوں سے بڑھ کر گمراہ ومبطل نہ ہوں گے۔ ان صاحبوں سے پہلے بھی ایک فرقہ قیاس واجتہاد کا منکر تھا جنھیں ظاہریہ کہتے تھے جن کی نسبت شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی نے لکھا:

داؤد ظاہری ومتابعانش را از اہلسنت شمردن درچہ مرتبہ از جہل وسفاہت ست الخ۔

داؤد ظاہری اور اس کے متبعین کو اہل سنّت سے شمار کرنا بڑی جہالت وبیوقوفی ہے الخ (ت)

مگر وہ بیچارے باایں ہمہ تقلید کو شرک اور مقلدانِ ائمہ کو مشرک نہ جانتے تھے جب بتصریح شاہ صاحب اُنھیں سُنّی جاننا سخت جہالت وحماقت ہے تو استغفر اللہ یہ کہ ضلالت میں اُن سے ہزار قدم آگے کیونکر ممکن کہ بدعتی گمراہ نہ ٹھہریں، بالجملہ ان کا مبتدع ہونا اظہر من الشمس وابین من الامس ہے اور اہلِ بدعت کی نسبت تمام کتبِ فقہ ومتون وشروح وفتاوٰی میں صریح تصریحیں موجود کہ اُن کے پیچھے نماز مکروہ، اور تحقیق یہ ہے کہ یہ کراہتِ

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار کتاب الذبائح مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۴/ ۱۵۳

marfat.com

مذکور کچھ مدت ہُوئی کہ ان کے پانچ مکلب مجاہر بنام مہاجر وہاں رہے اور اپنے دام بچھانے چاہے، جال کُھلتے ہی تعزیر پاکر نکالے گئے جس پر ان کے ہمدردوں نے کہا کہ اہلِ حرمین نے مہاجروں کو نکال کر معاذ اللہ سواد الوجہ فی الدارین (دونوں جہان میں کالا چہرہ۔ ت) حاصل کیا حالانکہ علاوہ اور باتوں کے اُن سفیہان گستاخ نے یہ بھی نہ جانا کہ دارالاسلام سے دارالاسلام کو جانا مہاجرت نہیں یہ صورت مجاورت ہے اور مجاورت خود مکروہ تحریمی ہے مگر افرادِ اولیاء اللہ کے لئے، کما حققناہ بتوفیق اللہ تعالٰی فی العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ (اللہ کی توفیق سے ہم نے اس کی تحقیق اپنے فتاوٰی "العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ" میں کی ہے۔ ت) تو وہ جہال مدعیان فضل و کمال اس فعل میں بھی آثم تھے خصوصاً جبکہ وہاں جاکر اشاعتِ بدعات چاہی، اللہ تعالٰی فرماتا ہے:

وَمَنْ یُّرِدْ فِیْہِ بِاِلْحَادٍۭ بِظُلْمٍ نُّذِقْہُ مِنْ عَذَابٍ اَلِیْمٍ[1]۔ جو کہ معظم میں براہِ ظلم کسی بے اعتدالی کا ارادہ کرے گا اُسے دردناک عذاب چکھائیں گے۔

اور یہ تو ابھی کی بات ہے کہ

ان کے امام العصر جنھیں یہ حضرات شیخ الکل فی الکل کہا کرتے ہیں بخوف مسلمانانِ عرب کمشنرانِ دہلی و بمبئی کی چٹھیاں لے کر حج کو گئے، وہاں جو گزری انھیں سے پُوچھ دیکھئے اگر ایمان سے کہیں ورنہ صدہا حاضرین و ناظرین موجود ہیں اور خود مکہ معظمہ کے چھپے ہُوئے اشتہار شہروں شہروں شہرت پاچکے۔ غرض کوئی انکار نہیں کرسکتا کہ ان کو تمام عمائد و علمائے عرب و حجاز سے سخت بغض و عداوت ہے اور طبرانی معجم کبیر میں بسندِ حسن صحیح حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: بغض العرب نفاق[2]۔ (جو اہلِ عرب سے عداوت رکھے منافق ہے)

فسق چہارم پھر یہ عداوت منجر بہ سب و دشنام ہوتی ہے جس کی ایک نظیر ہم اُوپر لکھ چکے اور بیہقی شعب الایمان میں حضرت امیر المؤمنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من سب العرب فاولئك هم المشرکون[3]۔ جو اہلِ عرب کو سب و شتم کریں وہ خاص مشرک ہیں۔

فسق پنجم مدینہ طیبہ کو جزیرہ عرب پر جس قدر فضیلت ہے اُسی قدر ان کی عداوت و بدخواہی کو اہلِ مدینہ

---

[1] القرآن ۲۲/۲۵
[2] المعجم الکبیر حدیث ۱۱۳۱۲ مروی از عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ مطبوعہ مکتبہ فیصلیہ بیروت ۱۱/۱۴۶
[3] شعب الایمان فصل فی الصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم " دار الکتب العلمیۃ " ۲/۲۳۱

marfat.com

في ذم الغيبة عن انس خادم رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم وابن عدى[۲۷] فى الكامل عن ابى هريرة رضى الله تعالىٰ عنهما ۔

ہل جاتا ہے ۔ اسے امام ابوبکر بن ابی الدنیا نے کتاب ذم الغیبت میں حضرت انس خادمِ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اور ابن عدی نے الکامل میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت کیا ہے ۔

اور امام عبدالعظیم منذری زکی الدین علیہ الرحمۃ الیٰ یوم الدین نے کتاب الترغیب والترہیب میں ایک ترہیب اس بارے میں لکھی کہ فاسق یا بدعتی کو سردار وغیرہ کلماتِ تعظیم سے یاد نہ کیا جائے ،

حيث قال الترهيب من قوله لفاسق او مبتدع يا سيدى او نحوها من الكلمات الدالة على التعظيم[۱]

ان کے الفاظ یہ ہیں کہ فاسق یا بدعتی کو یا سید وغیرہ تعظیم کے الفاظ کے ساتھ پکارنا منع ہے ۔

پھر اس میں حدیث بریدہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ نقل کی کہ حضور سیّدِ عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

لاتقولوا للمنافق يا سيّد فانه ان يكن سيدا فقد اسخطتم ربكم عز وجل[۲] رواه ابوداؤد والنسائى باسناد صحيح[۳] ۔

منافق کو اے سردار کہہ کر نہ پکارو کہ اگر وہ تمھارا سردار ہُوا تو بیشک تم نے اپنے رب عزوجل کو ناراض کیا ۔ اسکو ابوداؤد اور نسائی نے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے ۔

اور حاکم کے لفظ یہ ہیں :

اذا قال الرجل للمنافق يا سيد فقد اغضب ربه عزوجل[۴] ۔ قلت وهكذا اخرجه البيهقى فى شعب الايمان ۔

جب کوئی شخص منافق کو اے سردار کہہ کر پکارے تو بیشک وہ اپنے رب عزوجل کو غضب میں لایا میں کہتا ہُوں اور یونہی اس کو بیہقی نے شعب الایمان میں نقل کیا ہے ۔

سبحٰن اللہ ! جب فاسق و بدعتی کی زبانی تعریف اور انھیں صرف محل خطاب میں بلفظ سردار

---

[۱] الترہیب والترغیب الترہیب من قولہ لفاسق الخ مطبوعہ مصطفےٰ البابی مصر ۳/۵۷۹
[۲] " " " " " " " " " "
[۳] " " " " " " " " " "
[۴] " " " " " " " " " "

حرمین طیبین زادہما اللہ شرفاً و تعظیماً کا ہے فریقین کو مقبول ہوگا اگر بے تکلف اس پر راضی ہوجائیں فبہا ورنہ جان لیجئے کہ یہ قطعاً اہلِ حرمین کے مخالف مذہب اور سُنّیانِ ہندوغیرہم کے مثل اُن پاک مبارک شہروں کے علماء کو بھی معاذ اللہ مشرک وگمراہ و بددین جانتے ہیں پھر عداوت و بدخواہی نہ ہونا کیا معنے، اور خود ان سے پُوچھنے کی حاجت کیا ہے علمائے حرمین حفظہم اللہ تعالٰی کے فتاوے ان صاحبوں کے رد میں بکثرت موجود، انھیں سے حال کُھل جائے گا کہ مخالفانِ مذہب میں جیسا ایک دوسرے کو کہتا ہے دُوسرا بھی اُس کی نسبت وہی گمان رکھتا ہے، عداوت ہو خواہ محبت دونوں ہی طرف سے ہوتی ہے، جب وہ اکابر ان کے عمائد کو لکھ چکے کہ:

اُولٰٓئِكَ حِزْبُ الشَّیْطٰنِ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ الشَّیْطٰنِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ۝[1]

وہ شیطان کے گروہ ہیں، بیشک شیطان ہی کا گروہ گھاٹے میں ہے۔ (ت)

تو کیونکر معقول کہ یہ اُن کے دشمن نہ ہوں، آخر نہ دیکھا کہ ان کے امام العصر نے امن وامان والی حرمین کو اپنے لیے محلِ خوف وخطر سمجھا اور کمشنر دہلی و بمبئی کی چٹھیوں کو سپر، ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

فسق ششم عداوتِ اولیائے کرام قدست اسرارہم، جس کی تفصیل کو دفتر درکار، جس نے ان کے اصول و فُروع پر نظر کی ہے وُہ خوب جانتا ہے کہ ان کی بنائے مذہب محبوبانِ خدا کے نہ ماننے اور اُن کی محبت و تعظیم کو جہاں تک بن پڑے گھٹانے مٹانے پر ہے یہاں تک کہ اُن کے بانی مذہب نے تصریح کردی کہ اللہ کو ماننے اور اس کے سوا کسی کو نہ ماننے انتہی۔ اور چُوڑھے چمار اور ناکارے لوگ تو نوکِ زبان پر ہے، خود حضور سید المحبوبین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی نسبت صاف کہہ دیا کہ وہ بھی مر کر مٹی میں مل گئے،

اشد مقت اللہ علٰی کل من عادی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علی رسولہ وآلہ و بارك وسلم۔

سب سے زیادہ اللہ تعالٰی کی ناراضگی ہر اس شخص پر ہے جو اللہ تعالٰی کے رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ و بارک وسلم کے ساتھ عداوت رکھے (ت)

اللہ تعالٰی فرماتا ہے:

وَالَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ۝[2]

جو لوگ ایذا دیتے ہیں اللہ کے رسول کو اُن کے لئے دُکھ کی مار ہے۔

اور فرماتا ہے:

---

[1] القرآن ۵۸/۱۹

[2] القرآن ۹/۶۱

marfat.com

نماز سے ممانعت آتی نہ یہ کہ صرف خلافِ اولیٰ ہے پڑھ لو توکچھ مضائقہ نہیں۔

ثالثاً بدعتی مبغوضِ خدا ہے اور مبغوضِ خدا سے نفرت و دوری واجب، ولہذا قرآن مجید میں ارشاد فرمایا:

وَاِمَّا یُنْسِیَنَّكَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ[1]

اور اگر شیطان تجھے بھلادے تو یاد آئے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔

اور اسی لئے احادیث میں فِرقِ باطلہ سے قُرب و اختلاط کا منع آیا احمد و ابوداؤد[2] و حاکم حضرت امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی حضور سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لاتجالسوا اھل القدر ولا تفاتحوھم[2]

قدریوں کے پاس نہ بیٹھو نہ اُن سے سلام کلام کی ابتدا کرو۔

عقیلی و ابن حبان[3] انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان اللہ اختارنی واختارلی اصحابا واصھارا وسیاتی قوم یسبونھم وینتقصونھم فلا تجالسوھم ولا تشاربوھم ولا تؤاکلوھم ولا تناکحوھم[3]۔

بیشک اللہ تعالٰی نے مجھے پسند فرمایا اور میرے لئے اصحاب و اصہار چُن لئے اور قریب ایک قوم آئے گی کہ اُنھیں بُرا کہے گی اور اُن کی شان گھٹائے گی تم اُن کے پاس نہ بیٹھنا نہ اُن کے ساتھ پانی پینا نہ کھانا کھانا نہ شادی بیاہ کرنا۔

جن کے پاس بیٹھنا خدا و رسول کو ناپسند ہو جل جلالہٗ وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اُنھیں امام بنانا شرع کیونکر گوارا فرمائے گی

والمکروہ تنزیھا سائغ مشروع یجامع الاباحۃ کما نص علیہ العلماء الکرام وذکرنا تحقیقہ فی رسالتنا "جمل مجلیۃ ان المکروہ تنزیھا لیس بمعصیۃ"۔

مکروہ تنزیہی مشروع اور اباحت کو جامع ہے جیسا کہ علماءِ کرام نے اس پر تصریح کی ہے۔ اس کی تحقیق ہم نے اپنے رسالے "جمل مجلیۃ ان المکروہ تنزیہا لیس بمعصیۃ" میں کی ہے (ت)

بلکہ اسی حدیث میں روایت ابن حبان ان لفظوں سے ہے:

---

[1] القرآن ۶/ ۶۸

[2] سنن ابوداؤد — باب ذراری المشرکین — مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور — ۲/ ۲۹۳
مسند احمد بن حنبل — از مسند عمر فاروق رضی اللہ عنہ — ″ دار الفکر بیروت — ۱/ ۳۰
المستدرک علی الصحیحین — آخر کتاب الایمان — ″ ″ ″ — ۱/ ۸۵

[3] کتاب الضعفاء الکبیر (۱۵۳) احمد بن عمران الاخنسی — ″ دار الکتب العلمیۃ بیروت — ۱/ ۱۲۶

marfat.com

بَلْ اَحْيَاءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ۝[1] — بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تمہیں خبر نہیں۔

اور فرماتے :

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ فَرِحِيْنَ[2] — خبردار شہیدوں کو مُردہ نہ جانیو بلکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں روزی دئے جاتے ہیں شاد شاد ہیں۔

اور ایک سفیہ مغرور محبوبانِ خدا سے نفور خود حضور پُرنور اکرم المحبوبین صلوات اللہ وسلامہٗ علیہ وعلیہم اجمعین کی نسبت وہ ناپاک الفاظ کہے اور وہ بھی یُوں کہ معاذ اللہ حضور ہی کی حدیث کا یہ مطلب ٹھہرائے یعنی میں بھی ایک دن مر کر مٹی میں ملنے والا ہُوں، قیامت میں اِن شاء اللہ تعالیٰ مر کر مٹی میں ملنے کا مزا الگ کھُلے گا اور یہ جُدا پُوچھا جائے گا کہ حدیث کے کون سے لفظ میں اس ناپاک معنی کی بُو تھی جو تُو نے یعنی کہہ کر محبوبِ اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر افترا کیا حضور پر افترا خدا پر افترا ہے اور خدا پر افترا جہنم کی راہ کا پرلا سرا،

اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ ۝[3] مَتَاعٌ قَلِيْلٌ وَّلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝[4] — بیشک وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتے ہیں وہ فلاح نہیں پائیں گے۔ یہ دُنیا متاعِ قلیل ہے اور ان کے لئے (آخرت میں) المناک عذاب ہے۔

بھلا جب خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ یہ برتاؤ ہیں تو اولیائے کرام کا کیا ذکر ہے، اور حضرت حق عزجلالہٗ فرماتا ہے :

من عادی لی ولیاً فقد اٰذنته بالحرب[5]۔ اخرجه امام البخاری عن ابی هریرة عن النبی صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم عن ربه عزوجل۔ — جو میرے کسی ولی سے عداوت رکھے میں نے اعلان دے دیا اُس سے لڑائی کا۔ اسے امام بخاری نے حضرت ابوہریرہ سے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حوالے سے اللہ عزوجل سے بیان کیا ہے (یعنی یہ حدیث قدسی ہے)

۱؎ القرآن ۲/۱۵۴

۲؎ القرآن ۳/۱۶۹

۳؎ القرآن ۱۶/۱۱۶

۴؎ القرآن ۱۶/۱۱۷

۵؎ صحیح البخاری کتاب الرقاق باب التواضع مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۹۶۳

marfat.com

خلق وارد ہوا کما رویناہ (جیسا کہ اس سے متعلق روایت ہم ذکر کر آئے ہیں۔ ت) اور غنیہ شرح منیہ میں ہے:

المبتدع فاسق من حیث الاعتقاد وھو اشد من الفسق من حیث العمل لان الفاسق من حیث العمل یعترف بانہ فاسق و یخاف و یستغفر بخلاف المبتدع[1]۔

بدعتی، اعتقاد کے لحاظ سے فاسق ہوتا ہے جو عمل کے اعتبار سے فسق سے کہیں بدتر ہے کیونکہ فاسق اپنے فاسق ہونے کا معترف ہوتا ہے اور اللہ تعالٰی سے ڈرتا اور معافی مانگتا ہے بخلاف بدعتی کے (ت)

بالجملہ بدمذہبی فی نفسہٖ ایسی ہی چیز ہے جسے امامت دینی سے مباینت یقینی ہے اور اُس کے بعد منع پر دوسری دلیل کی چنداں حاجت نہیں، کس کا دل گوارا کرے گا کہ جہنم کے کُتّوں سے ایک کُتّا مناجاتِ الٰہی میں اُس کا مقتدا ہو، علامہ یوسف چلپی ذخیرۃ العقبٰی فی شرح صدر الشریعۃ العظمٰی میں فرماتے ہیں:

بدعۃ المبتدع یفضی الی عدم الاقتداء بہ سیما فی اھم امور الدین[2]۔

بدعتی کی بدعت اسکی عدمِ اقتدا کا تقاضا کرتی ہے خصوصاً اہم امورِ دین میں (یعنی نماز میں)۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

المبتدع تکرہ امامتہ بکل حال[3]۔

بدعتی کی امامت ہر حال میں مکروہ ہے (ت)

علامہ ابراہیم حلبی نے تصریح فرمائی کہ فاسق و مبتدع دونوں کی امامت مکروہ تحریمی ہے اور امام مالک کے مذہب اور امام احمد کی ایک روایت میں تو اُن کے پیچھے نماز اصلاً ہوتی ہی نہیں جیسے کسی کافر کے پیچھے۔ شرح صغیر منیہ میں فرمایا:

یکرہ تقدیم الفاسق کراھۃ تحریم و عند مالک لایجوز تقدیمہ وھو روایۃ عن احمد وکذا المبتدع[4]۔

فاسق کی تقدیم (امامت) مکروہ تحریمی ہے اور امام مالک کے نزدیک اس کی تقدیم (امامت) جائز ہی نہیں اور امام احمد سے بھی ایک روایت یہی ہے اور یہی حال بدعتی کا ہے۔ (ت)

علامہ طحطاوی حاشیہ دُرمختار میں فاسق و بدمذہب کے پیچھے نماز کے باب میں فرماتے ہیں: الکراھۃ

---

[1] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی الامامۃ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۱۴

[2] ذخیرۃ العقبٰی فصل فی الجماعۃ " مطبع اسلامیہ لاہور ۱/۲۹۸

[3] ردالمحتار باب الامامۃ " مصطفٰی البابی مصر ۱/۴۱۴

[4] صغیری شرح منیۃ المصلی مباحث الامامۃ " مطبع مجتبائی دہلی ص ۲۶۴

marfat.com

اور کلمۂ طیبہ کا ادب وجلال بمنہ وکرمہ ہم اہلسنت ہی کو عطا فرمایا ہے کہ بدمذہبان گمراہ ہماری تکفیریں کریں ہم پاس کلمہ سے قدم باہر نہ دھریں، وہ ہر وقت اس فکر میں کہ کسی طرح ہم کو مشرک بنائیں ہم ہمیشہ اس خیال میں کہ جہاں تک ممکن ہو انھیں مسلمان ہی بنائیں۔ جیسے وہ بھوکی اونٹنی جس کے پیچھے ہری بولیں رہیں اور ان میں شیر اور آگے صاف میدان پھر آباد شہر، وہ ببولوں کی ہریالی پر مہاریں توڑاتی اور پلٹی جاتی ہے کہ خود بھی ہلاک ہو اور سوار کو بھی مہلکہ میں ڈالے، سوار مہمیزیں کرتا تازیانے لگاتا آگے بڑھاتا ہے کہ آپ بھی نجات پائے اور اُسے بھی بچالے ؎

هوی ناقتی خلفی وقدامی الهوی

وانی وایاها لمختلفان

(میری سواری کی خواہش میرے پیچھے ہے اور میری خواہش آگے ہے اور میں اور وہ دونوں مختلف ہیں)

منصف کے نزدیک اتنی ہی بات سے اہلِ حق ومبطلین کا فرق ظاہر والحمد للہ رب العٰلمین ○

قُلْ كُلٌّ يَّعْمَلُ عَلٰى شَاكِلَتِهٖ فَرَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَنْ هُوَ اَهْدٰى سَبِيْلًا ○[1] تم فرماؤ سب اپنے اپنے طریقے پر کام کرتے ہیں تو تمہارا رب خوب جانتا ہے کہ کون زیادہ راہ پر ہے۔

تنبیہ: عبارت مذکورۂ غنیہ دیکھ کر بعض اذہان میں یہ خیال گزر سکتا ہے کہ طائفۂ غیر مقلدین اگرچہ ان فسقیات کے عادی ہیں مگر وہ انھیں فسق جان کر نہیں کرتے بلکہ اپنے زعم میں کارِ ثواب وعین صواب سمجھتے ہیں یہ اُن کی فہم کی کجی اور مذہب کی بدی ہے اس سے وہ بیباکی ثابت نہ ہوئی جس کی بنا پر امامت فاسق ممنوع ہوئی تھی کہ جب اُسے دین کا اہتمام نہیں تو کیا عجب کہ بے وضو نماز پڑھائے یا شرائطِ نماز سے کوئی اور شرط چھوڑ جائے۔

اقول منع امامت فاسق صرف اسی پر مبنی نہ تھا بلکہ اس کی بڑی علت وہ تھی کہ تقدیم میں عظمت اور فاسق شرعاً مستحقِ اہانت، یہ بہرحال موجود بلکہ عیوب وذنوب کو صواب وثواب جانتے ہیں اور زیادہ شدید الورود کہ اس سے فسق ہزار چند ہو جاتا ہے تو اُسی قدر استحقاقِ اہانت ترقی پائے گا اور اس کی ترقی پر اُتنا ہی شناعتِ امامت میں جوش آئے گا معہذا جس نے تجربہ کیا ہے اُس سے پوچھئے کہ دنیا درکنار خاص امورِ دین میں اصاغر بالائے طاق ان کے اکابر ومعتمدین میں جو شنیع بیباکیاں عظیم سفاکیاں پھیل رہی ہیں خدا نہ کرے کہ کسی فاسق سے فاسق کو بھی اُن کی ہوا لگے، کیا نہ دیکھا کہ ان کے امام العصر نے اپنے مہری فتوے میں دودھ کے چچا کو بھتیجی دلائی،

---

[1] القرآن ۱۷/ ۸۴

marfat.com

علی انه یرید المراء لیخجل صاحبه لا اظهار الحق و الله تعالیٰ اعلم۔ حکمت ہو کہ اُس نے مطلقاً اسے قدیم کہا حالانکہ اس کا انزال حادث ہے اھ **اقول** (میں کہتا ہوں) شاید امام صاحب رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ اس کے اس ارادے سے آگاہ ہوں کہ اس کا مقصد حق کا اظہار نہیں بلکہ ریاکاری کے طور پر دوسرے ساتھی کو شرمندہ کرنا ہو واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

بلکہ محرر المذہب امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی نے حضرت امام اعظم و امام ابو یوسف رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی کہ بدمذہب کے پیچھے نماز اصلاً جائز نہیں۔ محقق علامہ کمال الدین بن الہمام فتح میں فرماتے ہیں:

روی محمد عن ابی حنیفۃ و ابی یوسف ان الصلٰوۃ خلف اھل الاھواء لاتجوز[1]۔ امام محمد نے امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف دونوں سے روایت کیا کہ بدمذہب کے پیچھے نماز جائز نہیں۔ (ت)

اسی میں روایت امام ابو یوسف لایجوز الاقتداء بالمتکلم وان تکلم بحق[2] (کلامی کے پیچھے نماز جائز نہیں اگرچہ وہ حق کے ساتھ متکلم ہو۔ ت) کی شرح میں امام ابو جعفر ہندوانی سے نقل کیا:

یجوز ان یکون مراد ابی یوسف رحمہ اللہ تعالٰی من یناظر فی دقائق علم الکلام انتھی[3] **اقول** المناظرۃ فی دقائقہ لا یزید علی بدعۃ او فسق وعلی کل یفید عدم الجواز خلف المبتدع کما لیس بخاف۔ اس سے امام ابو یوسف کی مراد وہ شخص ہے جو علم کلام کے دقائق میں مناظرہ کرے انتہی **اقول** (میں کہتا ہوں) علم کلام کے دقائق مناظرہ زیادہ سے زیادہ بدعت یا فسق کا سبب ہے اور ہر صورت میں یہ واضح کر رہا ہے کہ بدعتی کے پیچھے نماز جائز نہیں، جیسا کہ مخفی نہیں (ت)

غیاث المفتی پھر مفتاح السعادۃ پھر شرح فقہ اکبر میں امام ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے ہے: لاتجوز خلف المبتدع[4] (بدعتی کے پیچھے نماز جائز نہیں۔ ت) **اقول** وباللہ التوفیق جواز کبھی بمعنی صحت مستعمل ہوتا ہے تقول البیع عند اذان الجمعۃ یجوز ویکرہ ای یصح ویمنع (جیسے تو کہے جمعہ کی اذان کے وقت خرید و فروخت جائز اور مکروہ ہے یعنی صحیح مگر منع ہے۔ ت) اور گاہے بمعنی حلت لاتجوز الصلٰوۃ

---

[1] فتح القدیر باب الامامۃ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۳۰۴

[2] " " " " " "

[3] " " " " " "

[4] شرح الفقہ الاکبر لملا علی قاری فصل علم التوحید علیٰ سائر العلوم مطبوعہ مصطفی البابی مصر ص ۵

marfat.com

دلیل سوم

اس کی تقریر میں اوّلاً یہ سُنئے کہ ان حضرات کی فقہی مسائل متعلقہ نماز و طہارت جو انھوں نے خود اپنی تصانیف میں لکھے کیا کیا ہیں اور وہ علی الاطلاق مذاہب راشدہ یا خاص مذہب حنفیہ سے کتنے جدا ہیں مجبنا مولوی وصی احمد صاحب سورتی سلمہ اللہ تعالٰی نے فتوائے جامع الشواھد فی اخراج الوھابیین عن المساجد (مساجد سے وہابیوں کو نکالنے پر جامع دلائل۔ ت) میں عقائد غیر مقلدین نقل کر کے اُن کے بعض عملیات بھی تلخیص کئے ہیں یہاں اُسی کے چند کلمات بطور التقاط لکھنا کافی سمجھتا ہوں۔

مسئلہ (۱) پانی کتنا ہی کم ہو نجاست پڑنے سے ناپاک نہیں ہوتا جب تک رنگ یا بُو یا مزہ نہ بدلے۔ نواب صدیق حسن خاں بہادر شوہر ریاست بھوپال نے طریقہ محمدیہ ترجمہ درر بہیہ مصنفہ قاضی شوکانی ظاہری المذہب مطبوعہ مطبع فاروقی دہلی کے صفحہ ۶ و ۷ پر اس کی تصریح کی، اس کتاب پر مولوی نذیر حسین صاحب نے مُہر کی اور لکھا اس پر موحدین بے دھڑک عمل کریں، اور دیباچے میں خود نواب مترجم لکھتے ہیں، متبع سنّت اس پر آنکھ بند کر کے عمل کرے اور اپنی اولاد اور بیبیوں کو پڑھائے۔[1] اور یہی مضمون فتح المغیث مطبع صدیقی لاہور کے صفحہ ۵ میں ہے، یہ وہی کتاب طریقہ محمدیہ ہے جس کا نام بدل کر نواب بھوپال نے دوبارہ وسہ بارہ بھوپال اور لاہور میں چھپوایا۔ اس مسئلے کا مطلب یہ ہُوا کہ کنواں تو بڑی چیز ہے اگر پاؤ بھر پانی میں دو تین ماشے اپنا یا کتے کا پیشاب ڈال دیجئے پاک رہے گا مزے سے وضو کیجئے نماز پڑھئے کچھ مضائقہ نہیں۔

مسئلہ (۲) اُسی فتح المغیث کے صفحہ ۵ اور طریقہ محمدیہ کے صفحہ ۷ میں ہے: نجاست گُوہ[1] اور مُوت[2] ہے آدمی کا مطلق مگر مُوت لڑکے شیر خوار کا اور لعاب[3] ہے کتّے کا اور لینڈ بھی اور خون بھی حیض و نفاس[4] کا اور گوشت[5] ہے سوئر کا اور جو اس کے سوا ہے اُس میں اختلاف ہے اور اصل اشیاء میں پاکی ہے اور نہیں جاتی پاکی مگر نقل صحیح سے کہ جس کے معارض کوئی دوسری نقل نہ ہو[2]۔ یہاں صاف صاف نجاست کو ان سات چیزوں میں حصر کر دیا باقی تمام اشیا کو اصل طہارت پر جاری کیا جب تک نقل صحیح غیر معارض وارد نہ ہو۔ میں کہتا ہوں اب مثلاً اگر کوئی غیر مقلد مرغی کے گُوہ یا سوئر کے مُوت یا کتے کی منی سے اپنے چہرہ و ریش و بُرُوت (مونچھیں) و جامہ پر عطر و گلاب افشانی فرما کر نماز پڑھ لے یا یہ چیزیں کیسی ہی کثرت سے پانی میں مل جائیں اگرچہ رنگ و مزہ و بُو کو بدل دیں اور غیر مقلد صاحب

---

[1] طریقہ محمدیہ ترجمہ درر بہیہ (ف: اسی کا دوسرا نام فتح المغیث ہے۔ نذیر احمد)

[2] فتح المغیث

سیدی احمد مصری اُس کے حاشیہ میں فرماتے ہیں :

قوله فتجب اهانته شرعا فلا یعظم بتقدیمه للامامة تبع فیه الزیلعی ومفاده کون الکراهة فی الفاسق تحریمیة۔[1]

اس کا قول "پس اس کی اہانت واجب ہے تو امامت کا منصب دے کر اس کی تعظیم نہ کی جائے" زیلعی نے اسی کی اتباع کی ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ فاسق کی تقدیم (امامت) مکروہ تحریمی ہے (ت)

اور حاشیہ شرح علائی میں فرماتے ہیں :

اما الفاسق الاعلم فلا یقدم لان فی تقدیمه تعظیمه وقد وجب علیهم اهانته شرعا ومفاده هذا کراهة التحریم فی تقدیمه اھ ابو السعود انتهی۔[2]

فاسق بڑے عالم کو مقدم نہ کیا جائے کیونکہ اس کی تقدیم میں اس کی تعظیم ہے حالانکہ شرعاً لوگوں پر اس کی اہانت لازم ہے اس کی بنیادی وجہ یہی ہے کہ تقدیم فاسق مکروہِ تحریمی ہے اھ ابوالسعود انتہی (ت)

علامہ محقق حلبی غنیہ میں فرماتے ہیں :

العالم اولی بالتقدیم اذا کان یجتنب الفواحش وان کان غیرہ اورع منه ذکرہ فی المحیط ولو استویا فی العلم والصلاح واحدهما اقرأ فقدموا الاٰخر اساءوا ولا یأثمون فالاساءة لترک السنة وعدم الاثم لعدم ترک الواجب لانهم قدموا رجلا صالحا کذا فی فتاوی الحجة وفیه اشارة الی انهم لو قدموا فاسقا یأثمون بناء علی ان کراهة تقدیمه کراهة تحریم لعدم اعتنائه

عالم تقدیم (امامت) کے لئے بہتر اس وقت ہے جو وہ فاحش گناہوں سے بچنے والا ہو اگرچہ وہاں اس سے زیادہ کوئی صاحبِ تقوٰی موجود ہو، اس کا ذکر محیط میں ہے اور اگر دونوں علم وصلاح میں برابر ہوں مگر ایک اچھا قاری ہے اس صورت میں اگر لوگوں نے دوسرے کو مقدم کردیا تو بُرا کیا مگر گناہ گار نہ ہوں گے اساءت ترکِ سنّت کی وجہ سے اور عدم گناہ واجب کو ترک نہ کرنے کی وجہ سے ہے کیونکہ انھوں نے صالح شخص کو ہی امام بنایا ہے، فتاوٰی حجہ میں اسی طرح ہے اور اس میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ اگر انھوں نے کسی فاسق کو مقدم کردیا تو گنہ گار ہونگے،

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح فصل فی بیان الاحق بالامامۃ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۱۶۵

[2] حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار باب الامامۃ " دار المعرفۃ بیروت ۱/۲۴۳

marfat.com

حرام ست نہ نجس اھ ملخصاً[1] — خنزیر کے گوشت کے نجس ہونے میں اختلاف ہے دمِ مسفوح حرام ہے مگر نجس نہیں اھ ملخصاً (ت)

مسئلہ (۵) اُسی فتح المغیث کے صفحہ ۶ پر ہے، کافی ہے مسح کرنا پگڑی پر[2]۔ یعنی وضو میں سر کا مسح نہ کیجئے پگڑی پر ہاتھ پھیر لیجئے وضو ہوگیا اگرچہ قرآن عظیم فرمایا کرے وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ[3] (اپنے سروں کا مسح کرو)۔

مسئلہ (۶) مولوی محمد سعید شاگرد مولوی نذیر حسین ہدایت قلوب قاسیہ کے صفحہ ۳۶ میں لکھتے ہیں جو اپنی بیوی سے جماع کرے اور انزال نہ ہو تو اُس کی نماز بغیر غسل کے درست ہے[4]۔

مسئلہ (۷) فتاوی ابراہیمیہ مصنفہ مولوی ابراہیم غیر مقلد مطبوعہ دھرم پرکاش الٰہ آباد کے صفحہ ۲ میں ہے: وضو میں بجائے پاؤں دھونے کے مسح فرض ہے[5]۔ انھوں نے پاؤں کے مسئلے میں رافضیوں سے بھی آگے قدم رکھا وہ بیچارے بھی صرف جواز مانتے ہیں واللہ المستعان علی شر الرافض وقوم شر من الرافض (اللہ تعالٰی ہی مددگار ہے روافض کے شر پر اور اس قوم کے شر پر جو روافض سے بھی بدتر ہے۔ ت)

ثانیاً یہ خیال کیجئے کہ انھیں اہلسنت کے ساتھ کس درجہ تعصب ہے، اور تعصب وہ شیئ ہے کہ خواہی نخواہی آدمی نیشِ عقرب (بچھو کا ڈنگ) ہوکر بتقاضائے طبع ایذا و اضرار پر کمر کستا ہے اور جہاں تک بن پڑے شقاق و خلاف کو دوست رکھتا ہے، اگر علانیہ نہ ہوسکے تو خفیہ ہی کوئی بات کرگزرے اور آپ ہی آپ دل میں ہنس لے، جہال روافض کی حکایات مشہور ہیں کہ اُن کی مجالسِ مرثیہ میں جو جاہل سُنّی جا بیٹھے انھوں نے قلتین کے چھینٹے شربت میں ملائے، بعض اشقیانے اسمائے طیبہ پرچوں پر لکھ کر فرش کے نیچے رکھ دئے کہ سُنّی بیٹھیں تو پاؤں کے نیچے آئیں اگرچہ نادانستہ ہی سہی، پھر جہاں ایسا موقع ہاتھ لگا کہ کوئی خاص چیز کسی مہمان یا حاجتمند سُنّی ناواقف کے کھانے پینے کو پیش کی ظاہری تکلف حد سے گزرا اور بعض نجاسات قطعیہ سے آلودہ کردی، یہ سب شاخیں تعصب کی ہیں، پھر حضرات غیر مقلدین کا تعصب اُن روافض سے کم نہیں بلکہ زائد ہے کہ یہ دشمن تازہ ہیں اور ان کے حوصلوں کی نئی

---

[1] نہج المقبول من شرائع الرسول

[2] فتح المغیث

[3] القرآن ۵/ ۶

[4] ہدایت قلوب قاسیہ

[5] فتاوی ابراہیمیہ

marfat.com

بن النعمن بن مقرن وابن ماجۃ[۴۹] وعن ابی ھریرۃ وعن سعد بن ابی وقاص والدارقطنی[۵۱] فی الافراد عن جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنھم اجمعین۔

بن نعمان بن مقرن سے ابن ماجہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالٰی عنہ سے دارقطنی نے افراد میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین سے روایت کیا ہے (ت)

فسق دوم طعن علماء طبرانی کبیر میں بسند حسن ابوامامہ[۵۲] رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں،

ثلثۃ لایستخف بحقھم الامنافق ذوالشیبۃ فی الاسلام وذوالعلم وامام مقسط[۱]۔

تین شخص ہیں جن کی تحقیر نہ کرے گا مگر منافق، ایک[۱] وہ جسے اسلام میں بڑھاپا آیا، دوسرا[۲] ذی علم، تیسرا[۳] امام عادل۔

احمد[۵۳] بسند حسن واللفظ لہ اور طبرانی وحاکم عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں،

لیس من اُمتی من لم یجل کبیرنا ویرحم صغیرنا ویعرف لعالمنا[۲]۔

میری اُمت سے نہیں جو مسلمانوں کے بڑے کی تعظیم اور اُن کے چھوٹے پر رحم نہ کرے اور عالم کا حق نہ پہچانے۔

مسند الفردوس[۵۴] میں حضرت ابوذر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے حضور پُرنور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

العالم سلطان اللہ فی الارض فمن وقع فیہ فقد ھلک[۳]۔ والعیاذ باللہ تعالٰی

عالم اللہ کی سلطنت ہے اس کی زمین میں، تو جو اس کی شان میں گستاخی کرے ہلاک ہوجائے۔

فسق سوم عداوت عامہ اہلِ عرب وحجاز انھیں جو تعصب اُن کے ساتھ ہے یہی خوب جانتے ہیں،

قدبدت البغضاء من افواھھم وماتخفی صدورھم اکبر[۴]۔

بیران کی باتوں سے جھلک اُٹھا وہ (غیظ وعناد) جو سینوں میں چھپائے ہیں، وہ بڑا ہے۔ (ت)

اور اس کی وجہ مخالفت مذہبی کے علاوہ بار بار بتکرار علمائے عرب کے فتاوے ان کی تضلیل و تذلیل میں آنا اور بکرات ومرات ان کے ہم مذہبوں کا وہاں ذلتیں اور سزائیں پانا جس کی حکایات خواص وعوام میں مشہور

---

[۱] المعجم الکبیر مروی از ابوامامہ باہلی مطبوعہ المکتبۃ الفیصلیہ بیروت ۸/ ۲۳۸

[۲] مسند احمد بن حنبل حدیث عبادہ بن الصامت مطبوعہ دارالفکر بیروت ۵/ ۳۲۳

[۳] کنز العمال بحوالہ مسند الفردوس عن ابی ذر حدیث ۲۸۶۷۳ کتاب العلم مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۰/ ۱۳۴

[۴] القرآن ۳/ ۱۱۸

marfat.com

سے نقل کیا، فتاوٰی عالمگیری میں ہے:

الاقتداء بشافعی المذہب انما یصح اذا کان الامام یتحامی مواضع الخلاف بان یتوضأ من الخارج النجس من غیر السبیلین کالفصد ولایکون متعصبا ولایتوضأ بالماء الراکد[ع۱] القلیل وان یغسل ثوبہ من المنی[ع۲] ویفرک الیابس منہ ویمسح[ع۳] ربع رأسہ ھکذا فی النہایۃ والکفایۃ ولایتوضأ بالماء القلیل الذی وقعت فیہ النجاسۃ کذا فی فتاوی قاضی خاں ولا بالماء المستعمل ھکذا فی السراجیۃ[1] اھ ملخصا۔

شافعی المذہب کی اقتدا اُس وقت صحیح ہے جب وہ مقاماتِ اختلاف میں احتیاط سے کام لیتا ہو، مثلاً سبیلین کے علاوہ سے نجاست کے خروج پر وضو کرتا ہو جیسا کہ رگ کٹوانے پر، اور متعصب نہ ہو اور نہ ہی قلیل کھڑے پانی سے وضو کرنے والا ہو اور منی والا کپڑا دھوتا ہو، اور خشک منی کپڑے سے کھرچ دیتا ہو، سر کے چوتھائی کا مسح کرتا ہو، نہایہ، اور کفایہ میں اسی طرح ہے، اور ایسے ہی قلیل پانی جس میں نجاست گرگئی ہو اس سے وضو نہ کرتا ہو فتاوٰی قاضی خان میں اسی طرح ہے اور نہ ہی ماءِ مستعمل سے وضو کرتا، جیسا کہ سراجیہ میں ہے اھ ملخصاً (ت)

فتاوٰی امام قاضی خاں میں ہے:

اما الاقتداء بشفعوی المذہب قالوا لاباس بہ اذا لم یکن متعصبا وان یکون متوضأ من الخارج النجس من غیر السبیلین ولایتوضأ بالماء القلیل الذی وقعت فیہ النجاسۃ[2] اھ ملخصا۔

شافعی المذہب کی اقتداء کے بارے میں علماء نے فرمایا ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں بشرطیکہ وہ متعصب نہ ہو اور یہ کہ سبیلین کے علاوہ سے نجاست کے خروج پر وضو کرتا ہو اور اس قلیل پانی (جس میں نجاست گرگئی ہو) سے وضو نہ کرتا ہو اھ تلخیصاً (ت)

ع۱ قلت ای بحیث تقع الغسالۃ فیہ بناء علی نجاسۃ الماء المستعمل ۱۲ منہ (م)

میں کہتا ہوں یعنی اس وقت جب غسالہ پانی میں گرتا ہو اس قول کی بنا پر جو ماءِ مستعمل کو نجس قرار دیتے ہیں ۱۲ منہ (ت)

ع۲ قلت ای اذا بلغ حد المنع ۱۲ منہ (م)

میں کہتا ہوں یعنی جب مانع نماز کی حد تک پہنچ جائے ۱۲ منہ (ت)

ع۳ قلت ای لایجتزئ باقل منہ ۱۲ منہ (م)

میں کہتا ہوں یعنی اس سے اقل پر اکتفاء نہ کرتا ہو ۱۲ منہ (ت)

۱؎ فتاوٰی ہندیۃ الفصل الثالث فی بیان من یصلح اماما لغیرہ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۸۴

۲؎ فتاوٰی قاضی خان فصل فی من یصلح الاقتداء وفی من لایصلح ؍ منشی نولکشور لکھنؤ ۱/ ۴۳

marfat.com

کے ساتھ زیادت ہے اور حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں :

لا یکید اھل المدینۃ احد الا انماع کما ینماع الملح فی الماء[1] ۔ اخرجہ الشیخان عن سعد بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ ۔

کوئی شخص اہلِ مدینہ کے ساتھ بد اندیشہ نہ کرے گا مگر یہ کہ ایسا گل جائے گا جیسے نمک پانی میں ۔ اسے بخاری و مسلم نے حضرت سعد بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے ۔

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم :

من اراد اھل المدینۃ بسوء اذابہ اللہ کما یذوب الملح فی الماء[2] ۔ اخرجہ احمد و مسلم و ابن ماجۃ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ ۔

جو اہلِ مدینہ کے ساتھ کسی طرح کا بُرا ارادہ کرے اللہ تعالٰی اُسے ایسا گلا دے جیسے نمک پانی میں گل جاتا ہے ۔ اسے امام احمد، مسلم اور ابن ماجہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے ۔

دوسری حدیث میں ہے حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں :

من آذی اھل المدینۃ آذاہ اللہ و علیہ لعنۃ اللہ والملٰئکۃ والناس اجمعین لا یقبل منہ صرف ولا عدل[3] ۔ اخرجہ الطبرانی فی الکبیر عن عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالٰی عنہما ۔

جو مدینہ والوں کو ایذا دے اللہ اسے مصیبت میں ڈالے اور اس پر خدا اور فرشتوں اور آدمیوں سب کی لعنت ہے اللہ تعالٰی نہ اس کا نفل قبول کرے نہ فرض ۔ اسے طبرانی نے المعجم الکبیر میں حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا ہے ۔

اگر یہ حضرات ان امور سے انکار کریں تو کیا مضائقہ اُن سے کہئے تعالوا الٰی کلمۃ سواء بیننا و بینکم[4] (ایسے کلمہ کی طرف آؤ جو ہم میں اور تم میں یکساں ہے ۔ ت) ہم اور تم سب مل کر مہر کر دیں کہ مسائل مذہبی میں جو مسلک علمائے

---

[1] صحیح البخاری فضائل المدینۃ باب اثم من کاد اھل المدینۃ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۵۲

[2] صحیح مسلم کتاب الحج باب تحریم ارادۃ اھل المدینۃ بسوء ″ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱/۴۴۵

مسند احمد بن حنبل از مسند ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ″ دار الفکر بیروت ۲/۳۵۷

[3] کنز العمال بحوالہ طب عن ابن عمر فضائل المدینۃ و ما حولہا الخ حدیث ۳۴۸۳۶ ″ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۲/۲۳۷

مجمع الزوائد باب فیمن أخاف اھل المدینۃ و ارادھم بسوء ″ دار الکتاب بیروت ۳/۳۰۷

الترغیب والترہیب الترہیب من اخافۃ اھل المدینۃ الخ ″ مصطفی البابی مصر ۲/۲۴۱

[4] القرآن ۳/۶۴

marfat.com

علامہ احمد مصری حاشیہ شرح نور الایضاح میں فرماتے ہیں :

صحۃ الاقتداء اذا کان یحتاط فی مواضع الاختلاف کأن یجدد الوضوء بخروج نحو دم وان یمسح رأسہ وان یغسل ثوبہ من منی او یفرکہ اذا جف[1] الخ

صحت اقتدا شافعی کی اس پر موقوف ہے کہ وہ مواضع اختلاف میں محتاط ہو، مثلاً خون جیسی چیز کے خروج پر نیا وضو کرتا ہو اور سر کا مسح کرتا ہو، منی والے کپڑے کو دھوتا ہو یا خشک ہونے کی صورت میں اسے کھرچ دیتا ہو الخ (ت)

رد المحتار میں ہے :

قال کثیر من المشائخ ان کان عادتہ مراعاۃ موضع الخلاف جاز والا فلا ذکرہ السندی المتقدم ذکرہ ح قلت وھذا بناء علی ان العبرۃ لرأی المقتدی وھو الاصح[2] الخ

اکثر مشائخ نے فرمایا ہے کہ اگر شافعی امام کی عادت مقاماتِ اختلاف میں احتیاط کی (یعنی وضو و نماز میں مذہب حنفی کی رعایت کرتا ہو) تو پھر اس کی اقتداء جائز ورنہ نہیں۔ سندی نے اس کو ذکر کیا اس کا تذکرہ پیچھے بھی گزرا ہے ح۔ میں کہتا ہوں یہ اس بنا پر ہے کہ اس مسئلہ میں اعتبار مقتدی کی رائے کا ہے اور یہی اصح ہے الخ (ت)

اُسی میں ہے :

فی رسالۃ الاھتداء فی الاقتداء لمنلا علی القاری ذھب عامۃ مشائخنا الی الجواز اذا کان یحتاط فی موضع الخلاف والا فلا[3]۔

ملّا علی قاری کے رسالہ "الاھتداء فی الاقتداء" میں ہے کہ اکثر مشائخ کی رائے یہی ہے کہ اگر امام شافعی مقاماتِ اختلاف میں محتاط ہے تو اقتداء جائز ورنہ نہیں۔ (ت)

اسی طرح اور کتب میں تصریح ہے :

بقی ان الشامی نقل عن القاری بعد قولہ المذکور المعنی انہ یجوز فی المراعی

رہا یہ معاملہ کہ شامی نے علی قاری سے اپنے مذکور قول کے بعد یہ نقل کیا ہے : اس کا معنٰی یہ ہے کہ

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح باب الوتر مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۲۱۰

[2] رد المحتار مطلب فی الاقتداء بشافعی ونحوہ الخ " مصطفی البابی مصر ۱/۴۱۶

[3] " " " " " " " " " "

marfat.com

لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ وَ اَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِیْنًا[1] — اللہ نے اُن پر لعنت کی دُنیا و آخرت میں اور اُن کے لئے تیار رکھا ہے ذلّت کا عذاب۔

سبحان اللہ حضور سیّدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتیں:

ان اللہ حرم علی الارض ان تأکل اجساد الانبیاء[2]۔ اخرجہ احمد وابوداؤد والنسائی وابن ماجۃ وابن حبان والحاکم وابونعیم کلھم عن اوس بن ابی اوس الثقفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

بیشک اللہ تعالیٰ نے زمین پر پیغمبروں کا جسم کھانا حرام کیا ہے۔ اس کو امام احمد، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ، ابن حبان، حاکم اور ابونعیم سب حضرات نے حضرت اوس بن ابی اوس ثقفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔

اور وارد کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

من کلمہ روح القدس لم یؤذن للارض ان تأکل من لحمہ[3]۔ اخرجہ الزبیر بن بکار فی اخبار المدینۃ وابن زبالۃ عن الحسن مرسلا۔

جس سے جبریل نے کلام کیا زمین کو اجازت نہیں کہ اس کے گوشت پاک میں کچھ تصرف کرے۔ اسے حضرت زبیر بن بکار نے اخبار المدینہ میں اور ابن زبالہ نے امام حسن بصری سے مرسلاً روایت کیا ہے۔

امام ابوالعالیہ تابعی نے کہا:

ان لحوم الانبیاء لاتبلیھا الارض ولا تأکلھا السباع[4]۔ اخرجہ الزبیر والبیہقی۔

انبیاء کا گوشت زمین نہیں گلاتی نہ درندے گستاخی کریں۔ اسے زبیر اور بیہقی نے روایت کیا ہے۔

اور رب العالمین جل مجدہٗ اُن کے غلاموں یعنی شہدائے کرام کی نسبت ارشاد فرمائے:

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ یُّقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ — جو خدا کی راہ میں مارے گئے اُنھیں مُردہ نہ کہو

---

[1] القرآن ۳۳/۵۷

[2] سنن النسائی — اکثار الصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم یوم الجمعۃ — مطبوعہ مکتبہ سلفیہ لاہور ۱/۱۶۲
سُنن ابی داؤد — باب تفریع ابواب الجمعۃ — مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۱۵۰
مسند احمد بن حنبل — حدیث اوس بن اوس رضی اللہ عنہ — 〃 دارالفکر بیروت ۴/۸

[3] الدرالمنثور زیرِ آیۃ وایدناہ بروح القدس — مطبوعہ منشورات آیۃ اللہ العظمیٰ، قم، ایران ۱/۸۷

[4] اخبارِ مدینہ لزبیر بن بکار

marfat.com

عدمها، ووجود البأس لایستلزم البطلان نعم هو مساوق لعدم الجواز بمعنی عدم الحل المجامع لکراهة التحریم، ویؤید ذلك مانص علیه العلامة الحلبی فی الغنیة الاختلاف انما هو فی الکراهة والافعلی الجواز یعنی الصحة الاجماع۔

ثم لایذهبن عنك ان الکراهة ههنا للتحریم اذهو الذی یصح تفسیر عدم الجواز به کما فعل القاری فافهم وتثبت هذا ما ظهر لی وقد بقی خبایا والعبد الضعیف حقق الکلام فی هذا المرام فی فتاواہ الملقبة بالعطایا النبویة فی الفتاوی الرضویة وباللہ التوفیق۔

بات کی مفید ہے کہ جب شرائط معدوم ہوں تو حرج لازم آئے گا اور وجودِ حرج بطلان کو مستلزم نہیں، ہاں وہ مساوی بنے گا عدمِ جواز بمعنی عدمِ حل کا جو کراہتِ تحریمی کو جامع ہے اور اس کی تائید علامہ حلبی کے ان الفاظ سے ہوتی ہے جو غنیہ میں ہیں کہ اختلاف کراہت میں ہے ورنہ جواز یعنی صحت پر اجماع ہے۔

پھر یہ بھی ذہن نشین رہنا چاہئے کہ یہاں کراہت تحریمی مراد ہے کیونکہ تفسیر عدمِ جواز کی اسی کے ساتھ درست ہوتی ہے جیسا کہ علی قاری نے کیا ہے، خوب سمجھ کر اس پر قائم رہو۔ یہ وہ تفصیل تھی جو مجھ پر واضح ہوئی اور ابھی کچھ گوشے رہ گئے ہیں بندۂ ضعیف نے اللہ کی توفیق سے اس مقصد پر اپنے فتاوی الملقب بہ العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ میں تحقیق کی ہے۔ (ت)

سبحٰن اللہ جبکہ بے احتیاط شافعی کے پیچھے نماز جمہور ائمہ کے نزدیک ناجائز، تو ان مبتدعین تہورین کو اہلِ حق و ہدایت سے کیا نسبت ان کے پیچھے بدرجۂ اولیٰ ناجائز وممنوع تر ہونا چاہئے کما لایخفی۔

تنبیہ: خانیہ وخلاصہ ونہایہ وکفایہ وبحر الفتاوی وشرح نقایہ وہندیہ کے نصوص سُن چکے کہ متعصب شافعی کے پیچھے نماز جائز نہیں اور اس کی تفسیر گزری کہ متعصب وہ عــہ جو حنفیہ سے بغض رکھتا ہو، اب غور کرلیجئے کہ غیر مقلدین کو نہ صرف حنفیہ بلکہ تمام مقلدین ائمۂ دین سے کس قدر بغض شدید وکین مدید ہے خصوصاً جو عنایت حضرات حنفیہ خصہم اللہ بالطاف الحفیہ کے ساتھ ہے بیان سے باہر تو ان روایات پر یہ جُدا گانہ دلیل ہُوئی ان کی اقتداء ناجائز ہونے کی،

لکن قال المحقق فی الفتح لا یخفی ان تعصبه انما یوجب فسقه[1] اھ

لیکن محقق نے فتح القدیر میں فرمایا یہ مخفی نہ رہے کہ اس کا متعصب ہونا فسق کا موجب وسبب ہے اھ

عــہ **اقول** ایسے ہی شافعیہ یا مالکیہ یا حنبلیہ سے بغض رکھنے والا اعنی من برأہ اللہ من التعصب کہ اہلِ حق سے بغض نہ رکھے گا مگر بدمذہب اور بدمذہب کے پیچھے نماز ممنوع ۱۲ منہ سلمہ (م)

[1] فتح القدیر باب صلوٰۃ الوتر مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۳۸۱

marfat.com

اور حضور پُر نور سید المحبوبین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من عادی اولیاء اللہ فقد بارز اللہ بالمحاربۃ۔[1] اخرجہ ابن ماجۃ والحاکم والبیہقی فی الزھد عن معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال الحاکم صحیح ولا علۃ لہ۔

جس نے اولیاء اللہ سے عداوت کی وہ سرِ میدان خدا کے ساتھ لڑائی کو نکل آیا۔ اس کو ابن ماجہ، حاکم اور بیہقی نے زہد میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ امام حاکم نے فرمایا یہ روایت صحیح ہے اور اس میں کوئی علت نہیں ہے۔ (ت)

اللہ تعالیٰ اپنے محبوبوں کی سچی محبت پر دنیا سے اٹھائے آمین بجاھھم عندك یا ارحم الراحمین یا من احبھم فامرنا بحبھم حبھم الینا وحببنا الیھم بحبنا ایاھم یا اکرم الاکرمین آمین آمین۔

فسق ہفتم ہم اوپر بیان کر آئے کہ ان کا خلاصۂ مذہب یہ ہے کہ گنتی کے ڈھائی آدمی ناجی باقی تمام مسلمین شرک میں پڑ کر ہلاک ہوگئے اور حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اذا سمعت الرجل یقول ھلك الناس فھو اھلکھم۔[2] اخرجہ احمد والبخاری فی الادب ومسلم وابوداؤد عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

جب تو کسی کو یوں کہتے سُنے کہ لوگ ہلاک ہوگئے تو وہ اُن سب سے زیادہ ہلاک ہونے والا ہے۔ اسے امام احمد اور بخاری نے الادب المفرد میں، مسلم اور ابوداؤد نے سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔

حدیث سے ثابت ہوا کہ حقیقۃً یہی لوگ جو ناحق مسلمانوں کو چنیں وچناں کہتے ہیں خود ہلاک عظیم کے مستحق ہیں اور اللہ جل جلالہ، فرماتا ہے:

فَهَلْ يُهْلَكُ اِلَّا الْقَوْمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝[3]

کون ہلاک ہُوا سوا فاسق لوگوں کے۔

پھر ان کے اشد الفاسقین سے ہونے میں کیا شبہہ ہے والعیاذ باللہ سبحنہ وتعالیٰ۔ پھر سنم بر ستم یہ کہ وہ ان محرمات کا صرف ارتکاب ہی نہیں کرتے انھیں حلال ومباحات بلکہ افضل حسنات بلکہ اہم واجبات سمجھتے ہیں ہیہات اگر تاویل کا قدم درمیان نہ ہوتا تو کیا کچھ ان کے بارے میں کہنا نہ تھا اللہ تعالیٰ نے یہ دین پر استقلال

---

[1] سنن ابن ماجہ باب من ترجی لہ السلامۃ من الفتن مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ص ۲۹۶
شعب الایمان باب فی اخلاص العمل حدیث ۶۸۱۲ ،، دار الکتب العلمیۃ بیروت ۵/۳۲۸
[2] الادب المفرد (۳۲۴) باب قول الرجل ھلك الناس حدیث ۷۵۹ مطبوعہ المکتبۃ الاثریہ سانگلہ ہل ص ۱۹۵
[3] القرآن ۴۶/۳۵

marfat.com

کافر ہونا چاہا اور مسلمان کو مبتلائے کفر چاہنا رضا بالکفر ہے اور رضا بالکفر آپ ہی کفر، علماء فرماتے ہیں ایسے متکلم کے پیچھے نماز جائز نہیں، فتح القدیر میں ہے:

قال صاحب المجتبی واما قول ابی یوسف لا تجوز الصلاۃ خلف المتکلم فیجوز ان یرید الذی قررہ ابو حنیفۃ حین رای ابنہ حمادا یناظر فی الکلام فنھاہ فقال رأیتک تناظر فی الکلام وتنھانی فقال کنا نناظر وکان علی رؤسنا الطیر مخافۃ ان یزل صاحبنا وانتم تناظرون وتریدون زلۃ صاحبکم ومن اراد زلۃ صاحبہ

صاحب مجتبیٰ نے فرمایا امام ابو یوسف کا قول کہ کلامی کے پیچھے نماز جائز نہیں تو ہو سکتا ہے ان کی مراد وہی ہو جس کو امام ابو حنیفہ نے مقرر رکھا ہے کہ انہوں نے جب اپنے صاحبزادے حماد کو علم کلام میں مناظرہ کرتے ہوئے دیکھا تو اپنے بیٹے کو اس سے منع کیا، بیٹے نے عرض کی میں نے آپ کو علم کلام میں مناظرہ کرتے دیکھا ہے اور مجھے آپ اس سے منع کر رہے ہیں اس پر آپ نے فرمایا ہم اس حال میں مناظرہ کرتے تھے گویا ہمارے سروں پر پرندے ہیں

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

اختلف المشائخ ثم ذکر عن شیخ الاسلام ما حقہ ان یسطر علی الصدر وحاصلہ انہ انما یکون کفرا اذا کان یستحسنہ ثم قال) وقد عثرنا علی روایۃ ابی حنیفۃ ان الرضاء بکفر الغیر کفر من غیر تفصیل اھ قلت وھی ھذہ الروایۃ التی ذکر فی المجتبی قال العلامۃ القاری بعد نقل ما فی رسالۃ البدر الجواب ان روایۃ ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالٰی اذا کانت مجملۃ او عبارتہ مطلقۃ فلنا ان نفصلھا ونقیدھا علی مقتضی القواعد الحنفیۃ[1] اھ واللہ تعالٰی اعلم ۱۲ منہ سلمہ ربہ (م)

غیر کے کفر پر راضی ہوا اس میں مشائخ کا اختلاف ہے پھر وہاں شیخ الاسلام کے حوالے سے وہ لکھا جو سینوں پر لکھنے کے قابل ہے، اس کا حاصل یہ ہے کہ یہ کفر اس وقت ہے کہ جب اس نے اسے پسند کیا پھر کہا ہم امام ابو حنیفہ کی اس روایت پر مطلع ہیں جس میں ہے کہ غیر کے کفر پر راضی ہونا کفر ہے بغیر کسی فرق کے اھ میں کہتا ہوں یہی وہ روایت ہے جو مجتبیٰ میں مذکور ہے، علامہ علی قاری نے رسالہ بدر کی عبارت نقل کرنے کے بعد کہا اس کا جواب یہ ہے کہ بیشک امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی روایت جب مجمل ہو یا اس کی عبارت مطلق ہو تو ہم کہتے ہیں ہم اس کی تفصیل کرتے ہیں اور قواعد احناف کے مقتضا کے مطابق اسے مقید کرتے ہیں اھ واللہ تعالٰی اعلم ۱۲ منہ سلمہ ربہ (ت)

---

[1] منح الروض شرح الفقہ الاکبر بحوالہ المحیط فصل فی الکفر مصطفی البابی مصر ص ۱۸۰

marfat.com

کیا نہ جانا کہ اُن کے رشید شاگرد نے مطبوعہ رسالے میں حقیقی پھوپھی تک حلال بتائی، کیا نہ سُنا کہ دوسرے شاگرد نے سوتیلی خالہ کو بھانجے کے حق میں مباح کر دیا اور اُس آفت کے فتوے سے استاد صاحب نے اپنی مہر کا نکاح کر دیا پھر امام العصر کا اُجرت لے کر مسائل لکھنا، ایک ہی مقدمہ میں مدعی مدعا علیہ دونوں کے پاس حضرت کا فتوی ہونا کیسی اعلیٰ درجے کی دیانت ہے، اِن سب وقائع کی تفصیل بعض احباب فقیر نے رسالہ سیف المصطفٰی علی ادیان الافتراء ۱۲۹۹ھ و رسالہ نشاط السکین علٰی حلق البقر السمین ۱۳۰۳ھ میں ذکر کی، پھر بات بنانے کو احیا و اموات پر ہزاروں افترا و بہتان کرنا، فرضی کتابوں سے سند لانا، خیالی عالموں کے نام گھڑ لینا، نقل عبارت میں قطع و برید کرنا، جرح محدثین کو نسب بدل لینا، احادیث و اقوال کے غلط حوالے دینا اور ان کے سوا دیدہ و دانستہ ہزاروں قسم کی عیاریاں ان کے عمائد و متکلمین اپنی مذہبی تصانیف میں کر گزرے، زکیں کھائیں الزام اٹھائے اور باز نہ آئے۔ رسالہ سیف المصطفٰی انھیں امور کے بیان و اظہار میں تالیف ہُوا جس میں عزیزم مؤلف حفظہ اللہ نے اکابر طائفہ کی ایک سو ساٹھ ۱۶۰ دیانتوں کو جلوہ دیا۔ پھر کون گمان کر سکتا ہے کہ جرأت و جسارت میں ان کا پایا کسی فاسق سے گھٹا ہوا ہے معہذا آزما لیجئے کہ یہ حضرات جس مسئلہ میں خلاف کریں گے آرام نفس ہی کی طرف کریں گے کبھی وُہ مذہب ان کے نزدیک راجح نہ ہوا جس میں ذرا مشقت کا پلہ جھکا، تراویح میں بیس ۲۰ رکعت چھوڑیں تو چھتیس ۳۶ کی طرف نہ گئے جو امام مالک سے مروی، نہ چالیس ۴۰ لیں جو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالٰی عنہ سے منقول اور امام اسحٰق بن راہویہ و اہل مدینہ کا مذہب تھا، آٹھ پر گرے کہ آرام کا سبب تھا۔ اور اُن کے بعض مسائل کا نمونہ اِن شاء اللہ تعالٰی قریب آتا ہے۔ مسلمانو! جب بیباکی وُہ ہے کہ جو چاہا کہہ دیا نہ قرآن سے غرض نہ حدیث سے کام، اجماع ائمہ تو کس چیز کا نام، اُدھر آرام طلبی کا جوش تام، تو کیا عجب کہ بے غسل یا بے وضو نماز جائز کر لیں خصوصاً جبکہ موسم سرما ہو اور پانی ٹھنڈا، آخر یہ پھوپھی بھتیجی خالہ کی حلت سے عجب تر نہ ہوگا۔ سچ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے:

اذا لم تستحی فاصنع ما شئت [1] جب تُو بیحیا ہو جائے تو جو چاہے کر۔ (ت)

ع آنرا کہ حیا نیست از و ہیچ عجب نیست

(جس کو حیا نہیں اس سے کچھ بھی تعجب نہیں)

والعیاذ باللہ تعالٰی۔

---

[1] المعجم الکبیر مروی از ابو مسعود انصاری حدیث ۶۵۷ مطبوعہ مکتبہ فیصلیہ بیروت ۱۷/ ۲۳۷

marfat.com

لا یعتمد علی مذہب مجتہد بعینہ[1] اعتماد نہ کرتا ہو۔ (ت)

امام عارف باللہ سیدی عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ الربانی جن کی میزان وغیرہ تصانیف عالیہ سے امام العصر و دیگر کبرائے طائفہ نے جابجا اسناد کیا اسی میزان میں فرماتے ہیں:

یجب علی المقلد العمل بالارجح من القولین فی مذہبہ مادام لم یصل الی معرفۃ ھذہ المیزان من طریق الذوق و الکشف کما علیہ عمل الناس فی کل عصر بخلاف ما اذا وصل الی مقام الذوق و رأی جمیع اقوال العلماء و بحور علومھم تنفجر من عین الشریعۃ الاولی تبتدئ منھا و تنتھی الیھا فان مثل ھذا لایؤمر بالتعبد بمذہب معین لشھودہ تساوی المذاہب فی الاخذ من عین الشریعۃ[2] اھ ملخصا

یعنی مقلد پر واجب ہے کہ خاص اُسی بات پر عمل کرے جو اُس کے مذہب میں راجح ٹھہری ہو ہر زمانے میں علماء کا اسی پر عمل رہا ہے البتہ جو ولی اللہ ذوق و معرفت کی راہ سے اُس مقام کشف تک پہنچ جائے کہ شریعتِ مطہرہ کا پہلا چشمہ جو سب مذاہب ائمہ مجتہدین کا خزانہ ہے اُسے نظر آنے لگے وہاں پہنچ کر وہ تمام اقوال علماء کو مشاہدہ کرے گا کہ اُن کے دریا اُسی چشمے سے نکلتے اور اُسی میں پھر آکر گرتے ہیں ایسے شخص پر تقلید شخصی لازم نہ کی جائیگی کہ وُہ تو آنکھوں دیکھ رہا ہے کہ سب مذاہب چشمۂ اولیٰ سے یکساں فیض لے رہے ہیں اھ ملخصاً۔

یہاں سے ثابت کہ جو پایۂ اجتہاد نہ رکھتا ہو نہ کشف و ولایت کے اس رتبۂ عظمیٰ تک پہنچا اُس پر تقلید امام معین قطعاً واجب ہے اور اسی پر ہر زمانے میں علماء کا عمل رہا، یہاں تک امام حجۃ الاسلام محمد غزالی قدس سرہ العالی نے کتاب مستطاب کیمیائے سعادت میں فرمایا:

مخالفت کردن صاحب مذہب خویش نزدیک ہیچکس[عہ] روا نیست ۔۔۔ اپنے صاحبِ مذہب کی مخالفت کرنا کسی کے نزدیک

عہ اقول و انما اراد الاجماع بعد تقرر المذاہب وظھور التمذہب للائمۃ باعیانھم اذ ھو الصحیح لا اضافۃ بین الناس و اصحاب

میں کہتا ہوں ان کی مراد تقرر مذاہب اور ظہور تقلید معین ائمہ کے بعد کا اجماع ہے کیونکہ یہی صحیح ہے عام لوگوں اور اصحاب مذاہب کے درمیان کوئی نسبت نہیں ہے

(باقی برصفحہ آئندہ)

---

[1] رسالہ انصاف مع ترجمہ کشاف مطبوعہ مجتبائی دہلی ص ۵۹

[2] المیزان الکبریٰ فصل فان قال قائل فھل یجب الخ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۱۱

marfat.com

اُس سے وضو کریں اصلاً حرج نہیں کہ آخر جامہ بدن پر کوئی نجاست نہیں، نہ پانی کے اوصاف کسی نجس نے بدلے، پھر کیا مضائقہ ہے سب مباح و روا ہے انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ثم اقول آیۂ کریمہ قُلْ لَا اَجِدُ فِیْمَا اُوْحِیَ اِلَیَّ مُحَرَّمًا عَلٰی طَاعِمٍ یَّطْعَمُہٗ (محبوب فرمادیجئے میں اپنے اوپر نازل شدہ وحی میں نہیں پاتا کسی کھانیوالے پر کوئی کھانا حرام[1]) الآیہ سند کافی موجود اور جس طرح نجاست بے نقل صحیح غیر معارض ثابت نہیں ہوسکتی اور اصل اشیا میں طہارت ہے یوں ہی حرمت کا ثبوت بھی بے اس کے نہ ہوگا اور اصل اشیا میں اباحت تو غیر مقلد کو اُن چیزوں کے نوش کرنے میں کیا مضائقہ ہے ع

گر بر تو حلال ست حلالت بادا

(اگر تجھ پر پینا حلال ہے تیرا اپنا حلال کیا ہوا ہے)

مسئلہ (۳) نواب موصوف روضۂ ندیہ کے صفحہ ۱۲ میں فرماتے ہیں:

شراب و مُردار و خون کی حرمت اُن کی نجاست پر دلیل نہیں جو انھیں ناپاک بتائے دلیل پیش کرے اھ ملخصاً مترجماً[2]۔

میں کہتا ہوں شاعر بھولا کہ ناحق خلافِ شرع پینے کا لفظ بولا اگر یہ مسئلہ سُنتا یوں کہتا:

چھوتا نہیں شراب کبھی بے وضو کئے
قالب میں میرے روح کسی پارسا کی ہے

جس میں شریعت جدیدہ کا خلاف بھی نہ ہوتا اور زیادت مبالغہ سے حسنِ شعر بھی بڑھ جاتا کہ پیتا نہیں سے چھوتا نہیں میں کہیں زیادہ مبالغہ ہے۔

مسئلہ (۴) نواب صاحب اپنے صاحبزادہ کے نام سے نہج المقبول من شرائع الرسول مطبوعہ بھوپال کے صفحہ ۲۰ پر فرماتے ہیں:

شستن منی از برائے استقذار بودہ است نہ بنا بر نجاست و بر نجاست خمر و دیگر مسکرات دلیلے کہ صالح تمسک باشد موجود نیست و اصل در ہمہ چیزہا طہارت ست و در نجاست لحم خوک خلاف ست و دم مسفوح

منی کو نفرت و نظافت کی وجہ سے دھونا ضروری ہے نہ کہ ناپاک ہونے کی وجہ سے، شراب اور دیگر نشہ آور اشیا کے ناپاک ہونے پر کوئی دلیل صالح نہیں جس سے استدلال کیا جاسکے اور تمام اشیا میں اصلاً طہارت ہے،

---

[1] القرآن ۶/ ۱۴۵

[2] روضۂ ندیہ شرح دررِ بہیہ عربی بیان الاصل فی الاشیاء الطہارۃ مطبوعہ فاروقی کتب خانہ لاہور ۱/ ۲۳

marfat.com

محمد غزالی قدس سرہ العالی احیاء العلوم شریف میں فرماتے ہیں:

مخالفتہ للمقلد متفق علی کونہ منکرا بین المحصلین[1]

تمام منتہی فاضلوں کا اجماع ہے کہ مقلد کا اپنے امام مذہب کی مخالفت کرنا شنیع و واجب الانکار ہے۔

شرح نقایہ میں کشف اصول امام بزدوی سے منقول:

من جعل الحق متعددا کالمعتزلۃ اثبت للعامی الخیار من کل مذہب ما یہواہ و من جعل واحدا کعلمائنا الزم للعامی اماما واحدا[2]

یعنی جن کے نزدیک مسائل نزاعیہ میں حق متعدد ہے کہ ایک شے جو مثلاً ایک مذہب میں حلال دوسرے میں حرام ہو تو وہ عنداللہ حلال بھی ہے اور حرام بھی، وہ تو عامی کو اختیار دیتے ہیں کہ ہر مذہب سے جو چاہے اخذ کرلے یہ مذہب معتزلہ وغیرہم کا ہے اور جو حق کو واحد مانتے ہیں وہ عامی پر امام معین کی تقلید واجب کرتے ہیں یہ مذہب ہمارے علماء وغیرہم کا ہے۔

علامہ زین بن نجیم مصری صاحب بحر الرائق و اشباہ وغیرہما رسالۂ کبائر و صغائر میں فرماتے ہیں:

اما الکبائر فقالوا ہی بعد الکفر الزنا و اللواطۃ و شرب الخمر و مخالفۃ المقلد حکم مقلدہ[3] اھ مختصرا

یعنی کبیرہ گناہ علماء نے یوں گنائے کہ عیاذاً باللہ سب میں پہلے تو کفر ہے پھر زنا و اغلام و شراب خوری اور مقلد کا اپنے امام کی مخالفت کرنا اھ مختصرا

ملل و نحل میں ہے:

علماء الفریقین لم یجوزوا ان یأخذ العامی الحنفی الا بمذہب ابی حنیفۃ و العامی الشفعوی الا بمذہب الشافعی[4]

دونوں فریق کے علماء یہ جائز نہیں رکھتے کہ عامی حنفی مذہب ابوحنیفہ یا عامی شافعی مذہب شافعی کے سوا دوسرے مذہب پر عمل کرے۔

شاہ ولی اللہ عقد الجید میں لکھتے ہیں:

المرجح عند الفقہاء ان العامی المنتسب

فقہاء کے نزدیک ترجیح اسے ہے کہ عامی جو ایک مذہب

---

[1] احیاء العلوم الباب الثانی فی ارکان الامر الخ مطبوعہ مطبعۃ المشہد الحسینی القاہرہ مصر ۲/۳۲۶

[2] جامع الرموز (شرح نقایہ) کتاب الکراہیۃ " مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۳/۳۲۷

[3] الرسائل الفقہیہ لمؤلف الاشباہ مع الاشباہ الخ الرسالۃ الرابعۃ والثلاثون الخ مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۲/۹۰

[4] الملل والنحل حکم الاجتہاد و التقلید الخ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۲۰۵

marfat.com

اُٹھان ہے اب ان کی بیباکی وجرآت ومسائل مساہلت وشدّتِ عداوت دیکھ کر نہ صرف احتمال قوی بلکہ ظن غالب ہوتا ہے کہ اگر یہ امام کئے جائیں ضرور اپنے اُن بعض مسائل مذکورہ پر عمل کریں گے انھیں کیا غرض پڑی ہے کہ مذہب مقتدیان کی رعایت کرکے ان امور سے باز آئیں اور تعصب برت کر دل ٹھنڈا نہ کریں پھر بعض جگہ غسل وغیرہ کی مشقت اٹھانی ہو وہ نفع میں۔

ثالثاً اب یہ غور کیجئے کہ علمائے دین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے اہلِ حق و ہدیٰ کے مذاہب مختلفہ مثلاً باہم حنفیہ وشافعیہ میں ایک کی دوسرے سے اقتدا پر کیا کلام کیا ہے یہ مسئلہ ہمیشہ سے معرکۃ الآرا رہا اور اس میں تکثر شقوق و اختلافِ اقوال بشدت ہوا ہمیں یہاں صرف اس صورت سے غرض ہے کہ دوسرے مذہب والا جو نماز وطہارت میں ہمارے مذہب کی مراعات نہ کرے اور خروج عن الخلاف کی پروا نہ رکھے اُس کے پیچھے نماز کا کیا حکم ہے۔ پہلے اس احتیاط ومراعات کے معنے سمجھ لیجئے بعض باتیں مذاہبِ راشدہ میں مختلف فیہ ہیں اختلافی مسائل مثلاً فصد وحجامت سے شافعیہ کے نزدیک وضو نہیں جاتا ہمارے نزدیک جاتا رہتا ہے، مسِ ذکر ومساسِ زن سے ہمارے نزدیک نہیں جاتا اُن کے نزدیک ٹوٹ جاتا ہے، دوقلہ پانی میں اگر نجاست پڑجائے اُن کے مذہب میں ناپاک نہ ہوگا^ع ہمارے نزدیک (ناپاک) ہوجائے گا، اُن کے نزدیک ایک بال کا مسح وضو میں کافی ہے ہمارے یہاں رُبع سر کا ضرور، ہمارے مذہب میں نیت وترتیب وضو میں فرض نہیں اُن کے نزدیک فرض، وعلیٰ ہذا القیاس، اس قسم کے مسائل میں باجماع ائمہ آدمی کو وہ بات چاہیئے جس کے باعث اختلاف علما میں واقع نہ ہو جب تک یہ احتیاط اپنے کسی مکروہ مذہب کی طرف نہ لے جائے تو محتاط شافعی فصد وحجامت سے وضو کرلیتے ہیں اور مسح میں بعض پر قناعت نہیں کرتے اور محتاط حنفی مسِ ذکر ومساسِ زن سے وضو کرلیتے ہیں اور ترتیب ونیت نہیں چھوڑتے کہ اگرچہ ہمارے امام نے اس صورت میں وضو واجب نہ کیا منع بھی تو نہ فرمایا پھر نہ کرنے میں ہماری طہارت ایک مذہب پر ہوگی دوسرے پر نہیں اور کرلینے میں بالاتفاق طاہر ہوجائیں گے اور اپنے مذہب میں وضو علی الوضو کا ثواب پائیں گے، جو ایسی احتیاط کا خیال نہیں کرتے اور دوسرے مذہب کے خلاف و وفاق سے کام نہیں رکھتے، جمہور مشائخ کے نزدیک اُن کی اقتدا جائز نہیں کہ صحیح مذہب پر رائے مقتدی کا اعتبار ہے جب اس کی رائے پر خلل طہارت یا اور وجہ سے فساد نماز کا مظنہ ہو یہ کیونکر ایسی نماز پر اپنی نماز بنا کرسکتا ہے خانیہ و خلاصہ وسراجیہ وکفایہ ونظم وبحر الفتاویٰ وشرح نقایہ ومجمع الانہر وحاشیۂ مراقی الفلاح وغیرہا کتب میں اس کی تصریح فرمائی اور اسے علامہ سندی پھر علامہ حلبی پھر علامہ شامی نے بہت مشائخ اور علامہ قاری نے عامہ مشائخ کرام

ع بشرطیکہ پانی کا کوئی وصف مثلاً بُو یا رنگ یا مزہ متغیر نہ ہوجائے ورنہ بالاتفاق ناپاک ہوجائے گا ۱۲ منہ (م)

marfat.com

مولینا عبدالحق محدث دہلوی، علامہ[۲۵] احمد شریف مصری طحطاوی، علامہ[۲۶] آفندی امین الدین محمد شامی، صاحب[۲۷] منیہ، صاحب[۲۸] سراجیہ، صاحب[۲۹] جواہر، صاحب[۳۰] مصفٰی، صاحب[۳۱] ادب المقال، صاحب[۳۲] تتارخانیہ، صاحب[۳۳] مجمع، صاحب[۳۴] کشف، مؤلفان[۳۵] علمگیریہ کہ باقرارِ مؤلف امداد[۳۶] المسلمین پانسو علما تھے، یہاں تک کہ جناب شیخ[۳۷] مجدد الف ثانی شاہ ولی اللہ، شاہ عبدالعزیز صاحب، قاضی ثناء اللہ پانی پتی، حتیٰ کہ خود میاں نذیر حسین دہلوی اور اُن کے اتباع و مقلدین مگریوں کہ فاتٰھم اللہ من حیث لم یحتسبوا[۱] (تو اللہ کا حکم انکے پاس آیا جہاں سے ان کا گمان بھی نہ تھا۔ ت) والحمد للہ رب العٰلمین۔

اور لطف یہ ہے کہ ان میں وہ بھی ہیں جن سے خود امام العصر و دیگر متکلمین طائفہ نے براہِ جہالت و تجاہل استناد کیا اور اُن کے اقوالِ باہرہ و کلماتِ قاہرہ کو جو اصول طائفہ کے صریح بیخکن تھے دامن عیاری میں چھپالیا، میں ان شاء اللہ تعالٰی اُس رسالہ میں یہ بھی ثابت کروں گا کہ علمائے سلف سے ان کے استناد محض مغالطہ و تلبیس عوام ہیں، ان کے مذہب کو اُن سے اصلاً علاقہ نہیں بلکہ خود ہی اقوال جنھیں اپنی سند ٹھہراتے ہیں ان کے اصول مذہب کی بنیاد گراتے ہیں مگر حضرات کو موافق و مخالف کی تمیز نہیں یا ہے تو قصداً اغوائے جہال کو سبز باغ دکھاتے ہیں۔ میں بحول اللہ تعالٰی اُس رسالے میں یہ بھی تنبیہ کروں گا کہ اپنے مباحثہ میں ان حضرات کا تقلید شخصی کے وجوب و عدمِ وجوب کی بحث چھیڑ دینا نرا کید و فریب و تلبیس بدزیب ہے کہ اہلِ تعیین و اصحابِ تخییر دونوں فریق جوازِ تعیین و عدمِ حرج کو تسلیم کئے ہوئے ہیں جن کے نزدیک سرے سے تقلید شرک و کفر اُن کے مسلک سے اسے کیا تعلق، وہ امر ابتدائی یعنی عدمِ شرک و جواز کو طے کرلیں اُس کے بعد آگے چلیں، یہ چالاک لوگ اپنے لئے راہ آسان کرنے کو اِدھر سے اُدھر طفرہ کرجاتے ہیں اور ہماری طرف کے ذی علم ارخنا اللعنان اُس میں گفتگو کرنے لگتے ہیں حالانکہ گربہ کشتن روزِ اول باید' ابتداءً ان ہوشیاروں کی راہ روکا چاہیئے کہ پہلے شرک پھر حرمت سے جان بچا لیجئے اُس کے بعد آگے قصد کیجئے۔ فریقین کے اقوال کے اقوال ان حضرات کے رَد میں یک دل و یک زبان، اور طرفین کے علما ان کے زعم پر معاذ اللہ مشرک و گمراہ ہوتے ہیں یکساں، بلکہ میں بفضلہٖ تعالٰی ثابت کروں گا کہ اقوالِ تخییر ان کی رد و تکذیب میں اتم و اکمل ہیں پھر اُن سے استناد یا اُن کا تذکرہ عجب تماشا ہے، میں بعونہٖ یہ بھی واضح کروں گا کہ ان حضرات کو ابھی خود اپنا ہی مسلک منقح نہیں ہوا ہے متناقض کلام متخالف احکام لکھتے اور جہاں جیسا موقع پاتے ہیں ویسا ہی بیان کرجاتے ہیں، دعوے میں کچھ دلیل میں کچھ اعتراض میں کچھ جواب میں کچھ، کبھی ایک پائے پر قرار نہیں کرتے اور بیشک تمام اہلِ بدعت کا یہی وتیرہ ہے خصوصاً جو

---

[۱] القرآن ۵۹/ ۲

marfat.com

فتاوٰی امام طاہر بن عبدالرشید بخاری میں ہے:

الاقتداء بشفعوی المذھب یجوز ان لم یکن متعصبا ویکون متوضأ من الخارج من غیر السبیلین ولا یتوضأ بماءٍ الذی وقعت فیہ النجاسۃ وھو قد رقلتین[1]عہ اھ ملخصا

شافعی المذہب کی اقتدا جائز ہے اگر وہ متعصب نہ ہو اور غیر سبیلین سے نجاست کے خروج پر وضو کرنے والا ہو اور اس تھوڑے پانی سے وضو نہ کرتا ہو جس میں نجاست گر گئی ہو اور وہ دو قلوں کی مقدار ہے اھ تلخیصاً (ت)

جامع الرموز میں ہے:

ھذا اذا علم بالاحتراز عن مواضع الخلاف فلو شک فی الاحتراز لم یجز الاقتداء مطلقا کما فی النظم فلا باس بہ اذا لم یشک فی ایمانہ ولم یتعصب ای لم یبغض للحنفی (وساق الکلام فی مسائل المراعاۃ فجمع واوعی ثم قال) الکل فی بحر الفتاوٰی[2]۔

یہ اس وقت ہے جب وہ مقاماتِ اختلاف سے بچنے کا یقین رکھتا ہو اگر اس کے احتراز میں شک ہو تو پھر ہر حال میں اقتداء جائز نہیں، جیسا کہ نظم میں ہے پس اس وقت اس کی اقتدا میں کوئی حرج نہیں جب اس کے ایمان میں شک نہ ہو (یعنی انا مؤمن ان شاء اللہ کہنے والا نہ ہو) اور وہ متعصب نہ ہو یعنی حنفی کے ساتھ بغض نہ رکھتا ہو (اس کے بعد مقاماتِ رعایت پر گفتگو کرتے ہوئے مسائل کو اکٹھا کیا پھر فرمایا) یہ تمام بحر الفتاوٰی میں ہے۔ (ت)

شرح ملتقی الابحر میں ہے:

جواز اقتداء الحنفی بالشافعی اذا کان الامام یحتاط فی مواضع الخلاف[3]

حنفی کا شافعی کی اقتدا کرنا اس وقت جائز ہے جب شافعی امام مقاماتِ اختلاف میں محتاط ہو۔ (ت)

عہ قلت الاولٰی تعبیر غیرہ کالخانیۃ بالقلیل ۱۲ منہ (م)

میں کہتا ہوں اس کے غیر کی تعبیر بہتر ہے جیسے کہ خانیہ نے "قلیل" کے ساتھ تعبیر کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

---

[1] خلاصۃ الفتاوٰی کتاب الصلوٰۃ الاقتداء باہل الھوا مطبوعہ مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۱/ ۱۴۹

[2] جامع الرموز فصل یجہر الامام مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ گنبدِ قاموس ایران ۱/ ۱۷۳

[3] مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر باب الوتر والنوافل مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۱۲۹

marfat.com

ارتدت علیہ ان لم یکن صاحبہ طعن کیا تھا ایسا نہ ہوا۔ یہ اختصاراً ہے۔
کذلک[1] ۔ ھذا مختصراً ۔

امام ابن حبان اپنی صحیح مسمّٰی بالتقاسیم والانواع میں بسند صحیح حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ماکفر رجل رجلا قط الاباء بہا احدھما ان کان کافرا والا کفر بتکفیرہ[2] ۔

یعنی کبھی ایسا نہ ہُوا کہ ایک شخص دوسرے کی تکفیر کرے اور وُہ دونوں اُس سے نجات پاجائیں بلکہ ان میں ایک پر ضرور پڑے گی اگر وُہ کافر تھا تو یہ بچ گیا ورنہ اُسے کافر کہنے سے یہ خود کافر ہوا۔

علماء فرماتے ہیں یُوں ہی کسی کو مشرک یا زندیق یا ملحد یا منافق کہنا۔ علامہ عارف باللہ سیدی عبدالغنی بن اسمٰعیل نابلسی قدس سرہ القدسی حدیقہ ندیہ میں زیر حدیث ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

من دعا رجلا بالکفر باللہ تعالٰی او الشرک بہ وکذلک بالزندقۃ والالحاد والنفاق الکفر[3] اھ ملخصًا

کسی شخص کے بارے میں یہ کہنا کہ اس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کیا یا شرک کیا اسی طرح زندیق، الحاد اور نفاق کفری کی نسبت کر کے پکارا (تو خود کافر ہوجائیگا)۔ اھ تلخیصاً (ت)

اور زیر حدیث ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرمایا:

کذلک یا مشرک ونحوہ[4] (اسی طرح اسے مشرک وغیرہ کہا تو مشرک ہوجائے گا۔ ت)

اقول وباللہ التوفیق یہ معنی خود انھیں احادیث سے ثابت کہ ہر مشرک عدو اللہ ہے اور عدو اللہ کہنے کا حکم خود حدیث میں مصرح، اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تصریح فرمائی کہ فاسق کہنا بھی پلٹتا ہے تو مشرک تو بہت بدتر بلکہ اخبث اقسام کفار سے ہے تو عموماً یا کافر میں بھی دخول اولی رکھتا ہے والعیاذ باللہ سبحٰنہ وتعالیٰ، وجہ اس پلٹنے کی جس طرح ارباب قلوب نے افادہ فرمائی یہ ہے کہ مسلمان کا حال مثل آئینہ کے ہے ع

ترک و ہند در من آں بیند کہ اوست

(ترک اور ہند مجھ میں وہی دیکھتا ہے جو اس میں ہے)

---

[1] صحیح البخاری کتاب الادب باب مانھی عن السباب واللعن مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۸۹۳
[2] الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان من الکفر انسانا الخ حدیث ۲۴۸ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱/۴۱۰
[3] حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ النوع الرابع من الانواع الستین الکذب مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/۲۱۱
[4] ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ العاشر من الانواع الستین السب الخ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۲/۲۳۶

marfat.com

بلاکراھۃ وفی غیرہ معہا[1] اھ

رعایت کرنے والے کے پیچھے بغیر کراہت جائز ہے اور رعایت نہ کرنے والے کے پیچھے بالکراہت اھ (ت)

اقول وھذا یخالف تصریح الھندیۃ بعدم الصحۃ لکن لایعکر علی لانی انما عبرت بعدم الجواز الشامل للفساد وکراھۃ التحریم فینطبق علی تفسیر القاری و تصریح الھندیۃ جمیعا، والذی یظھر لی وار جوان یکون ھو الصواب ان شاء اللہ تعالی ان البطلان انما ھو اذا علم عدم المراعاۃ فی خصوص الصلاۃ کما اختارہ العلامۃ السفناقی وجزم بہ وتر الدرر وغیرہ والا فالصواب مع القاری فتصح لعدم العلم بالمفسد وتکرہ لکونہ غیر محتاط، وان حملت الصحۃ فی کلام الھندیۃ علی الجواز وان کان فیہ بعد فیتوافق القولان، ومن الدلیل علی ھذا الحمل ان صاحب الھندیۃ ادخل کلام قاضی خان تحت مسئلۃ عدم الصحۃ وانما نص الخانیۃ کما سمعت تعلیق نفی البأس بتلک الشرائط فانما یفید بمفھوم المخالفۃ وجود البأس عند

اقول (میں کہتا ہوں) یہ فتاوٰی ہندیہ کی اس تصریح کے مخالف ہے جس میں انہوں نے عدمِ صحت کا ذکر کیا ہے، لیکن یہ بات مجھ پر لازم نہیں آتی کیونکہ میں نے اسے عدمِ جواز کے ساتھ تعبیر کیا ہے جو فساد اور کراہتِ تحریمی دونوں کو شامل ہے، لہذا یہ علی قاری کی تفسیر اور ہندیہ کی تصریح دونوں کے موافق ہے، اور جو چیز مجھ پر ظاہر ہوئی ہے اور میں اُمید کرتا ہوں ان شاء اللہ وہی صواب ہے وہ یہ ہے کہ نماز کا باطل ہونا اس صورت میں جب امام شافعی بالخصوص نماز میں رعایت نہ کرتا ہو (اس بات کا حنفی کو یقین ہو) جیسا کہ اس کو علامہ سفناقی نے اختیار کیا اور درر وغیرہ کے بیانِ وتر میں اس پر جزم کیا ہے ورنہ اگر علم نہ ہو کہ وہ رعایت کرتا ہے تو علی قاری کی رائے صواب ہے کہ نماز درست ہوگی کیونکہ مفسد کا علم نہیں البتہ مکروہ ہوگی، کیونکہ وہ محتاط نہیں، اور اگر ہندیہ کی عبارت میں صحت کو جواز پر محمول کرلیا جائے اگرچہ اس میں بُعد ہے تو دونوں اقوال میں موافقت ہوجائے گی، اس حمل پر ایک دلیل یہ ہے کہ صاحبِ ہندیہ نے کلام قاضی خاں کو مسئلہ عدمِ صحت کے تحت ذکر کیا ہے، اور خانیہ نے تصریح کی ہے جیسا کہ آپ سُن چکے کہ نفی حرج ان شرائط کے ساتھ معلق ہے اور یہ بات مفہوم مخالف کے طور پر اس

---

[1] ردالمحتار مطلب فی الاقتداء بشافعی ونحوہ الخ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۴۱۶

marfat.com

اور مذہب صحیح ومعتمد ومرجح فقہائے کرام میں تفصیل ہے کہ اگر بطور سب ودشنام بے اعتقاد تکفیر کہا تو کافر نہ ہوگا جیسے بیباکوں بے قیدوں کو خربے لجام وسگ بے زنجیر کہیں کہ معنی حقیقی مراد نہیں ورنہ کافر ہو جائے گا۔ فتاوی ذخیرہ وفصول عمادی وشرح درروغرر وشرح نقایہ برجندی وشرح نقایہ قہستانی ونہر الفائق وشرح وہبانیہ علامہ عبدالبر ودرمختار وحدیقہ ندیہ وجواہر اخلاطی وفتاوی عالمگیری وردالمحتار وغیرہا کتب معتمدہ میں تصریح فرمائی کہ یہی مذہب مختار ومختار للفتوی ومفتی بہ ہے۔ علما فرماتے ہیں جب اس نے اپنے اعتقاد میں اسے کافر سمجھا اور وہ کافر نہیں بلکہ مسلمان ہے تو اس نے دین اسلام کو کفر ٹھہرایا اور جو ایسا کہے وہ کافر ہے۔

اقول وباللہ التوفیق توضیح اس دلیل کی علی حسب مرامھم (ان کے مقاصد کے مطابق۔ ت) یہ ہے کہ کافر نہیں مگر وہ جس کا دین کفر ہے اور کوئی آدمی دین سے خالی نہیں، نہ ایک شخص کے ایک وقت میں دو دین ہو سکیں،

فان الکفر والاسلام علی طرفی النقیض بالنسبۃ الی الانسان لایجتمعان ابدا ولایرتفعان قال تعالٰی اِمَّا شَاكِرًا وَّ اِمَّا كَفُوْرًا[1] وقال تعالٰی مَا جَعَلَ اللّٰهُ لِرَجُلٍ مِّنْ قَلْبَیْنِ فِیْ جَوْفِهٖ[2]۔

کیونکہ کفر اور اسلام ایک انسان کی بنسبت نقیض کی دو طرفوں پر ہیں، نہ تو یہ ہمیشہ جمع ہو سکتے ہیں اور نہ ہی مرتفع۔ اللہ تعالٰی کا ارشادِ گرامی ہے: یا وہ شاکر ہوگا یا کافر۔ دوسرے مقام پر فرمایا: اور ہم نے ایک آدمی کے سینے میں دو دل نہیں بنائے۔ (ت)

اب جو یہ شخص مثلاً زید مومن کو کافر کہتا ہے اس کے یہ معنے کہ اس کا دین کفر ہے اور زید واقع میں بیشک ایک دین سے متصف ہے جس کے ساتھ دوسرا دین ہو نہیں سکتا تو لاجرم یہ خاص اُسی دین کو کفر بتا رہا ہے جس سے زید اتصاف رکھتا ہے اور وُہ دین نہیں مگر اسلام تو بالضرورۃ اس نے دینِ اسلام کو کفر ٹھہرایا اور جو دینِ اسلام کو کفر قرار دے قطعاً کافر۔ اب عباراتِ علماء سُنئے، ہندیہ میں ہے:

المختار للفتوی فی جنس ھذہ المسائل ان القائل بمثل ھذہ المقالات ان کان اراد الشتم ولایعتقدہ کافرا لایکفر وان کان یعتقدہ کافرا فخاطبہ بھذا بناءً علی

اس قسم کے مسائل میں فتوٰی کے لئے مختار یہ ہے کہ ان اقوال کا قائل اگر مراد گالی لیتا ہے اور اسے اعتقاداً کافر نہیں گردانتا تو وہ کافر نہیں اور اگر اسے اعتقاداً کافر گردانتے ہوئے اسے کافر کہتا ہے تو پھر یہ کفر ہوگا کذا فی

---

[1] القرآن ۷۶/۳

[2] القرآن ۳۳/۴

marfat.com

اقول قد علمت ان عدم الجواز بمعنی عدم الحل الصادق بکراهۃ التحریم وان الصلاۃ خلف الفاسق مکروھۃ تحریمیۃ فان اعید الاشکال بما فی الھندیۃ اعدنا الکلام بما قدمنا وح یؤول ھذا الدلیل الی الدلیل الثانی کما لا یخفی وبھذا الحمل تکون الروایات مؤیدات لما حققنا من ان الکراھۃ خلف الفاسق والمبتدع کراھۃ تحریم واللہ سبحٰنہ بکل شیئ علیم۔

اقول (میں کہتا ہوں) آپ نے پیچھے پڑھ لیا ہے کہ عدمِ جواز بمعنی عدمِ حلت ہے جو کراہتِ تحریمی پر صادق آتا ہے اور فاسق کے پیچھے نماز مکروہِ تحریمی ہے اگر ہندیہ کی عبارت کے ساتھ اشکال کا اعادہ کیا جائے تو ہم سابقہ کلام سامنے لائیں گے تو اس وقت یہ دلیل دوسری دلیل کی طرف لوٹ جائے گی جیسا کہ مخفی نہیں، اور اس حمل کے ساتھ تمام روایات اس تحقیق کی مؤید ہو جائیں گی جو ہم نے کی ہے کہ فاسق اور بدعتی کے پیچھے نماز پڑھنے کی کراہت مکروہِ تحریمی ہے واللہ سبحٰنہ بکل شیئ علیم۔ (ت)

دلیل چہارم

حضرت امام الائمہ سراج الامہ امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں جو متکلم ضروریات عقائد کی بحث میں (جن میں لغزش موجبِ کفر ہوتی ہے) یہ چاہے کہ کسی طرح اُس کا مخالف خطا کر جائے وُہ کافرعہ ہے کہ اُس نے اُس کا

عہ کافر سے یہ مراد کہ اُس پر کفر کا اندیشہ ہے والعیاذ باللہ تعالٰی فی الخلاصۃ سمعت القاضی الامام (یرید الامام الاجل قاضی خاں) ان اراد تخجیل الخصم یکفر قال عندی لا یکفر ویخشی علیہ الکفر اھ وقال العلامۃ بدر الرشید الحنفی فی رسالتہ فی کلمات الکفر فی المحیط من رضی بکفر نفسہ فقد کفر اے اجماعا، وبکفر غیرہ

اللہ تعالٰی کی پناہ، خلاصہ میں ہے میں نے قاضی امام (یعنی امام اجل قاضی خاں) سے سُنا کہ اگر کوئی مخالف کو شرمندہ کرنے کا ارادہ رکھتا تو اسے کافر کہا جائے فرمایا اور میرے نزدیک اسے کافر نہ کہا جائے، البتہ اس پر کفر کا خوف و اندیشہ ہے۔ علامہ بدر الرشید حنفی نے اپنے رسالہ میں کلماتِ کفر کی تفصیل بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ محیط میں ہے وُہ شخص جو اپنی ذات کے کفر پر راضی ہو گیا وُہ کافر ہو گیا یعنی بالاجماع، اور جو کوئی

(باقی اگلے صفحہ پر)

marfat.com

والمختار للفتوی فی جنس ھذہ المسائل الخ[1] ذکر مثل ما مر عن الذخیرۃ بنقل الھندیۃ والنھر معاً سواءً بسواء۔

اور مختار مفتی بہ ایسے مسائل میں یہ ہے الخ گزشتہ عبارت کے مطابق ذخیرہ سے ہندیہ اور نہر دونوں کے حوالے سے ذکر کیا ہے۔ (ت)

علامہ شمس الدین محمد نے جامع الرموز میں فرمایا:

المختار انہ لو اعتقد ھذا الخطاب شتما لم یکفر ولو اعتقد المخاطب کافرا کفر لانہ اعتقد الاسلام کفرا کما فی العمادی وما فی المواقف انہ لم یکفر بالاجماع ارید بہ اجماع المتکلمین[2]۔

مختار یہ ہے کہ اگر اس خطاب سے گالی کا اعتقاد رکھتا ہے تو کفر نہیں اور اگر مخاطب کو کافر جانتا ہے تو کفر ہوگا کیونکہ اس صورت میں اس نے اسلام کو کفر جانا ہے، جیسا کہ عمادی میں ہے۔ اور مواقف میں جو آیا ہے کہ وہ بالاجماع کافر نہیں، تو اس سے اجماعِ متکلمین مراد ہے۔ (ت)

مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر میں ہے:

قذف مسلما بیا کافر واراد الشتم ولا یعتقدہ کفرا فانہ یعزر ولا یکفر ولو اعتقد المخاطب کافرا کفر لانہ اعتقد الاسلام کفرا[3]۔

اگر کسی نے کسی مسلمان کو "یا کافر" کہہ کر تہمت لگائی اور مراد گالی لی اور اسے کافر نہ جانا تو ایسی صورت میں اس پر تعزیر نافذ کی جائے گی مگر کافر نہ ہوگا، اور اگر مخاطب کو کافر جانا تو کافر ہو جائے گا کیونکہ اس نے اسلام کو کفر جانا۔ (ت)

علامہ عبدالغنی شرح طریقہ محمدیہ میں احکام سے ناقل:

المختار للفتوی (فذکر عین ما مر عن البرجندی وزاد) ومن اعتقد ان دین الاسلام کفر کفر[4]۔

مختار للفتوی یہ ہے (پھر بعینہٖ وہی ذکر کیا جو برجندی سے گزرا ہے اور یہ اضافہ کیا) اور جس کا یہ اعتقاد ہو کہ دینِ اسلام کفر ہے وہ کافر ہوگیا۔ (ت)

---

[1] شرح نقایہ برجندی — کتاب الحدود — مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۴/۶۸

[2] جامع الرموز — فصل من قذف — ر مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۴/۵۳۵

[3] مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر — فصل فی التعزیر — ر داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/۶۱۰

[4] حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ — النوع الرابع من الانواع الستین الکذب — مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/۲۱۲

marfat.com

فقد اراد کفرہ فھو قد کفر قبل صاحبہ فھذا ھو الخوض المنھی عنہ و ھذا المتکلم لا یجوز الاقتداء بہ[1] انتھی۔

اس سے ڈرتے ہوئے کہ کہیں ہمارا ساتھی پھسل نہ لیکن تم اپنے ساتھی کو پھسلانے کا ارادہ کرکے منا کرتے ہو اور جو شخص اپنے ساتھی کو پھسلانے ارادہ کرے اس نے اس کا کفر چاہا تو وہ اپنے سا سے پہلے کفر کا مرتکب ہوا، پس ایسا غور و خوض ممنوع ہے اور ایسے کلامی کے پیچھے نماز جائز نہیں انتھی (ت

جب اُس متکلم کے پیچھے نماز ناجائز ہوئی جس کے انداز سے کفر غیر پر رضا نکلتی ہے تو یہ صریح متعصبین ج اصل مقصود تکفیر مسلمین دن رات اسی میں ساعی رہیں اور جب تقریراً و تحریراً اُس کی تصریحیں کر چکے اور مکابر ہر اپنی ہی بات بالا چاہتا ہے تو قطعاً اُن کی خواہش یہی ہے کہ جہاں تک ممکن ہو مسلمان کافر ٹھہریں اور شک نہ کہ اپنے زعمِ باطل میں اس کی طرف کچھ راہ پائیں تو خوش ہو جائیں اور جب بحمداللہ مسلمانوں کا کفر سے محفوظ ہو ثابت ہو غم و غصہ کھائیں تو ان کا حکم کس درجہ اشد ہوگا اور ان کی اقتدا کیونکر روا، واللہ الھادی الی طریق الھدی۔

دلیل پنجم

یہاں تک تو ان کے بدعت و فسق وغیرہما کی بنا پر کلام تھا مگر ایک امر اور اشد و اعظم ان کے طائفہ سے صادر ہوتا ہے جس کی بنا پر ان کے نفس اسلام میں ہزاروں دقتیں ہیں یہاں تک کہ احادیثِ صریحہ صحیح حضور سیدِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم و اقوالِ جماہیرِ فقہائے کرام رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم سے ان کا صریح کا ہونا اور نماز کا ان کے پیچھے محض باطل جانا نکلتا ہے وہ کیا یعنی ان کا تقلید کو شرک اور حنفیہ مالکیہ شافعیہ حنب علیہم اللہ جمیعاً بالطائفہ العلیہ سب مقلدانِ ائمہ کو مشرکین کو بتانا کہ یہ صراحۃً مسلمانوں کو کافر کہنا ہے اور پھر کو نہ دو کو لاکھوں کروڑوں کو اور پھر آج ہی کل کے نہیں گیارہ سو برس کے عامۂ مومنین کو جن میں بڑے بڑے محبوبانِ حضرت عزت و ارکانِ اُمت و اساطینِ ملت و حملۂ شریعت و کملۂ طریقت تھے رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین ان کے بانی مذہب کے مرجع و مقتدا اور پدرِ نسب و علم و اقتدا شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی رسالہ انصاف میں لکھتے ہیں،

بعد المأتین ظھر بینھم التمذھب للمجتھدین باعیانھم وقل من کان

دو صدی کے بعد مسلمانوں میں تقلیدِ شخصی نے ظہو کم کوئی رہا جو ایک امام معین کے مذہب

---

[1] فتح القدیر باب الامامۃ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۳

marfat.com

ابوداود عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

الحدیث۔ اسے ابوداؤد نے حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔

اور وارد کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

الاسلام یعلو ولا یعلی[1]، اخرجہ الدارقطنی والبیہقی والضیاء عن عائذ بن عمرو والمزنی رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

اسلام غالب ہے مغلوب نہیں۔ اسے دارقطنی، بیہقی اور ضیاء مقدسی نے حضرت عائذ بن عمرو والمزنی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔

اور مذکور کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

لا تکفروا احدا من اھل القبلۃ[2]۔ اخرجہ العقیلی عن ابی الدرداء رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

اہلِ قبلہ سے کسی کو کافر نہ کہو۔ اسے عقیلی نے حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔

ہمیں اپنے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی یہ حدیثیں اور اپنے امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کا ارشاد:

ولا نکفر احدا من اھل القبلۃ[3]۔

اہلِ قبلہ سے کسی کو ہم کافر نہیں کہتے۔ (ت)

اور اپنے علمائے محققین کا فرمانا لایخرج الانسان من الاسلام الاجحود ما ادخلہ فیہ (انسان کو اسلام سے کوئی چیز خارج نہیں کرسکتی مگر اس شئی کا انکار جس نے اسے اسلام میں داخل کیا تھا۔ ت) یاد رہے اور جب تک تاویل وتوجیہ کی سب قابل احتمال ضعیف راہیں بھی بند نہ ہوجائیں مدعیِ اسلام کی تکفیر سے گریز چاہیے، پھر ان چاروں حدیثوں میں بھی مثل احادیث اربعہ سابقہ صلاح ودیانت طائفہ کے لئے پورا مرثیہ اور انھیں سے ظاہر کہ یہ مدعیان عمل بالحدیث کہاں تک ہوائے نفس کو پالتے اور اس کے آگے کیسی کیسی احادیث کو پس پشت ڈالتے ہیں۔ ھذا

واقول یظھر للعبد الضعیف غفر اللہ تعالٰی لہ ان ھھنا فی کلمات العلماء اطلاقا فی موضع التقیید کما ھو داب کثیر من المصنفین فی غیر ما مقام وانما محل الاکفار باکفار المسلم اذا کان ذلک

میں کہتا ہوں عبد ضعیف، اللہ تعالٰی اس کی بخشش فرمائے، پر یہ بات واضح ہوئی ہے کہ یہاں مقامِ تقیید میں عباراتِ علماء میں اطلاق ہے جیسا کہ بہت سے مقام پر اکثر مصنفین کا یہی طریقہ دیکھا گیا ہے کسی کو کسی مسلمان کے کافر قرار دینے پر اس وقت

---

[1] سنن الدارقطنی باب المہر مطبوعہ نشر السنۃ ملتان ۳/ ۲۵۲
صحیح البخاری کتاب الجنائز باب اذا اسلم الصبی الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۸۰
[2] کنز العمال بحوالہ (طس عن عائشہ) حدیث ۱۰۰۸ مطبوعہ مکتبۃ التراث الاسلامی ۱/ ۲۱۵
[3] شرح فقہ اکبر عدم جواز تکفیر اہل القبلۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ص ۱۵۵

marfat.com

روانبود[1]

بھی جائز نہیں۔ (ت)

سبحان اللہ جب تقلید شخصی معاذ اللہ کفر و شرک ٹھہری تو تمہارے نزدیک یہ ہر عصر کے علما اور گیارہ ۱۱۰۰ سو برس کے عامۂ مومنین معاذ اللہ سب کفار و مشرکین ہوئے، نہ سہی آخر اتنا تو اجلیٰ بدیہیات سے ہے جس کا انکار آفتاب کا انکار کہ صدہا برس سے لاکھوں اولیا، علما، محدثین، فقہا، عامۂ اہلسنت و اصحاب حق و ہدیٰ غاشیۂ تقلید ائمۂ اربعہ اپنے دوشِ ہمت پر اٹھائے ہوئے ہیں جسے دیکھو کوئی حنفی، کوئی شافعی، کوئی مالکی، کوئی حنبلی یہاں تک کہ فرقۂ ناجیہ اہلسنت و جماعت ان چار مذہب میں منحصر ہوگیا جیسا کہ اُس کی نقل سید علامہ احمد مصری رحمہ اللہ تعالیٰ سے شروع دلیل اوّل میں گزری اور قاضی ثناء اللہ پانی پتی کہ معتمدین و مستندین طائفہ سے ہیں تفسیر مظہری میں لکھتے ہیں:

اھل السنة قد افترق بعد القرون الثلثة اوالاربعة علی اربعة مذاھب ولم یبق مذھب فی فروع المسائل سوی ھذہ الاربعة[2]۔

اہلِ سنّت تین چار قرن کے بعد ان چار مذاہب پر منقسم ہوگئے اور فروع مسائل میں ان مذاہب اربعہ کے سوا کوئی مذہب باقی نہ رہا۔

طبقاتِ حنفیہ و طبقاتِ شافعیہ وغیرہما تصانیفِ علما دیکھو گے تو معلوم ہوگا کہ ان چاروں مذہب کے مقلدین کیسے کیسے ائمۂ ہدیٰ و اکابر محبوبانِ خدا گزرے جنھوں نے ہمیشہ اپنے آپ کو مثلاً حنفی یا شافعی کہا اور ہمیشہ اسی لقب سے یاد کئے گئے اور ہمیشہ اپنے ہی مذہب پر فتوے دیے اور ہمیشہ اسی کی ترجیح میں دفتر لکھے یہ سب تو معاذ اللہ تمہارے نزدیک چنیں و چناں ہوئے۔ جانے دو عمل نہ سہی قول تو مانو گے اُن جماعت کثیرۂ علما کو کیا جانو گے جنھوں نے تقلیدِ شخصی کے حکم دئے اور یہی اُن کا مذہب منقول ہوا، امام مرشد الانا

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

المذاھب کما لایخفی وعدم الاعتداد فی دعوی الاتفاق بمن شذ و ندر وکثیر مشتھر کما لایخفی علی ذی بصر ۱۲ منه (م)

جیسا کہ واضح ہے اور دعویٰ اتفاق میں شاذ و نادر کا اعتبار نہ کرنا کثیر و مشہور ہے جیسا کہ صاحبِ بصیرت پر مخفی نہیں ۱۲ منہ (ت)

---

[1] کیمیائے سعادت اصل نہم امر معروف و نہی از منکر مطبوعہ انتشاراتِ گنجینہ تہران، ایران ص ۵۹۵

[2] تفسیر مظہری مسئلہ اذا صح الحدیث علی خلاف مذہبہ الخ ״ ادارہ اشاعت العلوم دہلی ۶۴/۲

خیر تاہم اس قدر میں کلام نہیں کہ یہ حضرات غیر مقلدین و سائر اخلاف طوائف نجدیہ مسلمانوں کو ناحق کافر و مشرک ٹھہرا کر ہزار ہا اکابر ائمہ کے طور پر کافر ہو گئے اس قدر مصیبت ان پر کیا کم ہے والعیاذ باللہ سبحٰنہ و تعالٰی، علامہ ابن حجر مکی اعلام بقواطع الاسلام میں فرماتے ہیں:

انہ یصیر مرتدا علی قول جماعۃ وکفی بھذا خسارا و تفریطا[1]۔

ایک جماعت کے قول کے مطابق یہ مرتد ہو گیا اور یہ خسارے اور کمی میں کافی ہے (ت)

تو بحکم شرع ان پر توبہ فرض اور تجدید ایمان لازم، اس کے بعد اپنی عورتوں سے نکاح جدید کریں۔

فی الدر المختار عن شرح الوھبانیۃ للعلامۃ حسن الشرنبلالی مایکون کفرا اتفاقا یبطل العمل والنکاح فاولادہ اولاد زنی ومافیہ خلاف یؤمر بالاستغفار والتوبۃ وتجدید النکاح[2]۔

درمختار میں علامہ حسن شرنبلالی کی شرح الوہبانیہ کے حوالے سے ہے جس سے بالاتفاق کفر لازم آئے اسکی وجہ سے ہر عمل باطل، اسی طرح نکاح باطل، اور اس کی اولاد زنا کی اولاد ہو گی اور جس کے کافر ہونے میں اختلاف ہو اس پر استغفار، توبہ اور تجدید نکاح کا حکم کیا جائے۔ (ت)

اہلسنت کو چاہئے اُن سے بہت پرہیز رکھیں، اُن کے معاملات میں شریک نہ ہوں، اپنے معاملات میں اُنھیں شریک نہ کریں، ہم اوپر احادیث نقل کر آئے کہ اہل بدعت بلکہ فساق کی صحبت و مخالطت سے ممانعت آئی ہے اور بیشک بد مذہب آگ ہیں اور صحبت مؤثر اور طبیعتیں سراقہ اور قلوب منقلب، حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

انما مثل الجلیس الصالح وجلیس السوء کحامل المسك ونافخ الکیر فحامل المسك اما ان یحذیك واما ان تبتاع منہ واما ان تجد منہ ریحا طیبۃ ونافخ الکیر اما ان یحرق ثیابك واما ان تجد منہ ریحا خبیثۃ[3]۔

نیک ہم نشین اور بد جلیس کی مثال یونہی ہے جیسے ایک کے پاس مُشک ہے اور دوسرا دھونکنی دھونکتا ہے مُشک والا یا تو تجھے مُشک ہبہ کریگا یا تو اُس سے خریدے گا، اور کچھ نہ ہو تو خوشبو تو آئے گی، اور وہ دوسرا یا تیرے کپڑے جلا دے گا یا تو اس سے بدبو

---

[1] اعلام بقواطع الاسلام مع سبل النجاۃ مطبوعہ مکتبہ حقیقۃ استنبول ترکی ص ۳۶۲

[2] درمختار باب المرتد مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۵۹

[3] صحیح البخاری کتاب الذبائح باب المسک مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۸۳۰
صحیح مسلم کتاب البر باب استحباب الخ ، نور محمد اصح المطابع کراچی ۲/ ۳۳۰

marfat.com

الی مذهب له مذهب فلا تجوز له مخالفتہ۔[1] کی طرف انتساب رکھتا ہے وہ مذہب اُس کا
اُسے اُس کا خلاف جائز نہیں۔

اب فرمایئے تمام منتہی فاضل جن سے امام غزالی ناقل کہ ترک تقلید شخصی کو منکر و ناروا بتاتے، اکابر ائمہ
قول سے کشف کاشف کہ تقلید امام معین کو واجب ٹھہراتے مشائخ کرام جن کے سچا
صاحب بحر معترف کہ ترک تقلید شخصی کو گناہ کبیرہ کہتے، علمائے فریقین و فقہائے عظام جن
ملل و نحل و شاہ ولی اللہ حاکی کہ تقلید معین کی مخالفت ناجائز رکھتے۔ یہ سب تو معاذ اللہ تمھارے طور پر صریح
مشرکین ٹھہرے۔ اس سے بھی درگزر کرو اُن ائمہ دین کی خدمات عالیہ میں کیا اعتقاد ہے جنھوں نے خود اپنے
جلیلہ و کلمات جمیلہ میں وجوب تقلید معین وغیرہ اُن باتوں کی صاف صریح تصریحیں فرمائیں جو تمھارے مذہب
خالص کفر و شرک ہیں اُن سب کو تو نام بنام بتعیین اسم (خاک بدہان گستاخاں) معاذ اللہ کافر و مشرک
یہ موجز رسالہ کو اطلاع اہل حق کے لئے ایک مختصر فتویٰ ہے جو اپنے منصب یعنی اظہار حکم فقہی کو بنہج احسن
ادا کرتا ہے اس میں اُن اقوال وافرہ و نصوص متکاثرہ کی گنجائش کہاں۔ مگر ان شاء اللہ العظیم توفیق ربانی
فرمائے تو فقیر ایک جامع رسالہ اس باب میں ترتیب دینے والا ہے جو اُن اقوال کثیرہ سے جملہ صالحہ کو
طرز پر جلوہ دے گا اور ان شاء اللہ تعالیٰ غیر مقلدین کے اصول مذہبی کو اُن کے مستندین ہی کے کلمات مستندہ
ایک ایک کرکے متاصل کرے گا۔ میں یہاں صرف اُن ائمہ دین و علمائے مستندین کے چند اسماء شمار کرتا ہو
اپنے ارشادات و تصریحات کے رُو سے مذہب غیر مقلدین پر کافر و مشرک ٹھہرے، والعیاذ باللہ رب العالمین
میں سے ہیں:

امام[1] ابوبکر احمد بن اسحاق جوزجانی تلمیذ التلمیذ امام محمد، امام[2] ابن السمعانی، امام[3] کیا ہراسی، امام[4]
امام الحرمین، امام[5] محمد محمد محمد غزالی، امام[6] برہان الدین صاحب ہدایہ، امام[7] طاہر بن احمد بن عبد الرشید بخاری
خلاصہ، امام[8] کمال الدین محمد بن الهمام، امام[9] علی خواص، امام[10] عبد الوہاب شعرانی، امام[11] شیخ الاسلام زکریا
امام[12] ابن حجر مکی، علامہ[13] ابن کمال باشا صاحب ایضاح و اصلاح، علامہ[14] علی بن سلطان محمد قاری مکی،
شمس الدین محمد شارح نقایہ، علامہ[16] زین الدین مصری صاحب بحر، علامہ[17] عمر بن نجیم مصری صاحب
علامہ[18] محمد بن عبد اللہ غزی تمرتاشی صاحب تنویر الابصار، علامہ[19] خیر الدین رملی صاحب فتاویٰ خیریہ
علامہ[20] سیدی احمد حموی صاحب غمز، علامہ[21] محمد بن علی دمشقی صاحب در مختار، علامہ[22] عبد الباقی ز
شارح مواہب، علامہ[23] برہان الدین ابراہیم بن ابی بکر بن محمد بن حسین حسینی صاحب جواہر اخلاطی، علامہ[24]

---

[1] عقد الجید باب پنجم اقسام مقلد مطبوعہ قرآن محل مقابل مولوی مسافر خانہ کراچی ص

marfat.com

ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ مرفوعا و البیہقی فی الشعب عنہ موقوفا و لہ شواھد بھا یرتقی الی درجۃ الحسن۔

ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً اور بیہقی نے انہی سے موقوفاً روایت کیا ہے، اس روایت کے شواہد موجود ہیں جن کی وجہ سے اسے حسن کا درجہ حاصل ہے۔

اور مروی کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

ایاک وقرین السوء فانک بہ تعرف[1] رواہ ابن عساکر عن انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

بُرے مصاحب سے بچ کہ تُو اسی سے پہچانا جائے گا۔ اسے ابن عساکر نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔

یعنی جیسے لوگوں کے پاس آدمی کی نشست برخاست ہوتی ہے لوگ اسے ویسا ہی جانتے ہیں، اور بدمذہبوں سے محبت تو زہر قاتل ہے اس کی نسبت احادیث کثیرہ صحیحہ معتبرہ میں جو خطر عظیم آیا سخت ہولناک ہے ہم نے وہ حدیثیں اپنے رسالہ المقالۃ المسفرۃ عن احکام بدعۃ المکفرۃ ۱۳۰۱ھ میں ذکر کیں، بالجملہ ہر طرح ان سے دُوری مناسب، خصوصاً ان کے پیچھے نماز سے تو احتراز واجب، اور ان کی امامت پسند نہ کرے گا مگر دین میں مداہن یا عقل سے مجانب۔ امام بخاری تاریخ میں اور ابن عساکر ابو امامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور سیّد عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان سرکم ان تقبل صلاتکم فلیؤمکم خیارکم۔[2]

اگر تمہیں پسند آتا ہو کہ تمہاری نماز قبول ہو تو چاہئے کہ تمہارے نیک تمہاری امامت کریں۔

حاکم مستدرک اور طبرانی معجم میں مرثد بن ابی مرثد غنوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور سیّد عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان سرکم ان تقبل صلاتکم فلیؤمکم خیارکم فانھم وفدکم فیما بینکم وبین ربکم۔[3]

اگر تمہیں اپنی نماز کا قبول ہونا خوش آتا ہو تو چاہئے جو تم میں اچھے ہوں وہ تمہارے امام ہوں کہ وہ تمہارے سفیر ہیں تم میں اور تمہارے رب میں۔

---

[1] تہذیب تاریخ ابن عساکر ترجمہ حسین بن جعفر الغزی الجرجانی مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۲۹۲

[2] کنز العمال بحوالہ ابن عساکر عن ابی امامہ حدیث ۲۰۴۳۳ مطبوعہ موسسۃ الرسالہ بیروت ۷/ ۵۹۶
الاسرار الموضوعۃ حدیث ۵۶۸ مطبوعہ بیروت ص ۱۴۸
الفوائد المجموعۃ صلوٰۃ الجماعۃ " ص ۳۲

[3] المستدرک علی الصحیحین ذکر مناقب ابو مرثد الغنوی مطبوعہ دار الفکر بیروت ۳/ ۲۲۲

marfat.com

اس قدر نو پیدا ہو کہ آخر جمتے جمتے ایک زمانہ چاہیے۔ میں یہاں اصل نزاع کی بحث و تحقیق میں نہیں ان کے اقتدا کا حکم واضح کرنا ہے لہذا اُس کی طرف رجوع مناسب۔

بالجملہ اصلا محل شبہ نہیں ان صاحبوں نے تقلید کو شرک و کفر اور مقلدین کو کافر و مشرک کہہ کر لاکھوں کروڑوں علماء اولیا و صلحا و اصفیا بلکہ امتِ مرحومہ محمدیہ علی مولٰہا وعلیہ الصلٰوۃ والتحیۃ کے دس۹ حصوں سے نَو کو علی الاعلان کافر و مشرک ٹھہرایا۔ وہی علامہ شامی قدس سرہ السامی کا ان کے اکابر کی نسبت ارشاد کہ اپنے طائفہ تالفہ کے سوا تمام عالم کو مشرک کہتے اور جو شخص ایک مسلمان کو بھی کافر کہے تو ظواہر احادیث صحیحہ کی بنا پر وہ خود کافر ہے اور طرفہ یہ کہ اس فرقۂ ظاہر یہ کو ظاہر احادیث ہی پر عمل کا بڑا دعوٰی ہے امام مالک و احمد و بخاری و مسلم و ابوداؤد و ترمذی حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی واللفظ لمسلم (الفاظ مسلم شریف کے ہیں۔ت) حضور اقدس سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ایما امرئ قال لاخیہ کافر فقد باء بہا احدھما ان کان کما قال والا رجعت علیہ[1]۔ یعنی جو شخص کسی کلمہ گو کو کافر کہے تو اُن دونوں میں ایک پر یہ بلا ضرور پڑے گی اگر جسے کہا وہ حقیقۃً کافر تھا جب تو خیر ورنہ یہ کلمہ اسی کہنے والے پر پلٹے گا۔

صحیح بخاری میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی حضور سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اذا قال الرجل لاخیہ یا کافر فقد باء بہ احدھما[2]۔ جب کوئی شخص اپنے بھائی مسلمان کو "یا کافر" کہے تو اُن دونوں میں ایک کا رجوع اس طرف بیشک ہو۔

امام احمد و بخاری و مسلم حضرت ابوذر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی حضور سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لیس من دعا رجلا بالکفر او قال عدو اللہ ولیس کذلك الاحار علیہ[3] ولا یرمی رجل رجلا بالفسق ولا یرمیہ بالکفر الا جو شخص کسی کو کافر یا دشمنِ خدا کہے اور وُہ ایسا نہ ہو یہ کہنا اسی پر پلٹ آئے اور کوئی شخص کسی کو "فسق" یا "کفر" کا طعن نہ کرے گا مگر یہ کہ وہ اسی پر الٹا پھرے گا اگر جس پر

---

[1] صحیح مسلم باب بیان حال ایمان الخ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱/ ۵۷

[2] صحیح البخاری کتاب الادب باب من اکفر اخاہ الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۹۰۱

[3] صحیح مسلم باب بیان حال ایمان من قال لاخیہ المسلم یا کافر مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱/ ۵۷

marfat.com

المرؤ یقیس علی نفسہ (انسان دوسرے کو اپنے اوپر قیاس کرتا ہے ت) جب اُس نے اسے کافر یا مشرک یا
اور وہ ان عیوب سے پاک تھا تو حقیقۃً یہ اوصاف ذمیمہ اسی کہنے والے میں تھے جن کا عکس اُس آئینۂ الٰہی
آیا اور یہ اپنی سفاہت سے اُس کریہ بدنما شکل کو آئینۂ تاباں کی صورت سمجھا حالانکہ دامنِ آئینہ اس لوث
صاف و منزّہ ہے ۔ یہ تو حدیث تھی جو بحکم یقولون من خیر قول البریۃ (وہ ساری مخلوق سے بہتر کا ق
ہیں ۔ ت) ان کا زبانی وظیفہ ہے اور دل کا وہی حال جو حدیث میں ارشاد فرمایا : لایجاوز تراقیھم (ان
سے (اسلام) تجاوز نہیں کرے گا ۔ ت)

اب فقہ کی طرف چلئے بہت اکابر ائمہ مثل امام ابوبکر اعمش وغیرہ عامہ علمائے بلخ و بعض ائمہ بخارا رحمۃ
علیہم احادیثِ مذکورہ پر نظر فرما کر اس حکم کو یوں ہی مطلق رکھتے اور مسلمان کی تکفیر کو علی الاطلاق موجبِ کفر جانتے
سیّدی اسمٰعیل نابلسی شرح درر و غرر مولیٰ خسرو میں فرماتے ہیں :

لوقال للمسلم کافر کان الفقیہ ابوبکر الاعمش یقول کفر وقال غیرہ من مشایخ بلخ لایکفر واتفقت ھذہ المسئلۃ ببخارا فاجاب بعض ائمۃ بخارا انہ یکفر فرجع الجواب الی بلخ انہ یکفر فمن افتی بخلاف قول الفقیہ ابی بکر رجع الی قولہ[1] الخ ملخصا

اگر کسی نے مسلمان کو کافر کہا تو فقیہ ابوبکر اعمش
کافر قرار دیتے ، اور مشائخ بلخ میں سے دوسر
کافر نہیں کہتے ۔ اتفاقاً یہ مسئلہ بخارا میں پیش
بعض ائمہ بخارا نے ایسے شخص کو کافر قرار دیا تو
بلخ گیا (یعنی کافر کہا جائیگا) تو جس جس فقیہ نے ابوبکر
خلاف فتوٰی دیا تھا انھوں نے ان کے قول کی
رجوع کرلیا اھ ملخصا (ت)

رسالۂ علامہ بدر رشید پھر شرح فقہ اکبر ملا علی قاری میں ہے :

فرجع الکل الی فتاوی ابی بکر البلخی وقالوا کفر الشاتم[2]

تمام علماء نے ابوبکر بلخی کے اس فتوی کی طرف
ہوئے اس طرح گالی دینے والے کو کافر قرار

احکام میں بعد عبارت مذکورہ کے ہے :

وینبغی ان لایکفر علی قول ابی اللیث وبعض ائمۃ بخارا[3] ۔

ابواللیث اور بعض ائمہ بخارا کے قول پر مناس
یہ ہے کہ کافر نہ کہا جائے ۔ (ت)

---

[1] حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ النوع الرابع من الانواع الستین الکذب مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد
[2] شرح فقہ اکبر لملا علی قاری فصل فی الکفر صریحا و کنایۃ " مصطفی البابی مصر
[3] حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ النوع الرابع من الانواع الستین الکذب " مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد

marfat.com

ب

۲۰ - بدائع الصنائع	علاء الدین ابی بکر بن مسعود الکاسانی	۵۸۷
۲۱ - البدایۃ (بدایۃ المبتدی)	علی بن ابی بکر المرغینانی	۵۹۳
۲۲ - البحر الرائق	شیخ زین الدین بن ابراہیم بابن نجیم	۹۷۰
۲۳ - البرہان شرح مواہب الرحمان	ابراہیم بن موسٰی الطرابلسی	۹۲۲
۲۴ - بستان العارفین	فقیہ ابو اللیث نصر بن محمد السمرقندی	۳۷۲
۲۵ - البسیط فی الفروع	حجۃ الاسلام محمد بن محمد الغزالی	۵۰۵
۲۶ - البنایۃ شرح الہدایۃ	امام بدر الدین ابو محمد العینی	۸۵۵

ت

۲۷ - تاج العروس	سید محمد مرتضٰی الزبیدی	۱۲۰۵
۲۸ - تاریخ ابن عساکر	علی بن الحسن الدمشقی بابن عساکر	۵۷۱
۲۹ - تاریخ البخاری	محمد بن اسمٰعیل البخاری	۲۵۶
۳۰ - التجنیس والمزید	برہان الدین علی بن ابی بکر المرغینانی	۵۹۳
۳۱ - تحریر الاصول	کمال الدین محمد بن عبد الواحد بن الہمام	۸۶۱
۳۲ - تحفۃ الفقہاء	امام علاء الدین محمد بن احمد السمرقندی	۵۴۰
۳۳ - تحقیق الحسامی	عبد العزیز بن احمد البخاری	۷۳۰
۳۴ - الترجیح والتصحیح علی القدوری	علامہ قاسم بن قطلوبغا الحنفی	۸۷۹
۳۵ - التعریفات لسید شریف	سید شریف علی بن محمد الجرجانی	۸۱۶
۳۶ - تفسیر ابن جریر (جامع البیان)	محمد بن جریر الطبری	۳۱۰
۳۷ - تفسیر البیضاوی	عبد اللہ بن عمر البیضاوی	۶۹۱
۳۸ - تفسیر الجلالین	علامہ جلال الدین المحلی و جلال الدین السیوطی م	۸۰-۹۱۱
۳۹ - تفسیر الجمل	سلیمان بن عمر العجیلی الشہیر بالجمل	۱۲۰۴
۴۰ - تفسیر القرطبی	ابو عبد اللہ محمد بن احمد القرطبی	۶۷۱
۴۱ - التفسیر الکبیر	امام فخر الدین الرازی	۲۶

marfat.com

اعتقادہ انه کافر یکفر کذا فی الذخیرۃ[1] انتھی زاد الشامی عن النھر عن الذخیرۃ لانه لما اعتقد المسلم کافرا فقد اعتقد دین الاسلام کفرا[2]۔

الذخیرۃ انتہی، شامی نے نہر کے حوالے سے ذخیرہ ... یہ اضافہ نقل کیا ہے کیونکہ وہ ایک مسلمان کو کافر ... ہے گویا اس نے دینِ اسلام کو کفر گردانا ... (ت)

درمختار میں ہے:

عزر الشاتم بیا کافر وھل یکفر ان اعتقد المسلم کافرا نعم والا لا به یفتی[3]

"یا کافر" کے ساتھ گالی دینے والے پر تعزیر ... کی جائے گی، کیا وہ شخص کافر ہوگا جو م... کافر گردانتا ہے؟ ہاں وہ کافر ہوگا اور اگر کافر نہیں ... تو کافر نہیں، اسی پر فتوٰی ہے (ت)

علامہ ابراہیم اخلاطی نے فرمایا:

المختار للفتوی فی جنس ھذہ المسائل ان القائل اذا اراد به الشتم لا یکفر و اذا اعتقد کفر المخاطب یکفر لانه لما اعتقد المسلم کافرا فقد اعتقد ان دین الاسلام کفر ومن اعتقد ھذا فھو کافر[4]

ان مسائل میں مختار اور مفتی بہ یہی ہے کہ اگر قائ... سے گالی مراد لی تو کافر نہیں ہوگا اور جب مخا... کافر جانے گا تو کافر ہوجائے گا کیونکہ جب اس... ایک مسلمان کو کافر جانا تو گویا اس نے دینِ اس... کفر جانا اور جو ایسی بات کا اعتقاد رکھے وہ کاف...

علامہ عبدالعلی نے شرح مختصر الوقایہ میں فرمایا:

قد اختلف فی کفر من ینسب مسلما الی الکفر ففی الفصول العمادیۃ اذا قال لغیرہ یا کافر کان الفقیه ابوبکر الاعمش یقول یکفر القائل وقال غیرہ لا یکفر

اس شخص کے کفر کے بارے میں اختلاف ہے ج... کسی مسلمان کی کفر کی طرف نسبت کی، فصو... میں ہے جب کسی غیر کو "یا کافر" کہا تو فقیہ ا... ایسے شخص کو کافر جانتے لیکن دیگر علماء کافر ن...

۱؎ فتاوٰی ہندیہ الباب التاسع فی احکام المرتدین مطلب موجبات الکفر الخ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشا...
۲؎ ردالمحتار باب التعزیر " مصطفی البابی مصر
۳؎ درمختار " " مطبع مجتبائی دہلی
۴؎ جواہر اخلاطی کتاب السیر فصل فی الجہاد (قلمی نسخہ) ص

marfat.com

ح

٦٧ - حاشیۃ علی الدرر	محمد بن مصطفٰے ابوسعید الخادمی	١١٧٦
٦٨ - حاشیۃ ابن شلبی علی التبیین	احمد بن محمد الشلبی	١٠٢١
٦٩ حاشیۃ علی الدرر	عبد الحلیم بن محمد الرومی	١٠١٣
٧٠ - حاش[illegible] علی الد[illegible] ملا خسرو	قاضی محمد بن فراموز ملا خسرو	٨٨٥
[illegible]اشیۃ علی المقدمۃ العشماویۃ	علامہ سفطی	•
٧٢ - الحاشیۃ لسعدی آفندی	سعد اللہ بن عیسٰی الآفندی	٩٤٥
٧٣ - الحدیقۃ الندیۃ شرح طریقۃ محمدیۃ	عبد الغنی النابلسی	١١٤٣
٧٤ - الحاوی القدسی	قاضی جمال الدین احمد بن محمد نوح القابسی الحنفی	٦٠٠
٧٥ - حصر المسائل فی الفروع	امام ابو اللیث نصر بن محمد السمرقندی الحنفی	٣٧٢
٧٦ - حلیۃ الاولیاء	ابو نعیم احمد بن عبد اللہ الاصبہانی	٤٣٠
٧٧ - حلیۃ المحلّی	محمد بن محمد ابن امیر الحاج	٨٧٩

خ

٧٨ - خزانۃ الروایات	قاضی جکن الحنفی	
٧٩ - خزانۃ الفتاوٰی	طاہر بن احمد عبد الرشید البخاری	٥٤٢
٨٠ - خزانۃ المفتین	حسین بن محمد السمعانی السمیقانی	٧٤٠ کے بعد
٨١ - خلاصۃ الدلائل	حسام الدین علی بن احمد المکی الرازی	٥٩٨
٨٢ - خلاصۃ الفتاوٰی	طاہر بن احمد عبد الرشید البخاری	٥٤٢
٨٣ - خیرات الحسان	شہاب الدین احمد بن حجر المکی	٩٧٣

د

٨٤ - الدرایۃ فی تخریج احادیث الہدایۃ	شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر العسقلانی	٨٥٢
٨٥ - الدرر (درر الحکام)	قاضی محمد بن فراموز ملا خسرو	٨٨٥
٨٦ - الدر المختار	علاء الدین الحصکفی	١٠٨٨
٨٧ - الدر النثیر	علامہ جلال الدین عبد الرحمٰن السیوطی	٩١١

marfat.com

اس مذہب مفتیٰ بہ پر بھی اس طائفۂ تالفہ کو سخت دقّت کہ یہ قطعاً اپنے اعتقاد سے مسلمانوں کو کافر
مشرک کہتے اور اپنی تصانیف میں لکھتے اور اُس پر فتوے دیتے ہیں تو باتفاق ہر دو مذہب ان کا کافر ہونا لا
اوران کے پیچھے نماز ایسی جیسے کسی یہودی یا نصرانی یا مجوسی یا ہندو کے پیچھے ولاحول ولاقوۃ الا باللہ ا
العظیم سبحٰن اللہ کہ کردکہ نیافت چاہ کن راچاہ در راہ ، مسلمانوں کو ناحق مشرک کہا تھا احادیث صحیحہ و مذاہب
ائمۂ کرام وفقہائے عظام پر خود انھیں کے ایمان کے لالے پڑ گئے ؎

دیدی کہ خونِ ناحق پروانہ شمع را چنداں اماں نداد کہ شب را سحر کند

ماذا اخاضك یامغرور فی الخطر حتی ھلکت فلیت النمل لم تطر

(تُونے دیکھا کہ پروانہ کے خونِ ناحق نے شمع کو اس طرح اماں نہیں دی کہ وہ رات کو سحر کردے ،
اے مغرور ! کس چیز نے تجھے خطرے میں ڈال دیا حتی کہ تُو ہلاک ہوا کاش چیونٹی نہ اُڑتی !)

مگر حاش للہ ہم پھر بھی دامنِ احتیاط ہاتھ سے نہ دیں گے اور یہ ہزار ہیں جو چاہیں کہیں ہم زنہار ان کو کف
نہ کہیں گے ہاں ہاں یُوں کہتے ہیں اور خدا و رسول کے حضور کہیں یہ لوگ آثم ہیں خاطی ہیں ظالم ہیں بدعتی ہیں ض
ہیں مضل ہیں غوی ہیں مبطل ہیں مگر ہیہات کافر نہیں مشرک نہیں اتنے بدراہ نہیں، اپنی جانوں کے دشمن ہیں عد
نہیں ، ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

کفوا عن اھل لا الٰہ الا اللہ لا تکفروھم بذنب ، فمن اکفر اھل لا الٰہ الا اللہ فھو الی الکفر اقرب[1] اخرجہ الطبرانی فی الکبیر بسند حسن عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنھما۔

یعنی لا الٰہ الا اللہ کہنے والوں کو کسی گناہ پر کافر
جو لا الٰہ الا اللہ کہنے والے کو کافر کہے وہ خود کفر
نزدیک تر ہے ۔ اسے طبرانی نے المعجم الکبیر میں حس
عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے سندِ حسن ک
روایت کیا ہے ۔

اور مروی کہ فرماتے ہیں صلی اللہ علیہ وسلم :

ثلث من اصل الایمان الکف عمن قال لا الٰہ الا اللہ ولا تکفرہ بذنب ولا تخرجہ من الاسلام بعمل[2] الحدیث ۔ اخرجہ

یعنی اصل ایمان سے ہے یہ بات کہ لا الٰہ الا ال
والے سے زبان روکی جائے اسے کسی گناہ کے سبب
نہ کہیں اور کسی عمل پر دائرۂ اسلام سے خارج نہ

---

[1] المعجم الکبیر مروی از عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما مطبوعہ مکتبہ فیصلیہ بیروت ۱۲/
[2] سنن ابی داؤد کتاب الجہاد باب فی الغزو مع ائمۃ الجور " آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۳

marfat.com

۱۰۷	السنن للدارقطنی	علی بن عمر الدارقطنی	۳۸۵
۱۰۸	السنن للدارمی	عبداللہ بن عبدالرحمن الدارمی	۲۵۵

ش

۱۰۹	الشافی	شمس الائمۃ عبداللہ بن محمود الکردری	.
۱۱۰	شرح الاربعین للنووی	شہاب الدین احمد بن حجر المکی	۹۷۳
۱۱۱	شرح الاربعین للنووی	ابراہیم ابن عطیۃ المالکی	۱۱۰۶
۱۱۲	شرح الاربعین للنووی	علامہ احمد بن الحجازی	۹۷۸
۱۱۳	شرح الاشباہ والنظائر	ابراہیم بن حسین بن احمد بن محمد ابن البیری	۱۰۹۹
۱۱۴	شرح الجامع الصغیر	امام قاضی خان حسین بن منصور	۵۹۲
۱۱۵	شرح الدرر	شیخ اسمٰعیل بن عبدالغنی النابلسی	۱۰۶۲
۱۱۶	شرح سفر السعادۃ	شیخ عبدالحق المحدث الدہلوی	۱۰۵۲
۱۱۷	شرح السنۃ	حسین بن منصور البغوی	۵۱۶
۱۱۸	شرح شرعۃ الاسلام	یعقوب بن سیدی علی زادہ	۹۳۱
۱۱۹	شرح مختصر الطحاوی للاسبیجابی	ابونصر احمد بن منصور الحنفی الاسبیجابی	۴۸۰
۱۲۰	شرح الغریبین		
۱۲۱	شرح المسلم للنووی	شیخ ابوزکریا یحیٰی بن شرف النووی	۶۷۶
۱۲۲	شرح معانی الآثار	ابوجعفر احمد بن محمد الطحاوی	۳۲۱
۱۲۳	شرح المنظومۃ لابن وہبان	عبدالبر بن محمد ابن شحنۃ	۹۲۱
۱۲۴	شرح المنظومۃ فی رسم المفتی	محمد امین ابن عابدین الشامی	۱۲۵۲
۱۲۵	شرح المنیۃ الصغیر	شیخ محمد ابراہیم الحلبی	۹۵۶
۱۲۶	شرح مواہب اللدنیۃ	علامہ محمد بن عبدالباقی الزرقانی	۱۱۲۲
۱۲۷	شرح موطا امام مالک	علامہ محمد بن عبدالباقی الزرقانی	۱۱۲۲
۱۲۸	شرح المہذب للنووی	شیخ ابوزکریا یحیٰی بن شرف النووی	۶۷۶
۱۲۹	شرح النقایۃ	مولانا عبدالعلی البرجندی	۹۳۲
۱۳۰	شرح الوقایۃ	صدر الشریعۃ عبیداللہ بن مسعود	۷۴۷

marfat.com

شبهة اوتأويل والافلا فانه مسلم
سره ولم نؤمر بشق القلوب و
الى اماكن الغيوب ولم نعثر
لى انكار شئ من ضروريات الدين
يهجم على نظير ماهجم عليه ذلك
ه هذا هو التحقيق عند الفقهاء
م ايضا يذعن بذلك من احاط
هم واطلع على مرامهم رحمة
الى عليهم اجمعين الا ترى ان
رج خذلهم الله تعالى قد اكفروا
مؤمنين ومولى المسلمين عليا رضى
الى عنه ثم هم عندنا لايكفرون
ص عليه فى الدر المختار والبحر
ق ورد المحتار وغيرها من معتبرات
ار واما مامر من تقرير الدليل
تكفير فانت تعلم ان لازم المذهب
مذهب واما الاحاديث فمؤولة عند
ققين كما ذكره الشراح الكرام
ل ومن ادل دليل عليه قوله
لله تعالى عليه وسلم فى الحديث
فهو الى الكفر اقرب فلم يسمه كافرا و
به الى الكفر لان الاجتراء على الله
بمثل ذلك قد يكون بريد الكفر والعياذ
ب العلمين ولاحول ولاقوة الا بالله
العظيم۔

کافر قرار دیا جاسکتا ہے جب اس میں کوئی تاویل وشبہ نہ ہو ورنہ اگر ایک وہاں شبہ ہوسکتا ہو تو کافر نہیں ہوگا کیونکہ جب وہ بظاہر مسلمان ہے تو ہم دل پھاڑ کر دیکھنے اور امورِ غیبیہ پر مطلع ہونے کے پابند نہیں اور نہ ہی ہم اس کے کسی ایسے عمل پر مطلع ہوئے ہیں جو ضروریاتِ دین کے انکار میں سے ہو اور ہم اس طرح اس پر حملہ آور کیسے ہوسکتے جس طرح وہ بیوقوف کسی دوسرے پر ہُوا ہے، فقہاء کرام کی یہی تحقیق ہے نیز ہر اس شخص کو بھی اس بات کا اذعان حاصل ہوگا جس نے فقہاء رحمہ اللہ علیہم اجمعین کے کلام کا احاطہ کیا اور ان کے مدعا سے آگاہ ہوا ہو، کیا آپ نہیں جانتے کہ خوارج (اللہ انھیں رسوا کرے) نے امیر المومنین مولائے مسلمین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کافر قرار دیا پھر وہ ہمارے نزدیک کافر نہیں، جیسا کہ اس پر دُرمختار، بحرالرائق، ردالمحتار اور دیگر معتبر کتب میں تصریح ہے اور جو تکفیر پر تقریرِ دلیل گزری ہے آپ جانتے ہیں لازم مذہب، مذہب نہیں ہوتا، رہا معاملہ احادیث کا تو وہ محققین کے ہاں مؤول ہیں اپنے ظاہر پر نہیں جیسا کہ شارحین کرام نے ذکر کیا ہے **اقول** (میں کہتا ہوں) سب سے قوی دلیل نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا گزشتہ ارشاد گرامی ہے کہ وُہ کفر کے زیادہ قریب ہے، آپ نے اسے کافر نہیں فرمایا قریب کفر فرمانے کی وجہ یہ ہے کہ ایسا عمل اللہ تعالیٰ کے سامنے جرأت و دلیری ہے کیونکہ ان جیسے الفاظ سے بعض اوقات کفر مراد ہوتا ہے ربُّ العٰلمین اپنی پناہ عطا فرمائے (ت)

marfat.com

غ

١٥١	غاية البيان	شيخ قوام الدين امير كاتب ابن امير الاتقاني	٧٥٨
١٥٢	غرر الاحكام	قاضي محمد بن فراموز ملا خسرو	٨٨٥
١٥٣	غريب الحديث	ابوالحسن علي بن مغيرة البغدادي المعروف باثرم	٢٣٠
١٥٤	غمز عيون البصائر	احمد بن محمد الحموي المكي	١٠٩٨
١٥٥	غنية ذوالاحكام	حسن بن عمار بن علي الشرنبلالي	١٠٦٩
١٥٦	غنية المستملي	محمد ابراهيم بن محمد الحلبي	٩٥٦

ف

١٥٧	فتح الباري شرح البخاري	شهاب الدين احمد بن علي ابن حجر العسقلاني	٨٥٢
١٥٨	فتح القدير	كمال الدين محمد بن عبدالواحد بابن الهمام	٨٦١
١٥٩	فتاوى النسفي	امام نجم الدين النسفي	٥٣٧
١٦٠	فتاوى بزازية	محمد بن محمد بن شهاب ابن بزاز	٨٢٧
١٦١	فتاوى حجه		
١٦٢	فتاوى خيرية	علامه خير الدين بن احمد بن علي الرملي	١٠٨١
١٦٣	فتاوى سراجية	سراج الدين علي بن عثمان الاوشي	٥٧٥
١٦٤	فتاوى عطاء بن حمزه	عطاء بن حمزه السغدي	
١٦٥	فتاوى غياثيه	داؤد بن يوسف الخطيب الحنفي	
١٦٦	فتاوى قاضي خان	حسن بن منصور قاضي خان	٥٩٢
١٦٧	فتاوى هنديه	جمعيت علماء اورنگ زيب عالمگير	
١٦٨	فتاوى ظهيرية	ظهير الدين ابوبكر محمد بن احمد	٦١٩
١٦٩	فتاوى ولوالجية	عبدالرشيد بن ابي حنيفة الولوالجي	٥٤٠
١٧٠	فتاوى الكبرى	امام صدر الشهيد حسام الدين عمر بن عبدالعزيز	٥٣٦
١٧١	فقه الاكبر	الامام الاعظم ابي حنيفة نعمان بن ثابت الكوفي	١٥٠
١٧٢	فتح المعين	سيد محمد ابي السعود الحنفي	

marfat.com

ہ الشیخان عن ابی موسی الاشعری
ی اللہ تعالیٰ عنہ۔

پائے گا۔ اسے بخاری و مسلم نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے (ت)

انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے حضور سیّد عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:[۵]

جلیس السوء کمثل صاحب الکیران
ھبک من سوادہ اصابک من دخانہ۔[۱]
ہ عنہ ابوداود والنسائی۔

یعنی بد کی صحبت ایسی ہے جیسے لوہار کی بھٹی کہ کپڑے کالے نہ ہوئے تو دھواں جب بھی پہنچے گا۔ اسے ابوداؤد اور نسائی نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔

ل یہ کہ اشرار کے پاس بیٹھنے سے آدمی نقصان ہی اٹھاتا ہے والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ اور فرماتے ہیں[۶] صلی اللہ علیہ وسلم:

سمی القلب من تقلبہ انما مثل القلب
ی ریشۃ بالفلاۃ تعلقت فی اصل شجرۃ
ھا الریاح ظھرًا لبطن۔[۲] رواہ الطبرانی
کبیر بسند حسن عن ابی موسی
عری رضی اللہ تعالیٰ عنہ ولفظہ عند
ماجۃ مثل القلب مثل الریشۃ
بھا الریاح بفلاۃ اسنادہ
ید۔[۳]

دل کو قلب اسی لئے کہتے ہیں کہ وہ انقلاب کرتا ہے، دل کی کہاوت ایسی ہے جیسے جنگل میں کسی پیڑ کی جڑ سے ایک پَر لپٹا ہے کہ ہوائیں اسے پلٹا دے رہی ہیں کبھی سیدھا کبھی اُلٹا۔ اسے طبرانی نے المعجم میں سند حسن کے ساتھ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہی روایت کیا اور اس روایت کے الفاظ ابن ماجہ میں یوں ہیں: دل کی مثال اس پر کی طرح ہے جسے ہوائیں جنگل میں پلٹا دے رہی ہوں۔ اس کی سند جیّد ہے۔

اور فرماتے ہیں[۷] صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

تبروا الارض باسمائھا واعتبروا الصاحب
صاحب۔[۴] اخرجہ ابن عدی عن

زمین کو اس کے ناموں پہ قیاس کرو اور آدمی کو اس کے ہمنشین پہ۔ اسے ابن عدی نے حضرت

سنن ابوداود باب من یؤمران یجالس مجالسۃ الصالحین مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۳۰۸
شعب الایمان الحادی عشر من شعب الایمان حدیث ۷۵۲ ،، دارالکتب العلمیہ بیروت ۱/ ۴۷۳
سنن ابن ماجہ باب فی القدر ،، آفتاب عالم پریس لاہور ص ۱۰
شعب الایمان فصل فی مجانبۃ الفسقۃ الخ حدیث ۹۴۴۰ ،، دارالکتب العلمیہ بیروت ۷/ ۵۵

marfat.com

۱۹۶ - کشف الاسرار	علاء الدین عبدالعزیز بن احمد البخاری	۷۳۰
۱۹۷ - کشف الرمز	علامۃ المقدسی	
۱۹۸ - کشف الاستار عن زوائد البزار	امین الدین عبدالوہاب بن وہبان الدمشقی	۷۶۸
۱۹۹ - کنز العمال	علاء الدین علی المتقی بن حسام الدین	۹۷۵
۲۰۰ - الکفایۃ	جلال الدین بن شمس الدین الخوارزمی	تقریباً ۸۰۰
۲۰۱ - کف الرعاع	شہاب الدین احمد بن حجر المکی	۹۷۳
۲۰۲ - کنز الدقائق	عبداللہ بن احمد بن محمود	۷۱۰
۲۰۳ - الکنی للحاکم	ابو عبداللہ الحاکم	۴۰۵
۲۰۴ - الکواکب الدراری	شمس الدین محمد بن یوسف الشافعی الکرمانی	۷۸۶
۲۰۵ - کتاب الجرح والتعدیل	محمد بن حبان التمیمی	۳۵۴
۲۰۶ - کتاب المغازی	یحیٰی بن سعید القطان	۱۹۸
۲۰۷ - کتاب الصمت	عبداللہ بن محمد ابن ابی الدنیا القرشی	۲۸۱
۲۰۸ - کتاب الزہد	عبداللہ بن مبارک	۱۸۰
۲۰۹ - الکشاف عن حقائق التنزیل	جاراللہ محمود بن عمر الزمخشری	۵۳۸

ل

۲۱۰ - لمعات التنقیح	علامہ شیخ عبدالحق المحدث الدہلوی	1052
۲۱۱ - لقط المرجان فی اخبار الجان	علامہ جلال الدین عبدالرحمٰن بن محمد السیوطی	911

م

۲۱۲ - مبارق الازہار	الشیخ عبداللطیف بن عبدالعزیز ابن الملک	۸۰۱
۲۱۳ - مبسوط خواہرزادہ	بکر خواہر زادہ محمد بن حسن البخاری الحنفی	۴۸۳
۲۱۴ - مبسوط السرخسی	شمس الائمۃ محمد بن احمد السرخسی	۴۸۳
۲۱۵ - مجری الانہر شرح ملتقی الابحر	نورالدین علی الباقانی	تقریباً ۹۹۵
۲۱۶ - مجمع بحار الانوار	محمد طاہر الصدیقی	۹۸۱
۲۱۷ - مجموع النوازل	احمد بن موسیٰ بن عیسیٰ	۵۵۰
۲۱۸ - مجمع الانہر	الشیخ عبداللہ بن محمد بن سلیمان المعروف بداماد آفندی	۱۰۷۸

marfat.com

دارقطنی و بیہقی اپنی سنن میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اجعلوا ائمتکم خیارکم فانھم وفدکم فیما بینکم و بین ربکم[1]

اپنے نیکوں کو اپنا امام کرو کہ وہ تمھارے وسائط ہیں درمیان تمھارے اور تمھارے رب عزوجل کے۔

اقول والاحادیث وان ضعفت فقد تعاضدت اذعن ثلثة من الصحابة وردت علیھم جمیعا رضوان المولیٰ جل وعلا وتقدس وتعالیٰ۔

میں کہتا ہوں یہ احادیث اگرچہ ضعیف ہیں مگر یہ تائید کر رہی ہیں کیونکہ یہ تین صحابہ سے مروی ہیں جن پر اللہ جل وعلا وتقدس تعالیٰ کی رضا وارد ہے (ت)

الحمدللہ کہ یہ موجز تحریر سلخ ذی القعدہ میں شروع اور چہارم ذی الحجہ روز جاں افروز دوشنبہ ۱۳۰۵ ہجریہ
قدسیہ علیٰ صاحبہا الف الف صلاۃ وتحیۃ کو بدرسمائے اختتام ہوئی، وصلی اللہ تعالیٰ علی خاتم النبیین بدر سماء
المرسلین محمد و اٰلہ والائمۃ المجتہدین والمقلدین لھم باحسان الی یوم الدین و
الحمد للہ رب العٰلمین واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

---

[1] سنن الدارقطنی باب تخفیف القرأۃ لحاجۃ مطبوعہ نشر السنۃ ملتان ۲/۸۸

marfat.com

۲۴۵	معرفة الصحابة	ابونعیم احمد بن عبد اللہ الاصبہانی	۴۳۰
۲۴۶	المعجم الاوسط	سلیمان بن احمد الطبرانی	۳۶۰
۲۴۷	المعجم الصغیر	سلیمان بن احمد الطبرانی	۳۶۰
۲۴۸	المعجم الکبیر	سلیمان بن احمد الطبرانی	۳۶۰
۲۴۹	معراج الدرایۃ	قوام الدین محمد بن محمد البخاری	۷۴۹
۲۵۰	مشکوٰۃ المصابیح	شیخ ولی الدین العراقی	۷۴۲
۲۵۱	المغنی فی الاصول	شیخ عمر بن محمد الخبازی الحنفی	۶۹۱
۲۵۲	المغرب	ابوالفتح ناصر بن عبد السید المطرزی	۶۱۰
۲۵۳	مختصر القدوری	ابوالحسین احمد بن محمد القدوری الحنفی	۴۲۸
۲۵۴	مفاتیح الجنان	یعقوب بن سیدی علی	۹۴۱
۲۵۵	المفردات للامام راغب	حسین بن محمد بن مفضل الاصفہانی	۵۰۲
۲۵۶	المقدمۃ العشماویۃ	ابوالعباس عبد الباری العشماوی المالکی	
۲۵۷	الملتقط (فی فتاویٰ ناصری)	ناصر الدین محمد بن یوسف الحسینی	۵۵۶
۲۵۸	مجمع الزوائد	نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی	۸۰۷
۲۵۹	مناقب الکردری	محمد بن محمد بن شہاب ابن بزاز	۸۲۷
۲۶۰	المنتقیٰ (فی الحدیث)	عبد اللہ بن علی ابن جارود	۳۰۷
۲۶۱	المنتقیٰ فی فروع الحنیفہ	الحاکم الشہیر محمد بن محمد بن احمد	۳۴۴
۲۶۲	منحۃ الخالق	محمد امین ابن عابدین الشامی	۱۲۵۲
۲۶۳	منح الغفار	محمد بن عبد اللہ التمرتاشی	۱۰۰۴
۲۶۴	ملتقی الابحر	امام ابراہیم بن محمد الحلبی	۹۵۶
۲۶۵	منہاج	شیخ ابوزکریا یحییٰ بن شرف النواوی	۶۷۶
۲۶۶	مجمع البحرین	مظفر الدین احمد بن علی بن ثعلب الحنفی	۶۹۴
۲۶۷	المبتغیٰ	شیخ عیسیٰ بن محمد ابن ایناج الحنفی	
۲۶۸	المبسوط	عبد العزیز بن احمد الحلوانی	۴۵۶
۲۶۹	مسند فی الحدیث	الحافظ ابوالفتح نصر بن ابراہیم الہروی	۵۱۰

marfat.com

مآخذ و مراجع

نام کتاب	مصنف کتاب	سن وفات ہجری
ا		
اجزاء فی الحدیث	عبدالرحمٰن بن عمر بن محمد البغدادی المعروف بالنحاس	۴۱۶
جناس فی الفروع	ابو العباس احمد بن محمد الناطفی الحنفی	۴۴۶
لاختیار شرح المختار	عبداللہ بن محمود (بن مودود) الحنفی	۶۸۳
لادب المفرد للبخاری	محمد بن اسمٰعیل البخاری	۲۵۶
رشاد الساری شرح البخاری	شہاب الدین احمد بن محمد القسطلانی	۹۲۳
رشاد العقل السلیم	ابو سعود محمد بن محمد العمادی	۹۵۱
لارکان الاربع	مولانا عبدالعلی بحرالعلوم	۱۲۲۵
لاشباہ والنظائر	شیخ زین الدین بن ابراہیم بابن نجیم	۹۷۰
اشعۃ اللمعات	شیخ عبدالحق المحدث الدہلوی	۱۰۵۲
اصول البزدوی	علی بن محمد البزدوی	۴۸۲
الاصلاح للوقایۃ فی الفروع	احمد بن سلیمان بن کمال باشا	۹۴۰
آکام المرجان فی احکام الجان	قاضی بدرالدین محمد بن عبداللہ الشبلی	۷۶۹
انفع الوسائل	قاضی برہان الدین ابراہیم بن علی الطرسوسی الحنفی	۷۵۸
امداد الفتاح	حسن بن عمار الشرنبلالی	۱۰۶۹
انوار الائمۃ الشافعیہ	امام یوسف الاردبیلی الشافعی	۷۹۹
الایضاح للوقایۃ فی الفروع	احمد بن سلیمان بن کمال باشا	۹۴۰
امالی فی الحدیث	عبدالملک بن محمد بن بشران	۴۳۲
الایجاز فی الحدیث	احمد بن محمد المعروف بابن السنی	۳۶۴
القاب الرواۃ	احمد بن عبدالرحمٰن الشیرازی	۴۰۷

marfat.com

و

۲۹۰ - الوافی فی الفروع	عبداللہ بن احمد النسفی	۷۱۰
۲۹۱ - الوجیز فی الفروع	ابو حامد محمد بن محمد الغزالی	۵۰۵
۲۹۲ - الوقایۃ	محمود بن صدر الشریعۃ	۶۷۳
۲۹۳ - الوسیط فی الفروع	ابی حامد محمد بن محمد الغزالی	۵۰۵

ھ

۲۹۴ - الہدایۃ فی شرح البدایۃ	برہان الدین علی بن ابی بکر المرغینانی	۵۹۳

ی

۲۹۵ - الیواقیت والجواہر	سید عبدالوہاب الشعرانی	۹۷۳
۲۹۶ - ینابیع فی معرفۃ الاصول	ابی عبداللہ محمد ابن رمضان الرومی	۷۶۹

---

marfat.com

التفسیر للنیشاپوری	نظام الدین الحسن بن محمد بن حسین النیشاپوری	۷۲۸
تقریب القریب	ابوزکریا یحییٰ بن شرف النوادی	۹۱۱
التقریر والتحبیر	محمد بن محمد ابن امیر الحاج الحلبی	۸۷۹
التیسیر للمناوی	عبدالرؤف المناوی	۱۰۳۱
تبیین الحقائق	فخرالدین عثمان بن علی الزیلعی	۷۴۳
تقریب التہذیب	شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر العسقلانی	۸۵۲
تنویر المقیاس	ابوطاہر محمد بن یعقوب الفیروز آبادی	۸۱۷
تنویر الابصار	شمس الدین محمد بن عبداللہ بن احمد التمرتاشی	۱۰۰۴
تعظیم الصلوٰۃ	محمد بن نصر المروزی	۲۹۴
تاریخ بغداد	ابوبکر احمد بن علی الخطیب البغدادی	۴۶۳
التوشیح فی شرح الہدایۃ	عمر بن اسحٰق السراج الہندی	۷۷۳

ج

جامع الترمذی	ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ الترمذی	۲۷۹
جامع الرموز	شمس الدین محمد الخراسانی	۹۶۲
الجامع الصحیح للبخاری	امام محمد بن اسمٰعیل البخاری	۲۵۶
الجامع الصغیر فی الفقہ	امام محمد بن حسن الشیبانی	۱۸۹
الجامع الصحیح للمسلم	مسلم بن حجاج القشیری	۲۶۱
جامع الفقہ (جوامع الفقہ)	ابونصر احمد بن محمد العتابی	۵۸۶
جامع الفصولین	شیخ بدرالدین محمود بن اسرائیل بابن قاضی	۸۲۳
الجامع الکبیر	ابی الحسن عبیداللہ بن حسین الکرخی	۳۴۰
جواہر الاخلاطی	برہان الدین ابراہیم بن ابوبکر الاخلاطی	
الجواہر الزکیۃ	احمد بن ترکی بن احمد المالکی	۹۸۹
جواہر الفتاوٰی	رکن الدین ابوبکر بن محمد بن ابی المفاخر	۵۶۵
الجوہرۃ النیرۃ	ابوبکر بن علی بن محمد الحدادالیمنی	۸۰۰
الجرح والتعدیل فی رجال الحدیث	یحییٰ بن معین البغدادی	۲۳۳
الجامع الصغیر فی الحدیث	علامہ جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابی بکر السیوطی	۹۱۱

marfat.com

ذ

- ذخیرۃ العقبٰی	یوسف بن جنید الجلبی (چلپی)	۹۰۵
- ذخیرۃ الفتاویٰ	برہان الدین محمود بن احمد	۶۱۶
- ذم الغیبۃ	عبداللہ بن محمد ابن ابی الدنیا القرشی	۲۸۱

ر

- الرحمانیۃ		
- ردالمحتار	محمد امین ابن عابدین الشامی	۱۲۵۲
- رحمۃ الامۃ فی اختلاف الائمۃ	ابو عبداللہ محمد بن عبدالرحمٰن الدمشقی	۷۸۱
- رغائب القرآن	ابو مروان عبدالملک بن حبیب السلمی (القرطبی)	۲۳۹
- رفع الغشاء فی وقت العصر والعشاء	شیخ زین الدین بابن نجیم	۹۷۰
- رد علی الجھمیۃ	عثمان بن سعید الدارمی	۲۸۰

ز

- زاد الفقہاء	شیخ الاسلام محمد بن احمد الاسبیجابی المتوفی اواخر القرن السادس	
- زاد الفقیر	کمال الدین محمد بن عبدالواحد المعروف بابن الھمام	۸۶۱
- زواہر الجواہر	محمد بن محمد التمرتاشی تقریباً	۱۰۱۶
- زیادات	امام محمد بن حسن الشیبانی	۱۸۹

س

- السراج الوہاج	ابوبکر بن علی بن محمد الحداد الیمنی	۸۰۰
- السنن لابن ماجۃ	ابو عبداللہ محمد بن یزید ابن ماجۃ	۲۷۳
- السنن لابن منصور	سعید بن منصور الخراسانی	۲۷۳
- السنن لابی داؤد	ابوداؤد سلیمان بن اشعث	۲۷۵
- السنن للنسائی	ابو عبدالرحمٰن احمد بن شعیب النسائی	۳۰۳
- السنن للبیہقی	ابوبکر احمد بن حسین بن علی البیہقی	۴۵۸

marfat.com

۱ - شرح الهدایۃ	محمد بن محمد بن محمد ابن شحنۃ	۸۹۰
۱ - شرعۃ الاسلام	امام الاسلام محمد بن ابی بکر	۵۷۳
۱ - شعب الایمان	ابوبکر احمد بن حسین بن علی البیهقی	۴۵۸
۱ - شرح الجامع الصغیر	احمد بن منصور الحنفی الاسبیجابی	۴۸۰
۱ - شرح الجامع الصغیر	عمر بن عبد العزیز الحنفی	۵۳۶

ص

۱ - صحاح الجوهری	اسمٰعیل بن حماد الجوهری	۳۹۳
۱ - صحیح ابن حبان	محمد بن حبان	۳۵۴
۱ - صحیح ابن خزیمۃ	محمد بن اسحاق ابن خزیمۃ	۳۱۱
۱ - الصراح	ابوفضل محمد بن عمر بن خالد القرشی	تقریباً ۶۹۰

ط

۱ - الطحطاوی علی الدر	سیّد احمد الطحطاوی	۱۳۰۲
- الطحطاوی علی المراقی	سیّد احمد الطحطاوی	۱۳۰۲
۱ - الطریقۃ المحمدیۃ	محمد بن بیر علی المعروف بیرکلی	۹۸۱
۱ . طلبۃ الطلبۃ	نجم الدین عمر بن محمد النسفی	۵۳۷

ع

۱ - عمدۃ القاری	علامہ بدر الدین ابی محمد محمود بن احمد العینی	۸۵۵
- العنایۃ	اکمل الدین محمد بن محمد البابرتی	۷۸۶
- عنایۃ القاضی	شهاب الدین الخفاجی	۱۰۶۹
- عیون المسائل	ابو اللیث نصر بن محمد السمرقندی	۳۷۸
- عقود الدریۃ	محمد امین ابن عابدین الشامی	۱۲۵۲
- عدۃ	کمال الدین محمد بن احمد الشهیر بطاشکبری	۱۰۳۰
-		

marfat.com

۱۷ - فتح المعین شرح قرۃ العین	زین الدین بن علی بن احمد الشافعی	۹۲۸
۱۷ - الفتوحات المکیۃ	محی الدین محمد بن علی ابن عربی	۶۳۸
۱۷ - فواتح الرحموت	عبد العلی محمد بن نظام الدین الکندی	۱۲۲۵
۱۷ - الفوائد	تمام بن محمد بن عبد اللہ البجلی	۴۱۴
۱۷ - فوائد المخصصۃ	محمد امین ابن عابدین الشامی	۱۲۵۲
۱۷ - فیض القدیر شرح الجامع الصغیر	عبد الرؤف المناوی	۱۰۳۱
۱۷ - فوائد سمویۃ	اسمٰعیل بن عبد اللہ الملقب لسمویۃ	۲۶۷

ق

۱ - القاموس	محمد بن یعقوب الفیروز آبادی	۸۱۷
۱ - قرۃ العین	علامہ زین الدین بن علی الملیباری	۹۲۸
۱ - القنیۃ	نجم الدین مختار بن محمد الزاہدی	۶۵۸
۱ - القرآن		

ک

۱ - الکافی فی الفروع	حاکم شہید محمد بن محمد	۳۳۴
۱ - الکامل لابن عدی	ابو احمد عبد اللہ بن عدی	۳۶۵
۱ - الکبریت الاحمر	سید عبد الوہاب الشعرانی	۹۷۳
۱ - کتاب الآثار	امام محمد بن حسن الشیبانی	۱۸۹
۱ - کتاب الآثار	امام ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم الانصاری	۱۸۲
۱ - کتاب الالمام فی آداب دخول الحمام	ابو المحاسن محمد بن علی	
۱۹ - کتاب السواک	ابو نعیم احمد بن عبد اللہ	۴۳۰
۱۹ - کتاب الہدیۃ لابن عماد	عبد الرحمٰن بن محمد عماد الدین بن محمد العمادی	۱۰۵۰
۱۹ - کتاب الطہور	لابی عبید	
۱۹ - کتاب العلل علی ابواب الفقہ	ابو محمد عبد الرحمٰن ابن ابی حاتم محمد الرازی	۳۲۷
۱۹ - کتاب الاصل	امام محمد بن حسن الشیبانی	۱۸۹
۱۹ - کتاب الوسوسۃ	ابو بکر بن ابی داؤد	

marfat.com

۲	المحیط البرہانی	امام برہان الدین محمود بن تاج الدین	۶۱۶
۲	المحیط الرضوی	رضی الدین محمد بن محمد السرخسی	۶۷۱
۲	مختارات النوازل	برہان الدین علی بن ابی بکر المرغینانی	۵۹۳
۲	مختار الصحاح	محمد بن ابی بکر عبد القادر الرازی	۶۶۰
۲	المختارۃ فی الحدیث	ضیاء الدین محمد بن عبد الواحد	۶۴۳
۲	المختصر	علامہ جلال الدین السیوطی	۹۱۱
۲	مدخل الشرع الشریف	ابن الحاج ابی عبد اللہ محمد بن محمد العبدری	۷۳۷
۲	مراقی الفلاح بامداد الفتاح شرح نور الایضاح	حسن بن عمار بن علی الشرنبلالی	۱۰۶۹
۲	مرقات شرح مشکوٰۃ	علی بن سلطان ملا علی قاری	۱۰۱۴
۲	مرقات الصعود	علامہ جلال الدین السیوطی	۹۱۱
۲	مستخلص الحقائق	ابراہیم بن محمد الحنفی	
۲	المستدرک للحاکم	ابو عبد اللہ الحاکم	۴۰۵
۲	المستصفی	حافظ الدین عبد اللہ بن احمد النسفی	۷۱۰
۲	مسلم الثبوت	محب اللہ البہاری	۱۱۱۹
۲	مسند ابی داؤد	سلیمان بن داؤد الطیالسی	۲۰۴
۲	مسند ابی یعلیٰ	احمد بن علی الموصلی	۳۰۷
۲	مسند اسحٰق ابن راہویہ	حافظ اسحٰق ابن راہویہ	۲۳۸
۲	مسند الامام احمد بن حنبل	امام احمد بن محمد بن حنبل	۲۴۱
۲	مسند البزار	ابوبکر احمد بن عمرو بن عبد الخالق البزار	۲۹۲
۲	مسند عبد بن حمید	ابو محمد عبد بن محمد حمید الکشی	۲۹۴
۲	مسند الفردوس	شہردار بن شیرویہ الدیلمی	۵۵۸
۲	مصباح المنیر	احمد بن محمد بن علی	۷۷۰
۲	المصفّٰی	حافظ الدین عبد اللہ بن احمد النسفی	۷۱۰
۲	مصنف ابن ابی شیبۃ	ابوبکر عبد اللہ بن محمد احمد النسفی	۲۳۵
۲	مصنف عبد الرزاق	ابوبکر عبد الرزاق بن ہمام الصنعانی	۲۱۱
۲	مصباح الدجیٰ	امام حسن بن محمد الصغانی الہندی	۶۵۰

marfat.com

۱ - المسند الکبیر	یعقوب بن شیبۃ السدوسی	۲۶۲
منیۃ المصلی	سدید الدین محمد بن محمد الکاشغری	۷۰۵
موطا امام مالک	امام مالک بن انس المدنی	۱۷۹
موارد الظمآن	نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی	۸۰۷
مشکلات	احمد بن مظفر الرازی	۶۴۲
مہذب	ابی اسحٰق ابن محمد الشافعی	۴۷۶
میزان الشریعۃ الکبریٰ	عبدالوہاب الشعرانی	۹۷۳
میزان الاعتدال	محمد بن احمد الذہبی	۷۴۸
المستخرج علی الصحیح البخاری	احمد بن موسیٰ ابن مردویۃ	۴۱۰
مکارم الاخلاق	محمد بن جعفر الخرائطی	۳۲۷

ن

النقایۃ مختصر الوقایۃ	عبداللہ بن مسعود	۷۴۵
نصب الرایۃ	ابو محمد عبداللہ بن یوسف الحنفی الزیلعی	۷۶۲
نور الایضاح	حسن بن عمار بن علی الشرنبلالی	۱۰۶۹
النہایۃ	حسام الدین حسین بن علی السغناقی	۷۱۱
النہایۃ لابن اثیر	مجد الدین مبارک بن محمد الجزری ابن اثیر	۶۰۶
النہر الفائق	عمر بن نجیم المصری	۱۰۰۵
نوادر فی الفقہ	ہشام بن عبید اللہ المازنی الحنفی	۲۰۱
نور العین	محمد بن احمد المعروف بنشانجی زادہ	۱۰۳۱
النوازل فی الفروع	ابو اللیث نصر بن محمد بن ابراہیم السمرقندی	۳۷۶
نوادر الاصول فی معرفۃ اخبار الرسول	ابو عبداللہ محمد بن علی الحکیم الترمذی	۲۵۵

marfat.com